

الْقَوْدَارِيُّ

صَحْيَحُ الْجَانِبِيُّ

اُردو شرح

مجموعہ افادات

امام العصر امام محمد اور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

و دیگر اکابر محدثین حبیم اللہ تعالیٰ

مؤلفہ تلمیز علامہ کشمیری

حضرت مولانا سید الحمد رضا صاحب بن جنوزی رحمۃ اللہ علیہ

مُقْدِّمة

الْفَوْلَ الْبَارِي

أَرْدَو شَرْح

صَحِيحُ الْجَانِبِي

مقدمة جلد اول - مقدمة جلد ثانی

مجموعه افادات

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

و دیگر اکابر محدثین حبیب اللہ تعالیٰ

مؤلفہ تلمیذ علامہ کشمیری

حضرت مولانا سید الحمد رضا صاحب بجنوری

س

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

پوک فوارہ نگران پاکستان

۰۶۱-۵۴۰۵۱۳-۵۱۹۲۴۰

ضروری وضاحت:

ایک مسلمان جان بوجہ کر قرآن مجید،
احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی
کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں
کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح
و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں
مستقل علماء پر مشتمل شعبہ تصحیح قائم ہے اور
کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران
انглаط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور
عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ
سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس
لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا
امکان ہے۔

البذا قارئین کرام سے گزارش
ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ
کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں
اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام
میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہو گا۔

(ادارہ)



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب....	انوار الباری مقدمہ جلد اول - دوم (کمپیوٹر ایڈیشن)
تاریخ اشاعت.....	شعبان ۱۴۲۵ھ
ناشر.....	ادارہ تالیفات اشرفی ملان
طباعت.....	سلامت اقبال پر لیں ملان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملان.....	ادارہ اسلامیات انارکی، لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار	مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشید یہ سرکی روڈ کوئٹہ.....	کتب خانہ رشید یہ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک اجنسی خیبر بازار پشاور.....	وار الاشاعت اردو بازار کراچی
بک لینڈ اردو بازار	لاہور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری دامت برکاتہم
 صاحبزادہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی طرف سے
 انوار الباری کی خصوصی تحریری اجازت نامہ
 و جملہ حقوق بحق ادارہ "تالیفات اشرفیہ ملتان" محفوظ ہیں

النفرشاد مسعودی کشمیری

بسم اللہ الرحمن الرحيم

جناب مولانا مسعودی صاحب مدیر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
 کے علمی ذوق، اپنے درست علمی مصنفوں کے انتہائی کی رشحت
 ملکیت نہ جذبہ تھے تاکہ پہنچرہ "انوار الباری" کی پڑستان پر طبع
 کے صدھدھ حفون عصرت تھے مرقوم نے مخصوص کریمہ دار
 پڑستان پہنچرہ "انوار الباری" کی محبوبیت میں دُر دُور رائے شریف
 ادارہ کے نزدیک درخواست میں زبردست



۱۸/۲

جناب مولانا اسحاق صاحب مدیر "ادارہ تالیفات اشرفیہ" ملتان کے علمی ذوق اپنے
 اکابر سے متعلق نوادرات کی اشاعت کیلئے محسانہ جذبات کے پیش انظر "انوار الباری" کی
 پاکستان میں طباعت کے جملہ حقوق بعمرت تمام موصوف کیلئے مختص کرتا ہوں اب پاکستان
 میں انوار الباری کی طباعت کا کوئی دوسرا ناشر یا ادارہ قانوناً انتہاقاً مجاز نہ ہوگا۔

جز فہرست ہے کہ سان ہیں جس دانشگاہی پر بیدا ہوتے ہیں اور اپنی مفتریت اور ملی روزات کے لامائی نتھیں نہیں ہمیں حاصل پر حجت کئے اور اُن خواہوں میں الحجہ کے مگر ہر چوبی حضرت مسیح موعود الحمد للہ علیہ مدرکہ حضرت مولانا محمد سعید بھٹ کاظمی توی اولین صد امامین را اسلام دلو بند تسلیم حضرت امام العمر صدرا الفخر رضا امام تسلیم حضرت امام تسلیم حضرت امام تسلیم حضرت امام تسلیم حضرت امام تسلیم حاضر کیا کہ صدیلوں کی ملی تخفیفات اُنکی ملی کادوں کے شاید یہ میں نظر آئی ہیں اسی کی وجہ سے اُن نظر کا بیان صد امام اُن آخری پانچ صدیاں اس بے شال تخفیت کی تلفیر پر ہے معاصر ہیں ۔

یوں تو خدا تعالیٰ نے آپ کو جو مسلم و مفدوں میں دسترس ملنا فرمائی تھی میکن حدیث اور متعلقاتِ حدیث میں آپ کی سان سالیں ارضیے راملی ہے جسکی سالی نایاب ہے، بد نظری طبیعہ حدیث متسارع احادیث میں دیکھنے تبلیغیں۔ حدیث و قرآن کی مطابقت، احادیث کا صحیح محل، حدیث سے آن مفترس کا سبب باہ جو اسلامی تسلیمات پر ہلا آؤ میں فائدہ حسن کے تربیحیں دلائل، حدیث کے فعماں و بخاتمی گوئیں کام اُسکاف، سعویں یور کے بے بنیاد رہائی کی حدیث کی تیزی میں پا، دد ہر وہ، رجال اصحاب کی تشریف، جا بجا خود صرف کہ روز و نکاتِ عفت میں کوئی شاہ، لب نبری صلم کا ستراءپی و بیڑا ملی، دبو مل سیناں فتنی خدا تسوں پر تنقیق، العصر حدیث دا صلی فقر کے بیاف، حدیث کے انسان بیلوں کی آجگری، اور بھری مفسر خصوصاً ترمذیہ ماریا زیست کیلئے ذخیرہ حدیث میں تقدیر برداشت، حضرت مسیح کے مد جیل کا راستہ ہیں، جیل کے بعد انکا معلم و فتن و انکی مختارت ملکیت، تھی جا سیت، ایک دامہ بیڑا جو ہے، بھری، جس واقعہ کے جا ب مردا ماسید احمد صاحب بھری زیر گرد، مد حضرت مسیح کے انمارات کا اس سلسلہ و قریبی سے جھوک کر کہ "انڈا ایسا پی" نام شریحتِ حدیث میں انکا منفرد مقام رکھتی ہے

سیده کی فیروزی امیری کے درسرور در جال ملکیہ وہ ولت کی تخفیدہ رجیفقت، احمداف پرستشی حلقة کی رئیس بارجہ سپریخ پر صلی و سلم ہے کرفیفر حضرات کو مرزا غنیمہ وہ رئیب دینیہ کا گورنر ہے۔ پیر پر زر قیامت ملکو چک کر روانہ، مردی ہٹتا، کا کاپیدہ ہے اتنے حفوظ صرحان ملکتر رافق ہے۔ بھائز در حکایت میں زر جا بمع دلخی خود اپر کے حلقے اختمہ وہ در صفحہ تخفیدہ ہے۔ کوئی بکار در دینی صاحب تھے نہیں ہے اور، اتنے حلقے اختمہ وہ در صفحہ تخفیدہ ہے۔ کوئی بکار در دینی صاحب تھے نہیں ہے اسی زر کے سندھے لی زر کے تکمیل سندھے بے اور سیخوردہ نعم دلخی خاصہ ہے۔

بیمارت صیک مان میں ادارہ تابیقات اصرافیہ اس فضیلہ قمین شریعہ کی طباعت کا انتظام کر رہے ہو گئے تھے



فہرست عنوانات

۱۷	تین بڑے فقہاء	۸	تذکرہ محمد بن کا مقصد	۱	پیش لفظ
۱۸	امام مسعود کی مدح امام عظیم		جو کتابیں شرح بخاری شریف کے وقت	۱	مقصد تالیف انوارالباری
۱۹	امام عظیم شاہان شاہ حدیث	۹	پیش نظر ہیں انہیں میں سے چند اہم یہ ہیں	۱	اکابردار العلوم کی درسی خصوصیت
۲۰	امام تھجی بن سعید القطانی کی رائے	۹	آخری گزارش اور شکریہ	۱	حضرت شاہ صاحب کا درس حدیث
۲۱	امام عظیم اور تدوین حدیث		احادیث رسول ﷺ کی جھیت اور	۲	رقم الحروف کے استفادات
۲۲	امام سفیان ثوریؓ کی شہادت	۱۰	دوسرے تمہیدی مباحث	۲	مقدمہ کی ضرورت
۲۳	امام وکیع کی شہادت	//	کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ	۲	امہ احناف سے تعصب
۲۴	امام علی بن الجعد	//	تدوین حدیث قرن اول میں؟	۳	معتدل شاہراہ
۲۵	امام علی بن مسیم	//	قرون ثلاثہ	//	صحیح تقدیم اور حافظ ابن ابی شیبہؓ
۲۶	امام عظیم کی کتاب الآثار	//	اجازت کتابت حدیث	//	امام بخاریؓ
۲۷	قرن ثالث میں اسلامی دنیا	۱۲	نشر و اشاعت حدیث	//	علامہ ابن تیمیہؓ
۲۸	تدوین حدیث کے تین دور	//	صحابہؓ میں مکثرین و مقلدین	//	امام ترمذیؓ و ابو داؤدؓ
۲۹	حدیث مرسل و حسن کا انکار	//	قلت روایت	//	حافظ ابن حجرؓ
۳۰	قرن ثالث میں حدیث شاذ پر عمل	//	حضرت زیر بن العوام	//	محمد بن احناف
۳۱	عمل متواتر کی جھیت	//	حضرت عمرؓ	۳	حضرت شاہ صاحب
۳۲	سلف میں باہمی اختلاف رحمت تھا	//	حضرت ابن مسعودؓ	//	حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ
۳۳	امام عظیم اور فرقہ مرجدہ	۱۳	حضرت امام عظیم	//	حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری دام ظہم
۳۴	فرقہ مرجدہ کا نہ ہب	//	صحابہؓ میں کثرت روایت	//	امام عظیم
۳۵	امام صاحبؓ اور امام بخاریؓ	//	صحابہؓ میں فقہاء و محمد بن	۵	امہ احناف اور مخالفین
۳۶	علم اور علماء کی فضیلت	//	فقہاء کی افضیلت	//	حضرت شاہ صاحبؓ اور دفاع عن الحفیہ
۳۷	عہد نبوی میں تعلیمی انتظامات	۱۴	فقہاء علامہ ابن قیم کی نظر میں	//	امام صاحبؓ کی کتاب الآثار اور مسانید
۳۸	مرکز علم کوفہ کے دارالعلوم سے فارغ	//	مکثرین صحابہ پر فقہاء صحابہ کی تقدیم	۲	مسانید امام کی عظمت
۳۹	شده علماء	۱۵	عہد رسالت میں کتابت حدیث	//	امام صاحب سے وجہ حسد
۴۰	شیوخ امام عظیم	//	ضرورت تدوین حدیث	//	"اہل الرائے" کا پروپیگنڈا
۴۱	۱-حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ	//	تدوین حدیث کیلئے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سعی	//	محدث خوارزمی کا جواب
۴۲	۲-حضرت علقمہ بن قیس (فقیہ عراق)	۱۶	ایک اہم مغالط	//	امام عظیم اور تدوین قانون اسلامی کا
۴۳	۳-حضرت ابراہیم تخری (فقیہ عراق)	//	آثار صحابہ قرن ثالث میں	//	بے نظیر کارنامہ
۴۴	۴-حمد بن ابی سلیمان (فقیہ عراق)	۱۷	قرون مشہود لہا بالحیرے جدا طریقہ	//	امام بخاری کا شکوہ اور جواب شکوہ

۳۸	اسرائیل بن یوسف	۲۱	تاریخ ولادت وغیرہ	۳۰	۵- عامر بن شراحیل الشعیی (علامہ ابن بیین)
۳۹	حفص بن غیاث	۲۲	سکونت	۲۲	۶- سلمہ بن کہمیل
۴۰	ابو علقہ	۲۲	امام صاحب تابعی تھے	۳۰	۷- سلیمان بن مہران ابو محمد العمش الکوفی
۴۱	ابراهیم بن طہمان	۲۶	عبدات و درع	۳۱	روایت و درایت
۴۲	ابو امیہ	۲۲	شب بیداری و قرآن خوانی	۳۲	شیخ حماد
۴۳	ابن مبارک	۲۲	جود و سخاوت اور امداد مستحقین	۲۲	امام اعظم
۴۴	امام ابو تیجی زکریا بن تیجی نیشاپوری	۲۲	وفور عقل وزیری اور باریک نظری	۲۲	تفقہ و تحدیث
۴۵	حافظ محمد بن میمون	۲۲	امام صاحب کے اساتذہ محدثین	۲۲	شیخ حماد کی جانشینی
۴۶	معروف بن عبد اللہ	۲۲	امام صاحب کا تفوق حدیث دوسرے	۲۲	کوفہ کے محدثین و فقهاء
۴۷	ابوسفیان حمیری	۲۲	اکابر علماء کی نظر میں	۳۳	امام بخاری اور رکوہ
۴۸	مقاتل بن سلیمان	۲۲	یزید بن ہارون	۳۳	امام صاحب اور محدثین کی مالی سرپرستی
۴۹	فضل بن موکی سینانی	۲۲	ابو بکر بن عیاش	۲۲	کثرت محدثین و قلت فقهاء
۵۰	وکیع	۲۲	ابو تیجی حماقی	۲۲	واقعہ امام احمد
۵۱	ابن مبارک	۲۲	خارجہ بن مصعب	۳۳	واقعہ والد شیخ قابوس
۵۲	امام ابو یوسف	۲۲	عبداللہ بن مبارک	۲۲	دین و رائے
۵۳	زہیر بن معاویہ	۲۲	سفیان ثوری	۲۲	واقعہ سفر شام حضرت عمر
۵۴	وکیع	۲۲	سفیان بن عینہ	۲۲	فقیر کا منصب
۵۵	یوسف بن خالد سعیی	۲۸	میتوب بن شریک	۳۵	۸- ابو سحاق سعیی
۵۶	شداد بن حکیم	۲۲	خلف بن ایوب	۲۲	۹- سہاک بن حرب
۵۷	علی بن ہاشم	۲۲	ابومعاذ خالد بن سلیمان بن تیجی	۳۵	۱۰- ہشام بن عروہ
۵۸	وقبہ بن مسقلہ	۲۲	عبد الرحمن بن مہدی	۲۲	۱۱- قتادہ
۵۹	تیجی بن آدم	۲۲	کلی بن ابراهیم	۲۲	۱۲- شعبہ
۶۰	نصر بن محمد	۲۲	شداد بن حکیم	۲۲	کم معظمه
۶۱	ابو عمرو بن علاء	۲۲	امام مالک	۳۶	۱۳- عطاء بن ابی رباح
۶۲	امام صاحب کیلئے ائمہ حدیث کی توثیق	۲۲	معروف بن حسان	۲۲	۱۴- عکرمہ
۶۳	امام صاحب تمام اصحاب کتب حدیث	۲۲	یوسف بن خالد اسعیی	۲۲	مدینۃ الرسول ﷺ
۶۴	کے استاد ہیں	۲۲	قاضی ابن ابی یلی	۲۲	۱۵- سلیمان
۶۵	امام صاحب اور قلت روایت	۲۲	سعید بن ابی عروہ	۲۲	۱۶- سالم
۶۶	کبراء محدثین کا امام صاحب سے استفادہ	۲۲	خلف بن ایوب	۲۲	شام
۶۷	امام صاحب محدثین و فقهاء کے ماوی و ملباختہ	۲۲	بحر سقا	۳۷	امام اعظم کے پاس ذخیرہ حدیث
۶۸	ابن سہاک	۲۲	حسن بن زیاد لولوی	۲۱	حالات ا

۶۳	قیس بن ربع	امام صاحب ورع و تقویٰ میں کیتا تھے	۶۱	امام صاحب ورع و تقویٰ میں کیتا تھے	۵۸	حارت بن عمر
"	حسن بن عمارہ	سیجی بن معین	"	سیجی بن معین	"	توپا بن سعد
"	امام صاحب موئید بن اللہ تھے	عبداللہ بن مبارک	"	عبداللہ بن مبارک	"	نوح بن مریم
"	عبد الرحمن بن عبد اللہ سعودی	کلی بن ابراہیم	"	کلی بن ابراہیم	"	ابن مبارک
"	سوید بن سعید	ابو شوخ	"	ابو شوخ	"	لیمین بن معاذ زیات
"	امام مالک	بخار بن معروف	"	بخار بن معروف	"	ابراهیم بن فیروز
۶۳	اعمش	ابن جریر	"	ابن جریر	"	ابو عیم
"	امام صاحب خدا تعالیٰ کی رحمت تھے	عبدالواہب بن حمام	"	عبدالواہب بن حمام	"	خالد بن صبح
"	ابو بکر بن عیاش	وکیع	"	وکیع	۵۹	امام صاحبؑ کی امامت فقا کا بر علم کی نظر میں
"	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	یزید بن ہارون	"	یزید بن ہارون	۵۹	(۳) امام شافعیؑ
"	محمد شفیق بلجی	امام صاحب کی تقریر اور قوت استدلال	"	امام صاحب کی تقریر اور قوت استدلال	"	(۴) اعمش
"	حضرت شعبہ	یزید بن ہارون	۶۲	یزید بن ہارون	"	(۵) امام احمد
"	شیخ لیمین زیات	شیخ کنانہ	"	شیخ کنانہ	"	(۶) علی بن المدینی
"	تلانہ امام عظیم	ابومعاویہ ضریب	"	ابومعاویہ ضریب	"	(۷) امام ترمذی
۶۸	تلانہ محمد شیخ امام عظیم	سیجی بن آدم	"	سیجی بن آدم	"	عبداللہ بن مبارک
۷۵	حضرۃ امام الائمہ امام ابوحنیفہؑ سیاسی زندگی	مسعر بن کدام	"	مسعر بن کدام	"	اعمش
۷۶	خفی چیف جسنوں کے بے لاگ فیصلے	مطلوب بن زیاد	"	مطلوب بن زیاد	"	سعید بن ابی عربہ
۸۰	ما وجیں امام الائمہ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ	امام مالکؓ	"	امام مالکؓ	۶۰	سیجی بن سعید القطان
۸۹	محمد شیخی بن آدم	حافظ ابو حمزہ محمد بن میمون	"	حافظ ابو حمزہ محمد بن میمون	"	عثمان المدینی
"	امام زفرؓ	یوسف بن خالد سمیٰ	"	یوسف بن خالد سمیٰ	"	جریر بن عبد اللہ
"	وکیع بن الجراح	عبداللہ بن یزید مقری	"	عبداللہ بن یزید مقری	"	مسعر
۸۹	سلیمان بن مہران ابو محمد الاعمش الکوفی	ابوسفیان جمیری	"	ابوسفیان جمیری	"	مقاتل
۹۰	امام الحنفی بن راہویہ	مسعر	"	مسعر	"	سیجی بن آدم
"	یزید بن ہارون	امام ابوحنیفہؑ تکبیر امت تھے	۶۳	امام ابوحنیفہؑ تکبیر امت تھے	"	امام شافعیؑ
"	محمد ابو عاصم النبیل	سعدان بن سعید حلمی	"	سعدان بن سعید حلمی	"	وکیع
"	ابو نعیم فضل بن وکیں	امام او زاعی	"	امام او زاعی	"	سفیان ثوری
"	بهر القاء	عفان بن سیار	"	عفان بن سیار	"	امام جعفر صادق
۹۱	محمد عبد الرحمن بن مہدی	امام صاحبؓ محسود تھے	"	امام صاحبؓ محسود تھے	"	حسن بن عمارہ
"	حافظ ابن حجر عسقلانی	سفیان ثوری	"	سفیان ثوری	"	اسحاق بن راہویہ
"	علامہ صنیع الدین	عیین بن الحنفی	"	عیین بن الحنفی	"	عیین بن یوس
"	محمد شیخ زیات	ابن مبارک	"	ابن مبارک	۶۱	امام شعبہ

۱۲۳	خطیب و حافظ کا ذکر خیر	۱۰۳	۱-ارجاء	۹۱	محمد بن عثمان المدنی
”	امام شافعی اور اصول فقہ	”	۲-قلت حفظ	۹۲	محمد بن محدث انصاری
”	فقہ شافعی	”	۳-اتحسان	”	محمد بن علی بن عاصم
”	دوسرا سفر بغداد	۱۰۲	۴-حیدر	”	محمد بن خارجہ بن مصعب
۱۲۵	صاحب مخلوٰۃ کا تعصیب	”	۵-قلت عربیت	”	عمرو بن دینار الحنفی
”	امام شافعی کا امام محمد سے خصوصی استفادہ	۱۰۸	امام صاحب کے مخالفوں کے کارناتے	”	مسعر بن کدام
۱۲۷	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۰	تالیفات امام اعظم	۹۳	معمر بن راشد
”	امام ابو یوسف سے تلمذ	”	کتب مناقب الامام اعظم	”	سہیل بن عبد اللہ التستری
۱۲۹	فقہ حنبلی کے پائچے اصول	۱۱۱	امام اعظم اور فن جرح و تعدیل	”	محمد بن اسماعیل
”	امام احمد اور انہم احتفاف	۱۱۲	جامع المسانید لاماں اعظم	”	علامہ ابن سیرین
”	فقہ حنبلی کے تفردات	۱۱۳	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۹۳	محمد شہیر شفیق بخاری
۱۳۱	اسئہ اربعہ کے اہلاؤں پر ایک نظر	۱۱۴	مشائخ و اساتذہ	”	سفیان ثوری
۱۳۳	تدوین فقہ حنفی	۱۱۵	امام اعظم شیوخ امام مالک ہیں	۹۵	محمد ابو ضمرہ
”	حضرت شاہ صاحب کی رائے گرامی	”	امام مالک کے تلامذہ و اصحاب	”	محمد عبد العزیز بن ابی سلمہ المابذون
”	امام صاحب کے شیوخ	”	فضل و شرف، عادات و معمولات	”	محمد کبیر و شہیر حضرت مغیرہ
”	امام صاحب کے دور میں حدیث	۱۱۶	مادھین امام مالک	”	محمد بن سعدان
۱۳۴	امام صاحب کے زمانہ کا علم	۱۱۸	امام مالک کا اہلاء ۱۳۲۶ھ	۹۶	علامہ ابن حجر الحنفی
”	تعصیب سے قطع نظر	”	امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ	”	علامہ ابن عبد البر الحنفی
”	حضرت ابن مبارک	۱۱۹	امام محمد و امام شافعی کا تلمذ امام مالک سے	”	امام تجھی بن معین
”	امام صاحب کے مناظرے	”	امام شافعی کا پہلا سفر عراق	۹۷	محمد حسن بن عمارہ
”	جلس تدوین فقہ کا طریقہ کار	۱۲۰	رحلت مکدوہہ امام شافعی	”	علی بن المدینی
۱۳۵	افتاء کا حق	”	تحقیق حافظ ابن حجر	”	عبدیل بن اسپاط مکہ
”	اہم نقطہ فکر	”	امام شافعی کا امام محمد سے تعلق و تلمذ	”	عبد العزیز بن ابی رواد مکہ
”	اصح ترین متون حدیث	”	معدرت	۹۸	محمد عبد الرحمن بن طلحہ
۱۳۶	تدوین فقہ کے شرکاء کی تعداد	۱۲۱	حاشدین و معاندین کے کارناتے	”	محمد عبد بن الحنفی
”	امام اعظم اور رجال حدیث	۱۲۲	دوسری رحلت مکدوہہ	”	محمد یوسف بن خالد سکتی
۱۳۷	اجتہاد کی اجازت شارع علیہ السلام سے	”	امام شافعی امام محمد کی خدمت میں	”	ہیاج بن برظام
”	نقشہ تدوین فقہ	”	امام محمد کی خصوصی توجہات	۱۰۱	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
”	بانی علم اصول فقہ	۱۲۳	مالی اہماد	”	مجد الدین فیروز آبادی
”	سب سے پہلے تدوین شریعت	”	امام شافعی کا حسن اعتراف	”	نقود جرح
”	فقہ حنفی کی تاریخی حیثیت	”	امام محمد کی مزید توجہات	۱۰۲	۱-قلت حدیث

۱۹۷	امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ	۱۵۵	امام الحجج حافظ الحدیث ابو یوسف	۱۳۸	امام اعظم اور آپ کے ۲۰ شرکاء مذوین فقد
۱۹۸	امام زکریا بن ابی زائدہ	۱۷۲	امام ابو محمد نوح بن دران بخنجی کوفی	۱۳۸	امام صاحب کام مقام مجلس مذوین میں
۱۹۹	امام عبدالملک بن عبد العزیز	۱۷۲	امام شیم بن بشیر اسلامی الواسطی	۱۳۹	مجلس وضع قوانین کی تاسیس
۲۰۰	محمد بن الحنفی بن یسار	۱۷۲	امام ابو سعید مجیبی بن زکریا	۱۳۹	مذوین فقہ کا طرز خاص
۲۰۱	شیخ ابوالنصر سعید بن ابی عروبة	۱۷۲	فضل بن عیاض رضی اللہ عنہ	۱۳۹	فقہ خنجی اور امام شافعی
۲۰۲	عبد الرحمن بن عمرو بن محمد او زاعی	۱۷۲	امام اسد بن عمرو بن عامر الجلیلی الکوفی	۱۴۰	خصوصیات فقہ خنجی
۲۰۳	محمد بن عبد الرحمن بن ابی الذنب	۱۷۲	امام مجتهد الجلیل محمد بن الحسن الشیعی	۱۴۰	خبر القرون میں اسلام اور خنجی مذہب کا
۲۰۴	شعبۃ بن الحجاج	۱۸۵	امام علی بن مسیحہ قریشی کوفی	۱۴۱	چین تک پہنچنا
۲۰۵	اسراء'il بن یوس	۱۸۵	امام یوسف بن خالد سعی	۱۴۱	وجہ اختلاف
۲۰۶	شیخ ابراہیم بن ادہم بن منصور	۱۸۶	امام عبد اللہ بن ادریس	۱۴۲	امام صاحب اور سفیان ثوری
۲۰۷	سفیان بن سعید بن سروق ثوری	۱۸۶	امام فضل بن موسی السینا	۱۴۳	ضروری و اہم گزارش
۲۰۸	امام ابراہیم بن طہمان	۱۸۷	امام علی بن خطیب	۱۴۵	امام زفر رضی اللہ عنہ
۲۰۹	امام حماد بن سلمہ	۱۸۷	امام حفص بن غیاث	۱۴۷	موازنہ امام ابو یوسف وزقر
۲۱۰	جریر بن حازم الازدی البصری	۱۸۷	امام وکیع بن الجراح	۱۴۹	امام زفر کے اساتذہ
۲۱۱	لیث بن سعد بن عبد الرحمن مصری	۱۸۸	امام هشام بن یوسف	۱۴۸	امام زفر کے تلامذہ
۲۱۲	امام حماد بن زید	۱۸۸	امام نقدرجال مجیبی بن سعید القطان	۱۴۹	امام زفر اور نشر مذہب خنجی
۲۱۳	شیخ جریر بن عبد الحمید الرازی	۱۸۹	امام شیعیب بن الحنفی	۱۴۹	امام زفر کا زہدو درع
۲۱۴	شیم بن بشیر ابو معاویہ اسلامی الواسطی	۱۸۹	امام ابو عمر و حفظ بن عبد الرحمن بخشی	۱۵۰	امام مالک بن مغول
۲۱۵	موی کاظم بن الامام جعفر صادق	۱۸۹	امام ابو مطیع حکیم پن عبد اللہ بن سلمہ	۱۴۹	امام داؤد طائی خنجی
۲۱۶	شیخ عباد بن العوام	۱۹۰	امام خالد بن سلیمان بخشی	۱۵۱	امام مندل بن علی عزیزی کوفی خنجی
۲۱۷	امام مغیرۃ بن مقسم الصنی ابوباشم	۱۹۰	امام عبد الجبیر بن عبد الرحمن الکوفی	۱۵۱	امام نصر بن عبد الکریم
۲۱۸	امام ابراہیم بن محمد ابو الحنفی	۱۹۰	امام حسن بن زیاد لولوی	۱۵۲	امام عمر بن میمون بخشی خنجی
۲۱۹	حافظ ابو بکر عبد السلام بن حرب	۱۹۱	امام ابو عاصم نبیل ضحاک بن مخلد بصری	۱۵۲	امام حبان بن علی
۲۲۰	شیخ عسیٰ بن یوس بیعی کوفی	۱۹۱	امام کمی بن ابراہیم بخشی	۱۵۲	امام ابو عصمه نوح بن ابی مریم "جامع" خنجی
۲۲۱	امام یوسف بن الامام ابی یوسف	۱۹۱	امام حماد بن دلیل قاضی المدائن	۱۵۳	امام زہیر بن معاویہ
۲۲۲	شیخ ابو علی شفیق بن ابراہیم	۱۹۲	امام سعد بن ابراہیم زہری	۱۵۳	امام قاسم بن معن
۲۲۳	شیخ ولید بن مسلم دمشقی	۱۹۲	امام ابراہیم بن میمون	۱۵۳/۱	امام حماد بن الامام الاعظم
۲۲۴	احنفی بن یوسف الازرق التونی	۱۹۲	شیخ ابو بکر بن ابی تیمیہ الحنفی	۱۵۳/۲	امام هیاج بن بسطام
۲۲۵	امام ابو محمد سفیان بن عینیہ کوفی	۱۹۲	امام ربیعہ المعروف ربیعہ الرائی	۱۵۴	امام شریک بن عبد اللہ الکوفی
۲۲۶	شیخ یوس بن کیمیر ابو بکر الشیعی	۱۹۲	امام عبد اللہ بن شیرمه ابو شیرمه الکوفی	۱۵۴	امام عافیہ بن یزید القاضی
۲۲۷	امام عبد اللہ بن عمر الغرمی	۱۹۲	ہشام بن عروۃ بن الزیر العوام بن عینیہ	۱۵۴	حضرت عبد اللہ بن مبارک

۲۱۹	امام احمد سے تعلق قیام بصرہ اور تصنیف علم حدیث و فقہ کے لئے اسفار خلاشیات بخاری	۲۱۰	شیخ فرج مولیٰ امام ابو یوسف امام یحییٰ بن معین ابو زکریا بغدادی حافظ علی بن محمد ابو الحسن طنافسی	۲۰۲	۹۸-حافظ عبد اللہ بن نمير ۹۹-شیخ عمرو بن محمد الغفری قرشی ۱۰۰-امام عمرو بن یثم بن قطن ۱۰۱-شیخ معروف کرخی
۲۲۰	متاخرین کی تضعیف حدیث آئندہ متبویین اور اصحاب صحابہ امام بخاری کے اساتذہ علم حدیث و فقہ امام بخاری کی نظر میں	۲۱۱	امام محمد بن سعید ترمذی حافظ محمد بن عبد اللہ نمير کوفی	۲۰۳	۱۰۲-حافظ ابو سليمان موسیٰ بن سليمان ۱۰۳-محمد بن عباد بن صحیب بصری
۲۲۱	رجال حنفی اور حافظ ابن حجر سبب تالیف جامع صحیح	۲۱۲	حافظ ابو خیمہ زہیر بن حرب النساوی حافظ سلیمان بن داؤد بن بشر	۲۰۴	۱۰۴-امام زید بن حباب عکلی کوفی
۲۲۲	امام بخاری سے پہلے تالیف حدیث ایک اہم غلطی کا ازالہ جامع صحیح کیلئے اساتذہ بخاری کی توثیق	۲۱۳	حافظ ابوکبر بن ابی شیبہ حافظ بشر بن الولید بن خالد کندی	۲۰۵	۱۰۵-محمد مصعب بن مقدام الحنفی ۱۰۶-امام ابو داؤد سلیمان بن داؤد
۲۲۳	تایفات امام بخاری روایات بخاری	۲۱۴	حافظ احْمَقُّ بْنُ رَاهْوَيْهِ ظَطَلِيٌّ	۲۰۶	۱۰۷-مدث کبیر خلف بن ایوب
۲۲۴	اوہام بخاری	۲۱۵	حافظ ابراہیم بن یوسف بلجی	۲۰۷	۱۰۸-امام جعفر بن عون بن جعفر بن عمرو
۲۲۵	امام بخاری اور تراجم کی نامطابقت احادیث الباب سے	۲۱۶	حافظ عثمان المعرفہ با بن ابی شیبہ شیخ ابو عبد اللہ بن یحییٰ العدنی	۲۰۸	۱۰۹-شیخ قاسم بن الحکم بن کثیر العرنی
۲۲۶	امام مسلم	۲۱۷	احمد بن مسیح ابو جعفر البغوي الاصفہاني	۲۰۹	۱۱۰-امام ابو محمد حسین بن حفص اصفہانی
۲۲۷	امام ابن ماجہ	۲۱۸	حافظ احْمَقُّ بْنُ مُوسَى الْأَنصَارِي	۲۱۰	۱۱۱-امام ابراہیم بن رستم مروزی
۲۲۸	امام ابو داؤد	۲۱۹	حافظ سلمہ بن شیبہ نیشاپوری	۲۱۱	۱۱۲-حافظ معلیٰ بن منصور
۲۲۹	اسم و نسب	۲۲۰	حافظ کبیر احمد بن کثیر ابو عبد اللہ درویشی	۲۱۲	۱۱۳-حافظ عبدالرزاق بن ہمام
۲۳۰	علوم انسار	۲۲۱	حافظ اسحاق بن ابی بکر قزوینی	۲۱۳	۱۱۴-اسما علیل بن حماد بن الامام الاعظم
۲۳۱	اساتذہ و تلامذہ	۲۲۲	امام ابوبکر عقبہ بن العلاء الہمدانی	۲۱۴	۱۱۵-امام بشر بن ابی الاژہر
۲۳۲	مادھین	۲۲۳	شیخ ابو عبد اللہ بن یحییٰ العدنی	۲۱۵	۱۱۶-حافظ عبد اللہ بن داؤد خرسی
۲۳۳	روایت اکابر عن الانصار	۲۲۴	احمد بن مسیح ابو جعفر البغوي الاصفہانی	۲۱۶	۱۱۷-حافظ ابو عبد الرحمن عبد اللہ زید المقری
۲۳۴	سنن ابی داؤد	۲۲۵	حافظ اسحاق بن ابی بکر شفیق قزوینی	۲۱۷	۱۱۸-اسد بن الفرات قاضی قیروان
۲۳۵	ابو داؤد کی چار احادیث	۲۲۶	حافظ عمر بن علی فلاں بصری	۲۱۸	۱۱۹-امام احمد بن حفص ابو حفص کبیر بخاری
۲۳۶	بشارت	۲۲۷	امام ابو جعفر دارمی	۲۱۹	۱۲۰-شیخ ہشام بن اسما علیل بن یحییٰ
۲۳۷	امام ترمذی	۲۲۸	ضروری و اہم گذارشات	۲۲۰	۱۲۱-حافظ علی بن معبد بن شداد العبدی
۲۳۸		۲۲۹	جلد دوم	۲۲۱	۱۲۲-امام ابو نعیم فضل بن دکین کوفی
۲۳۹		۲۳۰	امام بخاری	۲۲۲	۱۲۳-شیخ حمیدی ابوکبر عبد اللہ
۲۴۰		۲۳۱	اسم مبارک	۲۲۳	۱۲۴-امام عسکری بن ایان بن صدقہ بصری
۲۴۱		۲۳۲	خاندانی حالات	۲۲۴	۱۲۵-امام یحییٰ بن صالح الوحاظی ابو زکریا
۲۴۲		۲۳۳	سن پیدائش و ابتدائی حالات	۲۲۵	۱۲۶-حافظ سلیمان بن حرب بغدادی
۲۴۳		۲۳۴	علمی شغف و مطالعہ	۲۲۶	۱۲۷-امام ابو عبید قاسم بن سلام
۲۴۴		۲۳۵	تصنیف کا آغاز	۲۲۷	۱۲۸-حافظ ابو الحسن علی بن الجعد

۲۷۶	امام احمد اور امام محمد بن شجاع	۲۶۷	امام طحاوی بڑے مجتهد تھے	۲۵۵	اسم و نسب
۲۷۷	۱۹- حافظ محمد بن حماد اطہر ابی ابو عبد اللہ مارازی	۲۷۸	تاپیفات امام طحاوی	۲۵۵	جامع ترمذی کی فوکیت دوسری کتب پر
۲۷۸	۲۰- حافظ عباس دوری بن محمد	۲۷۸	علامہ ابن حزم اور معانی الآثار کی ترجیح	۲۵۶	طریق بیان مذہب
۲۷۹	۲۱- حافظ ابو حاتم رازی محمد بن دریس	۲۷۹	موطاً مالک پر	۲۵۶	معمول بہا احادیث
۲۸۰	۲۲- الحافظ الفقیہ ابوالعباس احمد بن محمد	۲۶۸	حضرت شاہ صاحب اور معانی الآثار	۲۵۶	حضرت شاہ صاحب کا ارشاد
۲۸۱	۲۳- حافظ ابو بکر بن ابی الدنیا	۲۷۹	معانی الآثار کے خصائص و مزایا	۲۵۶	امام ترمذی کی خداتری
۲۸۲	۲۴- شیخ الشام حافظ ابو زرعہ مشقی	۲۸۰	۲- مشکل الآثار	۲۵۷	کنیت ابو عیسیٰ کی توجیہ
۲۸۳	۲۵- حافظ ابو محمد حارث بن ابی اسامہ	۲۸۱	۳- اختلاف العلماء	۲۵۷	امام عظیم اور امام ترمذی
۲۸۴	۲۶- شیخ ابو الفضل عبید اللہ بن واصل البخاری	۲۸۲	۴- کتاب احکام القرآن	۲۵۷	امام عظیم جامع ترمذی میں
۲۸۵	۲۷- شیخ ابو الحسن ابراہیم بن حرب عسکری	۲۸۳	۵- کتاب الشروط الکبیر	۲۵۷	امام ترمذی نے مذہب حنفی کو ترجیح دی
۲۸۶	۲۸- حافظ محمد بن انظر بن سلمہ	۲۸۴	۶- مختصر امام الطحاوی	۲۶۰	امام نسائی رحمہ اللہ
۲۸۷	۲۹- شیخ ابو بکر احمد بن عمر و بن عبدالحق بزار	۲۸۵	۷- نقش کتاب المدین	۲۶۰	نام و نسب
۲۸۸	۳۰- شیخ ابو مسلم ابراہیم بن عبد اللہ الکشی	۲۸۶	۸- الرد علی ابی عبید	۲۶۱	امام طحاوی
۲۸۹	۳۱- حافظ ابراہیم بن معقل	۲۸۷	۹- الماریخ الکبیر	۲۶۱	نام و نسب ولادت
۲۹۰	۳۲- شیخ محمد بن خلف المعروف، بیوی القاضی	۲۸۸	۱۰- کتاب فی التحلیل و احكامہا	۲۶۱	تحصیل علم و کثرت شیوخ
۲۹۱	۳۳- حافظ ابو یعلی احمد بن علی بن امشنی	۲۸۹	۱۱- عقیدۃ الطحاوی	۲۶۲	امام طحاوی اور حافظ ابن حجر
۲۹۲	۳۴- شیخ ابو الحسن ابراہیم بن محمد	۲۹۰	۱۲- سشن الشافعی	۲۶۲	مذکورہ امام شافعی و امام مزینی
۲۹۳	۳۵- شیخ ابو محمد عبد اللہ بن علی بن الجارود	۲۹۱	۱۳- شرح المعنی	۲۶۳	اہل حدیث کون ہیں
۲۹۴	۳۶- حافظ ابوالبشر محمد بن احمد حماد	۲۹۲	۱۴- حافظ عبد اللہ بن الحسن ابو محمد الجوہری،	۲۶۳	امام طحاوی بسلسلہ امام عظیم
۲۹۵	۳۷- شیخ حماد بن شاکر لشغی حنفی	۲۹۳	۱۵- امام ابو عبد اللہ محمد بن سیعی بن عبد اللہ	۲۶۴	ذکر امامی الاحباد
۲۹۶	۳۸- امام محمد بن الحسن بن خزیمة اسلامی	۲۹۴	۱۶- حافظ امام عباس بحرانی بن یزید	۲۶۴	شانہ اکابر علماء و محدثین
۲۹۷	۳۹- شیخ ابو عوانہ یعقوب بن الحسن	۲۹۵	۱۷- حافظ ہارون بن الحسن بن محمد	۲۶۵	امام طحاوی مجدد تھے
۲۹۸	۴۰- شیخ ابو بکر محمد بن ابراہیم	۲۹۶	۱۸- حافظ ابواللیث عبد اللہ بن سرتیع	۲۶۵	فن رجال اور امام طحاوی
۲۹۹	۴۱- شیخ ابو عبد اللہ حسین بن اسماعیل	۲۹۷	۱۹- امام ابو الحسن احمد بن عبد اللہ عجلی،	۲۶۶	جرح و تعدیل اور امام طحاوی
۳۰۰	۴۲- امام ابو منصور محمد بن عمر بن محبہ خصاف	۲۹۸	۲۰- امام ابو بکر احمد بن علی	۲۶۶	حافظ ابن حجر کا تعص
۳۰۱	۴۳- حاکم شہید، حافظ محمد بن محمد	۲۹۹	۲۱- حافظ ابو یوسف یعقوب بن شیبہ بصری	۲۶۷	مقدمة امامی الاحباد
۳۰۲	۴۴- حافظ ابوالقاسم عبد اللہ بن محمد	۳۰۰	۲۲- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد	۲۶۷	ناقدین امام طحاوی
۳۰۳	۴۵- حافظ ابو محمد قاسم بن اصنف القرطبی	۳۰۱	۲۳- حافظ عصر امام ابو زرعہ	۲۶۷	امام بن تھقی
۳۰۴	۴۶- امام ابو الحسن عبد اللہ بن حسین کرنی	۳۰۲	۲۴- امام ابو عبد اللہ محمد بن شجاع	۲۶۷	علامہ ابن تیمیہ
۳۰۵	۴۷- ابو محمد عبد اللہ بن محمد الحارثی البخاری	۳۰۳	۲۵- شناہ اہل علم	۲۶۷	علامہ ابن جوزی
۳۰۶	۴۸- امام ابو عمر و احمد بن محمد	۳۰۴	۲۶- ابن عدی اور محمد بن شجاع	۲۶۷	حافظ ابن حجر

٢٩٩	١١١-حافظ ابو محمد حسن بن احمد	٢٩٠-شيخ ابو الحسين محمد بن احمد بن طيب	٢٨٣-شيخ ابو الحسن ابراهيم بن حسن (عززي)
١١	١١٢-شيخ ابو سعيد محمد بن عبد الحميد	٨١-شيخ ابو علي حسين بن خضر بن محمد	٥٠-شيخ ابو الحسن علي بن احمد بن محمد
٣٠٠	١١٣-محمد بن محمد بن محمد ابو الحامد الغزالي	٨٢-حافظ ابو بكر احمد بن محمد بن احمد	٥١-شيخ ابو الحسن احمد بن محمد بن عبدالله
١١	١١٤-مند هرات شيخ نصر بن حامد	٨٣-امام ابو الحسين احمد بن محمد بن احمد	٥٢-حافظ ابو الحسين عبدالباقي بن قانع
١١	١١٥-حافظ ابو زكريا يحيى بن منده ابراهيم	٨٤-حافظ ابو نعيم احمد بن عبد الله	٥٣-حافظ ابو علي سعيد بن عثمان
١١	١١٦-شمس الأئمه بكر بن محمد بن علي	٨٥-حافظ ابو العباس جعفر بن محمد نفسي	٥٤-حافظ ابو حاتم محمد بن جبان
٣٠١	١١٧-الشيخ الامام مجى الائمه ابو محمد حسن	٨٦-شيخ ابو عبدالله حسين بن علي بن محمد	٥٥-حافظ ابو القاسم سليمان بن احمد
١١	١١٨-مند سرقند شيخ الحسن بن محمد	٨٧-شيخ ابو جعفر محمد بن احمد بن محمد بن احمد	٥٦-حافظ ابو محمد حسن بن عبد الرحمن
١١	١١٩-شيخ ابو المعالي مسعود بن حسن	٨٨-حافظ ابو سعد السمان اسماعيل بن علي	٥٧-شيخ ابو عبدالله محمد بن جعفر بن طرخان
١١	١٢٠-الشيخ الحديث ابو عبدالله حسين	٨٩-شيخ خليل بن عبدالله بن احمد	٥٨-حافظ ابو جعفر محمد بن عبدالله بن محمد
١١	١٢١-امام ابو الحسن ابراهيم بن اسماعيل صغار	٩٠-شيخ محمد اسماعيل محدث لا هوري حنفي	٥٩-محمد ابي عمر واسماعيل بن تجید
٣٠٢	١٢٢-شيخ ابو الحسن رزين بن معاوية	٩١-شيخ الائمه شيخ عبدالعزيز بن احمد بن نصر	٦٠-ابو اشیخ ابو محمد عبدالله بن محمد
١١	١٢٣-شيخ ابو الحسن رزين بن عمر	٩٢-شيخ ابو عثمان اسماعيل بن عبد الرحمن	٦١-ابو بكر احمد بن علي رازى حصاص بغدادى
٣٠٢	١٢٤-امام طاهر بن احمد بخارى حنفي	٩٣-حافظ ابو محمد عبد العزيز بن محمد	٦٢-شيخ ابو بكر احمد بن ابراهيم بن اسماعيل
١١	١٢٥-امام محمد بن محمد بن محمد سرخى حنفي	٩٤-شيخ ابو القاسم عبد الواحد بن علي	٦٣-شيخ ابو بكر محمد بن فضل بن جعفر
١١	١٢٦-شيخ ابو لفضل قاضى عياض	٩٥-حافظ ابو محمد علي بن احمد	٦٤-امام ابو الليث نصر بن محمد بن احمد
١١	١٢٧-حافظ قاضى ابو بكر محمد بن عبدالله	٩٦-حافظ ابو بكر احمد بن الحسين بن علي	٦٥-حافظ ابو حامد احمد بن حسین بن علي
١١	١٢٨-شيخ ابو المعالي محمد بن نصر بن منصور	٩٧-شيخ حسين بن علي بن محمد بن علي	٦٦-حافظ ابو نصر احمد بن محمد كلابازى حنفي
٣٠٣	١٢٩-حافظ شيرودي دلائي هدايى	٩٨-شيخ ابو الحسن علي بن حسين سندى حنفي	٦٧-حافظ ابو الحسن محمد بن المظفر
١١	١٣٠-عبد الغفور بن القمان بن محمد كردى	٩٩-حافظ يوسف بن عبدالله بن محمد عبد البر	٦٨-حافظ ابو القاسم طلحة بن محمد بن جعفر
١١	١٣١-ابو محمد عبد الخالق بن اسد الدمشقى	١٠٠-حافظ ابو بكر احمد بن علي بن ثابت	٦٩-امام ابو الحسن علي بن عمر بن احمد
١١	١٣٢-شيخ ابو منصور جعفر بن عبدالله	١٠١-شيخ ابو القاسم عبد الكرييم بن هوازن	٧٠-حافظ ابو حفظ عمر بن احمد
١١	١٣٣- محمود بن ابي سعد نجوى ابن المغراوى	١٠٢-شيخ علي بن حندوم جلابي غزنوی جحوری	٧١-شيخ ابو الحسن علي معرفت براز
١١	١٣٤-حافظ ابو القاسم علي بن الحسن	١٠٣-شيخ ابو عبدالله محمد بن علي بن محمد بن حسين	٧٢-حافظ ابو سليمان احمد بن محمد
٣٠٣	١٣٥/١-شیخ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر عمر	١٠٤-امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک	٧٣-حافظ ابو عبد اللہ محمد بن الحسن
٣٠٣	١٣٥/٢-الشيخ الحديث ابو محمد عبد الحق	١٠٥-امام ابو الحسن علي بن محمد بن حسين	٧٤-شيخ ابو الحسن محمد بن احمد
١١	١٣٦-شيخ ابونصر احمد بن محمد بن عمر عتابی	١٠٦-شيخ ابو الحسين قاضی القضاۃ محمد	٧٥-شيخ ابو بکر محمد بن موسیٰ خوارزمی حنفی
١١	١٣٧-ابو بکر زین الدین محمد بن ابی عثمان	١٠٧-شيخ ابو الحسن علي بن الحسن بن علي	٧٦-حافظ ابو لفضل السیهانی احمد
١١	١٣٨-ابو بکر علاء الدین بن مسعود	١٠٨-شيخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر حمیدی	٧٧-حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبدالله
١١	١٣٩-ابو سعد شیخ مظہر بن حسین بن عثمان	١٠٩-شمس الأئمہ ابو بکر محمد بن احمد	٧٨-حافظ ابو عبد اللہ محمد بن احمد
		١١٠-حافظ ابو القاسم عصید اللہ بن عبد اللہ	٧٩-حافظ ابو القاسم تمام بن محمد ابی الحسین

۳۲۰	- شیخ علی بن احمد بن عبد الواحد	۳۱۱	- شیخ محمد بن احمد بن عباد	۳۰۵	- شیخ حسن بن منصور بن محمود
۲۰۱	- محمد بن ابراہیم بن غنام اشرؤطی الحنفی	۳۱۲	- یوسف بن فرغی بن عبد اللہ بغدادی	۳۰۶	- شیخ ابو الحسن علی بن ابی بکر
۲۰۲	- محمد بن عثمان اصفهانی معروف با بن اجمی	۳۱۳	- محمد بن محمود بن محمد بن احسن خوارزمی	۳۰۷	- حافظ جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن
۲۰۳	- عبد الکریم بن عبد النور بن منیر	۳۱۴	- ابو محمد عبدالعظیم بن عبد القوی	۳۰۸	- شیخ ابو الحسن حسن بن خطیر نعمانی
۲۰۴	- محمد بن ابراہیم والی حنفی	۳۱۵	- شیخ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین	۳۰۹	- امام حسام الدین علی بن احمد
۲۰۵	- امام ابو الحسن علی بن بلبان	۳۱۶	- شیخ محمد بن سلیمان بن حسن	۳۱۰	- امام ابوالفضل محمد بن یوسف
۲۰۶	- شیخ ابو عبد اللہ ولی الدین محمد	۳۱۷	- شیخ ابوالولید محمد بن سعید	۳۱۱	- شیخ احمد بن عبد الرشید بن حسین بخاری
۲۰۷	- ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمن	۳۱۸	- ابو ذکر یاسحیجی بن شرف الدین تووی	۳۱۲	- شیخ ابو شجاع عمر بن محمد بن عبد اللہ
۲۰۸	- شیخ ابو محمد عثمان بن علی	۳۱۹	- شیخ ابوالفضل محمد بن محمد برہان نسفی	۳۱۳	- شیخ محمد بن عبد اللہ صائی قاضی مرود
۲۰۹	- الحافظ الشمس السروجی محمد بن علی	۳۲۰	- ابوفضل محمد بن محمد بن نصر بخاری	۳۱۴	- حافظ ابو محمد عبد الغنی بن عبد الواحد
۲۱۰	- شیخ احمد بن عثمان بن ابراہیم	۳۲۱	- ابو العباس احمد بن عبد اللہ	۳۱۵	- محدث ابن اثیر جزیری الجمالین مبارک
۲۱۱	- شیخ برہان الدین بن علی بن احمد	۳۲۲	- شیخ ابو محمد عبد اللہ بن سعد بن ابی حمزة	۳۱۶	- شیخ ابوالحاج محمد بن احمد بن ابی الحسن
۲۱۲	- ابو حیان محمد بن یوسف بن علی	۳۲۳	- ابو العباس احمد بن محمد بن عبد اللہ	۳۱۷	- شیخ ابوہاشم عبدالمطلب بن فضل
۲۱۳	- امام عبد اللہ بن مسعود بن محمود	۳۲۴	- الاجمعلی بن ذکریا بن سعود النصاری	۳۱۸	- شیخ تاج الدین ابوالیس زید بن حسن
۲۱۴	- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی	۳۲۵	- شہاب الدین احمد بن فرج	۳۱۹	- شیخ ابوالغناہم سعید بن سلیمان
۲۱۵	- شیخ محمد بن محمد بن احمد	۳۲۶	- فرضی محمود بن ابی بکر ابوالعلاء بن علی	۳۲۰	- حافظ ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الملک
۲۱۶	- علی بن عثمان بن ابراہیم ماردنی حنفی	۳۲۷	- احمد بن مسعود بن عبد الرحمن قوتی	۳۲۱	- شیخ زین الدین عمر بن زید
۲۱۷	- حافظ ابن الاولی عبد اللہ بن محمد	۳۲۸	- قاضی ابو عاصم محمد بن احمد عامری	۳۲۲	- حافظ ابو حفظ ضیاء الدین عمر
۲۱۸	- محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد	۳۲۹	- احمد بن ابراہیم بن عبد الغنی حنفی	۳۲۳	- / ۱۵۷ - محدث ابو القاسم عبد الکریم
۲۱۹	- حافظ ابو الحسن علی بن عبد الکافی	۳۳۰	- محمد بن علی بن ذہب بن مطیع قشیری	۳۲۴	- شرف الدین عیسیٰ بن مالک
۲۲۰	- امیر کاتب عمید بن امیر عمرو	۳۳۱	- شیخ الاسلام تقي الدین بن دقت العید	۳۲۵	- معین الدین ابو بکر محمد بن عبد الغنی
۲۲۱	- الاجمعلی عبد اللہ بن یوسف بن محمد بن ایوب	۳۳۲	- عبد المؤمن خلف بن ابی الحسن دمیاطی	۳۲۶	- الامام المسند ابو علی حسن
۲۲۲	- مغلطائی (کھجوری) بن سنج بن عبد اللہ	۳۳۳	- امام ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد	۳۲۷	- شیخ عبد اللہ بن ابراہیم
۲۲۳	- عمر بن الحنفی بن حمذہ غزقوی ہندی حنفی	۳۳۴	- قاضی القضاۃ شیخ ابو العباس احمد	۳۲۸	- / ۱۶۲ - محدث ابن اثیر جزیری محمد بن محمد
۲۲۴	- محمد بن احمد بن حسین بن علی بن الحجاج	۳۳۵	- حسام الدین حسین بن علی بن الحجاج	۳۲۹	- اشیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد
۲۲۵	- حافظ ابوالحسان حسینی دمشقی	۳۳۶	- شیخ ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ	۳۳۰	- / ۱۶۳ - محمود بن احمد الحصیری جمال الدین
۲۲۶	- ابوالبقاء قاضی محمد بن عبد اللہ بشیلی	۳۳۷	- ابو الفتح نصر بن سلیمان مجھی حنفی	۳۳۱	- شمس الائمه محمد بن عبد السار
۲۲۷	- محمد بن محمد بن محمد بن امام فخر الدین رازی	۳۳۸	- احمد بن شہاب الدین عبد الحکیم	۳۳۲	- حافظ ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد
۲۲۸	- عبد الوہاب بن نقی الدین علی	۳۳۹	- محمد بن عثمان بن ابی الحسن عبد الوہاب	۳۳۳	- حافظ نقی الدین ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن
۲۲۹	- محمود بن احمد بن مسعود بن عبد الرحمن	۳۴۰	- شیخ عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ	۳۳۴	- شیخ حسام الدین اخیس کرق حنفی
۲۳۰	- اساعیل بن عمر بن کثیر قرشی		- اشیخ الامام علاء الدین علی	۳۳۵	- حسن بن محمد بن حسن بن حیدر قرشی

٣٥١	-٢٩٣-احمد بن سليمان روی	٣٢٢-٢٦٢-بن الهمام محمد بن عبد الواحد	٣٣٠-٢٣١-عبد القادر بن محمد بن نصر الله
٣٥٢	-٢٩٣-شیخ اسماعیل شروانی حنفی	٣٢٣-٢٦٣-شیخ یعقوب بن اوریس بن عبد الله	٣٣٢-٢٣٢-محمد بن یوسف بن علی بن سعید کرمی
١١	-٢٩٥-محمد بن یوسف بن علی بن یوسف الشائی	١١-٢٦٤-ابن الشمس الدیری نابلی حنفی	٣٣١-٢٣٣-شیخ محمد بن محمود کامل الدین
١١	-٢٩٦-محمد بن بہاؤ الدین بن لطف اللہ	١١-٢٦٥-یحییٰ بن محمد بن محمد بن محمد	٣٣٢-٢٣٤-علامہ میر سید علی بہادنی حنفی
١١	-٢٩٧-احمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد اطکی	١١-٢٦٦-حافظ نقی الدین بن فہد	٣٣٣-٢٣٥-محمد بن یوسف بن الیاس قونوی حنفی
٣٥٣	-٢٩٨-محمد بن علی معروف پا ابن طولون	١١-٢٦٧-شیخ احمد بن محمد بن محمد بن حسن	٣٣٤-٢٣٦-محمد بن بہادر بن عبد اللہ زکری شافعی
١١	-٢٩٩-شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلی	٣٢٣-٢٦٨-الموی علی بن محمود بن محمد بسطامی	٣٣٥-٢٣٧-عبد الرحمن بن احمد بن حسین
١١	-٣٠٠-شیخ یحییٰ بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم	١١-٢٦٩-قاسم بن قطلوبغا مصری حنفی	٣٣٦-٢٣٨-اساعیل بن ابراہیم بن محمد بن علی
١١	-٣٠١-احمد بن علی المز جاجی حنفی	٣٢٤-٢٧٠-محمد بن محمد بن امیر الحاج حلی	٣٣٧-٢٣٩-یوسف بن موسی الملطی حنفی
٣٥٣	-٣٠٢-شیخ عبدالاول بن علاء اسینی جوپوری	٣٢١-٢٧١-یحییٰ بن محمد اقرانی حنفی	٣٣٨-٢٤٠-عمر بن رسلان بن نصر بلقیسی شافعی
٣٥٣	-٣٠٣-زین الدین بن ابراہیم بن محمد	٢٧٢-٢٧٢-محمد بن سلیمان بن سعد بن مسعود	٣٣٩-٢٤١-عبد الرحیم بن حسین عراقی شافعی
٣٥٣	-٣٠٣-شیخ عبدالوهاب بن احمد بن علی	٢٧٣-٢٧٣-محمد بن عقر قطلوبغا بکتری	٣٣١-٢٤٢-علی بن ابی بکر بن سلیمان بشیگی شافعی
٣٥٥	-٣٠٥-احمد بن محمد بن محمد بن علی بن ججر	٢٧٤-٢٧٤-شیخ عبدالعزیز بن عبد الرحمن بن عمر	٣٣٢-٢٤٣-محمد بن خلیل بن هلال حاضری حلی
١١	-٣٠٦-شیخ مکہ علی بن حسام الدین	٢٧٥-٢٧٥-الموی محمد بن قطب الدین ازشقی	٣٣٣-٢٤٤-احمد بن عبد الرحیم عراقی شافعی
١١	-٣٠٧-شیخ محمد سعید بن مولانا خواجه خراسانی	٢٧٦-٢٧٦-مولی خسرو محمد بن قراموز رومی حنفی	٣٣٤-٢٤٥-محمد بن عبد اللہ الدیری المقدسی حنفی
٣٥٦	-٣٠٨-شیخ محمد آفندی بن پیر علی برکلی	٢٧٧-٢٧٧-شیخ عبداللطیف بن عبد العزیز	٣٣٥-٢٤٦-شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عمر
١١	-٣٠٩-شیخ محمد بن محمد بن مصطفی العماری	٢٧٨-٢٧٨-احمد بن موسی الشیر "باخیانی" حنفی	٣٣٦-٢٤٧-عمر بن علی بن فارسی مصری حنفی
٣٥٧	-٣١٠-مولانا کلاں اولاد خواجہ کوہی حنفی	٣٢٩-٢٧٩-احمد بن اساعیل بن محمد کورانی حنفی	٣٣٧-٢٤٨-محمد بن عبد اللہ ائمہ برمادی شافعی
١١	-٣١١-شیخ عبدالله بن سعد اللہ امتحنی سندی	٢٨٠-٢٨٠-احمد بن محمد بن محمد بن شیسی زروق	٣٣٨-٢٤٩-محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف
١١	-٣١٢-محمد بن طاہر بن علی بحراتی پنچی حنفی	٢٨١-٢٨١-محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابی بکر	٣٣٩-٢٤٥-یحییٰ بن یوسف بن علی بن سیرامی مصری
٣٥٨	-٣١٣-عبدالله بن احسان بن عبد اللہ باکیش	٢٨٢-٢٨٢-رانج بن داؤد بن محمد حنفی	٣٤٠-٢٥١-شیخ یعقوب بن اوریس بن عبد اللہ
١١	-٣١٣-شیخ محمود بن سلیمان کفوی حنفی	٢٨٣-٢٨٣-عبد الرحمن بن محمد بن اشیخ همام الدین	٣٤١-٢٥٢-محمد بن حمزہ بن محمد بن محمد بن روی
١١	-٣١٤-عبدالله بن احمد بن عبد القدوش گنگوہی	٣٥٠-٢٨٣-علی بن عبد اللہ بن احمد سہودی	٣٤٢-٢٥٣-احمد بن عثمان بن محمد عبد اللہ کلوتاتی
٣٥٨	-٣١٦-شیخ رحمت اللہ بن عبد اللہ بن ابراہیم	٢٨٤-٢٨٤-شیخ عبد البر بن محمد بن محمد بن محمد	٣٤٣-٢٥٤-احمد بن ابی بکر محمد بن اساعیل
٣٥٩	-٣١٧-عبد اللہ بن ابراہیم العمری السندی	٢٨٥-٢٨٥-احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی مصری	٣٤٤-٢٥٥-شیخ محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد
١١	-٣١٨-شیخ جمال الدین محمد بن صدیق زیدی	٢٨٦-٢٨٦-شیخ صفی الدین خزری	٣٤٥-٢٥٦-محمد بن زین الدین عبد الرحمن علی
١١	-٣١٩-شیخ وجی الدین بن ناصر اللہ بن عما الدین	٣٥٠-٢٨٨-محدث میر جمال الدین عطاء اللہ	٣٤٧-٢٥٧-عبد الرحیم بن قاضی ناصر الدین علی
٣٦٠	-٣٢٠-شیخ عبد اللہ نیازی سرہندی	٣٥١-٢٨٩-شیخ یعقوب بن سید علی حنفی	٣٤٨-٢٥٨-احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی
١١	-٣٢١-شیخ اسماعیل حنفی آفندی	٢٩٠-٢٩٠-شیخ پاشا جلی بکاتی حنفی	٣٤٩-٢٥٩-ابو محمد تحریری برش بن عبد اللہ جلالی
١١	-٣٢٢-شیخ عبدالوهاب متقی بن شیخ ولی اللہ	٢٩١-٢٩١-الموی الشیر با میر حسن احمد حنفی	٣٥٠-٢٦٠-بدرا الدین علی بن محمود بن احمد قاهری
٣٦١	-٣٢٣-شیخ ابراہیم بن داؤد ابوالکارم	٢٩٢-٢٩٢-مولی محمد شاہ بن المولی حسن الروی	٣٥١-٢٦١-عبد السلام بن احمد بن عبد المنعم

٣٨٦-ابراهيم بن محمد كمال الدين بن محمد	٣٧٥-شيخ علي بن جبار اللذرشي خالدكي حنفي	٣٦٢-شيخ يعقوب بن الحسن الصوفي كشميري
٣٨٧-فخر الدين بن محبت الله بن نور الله	٣٥٦-حسن بن علي الجيحي المكي، حنفي	٣٢٥-شيخ طاهر بن يوسف بن ركن الدين
٣٨٨-محمد بن محمد بن محمد بن عبد الرزاق	٣٥٧-اشيخ محمد اعظم بن سيف الدين	٣٢٦-شيخ محمد بن عبدالله بن احمد
٣٨٩-خير الدين بن محمد زايد السوري حنفي	٣٥٨-اشيخ مبارك بن فخر الدين الحسيني	٣٢٧-محمد عبدالباقي بن عبد السلام الحنفي الكابلي
٣٩٠-وام الدين محمد بن سعد الدين كشميري	٣٥٩-فرخ شاه بن اشيخ محمد سعيد	٣٢٨-ملا على قاري
٣٩١-رفيع الدين بن فريد الدين مراد آبادي	٣٦٠-شيخ عناءت اللذ شال كشميري حنفي	٣٢٩-عبدالكريم نهر واني مجراتي حنفي
٣٩٢-عبد الباسط بن رستم على صدقي قنوجي	٣٦١-احمد بن ابي سعيد بن عبدالله	٣٣٠-العلامة قطب محمد حنفي اندجاني
٣٩٣-محمد بهة اللذا بعلى حنفي	٣٦٢-نور الدين محمد بن عبد الهادي سندي	٣٣١-اشيخ العلام خواجة جوہرات کشمیری
٣٩٤-المحدث قاضي ثناء اللہ پانی پتی	٣٦٣-شیخ کلیم اللہ بن نور اللہ بن محمد	٣٣٢-احمد بن الشمس محمد بن احمد الشمشی
٣٩٥-صفى بن عزيز بن محمد عيسى	٣٦٤-محمد بن عبد القادر السندي المدنى حنفي	٣٣٣-محمد عاشق بن عمر هندي حنفي
٣٩٦-اشيخ سلام اللہ بن شيخ الاسلام	٣٦٥-عبد الغنی بن اسماعيل بن عبد الغنی	٣٣٤-الامام الرباني محمد والاalf الثاني تبری
٣٩٧-الشاه عبد القادر بن ولی اللہ دہلوی	٣٦٦-شیخ محمد افضل بن اشیخ محمد معصوم	٣٣٥-عبد القادر راحمہ آبادی حنفي بن عبدالله
٣٩٨-السيد احمد الططاوي حنفي	٣٦٧-تاج الدين قلعي بن قاضي عبد الحسن	٣٣٦-المحدث عبد الحق البخاري الدهلوی
٣٩٩-الشاه رفیع الدين بن ولی اللہ	٣٦٨-شیخ محمد بن احمد عقیلہ کی حنفی	٣٣٧-ابو حامد سیدی العربي بن يوسف
٤٠٠-سراج البهدا الشاه عبد العزیز بن ولی اللہ	٣٦٩-نور الدين بن محمد صالح احمد آبادی	٣٣٨-حیدر پتوہ بن خواجہ فیروز کشمیری
٤٠١-اشیخ شاه اسماعیل بن الشاه عبد الغنی	٣٧٠-حسنه اللہ بن مدینۃ اللہ بن زین العابدین	٣٣٩-شیخ احمد شہاب بن محمد خفاجی
٤٠٢-ابوسعید بن صفی بن عزیز بن محمد عیسیٰ	٣٧١-محمد معین بن محمد امین بن طالب اللہ	٣٤٠-شیخ زین العابدین بن ابراہیم
٤٠٣-محمد بن علی بن محمد الشوکانی الحسینی	٣٧٢-محمد حیات بن ابراہیم سندي مدینی	٣٤١-محمد بن الامام الربانی محمد والاalf ثانی
٤٠٤-محمد عابد بن احمد علی بن یعقوب	٣٧٣-عبد اللہ بن محمد الاماکی حنفی	٣٤٢-ایوب بن احمد بن ایوب
٤٠٥-محمد امین بن عمرو بابن عابدین شامی	٣٧٤-شیخ عبد الاولی ترکتانی کشمیری	٣٤٣-شیخ محمد آفندی بن تاج الدين بن احمد
٤٠٦-احمق بن محمد افضل بن احمد بن محمد	٣٧٥-محمد باشمش بن عبد الغفور بن عبد الرحمن	٣٤٤-نور الحق بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی
٤٠٧-اشیخ محمد احسن معروف به حافظ دراز	٣٧٦-محمد بن احسن المعروف به ابن ہمات	٣٤٥-اشیخ محمد معصوم بن الامام الربانی
٤٠٨-طیب بن احمد رفیقی کشمیری حنفی	٣٧٧-الشاه ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم الدهلوی	٣٤٦-اشیخ معین الدین بن خواجہ محمود
٤٠٩-شیخ غلام مجی الدین بگوی حنفی	٣٧٨-شیخ محمد بن محمد الحسینی	٣٤٧-شیخ محمد بن علی بن محمد بن علی
٤١٠-رضابن محمد بن مصطفی رفیقی کشمیری حنفی	٣٧٩-اخوند ملا ابوالوفا کشمیری حنفی	٣٤٨-شیخ ابراهیم بن حسین بن احمد بن محمد
٤١١-احمد سعید بن الشاه ابی سعید الدہلوی	٣٨٠-عبد اللہ اسکد اری صوفی حنفی	٣٤٩-شیخ داؤ مشکوئی کشمیری حنفی
٤١٢-یعقوب بن محمد افضل المعری دہلوی	٣٨١-ابو الحسن بن محمد صادق السندي حنفی	٣٥٠-حیی بن الامام الربانی محمد والاalf الثاني
٤١٣-صدر الدين بن لطف اللہ کشمیری	٣٨٢-محمد امین ولی اللہ کشمیری دہلوی حنفی	٣٥١-ابو یوسف یعقوب البنائی لاہوری
٤١٤-عبد الحلیم بن امین اللہ کھنؤی حنفی	٣٨٣-شیخ محمد بن احمد بن سالم بن سلیمان	٣٥٢-اشیخ محمد فخر الدين بن محبت الله
٤١٥-احمد الدين بن نور حیات بگوی	٣٨٤-حبیب اللہ مرزا جان جاناں دہلوی	٣٥٣-شیخ محدث ماشکرف گناہی کشمیری
٤١٦-عبد الرشید بن اشیخ احمد سعید مجددی	٣٨٥-غلام علی آزاد بن نوع واطی بلگرامی	٣٥٤-شیخ زین الدین علی تبور

۳۵۱	محمد بن علی الشیر بظیر احسن انبوی	۲۵۵-۳۴۵	قطب الارشاد رشد احمد الگنوہی	۳۱۲	۳۹۸-۳۱۷	قطب الدین بن محی الدین دہلوی
۳۵۲	مولانا محمد اشراق الرحمن کاندھلوی	۳۵۶-۳۴۵	مسن الحق بن اشخ امیر علی	۳۱۳	۳۹۹-۳۱۸	عبد الغنی بن الشاہ امی سعید مجددی
۳۵۲	العلامة ماجد علی جنپوری حنفی	۳۵۷-۳۴۵	احمد حسن بن اکبر حسین امردھوی	۳۱۴	۳۰۰-۳۱۹	محمد بن احمد اللہ العری التھانوی
〃	مولانا محمد اشراق البردوانی حنفی	۳۵۸-۳۴۵	محمد حجی بن محمد استغیل کاندھلوی	۳۱۵	۳۰۱-۳۲۰	محمد قاسم بن اسد علی الصدیقی النانوتی
〃	مولانا اسید مرتضی حسن چاند پوری	۳۵۹-۳۴۵	مولانا وحید الزماں فاروقی کانپوری	۳۱۶	۳۰۲-۳۲۱	احمد علی بن لطف اللہ السہار پوری
〃	مولانا عبد الرحمن امردھوی حنفی	۳۶۰-۳۴۵	حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن	۳۱۷	۳۰۳-۳۲۲	عبد القیوم بن عبد الحکیم صدیقی برٹھانوی
۳۵۳	مولانا السید سراج احمد رشدی حنفی	۳۶۱-۳۴۵	مولانا خلیل احمد بن مجید علی انھدوی	۳۱۸	۳۰۴-۳۲۳	امۃ الغور بنت الشاہ اشراق
〃	الفقی سعید احمد صاحب لکھنؤی حنفی	۳۶۲-۳۴۵	حافظ محمد احمد بن حضرت نانوتی	۳۱۹	۳۰۵-۳۲۴	تحور علی بن مظہر علی الحسینی تکنیوی
〃	عزیز الرحمن بن فضل الرحمن دیوبندی	۳۶۳-۳۴۵	عزیز الرحمن بن فضل الرحمن دیوبندی	۳۲۰	۳۰۶-۳۲۵	محمد یعقوب بن مولانا مملوک علی نانوتی
۳۵۳	لفقی محمد مہدی حسن الشاہ جہاں پوری	۳۶۴-۳۴۵	الحدیث محمد انور بن محمد معظم شاہ	۳۲۱	۳۰۷-۳۲۶	محمد مظہر بن حافظ لطف علی نانوتی
〃	شیخ الحدیث محمد ذکریا بن محمد حجی کاندھلوی	۳۶۵-۳۴۵	محمد عبد الرحمن بن عبد الرحیم	۳۲۲	۳۰۸-۳۲۷	عبد الحکیم بن مولانا عبد الحکیم فرنگی محلی
〃	العلام ظفر احمد تھانوی حنفی	۳۶۶-۳۴۵	محمد عبدالعزیز بن مولانا محمد نور حنفی	۳۲۳	۳۰۹-۳۲۸	مولوی سید صدیق سن خان
۳۵۵	مولانا محمد یوسف کاندھلوی حنفی	۳۶۷-۳۴۵	حکیم الامۃ اشرف علی تھانوی حنفی	۳۲۴	۳۱۰-۳۲۹	احمد ضیاء الدین بن مصطفی لکمشنا نوی
۳۵۶	مولانا ابوالوفا افغانی حنفی رحمہ اللہ	۳۶۸-۳۴۵	حسین علی نقشبندی حنفی قدس سرہ	۳۲۵	۳۱۱-۳۳۰	مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری
〃	مولانا عبد الرحمن شید نعمانی رحمہ اللہ	۳۶۹-۳۴۵	السید اصغر حسین دیوبندی حنفی	۳۲۶	۳۱۲-۳۳۱	محمد احسن بن حافظ لطف علی
〃	مولانا عبد اللہ مبارک پوری	۳۷۰-۳۴۵	مولانا شیر احمد العثمانی دیوبندی	۳۲۷	۳۱۳-۳۳۲	حضرت مولانا فضل الرحمن علی مراد آبادی
۳۵۷	مولانا سید عبد اللہ شاہ حیدر آبادی حنفی	۳۷۱-۳۴۵	العلامة الجلیل الشیر محمد زید الکوثری	۳۲۸	۳۱۴-۳۳۳	قاری عبد الرحمن بن قاری محمد پانی پتی
۳۵۷	حالات رقم المعرف سید احمد رضا بجنوری	۳۷۲-۳۴۵	لفقی کفایت اللہ شاہ جہاں پوری	۳۲۹	۳۱۵-۳۳۴	سید فخر احسن گنگوہی حنفی
۳۵۹	مکتبات و تقاریر نیڑا کا بر	۳۷۳-۳۴۵	شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمدی	۳۳۰	۳۱۶-۳۳۵	مولانا نذر حسین بن جواد علی





پیش لفظ

مقصد تالیف انوار الباری

"انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری کی تالیف کا مقصد یہ ہے کہ اردو میں اپنے اکابر سلف کے حدیثی افادات شرح وبرط کے ساتھ پیش کر دیئے جائیں، صحاح میں سے جامع صحیح بخاری کی اہمیت سب پر ظاہر ہے اسی لئے اس کا انتخاب ہوا مگر شرح حدیث کے وقت دوسری صحاح، مصنفات و مسانید بھی پیش نظر ہیں گی خصوصاً احادیث احکام کے ذیل میں چونکہ آثار صحابہ، فتاویٰ تابعین اور اقوال اکابر محدثین پر بھی نظر ضروری ہے اس لئے ان کو بھی زیادہ سے زیادہ پیش کرنے کی سعی ہو گی۔

اکابردار العلوم کی درسی خصوصیت

ہمارے حضرات اساتذہ و اکابردار العلوم کی درسی خصوصیات میں یہ بھی نمایاں خصوصیت تھی کہ احادیث احکام کے ذیل میں شرح حدیث کے ساتھ بیان مذاہب اور ہرمذہب کی موئیات و مرجحات کا ذکر فرماتے تھے، حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ نے قدیم محمد ثانہ رنگ کی تجدید فرماتے ہوئے اس طرز تحقیق کو اور زیادہ مشتمل کیا، علامہ رشید رضا مصری جس وقت دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے تھے تو حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی عربی تقریر میں اسی طرز تحقیق کی صراحة ووضاحت بھی فرمائی تھی جس پر علامہ مصری نے غیر معمولی تاثرات کا اظہار فرمایا تھا، اس کی تفصیل مقدمہ ہذا کے حصہ دوم میں حضرت شاہ صاحب کے حالات میں پیش ہو گی، ان شاء اللہ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا درس حدیث

یہاں صرف اتنی بات کہنی ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا درس حدیث قدیم محدثین کے طرز سے ملتا جلتا تھا ان کی نظر زمانہ رسالت، صحابہ و تابعین سے گذر کر ائمہ، مجتہدین و اکابر محدثین سے ہوتی ہوئی اپنے زمانہ تک کے تمام اکابر محققین کے فیصلوں پر ہوتی تھی جس کا صحیح اندازہ آپ کی تاییفات فصل الخطاب، نیل الفرقہ دین، بسط الیدین، کشف الستر وغیرہ سے ہو سکتا ہے، افسوس ہے کہ آپ کی مطبوعہ تقاریر درس ترمذی و بخاری آپ کی تحقیقات عالیہ کے بہت ہی ناقص نقوش ہیں جن میں جامعین کے اخذ و ضبط و اداء کے بھی ناقص و اغلاط ہیں اور مطبعی تصحیفات و اخطاء بھی۔

حضرت شاہ صاحب کا حافظ بے نظیر اور مطالعہ بہت وسیع تھا، متعدد میں و متاخرین کی تمام تصانیف قلمی و مطبوعہ بنظر غور مطالعہ فرماتے تھے، فتح الباری کا مطالعہ خصوصیت سے متعدد بار فرمایا تھا اور اس کی ایک ایک جزوی آپ کے حافظہ و نظر میں تھی، حافظاً بن جھر نے جن چیزوں کا ذکر مقابل کی نظر سے بچانے کیلئے یا کسی دوسری مصلحت سے غیر محل میں کیا ہے ان پر بھی حضرت شاہ کی نظر حاوی تھی اور اس سے جوابد ہی میں استفادہ فرماتے تھے، حضرت شاہ صاحبؒ کے حالات کی قدر تفصیل سے حصہ دوم میں ذکر ہوں گے ان شاء اللہ۔

رقم الحروف کے استفادات

رقم الحروف نے بزمانہ قیام مجلس علمی ڈا بھیل دوسال درس بخاری شریف میں حاضر رہ کر حضرت کی تقریر درس قلمبند کی تھی، اس کے علاوہ علامہ نیویٰ کی "آثار السنن" دو جلد پر حضرت نے جوبے نظیر حدیثی تحقیقات خود اپنے قلم مبارک سے لکھی تھیں اس کے بھی کچھ نئے فوٹو کے ذریعہ مجلس علمی کراچی نے محفوظ کر دیئے ہیں، جس کا ایک نسخہ سر پرست مجلس مذکور محترم و مخلص مولانا محمد میاں صاحب سورتی دام فیضہم نے احقر کو مرحمت فرمایا، ان سب کو پیش نظر رکھ کر اور فتح الباری، عمدۃ القاری، لامع الدراری، امامی الاحباد، الکوکب الدری، اعلاء السنن وغیرہ کو سامنے رکھ کر ایک مجموعہ افادات اردو زبان میں مرتب کرنے کا خیال ہوا اور بالاقساط شائع کرنیکی قابل عمل تجویز بھی سامنے آئی اس لئے خدا کے بھروسہ پر کام کی ابتداء کر دی گئی۔ وہو المیسر و المتمم و الموفق للصواب والسداد۔

مقدمہ کی ضرورت

شرح بخاری مذکور سے قبل یہ بھی مناسب معلوم ہوا کہ حدیث کی ضرورت و تاریخ مختصر لکھ کر محدثین کا تذکرہ بھی ہو جائے جس سے ہر دور کے اکابر محدثین کا ضروری تعارف ہو۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ اثناء درس میں جا بجا اکابر ائمہ و محدثین و فقہا کا تعارف کرتے تھے اس لئے موزوں ہوا کہ ابتداء ہی میں ان سب حضرات کا سمجھائی تعارف ہو، اگرچہ اثناء شرح میں بھی رجال پر کلام حسب ضرورت ہوتا ہے، دوسری ضرورت یہ بھی ہوئی کہ دوسری صدی کے بعد کے اکثر محدثین نے محدثین احتراف کے ذکر اذکار کو نظر انداز کیا اور کچھ حضرات نے ان کی برائیاں بے سند یا جھوٹی اسناد سے بیان کیں۔

اممہ احناف سے تعصب

ظاہر ہے کہ یہ بات نہ تاریخی اعتبار سے محمود تھی نہ حدیثی تعلق کے تحت گوارا اور سب سے بڑا دینی و علمی نقصان اس کا یہ تھا کہ حدیث کی پررونق بھری مجلس سے ایک ایسی عظیم موقر جماعت کو باہر کر دیا گیا جن کی حدیثی گرانقدر خدمات کسی طرح بھی نظر انداز کئے جائیکی مسخرت نہ تھیں، جیسا کہ آئے گا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بعض مقلین اکابر صحابہ کو بھی ان کے فتاویٰ و احکام فہمیہ کی کثرت کے باعث مکثہین صحابہ میں شامل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کے فتاویٰ و مسائل فہمیہ بھی احادیث و آثار موقوفہ کے حکم میں ہیں تو امام اعظم آپ کے اصحاب اور سینکڑوں تلامذہ محدثین جنہوں نے امام صاحب کی سرپرستی میں ساڑھے بارہ لاکھ فقہی مسائل کی تدوین کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ علیہ السلام آثار صحابہ و فتاویٰ تابعین کی روشنی میں کی، پھر ان میں بہت بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو ارباب صحاح کے شیوخ اور شیوخ الشیوخ ہیں، ان سب کو شخص حسد و عصیت کی وجہ سے نظر انداز کر دینا کسی طرح بھی موزوں نہ تھا۔

اس شرح کی تالیف کے وقت ہماری قطعی رائے ہے کہ تمام محدثین اولین و آخرین کو ایک نظر سے دیکھنا چاہئے اور اس میں کچھ بھی فرق کرنا حدیث کے مقدس علم پر ظلم کرنا ہے۔

معتدل شاہراہ

تفسیر کتاب اللہ کی طرح شرح معانی حدیث میں جزوی اختلافات ہوئے ہیں، ہو سکتے ہیں لیکن اس اجراہ داری کے زعم پاٹل کو کسی طرح گوار نہیں کیا جاسکتا کہ ایک نقطہ نظر تو سراسر حدیث رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہے اور فلاں دوسرا طریق سراسر خلاف ہے، پھر اس غلط طرز فکر میں جو کچھ ترقیات ہوئیں وہ اور بھی زیادہ قابل اعتراض ہیں، پورا مقدمہ تذکرہ محدثین ہر دو حصہ پڑھ کر آپ اندازہ کریں گے کہ ہم نے افراط و تفریط سے ہٹ کر ایک معتدل شاہراہ سامنے کرنے کی سعی کی ہے۔

صحیح تنقید اور حافظ ابن ابی شیبہ[ؓ]

صحیح تنقید کوئی بری چیز نہیں بلکہ ایک منفرد علمی مقبول طریقہ ہے مگر اس کو تعصب، تنگ نظری اور غلط کام سے خالی ہونا چاہئے، حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ) نے بہترین حدیثی تالیف "مصنف ابن ابی شیبہ" آٹھ حصیم جلدیں میں ابواب فہریہ پر مرتب کی جس کا مفصل ذکر اسی حصہ مقدمہ میں آپ پڑھیں گے، آپ نے ایک فصل میں امام اعظمؐ کے ۱۲۵ مسائل پر تنقید کی اس میں آپ نے امام صاحب کے خلاف جواحدیث و آثار نقل کئے ہیں، ان کی اسناد میں انقطاع بھی ہے اور ضعیف و تکلم فیہ رجال بھی ہیں، مگر ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ جتنا کچھ بھی خلاف میں کہا گیا یا کہا جاسکتا ہے سب کو نقل کر دیں اسی لئے انہوں نے کتاب مذکور کے دوسرے ابواب میں بہ کثرت امام صاحب کی تائید میں! لیکن احادیث و آثار نقل فرمائے جو مذکورہ بالا احادیث و آثار سے زیادہ قوی اور بہتر پوزیشن میں ہیں، اس سے ان کی نیک نیتی اور پر خلوص تنقید کا رنگ نمایاں ہے۔

امام بخاریؓ: مشہور اخلاقی مسائل پر بھی انہوں نے کوئی تنقید امام صاحب کے خلاف نہیں کی جس سے ظاہر ہے کہ ان کا مقصد جارحانہ تنقید متعصبانہ نوک جھوک نہ تھی مگر ان کے تلامذہ میں سے امام بخاری آئے تو ان کا تنقیدی رنگ دوسرا ہوا بقول حضرت شاہ صاحب بخاری شریف میں تو کچھ رعایت و سماحت کا معاملہ بھی ہے، اگرچہ مذهب حنفی کی پوری واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے غلط انتساب اور بے ضرورت تشدید کا وجود ہے، مگر دوسرے رسائل میں تو امام صاحب وغیرہ کے بارے میں سخت کلامی تک پہنچ گئے ہیں۔ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کو اہل علم کا درجہ دینے کو بھی تیار نہیں، حالانکہ امام صاحب کے تلامذہ ابن مبارک وغیرہ کی انتہائی تعریف کی ہے۔

علامہ ابن تیمیہ: اختلاف صرف افضلیت کا تھا جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؓ کی تصریحات بھی ہم نے اس مقدمہ کے ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲ پر نقل کی ہیں اس کی مزید تفصیل امام بخاری کی تالیفات پر تبصرہ کے ضمن میں آئے گی، ان شاء اللہ۔

امام ترمذی وابوداؤ و: پھر کچھ رد عمل ہوا، امام ترمذی آئے تو انہوں نے اہل کوفہ کو نہ صرف اہل علم کے لقب سے نوازا، بلکہ ان کو معانی حدیث کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا طبقہ قرار دیا، امام صاحب کا قول بھی جرح و تعدیل میں نقل کیا اور اپنے استاذ حدیث امام بخاریؓ کا فقیہی مذهب بھی نقل نہیں کیا، جس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے شیخ کو اس درجہ سے نازل سمجھتے تھے کہ ان کا مذهب نقل ہو، امام ابو داؤ دنے امام اعظمؐ کو "امام" کے لقب سے یاد کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؓ: بقول حضرت شاہ صاحب حافظ ابن حجرؓ سے رجال حنفیہ کو سب سے زیادہ نقسان پہنچا اس جملہ کی شرح بھی آپ کو اس مقدمہ میں ملے گی، ہم نے محدثین احتراف کی طرف بھی زیادہ توجہ کی ہے تاکہ ان کے صحیح حالات روشنی میں آجائیں، حصہ اول میں ۱۵ محدثین کے حالات آئے حصہ دوم میں امام بخاریؓ سے شروع ہو کر دور حاضر تک تقریباً دو سو محدثین کے حالات آئیں گے، ان شاء اللہ۔

محمد شین احتراف: محدثین احتراف کے تذکروں میں یہ بات اکثر نظر آئے گی کہ ان کے طرز فکر میں احادیث کے ساتھ آثار صحابہ، فتاویٰ تابعین اور اقوال اکابر امت کا پورا لحاظ تھا تعصب و تنگ نظری بھی ان میں نہیں تھی، حدیث کے ساتھ فقة کو بھی لازم رکھتے تھے، وغیرہ۔

حضرت شاہ صاحب

حضرت شاہ صاحب بھی ان اوصاف کے ساتھ متصف تھے اور آپ کا درس متفقہ میں محدثین احتجاف کے درس کا نامونہ تھا۔

حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ

اسی طرز و طریق کو خدا کا شکر ہے کہ آپ کے خصوصی تلامذہ حدیث نے بھی اپنایا جواں وقت ہندوستان و پاکستان وغیرہ کے بڑے بڑے علمی مراکز میں درس حدیث محققانہ و محدثانہ طرز سے رئے رہے ہیں، ان حضرات کا ذکر خیر حصہ دوم میں ضمن حالات حضرت شاہ صاحب قدس سرہ آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری دام ظلہم

اس موقع پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب (صدر المدرسین مظاہر العلوم سہارنپور، دام ظلہم العالی) کا ذکر بھی ضروری ہے جن کی حدیثی تالیفات قیمه سے احقر نے اس مقدمہ میں بھی استفادہ کیا اور انوار الباری میں بھی استفادہ کیا جائے گا، تاکہ اردو جانے والے باذوق ناظرین بھی آپ کی گرفتار علمی و حدیثی کوششوں کے نتائج سے بہرہ یاب ہوں۔

آپ نے نہ صرف حضرت گنگوہی قدس سرہ کے علمی حدیثی ماژرو بہترین طرز سے تالیف و ترتیب دے کر محفوظ فرمادیا بلکہ اپنے علمی تحریر، وسعت مطالعہ اور کثرت مراجعت کتب سے محدثانہ محققانہ طرز تحریر کے بے شمار کمالات ظاہر کئے ہیں جو اس سے دور کے "علمی متفقہ" میں۔ نفعنا اللہ بعلومنہ الممتعة۔ آمين۔

امام اعظم: مقدمہ کے اس حصہ اول میں امام اعظم کے حالات و مناقب ہم نے زیادہ تفصیل سے لئے ہیں، اس لئے تدوین حدیث وفقہ کے ابتدائی دور میں جو گرائے اور خدمات آپ نے کی ہیں وہ بیانی و اصولی حیثیت رکھتی ہیں اسی لئے، انہرے متبوعین امام مالک، امام شافعی و امام احمد اور دوسرے اکابر امت سب ہی نے آپ کے عظیم احسانات کا اعتراف کیا ہے اور آپ کی جلالت قدر وعظت شان کے سامنے سب ہی کی گردیں بھکی ہوئی ہیں۔

محمد شہیر حماد نے محدث کبیر تابعی ایوب سختیانی سے نقل کیا کہ آپ کے سامنے جب کوئی شخص امام صاحب کا ذکر کسی برائی سے کرتا تو فرماتے تھے "لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پہنچوں سے بجھا دیں مگر اللہ اس سے انکار کرتا ہے، ہم نے ان لوگوں کے مذہب کو دیکھا ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہ پر تنقید کی ہے کہ وہ مذہب دنیا سے ناپید ہو گئے ہیں اور امام صاحب کا مذہب ترقی پر ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ (عنوان الجواہر المدیدہ)

یہ محدث تابعی تھے اور ارباب صحاح ستہ کے شیوخ ہیں، انہوں نے حضرت امام حسن گودیکھا ہے اور وہ ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے

لہ یا اشارہ غالباً امام اوزاعی، سفیان ثوری وغیرہ کی طرف ہو گا اور یہ تنقید کی بات ان کے ابتدائی دور کی ہے، آخر میں ان کی غلط فہمیاں امام صاحب کے متعلق باقی نہ رہی تھیں بلکہ وہ امام صاحب کے علم و فضل اور تفویق کے بہت زیادہ قالب ہو گئے تھے، جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی، محدث جلیل شیخ ایوب کو کیا خبر تھی کہ ان کے بعد ایک دور امام بخاری وغیرہ کا بھی آئے گا جو امام صاحب کے تلامذہ میں ہوتے ہوئے اور امام صاحب کے علمی و عملی کمالات و فضائل سے مکمل و اتفاقیت کے اساب میا ہوتے ہوئے بھی امام صاحب کو ہدف طعن و تنقید بنائیں گے، پھر امام اوزاعی وغیرہ کا مذہب تو کچھ مدت تک راجح بھی ہوا امام بخاری کا مذہب تو ان کے تلمیذ خاص امام ترمذی نے دوسرے مذاہب کے ساتھ ذکر بھی نہ کیا اور دوسرے تلمیذ رشید امام مسلم نے بعض شرائط پر سخت الفاظ میں تنقید بھی کی، امام بخاری کے شیخ اعظم امام حسیدی (صاحب مند) جو امام اعظم کی تنقید میں بھی امام بخاری کے مقلد تھے وہ تنقید میں امام بخاری کے درجہ پر بھی نہ ہو سچ سکے اور اسی کی کے باعث امام شافعی کی جائشی سے محروم ہوئے اور شیعہ بن حماد خزانی بن عزرا عزرا تا امام حسیدی کے مرتبہ تک بھی نہ سچ سکے۔

یہ دونوں بھی امام اعظم کی براہیوں میں پیش پیش تھے، ہر انسان خطاؤ نیان سے مرکب ہے، بڑے بڑے جلیل القدر انسانوں سے غلطی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی لغزوں سے درگذر کرے اور ان کو اپنی بے پایاں نعمتوں و رحمتوں سے نوازے، آمين۔

کہ ایوب اہل بصرہ کے نوجوانوں کے سردار ہیں، امام شعبہ نے آپ کو سید الفقہاء کا لقب دیا، سب محدثین و ناقدین فتن رجال نے آپ کو ثقہ، ثبت فی الحدیث، جامع العلوم، کثیر العلم، جنت اللہ علی الارض کہا، امام مالک نے آپ کو عالمین، عالمین، خاشعین، عباد و خیار سے بتلا یا، ابو حاتم نے کہا کہ وہ تو ایسے مسلم ثقہ ہیں کہ ان جیسوں کے بارے میں سوال بھی فضول ہے، آپ کی پیدائش ۲۸ ھجری میں اور وفات ۱۳۴ ھجری میں ہوئی۔

غرض امام صاحب کا فضل و تفوق ظاہر و باہر ہے اور اکابر امت کے اقوال آپ کے مناقب و فضائل میں اس قدر ہیں کہ کم از کم مجھے جیسا نا اہل تو ان کو اس تطویل کے باوجود بھی جمع کرنے سے قاصر ہا، جتنا مطالعہ کرتا گیا ایک سے ایک شہادت بڑھ چڑھ کر ہی ملتی گئی، کاش امام صاحب کے مناقب پر کوئی جامع کتاب اردو میں تالیف ہو کر شائع ہو جاتی، بعض اہل علم احباب نے اس کا ارادہ بھی کیا ہے اور رقم المعرف نے اپنے پاس سے اس کا مowaad اور کتاب میں بھی ان کو دے دی ہیں، خدا کرے جلد ایک کامل و مکمل سیرۃ الامام نور نظر بنے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

امام اعظم کے کسی قدر تفصیلی تذکرہ کی طرح ہم نے امام ابو یوسف اور امام محمد کے تذکروں میں بھی زیادہ جگہ لی ہے جن کی اہمیت مطالعہ کے بعد محسوس ہوگی، نیز امام اعظم کے دوسرے شرکاء مدد و دین فقہ کے حالات بھی کسی قدر مکمل کرنے کی سعی کی ہے۔

اسی طرح حصہ دوم میں امام بخاری کا تذکرہ بھی تفصیلی ہے، پھر دوسرے ارباب صحابہ مشکلہ، امام طحاوی، حافظ ابن حجر، حافظ عینی وغیرہ کے تذکرے بھی حسب ضرورت مفصل ہوں گے۔

اممہ احناف اور مخالفین

حضرت الاستاذ المعظم شاہ صاحب قدس سرہ اس امر سے بہت دلگیر تھے کہ ائمہ حنفیہ اور محدثین احناف کو گرانے کی سعی ہر زمانہ میں کی گئی اور مذہب حنفی کے خلاف ناروا جملے مسلسل ہوتے رہے۔

اس سلسلہ میں درس بخاری کے وقت اکثر حافظ ابن حجر کے تعصب و بے انصافی کا شکوہ فرمایا کرتے تھے امام بخاری کے بارے میں محتاط تھے لیکن آخری سالوں کے درس میں امام بخاری کی زیادتیوں پر بھی تنقید فرمائی اور فرمایا کہ اب ضعف کا وقت ہے صبر کم ہو گیا اور ادب کا دامن چھوٹ گیا، مجھے کہنا پڑا کہ امام بخاری نے اکابر حنفیہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور ان کی جرح غیر معتربر ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ امام بخاری کو مذہب حنفی کی پوری واقفیت نہ تھی جس کی وجہ سے باب الحجیل وغیرہ میں ائمہ حنفی کی طرف مسائل کا انتساب غلط کیا ہے۔

یہ بھی فرماتے تھے کہ امام ترمذی میں تعصب کم ہے اور انہوں نے جو بیان مذہب کے وقت امام صاحب کا نام نہیں لیا وہ تعصب یا امام صاحب سے کسی کشیدگی کے باعث نہیں ہے (جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ وغیرہ نے سمجھا ہے) بلکہ اس لیے ہے کہ امام ترمذی کو امام صاحب کا مذہب صحیح سند سے نہیں پہنچا۔ دوسرے ائمہ کے مذاہب ان کو سندوں سے مل گئے تھے جن کو اپنی کتاب العلل میں ذکر بھی کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ اور فارع عن الحنفیہ

حضرت شاہ صاحبؒ کے دری خصوصیات میں سے یہ بات بہت نمایاں تھی کہ وہ نہ صرف مذہب حنفی کی طرف سے بہترین دفاع کرتے تھے بلکہ تائید مذہب حنفی کے لیے محدثانہ محققانہ طرز سے اوپنجی سلطھ کے کافی دلائل و برائیں جمع فرمادیتے تھے۔ بعض اوقات خود فرمایا کہ میں نے مذہب حنفی کی بنیادوں کو اس قدر مضبوط و مشکم کر دیا ہے کہ مخالفانہ و معاندانہ ریشد و انسیاں بیکار ہو گئی ہیں۔ میرے نزدیک ایک دو مسئللوں کے سوافقة حنفی کے تمام مسائل کے دلائل و توجیہ دوسرے مذاہب سے زیادہ قوی ہیں۔

امام صاحبؒ کی کتاب الآثار اور مسانید

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے موطا امام مالک کو مرتبہ کے اعتبار سے صحابہ میں سے اول قرار دیا ہے اور ان کی اصل کہا ہے جب کہ

موطا امام مالک امام عظیم کی وفات کے بعد مدون ہوا ہے اور اس سے پہلے امام صاحب کی کتاب الآثار امام ابو یوسف، امام محمد، امام حسن بن زیاد اور امام زفر کی روایت سے الگ الگ مدون ہو چکی تھیں اسی طرح امام ابو یوسف، امام محمد، امام حسن بن زیاد اور امام حماد بن الامام العظیم نے امام صاحب سے مسانید کو بھی روایت کیا اور یہ سب بلا واسطہ امام صاحب کے تلامذہ بلکہ آپ کے اخض اصحاب میں سے ہیں اور بظاہر ان سب کی کتب آثار و مسانید امام صاحب کی زندگی میں تیار ہو گئی تھیں اور ان ہی کتابوں اور دوسری کتب مدونہ فہریہ کے بارے میں یہ نقل ہوا ہے کہ امام مالک امام صاحب کی کتابوں کی تلاش کرتے اور ان میں نظر کرتے تھے، امام مالک کا امام صاحب سے حدیث میں تلمذ اور روایت بھی ثابت شدہ ہے۔ (ملاحظہ: ہا قوم المساک للكوثری)

یہ بھی صحیح طور سے نقل ہے کہ امام مالک نے ۲۰ ہزار مسانید امام عظیم کے مدونہ حاصل کئے ہیں۔ ان سب امور پر نظر کی جائے تو موطا امام مالک کی اصل امام صاحب کی کتب آثار اور مسانید کو قرار دینا چاہیے۔

مسانید امام کی عظمت

آگے مقدمہ ہی میں یہ امر بھی ذکر ہو گا کہ امام صاحب کی مسانید بڑے بڑے محدثین بڑی عظمت و وقت کے ساتھ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور امام شعرائی نے بڑے فخر و سرفت کے ساتھ بیان کیا کہ میں امام عظیم کے چند مسانید کی زیارت سے مشرف ہوا جن پر بہت سے حفاظ حدیث کے تصدیقی دستخط تھے اور ان کی اسناد بہت قوی ہیں، ان کے رجال سب ثقہ ہیں کوئی شخص بھی ان میں سے متهم بالکذب نہیں ہوا اور وہ اسناد رسول اکرم ﷺ سے بہت قریب ہیں۔ وغیرہ۔

امام صاحب سے وجہ حسد

درحقیقت امام صاحب اور آپ کے اصحاب و تلامذہ کے یہ امتیازات و تفوقات ہی ان سے حسد کا بڑا باعث بن گئے اور حاسدین و معاندین کی نظر میں ایک یہی سلوک ان سب حضرات کے حق میں موزوں و مزین ہو گیا کہ ان کی وقت و شان کو پوری کوشش سے گردایا جائے اور پھر جو کچھ ناروا سلوک بعد کے بعض کوتاه اندیش لوگوں کی طرف سے ان کے ساتھ کئے گئے ان کا ذکر جا بجا "تذکرة محمد بن" حصہ اول و دوم میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ "اہل الرائے" کا پروپیگنڈا

امام صاحب اور آپ کے جلیل القدر اصحاب و تلامذہ کے بارے میں ایک بہت ہی سخت مخالفانہ پروپیگنڈا یہ کیا گیا کہ وہ اصحاب الرائے ہیں اور اس کا مطلب یہ یا اور کرایا گیا کہ انہوں نے احادیث و آثار کے مقابلہ میں قیاس و رائے کا استعمال کیا ہے حالانکہ یہ بھی ایک حرہ بتحاب جس کا مقصد اس مقدس جماعت خارم حدیث و سنت کے خلاف نفرت و عداوت پیدا کرنی تھی۔ اس زہر کا تریاق بھی "تذکرة محمد بن" میں جا بجا ملے گا اور واقعات و حالات سے اسکی غلطی نمایاں کی جائے گی۔

محمد بن خوارزمی کا جواب

محمد بن خوارزمی نے مقدمہ جامع المسانید میں بھی خطیب کا رد کرتے ہوئے مختصر علمی پیرایہ میں چند اچھے جوابات پیش کئے ہیں۔ مثلاً۔

فرمایا کہ حدیث کے مقابلہ میں عمل بالرأی کا طعن امام صاحب کو وہی شخص دے سکتا ہے جو فتنے سے نابلد ہو، اور جس کو فتنے سے کچھ بھی

لہ امام شعرائی کا ہر جملہ قابل توجہ ہے خصوصاً امام صاحب کے مسانید کا حفاظ حدیث کی توجہات کا مرکز بننا اور ان پر ان کے تو شقی و سخنطون کا ہونا، ان جملوں کی تائید مادھیں امام عظیم کے ان بیانات سے بھی ہو گی جو اس مقدمہ کے ص ۹۳ سے ص ۱۱۲ تک مذکور ہیں اور ص ۲۵ تا ص ۲۱ امام صاحب کے تفوق حدیث پر جو اکابر محمد بن کے اقوال نقل ہوئے ہیں وہ بھی پیش نظر رکھے جائیں۔ والله اعلم و علمه اتم واحکم

مناسبت ہوگی اور ساتھ ہی انصاف کرتا چاہے گا تو اس کو اس امر کے اعتراف سے ہرگز چارہ نہیں کہ امام صاحب سب سے زیادہ احادیث کے عالم اور ان کا اتباع کرنے والے تھے اور ان لوگوں کے زعم باطل پر چند ولائیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ امام صاحب احادیث مرسلہ کو جنت قرار دیتے ہیں اور ان کو قیاس پر مقدم کرتے ہیں جب کہ امام شافعی کا عمل اس کے برعکس ہے۔ (پھر بھی بدنام حنفیہ کو کیا جاتا ہے)

۲۔ قیاس کی چار قسمیں ہیں۔ قیاس مؤثر، قیاس مناسب، قیاس شبہ، قیاس طرد۔

امام اعظم اور آپ کے اصحاب نے قیاس شبہ و مناسبت دونوں کو باطل قرار دیا۔ قیاس طرد میں امام صاحب اور آپ کے بعض اصحاب کا اختلاف ہے کہ بعض اصحاب نے اس کو بھی رد کر دیا ہے۔ اب صرف ایک قسم قیاس مؤثر کی رہی جس کو سب نے جنت کہا۔ حالانکہ امام شافعی کا قول یہ ہے کہ قیاس کی چاروں اقسام مذکورہ جنت ہیں اور قیاس شبہ کا استعمال تو وہ بکثرت کرتے ہیں (پھر بھی بدنام و معطون حنفیہ ہیں)۔

۳۔ امام اعظم احادیث ضعیف کو بھی قیاس کے مقابلہ میں جنت سمجھتے ہیں جیسے نماز میں قہقہ کو انہوں نے ضعیف حدیث کی وجہ سے ناقص و ضوء کہا حالانکہ خلاف قیاس ہے اور امام شافعی اس کے برعکس قیاس پر عمل کرتے ہیں (پھر بھی خطیب وغیرہ نے استعمال قیاس کا طعن امام صاحب وغیرہ کو دیا)۔

۴۔ بہت سے مسائل میں مخالفین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحب نے قیاس کی وجہ سے احادیث کو ترک کر دیا۔ حالانکہ یہ بھی ایک مغالطہ ہے کیونکہ وہاں امام صاحب نے قیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسری راجح احادیث کی وجہ سے مرجوح احادیث پر عمل ترک کیا ہے اس کی بہت سی مثالیں بھی محدث خوارزمی نے لکھی ہیں۔

پھر آخر میں لکھا کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب پر ”حدیث کو ترک کر کے عمل بالقياس والرائے کا الزام“ سراسر بہتان و افتراء ہے۔ یہ حضرات اس الزام سے قطعاً بری ہیں اور یہ حضرات قیاس پر عمل صرف اس وقت کرتے ہیں جب کسی مسئلہ میں فیصلہ کے لیے حدیث رسول اکرم ﷺ بالکل موجود نہ ہو۔ (جامع المسانید ص ۱/۵۲۱ تا ۱/۵۳)

امام اعظم اور مددوین قانون اسلامی کا بے نظیر کارنامہ

افسوں ہے کہ امام اعظم اور آپ کے اصحاب پر ”حدیث کو ترک کر کے عمل بالقياس والرائے کا الزام“ سراسر بہتان و افتراء تھا اس کو بے وقت بنانے کے لیے غلط کوششیں کی گئیں اور اس کی وجہ سے دور خیر القرون کی حدیث و فقہ کی ایک بے مثال عظیم الشان خدمت اپنے صحیح تعارف سے محروم ہو گئی جس کی کچھ تلافسی ہم نے اس مقدمہ میں کی ہے۔

امام بخاری کا شکوہ اور جواب شکوہ

امام بخاری نے اپنے رسائل میں شکوہ کیا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ بعد کے لوگوں کی تقلید کرنے لگے حالانکہ پہلے زمانہ میں لوگ الاول قالاول کا اتباع کرتے تھے جس کا اشارہ بظاہر امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی طرف ہے لیکن انصاف کیا جائے کہ امام صاحب سے پہلے کا دور صحابہ کرام کا تھا جو سب ہی بتصریح حدیث نبوی علی صاحبہا الف الف تحيات و تسليمات عدول اور متبع تھے لیکن ان کے زمانہ میں کسی فقہ اسلامی کی تدوین نہ ہو سکی تھی بلکہ احادیث کی تدوین بھی پوری طرح بعد ہی میں ہوئی۔ تدوین حدیث کے ساتھ ہی امام اعظم نے سینکڑوں ہزاروں ائمہ حدیث کی موجودگی میں اپنے تلامذہ و اصحاب مجتہدین و کبار محدثین کی مدد سے فقہ اسلامی کو مدون کیا جس پر اسی وقت سے ساری اسلامی دنیا نے عمل بھی شروع کر دیا اور عباسی خلفاء نے با وجود ذاتی مخالفت امام اعظم وغیرہ کے بھی اسی کو اسلامی قانون کی پوزیشن دی اور اگر کبھی کوئی آواز خلاف میں انھی تواں کا دفاع بھی خود ہی کیا۔

ان واقعات کی تفصیل اور اس وقت کی اسلامی دنیا کتنی وسیع تھی یہ سب امور بھی مقدمہ میں آئیں گے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ امام صاحبؒ کی حیثیت دور تابعین میں سرتاج فقہاء محمد شیخ کی تھی پھر اس پر ان کا تدوین فقہ کا کارنامہ عظیم سونے پر سہا گہ ہو گیا۔

ایسے حالات میں اگر آپؒ کی تقلید و اتباع لوگوں نے کی تو کیا برائی۔ مقلد ہونے کے لیے جس جامعیت کاملہ کی ضرورت تھی وہ شخصیت سب سے پہلے آپؒ ہی کی سامنے آئی اس لیے اول سے اول بھی آپؒ ہوئے، آپؒ کے بعد آپؒ کے اصحاب و خصوصی تلامذہ دوسرے درجہ میں قابل اتباع تھے، تیسرا درجہ میں آپؒ کے تلامذہ امام شافعیؓ، امام احمدؓ، امام بخاریؓ، مسلمؓ، ترمذیؓ وغیرہ ہوئے۔

اس لیے اگر لوگوں نے امام صاحبؒ وغیرہ کو الاول فالا اول سمجھ کر تقلید کی اور بعد کے حضرات کی نہ کی تو امام بخاریؓ کے اصول سے صحیح کام کیا امام صاحبؒ سے پہلے صحابہؓ کرام اور رسولؐ کرم سرور کائنات ﷺ تھے جن کا اتباع امام صاحبؒ اور آپؒ کے اصحاب نے جزئی جزئی میں پوری طرح کیا ہے اس لئے امام صاحبؒ کا اتباع بعینہ ان کا اتباع ہے۔ یہ طعن کسی طرح بھی درست نہیں کہ آپؒ کا اتباع کرنے والوں نے آپؒ کے پیشوؤں کو چھوڑ دیا۔

تذکرہ محمد شیخ کا مقصد

غرض اس مقدمہ انوار الباری موسومہ ”تذکرہ محمد شیخ“ میں جہاں یہ مقصود ہے کہ کبار محمد شیخ کے صحیح حالات سے روشناس کرایا جائے وہاں یہ بھی خیال ہے کہ بہت سی غلط فہمیاں بھی رفع بھی کر دی جائیں جو حدیث، فقہ اور خصوصیت سے فقهی وغیرہ سے متعلق پیدا کردی گئی ہیں۔ واللہ المستعان۔ اس سلسلہ میں رقم المحرف کو نہایت افسوس ہے کہ بعض اپنے اکابر کے کچھ ناپسندیدہ واقعات و حالات بھی لکھنے پڑے جن کی کسی مسئلہ کی تفہیم یا دوسرے اکابر سے دفاع کے لئے ضرورت پیش آئی، اگرچہ اس میں بھی اپنے اکابر ہی کا اتباع کیا گیا ہے اور الحمد للہ علی قدر مراتب سب ہی کے علمی و عملی کارناموں کی زیادہ سے زیادہ قدر و منزالت دل میں ہے مگر خطاط و لغوش سے کون پاک ہے۔ الا من عصمه الله و يغفر الله لى و سائر المؤمنين۔ جن کتابوں سے تذکرہ محمد شیخ میں مدد لی گئی ہے ان میں سے کچھ اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

- | | | |
|---|--|---|
| ۱-مناقب امام عظیم، علامہ موقفؓ | ۲-ایضاً، علامہ کروریؓ | ۳-جامع مسانید الامام عظیم، للخوارزمیؓ |
| ۴-الجوہر المھمیہ، للعلامة القرشیؓ | ۵-تهذیب التهذیب، للحافظ ابن حجرؓ | ۶-تقریب التہذیب، ایضاً |
| ۷-تعجیل المنفعة، ایضاً | ۸-مقدمہ فتح الباری، ایضاً | ۹-مقدمہ فتح الہم، للشیخ العثمانیؓ |
| ۱۰-مقدمہ لامع الدراری، للشیخ الحمدث | ۱۱-مقدمہ او جز المسالک | ۱۲-مقدمہ ابن ماجہ، للشیخ الحمدث السہار پوری فیضیم |
| ۱۳-مناقب الائمه، للذہبیؓ | ۱۴-تذکرۃ الحفاظ، للذہبیؓ | ۱۵-تبییض الصحیفہ، للسیوطیؓ |
| ۱۶-النیرات الحسان، للعلامہ ابن حجر عسکریؓ | ۱۷-بتان الحمد شیخ، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؓ | ۱۸-حدائق الحفیہ، للعلامہ فقیر محمد صاحب جہلمیؓ |
| ۱۹-تائب الخطیب، للعلامہ کوثریؓ | ۲۰-بلوغ الامانی، للعلامہ کوثریؓ | ۲۱-حسن القاضی، للعلامہ کوثریؓ |
| ۲۲-الامتاء، للعلامہ کوثریؓ | ۲۳-لغت النظر، للعلامہ کوثریؓ | ۲۴-النکت الطریفہ، للعلامہ کوثریؓ |
| ۲۵-ابوحنیفہ، ابو زہرہ مصریؓ | ۲۶-ابوحنیفہ، علامہ ابن عبد البر مکملیؓ | ۲۷-الانتقاء، علامہ ابن عبد البر مکملیؓ |
| ۲۸-جامع بیان العلم وفضلہ، علامہ ابن عبد البر مکملیؓ | ۲۹-فائدۃ البیہی، حضرت مولانا عبد الحجی لکھنؤیؓ | ۳۰-طبقات الشافعیہ الکبری، للسکبیؓ |
| ۳۱-تاریخ ابن خلکان | ۳۲-نزہۃ الخواطر، مولانا عبد الحجی الحسنیؓ | |

جو کتابیں شرح بخاری شریف کے وقت پیش نظر ہیں انہیں میں سے چند اہم یہ ہیں

- ۱- عمدة القارئ شرح البخاري، للحافظ بدر الدين عینی (قاضی القضاۃ) ۲- فتح الباری شرح البخاری، للحافظ ابن حجر عسقلانی ۳- تیسیر القاری شرح البخاری، للشیخ عبد الحق المحدث الدہلوی ۴- شرح البخاری، شیخ الاسلام سبط الشیخ عبد الحق المحدث الدہلوی ۵- ارشاد الساری شرح البخاری، للقططانی ۶- بیجی الغنوس شرح البخاری، للحافظ ابن ابی جمرہ ۷- روح التویث علی صحیح البخاری، للشیخ علی بن سلیمان الدنفی الجمیعی ۸- شروح البخاری، للنووی وغیرہ ۹- فتح المکمل شرح صحیح المکمل، شیخ المحدث شیبیر احمد العثماني ۱۰- عقود الجواہر المدینیہ، للید المحدث مرتضی الحسینی ۱۱- الحوائی علی جامع اصحیح، شیخ العلامہ احمد علی السہارنپوری و جمیع الاسلام مولانا نانوتوی ۱۲- العرف الشذی علی جامع الترمذی، امامی درس حافظ حدیث علامہ محمد انور شاہ کشمیری ۱۳- فیض الباری علی صحیح البخاری، امامی درس حافظ حدیث علامہ محمد انور شاہ کشمیری ۱۴- انوار الحمود علی سنن ابی داؤد، امامی حضرت شیخ الہند و علامہ کشمیری ۱۵- انوار السنن للشیخ النیوی مع تعلیقات غیر مطبوعہ علامہ کشمیری ۱۶- امامی درس بخاری شریف علامہ کشمیری، ضبط کردہ مرتب انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری ۱۷- بذل الجھو و شرح ابی داؤد، للشیخ الحافظ الجمیع مولانا خلیل احمد السہارنپوری ۱۸- لامع الدراری علی جامع البخاری، امامی درس الحافظ الجمیع الشیخ الکنکوی مع تعلیقات نقیرہ حضرت شیخ الحدیث السہارنپوری ۱۹- الکوکب الدری علی جامع الترمذی، امامی درس الحافظ الجمیع الشیخ الکنکوی مع تعلیقات نقیرہ حضرت شیخ الحدیث السہارنپوری ۲۰- اوجز المالک شرح الموطال للاماں مالک، مؤلفہ حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا السہارنپوری عم فیضہم ۲۱- امامی الاحبارة شرح معانی الآثار، مؤلفہ حضرت شیخ محمد یوسف امیر امبلغین السہارنپوری عم فیضہم ۲۲- الجواہر النجی فی الرد علی النہیقی، للحافظ الجمیع الشیخ علاء الدین ماروینی (ابن الترمذی) ۲۳- جامع مسانید الامام اعظم، للحمد للخوارزمی ۲۴- کتاب الآثار، للاماں ابی یوسف ۲۵- کتاب الآثار، للاماں محمد بن الحسن۔

آخری گزارش اور شکریہ

امید ہے کہ ”پیش لفظ“ کے اشارات مذکورہ سے آنے والے مقدمہ ”مذکرة محدثین“ کی نوعیت و اہمیت واضح ہو گئی ہوگی، مقدمہ کا دوسرا حصہ شائع ہو کر جلد ہی شرح بخاری شریف کا پہلا پارہ پیش ہو گا جبکہ محترم ناظرین کو بڑا استیاق ہے، مقدمہ انوار الباری کی تاخیر اشاعت سے جس کا واحد سبب کاتب صاحب کے اعذار ہوئے، رقم الحروف کو غیر معمولی ندامت و ملال ہے۔

لیکن یوں بھی کسی تحقیقی کام میں وقت صرف ہوتا ہے، دوسری رکاوٹیں بھی پیش آتی ہیں، اس لئے محترم ناظرین خصوصاً ان اکابر و احباب سے جنہوں نے اس کام میں میری بہت افزائی کی ہے گزارش ہے کہ وہ میری طرف سے پوری طرح اطمینان کریں کہ میں اس کی سمجھیل تک پوری کوشش و صرف بہت سے دریغ نہ کروں گا اور اشاعت کا سلسلہ بھی ان شاء اللہ العزیز بہت جلد باقاعدہ ہو جائے گا۔

اس سلسلہ میں اپنے مخلص احباب اور بزرگوں سے خصوصی دعاوں کا بھی متمنی ہوں اور انکی توجہات خاصہ کا بدل ممنون رہوں گا۔

والسلام علی من التبع الهدی۔

احقر سید احمد رضا عقا اللہ عنہ

دیوبند - ۱۲ ذی الحجه ۱۳۸۰ھ تقریباً ۱۹۶۱ء



احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھیت اور دوسرے تمہیدی مباحث

کتاب اللہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید حق تعالیٰ کا ایک منضبط و جامع قانون ہدایت ہے جس کی تمام تصریحات و اشارات واجب لعمل ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کا کلام بھی ہر شخص نہیں سمجھ سکتا، اس کو زیادہ سمجھنے والے مقریبین بارگاہ سلطانی ہوتے ہیں، پھر درجہ بدرجہ دوسرے طبقوں کے لوگ سمجھتے ہیں، اسی پر اس کلام مقدس و معظم کو قیاس کر لجئے جو سارے جہانوں کے بادشاہوں کے شہنشاہ اعظم کا کلام بلاغت نظام ہے، اسی لئے اس کا تحاطب اولیں اس ذات با برکات سے ہوا جو اولین و آخرین کا سردار اور تمام علمی و عملی کمالات کا مظہر اتم تھا جو سارے انبیاء سے پہلے نبی تھا اور سب کے مدارج و احکام کا خاتم و ناخ بھی وہی ہوا، جو دنیا والوں کی اصطلاح سے ”امی“ تھا مگر علام الغیوب نے اپنی شان کریمی سے اس کو وہ علوم عطا فرمائے تھے جو اس سے پہلے کسی کو القاء نہیں کئے گئے اور جس پر اس کا فضل سب سے زیادہ تھا۔

یہی وہ علوم نبوت تھے جن کی بناء پر قرآن مجید جیسی جامع کتاب اللہ کی تبلیغ و تفہیم کا فرض آپ کو سونپا گیا اور ارشاد ہوا و انزلنا الیک الذکر لتبیین للناس ها نزل اليہم (ترجمہ) آپ کی طرف خدا کے ذکر و تذکیر کی یہ عظیم الشان کتاب اسی لئے سمجھی گئی ہے تاکہ آپ لوگوں کو اس کے ارشادات اچھی طرح وضاحت کر کے سمجھائیں۔

خیال کیجئے کہ ایک نبی ای کو اپنی افضل ترین اور عظیم ترین جلیل القدر کتاب کی تیزیں ووضاحت کی خدمت پر درکی گئی پھر بھی اگر کوئی کہے کہ حضور اکرم ﷺ قرآن مجید کوامت تک پہنچانے کے لئے صرف واسطہ محض تھے اور اس کو سمجھنے کے لئے حدیث کی ضرورت نہیں تو اس کو عقلی فساد کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

پھر اسی پر بس نہیں، اسی قرآن مجید میں آپ کو معلم کتاب و حکمت بھی فرمایا گیا، کیا معلم کی حیثیت صرف قاری و قادر کے درجہ میں ہوتی ہے؟ درحقیقت معلم کے لفظ سے آپ کی خصوصی شان رسالت نمایاں ہے۔

عملی طور سے آپ کی شان رفع کو اتنا اپنچا کیا گیا کہ آپ کے اسوہ حسنہ کو کامل و مکمل اتباع و اطاعت خداوندی کا معیار بنایا، تحلیل طبیعت اور تحریک خبائث کی نسبت آپ کی طرف فرمائ کر آپ کے خصوصی منصب رسالت اور اعلیٰ مقام نیابت و خلافت خداوندی کی طرف اشارہ ہوا۔ تمام اختلافات میں آپ ہی کو آخری حکم اور قاضی القضاۃ کا درجہ پوری وسعت قلب و انتراجم صدر کے ساتھ تسلیم کرنا ہر امتی کا فرض قرار دیا گیا۔

حق تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان لانے کے حکم کے ساتھ آپ پر ایمان لانے کا حکم فرمایا اور اپنی اطاعت کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کا حکم فرمایا اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے مراد ف قرار دیا۔

مذکورین حدیث قرن اول میں؟

مذکورہ بالا بیان سے حدیث رسول اللہ کی جیت اور اس کا تشرییعی مرتبہ واضح ہوا، حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں چونکہ قرآن مجید کی جمع و کتابت کا اہتمام زیادہ ضروری تھا، اس لئے اسی کو لکھا گیا اور ابتداء میں حدیث کی کتابت سے بھی روکا گیا، تاکہ قرآن و حدیث میں اختلاط نہ ہو جائے، دوسرے اس لئے بھی اس کی ضرورت نہ تھی کہ صحابہ کے حافظے قوی تھے، جو احادیث انہوں نے سنی تھیں ان کے سینوں میں حفظ تھیں، ان کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں تھا، اس لئے صرف لکھنے کی ممانعت کی تھی، زبانی طور سے ایک دوسرے کو حدیث روایت کرنے کی ممانعت نہ تھی، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ سرورد و عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا "کہ مجھ سے سنی ہوئی چیزوں میں سے سواء قرآن کے کچھ مت لکھو اور جو کچھ کسی نے لکھ لیا ہواں کو مٹا دے، البتہ مجھ سے حدیث کی روایت زبانی کر سکتے ہو اس میں کچھ حرج نہیں اور جو شخص میری طرف جھوٹ بننا کر حدیث منسوب کرے گا وہ اپنا لٹھکانا نہ جنم میں بنائے گا"۔

قرون ثلاش

واضح ہو کہ قرون ثلاش سے وہ قرون مراد ہوتے ہیں جن کی باہت سرور کائنات علیہ الصلوٰت والتسليمات نے سب زمانوں سے بہتر و برتر ہونے کی شہادت دی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ان تین قرون کے بعد جھوٹ کی کثرت ہو گی، قرن اول سے مراد زمانہبعث مبارکہ تک ۲۰۰ھ تک ہے تک کا زمانہ ہے جو عہد رسالت و عہد صحابہ کہلاتا ہے، قرن دوم ۲۰۰ھ سے ۴۰۰ھ تک ہے جو عہد تابعین ہے، قرن سوم ۴۰۰ھ سے ۶۰۰ھ تک ہے بعض حضرات مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ نے قرن سوم کی مدت ۲۶۰ھ تک قرار دی ہے۔

اجازت کتابت حدیث

اس کے بعد جب قرآن مجید کے حفاظ صحابہ میں کثرت سے ہو گئے اور قرآن کے ساتھ غیر قرآن کے اختلاط کا اندیشہ باقی نہ رہا تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے کتابت حدیث کی بھی اجازت فرمادی تھی، چنانچہ حضور ﷺ کے زمانہ میں حدیث کے نوشتوں کا بھی وجود ملتا ہے۔ بخاری میں ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں کچھ احادیث لکھی ہوئی تھیں اور بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک روز طویل خطبہ دیا جس میں حرم مکہ کا بھی بیان تھا، راوی حدیث مذکور ابو ہریرہؓ نے بتایا کہ ایک یمنی شخص نے حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ یہ میرے لئے لکھوادیجھے، آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اس کے لئے لکھوادیجھے۔

ابو ہریرہؓ ہی بخاری کتاب العلوم میں راوی ہیں کہ مجھ سے زیادہ کسی کو صحابہؓ میں سے احادیث یاد نہ تھیں سواء عبد اللہ بن عمرؓ کے کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

اور ان ہی عبد اللہ بن عمر بن العاصؓ سے سنن البیهقی داؤد میں روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام سے جو کچھ بھی سنتا تھا سب لکھ لیا کرتا تھا تو ایک دفعہ قریش نے مجھے روکا کہ تم حضور ﷺ کی ہر خبر سن کر لکھ لیتے ہو حالانکہ حضور بشر ہیں، کبھی آپ حالت غصب میں بھی کلام کرتے ہیں جیسا کہ حالت رضا میں، مطلب یہ تھا کہ حالت غصب کا کلام نہ لکھنا چاہئے، میں نے اس کے بعد لکھتا چھوڑ دیا اور حضور ﷺ سے یہ بات عرض کی، اس پر آپ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم لکھا کرو! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ سے کوئی بات سوائے حق کے صادر نہیں ہوتی۔

ایک روایت علامہ ابن عبد البر نے بھی جامع بیان العلوم میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا "علم کو لکھ کر محفوظ کرو" اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث وارد ہیں، جو سنن داری اور جامع بیان العلم میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

نشر و اشاعت حدیث

اوپر کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ گوتاہت حدیث کا سلسلہ عہد رسالت میں شروع ضرور ہو گیا تھا مگر عام طور سے اس کا روایج نہیں ہوا اور نہ تدوین حدیث اس دور میں ہو سکی بلکہ خلافتے راشدین کے عہد میں بھی نہیں ہوئی البتہ موافق فرمان رسالت تحدیث و روایت کے ذریعہ احادیث کی نشر و اشاعت کا اہتمام برابر صحابہ میں رہا، کیونکہ حضور ﷺ تو تجویز سنت و اشاعت کی ترغیب فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار جب وفد عبد القیس حاضر خدمت ہوا اور آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم فرمایا اور چار باتوں سے منع فرمایا تو یہ بھی فرمایا کہ ان باتوں کو یاد کر لو اور دوسرے و گوں کو بھی پہنچا دو۔ (بخاری باب اداء الحجّ حق الایمان)

ایک مرتبہ فرمایا "خدا اس بندے کو خوش عیش کرے جو میری بات سن کر یاد کر لے اور دوسروں تک پہنچائے کیونکہ بہت سی دین کی سمجھ کی باتیں کم سمجھ دالے کے پاس ہوتی ہیں وہ دوسرے زیادہ سمجھ دالے کے پاس پہنچ جائیں تو اس کو زیادہ نفع ہو سکتا ہے (مشکوٰۃ کتاب العلم)

صحابہؓ میں مکثرین و مقلدین

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کثرت سے روایت حدیث کرنے والے بھی تھے اور کم روایت کرنے والے بھی، مگر کبار صحابہ میں اکثریت ان ہی حضرات کی ہے جو روایت حدیث کی اہم ترین ذمہ داریوں کے شدید احساس کی وجہ سے اس سے احتراز کرتے تھے۔

قلت روایت

(حضرت عثمانؓ) ابن سعد اور ابن عساکر نے عبد الرحمن بن حاطب سے روایت کی کہ صحابہ میں سے حضرت عثمانؓ سے زیادہ بہتر طریقہ پر حدیث بیان کرنے والا کوئی نہ تھا اور وہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو پوری پوری نقل کیا کرتے تھے مگر وہ بہت کم روایت کرتے تھے، کیونکہ ذرائع تھے۔

حضرت زبیر بن العوام

بخاری میں ہے کہ حضرت زبیر بن العوامؓ سے پوچھا گیا کہ آپ دوسروں کی طرح کثرت سے روایت حدیث کیوں نہیں کرتے؟ تو فرمایا کہ "میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت سے جدا نہیں رہا (یعنی اوروں سے زیادہ یا ان کے برابر حدیث روایت کر سکتا ہوں، مگر میں نے حضور ﷺ سے حدیث من کذب علی متعملًا فلیتبو أ مقعدہ من النار سنی ہے،" یعنی اس کی وجہ سے ذرتا ہوں اور کم روایت کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ

آپ سے لوگوں نے درخواست کی کہ حدیث بیان کیجئے، فرمایا اگر مجھ کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ حدیث میں مجھ سے کمی بیشی ہو جائے گی تو میں تم سے ضرور حدیث بیان کرتا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابن مسعودؓ

ای طرح حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارے میں ہے کہ وہ الفاظ کی کمی بیشی کے ذرے سے روایت حدیث میں بڑے محتاط تھے اور بہت کم روایت کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی روایت حدیث میں بہت زیادہ احتیاط کی تاکہ فرمایا کرتے تھے ابو عمرو شیبانی سے نقل ہے کہ میں ایک سال تک حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر رہا، دیکھا کہ شاذ و نادر کبھی حضور اکرم ﷺ کی طرف نسبت کر کے حدیث

بیان کرتے تھے تو ان پر خوف و خشی کے باعث کچپی طاری ہو جاتی تھی اور فرماتے کہ ایسا ہی یا اسی جیسا یا اسی کے قریب حضور نے ارشاد فرمایا تھا، خوف کا سبب یہ تھا کہ مبارکہ حضور کی طرف کسی جھوٹ یا غلط بات کی نسبت ہو جائے اور وہ جھوٹ پھیل جائے۔

حضرت امام اعظم

تقریباً یہی حال امام اعظم کا بھی تھا کہ وہ بھی ان اکابر صحابہ کی طرح غلبہ خشی اور غایت ورع کی وجہ سے روایت حدیث سے بہت احتراز کرتے تھے اور روایت حدیث کی سخت سخت شرائط رکھتے تھے جو دوسرے ائمہ اور بعد کے محدثین کے محدثین نہیں تھیں، اس کی تفصیل ہم امام صاحب کے حالات میں کریں گے۔

صحابہ میں کثرت روایت

دوسری طرف حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ صحابہ بھی تھے جو بڑی کثرت سے روایت حدیث کرتے تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی کثرت روایت پر تو کچھ کو اعتراض بھی ہوا، چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے بڑی کثرت سے احادیث روایت کر دی ہیں، اگر قرآن مجید میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی روایت نہ کرتا، پھر وہ آیات تلاوت کرتے جن میں حق تعالیٰ نے کتمان حق وہدایت پر عید فرمائی ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے بھائی مہاجرین تو بازاروں میں کاروبار کرتے تھے اور انصار بھائی اپنے دھن دوں میں پہنچنے رہتے تھے ایک ابو ہریرہؓ تھا جس کو اپنے پیغمبر کے لئے کچھ کھانے کو مل گیا تو غنیمت ورنہ اس سے زیادہ کی فکر بھی نہ تھی، لیس اس کا بڑا کام بھی تھا کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہا جائے، اس کے سامنے وہ باتیں آتی تھیں جو دوسروں کے سامنے نہ آتی تھیں اور اسی لئے وہ ان چیزوں کو حضور اکرم سے یاد کر لیا کرتا تھا جو دوسرے نہیں کر سکتے تھے۔

صحابہ میں فقہاء و محدثین

صحابہ میں دو قسم کے حضرات تھے، ایک وہ جو ہم وقت حفظ حدیث اور اس کی روایت میں لگے رہتے تھے اور دوسرے وہ تھے جو نصوص میں مذہب اور غور و فکر کر کے ان سے احکام جزئیہ نکالتے تھے اور استنباط و تفہم پر ہی پوری طرح صرف ہمت کرتے تھے اور یہ لوگ احادیث کو پورے ثابت و تحقیق اور مسلمہ قواعد شریعت پر جانچنے کے بعد معمول بہابناتے تھے۔

فقہاء کی افضلیت

چنانچہ علامہ ابن قیم نے ”ابوالصیب فی الکلم الطیب“ میں حدیث صحیح بخاری مثل ما بعضی اللہ تعالیٰ به من الهدی والعلم کمثل غیث اصحاب ارض امثال من فقه فی دین اللہ تعالیٰ الحدیث نقل کی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے اپنے علوم نبوت و ہدایت کی مثال بارش سے دی ہے جو بہترین قابل زراعت و زرخیز میں پر برے، کہ باران رحمت سے پوری طرح سیراب ہو کر خوب گھاس دانہ اور پھول اگائے اور سب کو اس سے نفع پہنچے۔

ایسے ہی میری امت کے وہ لوگ ہیں جو علوم نبوت سے سیراب ہو کر دوسروں کو اپنی علمی صلاحیتوں، اجتہادی و استنباطی مسائل نصوص شریعہ سے اخذ کر کے دوسروں کو تعلیم دیں، یہ لوگ زمین مذکور کی طرح خود بھی متفق ہوئے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچایا، دوسری قسم زمین کی وہ ہے کہ بارش کا پانی اس میں جذب نہ ہو سکا نہ وہ زمین قابل کاشت ہوئی البتہ اس میں وہ پانی رکارہا اور اس جمع شدہ پانی سے دوسروں نے نفع اٹھایا۔ ایسے ہی میری امت کے وہ لوگ جنہوں نے علم کی باتیں حاصل کیں اور دوسروں کو پہنچا دیں جنہوں نے دینی فہم و سمجھ زیادہ ہونے کی وجہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔

تیری قسم زمین کی وہ بجزیرہ میں ہے جونہ قابل کاشت ہی ہے اور نہ وہاں پانی نکھر سکتا ہے کہ دوسروں کے کام آئے، ان کی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے خود بھی علومِ نبوت و ہدایت سے فائدہ حاصل نہ کیا اور نہ دوسروں کو نفع پہنچا سکے، ان کے پاس نہ نقل ہے نہ اجتہاد۔ (بخاری شریف، باب فضل من علم و علم)۔

فقہاء علماء ابن قیم کی نظر میں

علامہ ابن قیم نے اس حدیث کی پوری وضاحت و شرح کے بعد دوسری حدیث رب حامل فقهہ الی من ہو افقہ منه بیان کر کے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کو دیکھئے! یہ پوری امت محمدیہ کے عالم ربانی اور ترجمان القرآن ہیں، انہوں نے اگرچہ صحابہ سے بہت سی احادیث سنیں مگر رسول ﷺ سے براہ راست روایت حدیث کی تعداد میں تک بھی نہیں پہنچتی۔

خدا تعالیٰ نے ان کو ایسی دینی سمجھا اور قوت استنباط عطا فرمائی تھی کہ ساری دنیا کو اپنے علم و فقہ سے بھر پر کر دیا، ان کے فتاویٰ سات مجلدات کبیرہ میں جمع کئے گئے تھے اور یہ بھی جمع کرنے والوں کی کوتاہی تھی ورنہ وہ علم کے بحروں میں سب پرفاق تھے۔

انہوں نے بھی احادیث سنی تھیں، جیسے دوسروں نے سنیں اور قرآن مجید کو یاد کیا تھا، جیسے اوروں نے یاد کیا تھا لیکن ان کے دل و دماغ کی زمین بہترین وقابل کاشت تھی جس میں انہوں نے ان نصوص شریعت کی تحریم ریزی کی اور اس سے بہترین پھول پھول اگائے و ذالک

فضل اللہ یوتیہ من یشاء والله ذو الفضل العظیم۔

حضرت ابو ہریرہؓ ان سے زیادہ حافظ حدیث ہیں بلکہ ان کو حافظ امت کہا جائے تو بجا ہے، جس طرح حدیث سننے تھے، اس کو یعنیہ روایت کیا کرتے تھے اور اتوں کو بیٹھ کر درس حدیث دیتے تھے، لیکن کہاں ان کے فتاویٰ اور تفسیر اور کہاں حضرت ابن عباس کے فتاویٰ، تفسیر اور فقہی استنباطات! وجہ ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی پوری کوشش حفظ حدیث اور اس کی بے کم و کاست تبلیغ و روایت پر مصروف تھی اور حضرت ابن عباس کی پوری توجہ و صرف ہمت تفقہ، استنباط اور نصوص کتاب و سنت کے دریائے صافی سے مسائل و جزئیات احکام کے حوض و نہریں نکالنے کی طرف تھی تاکہ دین قیم کے مخفی خزانے بروئے کارآ جائیں۔

ملکر میں صحابہ پر فقہاء صحابہ کی تنقید

عبد صحابہ میں ایسے واقعات بھی بکثرت ملتے ہیں کہ فقہاء صحابہ نے کثرت سے روایت کرنے والے صحابہ کی روایات پر تنقید کیں، خصوصاً ان احادیث پر جو اصولی قواعد شرع کے خلاف کسی مضمون کی حامل تھیں اور اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی مشہور روایت بطور مثال پیش ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد انہوں نے نقل کیا کہ آگ سے بچی ہوئی چیز کے استعمال سے وضو جاتا رہتا ہے، حضرت ابن عباسؓ نے اعتراض کیا کہ گرم پانی سے وضو کرنے کے بعد پھر سے وضو کرنا پڑے گا، یہ ایک اصولی اعتراض تھا کہ حضور ﷺ کا فرمان اصول و قواعد شرعیہ کے خلاف نہیں ہوا کرتا لہذا اس کا جواب اصول و قواعد شرعیہ سے تو ممکن نہ تھا اس لئے حضرت ابو ہریرہؓ بولے، ”اے میرے بھتیجے! جب تم کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ کی سنائی کرو تو اس کے خلاف معارضہ کرنے کو مثالیں مت نکالا کرو۔“

اسی طرح سیدہ فقہاء امت حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے استدراکات حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کی حدیثی روایات پر مشہور ہیں جن میں سے اکثر کاذکر علامہ سیوطی نے عین الاصابہ فيما استدرکته السیدۃ عائشة علی الصحابة میں کیا ہے۔

یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ قرن اول میں اعتراض اگر ہوا تو فقہاء صحابہ کی طرف سے بغیر فقد روایت حدیث کرنے والوں پر ہوتا تھا اور یہی صحیح مذاق تھا، اس کے بعد مذاق بگڑا تو دوسری صدی کے بعد اننا اعتراض محدثین کی طرف سے فقہاء پر ہونے لگا اور اس میں اس

قدر ترقی ہوئی کہ قرن ثالثی کے اکابر فقہاء محدثین پر حدیث نہ جانے، یا کم جانے یا رائے و قیاس سے ترک حدیث کے الزامات لگائے گے، اگر یہ مذاق صحیح ہوتا تو ضرور محدثین صحابہ بھی فقہاء صحابہ کو اس طرح مطعون کر سکتے تھے۔

اس کے برعکس اس دور علم و صلاح میں فویت فقہاء صحابہ ہی کے لئے مسلم تھی، چنانچہ علام ابن قیم نے بھی حدیث مذکور کی وضاحت کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ کو حضرت ابو ہریرہؓ پر فضیلت دی۔

عہد رسالت میں کتابت حدیث

عرض کیا جا رہا تھا کہ قرن اول میں حدیث کی جمع و تدوین، کتابت وغیرہ قرآن مجید کی طرح باضابطہ عمل میں نہیں آئی اگرچہ روایت و حفظ حدیث کا اہتمام بہت کافی رہا اور کچھ صحابہ کے پاس نوشتہ احادیث بھی ضرور موجود تھیں۔ مثلاً۔

۱- حضرت علیؓ کے پاس کچھ احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ (ابوداؤ)

۲- حضرت عبد اللہ بن عمر و بن العاص کے پاس ایک ہزار احادیث کا مجموعہ تھا جس کا نام صادقہ تھا۔ (بخاری، ابو داؤ وغیرہ)

۳- حضرت انسؓ کے پاس بھی کچھ احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ (بخاری)

۴- قبائل کے نام حضور اکرم ﷺ کے فرائیں، تحریری احکام اور معاهدات حدیثیہ وغیرہ۔ (طبقات ابن سعد)

۵- مکاتیب مبارکہ بنام سلاطین و امراء دنیا۔ (بخاری)

۶- صحیفہ احکام و صدقات وزکوٰۃ جو رسول ﷺ نے ابو بکر بن حزم والی بحرین کو لکھایا تھا، اس صحیفہ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۹۹ھ میں آل ابن حزم سے حاصل کیا تھا۔ (دارقطنی)

۷- عمر و بن حزم والی یمن کو بھی ایک تحریر احکام صلوٰۃ، صدقات و طلاق و عناق وغیرہ کی دی تھی۔ (کنز العمال)

۸- حضرت معاذ بن جبل کو ایک تحریر مبارک یمن بھیجی گئی تھی جس میں بزری تر کاری پر زکوٰۃ نہ ہونے کا حکم تھا۔ (دارقطنی)

۹- حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشتریؓ وغیرہ کے پاس بھی احادیث کے مجموعہ تھے۔ (جامع بیان العلم، فتح الباری، مسند احمد وغیرہ)

۱۰- واہل بن جبر صحابی کو حضور اکرم ﷺ نے تماز، روزہ، سود، شراب وغیرہ کے احکام لکھوائے تھے۔ (بخدم صیر)

ضرورت تدوین حدیث

اسی طرح قرن اول گذر گیا، لیکن ظاہر ہے کہ تدوین حدیث کی ضرورت بلکہ شدید ضرورت سامنے آکر رہی، کیونکہ اول تو بغیر اس کے خیال حدیث کا خطرہ تھا، صحابہ کرام جن کے حافظوں پر اعتماد تھا، فتوحات کی کثرت کے ساتھ دور دراز مکملوں میں منتشر ہو گئے تھے، وہ اکثر وفات پا گئے تابعین میں وہ قوت حفظ و ضبط نہ تھی کہ عام طور سے اسی پر بھروسہ کیا جاسکے، دوسرے حافظ کی چیزوں یوں بھی ایک وقت ذہن سے نکل جاتی یا کم و بیش ہو جاتی ہیں لکھی ہوئی چیزوں کے برابر محفوظ نہیں ہو سکتیں۔

تدوین حدیث کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سعی

اس لئے علماء وقت نے تدوین حدیث اور کتابت کی منظم طور پر ضرورت محسوس کی، سب سے پہلے اس ضرورت کا احساس خلیفہ عاصی حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ہوا جو امت کے سب سے پہلے مجدد تھے اور ان کی امامت، اجتہاد، معرفت احادیث و آثار مسلم تھی، چنانچہ آپ نے اپنے نائب والی مدینہ ابو بکر حزمی کو فرمان بھیجا کہ ”رسول اکرم ﷺ کی احادیث اور حضرت عمرؓ کے آثار جمع کر کے لکھو“۔ (توبیر الحوالہ المسیحی)

موطا امام محمد میں اس طرح ہے ”احادیث رسول اور سنن یا حدیث عمر یا مثل اس کے (دوسرے صحابہ کے آثار) سب جمع کر کے لکھو، کیونکہ مجھے علم کے ضائع ہونے اور علماء کے ختم ہو جانے کا اندر یہ ہے۔“ تقریباً یہی الفاظ دارمی نے بھی اپنی سنن میں روایت کئے ہیں۔

حافظ ابن عبد البر نے تمہید میں امام مالک سے بطریق ابن وہب روایت کی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز تعالیٰ حدیث و فقه کے لئے تمام شہروں کو احکام بھیجا کرتے تھے، مدینہ طیبہ کے لوگوں کو عمل بالسنة کی تلقین فرماتے اور گذشتہ واقعات ان سے پوچھتے تھے اور ابو بکر حزمی کو حکم دیا تھا کہ احادیث جمع کر کے لکھوائیں اور ان کے پاس ارسال کریں۔

ابو بکر حزمی نے بہت سی کتابیں لکھوائی تھیں مگر حضرت عمر بن عبد العزیز کی زندگی میں ان کو نہ بھیج سکے، حافظ ابن عبد البر نے جامع بیان اعلم میں نقل کیا ہے کہ ابن شہاب زہری کو بھی حضرت عمر بن عبد العزیز نے جمع حدیث کا حکم کیا تھا اور انہوں نے دفتر کے دفتر جمع کئے جن کی نقول حضرت عمر نے اپنی قلمرو میں بھجوائیں۔

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ امام شعبی نے بھی احادیث جمع کی تھیں اور غالباً ان سب میں وہی متقدم تھے پھر زہری متوفی ۱۲۰ھ اور پھر ابو بکر حزمی متوفی ۱۲۳ھ نے۔

ایک اہم مغالطہ

یہاں ایک مغالطہ کا ازالہ ضروری ہے، امام بخاری نے باب کیف یقبض العلم میں بطور تعلیق حضرت عمر بن عبد العزیز کے فرمان مذکور کو ذکر کیا ہے اور اس کے بعد یہ جملہ اپنی طرف سے بڑھایا کہ (سوائے حدیث رسول ﷺ اور کوئی چیز نہ لی جائے اخ) بعض لوگوں نے سمجھا کہ یہ جملہ بھی حضرت عمر بن عبد العزیز کا ہی ہے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو کتاب ابو بکر حزمی نے جمع کی ہوگی اس میں سوائے حدیث رسول ﷺ کے اور کچھ نہ تھا کیونکہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے فرمان میں ان کو غیر حدیث لکھوانے سے قطعاً روک دیا تھا، حالانکہ یہ ملن فاسد ہے جس کا نشانہ موطا امام محمد اور سنن دارمی کی روایات مذکورہ سے ناواقفیت ہے کیونکہ ان میں صراحت سے حضرت عمر وغیرہ کے آثار و اقوال جمع کرنے کا بھی حکم تھا پھر کیونکہ ممکن تھا کہ ابو بکر حزمی حضرت عمر بن عبد العزیز کے فرمان کی تعلیل کرتے اور حضرت عمر وغیرہ خلفاء کے آثار و اقوال نہ لکھتے۔

اس کے بعد قدرتی طور پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری نے یہ جملہ کیوں بڑھایا اور اس کی بناء کیا ہے؟ شاید کسی کسی روایت میں عمر بن عبد العزیز کے فرمان مذکور کی عبارت ناقص نقل ہوئی اسی لئے غیر حدیث لکھنے کی ممانعت سمجھ لی گئی، یا اتنا تکلیف اور روایت کا امام بخاری کی شرط پر صحیح نہ تھا، لیکن اس صورت میں بھی زیادہ سے زیادہ یہ کہ ”غیر حدیث“ کا قبول و عدم قبول دونوں درجہ مساوی ہی رہتے ہیں، یادوسری صدی کے بعد جو آثار صحابہ اور تعامل کی جیت کو گرایا گیا اسی کی یہ تمہید ہو کہ ایسی روایات پر پہلے ہی سے کڑی نظر کھی جائے۔ والله اعلم بما فی الصدور۔ امام بخاری نے ”لائقب“ کا اضافہ شاید اس لئے کیا ہو کہ وہ آثار صحابہ کو جنت نہ سمجھتے تھے۔

آثار صحابہ قرن ثانی میں

واضح ہو کہ تمام کتب حدیث مدونہ قرن ثانی میں احادیث اور اقوال صحابہ و تابعین ساتھ ساتھ ذکر ہوتے تھے جیسا کہ امام عظیم کی کتاب الآثار اور امام مالک کی موطا سے ظاہر ہے لیکن قردن مشہودہ بہا بالخیر کے بعد عدم قبول اقوال صحابہ کا نظریہ پیدا ہوا، بہت سے محدثین نے فقہاء امت کے طرز و طریق سے اعراض کیا، توارث سلف کو نظر انداز کیا اور صحت وضعف حدیث کو صرف اسناد پر موقوف کر دیا گیا، یعنی حدیث کو جو قوت آثار و اقوال صحابہ یا تعامل سلف سے مل سکتی تھی اس کے دروازے بند کر دیئے گئے۔

قرون مشہود لہا با الخیر سے جدا طریقہ

قرون مشہود لہا با الخیر کے طور و طریق سے جدا طریقہ اپنا لیا گیا، پھر اس کے جو مضرار و مفاسد سامنے آئے وہ اہل علم سے مخفی نہیں اور آئندہ کسی موقع پر ہم بھی بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

اس موقع پر راقم الحروف کو یہ بات بھی کھٹکی کہ امام بخاریؓ نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کی تعلیق ترجمۃ الباب میں ذکر کی اور اس کے ساتھ وہ جملہ بھی بڑھایا جس کا اوپر ذکر کیا گیا مگر آگے اس کی تائید میں کوئی چیز ذکر نہیں کی، نہ اس کا مأخذ بتلا�ا۔ یہ بحث ما تمس الیہ الحاجۃ میں بھی ہے ہم نے کچھ اضافو و تشریح سے اس کو یہاں لیا ہے۔

تمین بڑے فقهاء

تمین بڑے بڑے فقهاء و حفاظ حديث اور اپنے وقت کے امام و مفتاداء جنہوں نے قرن ثالیٰ میں احادیث رسول و آثار و اقوال صحابہ کو جمع کیا اور ان کو کتابی شکل میں مدون کیا، شعیٰ، مکھول اور زہری ہیں۔

ان میں سے امام شعیٰؓ پر تصریح امام ذہبیؓ، امام عظیم کے شیوخ میں سے ہیں جنہوں نے پانچ سو اصحاب رسول اللہ ﷺ کو پایا ہے، ان کے بعد سراج الامم، فقیر الملک، حافظ حدیث، امام عظیم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دور شروع ہو جاتا ہے، جو حسب تصریح اقران و معاصرین امام اس زمانہ کے تمام فقهاء و محدثین پر اپنے غیر معمولی حفظ، تفہیم اور کمال زہد و درع کی وجہ سے فائق تھے۔

امام مسعود کی مدح امام عظیم

چنانچہ مشہور حافظ حدیث مسعود بن کدامؓ (جن کے بارے میں رامہ مریؓ نے "المحدث الفاصل" میں لکھا ہے کہ جب بھی امام شعبہؓ اور امام سفیانؓ میں کسی امر میں اختلاف ہوتا تھا تو دونوں کہتے تھے کہ چلو میزان عدل مسعود کے پاس چل کر ان سے فیصلہ کرائیں حالانکہ ان دونوں اماموں کو بھی امیر المؤمنین فی الحدیث کہا جاتا تھا یہ مسعود کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؓ کے ساتھ حدیث کو طلب کیا تو وہ ہم پر غالب آگئے اور زہد و تقویٰ میں چلے تو اس میں بھی ہم سے فوکیت لے گئے اور فقہ میں بھی ان کے ساتھ ہوئے تو اس کا حال تم خود دیکھ رہے ہو (کہ اس میں ان کی فوکیت سب پر وہش ہے)۔

امام عظیمؓ شاہان شاہ حدیث

اور اسی جلالت قدر کے باعث شیخ الاسلام امام الحدیث عبد اللہ بن میزیدؓ کو فرمایا جب امام صاحبؓ سے روایت حدیث کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ ہم سے حدیث بیان کی شاہان شاہ نے، جس کو خطیب وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

حافظ سمعانیؓ نے اپنی کتاب "الانساب" میں کہا۔ "امام صاحب طلب علم کی راہ میں چلے تو اتنے آگے بڑھے کہ انہوں نے علم کے وہ مدارج حاصل کئے جو کسی دوسرے کو حاصل نہ ہو سکے۔"

امام میکی بن سعید القطانؓ کی رائے

امام جرج و تعداد میکی بن سعید القطانؓ نے فرمایا۔ "واللہ ابوحنیفہؓ اس امت میں علوم قرآن و حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔" اس کو محمدث شہیر مسعود بن شیبہ سندی نے مقدمہ کتاب التعلم میں امام طحاویؓ کی کتاب سے نقل کیا جس میں انہوں نے اصحاب حنفیہ کے مناقب جمع کئے ہیں، اس کتاب کا قلمی نسخہ، مجلس عملی کراچی، میں موجود ہے اس کی طبع و اشاعت جلد ہو سکے۔

ان ہی تجھی القطان سے علی بن المدینی (شیخ اعظم بخاری، امام احمد اور تجھی بن معین) دست بستہ حاضر خدمت رہ کر استفادہ علوم کیا کرتے تھے۔

امام اعظم اور تدوین حدیث

امام اعظم نے باوجود اس قدر علم و فضل و تفوق کے برسوں کی چھان بین اور تحقیق و تفصیل کے بعد "کتاب الآثار" تالیف کی جس کو امام صاحب نے بہ تصریح امام موفق کی چالیس ہزار احادیث سے منتخب کیا تھا اور آپ سے آپ کے تلامذہ کبار امام زقر، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام حسن بن زیاد وغیرہ محدثین وفقہا نے اس کو روایت کیا۔

مناقب امام اعظم لله موفق ہی میں ہے کہ امام صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ "میرے پاس ذخیرہ حدیث کے بہت سے صندوق ہیں جن میں سے بہت تھوڑا حصہ اتفاقاً کے لئے نکلا ہے"۔

امام صاحب نے حسب تصریح مورخین چار ہزار ائمہ حدیث سے احادیث کا ذخیرہ جمع کیا تھا اور تجھی بن نصر کا بیان ہے کہ میں ایک بار امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو گھر میں پایا جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا، میں نے عرض کیا "یہ کیا ہے؟" فرمایا "یہ احادیث ہیں جن کی تحدیث میں نے نہیں کی بجز ان تھوڑی حدیثوں کے جن سے لوگوں کو نفع ہو۔" (مقدمہ کتاب الآثار)

امام شعرائی نے "میزان" میں یہ بھی بتایا کہ امام ابوحنیفہ احادیث رسول پر عمل سے قبل یہ ضروری سمجھتے تھے کہ صحابہ سے ان کو روایت کرنے والے بھی متقدی و پرہیز گار حضرات ہوں۔

امام سفیان ثوری کی شہادت

امام سفیان ثوری کہا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ علم حدیث کے اخذ میں غیر معمولی طور پر محتاط تھے، وہی احادیث لیتے تھے جن کو روایت کرنے والے ثقہ ہوتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو لیتے تھے، باوجود اس کے کچھ لوگوں نے ان پر تشیع کی، خدا ہمیں اور ان کو بخش دے۔

امام وکیع کی شہادت

امام حدیث وکیع نے کہا۔ امام ابوحنیفہ سے حدیث کے بارے میں اس درجہ کی احتیاط و درجہ پائی گئی جو کسی سے نہیں ہوئی، امام وکیع وغیرہ سے امام اعظم کی مدح و توصیف کے تفصیلی بیانات امام صاحب کے مستقل تذکرہ میں آئیں گے اور امام صاحب کے بارے میں جو ترمذی میں وکیع کا قول نقل ہوا ہے اس پر بھی ہم مفصل بحث کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ وکیع وہ ہیں جن کے بارے میں امام احمد نے فرمایا کہ وکیع سے زیادہ علم جمع کرنے والا اور حدیثیں یاد کرنے والا میں نے نہیں دیکھا، اصحاب صحاح ستہ امام شافعی و امام احمد وغیرہ کے شیوخ کبار میں ہیں۔

امام علی بن الجعد

امام بخاری کے شیخ مشہور محدث علی بن الجعد کہتے تھے کہ جب کبھی امام ابوحنیفہ کوئی حدیث لاتے تو موتو کی طرح صاف لاتے ہیں۔ غرض یہ امام صاحب کی کتاب الآثار علم حدیث کی سب سے پہلی تصنیف ہے جس میں امام صاحب نے احادیث صحاح اور اقوال صحابہ و تابعین ترتیب فقہی پر جمع کئے پھر آپ امام مالک کی موطا اور امام سفیان ثوری کی جامع مرتب ہوئی اور ان تینوں کے نقش پر بعد کے محدثین نے کتب حدیث تالیف کیں۔

علامہ سیوطی نے تبیض الصحیفة فیمناقب الامام ابی حنیفہ میں بھی یہی تحقیق مذکور ذکر کی ہے اور کہا کہ امام صاحب کےمناقب میں سے یہ بھی ہے کہ علم شریعت کو سب سے پہلے امام صاحب نے ہی مدون کیا اور ترتیب ابواب سے مرتب کیا، پھر ان کی اتباع میں

امام مالک[ؓ] نے موطا ترتیب دی اور امام صاحب[ؓ] سے اس بارے میں کوئی سابق نہیں ہوا۔

امام مسعود بن شیبہ نے امام طحاوی کے حوالہ سے نقل کیا کہ امام سفیان ثوری[ؓ] نے علی بن مسر کے ذریعہ امام ابو حنیفہ[ؓ] فقہ حاصل کی اور ان کے ساتھ مذاکرات کرتے تھے اور ان ہی علوم کی مدد سے انہوں نے ”جامع“ تالیف کی۔ (ماتمس الیہ الحاجۃ ص ۱۲)

امام علی بن مسہر

علی بن مسہر وہی ہیں جن کے بارے میں امام ضمیری نے فرمایا کہ ان سے امام سفیان نے امام صاحب کے علوم حاصل کئے اور ان کے پاس سے امام صاحب[ؓ] کی کتابیں لکھیں، اور علامہ قرشی نے جواہر مصہید میں کہا کہ وہ امام وقت و حافظ حدیث تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے فقہ و حدیث کو جمع کیا اور اسی طرح تذکرۃ الحفاظ میں میں ہے۔

پھر تصریح کیا اور اسی طرح تذکرۃ الحفاظ اور تاریخ الخلفاء میں ہے کہ اسی زمان میں بڑے بڑے فقہاء محدثین نے تدوین حدیث و آثار کا کام کیا اور کثرت سے تصانیف ہوئیں۔

دوسری صدی کے نصف آخر میں امام عظیم[ؓ] اور امام مالک[ؓ] کے بڑے بڑے اصحاب و تلامذہ نے حدیث و فقہ میں بہت کثرت سے چھوٹی بڑی تصانیف کیں چنانچہ امام ابو یوسف[ؓ] کی تالیفات تو غیر معمولی کثرت سے بتائی جاتی ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر فہرست ابن ندیم میں ہے اور امامی ابی یوسف کا تذکرہ کشف الغنوی میں ہے کہ وہ تین سو ملجد میں تھیں، حافظ قرشی نے جواہر مصہید میں کہا کہ جن لوگوں نے امام ابو یوسف کے امامی روایت کئے ہیں ان کی شمار نہیں ہو سکتی۔

امام عظیم کی کتاب الآثار

ان کی ہی تالیفات میں سے ”کتاب الآثار“ بھی ہے جس کو امام عظیم[ؓ] نے روایت کیا ہے اور ”اختلاف ابی حنیفہ“، ”ابن ابی یلیل“، اور ”کتاب الر Dulی سیر الاوزاعی“ یہ تینوں کتابیں ”ادارۃ احیاء المعارف النعمانیہ“ حیدر آباد دکن سے شائع ہوئیں جن کی تصحیح تکمیلی اور مقدمہ کی گرائی تدریخ خدمات حضرت مولانا ابوالوفا افغانی دامت فیضہم نے انجام دیں اور کتاب الخراج (طبع مصر) وغیرہ ہیں۔

یہ وہی کتاب الآثار ہے جس کو ہم نے لکھا کہ سلسلہ تدوین حدیث کی سب سے پہلی خدمت ہے جو امام عظیم[ؓ] کے مناقب جلیلہ اولیہ میں شمار کی گئی ہے اور موطا امام مالک وغیرہ سب اس کے بعد کی ہیں، اسی طرح امام محمد[ؓ] کی تالیفات قیمة ظہور میں آئیں جن کا تفصیلی ذکر ان کے حالات میں مستقل طور سے آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

غرض یہ کہ قرن ثانی ہی میں امام عظیم[ؓ]، امام مالک[ؓ] اور ان دونوں کے اصحاب کے ذریعہ حدیث و فقہ کی خدمت تصانیف کیشہرہ سے اور تدوین فقہی و مالکی احادیث اور آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں ہو چکی تھی اور ان حضرات نے پوری دنیا کو علم و فقہ و حدیث کی روشنی میں سے منور اس وقت کر دیا تھا کہ ابھی امام بخاری و مسلم اور دوسرے محدثین اصحاب حجاج اس دنیا میں تشریف بھی نہ لائے تھے۔

و ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

قرن ثانی میں اسلامی دنیا

شائد کوئی خیال کرے کہ اس وقت ”اسلامی دنیا“ کا رقبہ بہت مختصر ہو گا اس لئے ذرا اس کی سیر بھی علامہ ذہبی کے بیان کی روشنی میں کرتے چلے! تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ خامسہ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

”اس طبق کے زمانہ میں اسلام اور اہل اسلام کی بہت بڑی عزت و شوکت تھی، علم کے دریا بہر ہے تھے، جہاد کے جھنڈے ساری دنیا پر لہرا رہے تھے، سرور کائنات ﷺ کی سنتوں کا ہر جگہ پوری طرح رواج تھا اور بدعتوں کے سرنگوں تھے، حق کی آواز بلند کرنے والے بکثرت موجود تھے، عبادو زہاد سے دنیا بھری ہوئی تھی، سب لوگ عیش و آرام اور سکون و امن کی زندگی گذار رہے تھے، امت محمدیہ کے عساکر قاہرہ ممالک عربیہ کے علاوہ اقصائے مغرب اور جزیرہ انگلیس سے لے کر ایشیا کے ملک چین کے قریب تک اور ہند کے کچھ حصوں تک نیز ملک جہشہ تک پھیلے ہوئے تھے۔“

”اس زمانہ کے خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی تھے، جس کے ظلم سے اگر قطع نظر کر لیں تو اس کی شجاعت، تدبیر، کمال عقیل فہم علم و ادب اور رعب و جلال بے مثال تھے، پھر اس کا بیٹا مہدی، سخاوت، کثرت محسان اور زنا دقة، ملاحدہ وغیرہ فرق باطلہ کے استیصال میں مشہور ہوا، پھر اس کا بیٹا ہارون رشید اگر اس کے لیبو و اعب سے غض بصر کر لیں تو اس کے جہاد و غزا کے کارنا میں، تعظیم حرمات دین، علمی و ادبی اعلیٰ قابلیت، اصابت رائے، احیاء سنت، حج و زیارت حرمین کا اہتمام شوکت و دبدبہ بے نظیر تھے، اس دور کے صالحین و عباد میں ابراہیم بن ادہم، داؤ و طائی، سفیان ثوری جیسے تھے، علماء نحاة میں عیسیٰ بن عمرو، خلیل بن احمد، حماد بن سلمہ جیسے تھے، قراء میں حمزہ، ابو عمر بن العلاء، نافع، شبیل و سلام جیسے بہت تھے، شعراء میں سروان بن ابی حفص، بشار بن بردا یا مسلم شعراء بڑی کثرت سے تھے، فقهاء میں امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام او زاعی جیسے ائمہ و کاملین تھے، رحمہم اللہ تعالیٰ۔“

تدوین حدیث کے تین دور

تدوین حدیث کے سلسلہ میں مذکورہ بالتفصیلات کا خلاصہ یہ ہوا کہ سب سے پہلا اقدام تدوین حدیث و کتابت سنن و آثار کے لئے وہ تھا جو حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے کیا انہوں نے مجموع حدیث تالیف کیا جس کا نام ”صادقہ“ رکھا تھا اور ان کی طرح دوسرے حضرات صحابہؓ نے بھی انفرادی طور سے اس خدمت کو انجام دیا۔

دوسرا اقدام حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کے دور میں ہوا اور امام شعیؓ، زہری و ابو بکر حزمی نے احادیث و آثار کو جمع کیا اگرچہ ترتیب و تبویب اس دور میں بظاہر نہ تھی۔

تیسرا قدم امام اعظمؓ نے کتاب الآثار کی تالیف سے اٹھایا جس میں احادیث ما ثورہ اور فتاویٰ صحابہ و تابعین کو جمع کیا اور ترتیب و تبویب فقہی کی طرح ذاتی جس کی متابعت میں بعد کو امام مالک اور دوسرے معاصرین محدثین و فقهاء نے تالیفات کیں۔

حدیث مرسل و حسن کا انکار

دوسری صدی کے بعد حدیث مرسل و حسن سے استدلال و احتجاج کے خلاف نظریہ پیدا ہوا حالانکہ سلف و متفقین ان سے برابر بحث پکڑتے تھے۔

خصوصیت سے امام بخاریؓ نے حدیث حسن سے استدلال و احتجاج کا بڑی شدومہ سے انکار کیا، جس پر امام و سرتاج غیر مقلدین شوکانی بھی ساکت و خاموش نہ رکھے اور نئی الاوطار میں امام بخاریؓ کے خلاف لکھا کہ۔

”ای طرح اس حدیث سے بھی استدلال و احتجاج درست ہے جس کے حسن ہونے کی تصریح ائمہ معتبرین نے کی ہو کیونکہ حدیث حسن پر عمل جہور کے نزدیک صحیح ہے اور اس کے خلاف عدم جواز کا فیصلہ صرف بخاری اور ابن عربی نے کیا ہے لیکن حق وہی ہے جو جہور علماء امت کا فیصلہ ہے۔

قرن ثالث میں حدیث شاذ پر عمل

اس دور میں زیادہ اعتماء طرق حدیث کی طرف ہوا حتیٰ کہ وہ احادیث جو عہد صحابہ و تابعین میں شاذ کے درجہ میں سمجھی جاتی تھیں اور

فقہاء صحابہ و تابعین نے ان کو معمول بہا بھی نہیں بنایا تھا مگر طرق حدیث کی زیادتی کے باعث وہ قرن ثالث میں معمول بہا بن گئی۔ مثلاً حدیث قلعین کہ وہ شاذ تھی اور حسب تصریح ابن قیم وغیرہ سلف میں اس پر عمل بھی نہیں ہوا اس کی ہر طرح جمایت کی گئی اور اس کے خلاف آراء کو گرانے کی سعی کی گئی۔

اس طرح قرن ثالث کے محدثین نے ان تمام احادیث کو جن پر صحابہ و تابعین کے جلیل القدر ارباب فتویٰ نے عمل نہیں کیا تھا معمول بہا بنالیا اور اس طریقہ سے ان لوگوں نے سلف کے خلاف کافی اقدامات کئے اور صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ واقوال کو اپنی مرویات پر اعتماد کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا، حتیٰ کہ یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ہم بھی آدمی ہیں اور وہ بھی آدمی ہیں، ان کو کوئی ترجیح نہیں ہے۔

عمل متواتر کی جحیت

عمل متواتر عند الفقہاء ہمارے لئے بہت بڑی اہم دستاویز ہے اور اسی سے بہت سی احادیث کی صحت کی جائج ہو سکتی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء میں لکھا کہ اتفاق سلف اور ان کا تو اثر فقه میں اصل عظیم ہے اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن کے باب "لحم صید المحرم" میں فرمایا کہ "جب دو حدیثیں متضاد ہمارے سامنے آئیں تو دیکھا جائے گا کہ صحابہ نے کس پر عمل کیا ہے"۔

امام محمدؐ نے امام مالکؓ سے روایت کیا کہ جب نبی کریم ﷺ سے دو مختلف حدیثیں آجائیں اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ نے کسی ایک پر عمل کیا اور دوسرا کو چھوڑا ہے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حق ان ہی کے عمل کے ساتھ ہے۔ (اعلین الحجۃ)

امام نیشنیؓ نے داری سے نقل کیا کہ جب ایک باب میں دو متضاد حدیث مروی ہوں تو اگر سلف کا عمل کسی ایک پر معلوم ہو تو وہی برقرار رکھی جائے گی۔

شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا کہ جن چیزوں سے حدیث کی صحت معلوم کی جاتی ہے ان میں سے اس کے موافق علماء کا عمل ہونا بھی ہے، علامہ محدث مولانا حیدر حسن خاں صاحبؓ کا عمل متواتر کی جحیت پر مستقل رسالہ قابل دید ہے (ما تمس الیہ الحاجۃ)

سلف میں باہمی اختلاف رحمت تھا

حدیث صحیح ہے کہ "میری امت کا اختلاف رحمت ہے" اس سے معلوم ہوا کہ فروعی مسائل میں اختلاف امت کے لئے رحمت و سہولت کا باعث چنانچہ قرون مشہود لہا بالخیر میں یہ اختلاف ایسا ہی تھا مگر بعد کے لوگوں نے اس اختلاف رحمت کو اختلاف زحمت بنادیا اور معمولی معمولی اختلاف پر دوسروں کو ہدف ملام بنایا، طعن و شفیع پر کربانہ ہی، بہتان و افتراق ایک بھی نوبت پہنچائی، ایک دوسرے کے خلاف کتابیں تصنیف ہوئیں اور بے تحقیق دوسروں پر غلط مسائل و نظریات تھوپے گئے، ایسے ہی وہ اختلاف ہے جو امام اعظم اور آپ کے اصحاب و تلامذہ کے ساتھ پیش آیا۔

امام صاحبؒ نے اپنے زمانہ میں بڑے بڑے فتنوں کا بے جگہی سے مقابلہ کیا، فرق باطلہ، معتزلہ، قدریہ، جبریہ اور دہریہ وغیرہ سے مناظرے کئے، ان کو دلائل و برائین قویے سے لا جواب کیا، اس سلسلہ میں چونکہ امام صاحبؒ نے بہت سے ضروری عقائد و مسائل کو پوری صراحت ووضاحت سے بیان فرمایا تو ان کو بھی موجب فتنہ بنالیا گیا۔

امام اعظمؐ اور فرقہ مر جسہ

مثلاً امام صاحبؒ نے فرمایا کہ (۱) عمل کا درجہ ایمان سے مؤخر ہے اور (۲) گنہ گار مومن بندوں کی عاقبت امرا الہی پر محمول ہے، چاہے تو عذاب دے اور چاہے بخش دے اور (۳) معاصی کی وجہ سے کوئی مومن بندہ ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا، یہ سب اصول چونکہ معتزلہ کے خلاف

تھے اور صدر اول میں جو بھی ان کی مخالفت کرتا تھا اس کو وہ مر جی کا لقب دیدیا کرتے تھے، اسی لئے وہ تمام اہل سنت کو ہی فرقہ مر جد کہتے تھے۔ اس سے بہت سے اہل ظاہر محدثین نے یہی سمجھ لیا کہ امام صاحب اور مر جد کا نظریہ متعدد ہے، حالانکہ دونوں کے نظریات میں بہت بڑا فرق ہے اور خود امام صاحب جس طرح معتزلہ کا رد کرتے تھے، انہوں نے فقہاً کبر وغیرہ میں فرقہ مر جد کا بھی رد کیا ہے۔

فرقہ مر جد کا مذہب

فرقہ مر جد کا مذہب یہ ہے کہ ایمان و عمل دونوں مختلف چیزیں ہیں اور ایمان و تصدیق کامل ہو تو عمل کا نہ ہوتا کچھ ضرر نہیں کرتا، یعنی ایک شخص اگر دل سے توحید و نبوت کا معرف اور فرائض ادا نہیں کرتا تو وہ مواخذہ سے بری ہے، اس کو کوئی عذاب نہ ہو گا۔

ظاہر ہے کہ اس کا پہلا جزو درست ہے کہ ایمان اعتقاد کا نام ہے جو دل سے تعلق رکھتا ہے اور فرائض و اعمال جوارج سے متعلق ہیں اسی لئے دونوں ضرور مختلف ہیں مگر آگے جو نظریہ امام صاحب گا ہے وہ فرقہ مر جد مذکورہ سے بالکل الگ ہے، وہ تارک فرائض اور مر تکب محramات کو مستحق عذاب سمجھتے ہیں، پھر خواہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے یا بخشن دے اور یہ فرقہ مستحق عذاب ہی نہیں سمجھتا۔

اس معنی سے اگر امام صاحب کو مر جی کہا جائے تو دوسرے بڑے بڑے محدثین بھی مر جی کہلامیں گے جن سے بخاری و مسلم میں سینکڑوں روایتیں موجود ہیں۔

امام صاحبؐ اور امام بخاریؓ

مغرب سے زیادہ حیرت امام بخاریؓ کے روایہ پر ہے کہ امام صاحبؐ کو مر جنی کہہ کر مطعون کرتے ہیں اور دوسرے ایسا ہی عقیدہ رکھنے والوں سے روایات بھی لائے ہیں، اسی کے ساتھ یہ کہ عسان کوئی مر جنی بھی اپنے مذہب کی ترویج کے لئے امام صاحبؐ کو مر جی مشہور کیا کرتا تھا، اسی سے بہت سے لوگوں کو امام صاحب کے بارے میں مغالطہ ہوا۔

امام صاحبؐ کو مطعون و بدنام کرنے کی ایک وجہ اس کے علاوہ یہ ہوئی کہ مامون کے زمانہ میں جن محدثین و روأۃ حدیث کو خلق قرآن کے مسئلہ میں قضاۃ خلافت نے ہٹکالیف پہنچائیں وہ قاضی اکثر حنفی تھے، لہذا اس کے انتقام میں ان محدثین و روأۃ نے ان کے مقتداء یعنی امام صاحبؐ پر الزامات لگائے اور امام صاحبؐ سے تکدر رکھنے کی وجہ سے ہی یہ لوگ امام صاحب کے علوم قابل، ان کے بہترین طریق نقد، روایات کو عموم قرآن مجید اور اصول مسلمہ مجمع علیہا پر پیش کرنے کے زریں اصول کے منشعب نہ ہو سکے اور اپنے طور پر اصول شریعت وضع کے جو امام صاحبؐ کے اصول و طریق کا رہ سے بہت کم درجہ کے ہیں، اسی لئے بیشتر اکابر فقہاء و مجتہدین کا فیصلہ ہے کہ جو شخص امام صاحبؐ کے علوم سے اتفاق اور بغير فقة حاصل کرے گا وہ ناقص رہے گا۔

واضح ہو کہ زمانہ قدیم سے ہی حالمین دین میں کی دو قسمیں رہی ہیں جیسا کہ علامہ ابن قیم نے بھی ”الوابل الصیب“، ص ۸۳۳ و ص ۸۴۴ میں لکھا ہے کہ ایک قسم حفاظت کی تھی جو احادیث کے حفظ و ضبط اور سنن ہوئے الفاظ کو بعینہا روایت کرنے پر پوری سعی کرتے تھے، لیکن یہ لوگ ان احادیث یا الفاظ انصوص سے اصول احکام و مسائل کا استنباط و اتحزان نہیں کر سکتے تھے، جیسے ابو زرعة، ابو حاتم، ابن واره یا ان سے پہلے ہندار محمد بن بشار، عمر و الناقد، عبد الرزاق تھے یا ان سے بھی پہلے محمد بن جعفر غندر، سعید بن ابی عرب و بد وغیرہ تھے۔

دوسری قسم علماء فقہاء کی تھی جو روایت حدیث کے ساتھ استنباط و نقد کو جمع کرتے تھے جیسے ائمہ مجتہدین تھے۔

پھر اسی کے ساتھ یہ بھی ہوا کہ بعض محدثین نے ائمہ مجتہدین متبوعین کے خلاف مجاز بنا لیا اور ہر طرح سے ان کی عزت و وقعت گرانے کی کوشش کی، چنانچہ احمد بن عبد اللہ الحبلی نے امام شافعی کے بارے میں لکھا کہ ”وہ ثقہ، صاحب رائے اور متكلم تھے، لیکن ان کے پاس حدیث نہیں تھی“۔ (الدیباج المدہب ص ۲۲۹)

ابو حاتم رازی نے کہا کہ شافعی فقیر ضرور تھے لیکن حدیث میں ان کی معرفت نہیں تھی، (طبقات حنابلہ ص ۲۰۳)

حالانکہ یہ باتیں غلط تھیں اور بقول حافظ ابن قیم مذکورہ بالاحدیث وفقہ کے حامل ہوتے تھے کیونکہ تفہیم بغیر حدیث کے ممکن ہی نہیں،

البته روایت و حفظ حدیث بغیر تفہیم کے بھی ہوتا ہے۔

اسی طرح امام عظیمؒ کی بارے میں زیادتی ہوئی ہے اور جیسا ان کا مقام و مرتبہ بلند و بالاتخا، ان پر حسد کرنے والے یا نقد و جرح کرنے والے بھی بڑے ہی لوگ تھے جنہوں نے چھوٹوں اور جھوٹوں کی روایات موضوع کی آڑ لے کر امام صاحبؒ کو بدف ملامت بنایا۔

آپ حیرت کریں گے کہ امام بخاریؓ نے جن کے غیر معمولی علم و فضل کا امتیاز امام وکیع، عبداللہ بن مبارکؓ، امام احمد بن حنبلؓ، الحنفی بن راہویہ، عکی بن ابراہیم اور علی بن مدینی وغیرہ کا رہیں منت ہے اور یہ سب امام عظیمؒ کے بالواسطہ یا بے واسطہ خوش چیزیں ہیں (جس کی تفصیل آگے آئے گی، ان شاء اللہ) امام عظیمؒ کے خلاف نہایت غیر محتاط روش اختیار کی ہے۔

پھر اس سے قطع نظر خود امام بخاریؓ طلب علم کے سلسلہ میں لا تعداد مرتبہ کوفہ آئے گئے ہیں جو امام صاحبؒ کا وطن تھا اور سینکڑوں ہزاروں لوگوں سے امام صاحبؒ کے حالات و سوانح نے ہوں گے لیکن ان کی مشہور زمانہ حافظہ میں جو چیز قابل ذکر باقی رہی اور جس کو وہ اپنے سارے اساتذہ کو چھوڑ کر صرف حمیدی کے واسطے سے نقل کر سکے وہ بھی سن لیجئے۔

تاریخ صغیر میں امام بخاریؓ فرماتے ہیں کہ ”میں نے حمیدی سے نہ کہتے تھے کہ ابوحنیفہ نے بیان کیا میں مکمل عظیم حاضر ہوا تو ایک جام سے تین سنتیں پیارے رسول اللہ ﷺ کی حاصل ہوئیں، جب میں اس کے سامنے جماعت بنوانے کے لئے بیٹھا تو اس نے مجھ سے کہا (۱) آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھئے! (۲) پھر اس نے میرے سر کے داہنے حصے سے شروع کیا (۳) اور اس نے جماعت دونوں ہڈیوں تک بنائی۔“

اس کو نقل کر کے حمیدی نے کہا۔ ایک شخص کہ نہ اس کے پاس رسول اللہ ﷺ کی سنتیں مناسک وغیرہ میں تھیں اور نہ اس کے اصحاب کے پاس تھیں، بڑی حیرت کے لوگوں نے اس کو خدا کے احکام و راثت، فرائض، زکوٰۃ، صلوٰۃ اور دوسراے امور اسلام میں اپنا پیشواؤ مقتداء بنالیا ہے۔ (التاریخ الصغیر ص ۱۵۸)

واقعی بڑی حیرت ہی کی بات بھی تھی کہ دو ثلث دنیا کے علماء، صوفیہ و عباد نے تو امام صاحب ایسے کم علم اور حدیث رسول ﷺ سے ناواقف شخص کی تقلید کر لی اور باقی ایک ثلث نے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا اتباع کر لیا اور حمیدی و امام بخاری جیسے ارباب علم و فضل کی کسی نے بھی تقلید نہ کی۔

ایسے ہی کچھ لوگوں نے امام صاحبؒ کی طرف ان کو بدنام کرنے کے لئے بہت سی جھوٹی باتیں منسوب کیں حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا کہ امام صاحبؒ خنزیر بری کو حلال کہتے تھے، کچھ حد ہے اس عداوت و حسد کی؟

اس کے رد میں علامہ ابن تیمیہؓ نے منہاج السنۃ ص ۳۵۹ میں لکھا کہ۔

”امام ابوحنیفہؓ سے اگرچہ کچھ لوگوں کو مسائل میں اختلاف رہا ہے لیکن ان کے فقہ، فہم اور علم میں کوئی ایک آدمی بھی شک و شبہ نہیں کر سکتا، کچھ لوگوں نے ان کی تذلیل و تحریر کیلئے ان کی طرف ایسی باتیں بھی منسوب کی ہیں جو قطعاً جھوٹ ہیں جیسے خنزیر بری کا مسئلہ اور اس جیسے دوسرے مسائل“

امام بخاریؓ نے تاریخ صغیر میں ایک دوسری جھوٹی روایت نعیم بن حماد سے امام صاحبؒ کی تنقیص میں نقل کی ہے حالانکہ نسائیؓ نے ان کو ضعیف کہا اور ابوالفتح از دی وغیرہ نے کہا کہ نعیم بن حماد ابوحنیفہؓ کی تنقیص کے لئے جھوٹی روایات گھڑا کرتے تھے، اور تقویت سنت کے خیال سے حدیثیں بھی بنالیا کرتے تھے۔

امام بخاریؓ نے با وجود جلالت قدر چونکہ امام صاحبؒ کے بارے میں بہت ہی غیر محتاط روش یا اختیار کیا ہے اس لئے کبار محدثین نے اس

بارے میں ان کی اتباع کرنے سے بھی روکا ہے، چنانچہ علامہ سخاوی شافعی نے اپنی کتاب ”الاعلان بالتوئیخ“ میں ص ۶۵ پر تحریر کیا۔ ”جو کچھ (۱) حافظ ابوالشخ بن حبان نے اپنی کتاب السنہ میں بعض مقتداء ائمہ کے بارے میں نقل کیا ہے (۲) یا حافظ ابواحمد بن عدی نے اپنی کامل میں یا حافظ ابوبکر خطیب نے تاریخ بغداد میں یا ان سے پہلے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اور بخاری و نسائی نے لکھا ہے اور ایسی چیزیں لکھی ہیں کہ ان کی شان علم و اتقان سے بعید ہیں، ان امور میں ان کے اتباع و پیروی سے اعتراض و احتراز کرنا ضروری ہے۔

راقم الحروف نے اس سلسلہ میں کافی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور بہت کم لوگوں نے امام بخاری کا نام لے کر اس طرح ان کی اس غلط روشن پر نقد کیا ہے، اکثر حضرات اجمامی طور سے ضرور ان لوگوں کی غلطی کی طرف اشارہ کرتے آئے ہیں، جنہوں نے امام صاحب، امام شافعی یا امام احمد وغیرہ کی شان میں تنقیص کا پہلو اختیار کیا ہے۔

پھر ایک زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ خطیب نے کتنی سو برس کے بعد حالات لکھے ہیں اتنے عرصہ میں جھوٹ کا شیوع بہت کافی ہو چکا تھا، خطیب کو جیسے اچھے برے ملے سب نقل کر دیئے اور راویوں کی چھان بین نہ کر سکے یا نہ کی اگرچہ یا ان کی محدثانہ و مؤرخانہ منصب کے خلاف بات تھی، اور خطیب کی عادت تھی کہ وہ دوسرے اکابر امت کے خلاف بھی کچھ نہ کچھ اسی طرح گرے پڑے راویوں سے نقل کرے ہیں۔

مگر حیرت تو سب سے زیادہ امام بخاری پر ہے کہ ان کا دور امام صاحب سے بہت ہی قریب ہے اور امام صاحب کے زمانہ کے تقریباً سب ہی بڑے بڑے حضرات نے امام صاحب کی بے حد مدح و توصیف کی ہے جس کی تفصیل ہم ذکر کریں گے، پھر امام بخاری کے بڑے بڑے شیوخ امام صاحب کے خاص شاگرد ہیں اور ان سب ہی سے امام صاحب کے بے شمار مناقب منقول ہیں۔

پھر بھی امام بخاری نے کوئی اچھا اثر نہ لیا، نہ ان کی کوئی منقبت اپنی تاریخ میں نقل کرنے کو ملی اور ملیں تو امام حمیدی جیسے معصب مغلوب الغضب متشددوں یا فیض جیسے وضاع لوگوں سے امام صاحب کی تنقیص کی روایات ملیں اور ان کو نمایاں کر کے نقل کرنا ضروری تھا۔

بہر حال امام صاحب کے مراتب عالیہ ان بالتوں سے کم نہیں ہو سکتے، بلکہ ان زیادتوں کے باعث دوسرے مذاہب کے آئندہ کبار ابن عبدالبر، ابن حجر عسکری، علامہ سیوطی، یافعی، سخاوی، ذہبی جیسے متوجہ ہوئے اور ان محققین نے امام صاحب کی طرف سے حق دفاع ادا کیا۔ جزاهم اللہ خیر الجزاء۔ تفصیل کا موقع تو ہر ایک کے مفصل تذکرہ میں آئے گا مگر جب بات یہاں تک آگئی تو اتنا اور بھی عرض کر دوں کہ حافظ ابن حجر جیسے علامہ فہماہ محقق و مدقق بھی اس سلسلہ میں کافی عصیت کا شکار ہو گئے یعنی رجال حنفی سے تعصب یا حنفی شافعی کا تعصب تو الگ رہا اس کے تودہ مسلم امام ہیں، بعض ہمارے بزرگوں کو یہ غلط نہیں ہے کہ کم از کم امام صاحب کے بارے میں ان کا ذہن صاف ہے اور انہوں نے امام صاحب کی ہر جگہ مدح و توصیف ہی کی ہے، مگر مجھے نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑا کہ پوری بات اس طرح نہیں جس طرح سمجھ لی گئی ہے، درحقیقت حد عداوت، عصیت کی عروق اس قدر باریک و مخفی ہوتی ہیں کہ ان کا پتہ لگانا بڑے بڑے آپریشن کے لئے بھی سخت شوار ہوتا ہے۔

بیشک میں بھی مانتا ہوں کہ امام صاحب کے تذکروں کو اگرچہ انہوں نے ان کے شاگردوں کے تذکروں سے بھی مختصر در مختصر کیا ہے مگر کوئی بات خلاف نہیں لکھی، لیکن ساتھ ہی یہ بھی دیکھئے کہ جہاں وہ امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ کے حالات بیان کرتے ہیں تو جہاں ان حضرات پر کسی غلط تہمت کا ذکر کرتے ہیں تو ساتھ ہی یہ جملہ بھی چھوٹا سا بڑھادیتے ہیں کہ ان کے تیخ کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے۔ اب آپ نے دیکھا کہ خطیب اور حافظ ابن حجر میں کتنے قدم کا فاصلہ رہ گیا؟۔

مولانا حبیب الرحمن خان صاحب شروعی نور اللہ مرقدہ نے تذکرہ امام اعظم میں بڑے اطمینان و سرت کا اظہار کیا ہے کہ خطیب کے بعد اس روشن کو دوسروں نے نہیں اپنایا بلکہ اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے، ان ہی لوگوں میں حافظ ابن حجر کا نام بھی لیا ہے، اس لئے مجھے یہ منجیہ کرنی پڑی، واللہ اعلم بہ اسی صدور عبادہ۔

یہاں کچھ مختصر حال علم و علماء کی فضیلت کا ذکر کر کے حضور سرور کائنات ﷺ کے زمانہ خیر و برکت کے علمی حالات بیان ہوں گے اور آگے محمدین کے تذکرے ہوں گے، واللہ الموفق۔

علم اور علماء کی فضیلت

قال اللہ تعالیٰ

۱- من یوت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً۔ جس کو علم و حکمت عطا ہوئی اس کو خیر کثیر دے دی گئی۔

۲- هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ کیا اہل علم اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔

۳- رفع اللہ الذین امنو نکم والذین اوتو اعلم درجات۔ تم میں سے جن کو دولت ایمان عطا ہوئی ان کا درجہ خدا کے

یہاں بلند ہے اور جن کو علم بھی عطا ہوا ان کے درجات و مراتب تو بہت ہی زیادہ ہیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱- من برد اللہ به خیر یفقهہ فی الدین و انما انا جن کے واسطے اللہ تعالیٰ بھائی چاہتے ہیں ان کو دین کی سمجھ عطا کرتے ہیں، علوم بیوت عطا خداوندی ہیں جن کو میں پہنچاتا ہوں۔ قاسم والله یعصی (متفرق علیہ)

۲- فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ ایک فقیہ عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

۳- فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم، ایک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے یہری فضیلت تم میں ان الله و ملائکتہ و اہل السموات والارض حتیٰ سے ادنی آدمی پر، اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور زمین و آسمان النملة فی حجرہ و حتیٰ الحوت لیصلوں علی کے رہنے والے حتیٰ کے چیزوں میں اپنے سوراخوں میں اور معلم الناس الخیر (ترمذی) مچھلیاں بھی ان عالموں کے حق میں دعاء خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو خیر و بھائی کی تعلیم دیتے ہیں۔

عہد نبوی میں تعلیمی انتظامات

علم و حکمت و قرآن و حدیث اور فقیہی مسائل کی تعلیم و ترویج کے لئے حضور اکرم ﷺ نے اپنے زمانہ ہی میں معلمین، مدرسین و مبلغین کا تقرر فرمایا تھا جس کا اجمالی خاکہ ذیل کے مختصر اشارات سے ہوگا۔

۱- النصار مدینہ کے ہمراہ ابن ام مکتوم اور مصعب گوروانہ فرمایا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور مسلمانوں کو قرآن مجید اور احکام اسلام سکھائیں۔ (بخاری کتاب الشیر، کامل ابن اشیروا ابن خلدون)

۲- نجران والوں کے لئے عمر و بن حزم کو مقرر فرمایا کہ ان کو قرآن مجید پڑھائیں اور احکام شریعت بتائیں۔ (استیغاب)

۳- یمن اور حضرموت کے لئے حضرت معاذ بن جبل کو معلم بناء کر بھیجا۔ (ابن خلدون)

۴- قارہ و عضل و وقبائل اسلام لائے، قرآن کی تعلیم کے لئے یہ چھ اس تذہ مقرر فرمائے، مرشد بن ابی مرشد، عاصم بن ثابت، خبیب ابن عدی، خالد بن الکبیر، زید بن وشنہ، عبد اللہ بن طارق۔

۵- مدینہ طیبہ تمام علمی و تبلیغی جدوجہد مسائی کا مرکز تھا جہاں چار بڑے معلم اور ایک خوشنویس کاتب تعلیم کے لئے مقرر تھے اور خود

سرور کائنات ﷺ اس کے مدیر اعلیٰ اور سرپرست تھے، جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا ”قرآن مجید کی تعلیم ان چار بزرگوں سے حاصل کرو۔ عبد اللہ بن مسعود - سالم مولیٰ حذیقہ - ابی بن کعب - معاذ بن جبل اور معلم کتاب عبد اللہ بن سعید ابن العاص تھے۔ (استیغاب) چنانچہ ماہ رمضان ۱۴ هجری میں قبیلہ عامر کے دس نفر ایمان لائے اور مدینہ طیبہ کے مرکزی دارالعلوم میں تعلیم حاصل کی، حضرت ابی بن کعب ان کے استاذ تھے۔

اور اس سال قبیلہ بنی حنفیہ کا ایک وفد اسلام لا یا جنہوں نے دوسرے طلباء کے ساتھ موصوف ہی کے حلقہ درس میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کی۔ (ابن خلدون)

پھر قبیلہ تمیم کے ستروں سال، اسی ۸۰ آدمی اسلام لا کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی اسی مرکزی دارالعلوم میں پڑھا۔ (استیغاب) اور قبیلہ بنی سلاماں کے سات طلباء علم مدینہ طیبہ پہنچے جن کے سردار حضرت خبیث تھے، انہوں نے بھی اسی مرکز علم سے خوش چینی کی۔ (ابن خلدون) اس کے علاوہ بہت سے خوش نصیب عالی مرتبت صحابہ ایسے بھی تھے جن کی تعلیم و تربیت سرور کائنات ﷺ خود نفس نفیس فرماتے تھے جن کے سرفہرست حضرت خلفاء راشدین، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو ذئب، حضرت انس وغیرہ تھے اور حضرت ابو الدراء نے تمام قرآن مجید حضور ﷺ سے یاد کیا۔ (تذکرہ ذہبی)

یہ سب حضور اکرم ﷺ کی شان انما بعثت معلم اکافیض تھا کہ خود حضور ﷺ کا امتیاز خصوصی علم و تعلیم کی زیادہ تر توجیح و اشاعت تھا، یہی وجہ تھی کہ تھوڑے ہی دنوں میں سر زمین عرب کا جہالت کدہ علوم و فنون کا گھوارہ بن گیا اور ان ہی عربوں کی شاگردی ایشیا، افریقہ اور یورپ تک نے اختیار کی۔

اس عہد نبوی ہی کے علمی شوق کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ بخاری کتاب المغازی میں ہے کہ عمر بن سلمہ نے بیان کیا۔

”میں ۶-ے سال کا تھا اور میرے والدین اور قبیلہ کے لوگ بھی مسلمان نہ ہوئے تھے، ہمارا گاؤں مدینہ طیبہ کے راستے پر تھا، میں ہر روز راستہ پر آ کر بیٹھ جاتا تھا اور مدینہ طیبہ آنے والوں سے پوچھ پوچھ کر قرآن مجید یاد کیا کرتا تھا، کچھ دن کے بعد جب میرے قبیلہ کے لوگ اسلام لائے اور میں بھی مسلمان ہوا تو وہ لوگ مجھ ہی کو نماز میں امام بناتے تھے، کیونکہ میں نے پہلے ہی سے راستہ پر گزرنے والوں سے قرآن مجید کا بہت ساحصہ یاد کر لیا تھا اور مجھ سے زیادہ کسی کو یاد نہ تھا۔“

مجمٌّ العبدان میں کوفہ کے بیان میں امام احمد سے سفیان ثوریؓ کا یہ مقولہ نقل کیا ہے۔ ”احکام حج کے لئے مکہ، قرأت کے لئے مدینہ اور حرام و حلال کے لئے کوفہ مرکز ہے۔“

مرکز علم کوفہ کے دارالعلوم سے فارغ شدہ علماء

ابن قیم نے امام صاحبؒ کے زمانہ تک ایسے محدثین، فقہاء، مفتیین و قضاۃ کے پانچ طبقے گنائے ہیں۔

۱- طبقہ اول میں - علامہ شعیعی کوفی، علقہ بن قیس کوفی، اسود بن یزید کوفی، مسروق الاجدع (متینی حضرت عائشہؓ) عمر و بن میمون کوفی، عبد الرحمن بن ابی لیلی، عبیدہ بن عمر کوفی، قاضی شریح کوفی، قاضی سلیمان بن ربیعہ کوفی، عبد الرحمن بن یزید کوفی، ابو واہل کوفی وغیرہ، یہ اکابر محدثین اکابر تابعین سے ہیں جو ابن مسعودؓ اور علیؓ کے خاص شاگرد تھے۔

۲- طبقہ دوم میں - ابراہیم بن نجفی، قاسم بن عبد الرحمن بن عبد اللہ، ابو بکر بن موسیٰ، مخارب بن وشار، حکم بن عقبہ، جبلہ بن سہیم وغیرہ۔

۳- طبقہ سوم میں - حماد بن ابی سلیمان، سلیمان اصغر، سلیمان اعمش، مسرو بن کدام وغیرہ۔

- ۴- طبقہ چہارم میں - محمد بن عبد الرحمن بن ابی سلیل، عبد اللہ بن شبرمه، قاسم بن معن، سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، حسن بن صالح وغیرہ۔
 ۵- طبقہ پنجم میں - اصحاب ابی حنیفہ، حفص بن غیاث، کعب بن الجراح، زفر بن نڈیل، حماد بن ابی حنیفہ، حسن بن زیاد، محمد بن الحسن، عافیۃ القاضی، اسد بن عمرو، نوح بن دراج، القاضی، تکی بن آدم اور اصحاب سفیان ثوری وغیرہ۔

تہذیب التہذیب میں ہے کہ جب حماد فقیہ العراق حج سے واپس آئے تو فرمایا۔ ”اے اہل کوفہ! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کوفہ کے کمسن لڑکے عطااء، طاؤس، مجاهد محمد شین مکہ سے افتدہ ہیں۔“

صحیح حاکم میں شعیؒی سے روایت ہے کہ صحابہ میں ۶ قاضی تھے، جن میں سے تین مدینہ میں تھے، عمر، ابی بن کعب، زید اور تین کوفہ میں علی، ابن مسعود، ابو موسیٰ۔

علامہ عبد بن رجب سے نقل ہے کہ آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا، جواب دیا تو سائل نے کہا کہ اہل شام تو آپ کی اس بات کے خلاف بتلاتے ہیں، آپ نے فرمایا ”اہل شام کو ایسا مرتبہ کہاں سے حاصل ہوا؟ یہ مرتبہ تو صرف اہل مدینہ و اہل کوفہ کا ہے (کہ ان کے اقوال سے جنت پکڑی جائے) (عقود الجواہر المدیفہ)

امام بخاری فرمایا کرتے تھے کہ میں تحصیل علم کے لئے مختلف شہروں میں گیا ہوں لیکن کوفہ و بغداد میں تو اتنی بار گیا ہوں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔

شیوخ امام اعظم

۱- حضرت عبد اللہ بن مسعود

حضور ﷺ کے زمانہ خیر القرون کے مشاہیر اصحاب فضل و کمال میں حضرت عبد اللہ بن مسعود بھی تھے، آپ حضرت عمر سے پہلے ایمان لائے تھے اور ایمان لانے کا واقعہ استیعاب میں اس طرح ہے۔ ایک روز وہ عقبہ کی بکریاں چدار ہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا اس طرف سے گذر ہوا، حضور ﷺ نے ایک بانجھ بکری کو پکڑ کر اس کا دودوہ دوہا، خود بھی نوش فرمایا اور حضرت ابو بکرؓ بھی پلایا، اس وقت عبد اللہ ایمان لائے اور عرض کیا کہ مجھے قرآن تعلیم فرمائیے! آپ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا سر حمدک الله فانک علیم معلم (الله تعالیٰ تجھ پر حمد کرے تو دنیا میں علم پھیلانے والا ہا کا ہے) پھر حضور ﷺ نے ان کو اپنے پاس ہی رکھ لیا تا کہ کسی وقت علیحدہ نہ ہوں اور فرمایا کہ تمہارے اندر آنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں جب چاہو پرده اٹھا کر بلا روک ٹوک چلے آیا کرو اور ہماری ہر قسم کی باتیں سنو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اسی وقت سے دنیا کے اس مریب اعظم اور سردار اولین و آخرین کی خدمت عالی کو لازم پکڑ لیا، ہر وقت خدمت اقدس میں حاضر رہتے اور علوم نبوت سے دامن سراد بھرتے۔ (استیعاب)

پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود کا یہ اختصاص اس حد تک ترقی کر گیا تھا کہ صحابہ ان کو خاندان نبوت ہی کا ایک فرد سمجھنے لگے تھے اور حضور اکرم ﷺ کی توجہ خاص اور خود موصوف کے طلب و شوق علم نے ان کو اس درجہ پر پہنچایا کہ جب عبد الرحمن بن زید نے حضرت حذیفہ صحابی سے دریافت کیا کہ صحابہ میں سے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اخلاق، اعمال و سیرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ اشیہ کون ہیں؟ تا کہ ہم ان سے استفادہ کریں، تو حذیفہ نے فرمایا کہ حضرت ابن مسعود کے سوا کوئی صحابی ان باتوں میں آپ کے ساتھ اشیہ نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی تکمیل علوم کے بعد حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں ہی ان کو درس و تعلیم کی اجازت عطا فرمادی تھی اور قرآن و حدیث و تعلیم مسائل ہر ایک کے لئے صراحت سے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ ابن مسعود سے حاصل کرو، استیعاب میں ہے کہ ابن مسعود قرآن مجید کے سب سے بڑے عالم اس لئے بھی تھے کہ حضرت جبریل کا معمول تھا کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک بار قرآن مجید کا دور

کرتے تھے لیکن وفات کے سال اسی ماہ میں دو بار دور کیا اور ان دونوں دوروں میں حضرت ابن مسعود بھی موجود تھے۔

اور پھر ایک بار یہ بھی فرمایا کہ ابن مسعود جن امور کو پسند کریں میں ان کو اپنی ساری امت کے لئے پسند کرتا ہوں اور جن امور کو وہ ناپسند کریں میں بھی انہیں ناپسند کرتا ہوں۔ (کنز العمال، اکمال خطیب)

اور علم و فضل، سیرت و کردار کی ان عالی اسناد کے ساتھ حضور ﷺ نے ان کو کمال فہم و فراست، اعلیٰ قابلیت، انتظام ملکی، علم سیاست و تدبیر منزل اور معاملہ فہمی کی سند بھی اس طرح عطا فرمائی۔

”اگر میں کسی کو بلا مشورہ امیر المؤمنین بنیاتا تو بے شک ابن مسعود اس کے مستحق تھے۔“

کوفہ والوں نے ایک دفعہ فاروق اعظم سے شکایت کی کہ اہل شام کے وظائف میں ترقی کر دی گئی اور ہم محروم رہے، تو انہوں نے فرمایا ”اہل شام کے تو وظائف میں ترقی کی گئی لیکن تمہارے علوم میں ترقی کی گئی ہے، کیونکہ تمہاری تعلیم کے لئے ابن مسعود کو بحیثیج دیا گیا ہے جن کے فضل و مکال کا اندازہ اس سے کرو کہ وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس وقت بھی حاضر ہتھے تھے، جب ہم لوگ اپنے کاروبار میں ہوتے تھے اور جب ہم لوگ پرده کی وجہ سے اندر نہیں جاسکتے تھے اور وہ اندر ہوتے تھے۔“

یہ ابن مسعود کے لئے فاروق اعظم کی طرف سے علوم قرآن و حدیث سے واقفیت تامہ کی بڑی سند ہے، ظاہر ہے کہ جو ہمہ وقت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر باش رہا، اس نے علوم نبوت سے کتنا بڑا استفادہ کیا ہوگا۔

اور ایک دفعہ فاروق اعظم نے فرمایا کہ ”ابن مسعود مجسم علم ہیں۔“

حضرت علیؑ سے جب حضرت عبد اللہ بن مسعود کے علم کے بارے میں دریافت یا گیا تو فرمایا۔

”ابن مسعود نے تمام قرآن کو پڑھا اور احادیث رسول ﷺ کو جانا، یہی کافی ہے۔“

علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں امام مسروق (جلیل القدر تابع) سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو دیکھا تو ان سب کے علوم کا سرچشمہ چھ سچاہی کو پایا، علی، ابن مسعود، عمر، زید، ابوالدرداء، اور ابی اس کے بعد پھر دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ حضرات علی اور ابن مسعود کو پایا، ان دونوں کا ابر علم پیرب کی پہاڑیوں سے اٹھا اور کوفہ کی وادیوں میں برسا ان دونوں آفتاب و ماہتاب نے ریگستان کوفہ کے ذرہ ذرہ کو چمکا دیا تھا۔

پھر اس آفتاب خیر و سعادت اور نیز علم و فضل سے علمی دنیا نے کس قدر استفادہ کیا اس کا اندازہ اسرار الانوار کے اس اقتباس سے کیا جائے کہ۔

”کوفہ میں ابن مسعود کے حلقة درس میں بیک وقت چار چار ہزار طلباء شریک ہوتے تھے، جس وقت حضرت علیؑ کو فہ پہنچتا ابن مسعود اپنے شاگردوں کو لے کر استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے، تمام میدان طباء سے بھر گیا تھا، حضرت علیؑ نے ان کو دیکھ کر فرط سررت سے فرمایا ”ابن مسعود! تم نے تو کوفہ کو علم و فقہ سے مالا مال کر دیا اور یہ شہر تمہاری وجہ سے علم کا مرکز ہو گیا۔“ یہ واقعہ مبسوط سرخی وغیرہ میں بھی نقل ہوا ہے، مگر خلاف تحقیق ہے، علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں لکھا کہ۔ ”فن تاریخ کے امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اسلام میں کوئی شخص ابن مسعود کے سوا ایسا نہیں ہوا جس کے درس سے نامور علماء نکلے ہوں اور اس کے مذہب و فتاویٰ کے ساتھ یہ اعتماد کیا گیا ہو کہ ان کو حرف بحرف لکھا ہو۔“

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفا، جس ۱۸۵ میں لکھا ہے کہ۔

”ابن مسعود بڑے جلیل القدر صحابی ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں اور اپنی امت کے لئے اپنے بعد، قراءۃ قرآن اور فقہ و تذکرہ میں انہیں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا اور تمام اصحاب میں سے حضور ﷺ کی خدمت و صحبت کا شرف ان کو زیادہ تھا۔“

انبیاء کے بعد انسانی ترقی کا یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے کہ ایک شخص علوم انبیاء کا جانشین ہوا اور آگے چل کر معلوم ہو گا کہ یہی حضرت عبد اللہ بن مسعود امام اعظم کے علمی خاندان کے مورث اعلیٰ ہوئے۔

۲-حضرت علقمہ بن قیس (فقیہ عراق)

جلیل القدر تابعی تھے ۶۲ھ میں وفات پائی، حضرت عمر، عثمان، علی، سعد، حذیفہ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کی زیارت سے مشرف اور ان کے علوم سے فیضیاب ہوئے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کامل و مکمل استفادہ علوم و کمالات کیا اور ان کے بعد ان کی جگہ تعلیم و رشد و بدایت کی منصب پر بٹھائے گئے، علامہ ذہبی نے ان کے تذکرہ میں لکھا۔

”انہوں نے ابن مسعود سے قرآن پڑھا، تجوید یکھی اور تفہیم حاصل کیا اور ان کے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں۔“

جس طرح حضرت ابن مسعود رسول اکرم ﷺ کے علوم، اعمال، اخلاق و عادات کا نمونہ تھے اسی طرح ان امور میں علقمہ ابن مسعود کا نمونہ تھے، تہذیب التہذیب میں امشی سے نقل ہے کہ۔

”عمارہ سے ابو معمر نے کہا، مجھے ایسے شخص کے پاس لے چلو جو اخلاق، عادات و اعمال میں ابن مسعود کا نمونہ ہو، تو عمارہ آئشے اور ان کو لے کر علقمہ کی مجلس میں جا بیٹھے۔
ابوالمشنی نے فرمایا کہ۔

”جس نے عبد اللہ بن مسعود کو وہ علقمہ کو دیکھ لے، ان دونوں میں کچھ فرق نہیں۔“

علقمہ فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت ابن مسعود نے ان کو مندرجہ ذیل الفاظ میں سند فضیلت عطا کی۔

”میں نے جو کچھ پڑھا اور مجھے آتا ہے وہ سب علقمہ پڑھ چکے اور ان کو آگیا ہے۔“

پہلے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود صحابہ میں سب سے زیادہ قرآن و حدیث کے عالم تھے اور انہوں نے اپنے تمام علوم علقمہ کو ودیعت فرمائے تو ظاہر ہے کہ تابعین میں علقمہ سے زیادہ قرآن و حدیث کا عالم نہ تھا، علقمہ سے کتب احادیث میں ہزاروں احادیث مروی ہیں۔

۳-حضرت ابراہیم نجعی (فقیہ عراق)

ولادت ۵۵ھ وفات ۹۶ھ چند صحابہ کرام کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے، فن حدیث کے امام ہیں اور اس قدر کمال و تبحر حاصل تھا کہ ”صیر فی الحدیث“ کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ ان کی علمی عظمت و جلال کا رب سلاطین جیسا تھا، حالانکہ وہ شہرت سے بہت بچت تھے، درس میں بھی ممتاز جگہ نہ بیٹھتے تھے، خلاصۃ التہذیب کے حاشیہ میں ابن شعیب سے نقل ہے کہ بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام میں ابراہیم سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا، ابن سیرین اور حسن بصری بھی علم میں ان سے زیادہ نہ تھے۔

ان کے انتقال پر علامہ شعیؒ نے فرمایا تھا کہ ”انہوں نے اپنے بعد کسی کو اپنے سے زیادہ عالم نہیں چھوڑا“، کوفہ میں بعہدہ افتاء ممتاز تھے اور حضرت علقمہ کے افضل ترین شاگرد تھے، ان کی جگہ یہی منصب علم پر بیٹھے۔

تہذیب التہذیب میں ابوالمشنی سے نقل ہے کہ ”علقمہ ابن مسعود کے فضل و کمال اور اعمال کا نمونہ ہیں اور ابراہیم نجعی تمام علوم میں علقمہ کا نمونہ ہیں، ان کی وفات کے وقت امام عظیمؒ کی عمر ۲۶ سال تھی، امام صاحب نے ان سے بھی روایت کی ہے، امام صاحب کے سال ولادت میں اختلاف ہے، علامہ کوثری نے کو ترجیح دی ہے۔“

۴-حماد بن ابی سلیمان (فقیہ عراق)

خادم خاص رسول اکرم ﷺ حضرت انسؓ اور کبار محدثین زید بن وہب، سعید بن جبیر، سعید بن الحمیب، عکرمه، ابو دائل، حسن

بصری، عبدالرحمن بن بریدہ، عبدالرحمن بن سعید اور علامہ شعیؒ سے روایت کی اور ان کے بھی بڑے بڑے محدثین عاصم، شعبہ، ثوری، حماد بن سلمہ، مسر بن کدام اور ہشام جیسے ائمہ فن شاگرد ہیں۔

امام بخاری و مسلم نے بھی ان سے روایت کی ہے اور سنن اربعہ میں تو بکثرت ان کی روایات ہیں، حضرت ابراہیم بن حنفی کے تمام شاگردوں سے افقہ ہیں۔ (نخ، تہذیب، ونیل الفرقہ دین ص ۸۰)

تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ابراہیم کی حدیثوں کا حماد سے زیادہ کوئی واقف نہ تھا، چنانچہ ابراہیم کے بعد ان کی مندرجہ تعلیم پر بھی وہی بٹھائے گئے اور فقیہ العراق مشہور ہوئے (وفات ۱۲۰ھ)

۵- عامر بن شراحیل الشعیؒ (علامہ التابعین)

ولادت ۳۰ھ وفات ۱۰۷ھ ان کو پانچ سو صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل ہے، عاصم کہتے ہیں کہ کوفہ، بصرہ، جماز میں شعیؒ سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا خود فرمایا کرتے تھے کہ بیس سال سے آج تک کوئی روایت کسی محدث سے ایسی نہیں سنی کا مجھے علم نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابی نے ایک بار شعیؒ کو مغازی کا درس دیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تمام محدثین سے اور مجھے سے بھی زیادہ یہ مغازی کو جانتے ہیں، یہ صحابہؓ کے سامنے درس دیتے تھے اور صحابہؓ بھی شریک درس ہوتے تھے۔

ابومجاز نے کہا کہ "حضرت سعید بن المسیب مفتی مدینہ، عطاء محدث مکہ، حسن بصری وابن سیرین محدث بصرہ سب کو میں نے دیکھا مگر شعیؒ کو ان سب سے زیادہ افقہ پایا۔

ابن عینینہ محدث کہا کرتے تھے کہ ابن عباس، شعیؒ، سفیان ثوری اپنے وقت میں بے مثل ہوئے ہیں، ابوحاتم کہا کرتے تھے کہ شعیؒ تمام علوم میں بے نظیر ہیں، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے ان کو قاضی مقرر کیا تھا۔

سب سے پہلے علامہ شعیؒ نے ہی امام اعظمؓ کی غیر معمولی صلاحیتوں کو انداز کر کے ان کو علم حاصل کرنے کا شوق دلایا تھا اور امام صاحبؓ برسوں کے ان کے حلقو درس میں شریک رہے، اسی لئے امام صاحبؓ کے بڑے شیوخ میں ان کا شمار ہے۔

امام صاحبؓ نے دس سال حضرت حماد کی خدمت میں رہ کر فدق کی تخلیقی کی اور در درسے بزرگوں سے بھی استفادہ کیا اس کے بعد حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے احادیث نہ سنی ہوں، ابوالحسن شافعی نے امام صاحبؓ کے شیوخ حدیث کے نام گنائے ہیں جن میں سے ۹۳ کوفہ کے ساکن یا نزیل کوفہ تھے، جن میں سے امام شعیؒ کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور چند دوسرے حسب ذیل ہیں۔

۶- سلمہ بن کہمیل

مشہور محدث و تابعی تھے، سفیان (استاد امام شافعی) نے فرمایا کہ سلمہ ایک رکن ہیں ارکان میں سے، ابن مہدی کا قول ہے کہ کوفہ میں چار شخص سب سے زیادہ صحیح الروایت تھے، منصور، سلمہ، عمرو بن مرہ، ابو حصین۔

۷- سلیمان بن مهران ابو محمد الاعمش الکوفی

کوفہ کے جلیل القدر محدث و فقیہ تابعی تھے، باوجود یہ کہ امام صاحبؓ کے اساتذہ کے طبقہ میں تھے اور امام صاحبؓ نے ان سے روایات بھی کی ہیں مگر امام صاحبؓ کے تفہم و اجتہاد کے بڑے مدار تھے۔

ایک بار امام صاحب بھی آپ کی مجلس میں تھے، کسی نے سوال کیا تو آپ نے امام صاحب ہی کو جواب کے لئے ارشاد فرمایا، امام صاحب نے جواب دیا تو اس کو بہت پسند فرمایا اور پوچھا کہ یہ جواب آپ نے کس دلیل سے دیا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ فلاں حدیث سے جو آپ ہی سے میں نے سنی ہے، امام اعمش اس پر بہت متحیر ہوئے اور فرمایا کہ ”اے گروہ فقہا! واقعی ہم لوگ تو صرف دوا فروش ہیں اور تم طبیب ہو۔“ (عodonabjoharulmadrise)

ای طرح کا واقعہ امام اعمش ہی کا امام ابو یوسف کے ساتھ بھی پیش آیا تھا کہ امام اعمش نے فرمایا تھا کہ یہ حدیث مجھ کو اس وقت سے یاد ہے کہ تمہاری پیدائش کے آثار بھی نہ تھے لیکن اس کے معانی پر آج تنہب ہوا، پیشک ہم لوگ دوا فروش ہیں اور آپ لوگ اطباء ہیں۔

یعنی دوا فروش تو دواوں کے نام اور ان کے اچھے برے اقسام وغیرہ سب جانتا پہچانتا ہے لیکن طبیب نہ صرف ان چیزوں کا عالم ہوتا ہے بلکہ وہ ان کے خواص تاثرات اور طریق استعمال وغیرہ کو بھی جانتا ہے۔

امام اعمش کی ولادت باختلاف روایت ۵۹ھ/۶۱ھ میں ہوئی اور وفات میں بھی تین قول ہیں ۵۷ھ، ۵۸ھ اور ۵۹ھ والدعا علم۔

ان ہی اعمش سے منقول ہے کہ ابراہیم بن حنفی (استاذ استاذ الامام الاعظم) کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ابراہیم کے سامنے جب بھی حدیث پیش کی تو اس کا علم ضرور ان کے پاس پایا اور اعمش ان کو حدیث کا صیر فی (کھرا کھونا پہچاننے والے) کہا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اسی لئے میں جب کسی سے حدیث سنتا ہوں تو ابراہیم پر ضرور پیش کرتا ہوں (تاکہ ان کی صحت کے بارے میں اطمینان کرلوں، نیز اعمش فرمایا کرتے تھے کہ جو حدیث فقہاء میں دائرہ سائز ہو وہ اس سے بہتر ہے جو شیوخ (محمد ثین رواۃ) میں دائرہ سائز ہو۔

حسب تصریح ابن عبدالبری التمہید اہل نقد ابراہیم بن حنفی کے مراہل کو صحیح احادیث کے درجہ میں سمجھتے تھے بلکہ ان کے مراہل کو اپنے مسانید پر بھی ترجیح دیتے تھے۔

ایسے ہی اسمعیل بن ابی خالد کا قول ہے کہ امام شعبی، ابو الحسن، ابراہیم اور ہمارے دوسرے شیوخ مسجد میں جمع ہو کر حدیث کا نماز کرہ کرتے تھے جب ان کے پاس کوئی ایسا مسئلہ آ جاتا تھا جس کو وہ حل نہ کر سکتے تھے تو ابراہیم بن حنفی کی طرف محول کر دیا کرتے تھے کہ ان سے معلوم کرو اور امام شعبی نے فرمایا کہ ابراہیم نے فقہی گھرانے میں تعلیم و تربیت پائی ہے، اس لئے فقہ تو ان کے گھر کی چیز تھی، پھر ہمارے پاس پہنچ تو ہمارے پاس کی تمام اعلیٰ درجہ کی احادیث لے کر اپنے حاصل کردہ فقہ کے ساتھ ملا لیں۔

حضرت سعید بن جبیر علیہ حدیثی سوال کرنے والوں سے فرمایا کرتے تھے کہ حیرت کی بات ہے کہ تم مجھ سے سوالات کرتے ہو حالانکہ تمہارے پاس ابراہیم بن حنفی موجود ہیں، امام اعمش یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ ابراہیم کبھی کوئی بات اپنی رائے سے نہیں کہتے تھے، معلوم ہوا کہ ابراہیم بن حنفی سے جتنے فقہی اقوال نقل کئے جاتے ہیں، خواودہ امام ابو یوسف کی کتاب الآثار میں ہوں یا امام محمد بن حنفی کی کتاب الآثار میں یا ابن ابی شیبہ کی مصنف میں وہ سب آثار مرفوعہ کے حکم میں ہیں۔

روایت و درایت

حق یہ ہے کہ ابراہیم بن حنفی روایت بھی کرتے تھے اور درایت سے بھی کام لیتے تھے جب وہ روایت کرتے تھے تو علم حدیث کے امام بلکہ جنت تھے اور جب اجتہاد و استنباط کرتے تھے تو وہ ایسے دریائے صافی تھے کہ اس میں شابہ تکدر نہ تھا کیونکہ تمام اساب و شرائط اجتہاد ان میں موجود تھے۔ اسی لئے حسب روایت ابی نعیم وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ”نہ کوئی رائے بغیر حدیث کے مستقیم ہے اور نہ کوئی حدیث بغیر رائے کے۔“

اور یہی بہترین طریقہ ہے حدیث و رائے کو جمع کرنے کا، خطیب نے بھی الفقیہ والمتفقہ میں ابراہیم بن حنفی کا قول نقل کیا ہے کہ جب حدیث صریح مل جاتی ہے تو اس سے مسائل کا جواب دیتا ہوں اور جب حدیث نہیں ملتی تو میں دوسری احادیث کی روشنی میں قیاس کر کے

جواب دیتا ہوں، غرض یہ ہے۔

شیخ حماد: یہی امام جلیل ابراہیم صحیح تھے جن سے حدیث و فقہ حماد بن ابی سلیمان نے حاصل کیا اور ان کے جانشین ہوئے۔

امام عظیم: امام عظیم ان حماد سے حدیث و فقہ کا علم حاصل کر کے ان کے جانشین ہوئے، خود شیخ حماد کی موجودگی تسلیم صاحب کا طرز یہ تھا کہ جب کوئی آکر سوال کرتا تو جواب دیتے پھر فرماتے کہ ٹھیرو! میں آتا ہو، حماد کی خدمت میں جاتے اور فرماتے گی میں۔ ایسے شخص کو اس طرح جواب دیا ہے، آپ کیا فرماتے ہیں؟ شیخ حماد فرماتے کہ ہمیں اس بارے میں حدیث اس طرح پہنچی ہے، ہمارے اسی کا قول اس طرح ہے، ابراہیم کا قول یہ ہے، امام صاحب دریافت کرتے کہ کیا میں آپ سے اس حدیث کی روایت کر دوں؟ حماد فرماتے کہ ہاں۔

اللہ اکبر! یہ تھا امام عظیم کا دروغ و تقویٰ اور اختیاط کس طرح ایک ایک مسئلہ کی تحقیق اپنے شیخ سے کرتے تھے اور حدیث کو روایت کرنے کی اجازت لیتے تھے، حدیث کی عظمت و قدر ان کے اور ان کے شیوخ کے دلوں میں کس قدر تھی! کہنے والوں نے امام عظیم کو کیا کچھ نہیں کہا مگر واقعات و حقائق پر پوری طرح نظر رکھنے والے بھی وہ جھوٹی باتیں امام صاحب کی طرف منسوب نہیں کر سکتے جو امام صاحب کے دشمنوں اور حاسدوں نے کہی ہیں۔

امام صاحب اس طرح مسئلہ کی تحقیق کرنے کے بعد باہر آکر پھر اس سائل کا مزید اطمینان کر دیا کرتے تھے، پھر اس طرح سے حاصل کئے ہوئے علم میں جو خیر و برکت تھی وہ بھی سب نے دیکھ لی۔

تفقه و تحدیث

ابن عدی نے کامل میں بطریق یحییٰ بن معین نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ شیخ حماد نے فرمایا ”میں قادہ، طاؤس اور مجاهد سے ملا ہوں، تمہارے پچھے ان سے زیادہ علم رکھتے ہیں، بلکہ بچوں کے پچھے بھی زیادہ علم والے ہیں، اور یہ انہوں نے کسی شیخ یا بڑائی سے نہیں کہا، بلکہ بطور تحدیث نعمت کہا اور اس وجہ سے کہا کہ اس زمانہ کے بعض اہل حدیث جن کو فقہ سے مناسبت نہ تھی فدق پر بے جا تقدیم کرتے تھے، مسجد کوفہ میں بینہ کر غلط فتویٰ دیتے تھے اور ساتھ ہی بطور علیٰ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ شاہد یہاں کے کچھ پچھے ان سائل میں ہماری مخالفت کریں گے، بچوں سے ان کی مراد وہ طلباء و تلامذہ ہوتے تھے جو ابتدائی تعلیم حاصل کرتے ہیں، پھر تصریح ابن عدی مقول ہے کہ ابراہیم سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس سے تحقیق سائل کریں؟ تو فرمایا حماد سے۔

شیخ حماد کی جانشینی

عقلی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ابراہیم کی وفات کے بعد پانچ اشخاص نے مل کر چالیس ہزار روپے جمع کئے، ان میں ایک امام ابو حنیفہ بھی تھے اور یہ رقم لے کر حکم بن عقبہ کے پاس گئے کہ آپ ہماری جماعت کی سرپرستی کریں اور یہ رقم اپنے پاس رکھیں (غالباً اس رقم سے جماعت اہل علم کی ضروریات کا تکفل پیش نظر ہو گا)، انہوں نے انکار کیا تو شیخ حماد کی خدمت میں پہنچے انہوں نے اس خدمت کو قبول فرمالیا۔

کوفہ کے محمد شین و فقهاء

علامہ محدث رامہر مزی نے ”الفاصل“ میں حضرت انس بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ میں کوفہ پہنچا تو دیکھا کہ ہاں چار ہزار طلباء تھیں اور علم حدیث کر رہے تھے اور چار سو فقہاء تھے، سوا کوفہ کے کون سا شہر بلا دا اسلامیہ کے شہروں میں سے ایسا تھا جس میں اتنی بڑی تعداد محمد شین و فقہاء کی بیک وقت موجود رہی ہو۔

رامہر مزی نے یہ بھی فرمایا کہ حافظ عفان محدث نے بتایا کہ دوسری جگہوں پر روایت حدیث کا طریقہ ایسا تھا کہ ایک محدث کے پاس سے جو احادیث ملتی تھیں وہ دوسرے کے پاس نہیں ملتی تھیں مگر کوفہ پہنچ کر ہم نے چار ماہ رہ کر پچاس ہزار احادیث لکھیں اور ہم چاہتے تو ایک لاکھ بھی لکھ کر تھے مگر ہم نے ہر محدث سے دہی حدیثیں لیں جن کی تلقی بالقول عام طور سے امت میں ہو چکی تھی بجز شریک کے کافی ہوں نے ہماری اس خواہش کی رعایت نہیں کی۔

خیال کیجئے کہ اتنی سخت شرط کے ساتھ اتنی بڑی مقدار میں منداحمد میں کہ اتنی زیادہ نہیں ہیں، صرف چار ماہ کے اندر احادیث مشہورہ متعلقہ بالقبول کا بآسانی جمع کر لینا مرکز علم کوفہ کی کتنی بڑی فضیلت و خصوصیت ہے۔

امام بخاری اور کوفہ

غالباً اسی وجہ سے امام بخاری نے فرمایا تھا کہ میں تحصیل علم حدیث کے لئے کوفہ میں اتنی مرتبہ آیا گیا ہوں کہ ان کا شمار نہیں کر سکتا۔ یہ عفان بن مسلم الانصاری البصری، امام بخاری اور امام احمد وغیرہ کے استاذ ہیں، یہ روایت حدیث میں اس قدر محتاج تھے کہ ابن المدینی فرمایا کرتے تھے کہ کسی حدیث کے ایک حرفاً میں بنی ان کو شک ہو جاتا تو اس کی روایت نہیں کرتے تھے (تقدیم نصب الرای لکوثری) جس مرکز علمی سے ایسی سخت شرطوں کے ساتھ محتاج محدثین نے احادیث جمع کی ہوں اور امام بخاری ایسے جلیل القدر امام حدیث نے بھی سب سے زیادہ اسی شہر سے علمی استفادہ کیا ہو، اس شہر میں امام اعظم اور ان کے اصحاب و تلامذہ کے پاس کیسے کیسے بیش قیمت حدیثی ذخیرہ ہوں گے جن کی ساری عمر میں بس رہوں گیں۔

امام صاحب اور محمد شین کی مالی سرپرستی

امام صاحب کو جماعت اہل علم کی مالی سرپرستی کا بھی ابتداء سے ہی کس قدر خیال تھا کہ بڑی بڑی رقوم جمع کرتے تاکہ محدثین و فقهاء پورے فراغ و اطمینان سے صرف تحصیل حدیث و فقہ کی طرف متوجہ رہیں، یہ ابتداء حال کا حوالہ میں نے اس لئے دیا کہ بعد کو جب امام صاحب خود ایک امام الائمه اور سید الفقهاء بنے تو اس وقت تو انہوں نے اہل علم کی وہ مالی خدمات کی ہیں کہ اس کی نظر بھی مشکل سے ملے گی، امام صاحب کے حالات میں شائدان کے ذکر کا موقع بھی آئے گا۔

کثرت محدثین و قلت فقهاء

ایک اہم چیز قابل لحاظ یہاں یہ بھی ہے کہ سب جانتے ہیں کہ صحابہؓ کے دور میں صرف محدثین تو ہزار اس ہزار تھے لیکن فقہاء صاحبہ صرف چند ہی تھے جن کو آپ چاہیں تو انگلیوں پر گن لیں۔

اسی طرح آپ نے ابھی پڑھا کہ مرکز علمی کوفہ میں بھی تعداد فقهاء کی نسبت محدثین کے بہت کم ہے حالانکہ حضرت علیؓ و عبد اللہ ابن مسعودؓ کی وجہ سے وہ خاص طور سے فقة کا مرکز بننا ہوا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقیہہ کی مہم بہت شاق اور فقہ کا علم سب سے زیادہ دشوار ہے اور جن حضرات نے فقہ کو سہل و آسان قرار دیا وہ درست نہیں، پھر جن حضرت نے فقہ و حدیث دونوں میں کمال حاصل کیا ان کا مرتبہ سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔

واقعہ امام احمد رحمہ اللہ

علامہ سیوطی نے ”دریب“ میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے امام احمد گولامت کی کہ آپ سفیان بن عینہ کو چھوڑ کر امام شافعی کی مجلس

میں کیوں جاتے ہیں؟ امام احمد نے اس کو کیا اچھا جواب دیا، سنئے ! فرمایا۔

”خاموش رہو! تم نہیں سمجھتے کہ اگر تمہیں کوئی حدیث اور نجی سند سے کسی بڑے محدث کے پاس بینچ کرنے ملی تو وہی حدیث کسی قدر نزول کے ساتھ دوسرے محدث سے مل جائے گی، اس سے کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا! لیکن اگر تم اس جوان (امام شافعی) کی عقل و فہم سے فائدہ ناٹھا سکتے تو اس کا تدارک کسی دوسری جگہ سے ہرگز نہ ہو سکے گا۔“

واقعہ والد شیخ قابوس

رامہر مزی نے ”الفاصل“ میں قابوس سے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو چھوڑ کر علقہ کے پاس کیوں جایا کرتے ہیں؟ فرمایا ”بات یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ خود رسول اکرم ﷺ کے صحابہ ان کے پاس مسائل کی تحقیق کے لئے آتے ہیں۔“ ان کے علاوہ کوفہ میں ۳۲ حضرات فقہاء تابعین اور بھی ایسے موجود تھے جو صحابہ کی موجودگی میں ”ارباب فتویٰ“ سمجھے جاتے تھے، قاضی شریع کو خود حضرت علی ﷺ نے ”قضی العرب“ کا خطاب مرحمت فرمایا تھا، یہ بات اور ہے کہ آگے چل کر امام عظیمؒ کے تفقہ کے سامنے ان کے تفقہ کا رنگ بھی پھیکا پڑ گیا تھا اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ قاضی شریع کی توثیق و توصیف اگر حضرت علیؓ نے فرمائی تھی تو امام عظیمؒ کے تفقہ یا علمی و دینی بصیرت کی شہادت بطور بشارت و پیشگوئی سید الانبیاء رحمت دو عالم ﷺ نے دی تھی۔

دین و رائے

درحقیقت دین و رائے کو جمع کرنا، ہی سب سے برا فقہاء محدثین کا کمال تھا لیکن اس کمال کے لئے بہت بڑی عقل و بحث کی ضرورت ہے من یہ د اللہ بہ خیر ایفقةہ فی الدین سے اسی دین و رائے کے جمع کرنے کی استعداد و صلاحیت کی طرف اشارہ ہے۔

واقعہ سفر شام حضرت عمرؓ

حضرت عمرؓ کے سفر شام کے مشہور واقعہ کو یاد کیجئے، شام کے قریب پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں وباء پھیلی ہوئی ہے، رک جاتے ہیں، آگے قدم نہیں بڑھاتے، اپنے رفقاء سے شہر میں داخل ہونے کے بارے میں مشورہ کرتے ہیں اور پھر قطعی فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اسی جگہ سے مدینہ طیبہ کو واپس ہو جائیں۔

گورنر شام حضرت ابو عبیدہ (جلیل القدر صحابی) متاخر ہو کر حضرت عمرؓ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ خدا کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ جواب میں فرماتے ہیں کہ ہاں! ہم خدا کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں، پھر مثال سے سمجھایا کہ اگر ایک زمین خشک ہو اور دوسری سر بزر تو چرہ اپنے جانور اگر بجائے خشک زمین کے سر بزر میں میں چڑائے گا تو کیا تم اس کے اس عمل کو خدا کی تقدیر سے بھاگنا کہو گے؟ جس طرح وہ تقدیر سے بھاگنا نہیں، یہ بھی نہیں۔

فقیہ کا منصب

یہ حضرت عمرؓ کی اپنی فرات و فقاہت تھی، جس میں ان کا مرتبہ حضرت ابو عبیدہ جیسے ہزاروں صحابیوں سے بڑھا ہوا تھا، ایسے فیصلوں کو کسی ایک حدیث و اثر کے خلاف بظاہر سمجھا جاتا ہے یا باور کرایا جا سکتا ہے مگر درحقیقت ان فیصلوں کے پیچے کتاب و متن کی دوسری تصریحات و اشارات ہوتے ہیں، جن پر ہر ایک کی نظر نہیں جاتی، یہ صرف فقیہ ہی کا کام ہے کہ وہ تمام جواب کو مستحضر رکھتا ہے اور حقائق و معانی سے اس کی نظر کسی وقت نہیں ہٹتی۔

ایے ہی موقع میں جب بھی امام عظیم کے کسی فیصلہ پر اس زمانہ کے اہل حدیث تنقید کرتے تھے تو حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک[ؓ] (جو امام بخاری کے کبار شیوخ میں ہیں) فرمایا کرتے تھے کہ "اس جگہ امام ابوحنیفہ کی رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تشریع کہو"۔ یعنی جس کو تم امام کی ذاتی رائے سمجھ کر اعتراض کر رہے ہو وہ درحقیقت ان کی اپنی رائے نہیں بلکہ حدیث کے معنی، مراد اور شرح یہی ہے۔

۸- ابو سحاق سبعی

کبار تابعین سے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس[ؓ]، عبداللہ بن عمر[ؓ] اور بہت سے صحابہ سے جن کے نام علماء نوادری نے تہذیب الاسماء میں لکھے ہیں) احادیث سنیں، عجلی نے کہا کہ ۳۰ صحابہ سے بالمشافہ روایت کرتے تھے، علی بن المدینی (استاد بخاری[ؓ]) کا قول ہے کہ ابو سحاق کے شیوخ الحدیث کم و بیش تین سو تھے۔

۹- سماک بن حرب

بڑے محدث اور تابعی تھی، حضرت سفیان ثوری نے کہا کہ سماک نے حدیث میں کبھی غلطی نہیں کی، خود سماک نے فرمایا کہ میں ۸۰ صحابہ سے ملا ہوں۔

۱۰- ہشام بن عروہ

مشہور تابعی تھے، بہت سے صحابہ سے روایت کرتے تھے، بڑے بڑے ائمہ حدیث مثل سفیان ثوری، امام مالک، سفیان بن عینہ ان کے شاگرد تھے، ابن سعد نے ثقہ کشیر الحدیث کہا، ابو حاتم نے امام حدیث۔

بصرہ

کوفہ کے بعد امام صاحب نے بصرہ کا رخ کیا اور قادہ سے حدیث حاصل کی جو بہت بڑے محدث اور مشہور تابعی تھے، عقود الجمان میں ہے کہ امام صاحب نے شعبہ سے روایت کی اور انہوں نے اپنے سامنے ہی امام صاحب کو فتویٰ و روایت کی اجازت بھی دیدی تھی۔

۱۱- قادہ

حضرت قادہ نے حضرت انس بن مالک[ؓ]، عبداللہ بن سرجیس[ؓ]، ابو لطفیل وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کی۔

۱۲- شعبہ (متوفی ۱۶۰ھ)

بڑے مرتبہ کے محدث تھے، سفیان ثوری نے ان کو فن حدیث میں امیر المؤمنین مانا ہے، امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ شہنشہ ہوتے تو عراق میں حدیث کاررواج نہ ہوتا، حضرت شعبہ امام صاحب[ؓ] کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے اور عالمگیر تعریف و توصیف کیا کرتے تھے۔ ایک روز فرمایا۔ جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے، اسی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہ ہم نشین ہیں، یعنی بن معمین سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا ابوحنیفہ کے بارے میں کیا خیال ہے، فرمایا کہ اس قدر کافی ہے کہ شعبہ نے ان کو حدیث و روایت کی اجازت دی، اور شعبہ اخیر شعبہ ہی ہیں۔ (عقود الجمان)

بصرہ کے دوسرے شیوخ عبدالکریم، ابو امیہ اور عاصم بن سلیمان الاحوال وغیرہ سے بھی امام صاحب نے احادیث سنیں۔

مکہ معظیمہ

بصرہ کے بعد امام صاحب[ؓ] نے تکمیل علم حدیث کے لئے مکہ معظیمہ کے شیوخ حدیث سے استفادہ کیا۔

۱۳- عطاء بن ابی رباح

مشہور تابعی اور مکہ معظمہ کے متاز ترین محدث تھے، اکابر صحابہ نے استفادہ علوم کیا اور درج اجتہاد کو پہنچ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں دوسرا صاحب رسول اللہ ﷺ سے ملا ہو، عطاء ۱۵ تک زندہ رہے اور امام صاحب جب بھی مکہ معظمہ حاضر ہوتے تھے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ فرماتے تھے۔

۱۴- عکرمہ

عطاء کے علاوہ امام صاحبؓ نے مکہ معظمہ کے دوسرے محدثین سے بھی حدیث حاصل کی جن میں سے حضرت عکرمہ (شاگرد حضرت عبد اللہ بن عباس) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جنہوں نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبد اللہ بن عمر وغیرہ صحابہ سے علم حدیث حاصل کیا تھا اور کم و بیش ستر مشہور تابعین تفسیر و حدیث میں ان کے شاگرو ہیں۔

مدبیسۃ الرسول ﷺ

مکہ معظمہ کے بعد امام صاحبؓ نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا اور وہاں کے شیوخ سے استفادہ فرمایا، مختصر حالات ان شیوخ کے ملاحظہ کیجئے۔

۱۵- سلیمان

امام صاحبؓ نے تحصیل حدیث میں علماء و محدثین مدینہ طیبہ سے بھی استفادہ کیا جن میں سے ایک حضرت سلیمان تھے جو ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے غلام تھے اور مدینہ طیبہ کے مشہور فقہائے سبعہ میں سے تھے۔

۱۶- سالم

دوسرے حضرت سالم امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے تھے، یہ بھی وہاں اس وقت علم فقه و حدیث اور مسائل شرعیہ میں مرجع عام و خاص تھے۔

شام

ملک شام کے مشہور و معروف امام حدیث و فقہاء اوزاعی سے بھی امام صاحبؓ مکہ معظمہ میں طے ہیں اور دونوں میں علمی مذاکرات جاری رہے ہیں، حضرت عبد اللہ بن مبارک (تمییز خاص امام اعظمؐ) کا بیان ہے کہ میں امام اوزاعی کی خدمت میں شام حاضر ہوا تو انہوں نے ہی ہی ملاقات میں دریافت کیا کہ کوفہ میں ابوحنیفہ گون ہیں جو دین میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے، اس پر میں خاموش رہا اور امام اوزاعی کو امام صاحبؓ کے خاص خاص مشکل استنباطی مسائل سناتا رہا اور جب پوچھتے کہ یہ کس کی تحقیق ہے تو کہتا کہ عراق کے ایک عالم ہیں وہ کہتے کہ وہ تو بڑے فقیہ معلوم ہوتے ہیں۔

ایک روز کچھ لکھے ہوئے اجزاء لے گیا جن میں امام صاحبؓ کے ملفوظات قیمه تھے اور سر نامہ پر ہی قال نعمان بن ثابت تحریر تھا، غور سے پڑھا، پھر پوچھا کہ یہ نعمان کون بزرگ ہیں؟

میں نے کہا کہ عراق کے ایک شیخ ہیں جن کی صحبت میں میں رہا ہوں، فرمایا کہ یہ بڑے پایہ کا شخص ہے، میں نے کہا کہ یہ ابوحنیفہ ہیں جن کو آپ مبتدع بتلاتے تھے، امام اوزاعی کو اپنی غلطی پر افسوس ہوا اور جب حج کے لئے گئے تو امام صاحبؓ سے ملاقات ہوئی اور ان ہی مسائل مہمہ کا ذکر آیا اور امام صاحبؓ نے اس خوبی سے تقریر فرمائی کہ امام اوزاعی حیران رہ گئے اور امام صاحبؓ کے جانے کے بعد مجھ سے کہا کہ۔ ”اس شخص کے کمال نے اس کو لوگوں کی نظر میں محسوس بنا دیا ہے، بے شبه میری بدگمانی غلط تھی جس کا مجھے افسوس ہے۔“ معلوم ہوتا ہے کہ امام

او زائی اور امام صاحب کے درمیان مذاکراتی افادہ کا تعلق رہا ہے۔

یہاں چند شیوخ کے اسماء گرامی ہم نے ذکر کر دیئے ہیں ورنہ امام صاحبؒ کے شیوخ حدیث کثیر تھے، امام ابو حفظ بیرون (تمیذ امام محمد و شیخ امام بخاری نے تو دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحب نے کم سے کم چار ہزار اشخاص سے احادیث روایت کی ہیں صرف شیخ حماہ ہی سے دو ہزار حدیث کی روایت منقول ہے۔

علامہ ذہبی نے بھی تذکرۃ الحفاظ میں شیوخ کے نام گناہ کر آخر میں ”خلق کثیر“ لکھا ہے اور حافظ ابوالحسن شافعی نے عقود الجمان میں کئی سو حضرات شیوخ کے نام بقید نسب لکھے ہیں۔

خاص بات قابل ذکر یہ بھی ہے کہ امام صاحب کے اساتذہ اکثر تابعین ہیں اور رسول اکرم ﷺ تک صرف ایک واسطہ ہے، یادہ لوگ ہیں جو مدت تک بڑے بڑے تابعین کی صحبت میں رہے تھے اور علم و فضل، دیانت و پرہیز گاری کے اعلیٰ نمونہ خیال کئے جاتے تھے، ان دو قسموں کے سوا بہت کم ہیں۔

امام اعظمؐ کے پاس ذخیرہ حدیث

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ”شرح سفر السعادت“ میں لکھا ہے کہ امام صاحب کے پاس بہت سے صندوق تھے جن میں احادیث مسموعہ کا ذخیرہ محفوظ تھا اور آپ نے تین سوتا بعین سے علم حاصل کیا اور کل اساتذہ حدیث آپ کے چار ہزار تھے، جن کو کچھ لوگوں نے بحروف تجھی جمع کیا ہے، حافظ ابن حجر وغیرہ انہے شافعیہ نے بھی اسی تعداد کو ذکر کیا ہے، مندرجہ ذیل میں بھی سیف الانہ سائلی سے بھی تعداد نقش کی گئی ہے۔

خاص کوفہ ہی جو امام اعظم کا مولد و مسکن تھا، اس میں ایک ہزار سے زیادہ صحابہ تو طبقات ابن سعد وغیرہ میں بھی مذکور ہیں لیکن ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ قدس سرہ درس بخاری شریف میں فرمایا کرتے تھے کہ وہاں کئی ہزار صحابہ پہنچے ہیں۔

اسی لئے عفان بن مسلم نے کوفہ میں صرف چار ماہ اقامت کر کے پچاس ہزار حدیثیں لکھ لیں اور وہ بھی ایسی جو جمہور کے نزدیک مسلم و مقبول تھیں، یہ بات کوفہ کے سوا دوسری کسی جگہ کو خود انہی کے قول سے حاصل نہیں تھی، جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہی اور یہی وجہ ہے کہ تمام اکابر انہے و حفاظ حدیث کو طلب حدیث کے لئے کوفہ کا سفر کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔

رجال کی کتابیں دیکھئے تو ہزاروں راوی کوفہ ہی کے ملیں گے جن کی روایت سے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسری کتب صحاح بھری ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اپنی کتب صحاح میں تعامل سلف کے ساتھ اہل کوفہ کا تعامل بھی بڑی اہمیت سے نقش کیا ہے یہاں تک کہ امام ترمذی نے احکام فقہی کا کوئی باب کم چھوڑا ہے، جہاں اعتماء کے ساتھ اہل کوفہ کا نہ ہب نقش کیا ہو اور اہل کوفہ کو ”علم بمعانی الحدیث“ اور ”اہل علم“ کے خطابات سے بھی نوازا ہے۔

یہ بات اس لئے اور زیادہ اہم ہو جاتی ہے کہ امام ترمذی، امام بخاری کے شاگرد رشید ہیں، ان سے ترمذی میں نقش حدیث بھی کرتے ہیں، باوجود اس کے جب مسائل و احکام میں دوسرے انہے کے مذاہب نقل کرتے ہیں تو امام بخاری کا مذہب نقش نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کو مجتہد مطلق مانے کو وہ بھی تیار نہ تھے، حالانکہ آجکل کے اہل حدیث امام بخاری کو مجتہد منوانے پر بڑا ذور صرف کرتے ہیں، ہم بھی امام بخاری کو مجتہد مانتے ہیں مگر مجتہدین کے مدارج و مراتب ہیں، امام او زاعی بھی مجتہد تھے بلکہ ان کا مذہب بھی تیسرا صدی کے وسط تک معمول پر ہا، اسی طرح اور بھی ہوئے ہیں، مگر جو اجتہاد کا مرتبہ عالیہ انہے اربعہ کو حاصل ہوا وہ دوسروں کو حاصل نہ ہو سکا اور ان میں سے

بھی جو منصب عالی امام اعظم کو نصیب ہوا، دوسروں کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی، امام صاحبؒ کا یہ تفوق اپنوں اور غیروں سب ہی میں تسلیم شدہ ہے اور اس کا انکار روز روشن میں آفتا ب عالم تاب کا انکار ہے جن لوگوں نے ایسا کیا ہے اس کا سبب محض حسد و عداوت یا امام صاحبؒ کے مدارک اجتہاد سے ناواقفیت ہے۔

علامہ شعرانی شافعی نے ”میزان کبریٰ“ میں حضرت سیدنا علی الخواص شافعی سے نقل کیا کہ امام اعظم ابوحنیفہؓ کے مدارک اجتہاد اس قدر دقیق ہیں کہ ان کو اول یاء اللہ میں سے بھی صرف اہل کشف و مشاہدہ اچھی طرح جان سکتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؓ وضو کے مستعمل پان میں گناہوں کا مشاہدہ کرتے تھے اور وضو کرنے والے کو تنبیہ فرمادیا کرتے تھے زنا، غیبت یا شرب وغیرہ سے توبہ کرے جس میں ہو بنتا ہوتا تھا۔

نیز فرمایا کہ اہل کشف وضو کے مستعمل پانی میں گناہوں کے اثرات اس طرح مشاہدہ کرتے ہیں جس طرح تھوڑے پانی میں نجاست غلیظہ پڑی ہو یا کتاب مردرا ہو جس کو سب لوگ ظاہر کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، اسی لئے امام ابوحنیفہؓ اور امام ابویوسف ماء مستعمل کو مکروہ فرماتے تھے اور انہوں نے اس کی تین قسمیں کردوی ہیں، ایک مثل نجاست غلیظہ کے جب کہ مکلف نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو، دوسری مثل نجاست متوسطہ جب کہ ارتکاب صغیرہ کیا ہو، تیسرا ظاہر غیر مطہر اس احتمال پر کہ اس نے کسی مکروہ کا ارتکاب کیا ہو۔

علامہ شعرانی نے فرمایا کہ میں نے یہ کر عرض گیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؓ اور امام ابویوسف اہل کشف و شہود میں سے تھے، انہوں نے فرمایا، ہاں یہی بات ہے امام ابوحنیفہؓ اور ان کے صاحب امام ابویوسف اکابر اہل کشف میں سے تھے اور اسی لئے وہ ماء مستعمل میں کباڑ، صغائر اور مکروہات کو الگ الگ ممتاز حالت میں مشاہدہ کرتے تھے، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ کاملۃ تامة۔

غرض یہ تھا امام اعظم کا مولد و مسکن اور علمی گھوارہ جس کی آنکھ میں رہ کر انہوں نے تربیت پائی اور مذکور الصدقۃ کے اکابر کے علوم ثبوت سے سیراب ہو کر انہوں نے اپنی ساری عمر خدمت حدیث و فقہ میں برسکی۔

ظاہر ہے کہ ایسی علمی و حدیثی سرزر میں کامحمدث اعظم اور فقیہہ معظم بھی اگر کتاب و سنت کا پورا پورا تبع نہیں ہوا تو اور کون ہو سکتا ہے، اس کے بعد امام احباب کے کسی قدر تفصیلی تعارف کے لئے ہم ان کے علمی و عملی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہیں تاکہ ”انوارالباری“ میں زیر بحث آنے والے فقیہی مسائل میں آپ کی عظمت و سیادت کی تصدیق ہو۔

و ما توفیقنا الا بالله علیہ تو کلنا والیہ انصب

فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَوْكَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الْثَّرَيَالَنَّالَهُ رَجُلٌ مِّنْ هُؤُلَاءِ عِنْدَ (ابن فضیل)

تذکرہ الشعاع

یعنی

امام الائمه، سراج الارame، حافظ حمدیت، الحجۃ البشّر سید الفقیہا و المجتهدین شیخ المحدثین
فقیہہ الملکت ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
کے علمی و عملی کمالات کا مرقع جمیل

إِنْ شَاءَ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

حالات امام اعظم

تاریخ ولادت وغیرہ

تاریخ خطیب اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں صحیح سے نقل ہے کہ امام صاحب کے پوتے اسماعیل نے کہا کہ میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان فارس کے ابناء احرار میں سے ہوں اور خدا کی قسم ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا، آپ کے آباء و اجداد و رؤسائے میں سے تھے، ان کے والد ثابت بڑے تاجر تھے، حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ان کے خاندان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ (تاریخ بغداد ابن جزلہ) ۷۰ھ میں پیدا ہوئے، سنہ ولادت میں اختلاف ہے علامہ کوثری نے ۷۰ھ کو قرآن و دلائل سے ترجیح دی ہے۔

۸۷ھ میں اپنے والد کے ساتھ حجج کو گئے وہاں حضرت عبداللہ بن الحارث صحابی سے ملے اور حدیث سنی۔

۹۶ھ میں پھر حجج کو گئے اور جو صحابہ زندہ تھے ان سے ملے۔

دریختار میں ہے کہ آپ نے میں ۲۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔

خلاصہ و اکمال فی اساماء الرجال میں ہے کہ چھیس ۲۶ صحابہ کو دیکھا ہے۔

سکونت: امام صاحبؐ کا وطن کوفہ حدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا کیونکہ کوفہ میں ہزاروں صحابہ مقیم رہے، طبقات ابن سعد میں ایک ہزار سے زیادہ فقہاء کوفہ کا ذکر ہے جن میں ڈیڑھ سو صحابہ ہیں، کوفہ میں تین سو صحابہؐ قریبیہت الرضوان میں شریک ہونے والے ہی تھے اور ستر بذری تھے۔ (طبقات ابن سعد)

امام احمد نے سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے کہ احکام حج کے لئے مکہ، قراءت کے لئے مدینہ اور حلال و حرام کے مسائل کے لئے کوفہ مرکز ہیں۔ (بیجم البلدان)

رسول اکرم ﷺ کے بعد علوم نبوت کے تین مرکز تھے، مکہ، مدینہ و کوفہ، مکہ کے صدر مدرس حضرت ابن عباس تھے، مدینہ کے حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت اور کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعود تھے۔ (اعلام الموقعین)

عبدالجبار بن عباس نے بیان کیا کہ میرے والد نے عطاء بن ابی رباح محدث کم معلمہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا کہ تمہارا مکان لہا ہے؟ کہا کوفہ! عطاء نے فرمایا تعجب ہے تم مجھ سے مسئلہ پوچھتے ہو، مکہ والوں نے تعلم کوفہ والوں سے حاصل کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

کوفہ میں چار ہزار سے زیادہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اور آٹھو سے زیادہ حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد تھے، غرض امام صاحبؐ

له تاریخ ابن خلکان ص ۲۶ ج ۲ میں ۲۱۷ھ اور ۸۰۷ھ و قول نقل کے ہیں، مندرجہ ذیل میں ص ۲۱ ج ۱۰۷ اور مجمع المصنفین ص ۹ ج ۲ میں بھی ۲۱۷ھ کی روایت نقل ہے جو حافظ حدیث حسن الخلال م ۳۲۹ میں ہے۔ (تمذکرة الحفاظات ص ۱۱۰ ج ۳ میں ان کا مفصل تذکرہ ہے)

نے اتنے بڑے علمی مرکز میں تربیت و تعلیم حاصل کی اور علماء حرمین شریفین سے بھی برابر استفادہ فرماتے رہے، اسی لئے امام صاحبؒ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار تک آئی ہے۔ (شرح سفر السعادت شیخ محمد بن ملوي و مسند خوارزمی)
حافظ ابن حجر وغیرہ محدثین سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

امام صاحبؒ کے اساتذہ میں صحابہ کے بعد اعلیٰ درجہ کے اہل علم و فضل تابعین تھے۔

امام صاحبؒ کے بارے میں حدیثی بشارت

محمد بن کبیر علامہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تلبیض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسیمات نے امام ابوحنیفہؓ کے بارے میں بشارت دی ہے جس حدیث میں آپ نے فرمایا کہ ”اگر علم ثریا پر بھی ہوگا تو کچھ لوگ ابناء فارس کے اس کو ضرور حاصل کر لیں گے۔“ (اخراج ابو نعیم فی الحدیث عن ابی ہریرۃ)
شیرازی نے ”القاب“ میں قیس بن سعد بن عبادہ سے ان الفاظ میں روایت کیا کہ ”اگر علم ثریا پر بھی متعلق ہوگا تو اس کو ابناء فارس کی ایک قوم ضرور حاصل کر لے گی۔“

حدیث ابی ہریرۃ مذکور کی اصل صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ان الفاظ سے ہے کہ ”اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو فارس کے کچھ لوگ اس کو وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔“

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ”اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ابناء فارس میں سے ایک شخص اس کو وہاں سے بھی حاصل کر لے گا۔“
قیس بن سعد سے مج姆 طبرانی کبیر میں اس طرح ہے کہ ”اگر ایمان ثریا پر بھی متعلق ہوگا کہ عرب اس کو نہ پہنچ سکیں تب بھی رجال فارس اس کو حاصل کر لیں گے۔“

حضرت ابن معروفؓ سے مجتم طبرانی میں اس طرح ہے کہ ”اگر دین ثریا پر بھی متعلق ہوگا تو اس کو کچھ لوگ ابناء فارس میں سے ضرور حاصل کر لیں گے۔“
یہ سب تفصیل علامہ سیوطیؓ نے ذکر کر کے تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث اصل کے اعتبار سے صحیح ہے، بشارت وفضیلت کے باب میں معتمد ہے اور اس کے ہوتے ہوئے امام صاحب کی منقبت میں کسی غیر معتمد حدیث کی ضرورت نہیں، جس طرح امام مالکؓ اور امام شافعیؓ کے بارے میں بھی دو حدیثیں بشارت وفضیلت کے طور پر ائمہ نے ذکر کی ہیں اور کافی ہیں۔

امام صاحب تابعی تھے

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے شرح مشکلاۃ شریف میں تصریح کی ہے کہ امام صاحب نے آٹھ صحابہ کا زمانہ پایا ہے اور حضرت انس بن مالکؓ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی تہذیب التہذیب میں تصریح کی ہے کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحافظ میں لکھا ہے کہ حضرت انسؓ کو جب وہ کوفہ میں تشریف لائے تو امام صاحبؒ نے ان کو کئی بار دیکھا ہے نواب صدیق حسن خان صاحب پیشوائے غیر مقلدین نے با وجود تعصّب و مخالفت کے ”التاج المکمل“ میں روایت حضرت انسؓ کا اقرار کیا ہے اور خطیب کی تاریخ بغداد سے اس کو نقل کیا۔

غرض حافظ ذہبی، امام نووی، ابن سعد، خطیب بغدادی، وارقطنی، حافظ ابن حجر، ابن الجوزی، حافظ جلال الدین سیوطی، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ زین عراقی، حافظ سخاوی، ابن مقری شافعی، امام یافعی، امام جزری، ابو نعیم اصفہانی، ابن عبد البر، سمعانی، عبدالغفاری مقدسی، سبط ابن

الجوزی، فضل اللہ تورشی، ولی عراقی، ابن الوزیر، حافظ بدر الدین عینی، قسطلاني وغیرہ محدثین کبار نے روایت انسؑ کو تسلیم کیا ہے۔
جو حدیث صحیح کے مطابق اور محققین محدثین کے اصول پر بھی تابعی ہونے کے لئے کافی ہے۔

اسی لئے حافظ ذہبی نے امام صاحبؒ کو تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ خامسہ میں ذکر کیا ہے اور تقریب میں طبقہ سادسہ میں ذکر کرنے کو غرض قلم قرار دیا گیا ہے۔

تاریخ خطیب ص ۳۰۸ میں ایک قول دارقطنی کی طرف برداشت حمزہ کہی یہ بھی منسوب کیا گیا کہ جب دارقطنی سے دریافت کیا گیا کہ امام صاحب کا سماع حضرت انسؑ سے صحیح ہے یا نہیں؟ تو کہا کہ ”نہیں اور نہ روایت ہی صحیح ہے“ حالانکہ دارقطنی نے کہا یہ تھا کہ ”نہیں مگر روایت صحیح ہے“۔

شاٹرخسین نے لا لا رؤیۃ کو لا ولا رؤیۃ بنادیا، چنانچہ امام سیوطی کی ”تبییض الصحیفہ“ میں حمزہ کہی سے ہی دارقطنی نا جواب تفصیل سے نقل کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؑ گویقیناً اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر روایت نہیں سنی۔

علامہ ابوالقاسم بن ابی العوام نے اپنی کتاب ”فضائل ابی حنیفہ واصحابہ“ میں بڑی تفصیل سے امام صاحب کے معاصرین صحابہ کا تذکرہ کیا ہے، مکتبہ ظاہری دمشق میں یہ کتاب موجود ہے (ذکرہ العلامۃ الکوثری فی تائیب الخطیب ص ۱۵)

اس کے علاوہ مند حسکفی میں ایک روایت بھی امام صاحب کی حضرت انسؑ سے روایت کی گئی ہے یعنی ”الدال علی الخیر کفاعله“ اور یہ حدیث مند بزار میں بھی حضرت ابن مسعودؓ اور انسؑ سے مردی ہے اور ابن ابی الدنيا نے حضرت انسؑ سے روایت کی ہے۔

نیز حافظ موفق نے مناقب الامام میں اپنی مند سے بھی امام ابو یوسف کے واسطے سے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالکؐ سے سنا کہ ”رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، الدال علی الخیر کفاعله واللہ تجہب اعانت اللھفان (یعنی جو شخص نیکی کا راستہ بتلائے وہ بھی نیکی کرنے والے کے برابر اجر و ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ مظلوم و مصیبۃ زده کی فریاد رسی کو پسند فرماتے ہیں)“، جامع بیان اعلم لا بن عبدالبراء، فتح المغیث للسخاوی سے بھی امام صاحب کی روایت میں وحدانؐ کا ثبوت ملتا ہے۔

اسی طرح امام موفق نے کئی روایات امام ابو یوسفؓ وغیرہ کے واسطے سے حضرت انسؑ سے امام صاحب کی زبانی نقل کی ہیں اس سے مخالفین معاندین کی یہ بات بھی رو ہو گئی کہ اگر امام صاحبؒ کی روایت کسی صحابی سے ثابت ہوتی تو آپ کے اصحاب ضرور اس کو روایت کرتے، ملاحظہ کر لیجئے کہ ایک امام ابو یوسفؓ ہی سے کتنی روایات منقول ہیں۔ (سانید امام عظیمؓ میں چھ وحدانؐ کا ثبوت ملتی ہیں)۔

واضح ہو کہ حدیث میں طوبی لمن رأی و آمن بی و طوبی لمن رأی من رأی وارد ہے جس سے ایمان کے ساتھ مخف روایت پر صحابیت اور اسی طرح مخف روایت پر طابعیت کا ثبوت واضح ہے، اسی لئے جمہور محدثین نے روایت کے ساتھ روایت وغیرہ کی شرط نہیں لگائی ہے، امام بزاڈی نے مقدمہ مناقب الامام میں اس پر بحث کی ہے وہ دیکھ لی جائے۔

اور ہدیۃ المهدی جلد دوم میں مولانا وحید الزماں صاحب حیدر آبادی پیشوائے غیر مقلدین نے لکھا ہے کہ ”تابعی وہ ہے جو کسی صحابی سے حالت ایمان میں ملا ہو، لہذا ابوحنیفہ بھی اس لحاظ سے تابعین میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت انسؑ صحابی کو دیکھا ہے، جس کو ابن سعد نے سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح فتاویٰ حافظ ابن حجر میں بھی تصریح ہے کہ ”امام صاحب نے ایک جماعت صحابہ کو پایا جو کوفہ میں تھے لہذا وہ طبقہ تابعین میں سے تھے اور یہ فضیلت کسی کو آپ کے معاصر ائمہ امصار میں سے حاصل نہ ہوئی، مثلاً امام شام اوزاعی، امام بصرہ ہرود جماد، امام کوفہ سفیان ثوری، امام مدینہ امام مالک اور امام مصریت بن سعد“ (یعنی ان سب جلیل القدر ائمہ امصار کو شرف تابعیت حاصل نہ ہوا جو امام صاحبؒ کو حاصل ہوا)۔

لہ یعنی ایسی احادیث جن میں امام صاحب نے برادرست صحابہ سے سنا اور روایت کیا ہے نیز ملاحظہ ہوں جامع المسانید، مناقب کملی، تبییض الصحیح للسیوطی۔

حافظ ابن حجر شافعی کا نقل کر کے علامہ ابن حجر بن شافعی نے "الخیرات الحسان" میں لکھا کہ امام صاحب اجلہ تابعین میں سے تھے جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

والذین اتیعو هم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنه واعدلہم جنات تجري تحتہ الانہر حالدین
فیها ابداً، ذالک الفوز العظیم۔

یہاں اس امر کی صراحت بھی غالباً بے محل نہ ہوگی کہ امام اعظم امام مالک سے کم از کم پندرہ سال بڑے تھے کیونکہ امام صاحب^{۸۷} میں پیدا ہوئے (اگرچہ اقوال اس سے قبل پیدائش کے بھی ہیں، اور امام مالک^{۹۵} میں پیدا ہوئے)۔

گویا امام صاحب کا زمانہ امام مالک^{۹۵} سے بہت مقدم ہے پھر بھی صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین خطیب نے "امال فی اسماء الرجال" کے باب ثانی میں ائمہ متبوعین کا تذکرہ کیا تو امام مالک کو سب سے پہلے ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ ہم نے امام مالک کا ذکر سب سے پہلے اس لئے کیا ہے کہ وہ زمانہ اور مرتبہ کے اعتبار سے مقدم ہیں۔

ملاحظہ کیجئے کہ امام اعظم کو صاحب مشکوٰۃ نے امام مالک^{۹۵} سے عمر اور مرتبہ دونوں میں کم قرار دیا، یہ ایسے ایسے حبیل القدر محدثین کا امام صاحب^{۹۵} کے ساتھ انصاف ہے۔

زمانہ کے تقدم و تاخیر کو تو ناظرین خود ہی دیکھ لیں کہ پیدائش میں بھی امام صاحب مقدم ہیں اور پھر وفات میں بھی کہ امام صاحب^{۹۵} کی وفات^{۱۵۵} میں ہو جاتی ہے اور امام مالک کی^{۱۹۹} میں ہوئی۔

اس کے بعد مرتبہ کو دیکھئے کہ حافظ ابن حجر شافعی کی تصریح ابھی آپ پڑھ چکے کہ امام صاحب تابعی تھے اور آپ کے معاصرین حتیٰ کہ امام مالک بھی تابعی نہیں تھے تو مرتبہ تابعی کا بڑا ہے یا تبع تابعین کا۔

پھر امام مالک کو علامہ ابن حجر بن شافعی نے امام اعظم کے تلامذہ میں شمار کیا ہے، ملاحظہ ہوا الخیرات الحسان ص ۶ تو مرتبہ استاد کا زیادہ ہے یا شاگرد کا، امام صاحب امام مالک کی روایت حدیث پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور امام صاحب کی روایت امام مالک سے مشکوٰۃ ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام صاحب کی روایت امام مالک سے ثابت نہیں ہے اور دارقطنی نے جو روایتیں ذکر کی ہیں ان میں کلام ہے کیونکہ وہ بطور مذاکرہ تھیں، بطور تحدیث یا بقصد روایت نہ تھیں۔

علامہ کوثری^۶ نے اپنی بے نظیر محققانہ تصنیف "حقائق الحق باب طال الباطل فی مغایث الخلق" (جو امام الحرمین شافعی کے رد میں لکھی) کے آخر میں ۶ صفحہ کا ایک رسالہ بنام "اقوام المساک فی بحث روایۃ مالک عن ابی حنیفة و روایۃ ابی حنیفة عن مالک" محقق کیا ہے جس میں اپنی حسب مادت تحقیق و تدقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

اس سے بھی امام مالک کا تلمذ ثابت ہے، امام صاحب جب بھی مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تھے تو امام مالک ان سے علمی مذاکرات کرتے تھے، بعض اوقات پوری پوری رات مذاکرے میں گزر جاتی تھی، ایک دفعہ طویل مذاکرہ کے بعد انہوں کو اپنے حلقوٰہ تلامذہ میں امام مالک آئے تو پسند میں تر تھے، کسی نے سوال کیا تو فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے ساتھ بحث کرتے کرتے مجھ کو اس قدر پسند آگیا ہے (اور اس سے تعجب کیا ہے؟ بے شک وہ بہت بڑے فقیہ ہیں (یعنی ان کے قوی دلائل سے مجھ کو اس قدر متاثر ہونا چاہئے)۔

ایک بار کسی نے امام صاحب کا حال دریافت کیا تو فرمایا کہ " سبحان اللہ! ان کا کیا کہنا وہ اگر لکڑی کے ستون کے بارے میں دعویٰ کر بیٹھتے کہ یہ سونے کا ہے تو اس کو بھی دلائل کی قوت سے ثابت کر دیتے"۔

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ امام مالک امام اعظم کی کتابوں کی کھونج میں رہتے تھے اور بڑی کوشش سے حاصل کر کے مطالعہ کرتے اور

مستفید ہوتے تھے، یہ بھی منقول ہے کہ سانحہ ہزار مسائل امام صاحب کے ان کو پہنچے اور خود امام ما لک کا تالیفی دور امام صاحب کی وفات کے بعد شروع ہوا ہے، اس لئے ان سے امام صاحب کے مستفید ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

شاید صاحب مشکلوہ کے نظریہ مذکورہ بالا کے تبع میں ہی بعض غیر مقلدین نے مزید ترقی کرے یہ بھی دعویٰ کر دیا کہ امام عظیم نہ صرف امام ما لک کے شاگرد تھے بلکہ تلمیذ التلمیذ تھے، یعنی ایک مرتبہ اور نیچے گردیا اور اس کا ثبوت بھی فراہم کیا جس کی پوری سرگزشت مولانا امیر علی صاحب (تلمیذ خاص مولانا سید نذر حسین صاحب دہلوی) محضی تقریب التلمیذ یہ نے تذنیب کے ص ۵ پر لکھی ہے، مزید بصیرت کے لئے دیدہ عبرت کشا سے اس کو بھی پڑھتے چلے!

”بعض اہل حدیث نے جن کے پاس حدیث کا صرف اتنا علم ہوتا ہے کہ اس سے اپنی متعصبانہ ذہنیت کا مظاہرہ کر سکیں لکھ دیا ہے کہ ”امام ابو حنیفہ نے ابوالولید طیائی سے اور انہوں نے امام ما لک سے روایت کی ہے لہذا امام صاحب امام ما لک کے شاگرد کے شاگرد ہوئے لیکن حنفیہ کو تعصب نے انہا کر دیا ہے اس لئے وہ ان کے تلمذ کو تسلیم نہیں کرتے“ حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے کیونکہ یہ ابوالولید طیائی سے روایت کرنے والے ابوحنیفہ نہیں ہے بلکہ ابوالخلیفہ ہیں، لہذا تعصب سے انہا ہونے کی بات ایسے کم علم اہل حدیث پر ہی اٹھی پڑتی ہے، نعوذ باللہ من شر العصیۃ۔“

رقم الحروف کے سامنے اس وقت صاحب مشکلوہ کی ”امال“ مذکور کھلی ہوئی ہے، حاشا و کلام کی جلالت قدر سے یا ان کی بیش بہا اور گرانقدر کتاب مسطاب ”مشکلوہ شریف“ کی عظمت و افادیت سے سرو اخراج و انکار نہیں مگر چونکہ یہ ہمارے درسی سلسلہ کی اہم کتاب ہے اس لئے بنظر افادہ طلب علم دو تین باتیں اور بھی لکھتا ہوں۔

ص ۶۲۳ پر امام ما لک کا ذکر مبارک دو کالم میں کرنے کے بعد امام صاحب کا ذکر خیر بھی ایک کالم میں کیا ہے، تحریر فرمایا کہ ”امام صاحب نے چار صحابہ کا زمانہ پایا، حضرت انسؓ وغیرہ کا انگرہ کسی صحابی سے ملے اور نہ کسی سے روایت کی، پھر امام صاحب“ سے روایت کرنے والوں میں امام ما لک کا کچھ ذکر نہیں، خلیفہ منصور نے ان کو کوفہ سے بغداد منتقل کر دیا تھا جہاں وہ مقیم ہوئے اور وفات پائی۔

ابن ہمیرہ نے کوفہ کی قضاقیوں نہ کرنے پر کوزوں کی سزا دی، پھر کچھ حضرات کے اقوال امام صاحب کی منقبت میں ذکر کئے ہیں، امام صاحب کی درسی، افتائی اور بے نظیر علمی کا رنامہ مددوین فقہ وغیرہ مہماں کا کوئی ذکر فلک نہیں، اور بس۔

ان کے بعد امام شافعی کا ذکر مبارک تقریباً چار کالم میں ہے، اس میں امام محمدؓ کی خدمت میں رہنا، تلمذ، ان سے غیر معمولی استفادہ اور اس سلسلہ کی چیزیں جن کو امام شافعیؓ نے خود بڑی اہمیت سے بیان کیا ہے وہ سب ان کے تذکرہ میں سے حذف ہو گئیں، البتہ امام ما لک کے تلمذ کا ذکر اچھی تفصیل سے فرمایا ہے۔

پھر لکھا ہے کہ ان کے فضائل کا شمار نہیں ہو سکتا وہ دنیا کے امام تھے، مشرق و مغرب کے عالم تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ علوم و مفاخر عطا کئے تھے جو ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی امام کے لئے جمع نہیں کئے اور ان کا ذکر دنیا میں اس قدر پھیلا کر کسی کا ذکر اتنا نہیں پھیلا وغیرہ اس کے بعد امام احمدؓ، امام بخاریؓ امام مسلمؓ، امام ترمذیؓ وغیرہ کے تذکرے ہیں۔

علم: حضرت حماد کے حلقد درس میں ان کے سوا کوئی اور استاد کے سامنے نہ بیٹھتا تھا، وہ برس ان کی خدمت میں رہے تھے کہ ایک دفعہ اپنی جگہ بٹھا کر حماد باہر گئے، امام صاحب لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتے رہے، جن میں وہ مسائل بھی آئے جو استاد سے نہ سنے تھے۔

استاد کی واپسی پر وہ سب مسائل ان کی خدمت میں پیش کئے جن کی تعداد سانچھے ۴۰ تھی، استاد نے چالیس ۲۰ سے اتفاق کیا، میں ۲۰ سے خلاف، امام صاحب نے قسم کھائی کہ ساری عمر حاضر ہوں گا، چنانچہ استاد کی وفات تک ساتھ رہے، کل زمانہ رفاقت انجام رہ سال ہوا۔

حضرت حماد کے صاحبزادے اسماعیل نے بیان کیا کہ ایک بار والد سفر میں گئے اور کچھ دن باہر رہے واپسی پر میں نے پوچھا، ابا جان آپ کو

سب سے زیادہ کس کے دیکھنے کا شوق تھا؟ فرمایا ابوحنیفہ کے دیکھنے کا اگر یہ ہو سکتا کہ میں کبھی نگاہ ان کے چہرے سے ناٹھاؤں تو بھی کرتا۔ عبادت و ورع: حضرت عبد اللہ بن مبارک کا قول ہے کہ میں نے کوفہ پہنچ کر پوچھا کہ کوفہ والوں میں سب سے زیادہ پارسا کون ہے؟ لوگوں نے کہا ابوحنیفہ، انہی کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ کوئی پارسانہیں دیکھا حالانکہ دروں سے، مال و دولت سے ان کی آزمائش کی گئی۔ سفیان بن عینہ کا قول ہے کہ ہمارے وقت میں کوئی آدمی مکہ میں ابوحنیفہ سے زیادہ نماز پڑھنے والا نہیں آیا۔ ابو مطیع کا قول ہے کہ میں قیام مکہ کے زمانہ میں رات کی جس ساعت میں طواف کو گیا، ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کو طواف میں مصروف پایا۔ ابو عاصم کا قول ہے کہ کثرت نماز کی وجہ سے ابوحنیفہ کو لوگ "میخ" کہنے لگے تھے۔

شب بیداری و قرآن خوانی

یحییٰ بن ایوب الزابد کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ رات کو نہیں سوتے تھے۔ اسد بن عمر و کا قول ہے کہ ابوحنیفہ شب کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے اور یہ بھی کہا کہ جس مقام پر وفات ہوئی ہے وہاں امام صاحب نے سات ہزار قرآن مجید ختم کئے تھے۔

ابوالجوبیر یہ کا قول ہے کہ میں حماد بن ابی سلیمان، مخارب بن دثار، علقہ بن مرشد، عون بن عبد اللہ اور امام ابوحنیفہ کی صحبت میں رہا ہوں میں نے ان سب میں کسی کو ابوحنیفہ سے بہتر شب گذار نہیں پایا، مہینوں ان کی صحبت میں رہا لیکن ایک رات بھی ان کو پہلوان گاتے نہیں دیکھا۔ معر بن کدام نے بیان کیا کہ میں ایک رات مسجد میں گیا تو کسی کے قرآن مجید پڑھنے کی دلکش آواز نی جو دل میں اتر گئی، وہ پڑھتے ہی رہے یہاں تک کہ پورا کلام مجید ایک رکعت میں ختم کر دیا میں نے دیکھا تو وہ ابوحنیفہ تھے۔

خارجہ بن مصعب کا قول ہے کہ خانہ کعبہ میں چار اماموں نے پورا قرآن پڑھا ہے، حضرت عثمان، تیمیم داری، سعید بن جبیر اور امام ابوحنیفہ۔ قاسم بن معن کا بیان ہے کہ ایک رات امام ابوحنیفہ نے نماز میں یہ آیت پڑھی بل الساعۃ موعدہم وال ساعۃ ادھی و امر تمام رات اس کو دھراتے رہے اور شکستہ دلی سے روئے رہے۔

جود و سخاوت اور امداد و مستحقین

ہر شخص کی اتجاو آرزو پوری کرتے تھے سب کے ساتھ احسان کرتے، مال تجارت بغداد سمجھتے اس کی قیمت کا مال کو فہمنگوائے، سالانہ منافع جمع کر کے شیوخ محدثین کے لئے ضرورت کی اشیاء خریدتے، خوراک، لباس وغیرہ جملہ ضروریات کا انتظام کرتے اور نقد بھی دیتے۔ امام ابویوسف کا قول ہے کہ امام صاحب ہر سائل کی حاجت پوری کرتے تھے، دربار کے عطیوں سے ہمیشہ بچت رہے، خلیفہ منصور نے ان کو ایک مرتبہ میں ہزار روپے بھیجے انہوں نے خلاف مصلحت سمجھ کر کہا کہ میں بغداد میں غریب الوطن ہوں اجازت دیجئے کہ یہ رقم خزانہ شاہی میں ہی میرے نام سے جمع ہوتی رہے، منصور نے منظور کیا۔ بدوفات منصور نے سنا کہ اس حیلہ سے احتراز کیا ہے اور یہ بھی سنا کہ امام صاحب کے پاس لوگوں کی امانتیں پچاس ہزار روپے کی تھیں جو بعد وفات بجنہ و اپس کروی گئیں، تو کہا کہ ابوحنیفہ میرے ساتھ چال چل گئے، امانت داری مسلم تھی، وکیع کا قول ہے کہ "والله ابوحنیفہ بڑے امین تھے، اللہ کی جلالت و کبریائی ان کے دل میں بھری ہوئی تھی" اور کہا کہ امام صاحب جب اپنے بال بچوں کے لئے کپڑے بناتے تو ان کی قیمت کے برابر صدقہ کر دیتے اور جب خود نیا کپڑا پہننے تو اس کی قیمت کے برابر شیوخ علماء کے لئے لباس تیار کرتے، جب کھانا سامنے آتا تو اول اپنی خوراک کے مقدار سے دگناہ کال کر کسی محتاج کو دے دیتے۔

وفور عقل وزیر کی اور باریک نظری

یعنوان خطیب نے مستقل قائم کیا ہے اور ہم اس سلسلے میں مادین امام اعظم کے قول کے ضمن میں ثبوت پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

امام صاحب کے اساتذہ محدثین

حافظ ابن حجر عسکری شافعی نے الخیرات الحسان میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے چار ہزار اساتذہ سے حدیث حاصل کی، امام سیوطی نے تبیض الصحیفہ میں اور امام موفق اور امام کردری نے مناقب میں امام صاحب کے بہت سے شیوخ و اساتذہ کے نام لکھے ہیں، واضح ہو کہ امام صاحب کے اساتذہ میں سے اکثر تابعین اور صحابہ کے شاگرد ہیں جن کی روایتیں کثرت سے صحاجستہ میں موجود ہیں اور جن کی روایات بعض محدثین نے نہیں لیں وہ یا تو بعد زمانہ کے سبب ان کی عدم معرفت کی وجہ سے ہوا، یا مخالفوں، حاسدوں کی افتراء پر واژیوں کے باعث کسی غلط فہمی کی وجہ سے۔

اور چونکہ تحقیق حال کی سعی نہیں کی اس لئے ان کو اپنے اساتذہ کے سلسلہ میں نہیں لیا مثلاً امام بخاری کے بعض اساتذہ ایسے بھی ہیں کہ امام مسلم وغیرہ نے ان میں کلام کر کے ان کی روایات کو داخل صحاح نہیں کیا اور بخاری کے نزدیک وہ سچے تھے، اس لئے ان کو استاد بنالیا، امام صاحب نے بھی اپنے سب اساتذہ کو ذاتی تحقیق حال کے بعد استاد بنایا تھا اس لئے ان میں کسی کلام کی گنجائش نہیں۔

الحاصل امام صاحب کو چتنی روایات ان کے شیوخ سے پہنچیں، ان کی صحت میں کلام نہیں اور اگر کسی روایت میں متأخرین کو کلام ہو تو بمقابلہ تقدم زمان و قلت و سائط و جلالت شان امام صاحب و دیگر قرآن قابل اعتبار نہیں۔

امام صاحب کا تفوق حدیث و سرے اکابر علماء کی نظر میں

یزید بن ہارون: میں نے علماء سے سنا ہے کہ ابوحنیفہ کے زمانہ میں ان کا نظیر تلاش کیا گیا مگر نہ ملا اور کہا کرتے تھے کہ امام صاحب "اعظم الناس ہیں، حفظ اللہ حدیث۔ (مناقب موفق، ذہب الذبابات ص ۲۲۷ ج ۱)

ابو بکر بن عیاش: ابوحنیفہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں افضل تھے۔

ابو یحییٰ حماقی: میں نے ابوحنیفہ سے بہتر شخص بھی نہیں دیکھا، (مناقب موفق) ایک روز شریک اپنی میں بیٹھے تھے کہ قریش کی ایک قوم آئی اور ابوحنیفہ گاذ کر کر کے کہ پوچھا کہ آپ کا کیا حال تھا؟ کہا وہ ایک اجنبی شخص تھے مگر ہم سب پر غالب آگئے۔ (کردری، موفق، انتصار)

خارجہ بن مصعب: میں ایک ہزار سے زیادہ علماء سے ملا ہوں مگر علم و عقل میں میں نے کسی کو ابوحنیفہ کا نظیر نہیں پایا (علم سے مراد اس دور میں اکثر علم حدیث ہی ہوتا تھا) ان کے رو برو آتے ہی ان کے علم، زہد، ورع اور تقویٰ کی وجہ سے آدمی کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ اپنے نفس کو حنیر سمجھ کر متواضع ہو جاتا تھا۔ (موفق، کردری و انتصار)

عبداللہ بن مبارک: کسی نے امام صاحب کا ذکر بے ادبی سے کیا تو فرمایا "تمام علماء میں سے ایک تو ابوحنیفہ گا مشل پیش کرو، ورنہ ہمارا پیچھا چھوڑ و اور ہم کو عذاب میں مت ڈالو، میں ان کی مجلس میں اکابر کو دیکھتا کہ صغير معلوم ہوتے، ان کی مجلس میں اپنے آپ کو جس قدر ذلیل پاتا تھا اور کسی مجلس میں نہیں پایا تھا، اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ افراط کی نسبت میری طرف کی جائے گی تو امام ابوحنیفہ پر کسی کو مقدم نہ کرتا۔ (موفق انتصار)

سفیان ثوری: ابوحنیفہ کی مخالفت ایسا شخص کر سکتا ہے جو ان سے قدر اور علم میں بڑا ہو اور ایسا شخص کون ہے (افسوس ہے کہ بعد کے دور میں ان سے کم مرتبہ لوگوں نے مخالفت کی)

سفیان بن عیینہ: عبداللہ بن عباس اپنے زمانہ کے عالم تھے ان کے بعد شعیؒ اپنے زمانہ کے عالم ہوئے ان کے بعد ابوحنیفہ اپنے زمانہ کے عالم

ہوئے، یعنی ان قرون تلاش میں ہر ایک اپنے دور میں بے شک تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ کا مثل میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ (خیرات حسان) مسیب بن شریک: اگر تمام شہروں کے لوگ اپنے اپنے علماء کو لا میں اور ہم ابوحنیفہ گوپیش کریں تو وہ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ (کر دری) خلف بن ایوب: امام صاحبؓ کے زمانہ میں ان سے بڑھا ہوا علم میں کوئی ن تھا۔ (کر دری)

ابومعاذ خالد بن سلیمان بختی: ابوحنیفہ سے افضل شخص میں نے نہیں دیکھا۔ (موفق و کر دری)

عبد الرحمن بن مہدی: ابوحنیفہ علماء کے قاضی القضاۃ ہیں (یعنی ان کے فیصلہ کو کوئی تو رنہیں سکتا)۔ موفق، انتصار، کر دری)

ملکی بن ابراہیم: امام ابوحنیفہ اپنے زمانے کے علماء میں اعلم تھے یعنی علم میں سب سے زیادہ تھے، حالانکہ امام صاحبؓ کے زمانہ کے علماء میں امام مالک، او زاعی، سفیان ثوری، مسرو و عبد اللہ بن مبارک وغیرہ صد ہا محدثین تھے جن کے شاگردوں میں اصحاب صحابہ تھے۔ (تہجیض الصحیدہ و خیرات حسان)

یہ ملکی بن ابراہیم حدیث و فقہ میں امام صاحب کے شاگرد اور امام بخاری وغیرہ کے استاد ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ) امام بخاری ان کی شاگردی پر جس قدر نازک ریس کم ہے کہ صحیح بخاری کو جو ۲۲۲ تلاشیات کا فخر حاصل ہے ان میں سے ۱۱ حدیث انہی کے طفیل سے ملیں اور باقی میں سے بھی ۹ تلاشیات حنفی روایت سے ہیں اور ۲ غیر حنفی روایت سے ہیں۔

شداد بن حکیم: امام ابوحنیفہ سے زیادہ علم والا ہم نے نہیں دیکھا، (تبیض الصحیدہ) فرمایا کہ نوح بن مریم جب کوئی روایت سلف سے بیان کرتے تو اس کے آخر میں امام صاحب کا قول ضرور بیان کرتے اور کہتے کہ جس طرح امام صاحبؓ نے اس کی تفسیر و تشریع کی ہے کسی نے نہیں کی۔ (کر دری)

امام مالک: امام شافعی نے امام مالکؓ سے کئی محدثین کا حال دریافت کر کے امام ابوحنیفہ کا حال دریافت کیا تو فرمایا " سبحان اللہ اوه عجیب شخص تھے، ان کا مثل میں نے نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان)

معروف بن حسن: میں نے جن علماء کو دیکھا اور بتا ان میں ابوحنیفہ کا مثل علم، فقہ، ورع اور صیانت نفس میں نہیں دیکھا۔ (موفق، انتصار، کر دری)

یوسف بن خالد المحتی: امام ابوحنیفہ دریائے بے پایاں تھے، ان کی محیب شان تھی میں نے ان کا مثل دیکھا نہ۔ (موفق، انتصار، کر دری)

قاضی ابن ابی یسیلی: امام ابویوسف سے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کو مت چھوڑنا فقة اور علم میں ان کا مثل نہیں ہے۔ (موفق و انتصار)

سعید بن ابی عروبة: کئی مسائل میں امام صاحب سے گفتگو کی، آخر میں کہا ہم نے جو متفرق اور مختلف مقامات سے حاصل کیا تھا وہ سب آپ کے پاس مجتمع ہے (یعنی جو حدیثیں انہوں نے خلق کثیر سے بے تصریح ذہبی حاصل کی تھیں وہ سب امام صاحب کے پاس جمع تھیں)۔ انتصار و کر دری)

خلف بن ایوب: امام ابوحنیفہ ایک نادر الوجود شخص ہیں۔ (موفق، انتصار) علم خدا کی طرف سے محمد ﷺ کے پاس آیا پھر صحابہ میں تقسیم ہوا، پھر تباہیں میں، ان کے بعد ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب میں آیا۔ (تبیض الصحیدہ)

بحر سقا: میں امام ابوحنیفہ سے علمی مسائل میں بحث کیا کرتا تھا، ایک روز انہوں نے کہا کہ تم اپنے نام کی طرح بھر ہو، میں نے کہا کہ اگر میں بھر ہوں تو آپ بھور ہیں۔ (موفق، انتصار، کر دری)

حسن بن زیاد لیلوی: امام ابوحنیفہ ایک دریائے بے پایاں تھے ان کے علم کی انتہاء ہمیں معلوم نہ ہو سکی۔ (موفق، انتصار)

اسراءیل بن یوسف: اس زمانہ میں لوگ جن چیزوں کے محتاج ہیں امام صاحب ان کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ (کر دری) جس حدیث میں فقہ کا کوئی مسئلہ ہواں کو امام ابوحنیفہ تھوپ باد رکھتے تھے۔ (تبیض الصحیدہ)

یہ اسراءیل وہ ہیں کہ تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ خلق کثیر سے حدیث سنی اور ان کے حافظہ پر امام احمد تعجب کیا کرتے تھے، ظاہر ہے لوگوں کو فقہ و حدیث دونوں ہی کی شدید ضرورت تھی تو گویا امام صاحب گودنوں میں امام تسلیم کیا، چنانچہ یہی بات اعمش کہ

کرتے تھے کہ آپ فقه و حدیث دونوں کو خوب جانتے ہیں۔

حفص بن غیاث: امام ابوحنیفہ جیسا عالم ان احادیث کا میں نہیں دیکھا جو حکام میں مفید و صحیح ہوں۔ (کر دری)

ابو علقہ: میں نے بہت سی حدیثیں جو اساتذہ سے نہیں امام ابوحنیفہ پر پیش کیں انہوں نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کر دیا کہ فلاں لینے کے قابل ہے اور فلاں نہیں، اب مجھے افسوس آتا ہے کہ کل حدیثیں ان کو کیوں نہ سنائیں۔ (موفق، کر دری و انصار) معلوم ہوا کہ امام صاحب حدیث میں بھی امام تھے اور اسی لئے محدثین ابو داؤد وغیرہ نے آپ کو امام ہی کے لفظ سے سراہا ہے۔

ابراهیم بن طہمان: امام ابوحنیفہ ہربات کے امام ہیں۔ (کر دری)

ابو امیہ: ان سے پوچھا گیا کہ عراق سے جو علماء آپ کے پاس آئے ان میں افقہ کون ہے؟ کہا ابوحنیفہ اور وہی امام ہیں۔ (کر دری)

ابن مبارک: فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ امام اعظم کی نسبت یہ کیونکر کہہ سکتے ہو کہ وہ حدیث نہیں جانتے۔ (کر دری)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اعظم کا لقب بھی امام صاحب کو "امیر المؤمنین فی الحدیث"، ابن مبارک نے ہی دیا تھا جس کی اتباع سب محدثین کو کرنی چاہئے، چنانچہ ہی نے تذکرہ الحفاظ میں امام صاحب کے ترجیح کی ابتداء الاماں الاعظم ہی کے لفظ سے کی ہے۔

امام ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری: اپنی کتاب مناقب "ابی حنیفہ" میں یحییٰ بن نصر بن حاجب سے نقل کیا ہے کہ امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس کئی صندوق حدیثوں کے ہیں ان میں سے بوقت ضرورت اتفاقع کے لئے نکالتا ہوں۔ (موفق، انصار، کر دری)

اور کشف بزودی میں بھی روایت موجود ہے، آپ نے روایت حدیث کا کام تورعاً اور بوجہ اشتغال فقہ نہیں کیا لیکن مذوین فقهہ کی مجلس میں آپ سب سے فرمادیا کرتے تھے کہ اپنے پاس جو آثار و احادیث ہوں بیان کرو، وہ سب پیش کرتے تو آپ آخر میں اپنی صدارتی تقریر میں اپنے پاس کی احادیث پیش کرتے تھے، جس طرح صدایق اکبرؒ نے روایت سے اجتناب کیا مگر ضرورت کے خاص موقع میں جب دوسروں کے پاس روایت نہ ہوتی تو آپ پیش کر دیا کرتے تھے۔

غرض بلا شدید ضرورت یہ دونوں روایت نہ کرتے تھے، اسی لئے صدایق اکبرؒ کی مرویات بھی بہت کم ہیں، حالانکہ نبی اکرم ﷺ کی صحبت مبارکہ سب صحابہ سے زیادہ آپؐ ہی کو حاصل تھی اور سب سے زیادہ روایت بھی کر سکتے تھے، کیا کوئی کی روایت کی بنا پر کہہ سکتا ہے کہ ان کے پاس احادیث کم تھیں، امام صاحبؐ نے بھی چار ہزار تابعین و تبع تابعین محدثین کبار سے حدیثیں حاصل کیں، پھر آپؐ کے مخصوص و ممتاز کمالات کی وجہ سے سینکڑوں بڑے بڑے محدثین آپؐ کے پاس جمع ہو گئے تھے اور جب کوئی نیا عالم کوفہ آتا تو اپنے تلامذہ کو سمجھتے تھے کہ کوئی نبی حدیث ان کے پاس ہو تو لا وہ پھر امام صاحب کے پاس احادیث رسول میں سے ناخ و منسوخ کا علم بہت بڑا تھا، جس کا شخص امام صاحب خاص طور سے ہمیشہ رکھتے تھے اور احادیث کے معانی و مطالب کا فہم بھی غیر معمولی تھا یہ اور اسی قسم کے دوسرے کمالات کی طرف اشارات و تصریحات علماء و محدثین سے بہ کثرت وارد ہیں۔

حافظ محمد بن میمون: بے حلف فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کے افادات سننے میں جس قدر خوش مجھے حاصل ہوتی ہے، لا کھا اشرفتی ملنے میں بھی نہیں حاصل ہو سکتی۔ (موفق، انصار، خیرات، کر دری)

معروف بن عبد اللہ: نے فرمایا کہ میں ایک روز علی بن عاصم کی مجلس میں تھا انہوں نے سب سے فرمایا کہ تم لوگ علم سیکھو، ہم نے کہا کیا آپ سے جو کچھ ہم سکھتے ہیں وہ علم نہیں ہے؟ فرمایا علم وہ ہے جو امام ابوحنیفہ جانتے ہیں اگر امام صاحب کا علم ان کے زمانہ کے تمام علماء کے ساتھ وزن کیا جاتا تو ان کا ہی علم غالب ہوتا۔ (موفق، انصار، کر دری)

ابوسفیان حمیری: امام ابوحنیفہ امت کے بہترین اشخاص میں سے ہیں، سخت مشکل مسائل کا کشف اور احادیث مہمہ کی تفسیر جو انہوں

نے کی کسی سے نہ ہو سکی۔ (موفق، انتصار، کر دری)

مقاتل بن سلیمان: میں نے امام ابوحنیفہ عالم کی تفسیر کرتے دیکھا، وہ ایسی تفسیر و تشریح کرتے تھے کہ اس سے تکین ہو جاتی تھی۔ (موفق، انتصار، کر دری)
فضل بن موئی سینانی: ہم حجاز و عراق کے علماء کی مجلسوں میں پھر اکرتے تھے مگر جو برکت و فض امام ابوحنیفہ کی مجلس میں تھا وہ کہیں نہ تھا۔ (مناقب موفق)
کشح: مشہور محدث کبیر امام بخاری وغیرہ کے شیوخ کتاب میں تھے، ان کی مجلس میں ایک حدیث پیش ہوئی جس کا مضمون بہت مشکل تھا وہ کھڑے ہو گئے اور خندہ سائنس بھر کر کہا، اب نہ امت سے کیا فائدہ؟ وہ شیخ عین ابوحنیفہ اب کہاں ہے جن سے یا اشکال حل ہوتا؟ (کر دری)

ابن مبارک: فرمایا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ کی رائے مت کھو بلکہ حدیث کی تفسیر کہو۔ (موفق، انتصار، کر دری)

امام صاحبؓ کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا ابراہیم نجی اور حماد نے مرتب وقت اپنا خلیفہ چھوڑا تھا، خدا آپ پر رحم کرے کہ آپ نے اپنا خلف نہیں چھوڑا، یہ کہہ کر دیتک زار زار رو تے رہے۔ (خبرات)

یہ بیس تمام محدثین کے شیخ اعظم جن کی تعریف میں محدثین نے دفتر کے دفتر لکھے ہیں لیکن آپ نے دیکھا کہ وہ خود کس جو ہر قابل کی یاد میں مرمت رہے تھے، کچھ لوگوں نے ایسی باتیں بھی گھڑی ہیں کہ ابن مبارک نے کہا کہ ہم شروع زمانہ میں امام صاحب کے پاس غلط فہمی میں گئے، مگر پھر ترک کر دیا، کیا ایسے دروغ بے فروغ چند قدم بھی چل سکتے تھے۔

بالاتفاق سب مورخین نے لکھا ہے کہ یہ شیخ اعظم جس نے دنیا کے حدیث کے گوشہ گوشہ میں جا کر لاکھوں روپے اسفار پر صرف کر کے اس دور خیر القرون کے ایک ایک محدث سے حدیثیں حاصل کی تھیں اور اپنے سینے سے لاکھوں احادیث لگائے پھر تے تھے وہ جب امام صاحب کے پاس آئے تو آخر تک آپ سے جدا نہ ہوئے اور انتقال کے بعد بھی ان کی قبر مبارک پر کھڑے ہو کر کیا فرمارے ہیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ جھوٹی باتیں چلتی کرنے میں فرقہ روانہ کے بعد امام صاحب کے معاندین و حاسدین اہل حدیث کا نمبر معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات حد درجہ افسوس ناگ ہے، اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

بعد محدثین نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن مبارک امام صاحب سے علم میں بڑھے ہوئے تھے، اسی پر ابوسعید بن معاذ مشہور محدث نے کہا تھا کہ ان لوگوں کی مثال رافضیوں کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امام بنالیا لیکن خود حضرت علیؓ نے جس کو اپنا امام بنایا تھا، یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ ان کو امام نہیں سمجھتے اور طرح طرح سے ان میں عیب نکالتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ بھی ابن مبارک کو اپنا امام قرار دیتے ہیں اور خود انہوں نے جن امام اعظمؓ کو اپنا امام و پیشوایا تھا ان کو کوئی درجہ دینے کو تیار نہیں۔

حالانکہ امام صاحب کے فضل و علم کا اعتراف ان کے معاصرین تک نہ بھی کیا ہے، مشہور امام سفیان ثوری کے بھائی کا انتقال ہوا، امام صاحب تعزیت کو گئے تو حضرت سفیان ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے، معاونہ کر کے اپنی جگہ بٹھایا اور خود رو برو بیٹھ گئے اور امام صاحب کے جانے کے بعد ابو بکر بن عیاش نے کہا کہ آپ کے طرز عمل سے ہم سب اہل مجلس کو تکلیف ہوئی، فرمایا کیا بات ہے؟ کہا کہ آپ ابوحنیفہ کے لئے اٹھے اور ان کو اپنی جگہ بٹھا کر خود سامنے شاگردوں کی طرح بیٹھ گئے۔

فرمایا اعتراض کی کیا بات ہے؟ میں ایسے شخص کے لئے اٹھا جو علم میں اعلیٰ درجہ پر ہے اور اگر فرض کرو کہ علم کی وجہ سے نہ بھی اٹھتا تو عمر کے لحاظ سے اٹھنا تھا، اگر عمر کی وجہ سے نہ اٹھتا تو ان کے فقد کی وجہ سے اٹھنے کی ضرورت تھی، ابو بکر کہتے ہیں کہ اس کا جواب مجھ سے نہ ہو سکا۔

ایسے واقعات ایک دونہیں میسیوں ہیں، مگر غیر مقلدین زمانہ نے رافضیوں کی طرح امام صاحب کی برائیاں تلاش کر کے پروپیگنڈا کیا ہے اور ہمارے صوفی صانی بزرگ حنفیوں نے اس کے مقابلہ میں امام صاحب کی خوبیوں کا پروپیگنڈا کچھ بھی نہیں کیا جس سے سادہ لوح ناواقف لوگ غیر مقلدوں کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔

امام صاحب کے خلاف جس قدر مواد جمع ہو سکتا تھا، خطیب نے اپنی تاریخ میں اس کو یک جامع کیا ہے، جس کو ہر جگہ کے غیر مقلدوں نے بڑی مسرت کے ساتھ شائع کیا مگر علامہ کوثری کے دربارت خدا بلند کرے، تائب الخطیب میں ہر واقعہ کی سند پر کلام کر کے اس کی قلی کھولی ہے اور امام صاحب واصحاب امام کے بارے میں جس قدر جھوٹی حکایات گھڑی گئی تھیں اور شائع کی گئیں سب کا جھوٹ نمایاں کر کے امت مرحومہ پر احسان عظیم کیا ہے۔

علامہ محدث ابن حجر عسکری شافعی نے ”النیرات الحسان ممن مناقب النعمان“ میں لکھا ہے کہ ایک بار امام صاحب اور سفیان ثوری کا سفر ج میں ساتھ ہو گیا تو سفیان ثوری نے یہ بات لازم کر لی تھی کہ ہر جگہ امام صاحب کو آگے بڑھاتے اور خود پہنچنے رہتے تھے اور جب کوئی مسئلہ ان سے پوچھا جاتا تو خاموش ہو جاتے تاکہ امام صاحب ہی جواب دینے پر مجبور ہوں۔

کیا سفیان ثوری بھی تقیہ کیا کرتے تھے کہ ہمیشہ تعریفیں کرتے رہے اور انتقال کی خبر پہنچی تو برداشت نیم خزانی امام صاحب کی وفات پر خوشی کا اظہار کیا کہ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا اچھا ہوا چلا گیا۔

کچھ ٹھکانہ ہے اس جھوٹ کا اور اس کے پیر لگانے والے امام بخاری جیسے محتاط محدث، کسی طرح عقول باور نہیں کرتی کہ امام بخاری جیسا بال کی کھال نکالنے والا شخص اور وہ جس نے سب سے پہلے کیجع اور ابن مبارک کی کتابیں یاد کیں اور تحصیل علم کے لئے ہر ہر شہر پہنچے بار بار گئے اور کوفہ و بغداد تو اتنی دفعہ گئے کہ خود کہتے ہیں کہ ان کا شمار میں نہیں کر سکتا، کیا امام صاحب اور آپ کے اخض اصحاب کے صحیح حالات سے ان کو ایسی بے خبری ہوا اور کیجع، ابن مبارک، علی بن ابراہیم اور دوسرے اپنے بیسوں شیوخ سے جو امام صاحب اور صاحبین کے شاگرد تھے، ان حضرات کے بارے میں اچھی باتیں نہ پہنچی ہوں؟ ہاں پہنچیں تو نعیم سے اوپر جیسی خبریں، حالانکہ سب اکابر رجال لکھتے ہیں نعیم ترویج سنت کے لئے جھوٹی روایتیں کیا کرتے تھے اور امام صاحب پر طعن کرنے کے لئے جھوٹی حکایات گھڑا کرتے تھے۔

یا اپنی تاریخ ہی میں نقل کیا تو اپنے شیخ حیدری کا قول کہ امام صاحب نے حج کے موقع پر ایک جمام سے تین مسئلے سیکھے، بس اتنا علم تھا جس پر لوگوں نے ان کو مقابل تقلید کیا گیا۔

بعض بسوخت جان ز حیرت کہ ایس چہ بوا الچی ست

امام صاحب کے معاندین و حاسدین یا جن لوگوں نے کسی غلط فہمی سے ان پر طعن کیا سب پر بحث دوسرا جگہ مستقل آئے گی اس لئے یہاں ترک کرتا ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ سب سے زیادہ اس بارے میں امام بخاری کا رویہ قابل حیرت ہے اور کبھی کبھی تو دل کا میلان اس طرف بھی ہو جاتا ہے کہ کہیں یہ سب عبارتیں بھی امام بخاری کی تاریخ میں بعد کے لوگوں نے نہ داخل کر دی ہوں۔ واللہ اعلم۔

ابن مبارک اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ آثار و احادیث کو لازم سمجھو مگر ان کے معانی کیلئے ”ابوحنفۃ“ کی ضرورت ہے کیونکہ وہ حدیث کے معنی جانتے ہیں۔ (موفق، انتصار، کر دری)

امام ابو یوسف: امام صاحبؒ کی وفات کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ کاش! امام صاحبؒ کی ایک مجلس مجھے نصیب ہوتی اور میں آدھا مال اس کے لئے صرف کردوں، لکھا ہے کہ اس زمانہ میں ان کی ملکیت میں میں لاکھ روپے تھے، اسمعی نے اس آرزو کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ”بعض مسائل میں شبہات ہیں جن کو امام صاحب ہی حل فرمائے تھے“۔ (کر دری)

زہیر بن معاویہ: ”خداء کی قسم امام ابوحنفۃ کے پاس ایک روز بیٹھنا میرے پاس ایک مہینہ بیٹھنے سے زیادہ نفع بخش ہے۔“ (موفق و انتصار)

یہ تھے اس خیر القرون کے معاصرین، کیسے نیک نفس تھے، اس قول سے معاصرت کی چشمک کی کہیں بوجھی آرہی ہے؟ اس کے بعد وہ زمانہ آیا کہ اپنے شیوخ کا احترام کرنے والے بھی کم رہ گئے، صرف اپنے اپنے خیال و عقیدہ کے مطابق دھڑے بندیاں ہونے لگیں۔

وکیجع: محدثین سے کہا کرتے تھے کہ اے قوم! تم حدیثیں طلب کرتے ہو اور ان کے معانی طلب نہیں کرتے اس میں تمہاری عمر اور دین

ضائع ہو جائے گا، کاش! مجھے امام ابوحنیفہ کی فقہ کا دسوال حصہ ہی نصیب ہوتا، ایک روز فرمایا، لوگو! حدیث سننا بغیر فقہ کے تمہیں کچھ نفع نہ دیگا اور نہ تم میں دین کی سمجھ پیدا ہوگی جب تک اصحاب ابوحنیفہ کے پاس نہ بیٹھو گے اور وہ ان کے اقوال کی تفسیر نہ بیان کریں گے۔ (کر دری)

یوسف بن خالد سعیتی: میں عثمان عتی کی خدمت میں بصرہ جایا کرتا تھا اور سمجھا کہ مجھے کافی علم آگیا ہے مگر جب امام ابوحنیفہ کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت میری آنکھیں کھلیں اور یہ معلوم ہوا کہ علم کچھ بھی مجھے نہیں آیا پھر جو کچھ حاصل ہوا وہ امام صاحب کے پاس رہ کر ہوا۔ (موفق انصار)

شداد بن حکیم: اگر خدا ہم پر احسان نہ فرماتا اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے وجود سے جنہوں نے علم کو ظاہر کیا اور اس کی شرح کی تو ہم نے جان سکتے کہ کس چیز کو اختیار کریں اور کس کو نہیں۔ (موفق، انصار، کر دری)

علی بن ہاشم: امام ابوحنیفہ علم کے خزانہ تھے، جو مسائل اعلیٰ درج کے عالم پر ساخت ہو وہ ان پر آسان تھے۔ (موفق، انصار، کر دری)

وقبہ بن مسئلہ: امام ابوحنیفہ نے علم میں ایسا خوض کیا تھا کہ کسی نے اتنا نہیں کیا تھا، اس لئے جو وہ چاہتے تھا ان کو حاصل ہو گیا۔ (موفق، انصار، کر دری)

یحییٰ بن آدم: امام ابوحنیفہ نے فقہ میں ایسی کوشش کی کہ ان سے پیشتر کسی نے نہیں کی، اس لئے خدا نے ان کو راہ بتلادی اور اس کو آسان کر دیا اور خاص و عام نے ان کے علم سے نفع اٹھایا۔ (موفق، انصار، کر دری)

نصر بن محمد: میراظن غالب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ کو رحمت پیدا کیا ہے اگر وہ نہ ہوتے تو بہت سا علم گم ہو جاتا (کر دری)

ابو عمر و بن علا: علم اگر پوچھو تو امام ابوحنیفہ کا ہے اور ہم لوگ جس علم میں مصروف ہیں وہ بہت آسان ہے۔ (موفق انصار)

امام صاحب کیلئے ائمہ حدیث کی توثیق

(۱) محمد بن سعد العوفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابن معین سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ”امام حدیث ابوحنیفہ ثقہ تھے، کوئی حدیث اس وقت تک بیان نہ فرماتے تھے جب تک کہ ان کو پوری طرح یاد نہ ہو اور جو یاد نہ ہو تو اس کو بیان نہ فرماتے تھے“ (تهذیب التہذیب ص ۳۵۰ ج ۱۰)

(۲) صالح بن محمد اسدی نے بیان کیا کہ امام ابن معین نے فرمایا، امام ابوحنیفہ حدیث میں ثقہ تھے۔ (تهذیب التہذیب ص ۳۵۰ ج ۱۰)

(۳) احمد بن محمد بن قاسم بن محزز، امام یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ میں اصول جرح و تعدیل کی رو سے کوئی عیب نہیں تھا اور نہ وہ کبھی برائی کے ساتھ مہتم ہوئے۔ (تذکرہ الحفاظ ص ۱۵۲ ج ۱)

(۴) امام ابو داؤ و بختانی (صاحب سنن) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ امام شریعت تھے (تذکرہ الحفاظ ص ۱۵۲ ج ۱)

(۵) حافظ ابن حجر کلی، بشیی شافعی نے حضرت سفیان ثوری کا یہ قول نقل کیا ہے ”امام ابوحنیفہ حدیث و فقہ دونوں میں ثقہ و صدقہ ہیں“۔ (خیرات الحسان ص ۱۲)

حافظ ابن حجر کلی نے نقل کیا کہ ابن مدینی نے فرمایا ”امام ابوحنیفہ“ سے ثوری، ابن المبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے روایت کی ہے یعنی یہ سب ائمہ حدیث میں امام صاحب کے شاگرد ہیں اور فرمایا کہ امام صاحب ثقہ ہیں ان میں کوئی عیب نہیں اور امام شعبہ بھی ان کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے ہیں اور حضرت یحییٰ بن معین فرماتے تھے کہ ہمارے کچھ لوگ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے متعلق تفیریط میں بتلا ہیں اور ان کی تنقیص کرتے ہیں۔

پھر کسی نے سوال کیا کہ کیا امام صاحب کی طرف بیان حدیث و مسائل میں کسی مسامحت یا کندب و غلط بیانی کی نسبت صحیح ہے تو فرمایا ”ہرگز نہیں“۔ (خیرات الحسان فصل نمبر ۳۸)

خیرات حسان ہی میں ہے کہ خطیب نے اسرائیل بن یوسف سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا ”امام ابوحنیفہ بہت ہی اچھے شخص تھے اور حدیث کو پوری طرح یاد رکھنے والا ان کے برابر کوئی شخص نہیں ہوا“۔

(۶) حافظ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ امام تیجی بن معین سے امام صاحب کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا "لشقة ہیں، میں نے سنائی نہیں کہ امام ابوحنیفہؓ کسی نے ضعیف کہا ہو (معلوم ہوا کہ اس دور کے اکابر و اصحاب میں سے کسی نے بھی آپ پر جرح نہیں کی) اور شعبہ بن الحجاج امام صاحب کو لکھا کرتے تھے کہ احادیث کی روایت ہمارے لئے کریں اور فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؓ لشقة تھے اور چچے لوگوں میں سے تھے کہ بھی ان کو جھوٹ کی تہمت نہیں لگی اور اللہ کے دین میں مامون و معتمد تھے احادیث صحیح بیان فرماتے تھے۔

حضرت امام مالکؓ، امام شافعیؓ، امام احمد، حضرت عبد اللہ بن مبارکؓ، حضرت سفیان بن عینیؓ، حضرت عمشؓ، حضرت سفیان ثوریؓ، حضرت عبدالرزاقؓ، حضرت حماد بن زید وغیرہ بڑے بڑے ائمہ و حفاظ نے امام صاحب کی تعریف کی ہے اور حضرت وکیع مدح کرتے تھے اور امام صاحب کی رائے کے موافق فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین)

ان جلیل القدر ائمہ کے مذکورہ بالا اشارات سے چند نتائج نکلتے ہیں۔

(۱) نمبر ۲ اور نمبر ۲ سے یہ بات خاص طور سے واضح ہوتی ہے کہ امام صاحب نہ صرف جلیل القدر حافظ حدیث تھے جن کو لاکھوں احادیث یاد تھیں، بلکہ یہ بھی کہ وہ ہر حدیث کے ایک ایک لفظ، اس کے معنی و روح کی حفاظت کرتے تھے، جس سے شارع علیہ السلام کی مراد کا کوئی گوشہ کوئی نکتہ بھی ان کے منور دل و دماغ سے اچھل نہ ہوتا ہو گا اور شاید اسی وجہ سے حفاظ حدیث و ائمہ مجتہدین میں آپ کو سب سے اوپر منصب و مقام حاصل ہوا اور امام شافعیؓ جیسے مجتہد عالی مقام کو بھی کہتا ہے اکہ الناس فی الفقه عیال علی ابی حیفة یعنی تمام لوگ فتنہ میں امام صاحب کے عیال ہیں اور دست نگر ہیں اور بڑے بڑے حفاظ حدیث کو کہتا ہے اکہ نحن الصیادلة و انتم الاطباء یعنی ہم لوگ صرف دو فروش ہیں اور آپ لوگ طبیب ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام صاحب کی رہنمائی میں فتح خلیل کی ترتیب و تدوین اس شان سے عمل میں آئی کہ دوسرے فقیہ اس امتیاز کے حامل نہ ہو سکے۔

(۷) فن حدیث میں امام صاحبؓ کو نقاد ان حدیث کا پیشواما ناجاتا ہے اور امام صاحبؓ کے قول کو رواۃ کی تفہید میں استدلال ائمہ حدیث نے پیش کیا ہے، چنانچہ امام ترمذیؓ نے امام صاحب کے قول کو جابر جھنی کی جرج میں پیش کیا ہے۔

صاحب خلاصہ رواۃ کی جرج و تعدیل میں امام صاحبؓ کے قول کو پیش کرتے ہیں۔

حاکم نے مستدرک میں ایک مقام پر امام صاحب کے قول کو پیش کیا ہے، اس سے حضرت الامام کی مہارت و کمال فن حدیث میں معلوم ہوتا ہے۔

(۸) حافظ ذہبیؓ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو طبقہ خامسہ کے حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے، اصطلاح محمد شیخ میں حافظ حدیث وہ ہوتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ احادیث یاد ہوں اور تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کی سند سے دور و ایتیں بھی موجود ہیں۔

مثلاً امام بخاریؓ کہ ان کے اساتذہ ایک ہزار سے کچھ اور پر ہیں اور ان کو کچھ لاکھ احادیث یاد تھیں اور وہ حضرت امام صاحب کے بھی شاگردوں کے شاگرد ہیں، اسی سے قیاس ہو سکتا ہے کہ امام صاحبؓ کو کتنی لاکھ احادیث یاد ہوں گی۔

(۹) حافظ ابن عبد البر نے انتقاء میں نقل کیا ہے کہ امام محمدؓ نے ایک دفعہ امام مالکؓ کے تلامذہ و اصحاب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ "تمہارے شیخ پر ضروری نہیں کہ کچھ فرمائیں اور ہمارے استاد (امام ابوحنیفہ) کے لئے خاموش رہنا درست نہیں تھا، مطلب یہ کہ امام مالکؓ حدیث کے امام ہیں مگر فتح و افتاء میں کمی ہے، اس لئے اگر کچھ نہ فرمائیں تو بہتر ہے، دوسرے اس فن میں ان سے بہتر موجود ہیں وہ جواب دے سکیں گے اور امام ابوحنیفہؓ چونکہ فتح کے بھی امام تھے اس لئے ان کو ہر سوال کا جواب دینا چاہئے تھا، کیونکہ ان سے اوپر مقام ان کے زمانہ میں کسی کو حاصل نہ تھا اور ان کے سکوت و خاموشی سے علمی استفادہ رک جاتا۔

امام صاحب تمام اصحاب کتب حدیث کے استاد ہیں

(۱۱) روایات حدیث میں تقریباً تمام اصحاب کتب حدیث امام صاحب کے بواسطہ شاگرد ہیں۔

حافظ ابن حجر نے تقریب میں امام صاحب کے ترجمہ میں نسائی و ترمذی کی علامت لگائی ہے کہ امام ترمذی و نسائی نے امام صاحب کی روایت کی تخریج کی ہے اور تہذیب التہذیب میں ہے ان روایوں کو ذکر بھی کیا ہے۔

صاحب مجمع البخاری نے بھی ترمذی و نسائی کا حوالہ دیا ہے۔

صاحب غلاصہ نے امام کے ترجمہ میں شماں ترمذی، نسائی اور جزو البخاری کی علامت لگائی ہے۔

مندابی داؤ و طیلی میں امام صاحب کی ایک روایت موجود ہے۔

مجمع صغیر طبرانی میں دور روایتیں موجود ہیں۔

مستدرگ حاکم جلد دوم میں امام صاحب کی ایک حدیث شہادت میں پیش کی ہے اور جلد سوم میں بھی ایک روایت موجود ہے۔

امام دارقطنی نے اپنی سفیر میں ۳۲ جگہ امام صاحب کے طرق سے احادیث روایت کیں (حالات وہ امام صاحب سے تعصّب بھی رکھتے تھے)۔

مشہور محدث کبیر ابو حمزہ سکری نے بیان کیا کہ میں نے امام صاحب سے سافر ماتے تھے ”بمیں جب کوئی حدیث صحیح الاستاذ مل جاتی ہے تو اسی کو لیتے ہیں اور جب صحابہ کے اقوال و آثار ملتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک قول کو منتخب کر لیتے ہیں اور ان کے دائرة سے نہیں نکلتے، البتہ جب کوئی قول تابعین کا آتا ہے (اور وہ ہمارے فیصلہ کے خلاف ہوتا ہے تو) اس سے مزاجمت کرتے ہیں۔

خالد بن صبغہ نے بیان کیا کہ میں نے ابو حمزہ سکری سے بارہا سنا کہ جو کچھ میں نے امام ابو حنیفہ سے سنائے وہ مجھ کو ایک لاکھ درہم و دنایر سے زیادہ محبوب و پسندید ہے۔

ابوالعلاء صاعد بن محمد نے ابو حمزہ سکری سے نقل کیا کہ ”میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سب سے بہتر و انب طریقہ پر کلام کرنے والا امام ابو حنیفہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا، وہ ہر ایک صاحب فضل و کمال کے حق کو پورا پورا ادا کرتے تھے، پھر اس سے بڑی بات یہ کہ وفات کے وقت تک کبھی کسی صاحب فضل کا (خواہ صحابہ میں سے ہوں یا غیر صحابہ سے) تنقیص و برائی کے ساتھ ڈکر نہیں کیا۔ (ابوہرہ الحبیبہ س ۲۵۰ ج ۲)

امام صاحب اور قلت روایت

حضرت عمر بن عبد الرحمن کے چھٹے سال اسلام لائے اور آخر تک خدمت نبوی میں باریاب رہے مگر ان سے صرف ۵۲۵ حدیث مردی ہیں۔

حضرت علیؑ پہلے مشرف باسلام ہونے والوں میں ہیں آپ کو حضور اکرم ﷺ نے اپنی پرورش میں لے لیا تھا تقریباً ۲۳ سال خلوت و جلوت میں حضورؐ کے ساتھ رہے مگر کل ۵۸۶ حدیث روایت کیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اسلام لانے کے بعد تقریباً ۲۲ سال برادر خدمت مبارکہ میں حاضر رہے اندر، باہر اور ہر موقع پر ساتھ رہے لیکن کل ۸۲۸ حدیث روایت کیں۔

یہ سب دوسرے مکثر یعنی صحابہ حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ سے کہیں زیادہ روایات کر سکتے تھے مگر روایت حدیث خصوصاً برآہ راست حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر کے روایت کرنا خلاف احتیاط خیال فرماتے تھے کہ مہادا بیان میں کوئی فرق ہو جائے اور وعید کے مستحق ہوں اس لئے بہت کم روایتیں ان سے مردی ہیں لیکن ان حضرات نے اپنی حدیثی و افر معلومات کو مسائل و فتاویٰ کی صورت میں بیان کیا چنانچہ وہ اس کثرت سے ہیں کہ ہر ایک کے لئے بڑی بڑی کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔

اصابہ میں ہے کہ تمام صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہما جمعین کے فتاویٰ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ سے ایک ایک مولیٰ ضخیم جلد تیار ہو۔ بعضیہ یہی صورت امام اعظم کے طریقہ روایت حدیث کی ہے کہ ہزاروں لاکھوں مسائل و فتاویٰ کی تدوین ان کی راہنمائی میں کی گئی اور یہی طریقہ روایت امام صاحب کے اتباع میں کثرت کے ساتھ تعامل و آثار صحابہ اور خصوصیت سے ان حضرات مذکورہ بالا کے تعامل، و آثار و فتاویٰ کی تحقیق و جستجو کرتے تھے۔

پھر معانی حدیث کی تعریف میں بھی ان سے مدد لیتے تھے، وغیرہ ذلک، یہی وہ طریقہ عادل حضرت عمر بن عبد العزیز نے بھی اختیار کیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے تدوین حدیث کی مہم شروع فرماتے ہوئے جا بجا احکام بھیجے تھے کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آثار و اقوال صحابہ بھی جمع کرو جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

ظاہر ہے کہ امام صاحب کا یہ طریقہ بہت ہی مستحکم، جامع اور محتاط تھا، اس کے برخلاف دوسری صدی کے بعد کے اس طریقہ کو دیکھئے جو نہ محدثین یا اصحاب ظاہر اہل حدیث نے اختیار کیا کہ آثار و اقوال صحابہ سے صرف نظر، معانی حدیث کی جگہ ظاہر الفاظ کا استنبغ، حضور ﷺ کے آخری عمل اور ناخ و منسوخ کی تحقیق کی بجائے صرف روایتی اعتبار سے حدیث کی قوت وضعف پر مدار، زمانہ خیر القرون میں جو احادیث صحیح تھیں لیکن يشفوا الكذب کے دور میں داخل ہو کر اگر ان میں کوئی راوی مبتهم آگیا تو وہ احادیث تو روایتی بنیاد پر گرگئیں اور ان کی جگہ ان کم درجہ کی احادیث نے لے لی جن کو اتفاق وقت سے اچھے راوی مل گئے، مثلاً حدیث قلسن وغیرہ۔

غرض امام صاحب نے جس اچھے وقت میں تدوین فدق کی مہم کو سر کیا اور جن اصولوں پر کام کیا اور جیسے بلند پایہ محدثین و فقہاء ان کے رفق و معاون ہوئے (کہ بعد کے سارے محدثین ان ہی کے خوشہ چیزوں ہیں) اس کی خوبی و برتری کا مقابلہ زمانہ مابعد میں نہ ہو سکتا تھا اور نہ ہوا۔

ظاہر ہے کہ فدق حنفی کا یہ کھلا ہوا فضل و تفویق ہی حاصل ہے و معاون دین کے تکمیل دلوں اور متعصب ذہنوں کے لئے سب سے بڑی وجہ عداوت بن گئی اور پھر انہوں نے اپنے ان اساتذہ و بزرگوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھنے کے جواز و عدم جواز کا فیصلہ ناظرین خود کریں گے، اس کا رخیر کی تفہیم اس طرح ہوئی۔

(۱) کچھ محدثین نے تو اپنی حدیثی تالیفات میں امام صاحب اور اصحاب امام کی روڈ کر خیر سے بھی احتراز کیا، موافق احتلاف احادیث کی روایت کم سے کم کی نقل مذہب کی ضرورت بھی گئی تو وہ بھی غیر وقیع الفاظ سے کی گئی، مذہب سے پوری طرح واقفیت حاصل کے بغیر، بے تحقیق بھی مسائل کی نسبت غلط کر دی گئی (جس کی نشاندہ ہی شرح بخاری میں جا بجا ہم کرتے رہیں گے (ان شاء اللہ))

(۲) کچھ محدثین نے حق شاگردی ادا کرنے کو ایک دور روایات لیں اور نقل مذہب بھی کسی قدر وقیع الفاظ سے کیا اگرچہ مذہب سے پوری واقفیت حاصل نہ کی۔

(۳) شرح حدیث نے موافق احتلاف احادیث کو روائی طریقہ سے گرانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا کرکی، اگر کسی حدیث کے ایک لفظ میں بھی فرق پایا تو ”لم ا Jade“، کہہ کر اس کو ختم کیا، ملاحظہ ہو فتح الباری اور ضمیمة مدینۃ الامعی وغیرہ۔

(۴) تاریخ و رجال کے مؤلفین اور جرج و تعلیل کے مصنفوں نے حتی الامکان رجال احتلاف کو مسخر شدہ بنانا کر پیش کیا بڑے بڑوں پر گرمی پر گرمی جھوٹی روایات کی آڑ لے کر طعن کر گئے۔

(۵) کچھ لوگوں نے کتابوں کی طباعت کے وقت حذف والحق یا تصحیح کے ذریعہ رجال حنفی کے حالات میں تلبیس کی۔

(۶) کچھ حضرات نے کتب تاریخ وغیرہ میں حکایت مکذوب روایت کر کے کپار حنفی کی پاک و پاکیزہ زندگی کو داغ دار بنانے کی سعی کی وغیرہ۔

امام صاحب کی طرف قلت روایت کا طعن کرنے والوں کے لئے ایک جواب اور نقل ہوا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ احادیث دو قسم کی ہیں، ایک وہ جواہ کام سے متعلق ہیں، دوسری وہ جن کا تعلق احکام سے نہیں۔

اس دوسری قسم کی احادیث کی روایت سے فقہاء صحابہ اور خلفاء راشدین نے خود بھی اجتناب کیا اور دوسروں کو بھی روکا تھا، تاکہ اس ابتدائی دور میں قرآن مجید اور حدیث کا اختلاط نہ ہو جائے، باقی احادیث احکام کا روایت کرنا اور جانانا تو دین پر عمل کرنے کے لئے ضروری تھا، اس لئے ان کی روایت سے نہیں روکا گیا تھا، چنانچہ مصنف عبد الرزاق میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ جب حضرت عمر فاروق خلیفہ ہوئے تو صحابہ سے فرمایا کہ ”رسول اکرم ﷺ کی احادیث کی روایت کم کرو، بجز ان احادیث کے جن کی عمل کیلئے ضرورت ہے۔“

مسلم شریف میں ہے کہ عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا کہ ”جن احادیث میں تم لوگوں کا دینی فائدہ تھا وہ سب میں نے تم سے بیان کر دی ہیں۔“ علامہ نووی نے شرح مسلم میں قاضی عیاض سے اس کی تشریح بھی نقل کی ہے کہ عبادہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ انہوں نے وہ حدیثیں بیان نہیں کیں جن سے مسلمانوں کے کسی ضرر یا فتنہ میں بنتا ہونے کا اندیشہ تھا یا جن کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا تھا اور یہ وہ احادیث تھیں جن کا تعلق احکام سے یا کسی حد سے حدود شرعیہ میں سے نہ تھا، ایسی احادیث کا روایت نہ کرنا کچھ عبادہ ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ایسا کرنا دوسرے صحابہ سے بھی بہت زیادہ ثابت ہے۔

امام صاحب نے خلفاء راشدین اور فقہاء کی رائے مذکور کا بھی ابتداع کیا اور صرف وہی احادیث روایت کیں جن کا تعلق احکام سے تھا، ان کی تعداد کا اندازہ تین ہزار کیا گیا ہے، امام صاحب سے روایت شدہ احادیث بھی علاوہ ان صریح مرفوع احادیث کے جوان کی مانید وغیرہ میں ہیں اور ان کا کافی ذخیرہ اس وقت ہمارے سامنے مطبوعہ شکل میں بھی آگیا ہے، احادیث موقوفہ اور مسائل و احکام کی صورت میں ہزار اس ہزار کی تعداد میں موجود ہیں اور جس طرح حضرت شاہ ولی اللہؓ نے حضرت فاروقؓ عظیمؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو جمہور محدثین کے خلاف صحابہ کے مکثہین میں داخل کیا ہے اور اسی وجہ سے کیا جو ہم نے اوپر بھی بیان کی ہے، اسی طرح امام صاحبؓ کو بھی تابعین کے مکثہین میں داخل کرنا مناسب ہے اور قلت روایت کی نسبت امام صاحبؓ کی طرف درست نہ ہوگی، حضرت شاہ صاحبؓ کی تحقیق ازالۃ الخفا، ص ۲۱۲ مقصد دوم میں اس طرح ہے۔

”جمہور محدثین نے مکثہین میں صحابہ آئندھ صحابہ کو قرار دیا ہے، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عائشؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت عبد اللہ بن عمر و بن العاصؓ، حضرت انسؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ اور متوفین میں سے حضرت عمر، حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ کو شمار کیا ہے (جن سے ۵۰ سے ایک ہزار سے کم تک احادیث مروی ہیں) لیکن اس فقیر کے نزدیک ان حضرات سے احادیث بڑی کثرت سے موجود ہیں، کیونکہ جو احادیث بظاہر موقوف ہوئی ہیں وہ بھی حکما و حقیقت مرفوع ہیں اور ان حضرات سے باب فقہ، باب احسان اور باب حکمت میں جس قدر ارشادات مروی ہیں وہ بہت سی وجہ سے مرفوع کے حکم میں ہیں، لہذا ان حضرات کو مکثہین میں داخل کرنا زیادہ موزوں ہے۔“

حضرت شاہ صاحبؓ نے ان حضرات کو مکثہین کے طبق میں اس بناء پر داخل کیا کہ ان کے بہت سے مسائل و فتاویٰ احادیث ہیں اور ان کو احادیث قرار دینا بہت سے دلائل وجوہ سے ہے، پھر آگے حضرت شاہ صاحبؓ نے ان دلائل میں سے ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ ان احکام و مسائل کو اگر متداولہ کتب حدیث کی احادیث مرفوعہ سے موازنہ کیا جائے گا تو ان کی باہم موافقت و مطابقت ہی ملے گی، لہذا ان حضرات نے ان ہی احادیث کو احکام و مسائل و فتاویٰ کی صورتوں میں روایت کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی یہ تحقیق و تدقیق چونکہ سطحی افہام اور ظاہر پر اکتفاء کرنے والی عقول سے بلند تھی اس لئے خود ہی آپ نے یہ بھی

فرمایا کہ ”قصہ کوتاہ! حضرت عمر، حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کردہ بہت سی احادیث دفتر وں میں موجود ہیں مگر ان حضرات کی جانب بحیثیت حدیث ان کا انتساب کم سمجھا اور غیر دانشمند لوگ نہیں کر سکیں گے (کہ ان کی افہام و دسترس سے باہر ہے)۔

اس موقع پر مجھے اس حقیقت کے اظہار کا بھی موقع دیکھئے کہ یہ دفاتر وہی ہیں جن کی روشنی میں امام اعظم قدس سرہ اور آپ کے چالیس رفقاء و محدثین و فقهاء مجتهدین نے ”فقہ حنفی“ کو مرتب کیا ہے۔

خلیفہ منصور نے امام صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے علم کس سے حاصل کیا؟ تو امام صاحب نے جواب دیا تھا کہ اصحاب عمر سے عمر کا، اصحاب علیؑ سے علیؑ کا اور اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ سے عبداللہ بن مسعودؓ کا جس پر منصور نے کہا تھا کہ خوب خوب! ابوحنیفہ! تم نے بہت مضبوط علم حاصل کیا وہ سب طبیعیں طاہریں تھے، سب پر خدا کی رحمت ہو۔

اور شاہ صاحب نے ججۃ اللہ البالغہ میں لمبی بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے استاذ الاستاذ حضرت ابراہیم بن حنفی نے اپنے نہب کی بنیاد حضرت علیؑ اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ کے مسائل و فتاویٰ پر قائم کی، ابراہیم تمام علماء کو فہ کے علوم کا مخزن تھے، ابن المسیب اور ابراہیم کے فقه کے اکثر مسائل اصل میں سلف یعنی صحابہ سے مردی ہیں۔

ابراہیم کے فضل و کمال اور تفقہ و جلالت قدر پر تمام فقهاء کو فہ متفق ہو گئے تھے اور سب نے ان کی شاگردی کا فخر حاصل کیا، ابراہیم نے وہی مسائل جمع کئے تھے جن کو مشہور احادیث اور قویٰ دلائل کی صحیح کسوٹی پر کس لیا تھا۔ (حجۃ اللہ ص ۱۳۹)

پھر آگے چل کر شاہ صاحب نے یہ بھی واضح کیا کہ ان مسائل کو ابراہیم سے امام صاحبؒ نے اخذ کیا اور امام صاحبؒ تو انہیں کلیے سے جزئیات کا حکم دریافت کرنے میں غیر معمولی ملکہ رکھتے تھے، فن تجزیہ مسائل کی باریکیوں پر اپنی دقیقہ رہی سے پوری طرح حادی ہو جاتے تھے۔ فروع کی تجزیہ پر کامل طور پر توجہ فرماتے تھے اور ابراہیم اور ان کے اقران کے اقوال و مسائل کو اگر مصنف ابن الیثیب، مصنف عبدالرزاق اور کتاب الآثار امام محمد کی مرویات سے موازنہ کر کے دیکھو گے تو چند مسائل کے سواب میں اتفاق و اتحاد پاؤ گے۔ (حجۃ اللہ ص ۱۵۱)

علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعنین میں نقل کیا کہ سروق (جلیل القدر تابعی) نے بیان کیا کہ ”میں نے رسول اللہ کے اصحاب کو گہری نظر سے دیکھا تو سب کے علوم کا سرچشمہ حضرت عمر، حضرت علیؑ، حضرت ابن مسعود، حضرت زید، حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابی رضوان اللہ علیہم السلام کو پایا اور اس کے بعد پھر گہری نظر سے دیکھا تو ان چھ حضرات کے علوم کا خزانہ حضرت علیؑ و حضرت عبداللہ بن مسعود گوپایا۔“

غرض اس تمام بحث سے یہ امر واضح ہے کہ امام صاحبؒ کو مقلین سے زیادہ ملکرین کے طبقہ میں شمار کرنا چاہئے، وائلہ اعلم۔

علامہ محمد بن یوسف شافعی نے کتاب عقود الجمان میں (جو امام صاحب کے مناقب میں ہے) ایک مستقل باب ۲۳ واب امام صاحب کی روایت حدیث کی کثرت اور آپ کے اعیان واکا بر حفاظ حدیث ہونے پر قائم کیا ہے، مناقب موفق ص ۳۸ ج ۱ میں امام ابو عبد اللہ بن ابی حفظ الکبیر بخاری سے امام صاحبؒ کی چار ہزار شیوخ حدیث کا ذکر نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ یہ امام صاحب کے ادنی فضائل میں سے ایک ہے۔

کبراء محدثین کا امام صاحب سے استفادہ

امام زفر نے بیان کیا کہ بڑے بڑے وقت مثل زکریا بن ابی زائدہ، عبد الملک، ابن سلیمان، لیث بن سلیم، مطرف بن طریف، حسین بن عبد الرحمن وغیرہم امام صاحبؒ کے پاس آتے جاتے تھے اور ان مشکل مسائل کے بارے میں جن کا حاصل کرنا ان کو دشوار ہوتا تھا اور ان احادیث کے بارے میں بھی جوان پر مشتبہ ہوتی تھیں، امام صاحب سے تشفی حاصل کرتے تھے۔ (مناقب کر دری ص ۱۰۱ ج ۲)

امام صاحب محمد شین و فقہاء کے ماوی و ملجا تھے

ابن سماک: کوفہ کے استاد چار ہیں، سفیان ثوری، مالک بن مغول، داؤ دطائی، ابو بکر بن شبلی اور یہ سب ابوحنیفہ کے حلقہ میں بیٹھے ہیں (موفق، انصار، کردی) **حارث بن عمر:** جب امام ابوحنیفہؓ کے معلمہ جاتے تو ابن جرجی اور عبد العزیز بن ابی رداد ان کے ساتھ بیٹھتے اور ابن جرجی ان کی مدد کرتے عبد العزیز سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو امام صاحب سے مل کر معلوم کر کے بتاتے (کردی، انصار)

توہہ ابن سعد: اہل مروہ کے امام تھے، بقول ابن مبارک مومن قوی القلب تھے اور امام مالک کہا کرتے تھے کہ کاش! ان جیسا ایک شخص ہمارے یہاں ہوتا، یہ توہہ نہ کو راما م صاحب کے حلقہ میں بیٹھتے تھے، استفادہ کرتے تھے اور قضاۓ میں امام صاحب کے قول پر فیصلہ کرتے اور کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ میرے اور میرے رب کے درمیان ہیں (کردی)

نوح بن مریم: میں امام ابوحنیفہؓ کی صحبت و حلقہ میں رہا ہوں ان کے بعد ان کا مثل نہیں دیکھا۔ (کردی) **ابن مبارک:** فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابوحنیفہؓ تابعین کے زمانہ میں امام ہو جاتے تو تابعین بھی ان کی طرف محتاج ہوتے۔ (موفق ص ۱۵۷ انصار، کردی)

یسین بن معاذ زیارت: نے مکہ معلمہ میں ایک کثیر جماعت میں بلند آواز سے جس طرح اذان دی جاتی ہے پکار کر کہا کے لوگو! ابوحنیفہ کو غنیمت سمجھو، ان سے علم حاصل کرو، ان سے زیادہ طلال و حرام کو جانے والا تمہیں کوئی نہیں ملے گا، (موفق، انصار، کردی) یسین نہ کو روڈی ہی نے کبار فقہاء کوفہ میں سے لکھا ہے مفتی کوفہ بھی تھے۔

ابراهیم بن فیروز: اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؓ کو دیکھا کہ مسجد میں بیٹھے ہیں اور اہل مشرق و مغرب کا ہجوم ہے وہ مسائل پوچھتے ہیں اور آپ جواب دیتے ہیں، وہ پوچھنے والے بھی فقہاء و خیار الناس تھے۔ (موفق، انصار، کردی)

ابو عیم: لوگ طوعاً و کرہاً امام صاحب کے منقاد ہوتے جاتے تھے، آپ کے یہاں جو ہجوم رہتا تھا وہ دن ورات کے کسی حصہ میں منقطع نہیں ہوتا تھا خواہ آپ مسجد میں ہوں یا مکان میں۔ (کردی)

خالد بن قیچ: امام صاحب ایک رات عشاء کی نماز پڑھ کر جا رہے تھے کہ امام زفر نے کوئی مسئلہ پوچھا، امام صاحب نے جواب دیا، اس میں دوسری بحث اور تیسرا بحث نکلی اور صبح تک یہ سلسلہ چلتا رہا اور صبح کے بعد بھی یہ گفتگو رہی حتیٰ کہ زفر کو شرح صدر ہو گیا، معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے رات کے اوقات عبادت و نماز وغیرہ میں جب ہی گذرتے ہوں گے کہ آپ کے پاس طالبین علوم کا ہجوم نہ ہو ورنہ درس و افادہ ہی مقدم رکھتے ہوں گے جیسا کہ واقعہ نہ کورہ سے معلوم ہوا۔

بعض ائمہ حدیث نے لکھا ہے کہ جس قدر امام صاحب کے اصحاب و تلامذہ تھے کسی امام کو نصیب نہیں ہوئے، حافظ ابوالحسن شافعی نے نوساٹھارہ علمائے کبار کے نام بقید نسب لکھے ہیں جو امام صاحب کے حلقے درس سے مستفید ہوئے، غالباً یہ تعداد مشہور محمد شین کی ہو گی یا ان محمد شین و فقہاء کی جواکش ملازم حلقہ رہا کرتے تھے اور اس کا ثبوت رد المحتار سے بھی ملتا ہے، چنانچہ اس میں بحوالہ طبطاوی لکھا ہے کہ فقہ کے جمع کرتے وقت ایک ہزار عالم امام صاحب کے ساتھ تھے جن میں چالیس شخص درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔

اتنے علماء میں ہر مسئلہ کی تحقیق ہوتی تھی اور سب کے اتفاق سے جب طے ہوتا تو اس وقت کتاب میں لکھا جاتا تھا، ہم امام صاحب کے خاص خاص تلامذہ و اصحاب کے مختصر مختصر حالات بھی لکھیں گے اور ابتداء میں ان چالیس محمد شین کے حالات لکھیں گے جو تدوین فقہ کے شریک تھے۔

امام صاحبؒ کی امامت فقهہ اکابر علم کی نظر میں

پہلے علم فقہ کی اہمیت اقوال اکابر سے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت عمرؓ نے عبد الرحمن بن غنم کو صرف فرقہ سکھانے کے لئے شام بھیجا تھا۔

(۲) امام مالکؓ نے اپنے بھانجے ابو بکر اور اسماعیل سے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں حدیث کا بہت شوق ہے اور اس کو طلب کرتے ہو کہا ہاں! فرمایا اگر تم دوست رکھتے ہو کہ خدا تعالیٰ اس کا نفع تمہیں دے تو حدیث کی روایت کم کرو اور فقہہ زیادہ حاصل کرو۔ (مختصر کتاب الصیحة مولفہ خطیب بغدادی)

(۳) امام شافعیؓ: جو شخص صرف حدیثوں کو جمع کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی رات کو لکڑیاں جمع کرے کبھی ایسا بھی ہو گا کہ سانپ کو لکڑی سمجھ کر انھائے گا اور تکلیف انھائے گا (مختصر کتاب الصیحة مولفہ خطیب بغدادی)

(۴) اعمش:

کہتے ہیں کہ جب میں تحصیل حدیث سے فارغ ہوا تو فتویٰ دینے کے لئے مسجد میں بیٹھا تھا پہلا ہی سوال ہوا تو اس کا جواب بھی سے نہ بن سکا۔

(۵) امام احمد:

کسی نے مسئلہ پوچھا، فرمایا فقہاء سے پوچھو، ابوثور سے پوچھو (جو مشہور فقیہ تھے)۔ (توالی التاسیس)

(۶) علی بن المدینی:

بخاری نے نقل کیا کہ ابن مدینی کہتے تھے کہ تفہیق معانی حدیث یعنی فہم معنی حدیث نصف علم ہے اور معرفت رجال نصف علم ہے۔

(۷) امام ترمذی:

فقہاء نے اس طرح تشريع کی ہے اور وہ معانی حدیث کو زیادہ جانتے ہیں (جامع ترمذی)

عبداللہ بن مبارک:

ابوحنیفہ افقہ الناس تھے میں نے فقہ میں ان کا مثال نہیں دیکھا۔ (مناقب، موفق والا نصاریط ابن الجوزی)

اعمش:

ابوحنیفہ وہ مسائل جانتے ہیں کہ نہ حسن بصری جانتے ہیں نہ ابن سیرین، نہ قادہ، نہ متنی، نہ ان کے سوا کوئی اور (انصار و مناقب کردوی) کسی نے اعمش سے مسئلہ پوچھا، کہا کہ اس کا جواب ابوحنیفہ تھوب جانتے ہیں، میراظن غالب یہ ہے کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے (خیرات حسان)

سعید بن ابی عربہ:

سفیان بن سعید کے تھے کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے زیادہ افتکہ کوئی نہیں ہے، مجھے آرزو ہے کہ جو علم خدا تعالیٰ نے ان کو دیا ہے وہ تمام مسلمانوں کے دلوں میں ڈالا جائے، ان کو خدا نے فقہ میں فتحیاب کیا ہے گویا وہ اسی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ (موفق، انتصار، کر دری)

یحییٰ بن سعید القطان: کہا کرتے تھے کہ جو واقعات لوگوں پر وقتاً فوقتاً پیش آتے ہیں ان میں حکم شرعی بیان کرنے والا سوا ابوحنیفہ کے کوئی نہیں۔ (موفق، انتصار)

عثمان المدینی: حماد، ابراہیم، علقمہ اور ابن اسود سے ابوحنیفہ زیادہ فقیہ تھے۔ (موفق، انتصار)

جریر بن عبد اللہ: نے کہا کہ مجھ سے مغیرہ نے کہا کہ ابوحنیفہ کے حلقہ میں رہا کرو گے تو فقیہ ہو جاؤ گے، اگر ابراہیم نجی ہوتے تو وہ بھی ان کے حلقہ میں بیٹھتے۔ (موفق، کر دری)

مسعر: کوفہ میں امام ابوحنیفہ سے زیادہ فقیہ میں نے نہیں دیکھا، ان کی فقاہت پر مجھے رشک آتا ہے (موفق، انتصار)

مقاتل: میں نے تابعین اور تنوع تابعین کو دیکھا مگر ان میں ابوحنیفہ جیسا نکتہ رس اور بصیرت والا شخص نہیں دیکھا۔

یحییٰ بن آدم: تمام اہل فقہ اور اہل بینش کا اتفاق ہے کہ ابوحنیفہ سے افتکہ کوئی نہیں، اس امر میں انہوں نے ایسی کوشش کی کہ ان سے پہلے کسی نے نہیں کی تھی اسی لئے خدا تعالیٰ نے ان کو راستہ دکھادیا۔ (موفق، انتصار، کر دری)

امام شافعی: جس کو فقہ کی معرفت منظور ہو وہ ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو لازم پڑتے، کیونکہ فقہ میں سب ان کے عیال ہیں۔ (موفق، انتصار)

وکیع: میں کسی عالم سے نہیں ملا جو امام ابوحنیفہ سے زیادہ فقیہ ہو۔ (موفق، انتصار، کر دری)

حالانکہ امام وکیع بڑے بڑے محدثین سے ملے تھے، مثلاً ہشام بن عروہ، اعمش، اسماعیل بن عروہ، ابی خالد، ابی عون، ابی جرجیج، سفیان اور اودی، اور امام احمد کہتے ہیں کہ میری آنکھوں نے وکیع جیسا عالم نہیں دیکھا حدیث و فقہ میں وہ بہت بڑے پایہ کے تھے امام احمد نے فرمایا کہ وہ فقہ کا نماکرہ بڑی عمدگی سے کرتے تھے، یہ فقہ خنپی کی ہی طرف اشارہ ہے کیونکہ بصریج ذہبی وہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

واضح ہو کہ امام وکیع بھی اعمش اور اوزاعی کی طرح ابتداء میں امام صاحب کے مخالف تھے پھر صحیح حالات معلوم ہونے پر معتقد و مقلد ہو گئے تھے۔

سفیان ثوری: اگر سفیان ثوری کے پاس کوئی جاتا اور کہتا کہ میں امام ابوحنیفہ کے پاس سے آیا ہو، تو فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ روئے زمین پر اس جیسا فقیہ عالم نہیں۔ (الخیرات الحسان)

امام جعفر صادق: ابوحنیفہ کل فقہاء کو فقہ سے افتکہ ہیں۔ (موفق، انتصار)

حسن بن عمارہ: یہ سفیان ثوری کے استاد ہیں، عبد اللہ بن مبارک نے نقل کیا ہے کہ امام صاحب کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں نے تم سے بڑا فقیہ، بلع و حاضر جواب نہیں دیکھا اور آپ تمام فقہاء کے سردار ہیں جو لوگ آپ پر طعن کرتے ہیں وہ صرف حسد کرتے ہیں۔ (تبیض الصحیفہ و خیرات الحسان)

اسحاق بن راہویہ: امام بخاری کے اجلہ شیوخ میں تھے کہا کہ میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو احکام اور قضایا کو امام ابوحنیفہ سے زیادہ جانتا ہوں ہر چند قبول قضاء پر زبردستی اور سختی کی گئی مگر انہوں نے قبول نہیں کیا۔ خالصاً وجہ اللہ تعالیٰ اور ارشاد کیا کرتے تھے۔ (موفق، انتصار)

عیسیٰ بن یوس: نے اپنے شاگردوں کو ہدایت کی کہ اگر امام ابوحنیفہ کے بارے میں کوئی بد گوئی کرے تو ہرگز اس کا یقین مت کرنا میں خدا کی قسم کھا کر تم سے کہتا ہوں کہ میں نے ان سے افضل اور افتکہ نہیں دیکھا۔ (خیرات)

آئے ہو کہ روئے زمین پر اس جیسا فقیہ عالم نہیں۔ (الخیرات الحسان)

امام جعفر صادق: ابو حنفیہ کل فقہاء کوفہ سے افقہ ہیں۔ (موفق، انصار)

حسن بن عمارہ: یہ سفیان ثوری کے استاد ہیں، عبد اللہ بن مبارک نے نقل کیا ہے کہ امام صاحب کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں نے تم سے بڑا فقیہ، بلغ و حاضر جواب نہیں دیکھا اور آپ تمام فقہاء کے سردار ہیں جو لوگ آپ پر طعن کرتے ہیں وہ صرف حد کرتے ہیں۔ (تبیین الصحیفہ و خیرات الحسان)

اسحاق بن راہویہ: امام بخاری کے اجلہ شیوخ میں تھے کہا کہ میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو احکام اور قضایا کو امام ابو حنفیہ سے زیادہ جانتا ہوں ہر چند قبول قضاۓ پر زبردستی اور حنفیت کی گئی مگر انہوں نے قبول نہیں کیا۔ خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ اور ارشاد کیا کرتے تھے۔ (موفق، انصار)

عیسیٰ بن یوسف: نے اپنے شاگردوں کو ہدایت کی کہ اگر امام ابو حنفیہ کے بارے میں کوئی بد گوئی کرے تو ہرگز اس کا یقین مت کرنا میں خدا کی قسم کھا کر تم سے کہتا ہوں کہ میں نے ان سے افضل اور افقہ نہیں دیکھا۔ (خیرات)

امام شعبہ: اعمش اور سفیان ثوری کے استاد ہیں ان کو جب امام صاحب کے انتقال کی خبر ملی تو انا للہ پڑھ کر کہا کہ اب اہل کوفہ کی روشنی علم جاتی رہی، یاد رکھو کہ ان جیسا شخص وہ کبھی نہ دیکھیں گے۔ (موفق، انصار، کر دری)

امام صاحب ورع و تقویٰ میں یکتا تھے

یکی بن معین: کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا ابو حنفیہ لائق تھے؟ کہاں ہاں لائق تھے، لائق تھے، پھر کہا خدا کی قسم ان کا رتبہ اس سے بہت زیادہ بلند تھا کہ جھوٹ کہتے، ورع میں وہ سب سے زیادہ تھے اور کہا کہ جس کو ابن مبارک وکیع نے عدل کہا اس کو تم کیا کہتے ہو۔ (موفق، انصار، کر دری)

عبد اللہ بن مبارک: جب میں کوفہ پہنچا، لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کے علماء میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ سب نے کہا ابو حنفیہ! پھر پوچھا کہ زہد میں سب سے زیادہ کون ہے؟ کہا ابو حنفیہ، پوچھا ورع و پارسائی میں سب سے زیادہ کون ہے؟ کہا ابو حنفیہ! (موفق، انصار، کر دری و تبیین)

ملکی بن ابراہیم: میں کوفہ کے تمام علماء کے ساتھ بیٹھا مگر ابو حنفیہ سے زیادہ اور عکسی کو نہیں دیکھا، تہذیب الکمال میں بھی یہ روایت موجود ہے مگر اس کا جو خلاصہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں کیا ہے، اس میں شوافع کے مناقب زیادہ نقل کئے اور حنفیہ کے کم کر دیئے، اسی طرح تہذیب الکمال میں مزمی نے سینکڑوں محدثین کے متعلق لکھا تھا کہ وہ امام صاحب کے یا ان کے اصحاب کے شاگرد ہیں مگر حافظ نے خلاصہ کیا کہ اس امر کا ذکر کم سے کم کر دیا۔

ابو شیخ: نو سال اور کئی ماہ میں ابو حنفیہ کے ساتھ بیٹھا، اس مدت میں کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جوتا بل انکار ہو، وہ صاحب ورع و صلوٰۃ و صدقہ مواساة تھے۔ (موفق، انصار کر دری)

بکیر بن معروف: جس نے ابو حنفیہ کو دیکھا اس کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اعلیٰ درجہ کے فقیہ اور صاحب معرفت اور پرہیز گار کیے ہوا کرتے ہیں، اور ان کو دیکھنے والے پر یہ ثابت ہو جاتا تھا کہ وہ خیر ہی کے لئے مخلوق ہیں۔

ابن جریج: مجھے نعمان فقیہ اہل کوفہ کے حالات معلوم ہوئے ہیں کہ وہ ورع میں کامل اور دین و علم کی حفاظت کرنے والے تھے، اہل آخرت کے مقابلہ میں اہل دنیا کو اختیار نہیں کرتے تھے، میں گمان کرتا ہوں کہ قریب میں ان کے علم کی عجیب شان ہوگی۔ (موفق، انصار، کر دری)

عبد الوہاب بن ہمام: جتنے مشائخ عدن طلب حدیث کے لئے کوفہ گئے تھے وہ بالاتفاق کہتے تھے کہ ابو حنفیہ کے زمانہ میں ان سے بڑا فقیہ اور ورع کوفہ میں ہم نے نہیں دیکھا۔ (موفق، انصار)

وکیع: حدیث کے باب میں ابوحنیفہ کو جس قدر ورع تھا کی میں نہیں پایا گیا۔ (موفق، انتصار)

بیزید بن ہارون: میں نے ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا مگر خدا کی قسم ابوحنیفہ سے اور عکسی کو نہیں پایا۔ (موفق، انتصار)

مناقب موفق و کرداری اور الانتصار میں سفیان بن عینہ، عشیر، عبدالرزاق بن ہمام صاحب مصنف مشہور، ابراہیم بن عکرمہ، عمر بن ذر، ابوغسان مالک، حفص بن عبد الرحمن، عطاء بن جبلہ، شداد بن حکیم، عمرو بن صالح، عیسیٰ بن یوسف اور دوسرے بڑے بڑے محدثین سے بہ سند متصل نقل کیا کہ امام صاحب سب سے زیادہ متقدی، پرہیز گار عابد وزائد تھے۔

امام صاحب کی تقریر اور رقت استدلال

وقت تقریر کا مدارکثر معلومات، استحضار مضاہمین اور طبیعت نکتہ رس پر ہے اور امام صاحب اپنے زمانہ کے علماء میں سے سب سے علم و فضل میں فائق، وقت حافظ میں ممتاز تھے اور طبیعت دیقند رس، نکتہ آفریں تھی اسی لئے آپ کی تقریر بھی غیر معمولی طور سے موثر ہوتی تھی، اس کے باارے میں معاصرین امام اور اکابر علماء کے آقوال پڑھئے۔

بیزید بن ہارون: جب امام ابوحنیفہ کلام کرتے تو کل حاضرین کی گرد نہیں جھک جاتی تھیں۔ (موفق، کرداری)

شیخ کنانہ: امام ابوحنیفہ کا کل علم مفہوم و کار آمد ہے اور دوسروں کے علم میں حشو و زوائد بہت ہیں، میں ان کی صحبت میں ایک مدت تک رہا مگر ایک بات بھی ان سے ایسی نہیں سنی جو قابل مواخذہ ہو، یا اس پر عیوب لگایا جاسکے۔ (موفق، انتصار، کرداری)

ابومعاویہ ضریر: شریک، جبل و حسد کی وجہ سے امام ابوحنیفہ کے ساتھ دشمنی تو رکھتے تھے مگر جب ان کا کلام سنتے تو بیچارے سرنہ اٹھا سکتے میں نے امام صاحب سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا، کوئی شخص تقریر میں ان پر غالب نہیں آ سکتا تھا، کبھی ان کو مغلوب ہوتے نہیں دیکھا۔ (موفق، کرداری)
یحییٰ بن آدم: امام ابوحنیفہ کا کلام خالصۃ اللہ تھا اگر اس میں دنیوی امور کی آمیزش ہوتی تو ان کا کلام آفاق میں ہرگز نافذ نہ ہو سکتا کیونکہ ان کے حاسد اور کرسی شان کرنے والے لوگ بہت تھے۔ (موفق، انتصار، کرداری)

جس مجلس میں امام صاحب ہوتے تو کلام کا مداران پر ہی ہوتا اور جب تک وہ وہاں رہتے کوئی دوسرے بات نہ کر سکتا (خبرات، کرداری)

مسعر بن کدام: کسی نے ان سے کہا کہ ابوحنیفہ کے دشمن کس قدر کثرت سے ہیں؟ یہ سن کر مسخر سید ہے ہو کر بیٹھ گئے اور کہا دو! میں نے جب کسی کو ان کے ساتھ مباحثہ کرتے دیکھا تو امام کو ہی غالب دیکھا۔ (موفق، انتصار، کرداری)

مطلوب بن زیاد: جب کبھی امام ابوحنیفہ نے کسی مسئلہ میں کسی کے ساتھ گفتگو کی تو وہ شخص ان کا مطبع و منقاد ہو گیا۔ (موفق)

امام مالک: پوچھا گیا کہ اہل عراق میں سے جو آپ کے یہاں آئے ان میں افقہ کون ہیں؟ فرمایا۔ کون آئے ہیں؟ کہا گیا بن ابی یعلیٰ، ابن شبرمہ، سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ، امام مالک نے فرمایا کہ تم نے ابوحنیفہ کا نام آخر میں لیا، میں نے ان کو دیکھا کہ ہمارے یہاں کے کسی فقیہ سے ان کا مناظرہ ہوا اور تین بار اس کو اپنی رائے کی طرف رجوع کرائے امام صاحب نے آخر میں کہہ دیا کہ یہ بھی خطاء ہے۔ (موفق)

اور امام شافعی کا بیان ہے کہ امام مالک سے امام ابوحنیفہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا سجان اللہ! وہ تو ایے شخص تھے کہ اگر تم سے کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو پھر اس کو دلیل و جدت سے ثابت بھی کرو گھاتے۔ (کرداری، خبرات، تبیض)

حافظ ابوحنزہ محمد بن میمون: نے قسم کھا کر کہا کہ ابوحنیفہ کی تقریر سن کر مجھے جس قدر خوشی ہوتی وہ لاکھ اشرافی کے ملنے سے بھی نہیں ہو سکتی۔ (موفق، انتصار، کرداری)

یوسف بن خالد سمحتی: جب میں علم حاصل کر کے امام صاحب کے حلقة میں بیٹھا اور ان کی تقریریں سنیں تو معلوم ہوا کہ علم کے چہرہ پر

امام ابوحنیفہ طبیب امت تھے

سعد بن سعید حلبی: امام ابوحنیفہ اس امت کے طبیب ہیں اس لئے کہ جہل سے زیادہ کوئی بیماری نہیں اور علم ایسی دوا ہے کہ اس کی نظر نہیں اور امام صاحب نے علم کی ایسی شافی تفسیر کی کہ جہل جاتا رہا۔

امام اوزاعی: امام صاحب کو طبیب امت کہا کرتے تھے اور محدثین کو عطاروں میں داخل کرتے تھے۔

عفان بن سیار: امام ابوحنیفہ کی مثال طبیب حاذق کی ای ہے جو ہر بیماری کی دوا جانتا ہے۔ (موفق، انصار، کردری)

امام صاحب محسود تھے

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے آیت و من شر حاسد اذا حسد کی تفسیر میں لکھا ہے کہ تمام شرور کا مبدأ حسد ہے، آسمان و زمین میں جو پہلا گناہ ہوا وہ حسد ہی تھا، وہاں ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کیا تھا، یہاں قاتل نے ہائیل پر۔

سفیان ثوری: آپ سے جب کوئی دیقق مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے کہ اس مسئلہ میں کوئی عمدہ تقریر نہیں کر سکتا سو اس شخص کے جس پر ہم لوگ حسد کرتے ہیں (یعنی ابوحنیفہ) پھر امام صاحب کے شاگردوں سے پوچھتے کہ اس مسئلہ میں تمہارے استاد کا کیا قول ہے؟ اور جو وہ جواب دیتے اسی کو یاد کر کے اسی کے موافق فتویٰ دیتے تھے۔ (موفق، کردری)

عبدید بن الحنفی: امام ابوحنیفہ سید الفقہاء ہیں اور جوان پر تہمت لگاتا ہے وہ حاسد ہے یا شریخ شخص ہے۔ (موفق، انصار، کردری)

ابن مبارک: اگر میں شہداء کی بات سنتا (جو حسد و عداوت کی وجہ سے امام صاحب کے پاس آنے سے روکتے تھے) تو ابوحنیفہ کی ملاقات فوت ہو جاتی، جس سے میری مشقت اور خرچ جو تفصیل علم میں ہو اتحاسب ضائع ہو جاتا، اگر میں ان سے ملاقات نہ کرتا اور ان کی صحبت نصیب نہ ہوتی تو میں علم میں مفلس رہ جاتا اور فرمایا کرتے تھے کہ آثار و احادیث کو لازم پکڑو مگر اس کے لئے ابوحنیفہ کی ضرورت ہے۔ (موفق، انصار، کردری)

یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں بہت سے شہروں میں رہا، علم حاصل کیا مگر جب تک امام صاحب سے ملاقات نہ ہوئی حلال و حرام کے اصول مجھے معلوم نہ ہوئے۔ (موفق و کردری)

حضرت عبد اللہ بن مبارک امام صاحب پر نقہ و جرح کرنے والوں کے بارے میں ایک مشہور شعر پڑھا کرتے تھے کہ جب کسی شخص کے علم و فضل کے غیر معمولی مرتبہ پر لوگوں کو پہنچانا دشوار ہوتا ہے تو اس پر حسد کرنے لگا کرتے ہیں اور حسد کی وجہ سے جرح پر اتر آتے ہیں، خود ایام صاحب سے بھی پنداشوار ایسے منقول ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے پاکیزہ قلب پر بھی حاسدین کے حسد کا صدمہ تھا۔

قیس بن ربع: ابوحنیفہ پر بیزگار، فقیر اور محسود خلاق تھے۔

حسن بن عمارہ: لوگ امام ابوحنیفہ کی نسبت جو کلام کرتے ہیں، اس کا نشاء حسد ہے، تفقہ میں ان کی فضیلت مسلم تھی۔

امام صاحب مؤید مسن اللہ تھے

عبد الرحمن بن عبد اللہ مسعودی: امام ابوحنیفہ فقہ اور فتویٰ میں مؤید مسن اللہ تھے، ابو عبد الغفار نے کہا کہ امام صاحب ہمارے زمانہ کے فقیہ ہیں، قیس بن الربيع نے کہا کہ مسعودی نے بیج کہا ہے۔ (کردری)

سوید بن سعید: اگر امام ابوحنیفہ اور خدا نے تعالیٰ کے درمیان کوئی امر محکم نہ ہوتا تو ان کو اس قدر توفیق نہ ہوتی۔ (موفق، انصار، کردری)

امام مالک: امام ابوحنیفہ کو فقہ کی توفیق دی گئی ہے جس سے ان پر اس کی مشقت نہ رہی۔ (خبرات)

اعمش : نے امام صاحب سے کہا تھا کہ اگر طلب سے فضیلت حاصل ہوتی تو میں تم سے افقہ ہو جاتا مگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے (کردی)

امام صاحب خدا تعالیٰ کی رحمت تھے

ابو بکر بن عیاش : میں نے محمد بن الساب الحنفی سے بارہا سنائے کہ ”ابوحنیفہ خدا کی رحمت ہیں“۔ (موفق، انصار، کردی)

امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے

محمد شفیق بلخی : عبدالواہب مروزی نے نقل کیا کہ جب شفیق مکہ معظمہ آئے تو ہم ان کی مجلس میں اکثر جایا کرتے تھے ان کی عادت تھی کہ امام ابوحنیفہ کی تعریفیں کثرت سے کیا کرتے تھے، ایک بار ہم نے کہا حضرت! کب تک آپ ان کی تعریف و توصیف کریں گے، ایسی باتیں بیان کیجئے جن سے ہمیں کچھ لفظ ہو، فرمایا افسوس ہے کہ تم لوگ ابوحنیفہ کے ذکر کو اور ان کے مناقب کو افضل الاعمال نہیں سمجھتے اگر ان کو دیکھتے اور ان کے ساتھ بیٹھتے تو یہ بات کبھی نہ کہتے۔ (موفق، انصار، کردی)

حضرت شعبہ : سید بن آدم کہتے ہیں کہ شعبہ کے رو برو جب امام صاحب کا ذکر ہوتا تو ان کی تعریف و توصیف میں بہت اطہاب کرتے تھے حالانکہ وہ امام صاحب کے اقران میں سے تھے۔ (حوالہ بالا)

شیخ تیسین زیارات : محمد بن قاسم کا بیان ہے کہ تیسین زیارات امام صاحب کی تعریف حد سے زیادہ کرتے تھے، جب کبھی ذکر آجائتا دریں تک ذکر کرتے اور خاموش رہنا نہیں چاہتے تھے۔ (موفق، انصار)

تلانہ امام اعظم

حاشیہ نسائی میں حافظ ابن حجر کے حوالہ سے بعض ائمہ کا قول نقل ہے کہ اسلام کے مشہور ائمہ میں سے کسی کے اتنے اصحاب و شاگرد ظاہر نہیں ہوئے جتنے امام ابوحنیفہ کے تھے اور جس قدر علماء نے آپ سے اور آپ کے اصحاب سے تفسیر آیات مشکلہ، حل احادیث مشتبہ، تحقیق مسائل مستبط، لوازل، تضایا اور احکام وغیرہ میں استفادہ کیا ہے اور کسی سے نہیں کیا۔

بعد محمد شیخ نے آپ کے خصوصی تلامذہ میں سے آٹھ سو تلامذہ کا تذکرہ مع ذکر نسب و مقام وغیرہ تفصیل سے کیا ہے اور جنہوں نے آپ کی مسند کو روایت کیا ان کی تعداد پانچ سو کھصی ہے۔

حافظ ذہبی نے امام صاحب کو حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام صاحب سے تحصیل علم کرنے والے وقت پر ایک وہ جو حدیث آپ سے اخذ کرتے تھے، دوسرے وہ جو تقدیم کے زانوئے ادب تھے کرتے تھے۔

حافظ محمد بن یوسف الصالحی شافعی مؤلف ”السیرۃ الکبریٰ الشامیہ“ نے عقود الجمان میں لکھا ہے کہ ”امام ابوحنیفہ اعیان و کبار حفاظ حدیث میں سے تھے اور اگر ان کی غیر معمولی توجہ و شغف حدیث کے ساتھ نہ ہوتی تو وہ استنباط مسائل فقہ نہیں کر سکتے تھے اور اسی کثرت اعتناء بالحدیث کی وجہ سے ان کو حافظ ذہبی نے ”طبقات الحفاظ“ میں ذکر کیا ہے اور ان کا یہ فعل نہ صرف درست و صواب ہے بلکہ قابل تحسین ہے۔

پھر ۲۳ویں باب میں لکھا کہ ”باوجود امام صاحب کے وسعت حافظت کے جوان سے روایت حدیث کم ہوئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استنباط مسائل میں زیادہ مشغول رہے اور اسی طرح امام مالک و امام شافعی سے بھی روایت حدیث بہ نسبت ان کے کثیر الحدیث ہونے کے کم ہوئی ہے۔

جس طرح حضرت ابو بکر، حضرت عمر وغیرہ صحابہ سے بہ نسبت ان کے کثرت علم حدیث کے روایت کم ہوئی ہے، پھر علامہ موصوف نے امام صاحب کی کثرت علم حدیث کے بھی کچھ واقعات پیش کئے ہیں اور اس کے بعد امام صاحب کی انسانی کی انسانی کو پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

علامہ کوثری نے نقل مذکور کے بعد تحریر فرمایا کہ امام صاحب کی یہ مسانید بطریق خیر ملی بھی امام صاحب سے مردی ہیں اور حافظ حدیث شمس ابن طلوبن نے بھی ان کی اسناد "فہرست اوسط" میں ذکر کی ہیں اور ہماری سند امام صاحب تک "تحریر الوجيز" میں ہے۔ خطیب بغدادی نے جس وقت دمشق کا سفر کیا تو اپنے ساتھ مندرجہ ۱۸ امام اعظم للدارقطنی، اور مندرجہ ۱۹ امام لا بن شاہین اور ایک مندرجہ ۲۰ خود اپنا لے گئے تھے۔

حافظ بدر الدین عینی خنی نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے کہ امام صاحب کے مندرجہ ۱۲۱ ابن عقدہ میں ایک ہزار حدیث سے زیادہ ہیں، علامہ حافظ سیوطی شافعی نے تعقبات میں لکھا کہ ابن عقد کیا حفاظ حدیث میں سے تھے جن کی سب نے توثیق کی ہے، بجز کسی متعصب کے۔ ان کے علاوہ امام زفر نے بھی کتاب ۲۲ کتاب الا شارتالیف کی تھی جس میں امام صاحب سے بہ کثرت احادیث مردی ہیں، اس نسخہ کا ذکر حاکم نے "معرفۃ علوم الحدیث" میں کیا ہے۔ (تائب الخطیب ص ۱۵۶)

مندرجہ خوارزمی میں ہے کہ امام صاحب جس وقت اپنے استاد امام جمادی چکہ جامع مسجد کوفہ میں مندرجہ درس پر رونق افروز ہوئے تو ایک ہزار شاگرد آپ کے پاس جمع ہو گئے جن میں چالیس ایسے محدثین و فقهاء تھے جن کو اجتہاد کا درجہ حاصل تھا، ان پر آپ کو فخر تھا اور ان کو دیکھ کر اکثر یہ جملہ فرمایا کرتے تھے۔

"تم سب میرے راز دار غم گسار ہو، میں نے اس فقہ کے اسپ تازی کو زین ولگام کے ساتھ بنا سنوار کر تیار کر دیا ہے اس پر تم اپنادینی، علمی سفر طے کرو) تم میری مدد کرو کیونکہ لوگوں نے مجھ کو جہنم کا پل بنایا ہے، وہ سب اس پر سے گزر کر پار ہوتے ہیں اور سب بار بوجھ میری پیٹھ پر ہے، یعنی وہ لوگ تو تقليد سے نجات پالیں گے لیکن اگر اجتہاد و استنباط احکام میں ذرا سا بھی تسلیم رونما ہوا تو اس کا مواخذہ مجھ سے ہو گا"۔ چنانچہ امام صاحب نے تدوین فقہ کی ایک مجلس شوریٰ ترتیب دی جس میں علاوہ چالیس فقہاء مذکورین کے دوسرے سینکڑوں محدثین و فقہاء بھی وقار فنا فشرکت کیا کرتے تھے جو امام صاحب کی خدمت میں دور دراز ملکوں سے تحصیل حدیث و فقہ کیلئے حاضر ہوتے رہتے تھے، کیونکہ تدوین فقہ کا یہ عظیم الشان کام تقریباً ۲۵-۳۰ سال تک جاری رہا ہے۔ یہاں ہم امام صاحب کے تلامذہ محدثین کے کچھ نام لکھتے ہیں۔

تلامذہ محدثین امام اعظم

۱-عبداللہ بن مبارک: خلیلی نے کہا کہ متفق علیہ امام ہیں، نسائی کہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے بزرگ اور صاحب اخلاق حمیدہ ہیں، نووی کہ امامت و جلالت پر اجماع ہے، امام احمد کہ امام وقت و افضل المحدثین تھے اور کل احادیث از بر تھیں، باوجود اس کے کہا کرتے تھے کہ امام صاحب کے علوم کی طرف ہر محدث محتاج ہے اور بعد تکمیل حدیث امام صاحب کے ساتھ آخری عمر تک رہے۔

۲-مسر بن کدام: تذکرہ میں ہے الامام الحافظ، احمد الاعلام، باوجود یہ کہ امام صاحب نے بھی ان سے روایت کی ہے مگر حلقة درس امام میں رو برو بیٹھتے اور شاگردوں کی طرح سوال کرتے، امام صاحب کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے۔

۳-کعب بن الجراح: تذکرہ امام حافظ محمد بن العراق، تہذیب الکمال و تبیض الصحیفہ و خیرات الحسان میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد تھے۔

۴-مقری: محدثین میں شیخ الاسلام اور امام سجھے جاتے تھے، امام صاحب کے شاگرد تھے اور ان کو شاہزادہ کہا کرتے تھے۔

۵-ابراهیم بن طہمان: تذکرہ میں ہے کہ الامام الحافظ کہے جاتے تھے، امام احمد کی مجلس میں ذکر آتا تو سید ہے ہو کر بیٹھ جاتے تھے، تذکرہ، تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

- ۶-بیزید بن ہارون: تذکرہ میں الامام القدوہ شیخ الاسلام ۲۰۰ سال عشاہ کے وضو سے نماز صبح ادا کی، تلامذہ کا شمار نہیں ستر ہزار ایک وقت میں ہوتے تھے تذکرہ و تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد تھے اور سب اساتذہ پر ترجیح دیتے تھے کہ ان کا مثل بہت تلاش کیا گئا نہ ملا۔
- ۷-حفص بن غیاث: کروری نے ان کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے امام صاحب سے ان کی کتابیں اور آثار سنے ہیں، خطیب کا بیان ہے کہ امام صاحب کے مشہور شاگردوں میں ہیں۔
- ۸-ابو عاصم الصحاک البنیل: تذکرہ میں ہے کہ الحافظ اور شیخ الاسلام کہے جاتے تھے تہذیب الکمال اور تبیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۹-یحییٰ بن ابی زائدہ: تذکرۃ الحفاظ میں صاحب ابی حنفیہ کا لقب دیا ہے، مدت تک ساتھ رہے اور لکھنے کا کام پرداختھا۔
- ۱۰-یحییٰ بن سعیدقطان: حلقة درس میں شرکت کرتے، اکثر اقوال لئے، امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے حالانکہ سید الحفاظ تھے۔
- ۱۱-عبد الرزاق بن ہمام: تذکرہ میں الحافظ الکبیر، امام بخاری نے ان کی کتاب سے استفادہ کیا، ذہبی نے اس کتاب کو علم کا خزانہ کہا، تہذیب الکمال و تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد تھے صحاجستہ میں ان سے روایات ہیں۔
- ۱۲-الحق بن یوسف ازرق-تہذیب الکمال و تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں صحاجستہ میں ان سے روایات ہیں۔
- ۱۳-جعفر بن عون-خیرات حسان و تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں ترمذی ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔
- ۱۴-حارث بن نجحان-تہذیب التہذیب و تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں ترمذی ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔
- ۱۵-حیات بن علی المحرری-تہذیب التہذیب و تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔
- ۱۶-حمداد بن دلیل-تہذیب التہذیب و تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں ابو داؤد میں ان سے روایات ہیں۔
- ۱۷-حفص بن عبد الرحمن انجی-تہذیب التہذیب و تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں نسائی میں ان سے روایات ہیں۔
- ۱۸-حکام بن مسلم الرازی-تہذیب التہذیب و تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔
- ۱۹-صرقرہ بن جبیب الزیارات قاری-تہذیب الکمال و تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔
- ۲۰-خارجہ بن مصعب الصبغی-تہذیب الکمال میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔
- ۲۱-دولود بن نصیر الطائی-نحوت الانس جامی میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں نسائی وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔
- ۲۲-زید بن حباب عکلی-تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔
- ۲۳-شیعیب بن الحنفی بن عبد الرحمن الدمشقی-تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں بخاری و مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔
- ۲۴-صباح بن مخارب-تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔
- ۲۵-حلت بن الحجاج الکوفی-تہذیب الکمال میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں میں بخاری میں ان سے روایات ہیں۔
- ۲۶-عائد بن جبیب العبسی-نسائی و ابن ماجہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض الصحیفہ، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۲۷-عیاد بن العوام-صحاجستہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض و خیرات میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۲۸-عبد الحمید بن عبد الرحمن الحمانی- بخاری و مسلم وغیرہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔

- ۲۹-عبدالعزیز بن خالد بن ذیاد ترمذی۔ نسائی میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض تہذیب العہد یہب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۳۰-عبدالکریم بن محمد الاجر جانی ترمذی میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض تہذیب العہد یہب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۳۱-عبدالعزیز بن ابی رواد۔ بخاری وغیرہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض تہذیب العہد یہب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۳۲-عبداللہ بن عمر والرقی۔ صحاح سنت میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض تہذیب العہد یہب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۳۳-عبداللہ بن موسیٰ۔ صحاح سنت میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض تہذیب العہد یہب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۳۴-علی بن ظبيان الکوفی۔ ابن ماجہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض، خلاصہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۳۵-علی بن عاصم الواسطی۔ ابن ماجہ، ابو داؤد، ترمذی میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۳۶-علی بن مسہر۔ صحاح سنت میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۳۷-ابو عیم الفضل بن دکین۔ صحاح سنت میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۳۸-الفضل بن موسیٰ السنیانی۔ صحاح سنت میں ان سے روایات ہیں، الحن بن راہویہ نے فرمایا کہ میرے اساتذہ میں کوئی ان سے اوثق نہیں تہذیب الکمال، تبیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۳۹-عبدالوارث بن سعید۔ صحاح سنت میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۴۰-القاسم بن احکام الغرفی۔ ترمذی میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض الصحیفہ تہذیب العہد یہب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۴۱-القاسم بن معن المسوودی۔ نسائی میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۴۲-قیس بن الربيع۔ ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۴۳-محمد بن بشر العبدی۔ صحاح سنت میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۴۴-محمد بن الحسن بن آتش الصنعاوی۔ امام احمد میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۴۵-محمد بن خالد الدوہبی۔ ابو داؤد، ابن ماجہ وغیرہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض الصحیفہ، تہذیب العہد یہب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۴۶-محمد بن عبد الوہاب العبدی۔ ابو داؤد، ترمذی، نسائی میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۴۷-محمد بن یزید الواسطی۔ ابو داؤد، ترمذی، نسائی میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض، تہذیب العہد یہب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۴۸-مردان بن سالم۔ نسائی میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔
- ۴۹-مصعب بن مقدام۔ مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تبیض، تہذیب العہد یہب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں ہیں۔

- ۵۰-المعانی بن عمران الموصلي- بخاری، ابو داؤد، نسائی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال، تہمیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۵۱-مکی بن ابراہیم انجشی- صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہمیض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۵۲-العنان بن عبد السلام الاصلبیانی- ابو داؤد، نسائی میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہمیض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۵۳-نوح بن دراج القاضی- تہذیب الکمال، تہمیض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۵۴-نوح بن ابی مریم- تہذیب الکمال، تہمیض، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۵۵-ہریم بن سفیان- صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہمیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۵۶-ہودہ بن خلیفة- ابو داؤد میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہمیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۵۷-ہیاج بن بسطام الرجی- ابن ماجہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہمیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۵۸-یحییٰ بن یمان- بخاری و مسلم میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہمیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۵۹-یزید بن زریع- صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہمیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۶۰-یزید بن ہارون (۲۰۶ھ) مسن روایۃ الصحاح (تہذیب وجہہر)۔
- ۶۱-یوس بن بکیر- مسلم، ابو داؤد وغیرہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہمیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۶۲-ابو الحلق الفزاری- صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہمیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۶۳-مویٰ بن ابن نافع ابو شہاب الاکبر الجھاط- بخاری و مسلم وغیرہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہمیض میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۶۴-حمداد بن زید- صحاح ستہ، بخاری و مسلم وغیرہ میں روایات ہیں سفیان ثوری ان کے سامنے وزانو ہوتے تھے۔ خیرات میں بحوالہ ابن مدینی ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۶۵-ہشام بن عروہ- صحاح ستہ، بخاری و مسلم وغیرہ میں روایات ہیں حدیث میں امام تھے۔ خیرات میں بحوالہ ابن مدینی ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۶۶-یحییٰ بن القطان- سید الخفاظ تھے، صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں، امام احمد، امام یحییٰ بن معین، ابن المدینی وغیرہ اکابر محمد شین کے شیخ ہیں۔ ابن المدینی (شیخ کبیر امام بخاری) کا قول ہے کہ یحییٰ القطان سے بڑارجال کا عالم میں نہ نہیں دیکھا۔ یہ بھی امام صاحب کے شاگرد اور ان کے مذهب کے قطب تھے۔

تلاندہ محمد شین واصحاب امام اعظم

جامع مسانید امام اعظم جلد دوم (مطبوعہ حیدر آباد) میں ص ۳۵۳ سے ص ۳۷۵ تک امام صاحب کے ان تلاندہ کے اسماء گرامی پہلی ہوئے ہیں کہ جن کو صاحب جامع نے اصحاب الامام، لکھ کر ممتاز حیثیت دی ہے اور ساتھ ہی ان کے جلالت قدر کی طرف بھی اشارات کئے ہیں کہ مثلاً وہ شیوخ اصحاب صحاح ستہ یا شیوخ بخاری و مسلم میں سے ہیں، ساتھ ہی امام صاحب کے اصحاب میں سے اور امام صاحب کی اسانید کے روایات میں سے بھی ہیں۔ کچھ نام ان میں سے یہاں بھی درج کرتے ہیں۔

۶۷-محمد بن رفیع - ابو عبد اللہ الكلابی الکوفی یروی عن الامام فی ہذه المسانید

- ٦٨- محمد بن خازم ابو معاوية الفضري - (راوى صحاح ستة) ولادت ١١٣ هـ وفات ١٩٥ هـ يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٦٩- محمد بن فضيل بن غزوان الكنوبي - وفات ١٩٥ هـ يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٧٠- محمد بن عمرو والواقدي مدنى قاضى بغداد - (ابن ماجه) وفات ٢٠٢ هـ يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٧١- محمد بن جابر اليماني - (ابوداؤ دوا ابن ماجه) يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٧٢- محمد بن حفص بن عائشة - يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٧٣- محمد بن ابان البعمبر - يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٧٤- محمد بن خالد الوهبي الحمصي الكندي - يروى عن الامام في هذه المسانيد كثيراً
- ٧٥- محمد بن يزيد بن نوح الكنوبي - يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٧٦- محمد بن صبيح بن السماك الكنوبي - ابو العباس يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٧٧- محمد بن سليمان ابن جبیب ابو جعفر البغدادی - يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٧٨- محمد بن سلمة الحراني ابو عبد الله - وفات ١٩١ هـ يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٧٩- محمد بن عبيد ابو عبيد الله الطنافي الكنوبي الاحدب - وفات ٢٠٣ هـ كمع الامام وروى في هذه المسانيد
- ٨٠- محمد بن جعفر ابو عبد الله البصري (غمدر) شيخ مشايخ البخاري ومسلم وشيخ احمد روى عن الامام في هذه المسانيد
- ٨١- محمد بن يعلى السلمي الكنوبي - يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٨٢- محمد بن الزرقان ابو همام الهاوازى - يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٨٣- محمد بن الحسن الواسطى - كتب عنه البخارى اول سنته احمد روى عن الامام في هذه المسانيد
- ٨٤- محمد بن شر ابو عبد الله الكنوبي - وفات ٢٠٣ هـ يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٨٥- محمد بن افضل بن عطية المرزوقي - يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٨٦- محمد بن يزيد الواسطى ابو سعيد الكلائى - وفات ١٨٨ هـ يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٨٧- محمد بن الحسن المدنى - يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٨٨- محمد بن عبد الرحمن - ابو عمر والقرشي الكنوبي القاضى - روى عنه الشورى ومع جلاله قدره يروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٨٩- محمد بن اسحاق بن يسار بن خيار المدنى - (صاحب المغازى) طول الخطيب في الاطراف عليه ثم حکى فيه طعنا كما فعل باجلة العلماء
- ٩٠- محمد بن ميسرة ابو سعد الجعفى الصاغانى - يروى عن الامام كثیراً في هذه المسانيد
- ٩١- ابراهيم بن محمد ابو اسحاق الغفارى - ولادته وفات ١٨٦ هـ يروى عن الامام في هذه المسانيد
من شيوخ شيوخ البخاري ومسلم ومن شيوخ الامام الشافعى روى عنه في سندة الکثیر
- ٩٢- ابراهيم بن ميمون ابو اسحاق الخراسانى - من شيوخ شيوخ البخاري ومسلم ومن شيوخ الامام الشافعى وروى عن الامام في هذه المسانيد
- ٩٣- ابراهيم بن طهمان الخراسانى - مع جلاله قدره وروى عن الامام في هذه كثيراً
- ٩٤- ابراهيم بن ايوب الطبرى - وروى عن الامام في هذه

- ٩٥- ابراهيم الجراح - قاضي مصر - أخوه كجع بن الجراح - روى كثيراً عن أبي يوسف ويروى عن الإمام في هذه كثيرة
- ٩٦- ابراهيم بن الخطار - ويروى عن الإمام في هذه
- ٩٧- اسماعيل بن عياش بن عتبة الحمصي العقسي - وفات ١٨٩هـ ويروى وهو ابن كبار محدثي تابعي التابعين -
- ٩٨- ابراهيم بن سعيد بن ابراهيم القرشي المدنى - وفات ١٨٣هـ ويروى عن الإمام في هذه المسانيد
- ٩٩- ابراهيم بن عبد الرحمن الخوارزمي - ويروى عن الإمام في هذه المسانيد
- ١٠٠- اسماعيل بن أبي زياد - من أصحاب الإمام ويروى عن الإمام في هذه المسانيد
- ١٠١- اسماعيل بن موسى - الكلوبي الفزارى وفات ١٢٥هـ ويروى عن الإمام في هذه المسانيد
- ١٠٢- اسماعيل بن سعيد بن عبد الله بن طلحة بن عبد الرحمن بن أبي بكر (كوفي) - ويروى عن الإمام في هذه المسانيد
- ١٠٣- الحنف بن يوسف الواسطي - مع جلالته قدره وهو كونه من شيوخ أحمد وسليمان و هو شيخ بعض شيوخ البخاري و مسلم وفات ١٩٥هـ
يروى عن الإمام في هذه الأحاديث الكثيرة
- ١٠٤- الحنف بن حاجب بن ثابت العدل - وفات ١٩٩هـ ويروى عن الإمام
- ١٠٥- الحنف بن بشير البخاري - من فقهاء البخاري ويروى عن الإمام
- ١٠٦- اساطير بن محمد بن عبد الرحمن القرشي وفات ١٨١هـ ويروى مع كونه من شيوخ البخاري و مسلم و من شيوخ الإمام أحمد و سعيد بن معين
- ١٠٧- اسد بن عمرو البجلي - وفات ١٩٥هـ - ويروى عن الإمام اخ كثيراً مع كونه من شيوخ أحمد و أمثاله من صغار أصحاب الإمام
- ١٠٨- أبو بكر بن عياش - نام على مشهور ثنيه اورنام متغرين بهي ثنيه - وفات ١٩٣هـ امام عظيم مخرج عنه كثير ابي البخاري و مسلم ويروى عن الإمام اخ
- ١٠٩- اسرائيل بن يوسى بن أبي الحنف السعدي - ولادته ١٠٣هـ وفات ١٢٥، ٦١، ٦٢هـ من جلالته قدره و كونه من اعلام ائمة الحديث و من
شيوخ شيوخ الشيوخين ويروى عن الإمام اخ و هو من شيوخ أحمد ايضا
- ١١٠- ابان بن أبي عياش البصري - من كبار أصحاب الحسن البصري ويروى عن الإمام في المسانيد
- ١١١- ايوب بن هانى - ويروى عن الإمام في المسانيد
- ١١٢- احمد بن ابي ظبيه - ويروى عن الإمام في المسانيد
- ١١٣- اسماعيل بن ملحان - ويروى عن الإمام في المسانيد
- ١١٤- اسماعيل بن النسوى - ويروى عن الإمام في المسانيد
- ١١٥- اسماعيل بن بياع السايرى - ويروى عن الإمام في المسانيد
- ١١٦- اسماعيل بن عطيان - ويروى عن الإمام في المسانيد
- ١١٧- اخضر بن حكيم - ويروى عن الإمام في المسانيد
- ١١٨- السع بن طلحة - ويروى عن الإمام في المسانيد
- ١١٩- ابراهيم بن سعيد - ويروى عن الإمام في المسانيد
- ١٢٠- ابيض بن الاغر - ويروى عن الإمام في المسانيد

- ١٢١- اسحاق بن بشر البخاري - وفات ٢٠٢ هـ يروى عن الامام في المسانيد قال الخطيب روى عنه جماعة من الخراسانيين وقال اقدمه
هارون الرشيد يغدا فحدث بها
- ١٢٢- بكر بن حبيب - يروى عن الامام في المسانيد
- ١٢٣- بشير بن المفضل البصري - وفات ١٨٦ هـ يروى عن الامام في المسانيد
- ١٢٤- كثير بن معروف الاسدي الدمشقي، قاضي نيشاپور - وفات ١٦٣ هـ يروى عن الامام في المسانيد
- ١٢٥- جلال بن أبي جلال مرداد الغفارى - يروى عن الامام مع انشيخ شيخ البخارى
- ١٢٦- بشير بن زياد - يروى عن الامام
- ١٢٧- بشار بن قيراط - يروى عن الامام
- ١٢٨- يقىء بن الوليد الكلائى الحضرى - وفات ١٩٧ هـ يروى عن الامام
- ١٢٩- جنادة بن سلم العامرى اللكوفى - يروى عن الامام في المسانيد
- ١٣٠- جارود بن زيد ابو على العامرى النيشاپوري - يروى عن الامام في المسانيد
- ١٣١- جرير بن عبد الحميد اللكوفى الرازى - وفات ١٨٦ هـ يروى عن الامام في المسانيد
- ١٣٢- جعفر بن عون الحضرى اللكوفى - وفات ٢٠٢ هـ يروى عن الامام في المسانيد
- ١٣٣- جرير بن حازم البصري - وفات ١٩٣ هـ يروى عن الامام مع جلالة قدره
- ١٣٤- حماد بن زيد ابو سعيل الازرق - وفات ٩٧ هـ يروى عن الامام كثيرا
- ١٣٥- حماد بن اسامه اللكوفى - يروى عن الامام
- ١٣٦- حماد بن زيد الحصيجى - يروى عن الامام
- ١٣٧- حماد بن يحيى ابو بكر الالجى - يروى عن الامام
- ١٣٨- حسن بن صالح بن حى اللكوفى - ولادته ١٠٠ هـ وفات ١٦٢ هـ يروى عن الامام
- ١٣٩- الحسن بن عماره (خت، ت، ق) - وفات ١٥٥ هـ يروى عن الامام كثيرا
- ١٤٠- حفص بن غياث الحنفى اللكوفى - من كبار اصحاب الامام وفات ١٩٦ هـ يروى عن الامام (من رجال الله)
- ١٤١- حاتم بن اسماعيل اللكوفى سكن المدعية - وفات ١٨٦ هـ يروى عن الامام (من رجال الله)
- ١٤٢- حسان بن ابراهيم الكرمانى - يروى عن الامام
- ١٤٣- حمزة بن حبيب المقرى اللكوفى - وفات ١٥٦، ١٥٨ هـ يروى عن الامام في المسانيد كثيرا
- ١٤٤- حميد بن عبد الرحمن اللكوفى - يروى عن الامام
- ١٤٥- الحسن بن الحسن بن عطية المعنوى اللكوفى - وفات ٢١١ هـ يروى عن الامام
- ١٤٦- حكيم بن زيد قاضى مرد - ومن اصحاب الامام يروى عن الامام
- ١٤٧- الحسن بن فرات الحنفى - ومن اصحاب الامام يروى عن الامام في المسانيد كثيرا
- ١٤٨- حبان بن سليمان الحنفى اللكوفى - يروى عن الامام في المسانيد

١٣٩- حسین بن ولید النیھا پوری الکوفی - وفات ٢٠٣ھ یروی عن الامام فی المسانید

١٤٠- حسن بن الحراکلوفی - یروی عن الامام فی المسانید

١٤١- حریث بن نبھان - یروی عن الامام فی المسانید

١٤٢- حسن بن بشر الکوفی - وفات ٢٢٣ھ یروی عن الامام فی المسانید

١٤٣- حسین بن علوان الکوفی - یروی عن الامام عن الامام فی المسانید

١٤٣- الحسن بن المسیب - وہ معروف عند اصحاب الحدیث، یروی عن الامام فی المسانید

ص ٣٣٣ جلد نمبر ٢۔

١٤٥- خالد بن عبد اللہ الواسطی - وفات ١٨٢ھ ممن یروی الکثیر عن الامام فی المسانید وہ مسن شیوخ الامام احمد

١٤٦- خالد بن خداش المہلی - وفات ٢٢٣ھ ممن یروی قلیلاً عن الامام فی وکثیر عن اصحاب الامام واحمد

١٤٧- خالد بن سلیمان الانصاری - ممن یروی عن الامام و شیخ شیوخ البخاری

١٤٨- خلف بن خلیفۃ بن صاعد الاعجی - یروی عن الامام وہ مسن شیوخ شیوخ البخاری و مسلم

١٤٩- خارجه بن مصعب ابو الحجاج الخراسانی الصبی - یروی عن الامام

١٥٠- خارجه بن عبد اللہ بن سعد بن ابی الوقاص - ممن اهل المدینہ یروی عن الامام فی المسانید

١٥١- خاقان بن الحجاج - ممن کبار العلماء یروی عن الامام فی المسانید

١٥٢- خلف بن سعید بن معاذ الزیارات - ممن اصحاب الامام یروی عن الامام فی المسانید

١٥٣- خویل الصفار (وقیل خویل الصفار) - و قال البخاری وہ خلا الصفار الکوفی یروی عن الامام فی المسانید

١٥٤- خالد بن عبد الرحمن السلمی - یروی عن الامام فی المسانید

ص ٣٣٧ جلد ٢

١٦٥- داؤد الطائی - (زادہ الاممہ) ان ممن اجلاء اصحاب الامام ۲ و روی عنہ فی المسانید کثیراً وفات ١٢٥ھ

١٦٦- داؤد بن عبد الرحمن المکی - و روی عنہ فی المسانید و روی عنہ الامام ایضاً

١٦٧- داؤد بن الزبرقان - مع جلالۃ قدرہ و تقدمة و روی عنہ فی المسانید

١٦٨- داؤد بن الجسر الطائی البصری - المسانید وفات ٢٠٧ھ

ص ٣٥٨ جلد

١٦٩- ذکریابن ابی زائدۃ الہمدانی الکوفی - و روی عنہ کثیراً مع جلالۃ قدرہ و تقدمة و کونہ ممن شیوخ شیوخ الشیخین

١٧٠- زہیر بن معاویۃ الحدیث الکوفی - کثیراً مع جلالۃ قدرہ و تقدمة و کونہ ممن شیوخ شیوخ الشیخین

١٧١- زائدۃ بن قدامة الحنفی الکوفی - کثیراً مع تحریه فی علوم الحدیث

١٧٢- زافر بن ابی سیمیان الایادی القوہستانی قاضی بختیان - روی عن الامام فی المسانید

١٧٣- زید بن الحباب بن الحسن لقیمی الکوفی - روی عن الامام کثیراً مع جلالۃ و کونہ شیخ احمد و امثالہ

- ۱۷۴- زیر بن سعید الہاشمی القرشی - روی عن الامام کثیر ا
۱۷۵- ذکریا بن ابی العتیک - روی عن الامام
ص ۲۳ جلد ۵۶۳
- ۱۷۶- نافع بن المقری المدنی - روی عن الامام
۱۷۷- نعیم بن عمر المدنی - روی عن الامام
۱۷۸- نوح بن دراج الکوفی (قاضی الکوفة) وفات ۱۸۲ھ روی عن الامام
۱۷۹- نوح بن ابی مریم الکوفی - روی عن الامام
۱۸۰- نصر بن عبد الکریم البختی - وفات ۱۹۹ھ روی عن الامام صاحب مجلس الامام
۱۸۱- نعیان بن عبدالسلام ابوالممنز ر - روی عن الامام
۱۸۲- یزید بن ہارون ۲۰۲ھ روی عن الامام فی المسانید وہ شیخ الامام احمد۔ (جامع المسانید ص ۵۷، ج ۲)

ضروری اشارات

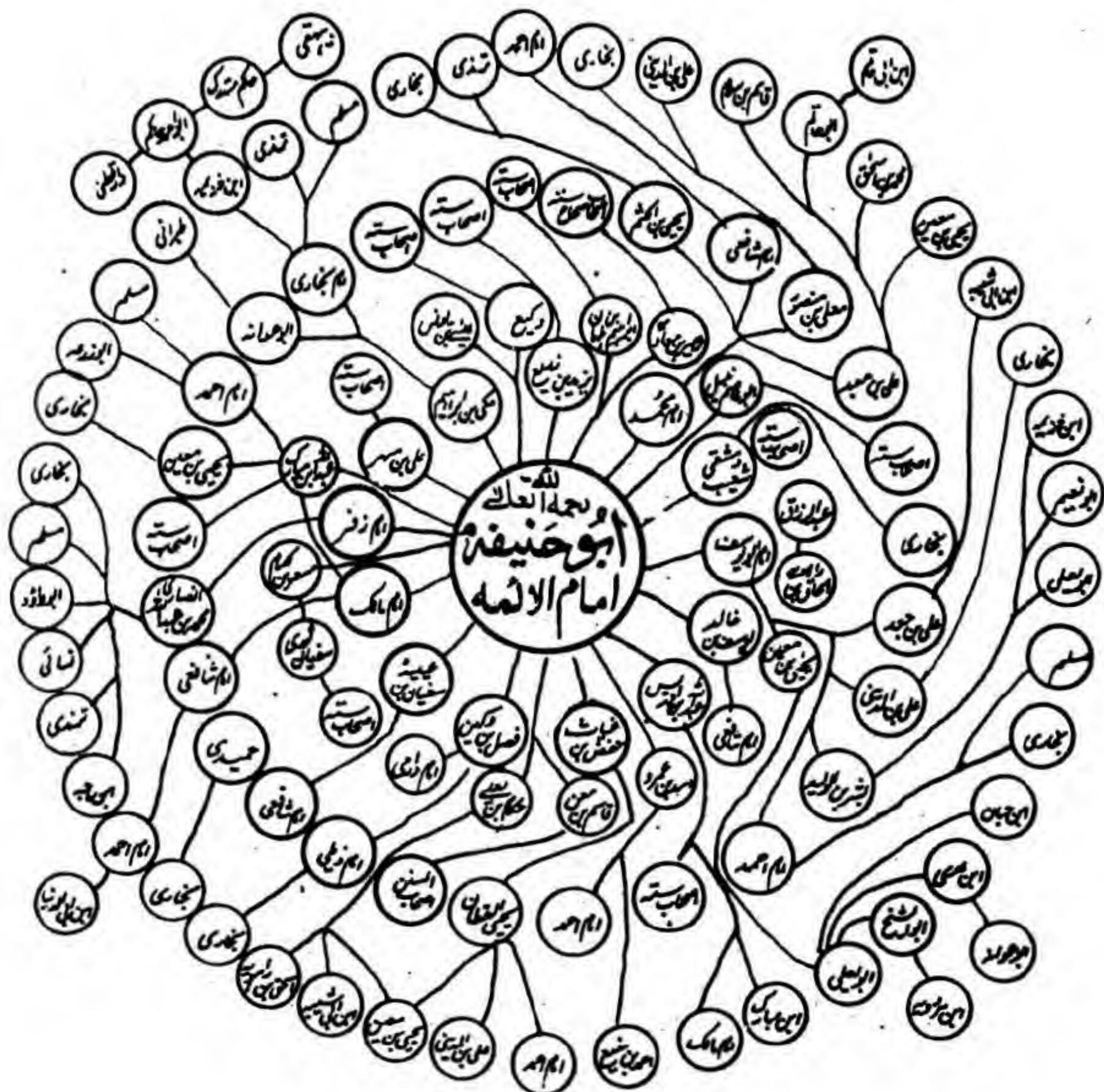
۱- علامہ موفق نے لکھا کہ مشائخ اسلام میں سے مختلف اطراف و اکناف کے سات سو مشائخ نے امام صاحب سے روایت حدیث کی یعنی چھوٹوں کا ذکر نہیں کیا وہ تو ہزاراں ہزار ہوں گے حالانکہ اس زمان کے چھوٹے بھی بعد کے محدثین کے کبار شیوخ ہوئے ہیں۔

۲- علامہ مزی نے تہذیب الکمال میں ۱۹ شیوخ حدیث کے نام گنائے جو امام صاحب کے حدیث میں شامل تھے۔ اور غالباً وہی ہیں جن کے اسماء گرامی علامہ سیوطی نے تبیض الصحیفہ، مناقب الامام ابی حنیفہ میں لکھے ہیں۔ علامہ مزی نے ۲۷ نام ان اکابر تابعین کے لکھے ہیں جن سے امام صاحب نے روایت کی ہے (تہذیب المزی قلمی ص ۱۷ ج ۲۸۲ تا ص ۲۵ ج ۵ ترجمہ امام عظیم، کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد)

۳- حافظ ابن حجر نے اپنی روایتی عصیت کو کام میں لا کر ان شیوخ کی تعداد صرف ۲۳ دکھلائی اور بڑے بڑے محدثین جسے ابن مبارک، داؤ و طائی وغیرہ کے نام حذف کر دیئے (۲) حافظ ذہبی نے تذكرة الحفاظ میں بطور مثال ۸ فقہاء اور ۸ کبار محدثین حفاظ حدیث کا ذکر کیا اور بشرکثیر سے اشارہ کیا کہ ان کے علاوہ ان جیسے بہت ہیں (۵) علی بن المدینی (شیخ کبیر امام بخاری) نے فرمایا کہ امام صاحب سے ثوری، ابن مبارک، حماۃ بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے روایت حدیث کی۔

۴- امام بخاری نے مزید اختصار کر کے لکھا کہ امام ابوحنیفہ سے عباد بن العوام، ہشیم، وکیع، مسلم بن خالد، ابو معاوية ضریر نے روایت حدیث کی اور تاریخ میں یہ بھی لکھ گئے کہ امام صاحب کی حدیث سے لوگوں نے سکوت کیا، حالانکہ چند بڑوں کے نام تو انہوں نے خود بھی لکھے جنہوں نے بقول امام بخاری ہی امام صاحب کی حدیث روایت کی، پھر سکوت کا دعویٰ کیسے صحیح ہوا، دوسرے ابن مبارک اور ثوری جیسے ائمہ حدیث کی روایت حدیث کی شہادت ان کے شیخ عظیم علی بن المدینی نے پیش کر دی، امام بخاری کو کیا خبر تھی کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کو حدیث کے میدان سے نکال کر دور پھینکنے کی مہم جوان سے بلکہ ان کے شیخ حمیدی وغیرہ سے شروع ہو کر حافظ ابن حجر وغیرہ سے پاس ہو کر اس دور کے متعصب غیر مقلدین تک پہنچی وہ نہ صرف ناکام ہو گی بلکہ اس سے حدیث کو بھی نقسان پہنچ گا، جس کی تلافی ناممکن ہو گی۔ واللہ المستعان

حضرت امام اعظمؑ کے تلامذہ کے کسی قدر تفصیلی نقشہ کے بعد ایک اجمالی خاکہ بھی بصورت دائرہ پیش ہے جس سے ایک نظر میں امام صاحب کے تلامذہ محدثین پیش نظر ہو جاتے ہیں



حضرت امام الائمه امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی

اس موضوع پر مولا ناسید مناظر احسن صاحب گیلانی کی مستقل تصنیف نہیں اکیڈمی کراچی نمبر اے شائع ہوئی ہے جو قابل دید ہے، مولانا نے امام صاحب کی سیاسی زندگی کے سارے گوشے تاریخ کی روشنی میں نمایاں کئے ہیں اور ایسے دلچسپ انداز میں بیان کیا کہ پوری چار سو صفحہ کی کتاب مسلسل بے تکان پڑھی جا سکتی ہے، پھر مولانا نے جو موشک گافیاں اور نکتہ آفرینیاں جگہ جگہ کی ہیں وہ تو ان کا خاص امتیاز تھا۔ مذکورہ بالا کتاب اور دوسری کتب تواریخ و مناقب کے مطالعہ کا حاصل و خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

امام عظیمؒ پہلی صدی میں پیدا ہوئے، دور راست اور عہد صحابہ کے سارے حالات جن معتمد ذرائع سے ان کو پہنچے تھے وہ ذرائع بعد کے لوگوں کو حاصل نہ ہو سکے، اسی لئے ان کی روشنی میں امام صاحب نے اپنی محیر العقول دانشمندی سے جو سیاسی مسلک اختیار کیا تھا وہ ظاہر ہے کس قدر پختہ کارانہ ہو گا۔

دور بینی امیہ کے غیر اسلامی رجحانات اور دینی ابتری کے حالات سے وہ بہت زیادہ متاثر تھے وہ دیکھے چکے تھے کہ خلفاء بینی امیہ کی بے راہ روی کے اثر سے بتدریج عام مسلمان شریعت حق کے مطابق زندگی بر کرنے کی نعمت سے محروم ہوتے جا رہے تھے، ان خرایوں پر نظر کر کے امام صاحب کا سیاسی رجحان یہ رہا کہ کوئی انقلاب ہو کر پھر خلافت راشدہ کے طرز پر کوئی حکومت بر سر اقتدار آجائے اور اسی تمنا میں انہوں نے اہل بیت نبوت میں خلافت کی واپسی کے لئے کوششیں کیں اور جب بنو العباس میں خلافت آئی تو وہ کچھ مطمئن سے ہوئے مگر ان کے حالات بھی جب ان کی توقعات کو پورا کرنے والے ثابت نہ ہوئے تو وہ پھر در پرده اہل بیت کے افراد کو حصول خلافت کے لئے آمادہ کرتے رہے حتیٰ کہ اسی کی وجہ سے خلیفہ ابو عفر منصور کی نظر وہ میں مشتبہ بھی ہوئے بلکہ بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو امام صاحب کی ان در پرده کوششوں اور رجحانات کا یقین ہو گیا تھا اور اسی لئے اس نے امام صاحب کو بڑے بڑے ہدایا پیش کر کے اور وزارت و قاضی القضاۃ وغیرہ کے عہدے پیش کر کے اپنے ساتھ ملا نا چاہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ امام صاحب کا حلقة اہل دور راز ممالک تک پھیلا ہوا ہے، لیکن امام صاحبؒ نے نہ سلطانی تھفے قبول کئے اور نہ کوئی عہدہ، خلیفہ نے ہزار سمجھایا، کوششیں کیں، ڈرایادھم کا یا مگر امام صاحب کو آمادہ نہ کر سکا۔

اس کی بڑی وجہ امام صاحب کا غیر معمولی ورع، تقویٰ اور پرہیز گاری تھی، دوسرے آپ کے سامنے ایک ایسا اہم ترین پروگرام تھا جو دنیا کی تاریخ میں بے مثال اثرات کا حامل تھا اور وہ اسلامی قانون کی مکمل تدوین تھی، وہ سمجھتے تھے کہ حکومت کے زیر اثر رہ کرو وہ کوئی ایسا عظیم الشان بے لاؤگ کارنامہ انجام نہیں دے سکتے۔

چنانچہ انہوں نے اپنے ہزاروں اصحاب و تلامذہ میں سے چالیس اصحاب کا انتخاب کر کے اپنی سرپرستی میں اس جماعت کی تشکیل کی، وہ سب مجتہد کا درجہ رکھتے تھے ان میں بڑے بڑے، محدث مفسر، لغوی، عالم تاریخ و مفاسدی اور ان علوم میں دوسرے مشائخ بلاد کے خصوصی تربیت یافت بھی تھے کہ ایک ایک مسئلہ پر گھٹشوں اور بعض مرتبہ ہفتلوں بخشیں ہوتی تھیں، ہر شخص کو احادیث، آثار اور اجماع و قیاس کی روشنی میں آزادی گفتگو و بحث کرنے کا موقع دیا جاتا تھا، نقل ہے کہ امام صاحب کے سامنے ہی سب لوگ اپنے اپنے دلائل پیش کرتے تھے اور بحث میں بسا اوقات ان کی آواز بھی بلند ہو جاتی تھی، عام بحث کے دوران میں خود امام صاحب سے بھی جو سب کے مسلم استاد و شیخ تھے کوئی صاحب بھگڑ پڑتے تھے اور یہاں تک بھی کہہ گزرتے تھے کہ آپ نے فلاں ولیل میں خطا کی ہے۔

بعض اوقات اجنبی لوگوں نے اعتراض بھی کیا اور امام صاحب کے دوسرے اہل مجلس تلامذہ کو متوجہ کیا کہ تم لوگ ایسی گستاخی اور پیبا کی سے بات کرنے والوں کو روکتے کیوں نہیں؟ تو امام صاحب خود ہی فرمادیا کرتے تھے کہ میں نے خود ان لوگوں کو آزادی دی ہے اور اس امر کا

عادی بنایا ہے کہ یہ ہر ایک جنی کہ میرے دلائل پر بھی نکتہ چینی کریں۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی نقل ہے کہ اس مجلس کی پوری بحث کے بعد آخر میں امام صاحب جب بحیثیت صدر مجلس تقریر فرماتے تھے تو پھر سب دم بخود ہو کر ہمہ تن متوجہ ہو کر امام صاحب کے فرمودات سننے تھے اور ان کو نوٹ کرتے تھے، ان کو یاد کرنے کی فکر میں لگ جاتے تھے اور امام صاحب جس طرح فرماتے تھے اس تیقین شدہ مسئلہ کو تحریر میں باضافہ محفوظ کر لیا جاتا تھا۔

حُنفیٰ چیف جسٹس کے بے لاگ فیصلے

دور بُنی امیہ میں مُحَمَّد عدالیہ (قضا) پر ایسا وقت گزر چکا تھا کہ قاضی کے لئے معمولی پڑھا لکھا ہونا بھی ضروری نہ تھا، مشائخ وقت عدالت میں جا کر شریعت کی رو سے شہادت دیا کرتے تھے کہ خلفاء سلاطین کی ذات قانونی دار و گیر سے بالاتر ہے۔

پھر دور عباسی میں بھی ابتداء میں حالات بہتر نہ تھے، قاضی شریک نے جب عہدہ قضا منظور کیا تو انہوں نے شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ فیصلہ مقدمات میں رورعایت نہ کریں گے، مگر عمل کا حال یہ کہ خلیفہ کی ذیور بھی کی ایک لوئڈی کی شکایت پر قاضی صاحب بر طرف کر دیئے گئے۔

امام صاحب نے تمام حالات کا جائزہ لے کر یہ منصوبہ بنایا کہ مذوین فقه کے ساتھ ہی ایسے قضاۃ تیار کریں جو ہر حالت میں قانون اسلام کی برتری کو برقرار رکھ سکیں، اور وہ اپنے علم و فضل، تقویٰ و طہارت، جرأت ایمانی اور معاملہ فہمی میں خصوصی کردار کے حامل ہوں، چنانچہ امام صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے اصحاب میں نہ صرف محدثین، فقہاء و قضاۃ ہیں بلکہ ایسے بھی کچھ ہیں کہ وہ مُحَمَّد افتاء و عدالیہ کی سرپرستی کے بھی اہل ہیں اور ایسے ہی اصحاب کو دیکھ کر آپ خوش ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ ”تم میرے دل کا سرور اور میرے غم و فکر کا مدداؤ ہو“، گویا امام صاحب نے اپنے ان تلامذہ و اصحاب سے بڑی اچھی اچھی امیدیں وابستہ کی تھیں اور خدا کا فضل ہے کہ وہ امیدیں حسب مراد پوری بھی ہوں گیں۔

ایک طرف تو امام صاحب کے درس و تدریس کے مشغله نے دور دراز ملکوں تک صحیح علم و عمل کے محکم و استوار نمونے پھیلادیئے تھے، دوسری طرف فصل خصومات کے لئے ایسے بلند کردار کے قضاۃ و چیف جسٹس پیدا ہو گئے تھے کہ قانون اسلام کی سر بلندی کے امکانات پوری طرح روشن ہو گئے تھے اور اسی مقصد کو پورا ہوتے دیکھ کر امام عالی مقام مندرجہ بالا فقرے فرمایا کرتے تھے، پھر امام صاحب کو اپنے اس پاکیزہ مقصد میں لکھنی کامیابی ہوئی اور آپ کے تلامذہ نے قاضی ہونے کے بعد کس قسم کے تجربات خلفاء کو دیئے اور ان کے دلوں میں کس قدر احترام شریعت کا پیدا کرایا، اس کی چند مثالیں بھی ملاحظہ کیجئے۔

۱- ابو جعفر منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا، بخارا میں قاضی ابو یوسف کے شاگرد مجاہد بن عمرو قاضی تھے مہدی نے اپنا ایک قاصد کی خاص غرض سے بھیجا، قاضی صاحب نے اس کا جواب خلیفہ کی نشانہ کے خلاف دیا، قاصد نے اپنی طرف سے کوئی دوسری بات جھوٹی بنا کر خلیفہ سے بیان کر دی وہ قاصد بخارا ہی کا ساکن تھا اپس آیا تو قاضی صاحب نے اس پر افتراء کا مقدمہ کر کے اسی ۸۰ کوڑے لگوادیئے، مجاہد کے شاگردوں کو تشویش ہوئی کہ مہدی کو اس کے خاص قاصد کو تازیانے لگانے کی خبر ہو گئی تو شاید کوئی ناگوار صورت پیش آئے لیکن خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے قاضی صاحب کے اس فعل کو تحسین کی نظر وں سے دیکھا اور خوش ہو کر انعام و کرام سے نوازا۔

قاضی صاحب مذکور وہ سب انعام و اکرام کا مال لے کر اپنی مسجد پہنچ کچھ اس کی ضروریات پر صرف کیا، باقی شہر کے فقراء کو تقسیم کر دیا اور خلعت کو بھی فروخت کر کے مسائیں اور قیدیوں پر صرف کر دیا۔

یہ قاضی صاحب بہت زاہد و عابد تھے، عہدہ قضاۃ بہت مجبور ہو کر جس و قید اور ایذا میں اٹھا کر قبول کیا تھا پھر وہ کس سے دبنے ڈالے تھے۔ (مناقب کر دری ص ۲۳۹ ج ۲)

۲- مہدی کے بعد ہادی خلیفہ ہوا، اس وقت بغداد کے قاضی ابو یوسف تھے، ایک باغ کی ملکیت کے بارے میں رعیت کے آدمی نے خود خلیفہ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا اور گواہ بھی خلیفہ کی طرف سے ثبوت کے گذر گئے، مگر قاضی صاحب نے کسی طرح معلوم کر لیا کہ حق اسی غریب کا ہے اس لئے فیصلہ مقدمہ ملتوی کیا اور مذہبیریہ کی کہ جب خلیفہ سے ملے اور اس نے دریافت کیا کہ ہمارے مقدمہ میں آپ نے کیا کیا؟ تو کہا کہ فریق ثانی کا مطالبہ یہ ہے کہ آپ عدالت میں اس امر پر حلف اٹھائیں کہ آپ کے گواہوں نے جو بیان دیا ہے وہ صحیح ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ کیا اس کو ایسے مطالبہ کا حق پہنچتا ہے، کہا قاضی ابن ابی یلیٰ کے سابقہ فیصلوں کی رو سے اس کو اس مطالبہ کا حق ہے، یہ سنتے ہی خلیفہ نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو وہ باغ اسی کو دیدو۔

۳- ہادی کے بعد ہارون رشید خلیفہ ہوا، امام اعظمؑ کے شاگرد حفظ بن غیاث مشرقی بغداد کے قاضی تھے، ہارون کی شاہ بیگم زبیدہ خاتون کا ایک کارنڈہ پارسی تھا اور اس پر ایک خراسانی نے تیس ہزار درہم اونٹوں کی قیمت کا دعویٰ دائر کر دیا، پارسی نے رقم کا اقرار کر لیا مگر ادا نہیں کی، قاضی صاحب نے مدعی کے مطالبہ پر اس کو قید کر دیا۔

شاہ بیگم کو معلوم ہوا تو بہت غصبناک ہوئی کہ میرا آدمی جانتے ہوئے بھی قاضی صاحب نے اس کو جیل بھیج دیا اپنے غلام کو کہا کہ میرے آدمی کو فوراً جیل سے چھڑا کر لاؤ، شاہی محل کا غلام گیا تو جیل والوں نے پارسی کو چھوڑ دیا، قاضی صاحب کو خبر ہوئی تو وہ اس کو کس طرح برداشت کر سکتے تھے، امام صاحب کے تربیت یافتہ تھے، بولے۔ یا تو زبیدہ کا وکیل پارسی واپس جیل آئے ورنہ میں عہدہ قضاۓ مستعفی ہوں۔

اس سندھی غلام کو خبر ہوئی تو وہ روتا ہوا زبیدہ کے پاس گیا کہ یہ قاضی حفظ کا معاملہ ہے اگر خلیفہ نے مجھ سے باز پرس کی کہ قاضی کے جیل بھیج ہوئے آدمی کو تمہیں چھڑانے کا کیا حق تھا تو میں کیا جواب دوں گا، اور کہا کہ اس وقت اس پارسی کو جیل واپس کرنے کی اجازت دیدیجئے، پھر میں قاضی صاحب کو راضی کر کے رہا کر دوں گا، زبیدہ نے غلام پر حکم کھا کر اجازت دیدی اور وہ پھر جیل پہنچ گیا۔

کچھ دیر بعد خلیفہ محل میں آئے تو ان سے زبیدہ نے شکایت کی کہ قاضی صاحب نے میرے آدمی کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے، جس سے میری سخت توہین ہوئی ہے، ایسے قاضی کو معزول کرنا چاہئے، ہارون بہت متفلکر ہوا کہ کیا کرے، کیونکہ زبیدہ کی کبیدگی خاطر بھی اسے بڑی شاق تھی آخراں نے کچھ سوچ کر قاضی صاحب کو حکم لکھا کہ اس پارسی کے معاملہ کو رفع دفع کرو۔

اوہر خلیفہ یہ لکھوارہا تھا اور اوہر قاضی صاحب کے لوگوں نے ان کو اس کی خبر پہنچائی کہ ایسا حکم آئیوالا ہے، قاضی صاحب نے فوراً خراسانی کے گواہوں کو بلا کر ان کے بیانات قلمبند کرائے اور تحریری فیصلہ مرتب کر کے عدالت کی مہر لگانے کا حکم دیا تا کہ خلیفہ کے حکم سے پہلے تمام کارروائی مکمل ہو جائے، اتفاق سے اس کام میں دیرگی اور اس کارروائی کے دوران ہی میں خلیفہ کا حکم آگیا مگر قاضی صاحب نے کہا کہ میں پہلے اپنے ہاتھ کا کام پورا کر دوں پھر فرمان پڑھوں گا، خلیفہ کے آدمی نے بار بار حکم دینا چاہا اور کہا کہ امیر المؤمنین کا فرمان ہے مگر قاضی صاحب نے نہ لیا حتیٰ کہ تمام کارروائی باضابطہ پوری کر دی۔

اس کے بعد فرمان پڑھا اور جواب دیدیا کہ فرمان پڑھنے سے پہلے میں فیصلہ کر چکا ہوں، فرمان لانے والے نے کہا کہ آپ نے جان بوجھ کر فرمان نہیں لیا، اور میرے سامنے سب کارروائی کی ہے، میں یہ بات بھی خلیفہ سے کہوں گا، قاضی صاحب نے کہا کہ تم ضرور کہہ دینا مجھے اسکی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

اس نے سب حال خلیفہ سے جا کر کہا مگر خلیفہ بجائے اس پر ناراض ہونے کے قاضی صاحب کی جرأت اور موافق حق فیصلہ سے خوش ہوئے اور حاجب سے کہا کہ قاضی صاحب کی خدمت میں ۳۰ ہزار درہم روائے کرو۔

اس صورت حال سے زبیدہ کو خبر دی گئی تو وہ اور بھی مشتعل ہو گئی اور خلیفہ سے کہا کہ جب تک تم قاضی حفظ کو بطرف نہیں کرتے ہو میرا تم سے کوئی علاقہ نہیں۔

ہارون رشید نے یہ سب کچھ دیکھا مگر چونکہ وہ حق کو حق بھخت پر مجبور ہو چکا تھا اس لئے انصاف کو ہاتھ سے نہ دیا اور جس طرح اسی قسم کے ایک واقعہ میں جہانگیر نے نور چہاں سے کہہ دیا تھا کے اے جان چہاں میں نے تجوہ کو اپنی جان کا مالک بنایا ہے ایمان کا نہیں، ہارون نے بھی زبیدہ خاتون کو اسی ہی بات صفائی سے کہی جس سے زبیدہ کا سار ان شہر ہرن ہو گیا اور اس نے اپنی خفت مٹانے کیلئے دوسرا طریقہ اختیار کیا، یعنی نیاز مندانہ خوشامد درآمد کر کے ہارون کو اس پر راضی کر لیا کہ قاضی صاحب کا تبادلہ کسی دوسری جگہ کو کر دیا جائے، چنانچہ خلیفہ نے ان کا تبادلہ ان کے ڈھن کوفہ کی طرف کر دیا۔ (خطیب ج ۱۹۲ ص ۸۸)

۳- اسی ہارون رشید کے دور خلافت میں ایک بار قاضی ابو یوسف نے جواب قاضی القضاۃ بھی ہو گئے تھے خلیفہ کے ایک وزیر علی بن عیسیٰ کی شہادت رد کر دی تھی اس کی سخت ذلت ہوئی خلیفہ سے جا کر کہا، خلیفہ نے قاضی صاحب سے دریافت کیا کہ اس بیچارے کو آپ نے کیوں مردوں الشہادة قرار دیدیا؟

قاضی صاحب نے کہا کہ میں نے ان کو یہ کہتے نا ہے کہ ”میں خلیفہ کا غلام ہوں“ اور غلام کی شہادت مقبول نہیں اور بعض روایات میں ہے کہ قاضی صاحب نے کہا کہ یہ شخص نماز جماعت کا تارک ہے، خلیفہ یہ سن کر خاموش ہو گیا اور یہ بھی نقل ہے کہ پھر اس وزیر نے اپنے محل کے صحن میں مسجد تعمیر کرائی اور جماعت کی نماز کا التزام کیا۔ (موفق ص ۲۲۷ ج ۲)

یہ بھی موقن ہی میں ہے کہ قاضی ابو یوسف نے اسی طرح ایک فوجی افسر کی شہادت بھی اس کے عہد الخلیفہ کہنے کی وجہ سے مسترد کر دی تھی۔ (مناقب موفق ص ۲۳۰ ج ۲)

۵- ایک باغ پر ہارون رشید کا بقصہ تھا اس پر ایک بوڑھے کسان نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور خلیفہ کا بقدر غاصبانہ ہے، قاضی ابو یوسف نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے اس نے کہا کہ امیر المؤمنین سے حلف لیا جائے، قاضی صاحب نے خلیفہ سے خلیفہ سے کہا کہ آپ کو حلف اٹھانا چاہئے، ہارون نے بخلاف کہا کہ یہ باغ میرے والد مہدی نے مجھ کو عطا کیا تھا اور میں اس کا مالک ہوں اور اسی لئے قابض ہوں ہوں قاضی صاحب نے فیصلہ کر دیا مگر اپنی اس کوتاہی پر رنج و افسوس کیا کرتے تھے کہ عدالت کے وقت خلیفہ کری پر بیٹھے تھے اور میں اتنا نہ کہہ سکا کہ جیسے آپ کا فریق زمین پر کھڑا ہے آپ بھی کری سے اتر کر زمین پر کھڑے ہو جائیے یا اس کے لئے بھی کری منگوائیے! (موفق ص ۲۲۲ ج ۲)

۶- ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید اور ایک یہودی کا مقدمہ امام ابو یوسف کی عدالت میں پیش ہوا تو یہودی خلیفہ سے پیچھے ہٹ کر بیٹھا آپ نے یہودی سے کہا کہ خلیفہ کے برابر نہیں، عدالت میں کسی کو تقدیم نہیں، یہاں امیر و غریب سب بر ابر ہیں۔ (سیر الاحناف ص ۵۹)

۷- قاضی عافیہ ادوبی (امام صاحب کے خاص اصحاب میں سے ہیں اور مجلس مددین فقہ کے رکن رکیں) بغداد کے قاضی تھے، ایک مرتبہ کسی حاصلہ نے خلیفہ کے یہاں ان کی فصل مقدمات میں بیجا پاسداری کی شکایت پہنچائی، خلیفہ کو یہ امر ناگوار ہوا اور عافیہ کو طلب کیا ابھی اصل معاملہ کے متعلق کوئی بات نہ ہوئی تھی کہ خلیفہ کو چھینک آئی اور ہر طرف سے یرحمک اللہ کی صدابلند ہوئی، عافیہ نے کچھ نہ کہا، ہارون نے پوچھا کہ سب نے مجھے موافق سنت یرحمک اللہ کہا لیکن آپ خاموش رہے اس کی کیا وجہ ہے؟ عافیہ نے جواب دیا سنت اسی طرح ہے جس طرح میں نے کیا، حدیث میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی مجلس میں دو شخصوں کو چھینک آئی ایک نے الحمد للہ کہا اس پر آپ نے یرحمک اللہ فرمایا دوسرا خاموش رہا تو آپ بھی خاموش رہے، اسی طرح تم نے بھی خود الحمد للہ نہیں کہا اس لئے میں نے بھی حضور ﷺ کی خاموشی کی سنت پر عمل کیا۔

ہارون نے پورا جواب سن کر کہا۔ ”جائیے آپ اپنا کام قضا کا کبھی! بھلا جو شخص میری چھینک کے ساتھ رور عایت پر آمادہ نہ ہو سکا وہ کسی دوسرے کی پاسداری اپنے فیصلہ میں کیا کرے گا“، پھر جھوٹی شکایت کرنے والوں کو سرزنش کی۔ (تاریخ بغداد ص ۳۰۹ ج ۸)

امام صاحب نے گویا یہ بات ملے شدہ کچھ کر کے حکومت معیاری لوگوں کے ہاتھ میں آناد شوار ہے مگر اسلامی قانون کو اس طرح اونچے معیار

پر مدد کر دیا جاسکتا ہے کہ ارباب حکومت اس کے سامنے جھکتے پر مجبور ہو جائیں اور اس طرح ایک ایسی عظیم خدمت امام صاحب کر گئے کہ رہتی دنیا تک اسلامی قانون سر بلند ہو گیا اور اسی مدد وین فقد کے ذیل میں سینکڑوں محدثین، فقہاء مفتیین اور قضاء معیاری درجہ کے بنائے گئے جن کی شاگردی اور شاگردوں کی شاگردی کا فخر امام شافعی، امام احمد اور بڑے بڑے محدثین امام بخاری و مسلم اصحاب صحابہ وغیرہ نے حاصل کیا۔

ابو یعقوف منصور نے چاہا بھی کہ امام صاحب سے بے نیاز ہو کر دوسرے علماء وقت سے مدد لیکر امور خلافت و سلطنت کو قوت پہنچائے مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی اور غیر خلقی علماء حاجج بن ارطاة، وہب بن وہب وغیرہ کے ناکام تجربات خلفاء عباسیہ کو ہوتے رہے اس لئے علماء حنفیہ اور فقہاء حنفی سے واپسی ہی لابدی نظر آئی بلکہ فقہاء حنفی میں سے بھی امام صاحب کے اقوال کی اہمیت زیادہ تھی۔

قاضی خالد مرد کے قاضی تھے، کہتے ہیں کہ ایک مقدمہ میں بجائے امام صاحب کے میں نے قاضی ابو یوسف کے قول کے مطابق فیصلہ کر دیا، اس کی خبر مامون کو ہوئی تو مجھے ہدایت بھیجی کہ مسئلہ میں جب تک امام ابوحنفیہ کا قول موجود ہو فیصلہ اسی کے مطابق کیا کرو اور اس سے ہرگز تجاوز نہ کرو۔ (مناقب موفق ص ۱۵۶ ج ۲)

ہارون رشید نے مامون رشید کو فقہاء حنفی کی اعلیٰ پیانہ پر تعلیم دلائی تھی اور مامون کو خود بھی فقہاء حنفی سے بڑی مناسبت تھی حتیٰ کہ امام عظیم کی طرف سے مدافعت میں وہ بڑے بڑے محدثین کو لا جواب کر دیتا تھا۔

اس موقع پر ایک واقعہ بطور مثال سنئے!

نظر بن شمل حدیث و عربیت میں اہل مرد کے امام تھے مگر فقہ میں کمزور تھے چنانچہ جب بھی خلیفہ کی مجالس میں اصحاب امام عظیم سے ان کا ممتاز تھا، ہوتا تو ان کو شرمندگی اٹھانی پڑتی تھی، اپنے لوگوں کو وہ سمجھایا بھی کرتے تھے کہ امام ابوحنفیہ "کاذک" کہہ رہا تھا سے مت کردا اور کہا کرتے تھے کہ میں تو بصرہ میں تھا، امام صاحب کو فہمیں، لیکن میں یہی سنتا تھا کہ وہ صالح بزرگ ہیں، ایک دفعہ کہا کہ لوگ سور ہے تھے ان کو ابوحنفیہ نے بیدار کیا، پھر پوچھا گیا تو اہل حدیث کے ڈر سے خاموش ہو گئے اور اس قسم کے تعریفی کلمات سے ابھنا کرنے لگے۔

ایک بار کچھ اہل حدیث معاندین امام عظیم نے امام صاحب کی کتابیں ضائع کرنے کے لئے دریا بردا کرنے کی سکیم بنائی، خالد بن صبح قاضی مرد کو خبر ہوئی وہ فضل بن سہل کو لے کر مامون کے پاس گئے جو خلیفہ ہارون رشید کی طرف سے اس وقت مرد کے گورنر تھے، ان کو خبر دی تو پوچھا کہ ادھر کون لوگ ہیں اور ادھر کون ہیں، کہا وہ لوگ نئی عمر کے اسحاق بن راہویہ اور احمد بن زہیر وغیرہ ہیں البتہ نظر بن شمل بھی ان میں ہیں اور یہ لوگ خالد بن صبح، سہل بن مراجم، ابراہیم بن رستم ہیں۔

مامون نے کہا اچھا! کل میں ان سب کو بلااؤں گا اور ان کے دلائل سن کر میں خود فیصلہ کر دوں گا کہ کون حق پر ہے اٹھنے وغیرہ کو خبر پہنچی کہ مامون نے اس طرح کہا ہے تو فکر ہوئی کہ ان کی طرف سے کون بات کرے گا، چونکہ نظر بن شمل مباحثہ کلام و حدیث میں مامون سے مات کھائے ہوئے تھے اس لئے سب نے احمد بن زہیر کو بات کرنے کے لئے منتخب کیا۔

صحیح کو سب مامون کے پاس جمع ہوئے، مامون نے نظر بن شمل کی طرف دیکھتے ہوئے خطاب کیا کہ تم لوگوں نے ابوحنفیہ کی کتابوں کو دریا پر لیجا کر کیوں ضائع کیا؟ نظر تو خاموش رہے کچھ جواب نہ دیا، احمد بن زہیر بولے امیر المؤمنین! مجھے اجازت ہو تو بات کروں؟ مامون نے کہا اگر تم اچھی طرح و کالت کر سکتے ہو تو تم ہی بولو!

کہا اے امیر المؤمنین! ہم نے ان کتابوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مخالف پایا، مامون نے کہا کس چیز میں مخالفت دیکھی، پھر خالد بن صبح سے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھا کہ اس میں ابوحنفیہ نے کیا کہا ہے؟ خالد نے امام صاحب کے قول کے موافق فتویٰ دیدیا، احمد بن زہیر نے اس کے خلاف ایک حدیث سنائی اس پر مامون نے خود جواب دینا شروع کیا اور امام صاحب کے قول کے موافق

ایسی احادیث نامیں جس سے وہ لوگ واقف نہ تھے۔

اور اسی طرح برابر وہ لوگ مسائل حنفی کے خلاف احادیث پڑھتے رہے اور مامون امام صاحب کی طرف سے احادیث سناتے رہے اور جب اس طرح کافی بحث ہو چکی تو مامون نے کہا۔

”اگر ہم امام ابوحنیفہ کے اقوال کو کتاب اور سنت رسول ﷺ کے مخالف پاتے تو ہم خود ہی ان کو معمول بہنے بناتے، آئندہ ہرگز ایسی حرکت کا اعادہ نہ ہو، پھر کہا کہ یہ شیخ (نصر بن شمیل) تمہارے ساتھ نہ ہوتے تو تمہیں ایسی سزا دیتا کہ یاد کرتے۔“

مناقب موفق میں یہ واقعہ نقل کر کے یہ بھی اضافہ کیا کہ مامون جب خود بغداد میں تخت خلافت پر بیٹھا تو اپنے پاس دوسو فقہاء کو بھلاکتا تھا اور ان میں سے کوئی وفات پاتا تو اس کی جگہ دوسرا متعین کر دیتا تھا کہ تعداد مذکور کم نہ ہو اور مامون خود ان سب سے زیادہ علم و افق تھا۔

ساد حجین امام الائمه ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام صاحب کی سیرت لکھنے والوں نے ایک مستقل عنوان امام صاحب کی مدح و ثناء کرنے والوں کا بھی رکھا ہے اسی لئے رقم الحروف نے بھی اس سلسلہ کی کچھ چیزیں اختصار کر کے یک جا کر دی ہیں اور اس میں اس امر کی رعایت کی ہے کہ ان ہی حضرات کے اقوال جمع کئے ہیں جن کی بلند پایہ شخصیات تمام محدثین کے یہاں مسلم ہیں اور ان کا حصہ نہیں کر سکا تھا یہاں اتنی گنجائش تھی اس لئے سینکڑوں اکابر کے اقوال اب بھی نقل نہیں ہو سکے، پھر جن کے اقوال لئے ہیں ان کے بھی اختصار کی وجہ سے بیشتر اقوال چھوڑ دینے پڑے۔

تاہم بطور نمونہ اور بقدر ضرورت شاید یہ بھی کافی ہو، پھر ہم نے ان اقوال کی اسناد بھی ترک کر دی ہیں، ورنہ موفق وغیرہ میں ان کی پوری سند میں درج کی گئی ہیں۔

۱- امام یحییٰ بن سعید القطان: بڑے محدث ہیں فن رجال کے سب سے اول لکھنے والے ہیں، امام احمد، علی بن المدینی وغیرہ مودب کھڑے ہو کر ان سے حدیث کی تحقیق کیا کرتے تھے اور نماز عصر سے مغرب تک (جو ان کے درس کا وقت تھا، برابر کھڑے رہتے تھے، امام صاحب کے حلقوئے درس میں شرکت کرتے تھے اور امام صاحب کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے تھے، تمام کتب صحاح میں ان سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ”خدا گواہ ہے کہ ہم جھوٹ نہیں بول سکتے، ہم نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کسی کو صائب الرائے نہیں پایا اور ہم نے ان کے اکثر اقوال اخذ کئے ہیں۔“

”وَاللَّهُمَّ امْامَ ابْو حَنِيفَةَ كَمْ مُجَالِسٍ مِّنْ بَيْتِهِ هِيَ اُورَانٌ سَعْيٌ لِلْفَوْدَةِ كَيْاً هِيَ اُورَاللَّهِ جَبَّحِي مِنْ اَنَّ كَمْ چَرَهَ مَبَارِكَ كَمْ طَرْفَ نَظَرَ كَمْ تَحْمَلَتْ وَجْهَ لِقَيْنٍ هُوتَاتَحَا كَمْ وَهَالَلَّهُ عَزَّ وَجَلَّ كَمْ خَوْفَ وَخَشْيَتْ سَعْيٌ لِلْفَوْدَةِ مَتَصَفٌ هِيَ“۔ (مُوقَفٌ ص ۱۹۱ ج ۱)

”لگوں کو جو مسائل پیش آتے ہیں ان کو حل کرنے کے واسطے امام ابو حنیفہ کے سوا دوسرا نہیں ہے، پہلے پہلے امام صاحب کے علمی کمالات زیادہ نہیاں نہ تھے پھر یکدم بڑی تیزی سے ان کی قدر و منزلت اور عظمت ترقی کرتی گئی۔“ (موفق ص ۲۵۷ ج)

”خدا نے برتر کی قسم کہ امام ابو حنیفہ اس امت میں قرآن و حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔“ (مقدمہ کتاب التعلیم)

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک: ائمہ کبار سے اور فن حدیث کے رکن اعظم ہیں، صحیح بخاری و مسلم میں ان کی روایت سے سینکڑوں احادیث موجود ہیں امام صاحب کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں، امام بخاری نے اپنے رسالہ رفع یہ دین میں فرمایا کہ ”ابن مبارک“ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور لوگ اگر دوسرے کم علم لوگوں کے اتباع کی بجائے ان کا اتباع کرتے تو بہتر ہوتا، اس کے بعد مطالعہ کیجئے کہ یہی امام بخاری کے شیوخ الشیوخ امام اعظم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

۱۔ فرمایا کہ ”ابوحنیفہ فقہ میں سب علماء سے زیادہ تھے میں نے ان جیسا فقہ میں نہیں دیکھا۔“

۲۔ ایک دفعہ فرمایا ”خدا کی قسم ابوحنیفہ علم حاصل کرنے میں بہت سخت تھے، محارم سے دور رہتے تھے، وہی کہتے تھے جو انحضرت ﷺ سے ثابت ہے، نائج و منسوخ حدیث کے بڑے ماہر تھے اور معتبر اور دوسرا قسم کی احادیث کو فعل رسول اللہ ﷺ سے تلاش کیا کرتے تھے۔

۳۔ ”میں نے مسیر بن کدام کو امام ابوحنیفہ کے حلقوں درس میں مستفید ہوتے دیکھا ہے، اگر خدا تعالیٰ ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے سبب سے میری فریاد رسی نہ کرتا تو میں بھی اور عام آدمیوں کی طرح ایک آدمی ہوتا۔“

”علامہ کردوری نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن مبارک امام صاحب کی طرف سے مافعت کرتے تھے، ان کے مذهب کی تائید کیا کرتے تھے اور یہ بات مشہور و معروف تھی، اسی طرح امام صاحب کی طرف اپنی نسبت اور شاگردی پر بھی فخر کیا کرتے تھے۔“ (ص ۱۰۸ ج ۱)

۴۔ ”یہ بھی بیان کیا کہ جب میں کوفہ پہنچا تو وہاں کے علماء سے سوال کیا کہ تمہارے شہر میں کون سب سے بڑا عالم ہے، سب نے کہا امام ابوحنیفہ، پھر میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ پرہیز گار کون ہے تو سب نے کہا امام ابوحنیفہ، پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ زاہد کون ہے سب نے کہا کہ امام ابوحنیفہ، پھر پوچھا کہ سب سے زیاد عابد اور علم کا شغل رکھنے والا کون ہے تو سب نے کہا کہ امام ابوحنیفہ عرض میں نے اخلاق مُحْمَدَ و حسنہ میں سے جس وصف کا بھی سوال کیا سب نے امام صاحب کو ہی افضل و برتر بتالا یا۔“ (حدائق ص ۶۷)

۵۔ جموی نے شرح اشیاء میں صحیفہ ذہبی سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ مبارک نے فرمایا ”حدیث تو مشہور و معروف ہو گئی اب اگر اجتہاد کی ضرورت پڑے تو اجتہاد مالک، سفیان و ابوحنیفہ کا ہے لیکن ان میں سے ابوحنیفہ اجتہاد کے لحاظ سے احسن اور سائی کی حیثیت سے ادق اور دونوں سے افقہ ہیں۔“

یہ سب کے نزدیک مسلم امیر المؤمنین فی الحدیث کا فیصلہ خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ ”حدیث تو مشہور و معروف ہو گئی“ یعنی جس قدر ذخیرہ احادیث صحاج کا موجود تھا وہ سب نے صرف اس وقت سامنے آگیا تھا بلکہ بدرجہ شہرت پہنچ گیا تھا، اس زمانہ کی احادیث بھی اکثر شنائیات، شلائیات تھیں، زمانہ ذخیر القرآن کا تھا، جھوٹ کا شیوع بھی نہ ہوا تھا، راستہ عدل و ثقہ تھے اور حضرت عبد اللہ بن مبارک نے توہزاروں لاکھوں روپے صرف کر کے حدیث حاصل کرنے کے لئے دنیا نے اسلام کا کونہ کونہ چھانا تھا، پھر آخر میں امام ابوحنیفہ کے پاس پہنچ تو ان کے تحریک علوم حدیث و فقہ کے ایسے گرویدہ ہو گئے کہ امام صاحب ہی کے ہو رہے۔

ظاہر ہے کہ جس قدر ذخیرہ احادیث صحاج کا اس وقت مدون ہو گیا تھا وہ بعد کو مدون ہونے والی کتب حدیث کے لئے بطور اصول و امہات تھا اور صحیت کے لحاظ سے بھی ان ہی کا نمبر اول تھا، اسی لئے ہم نے امام بخاری کے حالات میں بہت سی کتب حدیث کے نام بھی لکھے ہیں جو پہلے سے موجود تھیں، افسوس ہے کہ کچھ لوگوں کی غلط رہنمائی سے اکابر شیوخ مدین (جن میں سے اکثر شیوخ اصحاب صحاج تھے) کی مساعی جمع حدیث نمایاں مقام حاصل نہ کر سکیں اور جو بھی تعارف کرایا گیا صحاج ستہ اور ان کے بعد کی کتابوں کا کرایا گیا، ان کے اصول و امہات اور دوسرے ذخیرہ انوی درجہ میں سمجھے گئے، حالانکہ صحبت روایت و علومند کے اعتبار سے وہ اول فالا اول تھے، اس سے ایک بڑا نقصان یہ بھی ہوا کہ بعد کے ذخیرہ حدیث میں جو کچھ ضعفِ رواۃ کی وجہ سے پیدا ہوا وہ غلطی سے پورے ذخیرہ حدیث کی طرف منسوب ہو گیا، عبد اللہ ابن مبارک فرماتے ہیں۔

۶۔ میں تمام شہروں و بستیوں میں علم کی طلب کے لئے گیا، لیکن امام ابوحنیفہ کی ملاقات سے قبل تک حلال و حرام کے اصول سے واقف نہ ہو سکا (کیونکہ فقہ و اصول فقہ کے امام وہی تھے)

۷۔ اگر امام صاحب تابعین میں ہوتے تو وہ بھی ان کی طرف محتاج ہوتے (یہ اس لئے کہا کہ امام صاحب تابعین کے آخری دور میں پیدا ہوئے اور امام صاحب کے علم و فضل کے ظہور کا زمانہ تابعین کے گذر جانے کے بعد کا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ امام صاحب خود بھی تابعی تھے)

- ۸- اکثر فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے کا لفظ ملت کہو، بلکہ تفسیر حدیث کہو (جو حقیقت ہے)
- ۹- اگر مجھے افراد کا الزام دیئے جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں امام صاحب پر کسی کو بھی ترجیح نہ دیتا۔
- ۱۰- فرمایا امام صاحب مجید الغور تھے یعنی مسائل کی گہرائیوں تک جاتے تھے۔
- ۱۱- فرمایا کہ علماء امام صاحب سے مستغنى نہیں ہو سکتے کم سے کم تفسیر حدیث کے لئے توان کی احتیاج ظاہر و باہر ہے۔
- ۱۲- اگر میں بعض بے وقوف کی باتوں پر رہتا تو امام صاحب سے محروم رہتا اور ان سے محروم ہوتا تو یوں کہنا چاہئے کہ طلب علم کی راہ میں میری ساری مشقت و تعجب اور ہزاروں لاکھوں روپے کا صرف رائیگاں چلا جاتا۔
- ۱۳- اگر میں امام صاحب سے نہ ملتا تو علم کے لحاظ سے دیوالیہ ہوتا، ایک روایت ہے کہ میں بھی دوسرے حدیث کے نقالوں کی طرح ہوتا۔
- ۱۴- ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن مبارک کی مجلس میں امام صاحب کا ذکر ہوا اور کچھ موافق کچھ مخالف باتیں ہوئیں تو ابن مبارک نے فرمایا کہ علماء میں سے کسی کو امام صاحب جیسا پیش کرو ورنہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو اور ہمیں عذاب مت دو۔ (معلوم ہوا کہ امام صاحب سے عناد و حسد و مخالفت کا نجاح اس وقت بھی موجود تھا اور ایسے لوگ بڑے بڑے حضرات کو اپنی غیر ذمہ دارانہ روش سے تکلیف پہنچایا کرتے تھے)۔
- ۱۵- فرمایا کہ میں نے بڑے بڑوں کو دیکھا ہے کہ امام صاحب کی مجلس میں ان کی کوئی علمی حیثیت نہ تھی اور میں نے خود کو کسی مجلس میں پہنچ کر حضیر نہیں پایا سو امام صاحب کی مجلس کے اور میں نے کسی عالم کو نہیں دیکھا کہ اس نے امام صاحب سے کسی مسئلہ پر بحث کی ہوا اور اس کی علمی بے بضاعتی پر مجھے رحم نہ آیا ہو۔
- ۱۶- فرمایا کہ وہ شخص محروم ہے جس کو امام صاحب کے علم سے حصہ نہیں ملا۔
- ۱۷- فرماتے تھے کہ خدا اس کا برآ کرے جو ہمارے شیخ کا ذکر برائی کے ساتھ کرے، یعنی امام صاحب کا۔
- ۱۸- ایک دفعہ یہ شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا ابن مبارک نے طاؤس کا قول بھی نقل کر دیا اور امام صاحب کا بھی جواس کے خلاف تھا۔ اس شخص نے کہا کہ ہم تو طاؤس کے قول پر عمل کریں گے اور ابوحنیفہ کے قول کو دیوار پر پھینک ماریں گے، ابن مبارک نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر کیا تو نے امام صاحب کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا۔ واللہ! اگر تو ان کو دیکھ لیتا تو اسی بات نہ کہتا اور وہ تیرے خلاف اتنے قوی دلائل لاتے کہ جوان کے ہوتے ہر نے امام صاحب کے قول کو دیوار پر نہ مار سکتا۔
- ۱۹- ایک دفعہ ابن مبارک۔ حدیث امام صاحب سے روایت کر کے سنائی ایک شخص نے اس میں کچھ کلام کیا تو ابن مبارک نے غصہ سے فرمایا کہ تم لوگوں کا اس سے کیا صد ہے، تم لوگوں کا اس سے کیا مقصد ہے، جس کو خدا نے بلند مرتبہ بنایا ہے وہ ہی بلند ہو گا اور جس کو خدا نے برگزیدہ کر لیا ہے وہی برگزیدہ ہو گا۔ (موفق ص ۵۲، ۵۳، ۵۴ ج ۲)
- ۲۰- فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو مسجد حرام مکہ معظمہ میں دیکھا ہے کہ مشرق و مغرب کے لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے اور لوگ اس زمانہ کے جیسے تھے ظاہر ہے یعنی بڑے بڑے فقہا تھے اور بہترین علم کے لوگ حاضر رہتے تھے۔ (موفق ص ۷۵ ج ۲)
- راقم الحروف نے حضرت عبد اللہ بن مبارک کے اقوال اس لئے زیادہ نقل کئے ہیں کہ امام بخاری نے اپنے رسائل میں ان کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم تسلیم کیا ہے اور ان کے مقابلہ میں دوسروں کو بے علم تک کہدیا ہے اور غالباً پہلے اور محمد شین بھی ایسے تھے جو ابن مبارک کو ایمر المؤمنین فی الحدیث وغیرہ سب کچھ مانتے تھے مگر خود ابن مبارک جن کو اپنا بڑا اور سب کچھ سمجھتے تھے وہ ان کی نظر میں کچھ نہ تھا اس لئے محدث ابو عصمه سعد بن معاذ جب محمد شین سے یہ سنتے تھے کہ عبد اللہ بن مبارک اعلم ہیں امام ابوحنیفہ سے، تو فرمایا کرتے تھے کہ ”جو لوگ عبد اللہ ابن مبارک کو امام سمجھتے ہیں اور خود عبد اللہ نے جس کو امام مانا تھا اس کو امام نہیں مانتے ان کی مثال شیعہ حضرات کی ہے کہ حضرت علیؑ کو تو امام مانتے ہیں

لیکن جن کو حضرت علیؓ نے اپنے لئے امام تسلیم کیا تھا ان کو امام مانے کے لئے تیار نہیں یعنی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم (موفق ۵۲ ج ۲)

۳- محدث ابن داؤد: ۱- امام ابوحنیفہ پر طعن دو قسم کے لوگوں نے کیا ہے ایک ان لوگوں نے جوان سے ناواقف تھے اور دوسرا دوہرے جن کو ان سے حد ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ بصرہ والوں کا فخر چار کتابیں ہیں، حافظ کی کتاب البیان و تبیین کتاب الحجوان، سیبویہ کی کتاب اور خلیل کی کتاب العین، لیکن ہمارا فخر طلال و حرام کے ستائیں ہزار مسائل پر ہے جو ایک کوفی محمد بن حسن کے نتیجہ عمل ہیں وہ ایسے قیاسی و عقلی ہیں کہ کسی انسان کو ان کا نام جانتا روا نہیں۔

۲- جب کوئی آثار یا حدیث کاقصد کرے تو اس کے لئے سفیان ہیں اور جب آثار یا حدیث کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہیے تو ابوحنیفہ ہیں۔

۳- اہل اسلام پر نماز میں امام ابوحنیفہ کے لئے دعا کرنی ضروری ہے کیوں کہ انہوں نے دوسروں کے واسطے سنن و آثار و محفوظ کر دیا ہے یعنی بصورت احادیث و آثار مرویہ و بصورت احکام و مسائل)۔ (حدائق الحفیہ)

۴- مکی بن ابراہیم: بُخٰ کے امام اور امام بخاری وغیرہ کے استاد تھے (۱) فرماتے تھے کہ ابوحنیفہؓ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم زادہ، راغب فی الآخرت اور حفظ اہل زمانہ تھے اور عالم کی اصطلاح محمد شیع کے یہاں یہ ہے کہ اس کو احادیث کے متون و اسناد دونوں حفظ ہوں۔

۵- موفق کر دری میں ہے کہ اسماعیل بن بشر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم کی کی مجلس میں تھے، انہوں نے فرمانا شروع کیا "یہ حدیث روایت کی ہم سے ابوحنیفہؓ نے" اتنا ہی کہ اتحاک کہ ایک سافر اجنبی شخص چیخ پڑا کہ ہم سے ابن جریج کی حدیث روایت کرو، ابوحنیفہؓ سے روایت مت کرو، مکی نے جواب دیا کہ ہم یہ وقوفوں کو حدیث سنانا نہیں چاہتے، میں ہدایت کرتا ہوں کہ تم میری حدیث مت لکھو اور میری مجلس سے نکل جاؤ، چنانچہ جب تک وہ اٹھ کر نہ چلا گیا انہوں نے حدیث روایت نہ کی، اس کے جانے کے بعد پھر امام ابوحنیفہؓ سے ہی حدیث روایت کی۔

۶- فرمایا میں علماء کو فہ کی مجالس میں بیٹھا ہوں میں نے ان میں کسی کو امام ابوحنیفہؓ سے زیادہ متور نہیں پایا۔ (موفق ۱۹۳ ج ۱)

۷- محدث خلف بن ایوب: ۱- میں اکثر علماء کی مجالس میں جایا کرتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ بعض باتوں کے معنی نہ سمجھ سکتا تھا، پھر امام ابوحنیفہؓ کی مجلس میں جاتا، ان سے دریافت کرتا، وہ مجھ سے ان کی تفسیر فرماتے اور اس تفسیر و تفسیر سے میرے قلب میں ایک نور داخل ہو جاتا تھا۔

۸- فرمایا کہ خدا سے علم محمد ﷺ کو پہنچا، ان سے اصحاب کو، اصحاب سے تابعین کو اور تابعین سے ابوحنیفہؓ کو اس بات سے خواہ کوئی راضی ہو یا ناراضی ہو۔ (حدائق ص ۲۵)

۹- امام شعرانیؓ: ۱- میں نے امام ابوحنیفہ کے مسانید ثلاش کے صحیح شخصوں کو مطالہ کیا جن پر حفاظتی کی تقدیق تھی، میں نے دیکھا کہ ہر حدیث بہترین عدول و ثقات تابعین سے مروی و منقول ہے مثلاً، اسود، علقہ، عطا، عکرمہ، عبادہ، بکھول، حسن بصری وغیرہ وغیرہ سے، پس امام صاحب اور جناب رسالت مآب ﷺ کے درمیان تمام راوی عادل، ثقہ، عالم اور بہترین بزرگ ہیں جن میں کوئی کذاب یا متهہم بالکذب نہیں۔ ۲- ہمارے لئے کسی طرح موزوں نہیں کہ ایسے امام عظیم پر اعتراض کریں جس کی جلالت قدر علم و روع پراجماع و اتفاق ہو چکا ہے۔

۱۰- امام صاحب پر اعتراض مناسب نہیں کیونکہ وہ ائمہ متبوی عین میں سے سب سے بڑے مرتبہ کے تھے اور ان کا مذہب سب سے پہلے مدون ہوا اور ان کی سند حدیث بھی دوسرے ائمہ کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ کی طرف زیادہ قریب ہے، وغیرہ (میزان کبری)۔ ۱۱- امام عظیم ابوحنیفہ کے کثرت علم، پرہیز گاری، عبادت، استنباط و سمجھ کی دقت و گہرائی پر سلف و خلف کا اتفاق داجماع ہے (حدائق ص ۲۷)

۱۲- محدث حسن بن زیاد: امام ابوحنیفہؓ چار ہزار احادیث روایت کرتے تھے، دو ہزار حماد سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے۔

۱۳- امام احمد: امام احمد سے ابن حجر نے نقل کیا کہ ابوحنیفہؓ علم و تقویٰ، زہد و اختیار آخرت میں اس جگہ تھے کہ کوئی ان کو نہیں پہنچ سکا۔ (شای و خیرات حسان ص ۳۲)

۱۴- عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۲ھ): کبار تابعین سے ہیں، ائمہ صحاح کے اعلیٰ روادہ سے ہیں، امام صاحب جب ان کے پاس آتے تو

سب سے آگے اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ (موفق ص ۲۶ ج ۲)

۱۰- **فضیل بن عیاض (م ۷۱ھ)**: اصحاب صحابہ کے شیوخ میں ہیں، بڑے عابد، زاہد اور صاحب کرامات بزرگ تھے انہوں نے فرمایا کہ ”امام ابوحنیفہ بڑے فقیہ تھے، درع و تقویٰ میں مشہور تھے، لوگوں پر جود و شفقت کرنے میں بڑے حریص تھے، رات و دن تعلیمی کاموں میں منہمک رہتے تھے، بہت خاموش اور کم گو تھے البتہ جب کوئی مسئلہ ان سے دریافت کیا جاتا تو خوب بولتے تھے۔ (تبیض الصحیفہ وغیرہ)

۱۱- **حفظ بن عبد الرحمن نجی (م ۱۹۹ھ)**: نسائی وابوداؤ دکے اعلیٰ شیوخ سے ہیں، فرمایا کہ میں نے ہر قسم کے علماء و فقہاء، زاہد اور اہل درع کی خدمت میں حاضری دی لیکن ان سب اوصاف کا جامع سوائے امام ابوحنیفہ کے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ (موفق ص ۲۰۰ ج ۱)

۱۲- **حسن بن صالح کوفی (م ۱۶۹ھ)**: ائمہ صحابہ کے اعلیٰ روایت سے ہیں، کہا کہ امام ابوحنیفہ ناج و منسوخ حدیث کی سخت تلاش میں مصروف رہتے تھے اور اسی حدیث پر عمل کرتے تھے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب سے ان کو ثابت ہوتی تھی اور حدیث و فقہ اہل کوفہ کے صرف عارف ہی نہ تھے بلکہ اپنے شہر کے لوگوں کی معمول بہا احادیث کا سختی سے اتباع کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح کتاب اللہ میں ناج و منسوخ آیات ہیں اسی طرح احادیث میں بھی ناج و منسوخ ہیں اور رسول خدا ﷺ کی اخیر زندگی کے اعمال کے حافظ تھے (موفق ص ۸۹ ج ۱)

۱۳- **محمد شہیر ابن جرج (م ۱۵۰ھ)**: ائمہ صحابہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں، ابن عینہ نے بیان کیا کہ ابن جرج کو جب امام حنفیہ کے علم دروغ اور استقامت دین کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ عنقریب اس شخص کے علمی کمالات کا حیرت انگیز چرچا ہوگا۔

۱۴- ایک روز کسی نے ان کے سامنے امام صاحب کا کسی قدر برائی سے ذکر کیا تو فرمایا، خاموش رہو وہ تو بہت بڑے فقیہ ہیں، بہت بڑے فقیہ ہیں، بہت بڑے فقیہ ہیں۔ (خیرات حسان ص ۳۳)

۱۵- خطیب نے روح بن عبادہ سے روایت کی کہ میں ابن جرج کے پاس تھا جب امام عظیمؐ کی خبر وفات ان کو دی گئی تو سن کر انا لله و انا الیہ راجعون پڑھا اور افسوس سے فرمایا کہ کیسا علم جاتا رہا۔ (تبیض الصحیفہ ص ۱۳ امام سیوطی)

۱۶- **شعبة بن الحجاج (م ۱۶۱ھ)**: ائمہ صحابہ کے اعلیٰ روایت سے ہیں سفیان ثوری ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا کرتے تھے۔

۱۷- جب ان سے امام ابوحنیفہ کا حال دریافت کیا جاتا تو وہ بہت تعریف ان کی کیا کرتے تھے اور ہر سال نیا تحفہ امام صاحب کو بھیجا کرتے تھے۔ (موفق ص ۲۸۶ ج ۲)

۱۸- امام صاحب کو حسن الفهم جید الحفظ فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جن لوگوں نے ان پر تشنج کی ہے واللہ وہ خدا کے یہاں اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے کیونکہ خدا ان چیزوں سے پوری طرح واقف ہے۔ (خیرات ص ۳۲)

۱۹- جب وفات پہنچی تو انا للہ پڑھا اور کہا کہ آج کوفہ کا چراغ علمِ گل ہو گیا اور اب اہل کوفہ کو قیامت تک اس کی نظیر نہ ملے گی۔ (خیرات ص ۲۹)

۲۰- **محمد بن میمون (م ۷۱ھ)**: ائمہ صحابہ کے اعلیٰ شیوخ میں سے ہیں امام عظیمؐ کے بارے میں فرمایا کہ امام صاحب کے زمانہ میں علم و درع اور زہد میں کوئی شخص ان سے بڑھ کر نہ تھا اور نہ کوئی شخص علم و فلسفہ میں ان کا مساوی تھا بخدا مجھے ان سے ایک حدیث سن لینے کی خوشی ایک لاکھاشرفی کے مل جانے سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔

محمد بن امیل بن جماد بن ابی سلیمان

یہ حضرت جماد استاذ امام عظیمؐ کے صاحبزادے تھے ان کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ میرے والد ماجد کے خصوصی رازداروں میں سے تھے اور والد ماجد امام صاحب پر اپنی وہ خاص علمی چیزیں ظاہر کرتے تھے اس لئے میں بھی اپنے والد سے بہت سی علمی باتیں نہ سن سکا اور ان

سے محروم رہا، اس کے بعد امام ابوحنفہؓ کے واسطے سے مجھے اپنے والد ماجد کی خاص خاصیت پہنچیں جو صرف ان کے پاس تھیں۔

اس خبر کے راوی تیجی بن آدم نے یہ بھی کہا کہ اسماعیل بن حماد بڑی عمر کے تھے، سب لوگوں کا زمانہ پایا تھا لیکن اپنے اور والد کے امام صاحب سے خصوصی تعلق کے باعث امام صاحب ہی سے سماں حدیث کیا اس واقعہ سے بھی حضرت میرہ کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت حماد کے خصوصی علوم کے قابل امام صاحب ہی تھے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حصول علم کے لئے خاص تعلق و مناسبت بھی استاد سے ضروری ہے، نیز معلوم ہوا کہ امام صاحب بذل علم کے اعتبار سے بھی بڑے سمجھی تھے وغیرہ۔

محمد بن طلحہ

محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم دونوں آپس میں امام ابوحنفہؓ کی باتیں کر رہے تھے تو محمد بن طلحہ نے کہا کہ ابوغیلہ! اگر تمہیں امام صاحب کا کوئی قول معتبر ذریعہ سے مل جائے تو اس کو مقبول پکڑ لینا، اس کی قدر کرنا، کیونکہ امام صاحب سے جو بات آتی ہے وہ چھنپی چھنائی صاف ہوتی ہے (یعنی کھرے سونے کی طرح بے گھوٹ ہوتی ہے)۔ (موفق ۲۰ ج)

محمد فضل بن موسیٰ سینانی

امام صاحب کے زمانہ میں بڑے مشہور و معروف حفاظ حدیث میں سے تھے، امام صاحب سے بکثرت روایت حدیث کی ہے، امام صاحب کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے اور مختلف علماء سے جگہتے تھے لوگوں کو امام صاحب کے مدھب کی طرف ترغیب دیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حجاز و عراق کے مشائخ علم کی مجالس میں آیا جایا کرتے تھے لیکن کسی مجلس کو امام صاحب کی مجلس سے زیادہ عظیم البرکت اور کثیر المفعت نہیں پایا۔ (موفق ۲۵ ج)

امام شمس الدین شافعی

عقود الجواہر المذیقه میں امنی کی خلاصۃ الاثر سے نقل کیا ہے کہ امام شمس الدین محمد بن علاء الباحلی شافعی فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم سے افضل الائمه کے بارے میں سوال ہوتا تھا تو ہم ابوحنفہؓ کو بتلایا کرتے تھے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ

تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا اور آپ کا تذکرہ امام الاعظم فیقہ العراق سے شروع کیا اور لکھا کہ حضرت انسؓ صحابی کوقد میں تشریف لائے تو امام صاحب نے ان کو متعدد بار دیکھا اور امام صاحب نے عطار، نافع، سلمہ بن کہیل، عمرہ بن دینار اور خلق کثیر سے روایت حدیث کی اور امام صاحب سے فقہ حاصل کرنے والے بھی تھے، جیسے زفر، داؤ و طائی، قاضی ابو یوسف، محمد بن الحسن وغیرہ اور حدیث حاصل کرنے والے بھی تھے جیسے وکیع، یزید بن ہارون، سعد بن اصلح، ابو عاصم، عبد الرزاق (صاحب مصنف) عبد اللہ بن موسیٰ، ابو نعیم، ابو عبد الرحمن المقری اور ان کے علاوہ بہت سے لوگ تھے۔

امام صاحب عالم بامثل، عابد و زاہد اور بڑے عالمی مرتبہ انسان تھے، بادشاہوں کے نذرانے قبول نہیں کرتے تھے بلکہ خود تجارت کر کے کسب کرتے تھے، بنی نوع انسان میں امام صاحب نہایت زکی تھے۔

اس کے بعد علامہ ذہبی نے حضرت عبد اللہ بن مبارک وغیرہ کبار محدثین کے اقوال امام صاحب کے مناقب میں نقل کئے ہیں جو ہم نے دوسری جگہ نقل کئے ہیں، علامہ ذہبی نے امام صاحب اور صاحبین کے مناقب میں مستقل کتاب بھی لکھی۔

محدث عمر بن ذر

ہم جب بھی کہیں امام ابوحنیفہ کے ساتھ سفر میں جاتے تھے، دیکھتے تھے کہ امام صاحب وہاں کے تمام اہل علم پر فقہ، علم و درود میں غالب رہتے تھے۔ (موقق ص ۱۹۵ ج ۱)

سیدنا علی الخواص شافعی

اولیاء کامیں میں سے اور امام شعرانی شافعی کے شیخ اعظم کے ساتھ اعظم تھے، فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے مدارک اجتہاد اس قدر دقیق ہیں کہ اولیاء اللہ میں سے بھی صرف اہل کشف و مشاہدہ ہی ان کو اچھی طرح جان سکتے ہیں، اسی لئے انہوں نے اور امام ابو یوسف نے ماء مستعمل کو خس قرار دیا ہے، امام صاحب وضو کے مستعمل پانی میں صاحب وضو کے گناہوں کی نجاست ملاحظہ فرماتے تھے اور ہر ایک کے گناہ کو ممتاز دیکھتے اور تنبیہ کرتے تھے، تو بہ کی تلقین فرماتے تھے۔ (میزان کبریٰ)

علامہ ابن الاشیر جزری

اگر ہم امام ابوحنیفہ کے فضائل و مکالات بیان کرنا چاہیں تو وہ اتنے ہیں کہ ہم سب کو بیان نہیں کر سکتے بات بہت بھی ہو جائے گی اور غرض پھر بھی پوری نہ ہو گی، مختصر یہ کہ وہ عالم با عمل، زاہد، عابد ملتی پر ہیز گارا در علوم شریعت کے مسلم و پسندیدہ امام تھے۔ (جامع الاصول)

ابن ندیم

اپنی مشہور و معروف کتاب ”الشہرست“ میں امام اعظم کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں لکھا کہ ”مشرق سے مغرب تک زمین کے تمام خشکی و تری کے حصوں میں دور و نزدیک جو کچھ علم کی روشنی پھیلی وہ امام صاحب ہی کی تدوین کا صدقہ ہے رضی اللہ عنہ۔“

امام مالک

محمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک گودیکھا امام صاحب کا ہاتھ تھا میں جارہے تھے جب مسجد نبوی میں پہنچے تو امام صاحب کو آگے بڑھایا میں نے ناکے امام صاحب نے مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھی بسم اللہ هذا موضع الامان فآمنی من عذابک و نجني من النار یعنی خدا کے نام کے ساتھ داخل ہوتا ہوں، یہ امان کی جگہ ہے یا اللہ! مجھ کو اپنے عذاب سے مامون کر اور عذاب جہنم سے نجات دے۔ (موقق ص ۲۳۲ ج ۲)

امام شافعی نے فرمایا کہ میرے سامنے ایک شخص نے امام مالک سے پوچھا کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہ گودیکھا ہے؟ تو فرمایا ہاں! میں نے ایسا شخص دیکھا ہے کہ اگر اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیے تو اس پر بھی دلیل قائم کر سکتا ہے۔ (مناقب ذہبی ص ۱۹)

امام مالک اکثر اقوال امام صاحب کے اختیار کرتے تھے اور آپ کی آراء و اقوال کی تلاش میں رہتے تھے اکثر مسائل میں امام صاحب کے اقوال کو معتبر جانتے تھے، موسم حج و زیارت میں امام صاحب کا انتظار کیا کرتے تھے جب امام صاحب مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تو کافی وقت امام صاحب کے ساتھ علمی مذاکرات میں گزارتے تھے۔

ایک دفعہ کوئی بھی بحث چلی اور امام مالک امام صاحب کی مجلس سے اٹھے تو پسینہ پسینہ ہو رہے تھے، تلامذہ نے عرض کیا کہ آپ کو بہت پسینا آیا! امام مالک نے فرمایا کہ ہاں! ابوحنیفہ کے ساتھ بحث میں ایسا ہوا اور تم ان کو کیا سمجھتے ہو وہ تو بہت بڑے فقیہ ہیں۔

امام ابو یوسف^ر

۱- اصمی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم چند احادیث میٹھے ہوئے اپنی اپنی آرزوں کا ذکر کرنے لگے تو میں نے امام ابو یوسف^ر سے کہا کہ اب تو آپ بڑے سے بڑے مرتبہ پر پہنچ گئے ہیں (کیونکہ قاضی القضاۃ تھے اور وہ بھی اس شان سے کہ خلفاء ان کے فیصلوں کے سامنے سر جھکاتے تھے) تو کیا اس سے زیادہ کی بھی کوئی تمبا آپ کو ہے؟ تو فرمایا کہ "ہاں میری تمبا ہے کہ کاش مجھے ابن ابی الجلی کا جمال مسر بن گدام کا زہداور امام ابو حنیفہ کا فقہ حاصل ہوتا"۔ اصمی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا ذکر امیر المؤمنین یعنی خلیفہ وقت سے کیا تو انہوں نے کہا کہ امام ابو یوسف نے جو تمبا کی ہے وہ خلافت سے بھی اوپنجی چیز کی ہے۔

۲- ایک دفعہ امام ابو یوسف^ر نے فرمایا، کاش مجھے امام ابو حنیفہ کی ایک مجلس میری آدمی دولت کے عوض نصیب ہو جاتی، اصمی کہتے ہیں کہ اس وقت ان کی دولت میں لاکھ روپیہ سے زیادہ تھی، میں نے کہا کہ یہ تمبا آپ کیوں کرتے ہیں تو فرمایا کچھ مسائل کی تحقیق کے لئے دل میں خلش ہے امام صاحب ہی سے تسلی ہو سکتی ہے، ان سے دریافت کر لیتا۔

۳- عصام بن یوسف کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو یوسف سے کہا علماء وقت کا اتفاق ہے کہ آپ سے بڑھ کر علم حدیث و فقہ میں کوئی نہیں ہے تو فرمایا میرا علم امام صاحب^ر کے علم کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے، ایسا سمجھو جیسے ایک چھوٹا راجہ ہائی نہر فرات کے مقابلہ میں۔

۴- ایک روز فرمایا کہ امام ابو حنیفہ بڑے عظیم البرکت تھے ان کی وجہ سے ہم پر دنیا و آخرت کے راستے کھل گئے۔

۵- فرمایا کہ میں نے امام صاحب سے زیادہ تفسیر حدیث کا عالم نہیں دیکھا، ہمارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو امام صاحب کے پاس حاضر ہوتے اور امام صاحب اس کا فوراً ہی حل پیش کر کے ہماری تشقی کر دیتے تھے۔ (موفق ص ۲۳۷ ج ۲)

امام ابو یوسف علم حدیث میں امام احمد، علی بن مدینی اور یحییٰ بن معین وغیرہ اکابر محدثین کے استاذ تھے جو امام بخاری وغیرہ محدثین کے شیوخ میں ہیں، ان کا تذکرہ مفصل آگے آئے گا، باوجود اس جلالت قدر کے امام ابو حنیفہ کے کس قدر مذاج و قدر دان ہیں، امام صاحب کے مرتبہ عالیٰ کا اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت سفیان بن عینیہ

مشہور محدث ہیں امام عظیم^ر کے تلمیذ اور راوی مسانید الاماام ہیں، حمیدی (استاذ بخاری) کے استاذ ہیں حمیدی راوی ہیں کہ امام سفیان بن عینیہ نے فرمایا کہ- دو چیزیں ایسی تھیں کہ ہم ابتداء میں یہ تصور بھی نہ کرتے تھے کہ وہ کوفہ کے پل سے آگے بڑھیں گی، جزءہ کی قرأت اور امام ابو حنیفہ کی رائے لیکن وہ دونوں تمام آفاق میں پہنچ گئیں (مناقب ذہبی ص ۲۰) محدث عمر و بن دینار کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے، کوفہ آئے تو امام صاحب نے ان کے علم و فضل کی تعریف کی جس سے ان کا حلقة درس بھر گیا فرماتے تھے کہ کوفہ میں امام صاحب سے زیادہ افتہ، افضل، اور عجیب نہیں تھا۔ (موفق ص ۱۹۵ ج ۱)

امام شافعی^ر

علی بن میمون (شاگرد امام شافعی) نے روایت کی کہ مجھے سے امام شافعی نے کہا۔ میں ابو حنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں، ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں، جب کوئی حاجت پیش آ جاتی ہے دور کعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، دعا کے بعد مراد برآنے میں دیر نہیں لگتی، خیرات حسان میں یہ قول بھی نقل ہے کہ امام ابو حنیفہ سے زیادہ کوئی عقیل آدمی پیدا نہیں ہوا۔

شامی میں ابن حجر عسکری سے بحوالہ ربع روایت ہے کہ امام شافعی نے فرمایا، لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں کیونکہ میں نے ان سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا، یہ بھی فرمایا کہ جو شخص ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہ دیکھئے وہ نہ تعلم میں تبحر ہو گا اور نہ فقیہ بنے گا۔ (حدائق ص ۷۷)

یہ بھی فرمایا کہ ابوحنیفہ فقہ کے مرتبی و مورث اعلیٰ ہیں۔ (تمذکرة الحفاظ)

امام مزنی

مزنی سے کسی نے پوچھا کہ ابوحنیفہ کے حق میں کیا کہتے ہو؟ کہا سید حم، ان کے سردار ہیں، کہا اور ابو یوسف؟ کہا تبعهم للحمد یہ اس میں حدیث کا سب سے زیادہ اتباع کرنے والے، کہا اور محمد بن حسن؟ کہا اکثر ہم تعریفا، سب سے زیادہ مسائل نکالنے والے، کہا زفر! کہا احسن بن قیاس، قیاس میں سب سے بہتر۔

خلیفہ منصور عباسی

محمد بن فضیل عابد بیجی نے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے بیان کیا کہ میں خلیفہ منصور کے پاس گیا تو مجھ سے پوچھا کہ تم نے علم کس سے حاصل کیا؟ میں نے کہا حماد سے، انہوں نے ابراہیم نجفی سے، انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب[ؓ]، حضرت علی بن ابی طالب[ؓ]، عبداللہ بن مسعود[ؓ] اور عبداللہ بن عباس[ؓ] سے، منصور نے سن کر کہا! خوب خوب، ابوحنیفہ تم نے بہت مضبوط علم حاصل کیا، وہ سب کے سب طبقین و ظاہرین تھے، سب پر اللہ کی رحمت ہو۔

دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ خلیفہ منصور سے عیسیٰ بن منصور نے کہا کہ یہ (ابوحنیفہ) آج دنیا کے عالم ہیں، پوچھا نعمان! تم نے علم کس سے حاصل کیا جواب دیا اصحاب عمر[ؓ] سے عمر کا، اصحاب علی[ؓ] سے علی کا، اصحاب عبد اللہ[ؓ] سے عبد اللہ کا، اور ابن عباس[ؓ] کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر عالم روئے زمین پر نہ تھا۔

محدث حفص بن غیاث

امام صاحب[ؓ] کے تلمیذ خاص اور محدثین کے شیوخ کبار میں تھے، فرماتے تھے کہ امام صاحب[ؓ] سے میں نے ان کی کتابیں پڑھیں اور ان کے آثار مرویہ سنے میں نے ان سے پاک باطن اور باب احکام میں فاسد و صحیح کا علم رکھنے والا نہیں دیکھا۔

ایک دفعہ فرمایا کہ امام ابوحنیفہ[ؓ] کتابے روزگار تھے، ان کی جیسی فہم و نظر کا کوئی شخص میں نے نہیں سنا۔ (موفق ص ۲۱ ج ۲)

محدث عیسیٰ بن یوس

مشہور محدث تھے، امام صاحب[ؓ] کے حدیث و فقہ میں شاگرد تھے، علماء کوفہ میں سے امام صاحب[ؓ] کا قول اختیار کرتے تھے اور اسی پر فتویٰ دیتے تھے، اپنے شاگرد سلیمان بن شاذ کوفی کو یہ نصیحت فرمائی کہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں ہرگز کوئی کلمہ برائی کا نہ کہنا اور نہ کبھی کسی برائی بیان کرنے والے کی تصدیق کرنا، اس لئے کہ اللہ میں نے کسی کو ان سے افضل اور اور عزیز نہیں دیکھا۔

محمد بن داؤد کا بیان ہے کہ ہم محدث عیسیٰ بن یوس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے امام ابوحنیفہ کی کتاب نکالی تاکہ ہمیں اس میں سے نتاں میں، کسی نے مجلس میں کہا کہ آپ ابوحنیفہ سے روایت حدیث کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کی زندگی میں ان کو اور ان کے علم و فضل کو پسند کیا تو کیا اب ان کی وفات کے بعد ان کو پسند نہ کروں گا۔

محدث بیکی بن آدم

امام علی بن المدینی (استاذ امام بخاری) فرمایا کرتے تھے کہ بیکی بن آدم علماء اور ان کے اقاویل کے بڑے واقف تھے۔ حدیث وفقہ کے بڑے عالم تھے اور امام ابوحنیفہ کی طرف میلان شدید رکھتے تھے معلوم ہوا کہ امام صاحب سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے مسلم حدیثیں تھے۔ اب سنئے ایسے حدیث کبیر بیکی بن آدم فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے فقد میں وہ اجتہاد کیا جس کی سابق میں نظر نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی خصوصی رہنمائی فرمائی اور اجتہاد و فقد کے دشوار راستے ان کے لئے سہل بنادیئے، ان کے علم سے خواص و عوام دونوں طبقوں نے فائدہ اٹھایا۔ یہ بھی فرمایا کہ کوفہ فقد کا مرکز تھا اس میں بڑی کثرت سے اکابر فقهاء موجود تھے جیسے ابن شبرمه، ابن ابی لیلی، حسن بن صالح، شریک وغیرہ لیکن امام صاحب کے اقاویل کے مقابلہ میں ان سب کے اقاویل بے قیمت ہو کر رہ گئے، امام صاحب کا علم ایک ایک شہروسمتی میں پہنچ گیا، خلفاء ائمہ اور حکام نے اس کے مطابق فیصلے کئے اور عملی دنیا کے لئے وہی مدارک عمل ٹھہر گیا۔ (موفق ص ۲۳۱ ج ۲)

امام زفر

فرمایا کہ بڑے بڑے محدثین امام صاحبؓ کے پاس آتے جاتے تھے اور آپ سے مسائل مشکلہ میں حل طلب کرتے تھے اور جو احادیث ان پر مشتبہ المراد ہوتی تھیں ان کی تفسیر آپ سے کرتے تھے۔ (موفق ص ۱۳۹ ج ۲)

وکیع بن الجراح

اصحاب ستہ کے کبار شیوخ میں تھے، فرمایا کہ میں نے کسی شخص کو جو امام ابوحنیفہ سے زیادہ فقیہ اور ان سے بہتر طور پر نماز پڑھنے والا ہو نہیں دیکھا۔ (حدائق ص ۸۷)

امام بیکی بن معین نے فرمایا کہ وکیع امام صاحب کے متعلق بہت اچھی رائے رکھتے تھے اور درع و صحت دین کے اعتبار سے ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ (موفق ص ۱۹۷ ج ۱)

سلیمان بن مهران ابو محمد الاعمش الکوفی

محدثین کے مشہور و معروف شیخ الشیوخ ہیں، منند خوارزمی میں امام اعمش کا قول منقول ہے کہ۔

۱۔ ابوحنیفہ م واضح فقد دقیقتہ اور غواص علم خفیہ کو بخوبی جانتے ہیں اور ان کو تاریک مقام میں بھی اپنے چراغ قلب کی وسیع تورانی روشنی سے اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں، اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ میری امت کے چراغ ہیں۔

۲۔ فرماتے کہ اس مسئلہ کا بہتر جواب ابوحنیفہ ہی دے سکتے تھا اور میرے خیال میں خدا نے ان کے علم میں بڑی برکت بخشی ہے۔ (خبرات ص ۳۲)

۳۔ ایک بار امام صاحب سے چند مسائل میں گفتگو کی، آپ نے جواب دیئے، پوچھا کہاں سے، امام صاحب نے احادیث بیان کرنی شروع کر دیں جو اعمش ہی سے سن تھیں، اعمش نے کہا کہ بس کافی ہے، آپ نے توحید کردی میں نے جواہادیث ۱۰۰ اسودن میں بیان کی تھیں وہ آپ نے ایک ساعت میں سنا دیں، مجھے یہ علم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کر رہے ہیں، اے جماعت فقهاء! آپ لوگ طبیب ہیں اور ہم دو افراد اور آپ نے دونوں طرف (فقہ و حدیث) سے حظ و افرحاصل کیا۔ (خبرات ص ۶۷) خطیب عن الامام ابی یوسف)

۴۔ حضرت اعمش نے ایک بار امام ابو یوسف سے پوچھا کہ تمہارے رفیق ابوحنیفہ نے عبد اللہ کے قول عشق الامة طلاقہ کو کیوں ترک کر دیا؟ جواب دیا کہ اس حدیث کی وجہ سے جو آپ نے واسطہ ابراہیم واسود حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ بریرہ جب آزاد ہو گئیں تو

ان کو اختیار دیا گیا، اعمش نے یہ سن کر بڑا تعجب کیا اور کہا کہ ابوحنیفہ بہت زیریک ہیں۔

امام الحنفی بن راہویہ

میں نے کسی کو احکام و قضایا کا امام صاحب سے زیادہ جانے والا نہیں پایا، قضائے لئے مجبور کیا گیا اور مارا بھی گیا مگر قبول نہ کی، آپ کا محبوب مشغله یہ تھا کہ حبۃ اللہ تعلیم و ارشاد کرتے رہیں۔ (مناقب موفق ۲۵۸ ج ۲)

یزید بن ہارون

اپنے زمانہ کے امام بزرگ اور محدث شفیع تھے، امام عظیم، امام مالک اور سفیان ثوری کے شاگرد اور یحییٰ بن معین و ابن مدینی وغیرہ کے شیوخ صحابہ کے استاد تھے فرمایا۔ میں نے سترہ شیوخ سے علم حاصل کیا لیکن خدا کی قسم میں نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ کسی کو ورع، حافظہ اور عقل میں نہیں پایا۔ (حدائق ص ۲۹)

۲- کسی نے پوچھا کہ ایک عالم نتوی دینے کے قابل کب ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب وہ امام ابوحنیفہ جیسا ہو جائے، ان سے کہا گیا کہ آپ ایسی بات کہتے ہیں؟ فرمایا ہاں، بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے کہنا چاہئے میں نے ان سے زیادہ کسی عالم کوفیقہ و متور عنہیں دیکھا ایک روز میں نے ان کو دیکھا کہ ایک شخص کے دروازہ کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہیں، میں نے عرض کیا کہ آپ سایہ میں ہو جاتے؟ فرمایا میرے اس گھر والے پر کچھ روپے قرض ہیں اس لئے اس کے گھر کے سایہ میں بیٹھنا مجھے ناپسند ہوا، محدث یزید نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا بتاؤ! اس سے بڑا درجہ بھی ورع کا ہو سکتا ہے!

۳- ایک روز یزید بن ہارون کی مجلس میں یحییٰ بن معین، علی بن المدینی اور امام احمد وغیرہ موجود تھے کہ ایک شخص نے آکر ایک مسئلہ دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ اہل علم کے پاس جا کر معلوم کرو، ابن المدینی بولے کہ آپ اہل علم نہیں ہے حالانکہ حدیث کے عالم ہیں، فرمایا نہیں اہل علم اصحاب ابی حنیفہ ہیں، تم تو عطار ہو۔ (موفق ۲۳۷ ج ۲)

محمد بن ابوعاصم النبیلہ

امام صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے اور امام بخاری وغیرہ کے شیوخ کبار میں سے تھے، کہا کرتے تھے "مجھے امید ہے کہ امام ابوحنیفہ کے لئے ہر روز ایک صدقیق کے برابر اعمال خدا کی بارگاہ عالی میں پہنچتے ہیں" ، راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کیوں؟ تو کہا اس لئے کے لوگ برابران کے علم و اقوال سے منتفع ہوتے رہتے ہیں (لہذا ان سب کے صحیح علم عمل کا سبب امام صاحب ہوئے)۔ (موفق ص ۲۴۵ ج ۲)

ابو نعیم فضل بن وکیل

صاحب تصانیف امام بخاری کے استاد ہیں، امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۱- فرمایا، امام ابوحنیفہ مسائل کی تداور حقیقت تک پہنچنے والے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

۲- امام صاحب بڑے خداتر س تھے اور بغیر جواب کے کلام نہ کرتے تھے اور نہ لائیجی باتوں میں پڑتے تھے۔ (حدائق ص ۸۰)

بحر السقاء

بصرہ کے اکابر ائمہ حدیث میں سے تھے فرماتے تھے کہ میں امام ابوحنیفہ سے علمی مذاکرات کیا کرتا تھا وہ فرمایا کرتے تھے کہ اے بحر اتم

تو واقعی اسم بائیکی یعنی علم کا سمندر ہو، تو میں عرض کرتا تھا حضرت! میں تو صرف ایک بھر ہوں لیکن آپ تو بھور ہیں (موفق ص ۲۳۲ ج ۲) خیال تکجھے امام صاحب کا یہ بھی کتنا بڑا کمال تھا کہ چھوٹوں کے فضل و کمال کا بھی بر ملا اعتراف کرتے تھے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے، یہ امام صاحب کی علمی تربیت کی خصوصی شان تھی۔

محمدث عبد الرحمن بن مہدی

بصرہ کے قابل فخر فقہاء و حفاظ حدیث میں سے تھے، امام صاحب کے معاصر تھے کہتے ہیں کہ میں حدیث میں نقل کرتا تھا، میری رائے علی وجہ البصیرۃ یہ ہے کہ سفیان ثوری علماء کے امیر المؤمنین تھے، سفیان بن عینہ امیر العلماء تھے، شعبہ حدیث کی کسوٹی تھے، عبداللہ بن مبارک صراف حدیث تھے، سیجی بن سعیدقطان قاضی العلماء تھے، اور ابوحنیفہ قاضی قضۃ العلماء تھے جو شخص تم سے اس کے سوا کوئی بات کہے اس کو بنی سیلم کی کوڑی پر بھینک دو۔ (موفق ص ۲۵۲ ج ۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی

(تہذیب التہذیب میں) نعیمان بن ثابت امام ابوحنیفہ نے حضرت انس صحابی کی زیارت کی ہے اور عطاء، عاصم، علقہ، حماد، حکم، سلمہ، ابو جعفر، علی، زیاد، سعید حدی، عطیہ، ابو سفیان، عبد الکریم، سیجی اور ہشام سے حدیث پڑھی اور روایت کی ہے اور امام صاحب سے حماد، ابراہیم، حمزہ، زفر، قاضی ابو یوسف، ابو سیجی، عیسیٰ، وکیع، یزید، اسد حکام، خارجہ، عبد الجمید، علی، محمد، عبد الرزاق، محمد بن حسن، سیجی بن یمان، ابو عصمة، نوح، ابو عبد الرحمن، ابو نعیم، ابو عاصم اور دوسروں نے روایت کی ہے۔ (ص ۲۳۹ ج ۱۰)

علامہ صنی الدین

خلاصہ التہذیب میں ہے کہ ”ابوحنیفہ امام العراق، فقیہ الامم نے عطاء، نافع، اعرج اور ایک جماعت محدثین سے حدیث پڑھی اور روایت کی اہن معین نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن مبارک نے فرمایا کہ میں ان ابوحنیفہ کے مثل کسی کوفیقہ نہیں پایا، مگر فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔

محمدث یسین الزیارات

ایک روز مکہ مظہرہ میں ان کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے (غالباً مستفیدین و تلامذہ) سب کو با آواز بلند خطاب کیا کہ تم لوگوں کو چاہئے امام ابوحنیفہ کے پاس کثرت سے آؤ جاؤ اور ان کی علمی مجالس کو غنیمت سمجھو، ان کے علم سے استفادہ کرو کیونکہ تم ان جیسے پھرنہ پاؤ گے اور نہ کسی کو ان سے زیادہ حلال و حرام کا عالم پاؤ گے، اگر تم ان سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے تو علم کیثر سے محروم رہو گے۔

اس سال امام صاحب بھی حج کے لئے پہنچے تھے، غالباً اسی لئے یہ ترغیبی تعارف کرایا ہو گا یہ بھی منقول ہے کہ حضرت یسین زیارات امام صاحب کے بہت بڑے مدح تھے اور جب امام صاحب کا ذکر شروع کردیتے تو خاموش ہونا اور ان کا ذکر خیر ختم کرنا پسند نہ کرتے تھے (موفق ص ۲۸۲ ج ۲)

محمدث عثمان المدنی

فرماتے تھے کہ امام ابو نیفہ اپنے استاد حماد سے افقہ تھے بلکہ ابراہیم، علقہ و اسود سے بھی زیادہ افقہ تھے۔ (موفق ص ۲۷۴ ج ۲)

محمد بن محدث انصاری

فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؑ ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں بھی داشمنی کا اثر پایا جاتا تھا۔ (محدث عظیم)

محمد بن عاصم

علم حدیث، فقہ و دیگر انواع علوم میں علی بن عاصم امام اہل واسطہ تھے، امام صاحب سے حدیث و فقہ کی روایت بہ کثرت کی ہے، جب آپ کے اصحاب و تلامذہ چاہتے کہ آپ سے زیادہ احادیث نہیں تو امام ابوحنیفہؑ اور مغیرہؑ کا ذکر چھینگ دیتے تھے۔ (موفق ص ۲۷ ج ۲)

۱- آدمی دنیا کی عقل ترازو کے ایک پلہ میں اور ابوحنیفہ کی عقل دوسرے پلہ میں رکھی جاتی تو ابوحنیفہ کا پلہ بھاری رہتا، (فائدۃ العصیان)۔

۲- اگر امام ابوحنیفہ کے علم کو ان کے زمانہ کے علماء کے ساتھ تو لا جائے تو امام صاحبؑ کا علم بڑھ جائے گا۔ (موفق ص ۲۷ ج ۲)

۳- معروف بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ علی بن عاصم کی مجلس میں تھا، فرمائے گئے کہ تمہیں علم حاصل کرنا چاہئے، فقہ حاصل کرنا چاہئے، ہم نے کہا جو کچھ ہم آپ سے حاصل کرتے ہیں کیا وہ علم نہیں ہے، کہا نہیں علم تو درحقیقت امام ابوحنیفہؑ کا ہی ہے۔ (موفق ص ۲۷ ج ۲)

۴- فرمایا کہ امام صاحب کے اقوال علم صحیح کی تفسیر ہیں، جو شخص ان کے اقوال پر مطلع نہیں ہو گا وہ اپنے جہل کی وجہ سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام سمجھ لے گا اور سید ہر راستے سے بھٹک جائے گا۔ (موفق ص ۲۷ ج ۲)

محمد بن خارجہ بن مصعب

کہا کرتے تھے کہ میں کم و بیش ایک ہزار عالموں سے ملا ہوں جن میں صاحب عقل صرف تین چاروں یکھے اور ان میں سے سب سے پہلے امام ابوحنیفہؑ کا نام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ امام صاحب کی طرف جو بھی دیکھتا تھا وہ اپنے علم کو حقیر سمجھنے لگتا تھا اور ان کے سامنے جھک جاتا تھا، ان کے فقہ، صیانت نفس، زہد اور روع کے باعث۔

یہ خارجہ بن مصعب سرخس کے بڑے امام حدیث و فقہ تھے، امام صاحب سے بکثرت روایت حدیث کرتے تھے اور امام صاحب کا علم خراسان میں پھیلایا، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک لاکھ روپے اپنی طلب علم پر صرف کئے اور ایک لاکھ لوگوں کی امداد پر صرف کئے اپنے والد سے بھی بکثرت حدیث سنی تھی، ان کے والد حضرت علیؑ کے ساتھ جنگ جمل و صفین میں شریک ہوئے تھے، حضرت علیؑ، ظہیر و اصحاب بدرو سے احادیث سنی تھیں اور خارجہ نے امام صاحب کے مشائخ سے بھی حدیث سنی ہیں۔ (موفق ص ۲۹ ج ۲)

عمرو بن دینار المکی

کبار تابعین سے ہیں، صحافت کے راوی، امام صاحب کی ابتدائی حالت کا بیان حماد بن زید نے کیا ہے، ہم عمرو بن دینار کے پاس آتے جاتے تھے، پس امام صاحب آتے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور ہمیں چھوڑ دیتے کہ امام صاحب سے ہم مسائل پوچھیں، ہم ان سے مسائل پوچھتے اور امام صاحب جواب دیتے اور احادیث بیان کرتے تھے۔ (خبرات حسان ص ۲۵)

مسعر بن کدام

انہم صحافت کے شیوخ میں ہیں اور اہل حدیث کے پیشواجن کی جلالت قدر پرشاہد شیخ الحمد شیخ ابن مبارک جیسے ہیں امام عظیمؑ کے خاص شاگرد تھے، سفیان ثوری، اور سفیان بن عینہ کے استاد تھے۔

۱- ایک روز امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی مجلس میں آئے دیکھا کہ مسائل فقہ کے مذاکرے کر رہے ہیں اور خوب بلند آواز سے بحث ہو رہی ہے، کچھ دیر پھر کرنے سے رہے پھر فرمایا کہ ”یہ لوگ شہیدوں، عابدوں، تہجد پڑھنے والوں سے افضل ہیں یہ لوگ سنت رسول اکرم ﷺ کو زندہ کر رہے ہیں اور جاہلوں کو جہل سے نکالنے میں کوشش کر رہے ہیں۔ (موفق ص ۲۳۹ ج ۱)

۲- فرمایا کہ ہم نے امام صاحب کے ساتھ تخلیل علم حدیث کی سعی کی مگر وہ ہم پر غالب ہو گئے، زہد میں سعی کی تو اس میں بھی وہ ہم سے بڑھ گئے، فقہ میں کوشش کی تو تم سب جانتے ہو کہ کیا کچھ ان کے کارنا میں ہیں۔ (مناقب الامام للذہبی)

۳- ایک روز فرمایا کہ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان امام ابوحنیفہ کو وسیلہ بنائے گا اور ان کے مذہب پر چلے گا میں امید کرتا ہوں کہ اس کا کچھ خوف نہ ہو گا، پھر یہ اشعار پڑھے

حَسِيْبُ مِنَ الْخَيْرَاتِ مَا اعْدَدْتَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي رَضِيِّ الرَّحْمَانِ
دِينُ النَّبِيِّ مُحَمَّدٌ خَيْرُ الْوَرَى ثُمَّ اعْتَقَادِيْ مَذَهَبُ النَّعْمَانِ
(حدائق ص ۹۷)

معمر بن راشد

جو اصحاب صحابہ کے شیوخ میں ہیں اور کیس اصحاب حدیث تھے، کہا کہ جن لوگوں نے فقہ میں کلام و کوشش کی ہے ان میں سے کسی کو امام ابوحنیفہ سے بہتر نہیں جانتا۔ (حدائق ص ۸۷)

سہیل بن عبد اللہ تستری

در مختار میں ہے کہ جرجانی نے مناقب نعمانی میں سہیل تستری سے روایت کی کہ ”اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امتوں میں امام ابوحنیفہ جیسا کوئی شخص غیر اعلم، ثاقب الفهم، قائم بالصدق اور عارف بالحق ہوتا تو وہ یہودی یا نصرانی نہ ہوتے“۔ اس آخری جملہ کی وضاحت علامہ شامی نے یہ کی ہے کہ اپنے اپنے مذہب تحریج کی تعلیمات میں تحریف کر کے جو یہودیت و نصرانیت بنالی تھی اگر امام صاحب ایسے مجتہدان میں ہوتے وہ دین کے اصول و فروع کو ایسی طرح منضبط کر دیتے کہ تحریف نہ ہو سکتی۔

یہ قول بھی منقول ہے کہ اگر بنی اسرائیل میں ابوحنیفہ جیسا کوئی عالم ہوتا تو وہ گمراہ نہ ہوتے۔ (حدائق ص ۹۷)

محمد بن السماء

کوفہ کے کبار اہل علم و اعظمین سے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ کوفہ کے استاد چار ہیں، سفیان ثوری، مالک ابن مغول، داؤ د طالی (صاحب ابی حنیفہ) اور ابو بکر نہشیلی اور یہ سب امام صاحب کی مجلس علمی کے بیٹھنے والے تھے اور سب نے امام صاحب سے حدیث کی روایت کی ہے۔ (موفق ص ۲۳۹ ج ۲)

حضرت ابن السماء بڑا پر اثر و ععظ کہا کرتے تھے جس سے تمام ساعین روئے تھے اور رقت قلب و خوف و خشیت الہی کے اثرات لے کر ان کی مجلس و ععظ سے اٹھا کرتے تھے، اور ان کا طریقہ تھا کہ وعظ کے بعد امام صاحب کیلئے دعا کرتے تھے اور سب حاضرین سے آمین کہلاتے تھے اور ان کو امام صاحب کی مجالست کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے، یہ ہارون رشید کے زمانہ تک زندہ رہے ہیں، ایک دفعہ خلیفہ مذکور کو بھی نصیحت اور تذکیر آخرت کی وہ بہت متاثر ہوا اور پھوٹ کر رونے لگا۔ (موفق ص ۲۳۹ ج ۲)

علامہ ابن سیرین

مشہور و معروف عابد و زاہد اور علم تعبیر خواب کے بڑے عالم تھے، تاریخ ابن خلکان میں خطیب کی تاریخ سے نقل کیا کہ جب امام ابوحنیفہ نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارکہ کھو دنے کا خواب دیکھ کر ایک شخص کو ابن سیرین کے پاس تعبیر پوچھنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کا دیکھنے والا اس حد تک علم نبوت کو روشن و واضح کرے گا کہ اس سے پہلے کسی نے سبقت نہ کی ہوگی۔ (حدائق الحفیہ ص ۶۷)

محدث شہیر شفیق بن حنی

امام ابوحنیفہ عالم الناس، اعبدالناس، اکرم الناس اور دین میں بڑی اعتیاٹ کرنے والے تھے۔ (حدائق الحفیہ ص ۶۷)

سفیان ثوری

کردہ ص ۱۰ جلد ۲ برداشت عبد اللہ بن مبارک۔

۱- بخدا امام ابوحنیفہ علم کے اخذ و تحصیل میں سخت مستعد اور منہیات کی روک تھام کرنے والے تھے، وہی حدیث لیتے تھے جو حضور ﷺ سے پایہ صحت کو پہنچ چکی ہو، ناخ و منسوخ کی پہچان میں قوی ملکر رکھتے تھے، لقا صحابہ کی احادیث اور آخری فعل رسول ﷺ کی تحقیق و تلاش میں رہتے تھے، حق کی پیروی میں جس بات پر جمہور علماء، کوفہ کو متفق پاتے تھے اس سے تمک کرتے تھے اور اسی کو اپناؤین و مذہب قرار دیتے تھے۔

کچھ لوگوں نے آپ پر بے جا طعن و تشنیع کی اور ہم نے بھی ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی جس کی نسبت ہم خدا سے استغفار کرتے ہیں، بلکہ ہم سے بھی پہلے آپ کے حق میں کچھ الفاظ بیجا لٹکے ہیں، ابن مبارک نے کہا مجھے امید ہے کہ خدا آپ کی اس خطاب کو بخش دے گا۔ (کردہ ص ۱۰ ج ۲ و خیرات ص ۳۲)

۲- ہم ابوحنیفہ کے سامنے ایسے تھے جیسے باز کے سامنے چڑیاں ہوتی ہیں اور امام ابوحنیفہ سید العلماء ہیں۔ (فلامد العقیان)

۳- امام نووی نے تہذیب الاسلام میں ابو بکر بن عیاش سے روایت کی کہ جب امام سفیان ثوری کے والد کا انتقال ہوا تو لوگ تعزیت کے لئے جمع ہوئے، جب امام ابوحنیفہ آئے تو امام سفیان ثوری اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور ان کو اپنی جگہ بٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھ گئے، جب لوگ چلے گئے تو امام سفیان کے اصحاب نے عرض کیا کہ آج ہم نے آپ کو عجیب بات کرتے دیکھا، آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اہل علم میں سے ایک شخص آیا، اگر میں اس کے علم کے لئے نہ امتحتا تو اس کی عمر کے لئے بھی نہ امتحنا تو اس کی فقاہت کے لئے بھی نہ امتحنا اور اگر اس کی فقاہت کے لئے بھیز گاری کے لئے امتحنا۔ (حدائق الحفیہ ص ۶۷)

۴- خطیب بغدادی نے محمد بن بشر سے نقل کیا کہ میں ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے پاس جایا کرتا تھا، پس جب ابوحنیفہ کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو؟ میں کہتا کہ سفیان کے پاس سے وہ فرماتے تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ اگر عالمہ واسود بھی موجود ہوتے تو اس کے محتاج ہوتے اور جب میں سفیان کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو؟ میں کہتا کہ ابوحنیفہ کے پاس سے وہ فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو جو ساری دنیا کے فقهاء سے فقد میں بڑھ کر ہے۔ (حدائق الحفیہ ص ۸۷)

۵- عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز امام سفیان ثوری سے کہا کہ امام ابوحنیفہ غیبت سے کس قدر محتاج ہیں؟ کہ میں نے کبھی کسی دشمن کی غیبت کرتے ہوئے ان کو نہیں سنایا، امام سفیان نے فرمایا اللہ وہ تو بہت بڑے عاقل ہیں، وہ کس طرح ایسی بات کر سکتے

ہیں جس سے ان کی نیکیاں دوسرے کے حوالہ ہو جائیں۔ (مناقب موفق ص ۱۹۰ ج ۱)

محدث ابوضمرہ

امام صاحب کا ذکر اچھائیوں کے ساتھ کرتے تھے اور فرماتے کہ بڑا تعجب اس سے ہے کہ اس قدر علمی مشاغل کے باوجود اتنی زیادہ عبادت کس طرح کرتے ہیں۔ (موفق ص ۳۲ ج ۲)

محدث عبد العزیز بن ابی سلمة الماذنون

مدینہ طیبہ کے فقهاء و محدثین کبار میں سے تھے، امام زہری کے تلامذہ میں تھے اور ان کے تلامذہ لیٹ، ابن مہدی وغیرہ تھے، ابن سعد و ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے، ان کا رشاد ہے کہ امام ابوحنیفہ مدینہ طیبہ آئے تو ہم نے ان کے مسائل میں ان سے لمی مذاکرات کئے اچھے دلائل سے استدلال کرتے تھے اور ان کی رائے پر ہم عیوب نہیں لگاسکتے کیونکہ ہم سب بھی اور ائے سے استفادہ و استدلال کرتے ہیں۔ (موفق ص ۳۲ ج ۲)

محدث کبیر و شہیر حضرت مغیرہ

محدث جریر کا بیان ہے کہ حضرت مغیرہ مجھے تاکید کیا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ کی مجلسوں میں بیٹھا کرو، اگر ابراہیم نجفی (امام صاحب کے استاد) بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی ان کی مجلس میں بیٹھتے، ایک دفعہ فرمایا کہ امام صاحب کے حلقوں درس میں ضرور جایا کرو فقیہ بن جاؤ گے۔

ایک بار حضرت مغیرہ نے کوئی فتویٰ دیا، اس پر عمل کرنے میں لوگوں کو تامل ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ایسا ہی ابوحنیفہ بھی فرماتے تھے، دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت مغیرہ سے جب لوگ کوئی مسئلہ معلوم کرتے اور ان کے جواب پر مفترض ہوتے تو حضرت مغیرہ فرمادیا کرتے تھے کہ یہی جواب تو ابوحنیفہ کا بھی ہے، معلوم ہوا کہ امام صاحب کا قول اس زمانہ میں بڑے بڑوں کے لئے سند ہوتا تھا۔

حضرت جریر ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اگر میں بھی امام صاحب کی مجلس میں نہ جاتا تو حضرت مغیرہ مجھے ملامت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام صاحب کے ساتھ ہر وقت رہا اور ان کی مجلس سے کبھی غائب مت ہو کیونکہ ہم حضرت حماد کی مجلس میں بیٹھتے تھے تو ہم ان کے علوم سے اس قدر استفادہ نہ کر سکتے تھے، جس قدر امام صاحب کر لیتے تھے۔ (موفق ص ۳۵ ج ۲)

یہ وہی حماد ہیں جن کے اقوال سے امام بخاری استشہاد کرتے ہیں اور ان کی علمی عظمت و رفتہ کے معرف ہیں، مگر آپ نے دیکھا کہ حضرت مغیرہ جیسے عالی حوصلہ اور بے نفس عالم بھی اسی دنیا میں ہو گزرے ہیں، اتنے بڑے محدث و مفتی اور اپنے وقت کے مرجع اناام و مقتدا ہو کر بھی امام صاحب کے علم و فضل کا کس کس طرح اعتراف کر رہے ہیں نہ معاصرت کی چشمک ہے نہ حسد و عناد اور یہاں تک بھی کہہ دیا کہ امام حماد کے سب سے بڑے اور صحیح جانشین امام صاحب ہی تھے کہ ہمارے اور دوسرے شاگردوں کے لئے ان کے علوم کے وہ دروازے نہ کھل سکے جوان کے لئے کھلے تھے۔

اس قسم کے اعتراف کی مثالیں خیر القرون کے علماء میں بہ کثرت ملتی ہیں، دور ما بعد میں بہت کم ملتی ہیں۔

محمد بن سعدان

یزید بن ہارون کی مجلس میں بھی بن معین، علی بن مدینی، احمد بن حنبل، زہیر بن حرب اور ایک جماعت بیٹھی تھی کہ کسی شخص نے ایک مسئلہ دریافت کیا، یزید بن ہارون نے کہا کہ ”اہل علم“ کے پاس جاؤ، اس پر ابن مدینی نے کہا کہ کیا اہل علم اور اہل حدیث آپ کے پاس نہیں بیٹھے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ اہل علم اصحاب ابوحنیفہ ہیں اور تم تو عطار ہو۔

علامہ ابن حجر المکی شافعی

یہ وہم بھی نہ کرنا چاہئے کہ امام ابوحنیفہ علم فقہ کے سوا اور علوم نہیں جانتے تھے، حاشا اللہ! وہ علوم شرعیہ تفسیر حدیث اور علوم عالیہ، اویب، قیاس و علوم و حکمیہ کا ایک سمند ر تھے، ان کے بعض مخالفوں کا قول اس کے خلاف ہے ان کا مشاء مغض حسد اور اپنی برتری کی خواہش ہے، ہمیشہ علماء اور اہل حاجات امام ابوحنیفہ کی قبر کی زیارت کرتے اور مزار امام کو وسیلہ قضا حاجات گردانے تھے جن میں امام شافعی بھی تھے الحج (نیرات حسان ص ۲۹)

علامہ موصوف کی کتاب ”الخیرات الحسان فی مناقب الشuman“ باوجود اختصار کے اعلیٰ ترین معلومات کا خزینہ ہے، امام صاحب کے علمی و عملی کمالات کے ہر قسم کے نمونے اس میں یک جامل جاتے ہیں تھوڑے وقت میں امام صاحب کے تعارف کے لئے یہ مختصر کتاب بے نظیر و لا جواب ہے جس طرح مطولةں میں مناقب امام اعظم للموفق و علامہ کروری مطبوعہ حیدر آباد، نہایت معتمر مفید و نایاب تھے ہے، ضرورت ہے ان دونوں کتابوں کے اردو ترجمے مع وضاحتی نوٹس شائع کئے جائیں۔ واللہ الموفق۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی

جو شخص فضائل صحابہ کرام و فضائل تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے فضائل و مناقب کا مطالعہ غور و فکر سے کرے گا اور ان کی بہترین سیرت و کردار سے واقف ہو گا تو وہ اس کو اپنا برگزیدہ عمل پائے گا، خدا ہم سب کو ان نقوص قدیمہ کی محبت سے نفع انداز کرے۔

امام ثوری فرمایا کرتے تھے کہ ذکر صالحین کے وقت رحمت الہیہ متوجہ ہوتی ہے (اور جس شخص نے ان حضرات کے حالات میں سے صرف ان باتوں کو یاد کیا جو حسد، غصہ، خواہشات نفسانی یا کسی غلطی یا غلط فہمی سے ایک دوسرے کو کہی گئی ہیں اور ان کے فضائل و مناقب کو نظر انداز کیا وہ شخص توفیق الہی سے محروم ہوا، غیبت میں داخل ہوا اور صحیح راست سے بھٹک گیا، خدا ہمیں ان لوگوں میں سے کرے جو باتیں سب کی سنتے ہیں مگر اب اس صرف اچھی باتوں کا کرتے ہیں، ہم نے اس باب کو حدیث صحیح دب الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء سے شروع کیا تھا جس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے اندر بھی پہلی امتوں کی بیماری ضرور گھس کر رہے گی جو حسد و بغضہ ہے۔

ہم نے اپنی کتاب تمهید میں حدیث لاتحاسد ولو لا تقاطعو (ن آپس میں ایک دوسرے پر حسد کرو اور ن آپس کے تعلقات کو قطع کرو) کے تحت اس حدیث کی بھی اچھی طرح تشریح کی ہے اور بہت سے لوگوں نےنظم و نشر میں حسد کی برائی بیان کی ہے۔

امام یحییٰ بن معین

مشہور و معروف محدث اور رجال کے بڑے عالم تھے، امام بخاری وغیرہ کے استاد ہیں اور الخوم الزاہرہ کی روایت سے یہ بھی نقل ہے کہ امام بخاری فرماتے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو سوائے یحییٰ بن معین کے کسی کے سامنے حتیر نہیں سمجھا، کسی نے ان سے پوچھا کہ کسی شخص کے پاس حدیث لکھی ہوئی ہے مگر اب وہ اس کے حافظ میں محفوظ نہیں رہی کیا اس تحریر پر بھروسہ کر کے اس کی روایت کر سکتا ہے؟

فرمایا، امام ابوحنیفہ تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ صرف وہی حدیث تم بیان کر سکتے ہو جس کو اچھی طرح پہچانتے ہو اور وہ تمہارے حافظ میں بھی اول سے آخر تک محفوظ رہے۔ (موفق ص ۱۹۳ ج ۱) (یعنی اگر درمیانی مدت میں کسی وقت میں حافظ سے نکل گئی اور ذہول ہو گیا تو اس کو روایت کرنے کا حق نہیں رہا)۔

روایت حدیث میں امام صاحب کا یہ خاص درع و تشدیخ تھا جو دوسرے محدثین کے یہاں نہیں تھا، پھر بھی امام یحییٰ امام صاحب ہی کے

توں سے استناد کر رہے ہیں، کیونکہ امام صاحب کے علم اور فضل و کمال سے غیر معمولی طور پر متاثر ہیں۔

فرمایا کہ میں نے وکیع سے زیادہ فضل کسی کو نہیں دیکھا اور وکیع امام ابو حنیفہ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور امام صاحب سے بہت سا علم حاصل کیا تھا۔ (عینی ص ۵۶۳ ج ۱)

محمد بن حسن بن عمارہ

۱- ایک دفعہ امیر کوفہ نے علماء کو جمع کیا اور ایک مسئلہ میں سب سے سوال کیا اس سے جوابات دیئے اور سب نے بالاتفاق مان لیا کہ امام ابو حنیفہ کا جواب زیادہ صحیح ہے امیر نے بھی اس کو تسلیم کر لیا اور حکم دیا کہ اسی کو لکھ لیا جائے، لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ ہم سب کے جوابات و آراء میں کچھ نہ کچھ غلطی ہے اور میرے نزدیک سب سے بہتر اور صحیح تر جواب حسن بن عمارہ کا ہے۔

حسن بن عمارہ نے کہا کہ مجھے امام صاحب کے اس فرمان سے بڑا تعجب ہوا کیونکہ وہ مجلس حاکم وقت کی اور مجلس فاخرت تھی ہر شخص چاہتا تھا کہ میری بات اوپنجی ہو اور امام صاحب اگر چاہتے تو اپنی قوت استدلال سے بھی میری بات کو گرا کر اپنی بات اوپنجی کر سکتے تھے مگر انہوں نے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی اور میری بات کو ایسے موقع پر حق بتایا، اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ ان سب میں وہی سب سے زیادہ باور ہے۔ اس سے پہلے حسن بن عمارہ بھی امام صاحب سے کچھ بدظن تھے اور کسی موقع سے کچھ برائی بھی کر دیا کرتے تھے، مگر اس واقعہ کے بعد ہمیشہ امام صاحب کی غیر معمولی مدح و شناکرتے تھے۔

محمد بن خزیمہ نے کہا کہ اسی وجہ سے اصحاب حدیث حسن بن عمارہ کی تصنیف کرنے لگے کیونکہ وہ امام صاحب کی طرف مائل ہو گئے تھے اس واقعہ کے ساتھ یہ بھی نقل ہے کہ نہ صرف حسن بن عمارہ کے دل میں امام صاحب کی عزت بڑھی بلکہ دوسرے لوگوں کا رجحان بھی ان کی طرف بڑھ گیا۔ (موفق ص ۱۹۶ ج ۱)

۲- حماد بن الامام کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میرے والد (امام صاحب) اور حسن بن عمارہ کہیں ساتھ جا رہے تھے پل پر پہنچنے تو میرے والد نے ان سے کہا کہ آپ آگے بڑھئے! انہوں نے کہا کہ میں آگے نہیں بڑھوں گا، آپ ہی بڑھیں کیونکہ آپ ہم سب سے زیادہ افقہ، اعلم و افضل ہیں۔ (موفق ص ۲۳۷ ج ۲)

علی بن المدینی م ۲۳۴ھ

امام بخاری کے استاد کہا کہ ابو حنیفہ سے سفیان ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے (جو سب کے سب پیشوائے محدثین اور ائمہ صحابہ کے روایت ہیں) روایت حدیث کی ہے اور وہ ثقہ ہیں، کوئی عیب ان میں نہیں۔ (خبرات ص ۲۷)

عبدیل بن اسپاط م ۲۵۰ھ

ترمذی و ابن الجبیر کے شیوخ میں ہیں، کہا کہ امام ابو حنیفہ سید الفقہاء تھے اور ان کے دین میں جو نکتہ چینی کرے وہ حاصل یا شریرو ہو گا۔ (موفق ص ۲۷۲ ج ۲)

عبدالعزیز بن ابی روادم ۱۵۹ھ

امام بخاری اور سنن اربعہ کے اعلیٰ شیوخ میں ہیں، کہا کہ جو شخص امام ابو حنیفہ سے محبت رکھتا ہو وہ سنی ہے اور جو بغرض رکھتا ہو وہ مبتدع ہے، ایک دفعہ کہا کہ امام ابو حنیفہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان ہیں جو ان سے محبت کرے گا ہم اس کو اہل سنت سمجھتے ہیں اور جو ان سے بغرض رکھتا ہے ہم اس کو اہل بدعت قرار دیں گے۔

محدث سعید بن ابی عروبہ

بصرہ کے امام جلیل، حفظ و فقہ، دیانت و زہد کے لحاظ سے وہاں کے مفاخر میں سے تھے، امام صاحب سے بہت محبت کرتے تھے اور امام صاحب ان کے پاس کو فرستے ہدایا بھیجا کرتے تھے جن پر وہ فخر کیا کرتے تھے۔

کوفہ آتے تو امام ابو یوسف کہتے ہیں میں بھی ان سے ملتا تھا، ایک روز کہنے لگے کہ میں امام صاحب کے پاس آتا جاتا ہوں، علمی مذاکرات کرتا ہوں، ابو یعقوب! تم جو علمی و تحقیقی لحاظ سے ٹھووس پختہ بتیں کرتے ہو شاید یہ سب امام صاحب ہی سے استفادہ کے باعث ہیں؟ میں نے کہا ہاں! ایسا ہی ہے کہنے لگے کہ ان کا طرز تحقیق کتنا اچھا ہے؟

پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہ امام صاحب سے بہت سے اہم مسائل میں گفتگو کرتے رہے اور امام صاحب سے کہا کہ جو کچھ علمی تحقیقات ہم نے بہت سے لوگوں سے الگ الگ حاصل کی تھیں ان سب کو آپ کے پاس یک جا پایا۔ (موفق ص ۲۲۲ ج ۲)

محدث عمرو بن حماد بن طلحہ

جس مجلس میں امام ابوحنیفہ ہوتے تھے بات کرنے کا حق ان ہی کا سمجھا جاتا تھا اس لئے جب تک آپ موجود رہتے تھے کوئی دوسری بات نہ کرتا تھا۔ (موفق ص ۲۲۲ ج ۲)

محدث عبدالیز بن الحنفی

امام ابوحنیفہ سید الفقہاء تھے، ان کے دین و دیانت پر صرف گیری کرنے والے یا حاصل تھے یا شرپند۔ (موفق ص ۲۳۲ ج ۲)

محدث یوسف بن خالد سمیتی

کبار مشائخ حدیث میں سے تھے، امام اعظم کے شاگرد اور امام شافعی وغیرہ اکابر ائمہ و محدثین کے استاد تھے ان کا بیان ہے کہ میں بصرہ میں تھا عثمان بنتی کی خدمت میں جایا کرتا تھا اپنے دل میں خیال کیا کرتا تھا کہ میں اب کمال کی انتہاء تک پہنچ گیا اور علم سے حظ و افر حاصل کر لیا ہے، امام ابوحنیفہ کے علم و فقہ کا شہرہ تھا، میں نے بھی سفر کیا اور ان کی خدمت میں پہنچا کر آپ کے اصحاب و تلامذہ بھی حاضر تھے، ان کی علمی موشکافیاں سنیں، ایسا محسوس ہوا کہ جیسے میرے چہرہ پر ایک پڑا ہوا تھا وہ اٹھ گیا اور گویا ان سے پہلے میں نے علمی باتیں سئی ہی نہ تھیں، پھر تو میں نے اپنے آپ کو بہت حیرت سمجھا اور اپنے علم کا سابق غرور ختم ہو گیا یہ بھی فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ ایک سمندر تھے جس کا پانی ختم نہیں کیا جا سکتا اور ان کی عجیب شان تھی میں نے تو ان جیسا نہ سنانہ دیکھا۔

ہیانج بن بسطام

امام اہل ہرات، امام صاحب کی خدمت میں ۱۲ سال رہے، ان کا قول ہے کہ میں نے کوئی عالم فقیر امام صاحب سے زیادہ عبادت گذار نہیں دیکھا۔

کہا کہ میں نے خواب دیکھا گویا قیامت قائم ہو گئی اور امام صاحب کو دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک جھنڈا ہے جس کو وہ اٹھائے ہوئے کھڑے ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں کھڑے ہیں، فرمایا اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہا ہوں، ان کے ساتھ جاؤں گا، میں بھی کھڑا ہو گیا پھر دیکھا کہ ایک بہت بڑی تعداد لوگوں کی آپ کے پاس جمع ہو گئی اور آپ چلے گئے ہم بھی آپ کے پیچھے ہو لیے۔

کہتے ہیں کہ یہ خواب میں نے امام صاحب کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ روپڑے اور دعا کی کہ بارا تھا! ہماری سب کی عاقبت بخیر کجھیو! (مناقب کردری ص ۱۲۲ ج ۲)

علامہ تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن یمیہ

اپنی تالیفات میں امام اعظم ابوحنیفہ کا نام اہمیت وعظمت کے ساتھ لیتے ہیں اور جب کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو ائمہ متبوعین کے مذاہب ذکر کرتے ہیں اور اکثر ویژہ امام اعظم کا مذہب اول ذکر کرتے ہیں ان کے بعد امام مالک و شافعی و احمد کا بہت سی جگہ امام صاحب کے مذہب کو قرآن و حدیث کی روشنی میں ترجیح بھی دیتے ہیں۔

نہ صرف امام صاحب کے اقوال تقلیل کرتے ہیں بلکہ امام ابویوسف، امام محمد و سفیان بن عیینہ وغیرہ اصحاب و تلامذہ امام اعظم کے اقوال و آراء بھی بطور استناد و استشهاد پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو مجوعہ رسائل کبریٰ مطبوعہ عادہ شرقیہ مصر ص ۳۲۵ و ص ۳۳۶ اور ص ۷۴ ج ۱ پر یہ بھی بتایا کہ امام محمد نے ان عقائد کو امام مالک اور ان کے طبقہ کے دوسرے علماء سے اخذ کیا ہے۔

علامہ ابن یمیہ نے کتاب مذکور کے پہلے رسالہ "الفرقان بین الحق والباطل" میں فرق باطلہ خوارج، شیعہ، معتزلہ، قدریہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے پھر مرجدہ کا ذکر کیا اور کہا کہ اس فرقہ کے لوگ اکثر اہل کوفہ تھے لیکن حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ اور ابراہیم بن حنفی وغیرہ کے اصحاب و تلامذہ کا اس فرقہ مرجدہ سے کوئی تعلق نہیں تھا البت معتزلہ و خوارج کے مقابلہ میں ان حضرات نے اعمال کو جزا ایمان قرار دینے کے خلاف پرزور دیا، کیونکہ خوارج مرتكب کبائر اہل اسلام کی تکفیر کرتے تھے اور ان کو مخلد فی النار کہتے تھے، معتزلہ نے ایک مرتبہ درمیانی نکالا کہ ایسے لوگ نہ مومن ہیں نہ کافر، اس لئے خوارج کی طرح وہ اسے مسلمانوں کو قتل کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

غرض ان دونوں باطل فرقوں کے مقابلہ میں مرجدہ اہل سنت نے کہا کہ اہل کبائر کو آخرت میں عذاب ہو گا لیکن وہ مخلد فی النار نہ ہوں گے بلکہ وہ شفاعت سے دوزخ سے نجات حاصل کر لیں گے۔

علامہ ابن یمیہ نے اس جگہ پر بھی تصریح کی کہ ان فرقہ باطلہ کی وجہ سے اس نظریہ کو کسی قدر نئے قالب میں پیش کیا گیا، لہذا یہ بہت ہلکی بدعت تھی بلکہ اس کے خلاف جن لوگوں نے کہا کہ ان دونوں میں اختلاف اسی لفظی تھا حکمی و حقیقی تھا کیونکہ جن فقہاء کی طرف قول مذکور منسوب ہے مثلاً امام حماد بن ابی سلیمان (استاد امام اعظم) اور امام ابوحنیفہ وغیرہ سب اہل سنت کے عقائد کے ساتھ پوری طرح متفق ہیں ان کی رائے درحقیقت الگ نہیں ہے وہ حضرات بھی دوسرے تمام اہل حق کی طرح یہ کہتے ہیں کہ اہل کبائر کو عذاب غیر مخلد ہو گا جیسا کہ احادیث صحیح سے بھی یہی ثابت ہے، وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ ایمان صرف فعل قلبی نہیں بلکہ زبان سے بھی اقرار ضروری ہے، یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اعمال مفروضہ کی ادائیگی واجب و لازم ہے اور ان کا ترک کرنے والا دنیا میں ملامت اور آخرت میں عذاب کا مستحق بنتا ہے۔

غرض اعمال جزا ایمان ہیں یا نہیں یا استثناء وغیرہ کے سائل میں جو کچھ بھی اختلاف ہے وہ نزاعی لفظی ہے، پھر ایک صفحہ کے بعد علامہ نے فرمایا کہ خلاصہ بحث یہ ہے کہ جن اکابر پر ارجاء کی تہمت لگی ہے ان کا ارجاء اسی نوع کا ہے (مجموعہ رسائل کبریٰ ص ۲۷، ۲۸، ۲۹ و ۳۰)

البته ایک فرقہ مرجدہ اہل بدعت کا بھی تھا جو اس امر کا قائل تھا کہ اعمال مفروضہ کے ترک سے ایمان کو ضرر لاحق نہیں ہوتا، ان کا قول غیر مقبول ہے نہ وہ لوگ اہل سنت تھے۔

ص ۳۵ پر فرمایا کہ "اوپر جو نزارع ذکر ہوا وہ اہل علم و دین میں اسی قسم کا ہے جیسے بہت سے احکام میں ہوا ہے حالانکہ وہ سب ہی اہل ایمان و اہل قرآن میں ہیں"۔

یہاں ہم نے علامہ ابن تیمیہ کی عبارات اس لئے پیش کی ہیں تاکہ معلوم ہو کہ بعض محدثین امام بخاری وغیرہ نے جو امام صاحب وغیرہ کو مرجدہ کہہ کر تضعیف کی یا امام بخاری نے فرمایا کہ میں نے اپنی کتاب میں ایسے روایت نہیں کی جو اعمال کو جزو ایمان نہیں کہتے تھے، یہاں کا شخص تشدید یا تعصباً تھا یا بقول علامہ ابن تیمیہ ایک اسی لفظی نزاع کو حقیقی و حکمی نزاع بنادیا تھا جس سے اہل سنت، اہل ایمان و قرآن ہی بے وجہ دوٹولی بن گئے، اسی طرح امام بخاری نے امام محمد کو جنمی کہدیا اور علامہ ابن تیمیہ نے اسی مجموعہ رسائل کے ص ۲۳۶ ج ۱ میں امام محمد سے ہی روایت پیش کی ہے وہ جسمی عقائد والے کو خارج ملت قرار دیتے تھے۔

افسوس آج علامہ ابن تیمیہ کے خاص متعین اہل حدیث حضرات امام بخاری وغیرہ کے اقوال کو شائع کر کے امام صاحب وغیرہ کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

علامہ ابن تیمیہ نے مجموعہ رسائل مذکورہ کے ص ۲۷۳ ج ۲ میں یہ بحث بھی صاف کر دی ہے کہ مشہور اختلافی مسائل میں اختلاف صرف افضلیت و استحباب یا راجح مرجوح کا ہے، مثال کے طور پر بتایا کہ۔

۱-قرأت فاتحہ نماز جنازہ میں بہت سے سلف سے ما ثور نہیں ہے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ و مالک کا بھی ہے، پھر قائلین میں سے بعض و جوب کے قال ہوئے اور بعض صرف استحباب کے اور یہی استحباب کا قول اعدل اقوال ہے کیونکہ سلف سے پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں ہی منقول ہیں۔

۲-پھر بسم اللہ بھی اسی طرح ہے کہ سلف میں نماز جہر بسم اللہ کے ساتھ بھی تھی اور بغیر جہر کے بھی۔

۳-رفع یہ دین بھی بعض سلف سے منقول ہے اور بغیر رفع کے بھی سلف میں نماز پڑھتے تھے۔

۴-امام کے پیچھے قرأت کرتے بھی تھے اور نہیں بھی کرتے تھے۔

۵-نماز جنازہ میں کبھی تکبیر کہتے تھے کبھی پانچ اور چار بھی ثابت ہیں۔

۶-اذان میں بھی ترجیح اور غیر ترجیح دونوں ثابت ہیں جس طرح اقامت میں شفیع و ایتار دونوں ثابت ہیں یہ سب امور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ما ثور ہیں اور ان میں سے ہر امر کو مصلحت راجح کی وجہ سے راجح اور خلاف کو مرجدہ کہہ سکتے ہیں اور جس پر بھی کوئی عمل کرے گا اس کو بلانکیسر درست کہا جائے گا۔

آگے امام بخاری کے حالات میں تالیفات امام بخاری کے ضمن میں معلوم ہو گا کہ رسائل رفع یہ دین و قرأت خلف الامام میں غیر قائلین رفع و قرأت کے لئے انہوں نے کیسے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، یہاں آپ نے دیکھا کہ علامہ ابن تیمیہ نے اس قسم کے تمام مسائل میں اختلاف کو معمولی اختلاف فضیلت و استحباب کا قرار دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے جیسا کہ ہمارا کا برداشلاف نے تصریحات کی ہیں، اور حضرت الاستاد الامام شاہ صاحب قدس سرہ کا رسالہ فصل الخطاب اور نیل الفرقہ دین پڑھ کر بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے مگر غیر مقلدین ایسے مسائل میں امام بخاری وغیرہ کی آڑ لے کر اپنی عدم تقليد کے لئے فضا ہموار کرتے رہتے ہیں ان کو اس سے کچھ بحث نہیں کر سکا کیا ہیں یا خود ان کے مسلم اکابر علامہ ابن تیمیہ وغیرہ نے کیا تحقیق کی ہے۔

ص ۲۳۰ ج ۲ میں استححال سے طہارت نجاست کے مسئلہ میں علامہ نے فرمایا کہ اس میں اختلاف مشہور ہے امام مالک و امام احمد سے وہ قول ہیں طہارت بھی اور عدم طہارت بھی، امام شافعی عدم طہارت کے قائل ہیں، امام ابوحنیفہ طہارت کے قائل ہیں اور یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ نجاست جب نمک یا راکھ بن گئی تو اس کی حقیقت، نام، صفت وغیرہ سب چیزیں بدل گئیں پھر حکم کیوں نہ بد لے گا اخراج آگے اس کی مزید وضاحت کی ہے۔ ان فی ذالک لذکری لمن کان له قلب او القی السمع وهو شهید۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں سب سے اعلم تھے، یہاں تک کہ امام شافعی نے کہا کہ ”سب لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں“۔ (عقد الجید) جس طرح امام سیوطی شافعی اور علامہ ابن حجر علی شافعی وغیرہ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ حدیث لوكان العلم بالشراحتنا ولہ انس من ابناء فارس (منداحمد ص ۲۹۶ ح ۲۹۶ کا اولین مصدق ابوحنیفہ ہی کی ذات گرامی ہے اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس حدیث کا مصدق امام صاحب ہی کو قرار دیا ہے، چنانچہ ان کے مکتوبات میں ہے کہ۔

”ایک روز اس حدیث پر ہم نے گفتگو کی کہ ایمان اگر ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اہل فارس کے کچھ لوگ یا ان میں کا ایک شخص اس کو ضرور حاصل کر لیتا، فقیر (شاہ صاحب) نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اس حکم میں داخل ہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے علم فقہ کی اشاعت آپ ہی کے ذریعہ کرائی اور اہل اسلام کی ایک جماعت کو اس فقہ کے ذریعہ مہذب کیا، خصوصاً اس اخیر دور میں کہ دولت دین کا سرمایہ بھی مذہب، سارے ملکوں اور شہروں میں بادشاہ حنفی ہیں، قاضی حنفی ہیں، اکثر درس علوم دینے والے علماء اور اکثر عوام بھی حنفی ہیں“۔ (کلمات طیبات یعنی مجموعہ مکاتیب شاہ صاحب وغیرہ مجتبائی ص ۱۶۸)

محمد الدین فیروز آبادی

قاموس کے باب الفاظ میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ میں ۲۰ فقہا کی کمیت ہے لیکن ان میں سے بہت زیادہ مشہور امام الفقہاء نعمان ہیں۔ (حدائق ص ۷۸)

نقد و جرح

امام اعظم کے حالات و سوانح دیات، کچھ ماجھین کے اقوال بیان ہو چکے، بڑے لوگوں کے جہاں مدح و ثناء کرنے والے اور قبیعین و حلقة بگوش ہوتے ہیں، کچھ حاصل دین، معاندین یا غلط فہمی کی بناء پر مخالفت کرنے والے بھی ہوتے ہی، بڑوں کے مرتبے جہاں ان کے ذاتی کمالات و خصوصی فضائل و مناقب سے بلند ہوتے ہیں، غیروں کی بدگولی اور دل آزاریوں پر صبر کرنے سے بھی ترقی پاتے ہیں، پھر صبر کے بھی بقدر مراتب درجات ہیں، حضرت عبداللہ بن مبارک نے ایک دفعہ اپنے شفیق استاد سفیان ثوری سے عرض کیا کہ امام صاحب کس قدر محتاج ہیں کہ کبھی کسی دشمن کی بھی غیبت نہیں کرتے تو سفیان نے فرمایا! ”بھائی! ان کا درجہ اس سے بہت بلند ہے“۔

آپ نے دیکھا کہ امیر المؤمنین فی الحدیث بڑوں کے بھی بڑے امام جلیل القدر نے اظہار تعجب کیے کیا، ظاہر ہے کہ وہ خود اپنے وقت کے ولی کامل تھے، انہوں نے دیکھا ہوگا کہ پانی سر سے اتر گیا ہے، کہنے والوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا کر کی لیکن امام اعظم اس سے ذرا بھر بھی متاثر نہیں ہوئے، نہ کسی کا جواب دیتے ہیں، نہ کبھی کسی دشمن و بد خواہ کی برائی کرتے ہیں، اتنا بڑا اظرف عالیٰ یقیناً قابل تعجب ہے، مگر جواب دینے والے کا کمال اور بھی زیادہ ہے جس نے اپنے چہار حرفي جواب ”هو انبیل من ذلک“ سے بتلایا کہ امام صاحب جس مرتبہ پر ہیں اسکی رو سے تعجب میں پڑنے کی ضرورت نہیں، یہ گویا اس طرف اشارہ تھا کہ امام صاحب اعلیٰ عطییں کے رجال میں سے ہیں ایسے لوگوں کا حال ایسا ہی ہوا کرتا ہے، غرض! باتِ دولوں ہی اماموں کی بہت اوپنجی ہے۔

۱۔ عفیف بن احسن کا بیان ہے کہ میں نے ابوحنیفہ کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ بخش دیا، میں نے کہا کہ علم و فضل کے طفیل میں؟ فرمایا نہیں، فتویٰ تو بڑی ذمہ داری کی چیز ہے، میں نے کہا پھر؟ فرمایا لوگوں کی ناقص نکتہ چینیوں کے طفیل جو لوگ مجھ پر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا تھا کہ وہ مجھ میں نہ تھیں (جامع بیان العلم)

حضرت امام محمد گی وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا، پوچھا کیا معاملہ ہوا، فرمایا خدا نے بخش دیا اور فرمایا کہ ”اگر مجھے تم کو عذاب دینا ہوتا تو اپنا علم تمہارے سینہ میں نہ رکھتا، پوچھا امام ابو یوسف کس حاصل میں ہیں فرمایا کہ وہ مجھے سے ایک درجہ اوپر ہیں۔ پوچھا امام عظیم ابو حنفیہ کہاں ہیں؟ فرمایا ان کا تو کہنا ہی کیا وہ (ہم سے بہت اوپر) اعلیٰ علمیں میں ہیں۔

اسی لئے امام ناقدین رجال حضرت یحییٰ بن معین فرمایا کرتے تھے کہ ”ہم لوگ آج ان حضرات پر نقد و جرح کر رہے ہیں جو ہم سے بر سہاب رس پہلے جنت میں ڈیرے خیمے نصب کر جکے ہیں“۔

امام صاحب پر نقد و جرح بھی اسی قبیل سے ہے اس لئے اس کا مستقل تذکرہ اور جواب دہی بھی چند اس ضروری معلوم نہیں ہوتی مگر چند ضروری باتیں بطور تجھیل تذکرہ لکھی جاتی ہیں۔ و بیدہ التوفیق و منه السداد۔

۱۔ قلت حدیث

امام صاحب کے حق میں یہ طعنہ بہت پرانا ہے، امام بخاری نے اپنے استاد حمیدی سے نقل کر دیا کہ امام صاحب نے چار سنینیں ایک جام سے حاصل کی تھیں اور صرف اتنے مبلغ علم حدیث پر ان کو لوگوں نے امام و مقلد بنالیا خود امام بخاری نے اپنی تاریخ میں تحریر فرمادیا کہ ”سکتو اعن رأیہ و حدیث امام صاحب“ کی رائے اور حدیث سے لوگوں نے سکوت کیا ہے (یعنی رائے بے وزن اور حدیث بوجہ قلت یا ضعف ناقابل ذکر پائی) لیکن النصار کی دہائی!! امام صاحب کو مجتہد بلکہ امام الجتہدین سب ہی نے تسلیم کیا ہے تو کیا کوئی مجتہد بغیر پوری مہارت علوم قرآن و حدیث کے مجتہد ہو سکتا ہے؟ بلکہ آئندہ اصول حدیث نے تو لکھا ہے کہ مجتہد کا آثار، تاریخ، لغت اور قیاس میں بھی ماہروں کا مل ہونا ضروری ہے، ہم امام صاحب کے مناقب کے ذیل میں امام صاحب کے علم حدیث پر کافی لکھ آئے ہیں اور دراسات اللہیب میں شیخ معین سندھی نے فرمایا۔

”میں حیرت میں ہوں کہ امام عظیم ابوحنفیہ کی طرف جو خدا نے عظیم کی طرف سے علوم عقلیہ و تقلیہ کے اوپنے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ تھے امام بخاری جیسے کی طرف سے ارجاء کی تہمت مان لوں جب کہ ارجاء کا بطلان اور خلاف کتاب و سنت و اجماع ہونا بلکہ اس کا بطلان ضروریات دین میں سے ہونا اور اس کے قاتل کی حماقت و بے عقلی مثل سوقطاں یوں کی حماقت و بے عقلی کے ظاہر و باہر ہے، لیکن خدا کی تقدیر اسی طرح تھی، چاروں ناچار اس کا ظہور ہوتا، ہم خدا کی تقدیر و قضاء پر راضی ہیں، لیکن بات وہی قابل اتباع ہے جو حق و صواب ہے، باقی رہا امام بخاری کا امام صاحب کے حق میں سکتو اعن رأیہ و حدیث کہنا تو اتنا اعتراف ان کا بھی ہے کہ کبار مسلمؑ میں سے عباد بن العوام، ابن مبارک، ہشیم، وکیع، مسلم بن خالد، ابو معاویہ مقری وغیرہ شیوخ بخاری جیسے ائمہ حدیث نے امام صاحب سے روایت حدیث کیے اور دوسرے حضرات نے تو سینکڑوں کی تعداد میں امام صاحب سے ساع حدیث کرنے والے گنائے ہیں اور امام صاحب کی رائے کو اخذ کرنے والوں سے تو دنیا بھری ہوئی ہے، حتیٰ کہ کچھ ملک تو ایسے ہیں کہ امام صاحب کے مذہب کے سواد و سرائد ہب ہی وہاں راجح نہ ہوا، پھر میں نہیں سمجھتا کہ امام صاحب کی رائے سے سکوت کرنے والے ان کی رائے پر عمل کرنے والوں کے مقابلہ میں کتنے نفر ہیں؟ بہت ہوئے تو ایک قطرہ کے برابر نسبت سمندر کے جو شخص عقد الجہمان فی مناقب العثمان میں ان کا شمار پڑھنے گا وہ ہمارے اس بیان کی تصدیق کرے گا۔“ (دراسات طبع جدید کراچی ص ۲۵۲)

لہ مسیح بن کدام (تمیذ امام عظیم) طبقہ کبار تبع تابعین میں سے بڑے پایہ کے حافظ حدیث تھے، سفیان ثوری جیسے حافظ حدیث ان کے تلامذہ میں ہیں، جب حافظ حدیث امام شعبہ اور سفیان ثوری میں کوئی اختلاف ہوتا تھا تو کہتے تھے کہ چلو! مسٹر کی خدمت میں جا کر فیصلہ کرائیں، امام نووی شارح مسلم نے لکھا کہ آپ سفیان ثوری اور سفیان بن عینہ کے جو مجتہد اور استاد الحدیث تھے، استاد ہیں، آپ کی جلالت قدر، حفظ و اتقان متفق علیہ ہے، اصحاب صحابہ تک شیوخ کبار میں ہیں احمد الاعلام اور مرجع ائمہ محدثین تھے، حفاظ ذہبی نے لکھا ہے کہ یہی امام مسیح کہتے تھے کہ ہم نے حدیث فوائد اور زہد میں امام صاحب سے آگے بڑھنے کی سعی کی مگر وہ ان سب چیزوں میں ہم سے آگے بڑھ گئے، کیا اس سے بڑھ کم بھی امام صاحب کیلئے حدیث دانی کی کسی اور شہادت کی ضرورت ہے۔

۲- ارجاء

ابھی اوپر صاحب دراسات نے واضح کیا کہ امام صاحب کی طرف ارجاء کی نسبت قطعاً غلط ہے البتہ ارجاء سنت کی نسبت صحیح ہو سکتی ہے، لیکن وہ عیب نہیں بلکہ خوارج و مغزز لے کے مقابلہ میں ارجاء سنت ہی تمام اہل حق کا مسلک ہے اور وہ قرآن و سنت سے ثابت ہے، تمہید ابو الشکور میں ہے کہ مرجدہ کی دو قسم ہیں ایک مرجدہ مرحومہ جو صحابہ کرام کی جماعت ہے اور دوسری قسم مرجدہ ملعونہ کی ہے جو کہتے ہیں کہ معصیت سے کوئی ضرر نہیں اور گنہ گار کو عذاب نہ ہوگا، یہی تفصیل عقائد میں ملتی ہے، جس کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں، اور مزید شرح بخاری میں آئے گی، ان شاء اللہ۔

۳- قلت حفظ

امام دارقطنی کی طرف منسوب ہے کہ امام صاحب کو سیء الحفظ کہا اس کا مفصل جواب تو علامہ عینی وغیرہ نے دیا ہے، مختصر یہ ہے کہ اول تو امام دارقطنی خود بھی اپنی سفن میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں جو ان کے حافظ پر اعتماد کی بڑی دلیل ہے، دوسرے یہ کہ امام صاحب کا حافظہ تو ضرب المثل تھا، ان کو سیء الحفظ کہنا ”بر عکس نہند نام زنگی کافور“ کا مصدقہ ہے، حافظہ ہی نے امام صاحب کا شمار حفاظہ حدیث میں کیا ہے اور امام صاحب کی شرط روایت حدیث سب سے زیادہ سخت تھی کہ جس وقت سے حدیث سنی ہو وقت روایت تک کسی وقت میں بھی وہ ذہن سے نکلی ہو، اتنی کڑی شرط امام بخاری وغیرہ کے یہاں بھی نہیں ہے، پھر امام صاحب کے حافظہ کی تعریف کرنے والے امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ جیسے ہیں جو اصحاب سنت کے شیوخ کبار میں تھے، امام احمد ان کو رجال و حدیث کا امام بتلاتے تھے اور سفیان پر بھی ترجیح دیتے تھے، امام حماد بن زید فرمایا کرتے تھے کہ جب امام شعبہ میری موافقت میں ہوں تو مجھے کسی کی مخالفت کی پروانیں، امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا فروغ نہ ہوتا، امام سفیان کو شعبہ کے انتقال کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ ان کے ساتھ علم حدیث رخصت ہوا۔

صالح جزرہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے رجال حدیث پر امام شعبہ نے کلام کیا پھر امامقطان نے پھر امام احمد اور امام تیجی بن معین نے غرض یہ امام شعبہ امام صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”واللہ! امام ابوحنیفہ اچھی سمجھہ اور جید حفظ والے تھے، لوگوں نے ان پر سہتیں لگائیں کہ خدا ہی ان کو خوب جانتا ہے، واللہ وہ لوگ اس کے نتائج خدا کے یہاں دیکھ لیں گے۔“

امام صاحب بڑے جید حافظ قرآن تھے، تیس سال تک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا ہے، بیت اللہ میں ایک دفعہ داخل ہوئے تو ایک پیر پر دوسرا پیر رکھ کر رکھ رہے ہوئے اور نصف قرآن مجید ایک رکعت میں پڑھا پھر اسی طرح دوسرے پیر پر باقی نصف کو ختم کیا اور فرمایا کہ ”باراللہا! نہ میں تجھ کو پہچان سکا جیسا کہ پہچانا چاہئے، نہ تیری عبادت ہی کا حق ادا ہو سکا، بیت اللہ کے گوشے سے جواب ملا کہ تم نے اچھی معرفت حاصل کی اور عبادت بھی اخلاص سے کی، ہم نے تمہیں بخش دیا اور ان کو بھی جو قیامت تک تمہارے مذہب پر چلیں گے۔ (کر دری ص ۵۵ ج ۱)

جس جگہ آپ کی وفات ہوئی صرف اسی جگہ سات ہزار قرآن مجید ختم کئے، ہر روز ایک ختم کے عادی تھے اور ماہ رمضان میں عید کی رات اور عید کا دن ملا کر ۲۳ ختم کیا کرتے تھے۔ (مناقب کر دری ص ۲۳۵ ج ۱) کیا سیء الحفظ ایسے ہی ہوتے ہیں؟

۴- احسان

امام صاحب کی قدر و منزلت گھٹانے کی سعی کرنے والوں نے امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے ترک قیاس واخذ احسان کو بھی نشانہ

لے اس طعن کا مفصل و مدلل جواب انوار الباری ص ۹۸ تا ص ۱۰۸ میں قائل مطالعہ ہے، جس میں صاحب تختۃ الاحوذی اور صاحب مرعاۃ کے پیدا کردہ مغالطوں کو بھی رفع کر دیا گیا ہے۔

لامات بنایا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ امام صاحب اپنی بینظیر علمی و دینی بصیرت کی وجہ سے اتحان کی غیر معمولی صلاحیت و مہارت رکھتے تھے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے اصحاب جب تک قیاسوں میں بحث علمی چلتی تھی ان سے خوب جھگڑ لیتے تھے لیکن جوں ہی امام صاحب کہتے کہ اب میں اتحان سے یہ بات کہتا ہوں تو پھر سب دم بخود رہ جاتے کیونکہ اس درجہ تک ان میں سے کسی کی رسائی نہ تھی، جب امام محمد کا یہ اعتراف ہے جن کی کتابوں کے مطالعہ سے امام احمد جیسے مجتہد مسلم امام دیقیق النظر بنے اور امام شافعی نے ان سے تفقہ حاصل کیا، تو اگر دوسرے لوگ یا امام شافعی بھی امام صاحب کے اتحان پر اعتراض کریں تو کیا تعجب ہے۔

امام مالک نہ صرف احسان کے قائل تھے بلکہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے احسان بتلاتے تھے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب سے براہ راست استفادہ کرنے والے احسان کی حقیقت و ہیئت سے واقف ہو گئے تھے اور بعد والے اس کے سمجھنے سے عاجز رہے، امام مالک بھی امام صاحب سے بہت مفید ہوئے ہیں بلکہ علامہ ابن حجر عسکری فی تو ان کو امام صاحب کے تلمذہ میں شمار کیا ہے اور علامہ کوثری نے روایت حدیث کا بھی ثبوت دیا ہے۔

استحسان در حقیقت قیاس خفی ہے اور کسی قوی وجہ سے قیاس جلی کو ترک کر کے اس کو اختیار کیا جاتا ہے اسی لئے امام صاحب نے استحسان کو تریجع دی ہے اور جن لوگوں نے ایسے موقع پر بھی قیاس کولیا انہوں نے راجح کی موجودگی میں مرجوح کو لیا ہے جو خالص فقہی نقطہ نظر سے غیر محتسن ہے، ہم استحسان کی مفصل بحث کسی موقع پر آئندہ مع مثالوں کے لکھیں گے۔ ان شاء اللہ۔

٥-حیلہ

امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی طرف غیر شرعی حیلوں کو بھی منسوب کیا گیا ہے مگر وہ نسبتیں سب غلط ہیں، حتیٰ کہ امام بخاری نے بھی کی کتاب الحیل میں احناف کے خلاف سخت جارحانہ پہلو اختیار کیا ہے، لیکن ہم ذکر کرائے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اس کو امام بخاری کی حنفی مذہب سے ناواقفیت کا نتیجہ قرار دیتے تھے وغیرہ، حافظ ذہبی نے بھی امام محمد کے تذکرہ میں ان اور دوسرے اصحاب امام کی طرف کتاب الحیل کی نسبت کو غلط کہا ہے۔

٤- قلت عربیت

عراق خجوكا مرکز رہا ہے بڑے بڑے سب نجوى وہیں ہوئے، ہزار ہا صاحبہ وہاں پہنچے ہیں جو فصاحت و بЛАغت کے امام تھے امام صاحب کی نشوونما تربیت و تعلیم سب اسی ماحول میں ہوئی، بڑے بڑے خجوانگت کے امام خود امام صاحب کے تلامذہ میں تھے لیکن نہ معلوم کس طرح امام صاحب کی طرف قلت عربت کو منسوب کر دیا گیا۔

درحقیقت امام صاحب عربیت کے بھی بڑے امام تھے، اسی نے ابوسعید سیرافی، ابوعلی قاری اور ابن جنی جیسے ارکان عربیت نے باب الایمان میں امام صاحب کے الفاظ کی شرح کے لئے کتابیں تالیف کی ہیں اور آپ کی وسعت اطلاع لغت عربیہ پر منجح ہوئے ہیں، البتہ مخالفین نے امام صاحب کی طرف ایک کلمہ لا ولور ماہ بابا قبیس منسوب کیا ہے جو کسی کتاب میں معتمد سند سے نہیں ہے اور بالفرض صحیح بھی ہوتا تو بعض قبائل عرب کی وجہ سے کوفیوں کی افت میں اب کا استعمال جب غیر ضمیر متکلم کی طرف مضافت ہوتا تمام احوال میں الف کے ساتھ ہی آپا ہے اور اسی سے یہ مشہور شعر ہے

ان اباها وابابا ها قد بلغا في المجد غايتها ها

ظاہر ہے کہ امام صاحب بھی کوفی تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی لفظ بھی یہی ہے، چنانچہ بخاری میں ہے کہ انہوں نے انت ابا

جهل فرمایا، دوسرے ابا قبیس اس لکڑی کو کہتے ہیں جس پر گوشت لٹکایا جاتا ہے، اور ابوسعید سیرافی نے کہا کہ امام صاحب کی مراد یہی ہو سکتی ہے نہ جبل ابی قبیس جیسا کہ معتبرین نے سمجھا ہے۔ (تائب الخطیب ص ۲۳)

امام ابو بکر رازی نے لکھا ہے کہ امام اعظم کے اشعار زیادہ لطیف اور فتح ہیں امام شافعی کے اشعار سے اور ظاہر ہے کہ جودہ شعر بغیر کمال بلاغت ممکن نہیں۔ (مناقب کردنی ص ۵۹ ج ۱)

غرض اس قسم کے اعتراضات مخالفین و حاسدین کی طرف سے ہوئے ہیں اور ایسی باتیں امام صاحب کی طرف منسوب کی ہیں جن سے وہ بڑی ہیں، البتہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو کسی غلط فہمی سے خلاف کرتے تھے اور پھر صحیح حالات معلوم ہونے پر انہوں نے اظہار افسوس و ندامت کیا جیسے امام اوزاعی و سفیان ثوری وغیرہ۔

امام ابن عبد البر مکنی نے فرمایا کہ امام صاحب پر حسد کیا جاتا تھا، اس لئے ان کی طرف وہ چیزیں منسوب کی گئیں جو ان میں نہیں تھیں اور ایسی باتیں گھڑی گئیں جو ان کی شان کے لائق نہ تھیں۔

یہ بھی لکھا ہے کہ جن لوگوں نے امام صاحب سے روایت حدیث کی ہے اور جنہوں نے ان کی توثیق کی ہے اور جنہوں نے ان کی مدح و ثنائی کی ہے وہ ان سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے اعتراض کیا ہے اور اہل حدیث کی طرف سے زیادہ عیب رائے و قیاس کے استعمال کا لگایا گیا حالانکہ ہم بتلا پکے ہیں کہ وہ کوئی عیب نہیں ہے، اہل فقہ امام صاحب پر طعن کرنے والوں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ ان برائیوں کی تقدیم کرتے ہیں۔

امام وکیع فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کو رنجیدہ و افسرده پایا، غالباً قاضی شریک کی طرف سے کچھ باتیں ان کو پہنچی تھیں۔

محمد بن عیینی بن یوس (شیخ اصحاب صحابہ) کا قول ہے کہ تم اس شخص کو ہرگز سچا مت سمجھنا جو امام صاحب کا ذکر برائی سے کرتا ہو کیونکہ والله! میں نے ان سے بڑھ کر افتخار و افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

امام اعمش شیخ اصحابہ سترے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا فرمایا اس کا اچھا جواب تو نعمان ہی دے سکتے ہیں جن پر تم حسد کرتے ہو۔

محمد بن یحییٰ بن آدم شیخ اصحابہ سترے کہا گیا کہ آپ امام صاحب کی برائی کرنے والوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ وہ لوگ امام صاحب کی کچھ علمی باتیں سمجھ سکے اور کچھ نہ سمجھ سکے اس لئے حسد کرنے لگے اور فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کا کلام فقہ میں خدا کے لئے تھا اگر اس میں کچھ شایب بھی دینیوی غرض کا ہوتا تو ان کا کلام ایسے اثر و نفوذ کے ساتھ باوجود حاسدوں اور معتقدوں کی کثرت کے سارے آفاق میں نہ پھیل سکتا۔

اسد بن حکیم نے فرمایا کہ امام صاحب کی برائی کرنے والا یا تو جاہل ہے یا مبتدئ ہے۔

ابو سلیمان نے فرمایا کہ امام صاحب کی شخصیت عجیب و غریب تھی اور ان کی باتوں سے اعراض کرنے والے وہی لوگ ہیں جو ان کو نہیں سمجھ سکے، امام فتن تقدیر رجال کا قول ہے کہ ہمارے اصحاب (اہل حدیث) امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے بارے میں تفریط کا معاملہ کرتے ہیں، کسی نے کہا کیا وہ خلاف واقعہ کہتے تھے فرمایا وہ اس سے بہت بلند تھے۔

علامہ تاج بیگی نے طبقات میں لکھا کہ خبردار! کہیں ایسا نہ سمجھ لینا کہ اہل نقد و جرح نے جو قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جرح مقدم ہے تعدل پر وہ علی الاطلاق ہر جگہ ہے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت و امانت ثابت ہو چکی ہو اور اس کے جرح کرنے والے بہت مدح کرنے والوں کے کم ہوں اور وہاں کوئی ایسا قرینہ بھی ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرح کسی مذہبی تعصّب وغیرہ کے باعث ہے تو اس جرح کا کوئی اعتبار نہ کریں گے۔

پھر طویل بحث کے بعد لکھا کہ ہم تمہیں بتلا پکے ہیں کہ جرح اگرچہ مفسر بھی ہو اس شخص کے حق میں قبول نہ ہوگی جس کی طاعات معصیت پر غالب ہوں اور مدح کرنے والوں سے زیادہ ہوں، تزکیہ کرنے والے جاریین سے بیش ہوں، پھر جب کوئی قرینہ بھی اس

امر کا موجود ہو کہ وہ تنقید و جرح کسی مذہبی تعصیب یا دینیوی منافٹ کی وجہ سے ہوئی ہے جیسا کے معاصرین واقر ان میں باہم ہوتا ہے۔

عبد الرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ میں حدیثیں نقل کیا کرتا تھا میں نے ثوری کو امیر المؤمنین فی العلماء پایا، سفیان بن عینہ کو امیر العلماء، عبد اللہ بن مبارک کو صراف الحدیث، سیحی بن سعید کو قاضی العلماء، امام ابو حنیفہ کو قاضی قضاۃ العلماء پایا اور جو شخص اس کے سوا کچھ کہے تو اس کو بنی سلیم کی کوڑی پر پھینک دو۔

یہاں جن اکابر کی تعریف کی گئی ہے ان میں ثوری امام صاحب کے خاص مذاہین میں ہیں، ابن عینہ امام صاحب کے شاگرد ہیں مسانید میں امام صاحب سے پہ کثرت روایت کرتے ہیں، ابن مبارک امام صاحب کے تلمیذ خاص اور بڑے مذاہین میں ہیں، سیحی بن سعید امام صاحب کے تلمیذ اور حنفی ہیں امام صاحب کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور امام ابو یوسف سے جامع صغیر پڑھی ہے۔ (عنود الجواہر ص ۱۱ ج ۱) سبط ابن الجوزی نے مرآۃ الزمان میں لکھا کہ خطیب پر تو کوئی تعجب نہیں کیونکہ علماء کی ایک جماعت پر انہوں نے طعن کیا ہے، زیادہ تعب توانا جان (ابن الجوزی) کی روشن سے ہے کہ انہوں نے کیوں خطیب کا شیوه اختیار کیا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے بھی بعض کتابوں میں کچھ ایسی باتیں آگئی تھیں جن سے تلقید و حفیت کے خلاف لوگوں نے فائدہ اٹھایا مگر آخر میں "فیوض الحرمین" میں انہوں نے صاف نور سے فرمادیا کہ "مجھ کو آس حضور ﷺ نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ہی وہ طریقہ ایقہ ہے جو دوسرے سب طریقوں سے زیادہ اس سنت نبوی معرفہ کے موافق ہے جو بخاری و دیگر اصحاب صحابہ کے دور میں مرتب و مُقْرَب ہو کر مدون ہو گئی ہے۔ (فیوض الحرمین)

حضرت شاہ صاحب کو جو شرح صدر "مذہب حنفی" کے پارے میں نبی اکرم ﷺ کی توجہ خاص کے ذریعہ حاصل ہوا وہ بڑی اہم دستاویز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بخاری اور اس دور کی دوسری کتب صحابہ مددوہ کے مجموعہ سے تقویت مذہب حنفی ہی کو ہوتی ہے اس اشارات سے احناف کو مستفید ہونا چاہئے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی اس آخری تحقیق و شرح صدر ہی کی روشنی میں اپنے کو صاف طور سے "حنفی" لکھا ہے اور اس تحریر کی نقل رقم الحروف نے "مقدمہ خیر کشیر" میں درج کردی تھی جو عرصہ ہوا مجلس علمی ڈا بھیل سے شائع ہو چکی ہے۔

علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۲۷۳ اور بنایہ شرح ہدایہ میں دارقطنی کی جرح کا مفصل جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ (جن کی توثیق و مدح اکابر ائمہ محدثین نے کی ہے اور ان کے علوم سے دنیا کا ہر گوشہ آباد ہے) ایسے عالم جلیل کی تضعیف کا حق دارقطنی کو کیا ہے جس کے وہ خود تضعیف کے متعلق ہیں کہ اپنی سفن میں منکر، معلول، سقیم اور موضوع احادیث روایت کی ہیں اور جہر بسم اللہ کی احادیث روایت کر دیں پھر حلف دیا گیا کہ تو کہا کہ واقعی اس میں کوئی حدیث صحیح قوی نہیں ہے اور بنایہ میں ابن القطان کی جرح پر کہا کہ یہ ابن قطان کی بے ادبی اور بے حیائی ہے کہ امام صاحب کی طرف ضعف کو منسوب کیا جن کی توثیق امام ثوری اور ابن مبارک جیسے حضرات نے کی ہے، ان اعلام کے مقابلہ میں ابن قطان وغیرہ کی کیا وقعت ہے۔

مولانا عبدالحی صاحب نے السعدۃ الممجد میں فرمایا کہ بعض جروح متاخرین متعصبین سے صادر ہوئیں جیسے دارقطنی، ابن عذری وغیرہ، جن پر کھلے قرآن شاہد ہیں کہ انہوں نے تعف و تعصیب سے کام لیا ہے اور متعصب کی جرح مردوں ہے بلکہ ایسی جرح خوداں کے حق میں موجب جرح ہے۔

علامہ شعرانی نے میزان کبری میں فرمایا کہ "امام ابو حنیفہ" کے پارے میں بعض متعصبین کے کلام کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ ان کے اس قول کی کوئی قیمت ہے کہ وہ اہل رائے میں سے تھے بلکہ جو لوگ امام صاحب پر طعن کرتے ہیں محققین کے نزدیک ان کے اقوال ہدیات سے مشابہ سمجھے جاتے ہیں، نیز فرمایا کہ "امام اعظم ابو حنیفہ" کی کثرت علم و درع و عبادت وقت مدارک و استنباط پر سلف و خلف نے اجماع کیا ہے، یہ اجماع دوسرے مذاہب والے نقل کر رہے ہیں، کوئی حنفی نہیں کہ عقیدت پر محمول کر لیا جائے۔

علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ بعض متعصیین نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بعض ائمہ میں سے حدیث میں کم پوچھی والے تھے حالانکہ ایسا خیال کب ائمہ کے بارے میں کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ شریعت و فقہ کا مدار قرآن و حدیث پر ہے بغیر قرآن و حدیث کے کس طرح فقہ کی تدوین ہو سکتی تھی۔

باقی قلت روایت کی وجہ غایت ورع اور شروع تحلیل روایت و نقل میں سختی ہے یہ نہیں کہ بے وجہ عدم اروایت حدیث ترک کر دی ہوا اور ان کے کبار مجتهدین و محدثین میں سے ہونے پر یہ دلیل ہے کہ علماء میں ان کا مدد ہب ہمیشہ معمتمد اور رداؤقوالاً مذکور ہوتا رہا۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے ریاض المرتاض ص ۲۱ پر لکھا ہے کہ ”حضرت مجدد صاحب سرہندی کے کشف بھی بھی شریعت کے خلاف نہیں ہوئے بلکہ اکثر کی شرب بعد نے تائید کی ہے اس لئے ان کے کشف کے مراتب بہت بلند و برتر ہیں“۔ وہی مجدد صاحب امام عظیم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ۔

بے شایب تکلف و تعصیب کہا جاتا ہے کہ نظر کشفی میں مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح معلوم ہوتی ہے اور دوسرے مذاہب چھوٹی چھوٹی نہریں اور حوضوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور ظاہر نظر سے بھی دیکھا جائے تو سوادا عظیم اہل اسلام امام عظیم کا قیمع ہے۔ (کتبات جلد ہانی مکتب ص ۵۵)

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے حضرت زبدۃ العارفین خواجہ فرید گنج شکر قدس سرہ کا قول نقل فرمایا کہ۔

امام عظیم کی شان کا تو کہنا ہی کیا ہے، ان کے ایک شاگرد امام محمد کا وہ درجہ تھا کہ وہ جب سوار ہو کر کہیں جاتے تو امام شافعی ان کے گھوڑے کی رکاب کے ساتھ پیدل چلتے تھے (راحت القلوب) اور یہ بھی فرمایا کہ اسی سے دونوں مذاہب کا فرق بھی معلوم ہو سکتا ہے۔

مشہور امام حدیث الحنفی بن راہویہ نے (جو حضرت عبداللہ بن مبارک (تملییہ امام عظیم) کے خاص اور پہلے حنفی تھے پھر بعض دوسرے اساتذہ کے اثر سے ان میں ظاہریت آگئی تھی اور امام بخاری کے بڑے شیوخ میں تھے) امام عظیم کے بارے میں فرمایا کہ میں نے کسی کو ان سے زیادہ احکام و قضایا کا عالم نہیں پایا، قبول قضایا کے لئے ان کو مجبور کیا گیا اور مارا بھی گیا مگر انہوں نے کسی طرح قبول نہ کیا اور تعلیم و ارشاد مخفی خدا کے لئے کرتے تھے۔ (کر دری ص ۵۸ ج ۲)

امام اہل بیت حضرت مقائل بن حیان جلیل القدر عالم حدیث جنہوں نے حضرت عمر بن عبد العزیز، حسن بصری، نافع اور ایک جماعت کبار تابعین کا زمانہ پایا اور ان سے روایت حدیث بھی کی، امام عظیم کی خدمت میں پہنچے اور استفادہ کیا، فرماتے تھے کہ میں نے تابعین کے دور پایا لیکن امام ابوحنیفہ سے اجتہادی مسائل میں بالغ نظر، جس کا ظاہر باطن سے مطابق و مشابہ اور باطن ظاہر سے مشابہ ہو کسی کو نہیں دیکھا، فتویٰ دیتے تو فرمادیتے کہ یہی قول کوفہ کے شیخ امام ابوحنیفہ کا ہے۔ (کر دری ص ۵۹ ج ۲)

بعض کتب منزلہ سابقہ میں امت محمدیہ کے تین شخصوں کے اوصاف مذکور ہوئے ہیں جو اپنے زمانہ کے سب لوگوں پر فرقہ و علم میں فائز ہوں گے، نعمان بن ثابت، مقائل بن سلیمان، وہب بن مدبه اور بعض روایات میں وہب کی جگہ کعب احبار کا نام ہے۔ (موفق ص ۶۰ ج ۲)

حضرت مقائل بن سلیمان علم تفیر کے مشہور امام جو امام عظیم کے شریک درس بھی رہے اور تابعین حضرت عطاء، نافع، محمد بن منکدر، ابوالزبیر اور ابن سیرین وغیرہ سے دونوں نے ساتھ ہی سماع حدیث کیا ہے، وہ اکثر امام صاحب کی تعریف کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی ۱۵ محققین وہ ہیں جن میں ان کا کوئی ہم عصر شریک و سہیم نہیں ہوا۔ (موفق ص ۵۹ ج ۲)

حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا کہ اسی لئے جاری ہیں کی جرج امام ابوحنیفہ کے بارے میں مقبول نہیں جنہوں نے امام صاحب کو کثرت قیاس، قلت عربیت، یا قلت روایت حدیث وغیرہ سے مطلعوں کیا کیونکہ یہ سب جروح ایسی ہیں کہ ان سے کسی راوی کو مجروح نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح علامہ ناوی وغیرہ کی مدافعت ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں جنہوں نے امام بخاری کی روشن سے بھی محترز رہنے کی

ہدایت کی ہے، اب کچھ میزان الاعتدال کی الحاقی جرح کے بارے میں لکھ کر اس بحث کو مختصر کرتا ہوں۔

امام صاحب کے مخالفوں کے کارنامے

کچھ لوگوں کو امام صاحب سے بعض و عداوت یا حسد ہے، کہتے ہیں کہ حافظ ذہبی نے میزان میں ان کی تضعیف کی ہے لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ بات نئے دشمنوں کا دھوکہ ہے اور پرانے دشمنوں کے خاص کارنامہ سے متعلق ہے کہ انہوں نے میزان میں ایسی عبارت داخل کر دی چنانچہ امام ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ اور تہذیب العہد یہ شاہد ہے کہ ان کتابوں میں انہوں نے بجز تعریف کے ایک لفظ بھی جرح کا نہیں لکھا اور نہ نقل کیا، دوسرے اس بات کے غلط و بے اصل ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ خود حافظ ذہبی نے میزان کے مقدمہ میں اس کی تصریح کر دی ہے کہ اس کتاب میں الحمہ متبویں ابوحنیفہ، امام شافعی وغیرہ کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ ان حضرات کی جلالت قد راسلام میں بڑائی و برتری لوگوں کے قلوب میں جاگزیں ہے (اور ذکر سے مستغنی ہے) (میزان ص ۲ ج ۱)

علامہ سخاوی شرح الفیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ذہبی نے ابن عدی کی ہر ایسے شخص کے ذکر کرنے میں تقلید کی ہے جس میں اُنہوں کے باوجود بھی کچھ کلام کیا گیا ہے، لیکن پھر بھی اس امر کا التزام کیا ہے کہ نہ تو کسی صحابی کو ذکر کیا اور نہ الحمہ متبویں کو۔

حافظ سیوطی مدریب الراوی میں بیان کرتے ہیں کہ امام ذہبی نے تو کسی صحابی کا ذکر کیا اور نہ کسی امام کا الحمہ متبویں میں سے۔

حافظ عراقی نے شرح الفیہ میں تصریح کی ہے کہ ابن عدی نے کتابِ اکامل میں ہر ایسے شخص کو ذکر کیا ہے جس میں کلام کیا گیا ہے گو وہ شفہ ہی کیوں نہ ہوا اور ان ہی کی اتباع امام ذہبی نے میزان میں کی ہے لیکن انہوں نے کسی صحابی یا کسی امام کا الحمہ متبویں میں سے ذکر نہیں کیا ہے۔

ان سب ائمہ کبار کی شہادتوں کے بعد یہ امر واضح ہے کہ امام صاحب کا ترجمہ میزان میں الحاقی ہے، دوسرے یہ کہ حافظ ذہبی نے میزان میں یہ بھی التزام کیا ہے جن لوگوں کا اسماء کے ساتھ ذکر کرتے ہیں ان کا ذکر لکنیت سے باب لکنی میں بھی ضرور کرتے ہیں اور تم لیں و تلمیس کرنے والوں سے یہ چوک ہو گئی کہ باب لکنی میں یہ الحاق نہیں کیا، یہ بھی الحاقی ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔

واضح ہو کر کتابوں میں الحاق اور ضروری اجزاء کے حذف کا باقاعدہ منظم فن استعمال ہوتا رہا ہے جس کے حیرت انگیز کمالات شاطر دشمنوں اور حاسدوں نے بڑی بڑی جلیل القدر تالیفات کی کتابت و طباعت کے وقت دکھائے ہیں اور اسی کا ایک نمونہ اپر پیش کیا گیا ہے اور دوسرے نمونے بھی پیش کئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یعنی پروپیگنڈہ کا ایک بڑا جزو ہے جس سے کسی سفید چیز کو سیاہ اور سیاہ کو سفید تک ثابت کر دینے کے جو ہر دکھائے جاتے ہیں یورپ کے عقلاں نے اس فن کو بڑی ترقی دی ہے مگر اسلامی دور کی تاریخ میں بھی اس نوع کے کارنامے بڑی کثرت سے ملتے ہیں، کیونکہ مسلمانوں میں بد قسمی سے ایک فرقہ ابتداء ہی سے ایسا پیدا ہو گیا تھا جو جھوٹ کو کارخیر و تواب سمجھ کر پھیلاتا رہا اور ان کے اثرات دوسرے سادہ لوح مسلمانوں پر بھی پڑتے رہے، حالانکہ ایسے ہی جھوٹ کی روک تھام کے لئے صادق و مصدق سرور انبياء علیہم السلام نے ارشاد فرمایا تھا کفی بالمرء کذباً ان یحدث بكل ماسمع یعنی ایک شخص کے بھوٹا ہونے کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ وہ ہر سی ہوئی بات کو بے تحقیق آگے چلتا کر دے۔

اس قسم کی بے سند باتوں کے ذکر سے پہلے زمانہ میں تو امام صاحب کے دشمنوں اور حاسدوں نے فائدہ اٹھایا تاکہ امام صاحب کی جلالت قد رکم کر کے دکھایا جائے یا خوبیوں کے ساتھ برا بیاں بھی کہیں کہیں سے لے کر سامنے کی گئیں تاکہ ان کمالات و خوبیوں کا کوئی اثر نہ رہے یا لوگ شک و تردید میں پڑ جائیں یا ان کی فقہ کی عالمگیر مقبولیت کو کم کیا جائے، اکثر اسلامی حکومتوں کا نہ ہب بھی فقہ ختنی رہا اور عہدہ قضا وغیرہ ختنی علماء کے پاس رہے یہ بات بھی حسد و عداوت کا بڑا سبب بنی رہی، پھر نئے دور میں غیر مقلدین رونما ہوئے اور انہوں نے تو امام

صاحب[ؒ] کے ساتھ حسد و عداوت کا وہ معاملہ کیا کہ ریکارڈ ہی مات کر دیا، ان کی نظر میں ”ہنر پچشم عداوت بزرگ تر ہے ست“ والی بات پوری پوری صادق ہو گئی، اسی لئے ان حضرات نے تو امام صاحب قدس سرہ کی علوقد رعظمت شان اور علمی رفعت کو گرانے اور چھپانے میں کوئی دلیقت بھی فروغ نہیں کیا اور اس کا رثواب میں دن رات ایک کر دیا۔

ان قدیم وجہ یہ تلمیسات کا پردہ چاک کرنے کے لئے خدا کا شکر ہے کہ ہمارے شیوخ واکابر نے بروقت توجہ کی اور برابر اپنی تالیفات و درسی افادات میں احراق حق و ابطال باطل کا فریضہ ادا کیا۔

قریبی دور میں مصر میں علامہ کوثری[ؒ] کی جلیل القدر شخصیت گذری ہے جنہوں نے اس سلسلہ میں گرانقدر تالیفات کیں اور مصری رسائل میں لا تعداد تحقیقی مضامین شائع کئے جن کے مطالعہ سے اہل علم کبھی مستغنى نہیں ہو سکتے، ان کتابوں سے معاندین کے حوصلے پسند ہو گئے ہیں اور جب تک ان کی اشاعت ہوتی رہے گی ان کے مطالعہ واستفادہ کی وجہ سے علماء حق، معاندین مذہب حنفی پر غالب رہیں گے ان شاء اللہ۔

اسی طرح ہمارے اکابر حضرت گنگوہی[ؒ]، حضرت نانوتوی[ؒ]، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (صاحب بذل الجہود) حضرت علامہ کشمیری، حضرت علامہ عثمانی، حضرت مولانا مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی تالیفات و درسی افادات میں اس فتنہ قدیم و جدید کی طرف پوری توجہ فرمائی تھی مسلک کی تائید اور معاندین کے اعتراضات و شبہات کے مدلل و مکمل جوابات دیے ہیں جو موقع پر موقع اسی شرح بخاری میں پیش کئے جائیں گے۔

پھر اس دور میں اس فتنہ جدید کے خلاف قابل ذکر خدمات مندومند و محترم حضرت مولانا العلامہ مفتی سید مهدی حسن صاحب صدر المفتیین دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم و عم فیضہم کی ہیں جنہوں نے غیر مقلدین کے رو میں پیشتر علمی مضامین لکھے، فیصلہ کن کتابیں تالیف کیں اور طبع کرا کر شائع کیں، جزاهم اللہ خیر الجزاء۔

آپ جامعیت علوم و فنون، وسعت مطالعہ، کثرت معلومات اور خصوصیت سے فن حدیث و فقہ میں بلند پایہ عالم ربانی اور اپنے اکابر کا نمونہ ہیں، احقر کو ”مجلس علمی“ ڈا بھیل ہی کے زمانہ سے حضرت موصوف کے ساتھ تعلق ارادت و عقیدت رہا ہے اور مجلس و مجلسی افراد آپ کے علوم و فیوض سے مستفید ہوتے رہے اور اب بھی برابر آپ کے افادات علمی سے متمتن ہوتا رہتا ہوں۔

اس مختصر مقدمہ کی جمع و ترتیب میں بھی مستند کتب مناقب اور حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ کے ارشادات کے علاوہ آپ کی تالیفات و خصوصی ارشادات سے استفادہ کیا ہے اور تو قع ہے کہ شرح بخاری کے اشاء میں بھی حضرت موصوف دام ظلہم کی تحقیقات عالیہ پیش کر سکوں گا۔ ہمیں احساس ہے کہ امام عظیمہ تذکرہ با وجود سعی اختصار جزو مقدمہ ہونے کی حیثیت سے طویل ہو گیا ہے لیکن چونکہ تمام محدثین کے مسلم امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک کا ارشاد ہے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے مت کہو بلکہ تفسیر حدیث کہو، پھر امام بخاری نے خاص طور سے ابن مبارک کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم حدیث اور قابل تقلید فرمایا ہے۔

ان ظروف میں امام صاحب نے جو اپنے ۳۰ فقہاء و مجتہدین کے ساتھ مددوین فتق کی جس کے ایک رکن رکین خود ابن مبارک بھی تھے اور سائز ہے بارے لاکھ مسائل کی کی تدوین اسی مجلس سے عمل میں آئی جو بمنزلہ احادیث موقوفہ ہیں، کہ قرآن و حدیث سے بصراحت یا بطريق استنباط مأخوذه ہیں، دوسری طرف امام بخاری کی جامع صحیح احادیث مجردہ مرفوعہ کا بہترین شاہہ کار مجموعہ، اس لئے امام عظیم کی شخصیت کا جس قدر تعارف بھی کرایا جائے وہ کم ہے، پھر دوسرے درجہ پر بڑا تعارف خود امام بخاری کا کرایا گیا ہے، اگر بنظر تامل و تدقیق دیکھا جائے گا تو معلوم ہو گا کہ یہ مقدمہ نہ صرف تذکرہ محدثین ہے بلکہ شرح حدیث کا ایک لازمی و ضروری اور اہم جزو بھی ہے۔

ان سب اکابر کی علمی شخصیات سے صحیح تعارف کے بعد ان کی حدیثی تشریحات، استنباطات، آراء و اقوال کی قدر و قیمت صحیح ترین اندازوں میں سامنے آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تالیفات امام اعظم

امام صاحب کی طرف بہت سی تصنیفات منسوب ہیں اور امام مالک وغیرہ کے حالات میں یہ سند صحیح منقول ہے کہ وہ امام صاحب کی کتابوں میں نظر کرتے تھے اور ان کی تلاش و جستجو رکھتے تھے، ایک مجموعہ فقہ بھی ضرور امام صاحب نے مرتب کرایا تھا جس کا ذکر عقود الجمان میں جا بجا ملتا ہے، اسی طرح علامہ کوثری نے بلوغ الامانی کے حاشیہ میں ص ۱۸۸ پر تحریر فرمایا کہ مؤلفات اقوٰم میں میں امام صاحب کی مندرجہ ذیل کتب کا ذکر ملتا ہے۔ ۱- کتاب الرأی (ذکرہ ابن العوام) ۲- کتاب اختلاف الصحابة (ذکرہ ابو عاصم العامری و مسعود بن شیعیة) ۳- کتاب الجامع (ذکرہ العباس بن مصعب فی تاریخ مرو) ۴- کتاب السیر ۵- الکتاب الاوسط ۶- الفقہ الاکبری ۷- کتاب العالم و المعلم ۸- کتاب الرد على القدری ۹- رسالتہ الامام الی عثمان الحنفی فی الارجاء ۱۰- چند مرکاتیب بطور وصایا جو آپ نے اپنے چند احباب کو لکھے اور یہ سب کتب مشہور ہیں۔ لیکن اس وقت تک ہمارے سامنے صرف العالم و المعلم، الفقہ الاکبر اور مرکاتیب وصایا آسکے ہیں اور غالب یہ ہے کہ باقی کتب اس قت کہیں موجود نہیں، اس زمانہ کی ہزاروں کتابوں کے نام کتب تراجم میں ملتے ہیں جو اس وقت کہیں موجود نہیں۔

امام صاحب کے معاصرین میں سے بھی امام او زاعی، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، ہشیم، معمر، جرین بن عبد الحمید اور عبد اللہ بن مبارک غیرہ نے حدیث و فقہ میں بڑی بڑی کتابیں لکھیں لیکن آج ان کا کہیں پتہ نہیں ملتا، اسی لئے امام رازی نے مناقب الشافعی میں لکھا کہ امام ابو نیفہ کی کوئی تصنیف باقی نہیں رہی، غالباً اس وقت فقہہ اکبر وغیرہ بھی نہیاں نہ ہوئی ہوں گی اور ممکن ہے کہ کچھ مخفی علمی خزانے امام صاحب وغیرہ کے اور بھی کسی وقت ظاہر ہوں۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بعض ممتاز اہل علم نے امام محمد کی کتاب الآثار کو بھی امام اعظم کی تصنیف قرار دیا ہے اور شاید امام ابو یوسف کی کتاب الآثار کے بارے میں بھی یہی خیال ہو مگر ہمارے تقصی خیال میں ابھی تک اس کی صحیح توجیہ نہیں آئی کیونکہ اول تو تقدیم میں علماء نے ان کو امام صاحب کی تصنیفات میں شمار نہیں کیا وسرے یہ کہ ان میں روایت کرنے والے امام محمد اور امام ابو یوسف ہیں امام صاحب سے جس سے ظاہر ہے کہ مؤلف و مصنف بھی یہی ہیں۔ واللہ اعلم۔

ابتداء امام صاحب کے تذکروں میں جہاں امام صاحب کی وسعت اطلاع حدیث زیر بحث آتی ہے تو آپ کے مسانید کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے چنانچہ کوثری صاحب نے تائیب کے ص ۱۵۶ پر امام صاحب کی طرف منسوب مسانید کی تعداد ۲۲ گناہی ہے اور چونکہ کتاب الآثار کے نام سے بھی امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر تنیوں نے کتابیں تالیف کی ہیں اور ان میں بھی بہ کثرت احادیث امام صاحب سے ہی مردی ہیں، ان کو ملا کر یہ سب ۲۲ مجموعہ احادیث کے آپ کی ذات مبارک سے منسوب ہو جاتے ہیں جن میں ہزار ہا آثار آپ سے سند صحیح مردی ہیں۔ و کفی بها مزیۃ و فخراء۔

کتب مناقب امام اعظم

آخر میں تکمیل تذکرہ امام کے لئے مناسب ہے کہ آپ کے مناقب میں جو مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں وہ بھی ذکر کر دی جائیں، ضمناً جن کتابوں میں امام صاحب کے مناقب ذکر ہوئے ہیں ان کو ہم بخوف مزید طوال ترک کرتے ہیں۔

۱- عقود المرجان ۲- فلان عقود الددر و العقیان

۳- البستان فی مناقب العثمان، علام مجی الدین عبد القادر بن ابی الوفا قرشی (صاحب جواہر مضمونی) کی تصنیف ہے۔

۴- شفائق العثمان فی مناقب العثمان، علامہ چاراللہ ذخیری کی تصنیف ہے۔

- ۵- کشف الاسرار، علامہ عبداللہ بن محمد حارثی نے لکھی۔
- ۶- الانصار لامام الحنفیۃ الامصار، علامہ یوسف سبط ابن الجوزی نے تالیف کی۔
- ۷- تبیض الصحیح فی مناقب الامام ابی حنفیہ، امام جلال الدین سیوطی شافعی نے لکھا۔
- ۸- تحفۃ السلطان فی مناقب الشعماں، علامہ ابن کاس نے تصنیف کیا۔
- ۹- عقود الجہان فی مناقب الشعماں، علامہ محمد یوسف دمشقی شافعی نے تالیف کی۔
- ۱۰- الابانہ فی رد المحتسبین علی ابی عینیہ، علامہ احمد بن عبد اللہ شیرآبادی نے لکھی۔
- ۱۱- تنور الصحیح فی مناقب ابی حنفیہ، علامہ یوسف بن عبد البهادی کی تصنیف ہے۔
- ۱۲- الخیرات الحسان فی مناقب الامام العظیم ابی حنفیۃ الشعماں، شارح مشکلۃ علامہ حافظ ابن حجر علی شافعی کی تالیف اطیف ہے۔
- ۱۳- قلائد العقیان فی مناقب الامام العظیم ابی حنفیۃ الشعماں، یہ بھی علامہ موصوف ہی کی تصنیف ہے۔
- ۱۴- الفوائد الحمہمہ، علامہ عمر بن عبد الوہاب عرضی شافعی نے لکھی۔
- ۱۵- مرأۃ الجہان فی معرفۃ حوادث الزمانی، علامہ یافعی شافعی کی تاریخی کتاب ہے جس میں امام صاحب کا ذکر ضمناً ہوا ہے۔
- ۱۶- مناقب الامام ابی حنفیہ واصحابیہ ابی یوسف محمد بن الحسن، حافظ ذہبی شافعی (صاحب تذکرۃ الحفاظ و میزان الاعتدال وغیرہ) کی تصنیف ہے۔
- ۱۷- جامع الانوار، علامہ محمد بن عبد الرحمن غزنوی کی تالیف ہے۔
- ۱۸- الانقاء فی فضائل الشائعة الائمة الفقهاء، الامام الحافظ یوسف بن عبد البر ماکلی کی تصنیف ہے۔
- ۱۹- مناقب الامام العظیم، علامہ صدر الائمه موفق بن احمد علی کی تالیف قیم ہے۔ ۲ جلد مطبوعہ حیدر آباد۔
- ۲۰- مناقب الامام العظیم، تالیف علامہ امام حافظ الدین محمد بن محمد شہاب کر دری۔ ۲ جلد مطبوعہ حیدر آباد۔
- ۲۱- فتح المنان فی تاسید مذهب الشعماں، تالیف علامہ شیخ محمد شدید دہلوی قدس سرہ۔
- ۲۲- اخبار ابی حنفیہ واصحابیہ، تالیف ابی عبد اللہ حسین بن علی صیری (متوفی ۲۰۰ھ)
- ۲۳- مناقب الامام العظیم، تالیف بی القاسم عبد اللہ بن محمد بن احمد السندی معروف بابن العوام۔
- ۲۴- کشف الغمہ عن سراج الامم (اردو)، تالیف علامہ مولانا السيد مفتی محمد حسن شاہ بھپوری دام فیضہم۔
- ۲۵- سیرۃ الشعماں (اردو)، علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ۔
- ۲۶- "ابوحنفیہ"، تالیف محمد ابو زہرہ مصری تقریباً ۵۰ صفحات کی جدید الطبع تحقیقی کتاب ہے۔

ان کے علاوہ جن کتابوں میں امام صاحب کا تذکرہ ہوا ہے وہ ۶۰ سے اوپر تواریخ الحروف کے پاس یادداشت میں درج ہیں اور مستقل کتابیں بھی دوسری بہت ہیں یہاں احصاء نقصوں میں تھا۔ وله محل انحراف شاء اللہ تعالیٰ، والله تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔ آخر میں امام العظیم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں دو باتیں ہمیں اور ہمیں ہیں ایک تو جرح و تعدیل میں ان کے اقوال کی جیت جس کا ضمناً کچھ ذکر ہوا بھی ہے، دوسرے جامع المسانید کے بارے میں۔ واللہ المحفوظ والبهادی الے الصواب۔

امام العظیم اور فن جرح و تعدیل

امام صاحب کے اقوال جرج و تعدیل کی اس فن کے علماء نے اسی طرح تلقی بالقبول کی ہے جس طرح امام احمد، امام بخاری، ابن معین

اور ابن مدینی وغیرہ کے اقوال کی، یہ بھی آپ کی عظمت و سیادت اور وسعت علم پر بڑی شہادت ہے، اس سلسلہ کی چند نقول جواہر محدثیہ ص ۳۰ و ص ۳۱ و ص ۳۲ ج ۱ سے پیش کی جاتی ہیں۔

- ۱- امام ترمذی نے کتاب العلل جامع ترمذی میں امام صاحب کا قول فضل عطاء بن ابی رباح اور جرج جابر بھٹی میں پیش کیا۔
- ۲- مدخل لمعرفة دلائل الدوہ للبیهقی میں ہے کہ ابو سعد سعانی نے امام صاحب کی خدمت میں کھڑے ہو کر پوچھا کہ امام ثوری سے حدیث لینے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا اُنہوں نے ان کی احادیث لکھو بجز احادیث ابی اسحاق عن الحارث اور احادیث جابر بھٹی کے۔
- ۳- امام صاحب نے فرمایا کہ طلق بن حبیب قدری عقیدہ رکھتے تھے۔ ۴- فرمایا کہ زید بن عیاض ضعیف ہیں۔ ۵- امام سفیان بن عینہ نے فرمایا کہ میں کوفہ پہنچا تو امام صاحب نے میرا تعارف کرایا اور تو شق کی جس سے سب لوگوں نے میری حدیث سنی۔ ۶- حافظ حماد بن زیاد ایسے حدیث جلیل نے فرمایا کہ حافظ عمر و بن دینار کی کنیت ابو محمد سب سے پہلے ہمیں امام صاحب ہی سے معلوم ہوئی ورنہ صرف ان کے نام سے جانتے تھے۔ ۷- امام صاحب نے فرمایا کہ خدا عمر و بن عبید پر لعنت کرے کہ اس نے کلامی مسائل سے فتنوں کے دروازے کھوں دیے۔
- ۸- فرمایا خدا جہنم بن صفوان اور مقاتل بن سلیمان کو ہلاک کرے ایک نے لنگی میں افراط کی، دوسرا تشبیہ میں حد سے بڑھ گیا۔ ۹- فرمایا کہ حدیث کی روایت کسی سے اسی وقت درست ہے کہ جس وقت سے سئی روایت کے وقت تک برابر اس کو یاد رکھا ہو۔ (امام صاحب کی یہ شرط دوسرے محدثین کے مقابلے میں بہت سخت تھی اس لئے نیز دوسری احتیاطوں کے باعث ہی خود امام صاحب نے روایت کم کی ہے۔ ۱۰- امام صاحب سے جب سوال کیا گیا کہ اخربنا وغیرہ سے روایت کیسی ہے؟ تو فرمایا کہ کچھ حرج نہیں۔ ۱۱- حدیث جلیل ابو قطن نے امام صاحب کا قول بطور سند پیش کیا کہ شیخ کو حدیث سن کر بھی حدثی سے روایت کر سکتے ہیں۔ ۱۲- امام صاحب نے فرمایا کہ میرے نزدیک رسول اکرم ﷺ سے سراويل پہننے کی روایت پائیے بہوت کوئی پہنچی۔

جامع المسانید لاما مام الاعظم

محمد خوارزمی نے اپنے جمع کردہ پندرہ مسانید کے اصحاب مسانید کے حالات و مناقب بیان کئے ہیں اور اپنی سند ان تمام اصحاب مسانید تک بیان کی ہے، علامہ کثری نے تائیب میں مسانید کی تعداد ۲۱ کھنچی ہے، ان سب مسانید کی اسانید متصل ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ”انسان لعین فی مشائخ الحرمین“ میں اپنے استاذ الاساتذہ حدیث عیسیٰ جعفری مغربی م ۱۰۷ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ”انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ کی ایک ایسی مسند تایف کی ہے جس میں اپنے سے امام صاحب تک اسناد کا سلسلہ متصل کیا ہے“ اور اس سے لوگوں کی یہ بات قطعاً غلط ہو جاتی ہے کہ حدیث کا سلسلہ آج تک متصل نہیں رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے سلسلہ حدیث کی سند کو متصل ثابت کرنے کے لئے دلیل ہی امام صاحب کے سلسلہ سند کے اتصال کی دی ہے جس پر شاہ صاحب کو بڑا اعتماد تھا، امام ذہبی نے مناقب الامام الاعظم میں لکھا ہے کہ امام صاحب سے محدثین و فقهاء کی اتنی بڑی تعداد نے حدیث کی روایت کی ہے جن کا شمار نہیں ہو سکتا، حافظ مزri نے تہذیب الکمال میں ایک سو کے قریب کبار محدثین کے نام گنانے ہیں، مطبوعہ جامع المسانید و جلد میں سینکڑوں محدثین کی روایات امام صاحب سے موجود ہیں جن میں اکثر وہ ائمہ حدیث و جبال علم ہیں جو اصحاب صحابہ تھے اور دوسرے بعد کے کبار محدثین کے شیوخ و اساتذہ حدیث ہیں۔

مشہور حافظ حدیث محمد بن یوسف صاحب شافعی (صاحب سیرۃ شامیہ کبریٰ) نے ”عقود الجمان فی مناقب الانعام“ میں امسانید امام کی اسانید اپنے زمانہ سے جامعین مسانید تک بیان کی ہیں، علامہ شعرانی نے بڑے فخر و سرت کے ساتھ بیان کیا کہ امام اعظم کی مسانید ششادھ کے صحیح نسخوں کی زیارت و مطالعہ سے مشرف ہوئے جن پر حفاظ حدیث کے تو شیقی و تختیت تھے، جن کی اسناد بہت عالی اور رجال سب ثقہ ہیں وغیرہ۔

غرض ان نقول سے ثابت ہوا کہ امام عظیم کی مسانید کی اہمیت تمام دوسری مسانید و تالیفات حدیث سے زیادہ رہی ہے اور ان کی اسناد کے اتصال و بیان اتصال کا بھی اکابر امت نے ہمیشہ اہتمام کیا ہے، حسب تصریح علامہ کوثریؒ امام صاحب کے مسانید کو محدثین سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے۔ (تائب) مسانید امام عظیم میں احادیث احکام کا بہترین ذخیرہ ہے جن کے روایۃ ثقہ اور فقهاء محدثین ہیں، اس تفصیل کے بعد ناظرین حیرت کریں گے کہ علامہ شیخ مرحوم نے ”سیرۃ النعمان“ میں محدث خوارزمی کی جامع المسانید کو امام صاحب کی طرف مجازاً منسوب کیا ہے حالانکہ عقود الجمان بھی ان کے مطالعہ میں رہی ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے، غالباً ان کو مغالطہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی جیتنے اللہ البالغہ سے ہوا جس میں طبقہ رابعہ کی کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مند خوازمی بھی تقریباً اسی طبقہ میں داخل ہے، ہمارا خیال ہے کہ یہ جملہ الحاقی ہے حضرت شاہ صاحبؒ نہیں ہے یا جامع المسانید کے مطالعہ کے بغیر لکھا ہو گا اور اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ بتان الحمد شیخ میں میں حضرت شاہ عبدالعزیز نے بھی اس کا پچھوڑ کر نہیں کیا، اگر اس کتاب کا کچھ تعارف اس وقت ہوا بھی ہو گا تو سنانا یا معمولی درجہ کا اور ناکافی یا غلط، علامہ شیخ نے اس پر یہ بھی اضافہ کر دیا کہ ”بعض مسانید کی ن اعتباری پر یہ بھی شہادت ہے کہ ان میں امام صاحب کی روایت بر اہ راست صحابہ سے درج ہوئی ہیں، حالانکہ امام صاحب کی روایت صحابہ پر اتفاق اور روایت میں اختلاف ہے اور علامہ ابن عبد البر مالکی جیسے اکابر نے بھی امام صاحب کی روایت عن الصحابی اپنی کتاب ”جامع البيان العلم وفضله“ باب فضل العلم ص ۲۵ ج ۱ میں نقل کی ہے۔ جو اہل علم میں بہترین معتمد و مستند کتاب بھی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ولادت ۹۳ھ وفات ۱۷۹ھ عمر ۸۶ سال

نام و نسب

مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمر و بن الحارث بن غیمان بن خثیل۔ (اصابہ)

حارث کا لقب ذو اصحاب تھا اس لئے امام مالک کو اسی بھی کہتے ہیں، آپ تن تابعین کے طبقہ میں ہیں، امام عظیم سے تقریباً ۲۳ سال چھوٹے تھے، کیونکہ امام صاحب کی ولادت اصح قول میں ۹۳ھ میں ہوئی ہے، کما حقہ الکوثریؒ۔

اس سے معلوم ہوا کہ صاحب مشکوٰۃ نے جو ”امکال“ میں امام مالک کو زماناً اور قدر امقدم کہا اور استاذ الائمه قرار دیا وہ خلاف واقعہ ہے، امام عظیم ان سے عمر میں بڑے، قدر و مرتبہ میں زیادہ اور وہی استاذ الائمه اور تابعی ہیں، امام مالک ان سے مستفید بلکہ حسب تحقیق علامہ ابن حجر کی (شارح مشکوٰۃ) وغیرہ امام عظیم کے تلمیذ ہیں۔

مشائخ و اساتذہ

زرقانی نے لکھا کہ امام مالک نے نوسو سے زائد شیوخ سے اخذ علم کیا ہے اور ابتداء عمر ہی سے حضرت نافع کے پاس جانے لگے تھے اور حدیث سنتے تھے چنانچہ موطاً میں بھی بڑی کثرت سے روایات ان ہی سے ہیں، نیز اصحاب الائمه میں سے مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کو قرار دیا گیا ہے، بلکہ اس کو سلسلۃ الذہب بھی کہا گیا ہے۔

ہارون رشید نے امام مالک سے کہا کہ ہم نے آپ کی کتاب میں حضرت علی و عباس کا ذکر نہیں دیکھا؟ فرمایا کہ وہ میرے شہر میں نہیں

۱۔ بعدینہ اسی طرح روایت امام ابوحنیفہ کی نافع عن ابن عمر موجود ہیں، ملاحظہ ہو عقود الجواہر المذکوہ جلد اول ص ۲۱۷ وغیرہ اور ابوحنیفہ عن عطاء عن ابن عباس ص ۲۵۱ ج اور مقدمہ عن ابن عباس ص ۲۱۸ ج اور عبد الکریم عن انس ص ۱۱۷ اور عن جابر عن علی ص ۱۵۰ ج اور غیرہ بکثرت روایات ہیں مگر امام صاحب کے ان سلسلوں کو سلسلۃ الذہب نہیں بتایا جاتا۔ واللہ المسمع ان والیہ المشکل۔

تھے اور نہ میں ان کے اصحاب سے مل سکتا (یہ فخر امام ابو حنیفہ کو حاصل ہے)

ابن فرجون نے کہا کہ امام مالک سلیمان بن یسیار کا قول اختیار کیا کرتے تھے اور سلیمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اختیار کرتے تھے تہذیب میں ابن معین سے مردی ہے کہ امام مالک جس سے بھی روایت کریں وہ ثقہ ہے سواء عبد الکریم کے۔

اعلام الموقعن میں ہے کہ دین، فقه اور علم امت میں اصحاب ابن مسعود، اصحاب زید بن ثابت، اصحاب عبداللہ بن عمر اور اصحاب ابن عباس کے ذریعہ پھیلا ہے، اہل اکثر لوگوں کا علم ان ہی چار اصحاب کے ماخوذ ہے، پھر اہل مدینہ کا علم اصحاب زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر سے، اہل مکہ کا اصحاب ابن عباس سے اور اہل عراق کا اصحاب ابن مسعود سے۔

امام اعظم شیوخ امام مالک ہیں

بعض روایات غلطی سے اس طرح روایت ہوئیں کہ ان سے کچھ حضرات نے یہ سمجھا کہ امام صاحب نے امام مالک سے روایت کی ہے، مثلاً مندا بن شاہین میں ایک روایت اسماعیل بن حماد عن ابی حنیفہ عن مالک روایت ہوئی جو درحقیقت حماد بن ابی حنیفہ عن مالک تھی، بلکہ حماد کو بھی اکابر میں سے شمار کیا گیا ہے اس خیال سے کہ ان کی وفات امام مالک سے تین سال قبل ہوئی ہے اور غالب یہ ہے کہ ان کی ولادت بھی امام مالک سے قبل ہوئی ہوگی (تائب الخطیب میں کوثری صاحب نے اس پر بحث کی ہے) ایک روایت ابو حنیفہ عن نافع تھی جس کے درمیان میں مالک کا واسطہ نہیں ہے لیکن اسی کو ابو حنیفہ عن مالک عن نافع سمجھا اور نقل کیا گیا، اسی لئے حافظ ابن حجر شارح بخاری نے فیصلہ کیا کہ امام ابو حنیفہ کی روایت امام مالک سے ثابت نہیں ہے، اور دارقطنی و خطیب نے جو دور روایتیں نقل کی ہیں ان دونوں کی سند میں کلام ہے اس کے علاوہ ابن ابی حاتم بن قدمہ جرج و تعلیل میں جو لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ امام مالک کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے وہ بھی غلط ہے جس کو ہم آگے لکھیں گے، دوسرے یہ کہ امام مالک نے موطا سے پہلے کوئی تایف نہیں کی اور یہ تایف بھی انہوں نے اواخر عہد منصور عباسی میں امام اعظم کی وفات کے بعد کی ہے، پھر یہ کہ امام مالک کے عروج و ارتفاع شان کا دوران کے ابتلاء ۱۲۷ھ کے بعد شروع ہوا ہے اور اس کے بعد ان کا اجتماع امام صاحب کے ساتھ ثابت نہیں ہے اور امام صاحب و امام مالک کی وفات کے درمیان ۲۹ سال کا فاصلہ ہے۔ (اقوام الممالک علامہ کوثری)

یہ تو غلط وغیر ثابت روایات کا نذر کرہ تھا، اس کے بعد صحیح واقعات پڑھئے۔

۱- امام شافعی نے کتاب الام ۳۲۸ ج ۷ میں فرمایا کہ میں نے دراوردی سے پوچھا کیا مدینہ میں کوئی اس کا قائل تھا کہ مہر بیع دینار سے کم نہ ہوتا چاہئے؟ کہا نہیں (والله مجھے معلوم نہیں کہ امام مالک سے قبل کوئی اس کا قائل ہوا ہو اور میرا خیال ہے کہ امام مالک نے اس کو امام ابو حنیفہ سے لیا ہوگا)۔

۲- علامہ مسعود بن شیبہ نے امام طحاوی کی کتاب اخبار اصحاب الامام سے نقل کیا کہ دراوردی نے امام مالک سے نافرما�ا کہ میرے پاس امام ابو حنیفہ کے فقہ سے ستر ہزار مسائل ہیں اور اسی کے مثل ایک روایت موفق ص ۹۶ ج ۱ میں ہے۔

۳- قاضی عیاض نے اوائل مدارک میں نقل کیا کہ لیث بن سعد نے فرمایا میں امام مالک سے مدینہ میں ملا اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں آپ اپنی پیشانی سے پیسہ پوچھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! امام ابو حنیفہ کے ساتھ بحث کرنے میں پیسہ آگیا، اے مصری! وہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔ ناقل کہتے ہیں کہ پھر میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ شخص (امام مالک) کیسی قدرو منزلت کے ساتھ آپ کی باتوں کو قبول کرتے ہیں، امام صاحب نے فرمایا میں نے ان سے زیادہ جلد صحیح جواب دینے والا پوری پرکھ والا نہیں دیکھا، امام صاحب نے امام مالک کی سمجھ، تفقہ اور ذکاوت کے ساتھ نقد تام یعنی حدیث کی پوری پرکھ اور پہچان کی بھی داد دی۔

اگر امام صاحب بقول حمیدی وغیرہ کے فن حدیث میں کامل نہیں تھے تو امام مالک جیسے مسلم امام حدیث کے علم حدیث کی داد کیوں نہ رکھے سکتے تھے اور امام مالک فقہی و حدیثی مسائل میں گھنٹوں بحث کر کے ان کے تفہیم کی تعریف کیے کرتے، کیا تفہیم بغیر حدیث ہی کے صاحب کو حاصل ہو گیا تھا؟ اور اگر تفہیم بغیر مطابقت حدیث کے تھا تو اس کی تعریف ایسا امام جلیل کیوں کرتا؟

۴- امام صمیری نے اپنی کتاب مناقب الامام میں ابن دراوردی سے نقل کیا کہ میں نے امام اعظم اور امام مالک کو مسجد رسول اللہ ﷺ میں دیکھا کہ عشاء کی نماز کے بعد سے مدارسہ و مذاکرہ شروع کیا تو صبح کی نماز تک اس میں مشغول رہے، جب کسی مسئلہ میں ایک شخص ان میں سے دوسرے کے قول سے مطمئن ہو جاتا تھا تو بے ناہل اس کو اختیار کر لیتا تھا کسی کو اپنی بات پر بے دلیل جمود نہیں ہوتا تھا نہ دوسرے کی حق بات کو قبول کرنے سے کوئی عار لاحق ہوتی تھی۔

۵- مناقب موفق ص ۲۳ ج ۲۳ میں بند صحیح اسماعیل بن الحنفی بن محمد سے نقل ہے کہ امام مالک بسا اوقات مسائل میں امام ابوحنیفہ کا قول معتبر سمجھتے تھے۔

۶- موفق ص ۲۳ ج ۲۳ میں محمد بن عمرو اور دی سے نقل کیا کہ امام مالک اکثر اوقات امام ابوحنیفہ کی رائے پر عمل کرتے تھے۔

۷- علامہ صمیری نے نقل کیا کہ ایک شخص نے امام مالک سے پوچھا جس کے پاس دو کپڑے ہوں جن میں ایک بغیر تعین کے پاک اور دوسرا ناپاک ہو تو نماز کس میں پڑھے، فرمایا کہ تحری کر کے ایک میں پڑھ لے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے کہا کہ امام ابوحنیفہ کی رائے تو یہ ہے کہ ہر ایک میں نماز پڑھے تو امام مالک نے فوراً اس سائل کو واپس بلا یا اور پھر مسئلہ وہی بتلا یا جو امام صاحب کی رائے تھی۔

۸- ابو العباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن ابی العوام نے جو اضافات اپنے دادا کی کتاب اخبار ابی حنیفہ پر کئے ہیں، امام شافعی عن الدر اور دی سے نقل کیا کہ امام مالک امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے، یہ کتاب مع اضافات مذکور مکتبہ ظاہریہ دمشق میں نمبر ۲۳ میں موجود ہے۔ (اقوم المسالک للکوثری)

امام مالک کے تلامذہ و اصحاب

بقول امام ذہبی و زرقانی بڑی کثرت امام مالک کے تلامذہ و اصحاب کی ہے اور رواۃ احادیث بھی بہت بڑی مقدار میں ہیں، بلکہ امام مالک سے ان کے بعض شیوخ نے بھی روایت کی ہے، مثلاً زہری، ابوالاسود، ایوب النصاری، ربیعہ، یحییٰ بن سعید النصاری، محمد بن ابی ذہب، ابن جریح، اعمش وغیرہ۔

امام احمد اور اصحاب صحابہ نے امام مالک سے روایت کے لئے اپنی اپنی صوابدید سے الگ الگ رواۃ اختیار کئے ہیں، مشہور اہل علم و فضل تلامذہ میں سے امام محمد، امام شافعی، عبد اللہ بن مبارک اور لیث بن سعد، شعبہ، سفیان ثوری، ابن جریح، ابن عینہ، یحییٰ القطان ابن مہدی وغیرہ ہیں۔ (مقدمہ اوجز ص ۱۸)

فضل و شرف، عادات و معمولات

امام مالک مدینہ منورہ میں جس مکان میں رہے، اپنا ذلتی مکان نہیں بتا اور مسجد نبوی میں نہست اس جگہ تھے جہاں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نہست کرتے تھے اور وہ وہی جگہ تھی جہاں حضور اکرم ﷺ کا اعتکاف کے وقت بستر مبارک بچھایا جاتا تھا، امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ میں مدت العمر کبھی کسی بے وقوف یا کوتاہ عقل والے کی صحبت میں نہیں بیٹھا، امام محمدؐ نے فرمایا کہ یہ امام مالک کی ایسی فدیت ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی، علماء کے لئے یہ بہت بڑی نعمت ہے

کیونکہ کم عقل لوگوں کی صحبت نور علم کوتاریک کر دیتی ہے اور تحقیق کی بلند چوٹی سے گرا کر تقلید کی پستی میں گردادیتی ہے جس کی وجہ سے علم کی نفاست میں خرابی و نقصان آ جاتا ہے۔ (بستان الحمد شیخ)

امام مالک میں طلب علم کی خواہش کے جذبات غیر معمولی طور پر ودیعت تھے، ظاہری سر ماہیہ کچھ نہ تھا، اس لئے مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے کتب وغیرہ خریدتے تھے، اسکے بعد دولت کا دروازہ کھل گیا اور کثرت سے مال و دولت خود بخود آنی شروع ہو گئی (غالباً یہ جدی مکان ہوگا) حافظہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا، فرماتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ کر لیا اس کو پھر بھی نہیں بھولا علامہ زرقانی نے لکھا کہ امام مالک نے ۷۰ءے اسال کی عمر میں درس دینا شروع کر دیا اور آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک لاکھ احادیث لکھیں، جب آپ فتن ہوئے تو آپ کے گھر سے بہت سے صندوق احادیث کے برآمد ہوئے، جن میں سے سات صرف ابن شہاب کی حدیث کے تھے اور آپ کا حلقة درس آپ کے مشائخ کے حلقوں سے بھی بڑا ہوا گیا تھا، لوگ ان کے دروازہ پر حدیث و فقہ حاصل کرنے کے واسطے اسی طرح جمع ہوتے تھے جیسے بادشاہوں کے محلات پر جمع ہوتے ہیں، آپ ایک دربان بھی رکھتے تھے جو پہلے خواص کو اندر جانے دیتا تھا پھر عوام کو۔

ایک روایت ہے کہ اندر سے ایک جاریہ (باندی) آ کر دریافت کرتی کہ آپ لوگ حدیث کے لئے آئے ہیں یا مسائل کے لئے؟ اگر کہتے کہ مسائل کے لئے تو فوراً بناہ آتے اور فتویٰ دیتے تھے، اگر کہتے حدیث کے لئے تو کہلا دیتے کہ توقف کریں اور غسل کر کے نئے کپڑے پہننے، عمامہ باندھتے، یا لمبی ٹوپی اوڑھتے، خوشبو لگاتے، پھر ادب سے بیٹھ کر حدیث سناتے اور تعظیم حدیث کے لئے پوری مجلس عود سے مہکتی رہتی تھی، تین دن میں ایک بار بیت الخلاء جاتے اور فرماتے کہ مجھے بار بار جاتے شرم آتی ہے، تمام عمر قضا، حاجت کے لئے مدینہ طیبہ کے حرم سے باہر تشریف لے جاتے تھے بجز بیماری وغیرہ کے، سر پر بڑا رومال ڈالتے تھے کہ نہ کوئی ان کو دیکھنے وہ رسول کو دیکھیں (ہمارے حضرت شاہ صاحب کے بارے میں لوگوں نے بیان کیا کہ وہ میں قیام مدرسہ امینیہ کے زمانہ میں جب بازار میں نکلتے تھے تو سر پر رومال ڈالتے تھے کہ چہرہ پر بھی اس کا کچھ حصہ بطور نقاب آ جاتا تھا، غالباً اسی مصلحت مذکورہ سے ہوگا)

امام مالک ایسی جگہ کھانے پینے سے بھی احتراز کرتے تھے جہاں لوگوں کی نظریں پڑیں، کسی نے پوچھا، کیسی صبح آپ نے کی؟ فرمایا ایسی عمر میں جو کم ہو رہی ہے اور ایسے گناہوں میں جوزیا دہ ہو رہے ہیں۔

باوجود ضعف و کبر سی بھی مدینہ طیبہ میں کبھی سوار ہو کر نہیں چلتے تھے کہ جس ارض مقدس کے اندر جسم مبارک رسول اللہ ﷺ ہوا س کے اوپر سوار ہو کر چلنا خلاف ادب جانتے تھے۔

ما وحیں امام مالک

ابن مہدی کا قول ہے کہ سفیان ثوری امام حدیث تھے، امام سنت نہ تھے، امام اوزاعی امام سنت تھے، امام حدیث نہ تھے، لیکن امام مالک دونوں کے امام ہیں، ابن صلاح نے اس کی وضاحت کی کہ سنت سے یہاں ضد بدعت مراد ہے کیونکہ بعد لوگ عالم بالحدیث تو ہوتے ہیں مگر عالم بالسنۃ نہیں ہوتے۔

امام عظیم نے فرمایا کہ میں نے امام مالک سے زیادہ جلد صحیح جواب دینے والا اور اچھی پرکھ والانہیں دیکھا، امام شافعی نے فرمایا کہ امام مالک بعد تابعین کے خدا کی جھت تھے اس کی مخلوق پر۔ (تہذیب ص ۸ ج ۱۰)

امام بخاری سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ صحیح سند کوئی ہے تو فرمایا مالک عن نافع عن ابن عمر (تہذیب ص ۶ ج ۱۰) پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ امام عظیم سے بھی یہ اسحاق الاسانید مروی ہے اگرچہ امام بخاری وغیرہ نے اس کو نہیں بتلایا۔

امام سیجی القطان اور امام سیجی بن معین نے فرمایا کہ امام مالک امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، احقیق بن ابراہیم کہتے تھے کہ جب ثوری، مالک اور اوزاعی ایک امر پر متفق ہو جائیں تو وہی سنت ہے اگرچہ اس میں نص صریح نہ ہو، امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ امام مالک سے بغضہ رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ بدعتی ہے، مصعب الزیری کا قول ہے کہ امام مالک ثقة، مامون، ثبت، عالم فقیر جست ورع ہیں، ابن عینہ اور عبد الرزاق کا قول ہے کہ حدیث ابو ہریرہ کے مصدق اپنے زمانہ میں امام مالک ہیں۔

تالیقات: امام مالک کی مشہور و مقبول ترین کتاب تو موطا ہی ہے، لیکن اس کے سوانح کے بہت سے رسائل ہیں جن کی تفصیل مقدمہ او جز المساک میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے کی ہے، ابن الہیاب نے ذکر کیا کہ امام مالک نے ایک لاکھ احادیث روایت کی تھیں، ان میں سے دس ہزار منتخب کر کے موطا میں درج کیں پھر برابران کو کتاب و سنت اور آثار و اخبار صحابہ پر پیش کرتے رہے یہاں تک کہ وہ کم ہو کر پانچ سو ۵۰۰ رہ گئیں، علامہ کیا الہر اسی نے اپنی تعلیق اصول میں کہا موطا مالک میں ۹ ہزار احادیث تھیں پھر کم ہوتے ہوتے سات سو ۰۰۰ رہ گئیں، علامہ ابو بکر ابہری نے کہا کہ موطا میں کل آثار نبی اکرم ﷺ اور صحابہ و تابعین کے ایک ہزار سات سو بیس ۲۰۱۸ء میں مند ۶ سو ہیں، محدث ابو نعیم نے خلیفہ میں لکھا کہ ابو خلید نے کہا میں امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا، موطا چار روز میں پڑھا امام مالک نے فرمایا وہ علم جس کو ایک شیخ نے سانحہ سال میں جمع کیا تھا تم نے اس کو چار دن میں حاصل کر لیا، تم لوگ کبھی فقیر نہ بن سکو گے امام مالک سے ان کے زمانہ میں ہی تقریباً ایک ہزار لوگوں نے موطا کو سن کر جمع کیا تھا اور فقهاء، محدثین، صوفیا، امراء اور خلفاء نے تم کا بھی آپ سے موطا کی سند حاصل کی، موطا کا سب سے مشہور نسخہ مصہودی انہی کا ہے اور فقه و حدیث و آثار کی جمع و ترتیب کے اعتبار سے امام محمد کا موطا سب سے زیادہ اہم و اعظم ہے، موطا امام مالک کی شروع بڑی کثرت سے لکھی گئیں، ان کی تفصیل شیخ الحدیث نے مقدمہ او جز میں کی ہے۔

بعض اقوال و کلمات امام مالک

امام مالک اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے جو علم و حکمت سے پراور ایک حدیث نبوی کا مضمون ادا کرتا ہے۔

(وَخِيرُ امْوَالِ الدِّينِ مَا كَانَ سَنَةً وَشَرُّ الامْوَالِ الْمُحْدَثَاتُ الْبَدَائِعُ

یعنی دین کا بہتر کام وہ ہے جو طریقہ رسول اکرم ﷺ کے مطابق ہو اور بدترین وہ ہے جو سنت کے خلاف اور نئی نئی بدعتیں تراش لی جائیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ علم کثرت روایت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں ڈال دیتا ہے، امام اعظم پر قلت روایت کا طعن کرنے والے ذرائع مقولہ امام مالک پر غور کریں۔

ایک دفعہ کسی نے طلب علم کے بارے میں کچھ پوچھا، فرمایا طلب علم اچھی چیز ہے مگر انسان کو زیادہ اس امر کا خیال کرنا چاہئے کہ صبح سے شام تک جو امور واجبہ ہیں، ان پر مضبوطی سے اور استقلال کے ساتھ عمل کتنا کیا ہے، ایک مرتبہ فرمایا کہ عالم کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ علمی مسائل کو ایسے لوگوں کے سامنے بیان کرے جو ان کو سمجھنے سے قادر ہوں کیونکہ اس سے علم کی اہانت و ذلت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص ۶ ماہ کی مسافت طے کر کے امام مالک کی خدمت میں پہنچا اور ایک مسئلہ دریافت کیا، آپ نے بے تکلف فرمادیا کہ مجھے اس کا جواب اچھی طرح معلوم نہیں وہ جیران ہو کر کہنے لگا کہ اچھا! میں اپنے شہروالوں سے کیا کہوں؟ فرمایا! کہہ دینا کے مالک نے اپنی علمی کا اقرار کیا ہے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ بے کار اور غلط باتوں کے پاس پھٹکنا بردادی ہے، غلط بات زبان پر لانا سچائی سے دوری کی نیاد ہے، اگر انسان کا دین بگڑنے لگے تو دنیا کتنی بھی زیادہ ہو بیکار ہے، یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ علم ائمہ اور گھنے گا بڑھے گا نہیں اور ہمیشہ نزول کتب سماویہ اور بعثت انبیاء علیہم السلام کے بعد گھٹا ہی کرتا ہے۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو وزیر جعفر بر بھی کو آپ کے پاس بھیجا کہ سلام پہنچائے اور خواہش کی کہ موطا لا کر مجھے سنادیں آپ نے فرمایا کہ خلیفہ سے بعد سلام کہدیا کہ علم کسی کے پاس نہیں جاتا بلکہ لوگ اسی کے پاس آتے ہیں، جعفر نے پیغام پہنچا دیا پھر امام مالک[ؓ] بھی خلیفہ سے ملے تو خلیفہ نے شکایت کی کہ آپ نے میرا حکم رد کر دیا، امام مالک نے اول تو سند کے ساتھ روایت سنائی کے زید فرماتے ہیں نزول وحی کے وقت سرکار دو عالم علی اللہ علیہ السلام کا زانوئے مبارک میرے زانو پر تھا، صرف کلمتہ غیر اولیٰ الضرر نازل ہوا تاکہ اس کے وزن سے میرا زانو چور چور ہو جانے کے قریب ہو گیا تھا، پھر فرمایا کہ علوم بیوت پچاس ہزار سال کی مسافت سے ہم تک پہنچے ہیں ہمیں بھی ان کی تعظیم و توقیر کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت و بادشاہت دی ہے، اگر آپ ہی ان علوم کی قدر نہ کریں گے تو خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عزت بر بادنہ کر دے، یہ سن کر خلیفہ اٹھا اور موطا سننے کے لئے امام کے ساتھ ہو گیا، یہ بھی ایک روایت ہے کہ اس موقع پر خلیفہ نے اپنے صاحزوں کو بھی ساتھ لیا تاکہ وہ بھی موطا سنیں، امام مالک نے اس کو اپنی مند پر بٹھایا لیکن جس وقت موطا پڑھنے کا وقت آیا تو خلیفہ نے کہا کہ آپ ہی مجھے پڑھ کر سنائیے، امام نے فرمایا کہ میں خود پڑھ کر سنانا چھوڑ چکا ہوں، دوسرے پڑھتے ہیں اور میں سنتا ہوں خلیفہ نے کہا اچھا! میں خود سناتا ہوں مگر اور سب لوگوں کو آپ باہر کر دیجئے! فرمایا کہ علم کی خاصیت یہ ہے کہ اگر خاص لوگوں کی رعایت سے عام لوگوں کو محروم کیا جائے تو پھر خواص کو بھی اس سے نفع نہیں ہوتا، اس کے بعد آپ نے معن بن عیسیٰ کو حکم دیا کہ وہ قرأت کریں اور جب قرأت شروع ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! اس شہر میں اہل علم کا یہ دستور ہے کہ وہ علم کے لئے تواضع کرنا پسند کرتے ہیں، خلیفہ ہارون رشید یہ سن کر مند سے اتر کر سامنے آبیٹھا اور موطا سننے لگا۔

امام مالک کا ابتلاء ۱۲۶ھ

والی مدینہ جعفر بن سلیمان سے کسی نے شکایت کر دی کہ امام مالک آپ لوگوں کی بیعت کو صحیح نہیں سمجھتے تو اس پر جعفر کو سخت غصہ آیا اور امام مالک کو بلوا کر کوڑے لگوائے، ان کو کھنچا گیا اور دونوں ہاتھ کھنچوا کر موٹھے اتر وادیے، ان سب باتوں سے امام صاحب کی عزت و وقت بہت بڑھ گئی اور شہرت دور دراز تک پہنچ گئی، بعض کہتے ہیں کہ تقدیم عثمان، علی پر وجہ ابتلا ہوئی، بعض نے طلاق مکرہ کا مسئلہ بیان کیا کہ امام صاحب اس کو درست نہ کہتے تھے۔

یہ ابتلاء غالباً ۱۲۶ھ کا ہے اس کے بعد جب خلیفہ منصور حج کے لئے حر میں حاضر ہوا تو امام مالک کا قصاص جعفر بن سلیمان سے لینا چاہا، یعنی سزا دینی چاہی مگر امام مالک[ؓ] نے روک دیا اور فرمایا خدا کی پناہ! ایسا نہیں ہو سکتا، واللہ! جب بھی مجھ پر کوڑا پڑتا تو میں اس کو اسی وقت حلال و جائز کر دیتا تھا بسبب جعفر کی قرابت رسول اکرم علیہ السلام کے، در اور وی کہتے ہیں کہ میں اس وقت موجود تھا جب کوڑے مارے جاتے تھے تو امام صاحب فرماتے تھے، اے اللہ! ان کو بخشن دے وہ مجھ نہیں جانتے، یہ بھی نقل ہے کہ جب آپ کوڑوں کی ضرب سے بیہوش ہو گئے اور گھر پر لائے گئے تو ہوش میں آتے ہی فرمایا کہ تم سب گواہ رہو کہ میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کر دیا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة الابد۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ولادت ۱۵۴ھ، وفات ۲۰۳ھ عمر ۵۲ سال

اسم و نسب

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع، قریشی، آس حضرت علیہ السلام کے جدا علی عبد مناف میں آپ کا نائب مل جاتا ہے، بیت المقدس سے دو مرحلہ پر ایک مقام غزہ یا عسقلان میں آپ کی ولادت ہوئی، دو سال کی عمر میں آپ کے والدین آپ کے ساتھ مکہ معظل

آگئے تھے نہایت تنگدستی میں آپ کی پرورش ہوئی یہاں تک کہ علمی یادداشتوں کے لئے کاغذ میرنہ ہوتا توہذیوں پر لکھ لیتے تھے۔

تحصیل علم

آپ کی ابتدائی عمر ادب، تاریخ و شعروغیرہ کی تحصیل میں گذری، ایک مرتبہ منی میں تھے کہ پشت کی طرف سے آواز منی علیک بالفقہ یعنی فقہ سیکھو، اس کے علاوہ مسُم بن خالد زنجی نے بھی آپ کی فہم و ذکاوت اور حسن استعداد کا اندازہ کر کے ترغیب دی کہ علم فقد حاصل کریں چنانچہ اولاً ان ہی کی شاگردی اختیار کی، پھر امام مالک کی خدمت میں پہنچے اس وقت موطاً حفظ کر چکے تھے اور عمر صرف ۱۳ سال تھی، امام مالک کے سامنے موطاً کی قرأت زبانی کی، امام مالک کو تعجب ہوا اور قرأت پسند کی اور فرمایا، تم تقویٰ کو اپنا شاعر بنانا، ایک زمانہ آیا گا کہ تم ہر چیز پر شخص ہو گے، یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں ایک نور و دیعت کیا ہے، معصیت سے اس کو ضائع نہ کرنا، امام شافعی امام مالک کے پاس صرف آٹھ ماہ رہے جیسا کہ تانیب ص ۱۸۲ میں ہے۔

امام محمد و امام شافعی کا تلمذ امام مالک سے

امام محمد (استاد امام شافعی) امام مالک کی خدمت میں تین سال سے زیادہ رہے، اسی لئے قاضی ابو عاصم محمد بن احمد عامری نے اپنی مبسوط میں (جو مبسوط سرخی کی طرح، تیس جلدیوں میں ہے، یہ عامری شیوخ سرخی کے طبقہ میں تھے) لکھا ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی نے امام محمد سے سوال کیا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک میں سے آپ کے نزدیک کون زیادہ اعلم ہے؟ فرمایا امام محمد نے کہا کس اعتبار سے؟ کہا علم کتاب اللہ کے اعتبار سے فرمایا، ابوحنیفہ، پھر پوچھا علم سنت کے اعتبار سے؟ فرمایا امام ابوحنیفہ معانی حدیث کے زیادہ عالم تھے اور امام مالک الفاظ حدیث کی بصیرت زیادہ رکھتے تھے، پوچھا اقوال صحابہ کا علم کس کے پاس زیادہ تھا؟ تو اس پر امام محمد نے دکھلانے کے لئے امام اعظم کی کتاب "اختلاف الصحابة" طلب کی انج (پورا واقعہ حسب روایت عامری)، واقعہ بظاہر صحیح ہے کہ جس کوالت پلٹ کر اور منسخ و تحریف کر کے جھوٹے روایت کی روایت سے خطیب وغیرہ نے کچھ سے پوچھ کر دیا جو روایت و درایت کی رو سے مغالطہ آمیزی کا اعلیٰ شاہکار ہے، علامہ کوثری نے تانیب، بلوغ الامانی اور احقاق الحق بابطل الباطل فی مغیث الخلق میں ان غلط روایات کی پوری طرح تردید کر دی ہے، امام محمد رحمہ اللہ کے حالات میں ہم بھی کچھ بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

امام شافعی کا پہلا سفر عراق

امام شافعی مدینہ طیبہ سے مکہ معلّمه پہنچے اور وہاں محدث شہیر سفیان بن عینہ (تمیذ امام اعظم فی الحدیث) سے حدیث حاصل کی، اس کے بعد یمن چلے گئے اور وہاں فکر معاش کی وجہ سے علمی مشاغل سے ہٹ کر بعض ولادہ و حکام کے یہاں کچھ کام انجام دے کر روزی حاصل کرتے رہے، علامہ ابن عماد غبلی حافظ ابن عبد البر سے امام شافعی کے تذکرہ میں نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی وہاں سے علوی خاندان کے نو اشخاص کے ساتھ گرفتار ہو کر بغداد آئے، ہارون رشید اس وقت رقه میں تھا، اس لئے یہ لوگ بغداد سے رقد آئے اور خلیفہ کے سامنے پیش ہوئے، وہاں رقد کے قاضی امام محمد موجود تھے جو امام شافعی کے محبت تھے، جب ان کو معلوم ہوا کہ امام شافعی ہارون رشید کی خلافت پر طعن کرنے کے الزام میں گرفتار ہو کر آئے ہیں تو وہ بہت بے چین ہوئے اور امام شافعی کو بچانے کی فکر میں لگے رہے، پیشی کے بعد اور لوگ تو قتل کر دیئے گئے ایک علوی نوجوان اور امام شافعی نجی گئے، اس نوجوان نے الزام سے برأت ظاہر کی مگر مسوع نہ ہوئی وہ بھی قتل کر دیا گیا، پھر خلیفہ نے امام شافعی سے سوالات کئے اور اس وقت امام محمد بھی دربار میں پہنچ گئے تھے، امام شافعی نے کہا میں تو علوی ہی نہیں ہوں زبردستی ان لوگوں کے

ساتھ گرفتار کر کے لایا گیا ہوں، میں بنی عبدالمطلب سے ہوں اور اسی کے ساتھ کچھ علم سے بھی تعلق ہے، آپ کے یہ قاضی صاحب بھی ان سب باتوں سے واقف ہیں، ہارون رشید نے کہا اچھا آپ محمد بن ادریس ہیں؟ امام نے کہا جی ہاں؟ پھر خلیفہ نے امام محمد سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا واقعی اسی طرح ہے جس طرح یہ کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا پیشک ایسا ہی ہے اور علم میں ان کا پایہ بہت بلند ہے جو شکایت ان کی کی گئی ہے وہ ان کی شان سے بعيد ہے، خلیفہ نے کہا اچھا تو آپ ان کو اپنے ساتھ لے جائیے! میں ان کے معاملہ میں غور کروں گا۔

”خود امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام محمد مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے اور اس طرح وہی میری گلوخانی کا سبب ہوئے، گویا امام محمد کا یہ سب سے پہلا اور بڑا احسان نہ صرف امام شافعی پر بلکہ ان کے سارے متبوعین الی یوم القیامۃ پر ہے کہ امام شافعی کی جان بچائی۔

رحلت مکذوبہ امام شافعی

مگر افسوس ہے کہ متبوعین میں آبری اور محمد یث نیہنی وغیرہ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اس احسان عظیم کی مكافات میں ایک رحلت مکذوبہ اپنی کتابوں میں نقل کی پھر امام رازی نے بھی مناقب شافعی میں اس کو نقل کر کے اور آگے چلتا کیا اور آج تک اس کو نقل کرنے والے اور بہت سے غیر محقق مزاج ہو گئے ہیں۔

تحقیق حافظ ابن حجر

چنانچہ حافظ ابن حجر نے توالی الاما میں بمعاہلی ابن ادریس ص ۱۷ میں لکھا کہ اس رحلت مکذوبہ کو آبری اور نیہنی وغیرہ نے مطول و مختصر نقل کیا اور امام رازی نے بھی اسی کو چلتا کر دیا، حالانکہ اس کی کوئی معتمد سنہ نہیں ہے اور وہ جھوٹی ہے اکثر حصہ اس کا موضوع اور کچھ حصے دوسری روایات کے مکمل ہے جمع کر کے جوڑ دیئے گئے ہیں، اور سب سے زیادہ واضح جھوٹ اس میں یہ ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے ہارون رشید کو امام شافعی کے قتل پر آمادہ کیا اور اس کا بطلان دو وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ امام شافعی جس وقت بغداد آئے تو اس وقت امام ابو یوسف موجود ہی نے تھے کیونکہ ان کا انتقال ۱۸۲ھ میں ہو چکا تھا، اور امام شافعی پہلی بار ۱۸۳ھ میں اس سے دو سال بعد وہاں پہنچے ہیں، دوسرے یہ کہ وہ دونوں اس امر سے بہت برگزیدہ تھے کہ کسی بے گناہ مسلمان کے قتل کے لئے سعی کریں، ان کا منصب عالی اور جلالت قدر اور جو کچھ ان کے دین و تقویٰ کے بارے میں مشہور ہے وہ ایسے امور کے قطعاً منافي ہے۔

امام شافعی کا امام محمد سے تعلق و تلمذ

امام شافعی کی ملاقات اس پہنچ پر امام محمد سے ضرور ہوئی ہے اور وہ ان کو پہلے سے بھی جائز سے جانتے تھے اور انہوں نے امام محمد سے علم حاصل کیا بلکہ ان کی خدمت میں رہ پڑے تھے، نیز حافظ ابن حجر نے ساجی کی ایک دوسری روایت کی بھی تزوید کی اور کہا کہ یہ بھی بے سنہ بات ہے کیونکہ امام محمد نے امام شافعی کے ساتھ ہمیشہ لطف و محبت اور مساعدت کا معاملہ کیا ہے اور اسی لئے امام شافعی سے بھی انہم میں سے کسی امام کے حق میں اتنی شنا و مدح منقول نہیں ہے جس قدر امام محمد کے بارے میں ہے (واقعی وہ ایسی تعریف کے مستحق بھی تھے) اور یہ خود بڑی تکذیب جھوٹ گھڑنے والوں کیلئے ہے: نس تردید نہیں کی جاسکتی۔

معدرت

رقم الحروف معدرات خواہ ہے کہ ایسے امور کے بیان میں خاص طور سے اطباب و طویل کوتر جمع دی ہے جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اردو میں ان بزرگوں کے حالات لکھنے والے ہمارے خفی علماء نے بھی ضرورت سے زیادہ اختصار سے کام لیا ہے اور ایسے اہم واقعات کا

ذکر تک نہیں کیا، ان کی تتفق الحجج وغیرہ تو کیا کرتے اسی لئے ہمارے اکابر کا صحیح اور کامل تعارف بہت کم سامنے آیا اور دوسرا طرف حاسدین و معاندین برابر ایسی ہی بے سند جھوٹی باتوں کا پروپیگنڈا کر کے عوام و خواص کو اکابر احتفے سے بذلن کرتے رہے، ہمارا مج نظر یہ ہے کہ صحیح واقعات و حالات کے تمام گوشے یک جا ہو کر ضرور سامنے ہو جائیں، و بیدہ التوفیق۔ خدا تعالیٰ جزائے خیر دے، علامہ کوثری کو کہ ان کی وجہ سے ہمیں ایسے تاریخی حقائق کے بیان میں بڑی مدد جاتی ہے۔

حاسدین و معاندین کے کارنامے

رحلة مکدوہہ مذکورہ بالا کے ساتھ دونوں مذاہب کے بدخواہوں نے اختلاف و تعصب کو ہوادینے کے لئے دوسری حاشیہ آرائیاں بھی کیں، مثلاً کہا گیا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد امام شافعی پر حسد کرتے تھے حالانکہ امام شافعی اس زمانہ میں طالب علم کی حیثیت میں تھے اس وقت ان میں کوئی خاص فضل و امتیاز قابل حسد نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ امام شافعی نے جو موطا امام مالک سے روایت کیا تھا اس کا تدوین اول بھی اور موطاوں کی طرح نہ ہوا، کیونکہ وہ ان کی ابتدائی دور کی چیزیں اور وہ مدینہ سے مکہ، ہو کر یمن چلے گئے تھے، جہاں عرصہ تک وہ علمی زندگی سے الگ رہے۔

دوسرے اگر امام شافعی اس وقت بھی محسود ہو گئے تھے تو وہ اپنے حاسد امام محمد ہی کا کیوں دامن پکڑتے ان سے ہی علم حاصل کرتے باقاعدہ تکمیل نہیں اور اپنی کتابوں میں بھی ان سے روایت کرتے اور ہمیشہ بقول حافظ ابن حجر عسکری ان کی تعریف بھی سب سے زیادہ کرتے، امام محمد کی خدمت میں رہنے کے زمانہ میں امام شافعی اس طرح رہتے تھے کہ راحة القلوب میں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء نے حضرت زبدۃ العافرین خواجہ فرید الدین گنج کا قول ذکر کیا ہے کہ امام عظیم کی توشان ہی بہت بلند ہے ان کے شاگرد امام محمد کا وہ درجہ تھا کہ جب وہ سوار ہو کر کہیں جاتے تھے تو امام شافعی ان کی رکاب کے ساتھ پیدل چلتے تھے اور فرمایا کہ اسی سے دونوں مذاہب میں فرق کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے، انہی ملخصاً۔ (حدائق الحفیہ ص ۱۰۲)

پھر یہ بھی ہر دوست دشن امام محمد کے حالات پڑھ کر جانتا ہے کہ اہل علم میں سے وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے والے تھے چنانچہ طالبی کے اُن کامشہور واقعہ اس کے لئے کافی ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کے دفور جذبات غنیظ و غصب کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے امام محمد نے اس کے امان کی آخر تک تائید کی جب کہ دوسرے علماء نے مذاہبت کی، یہ واقعہ امام محمد کے حالات میں لکھا جائے گا، علامہ کوثری نے اس موقع پر لکھا ہے کہ محدث بنیہن کا تعصب تو معرفتہ السنن سے بھی معلوم تھا کہ امام طحاوی پر بے بنیاد اتزامات لگائے گئے بلکہ اپنے معاہب ان کی طرف منسوب کئے مگر یہ خیال نہ تھا کہ وہ جھوٹے واقعات بلوی ایسے کذاب راویوں سے امام ابو یوسف و امام محمد ایسے جلیل القدر ائمہ پر بھی نقل کر دیں گے، اور اس امر کی بھی پرواہ نہ کریں گے کہ صحیح تاریخ کی روشنی میں اس قسم کا جھوٹ پیروں پرند چل سکے گا تو کتنی فضیحت ہو گی، چنانچہ بنیہن پر اعتماد کر کے امام الحرمین جوئی، ابو حامد طوی اور فخر الدین رازی جیسے حضرات بھی دھوکہ میں پڑ گئے جو خود تبغیح و تھیج روایات نہ کر سکتے تھے اور ان واقعات کو صحیح سمجھ کر نہ صرف ان حضرات نے ان کو نقل کیا بلکہ دوسرے معاملات میں بھی جذبات غصب سے مجبور ہو کر بے انصافی پر اتر آئے جوان کی شان کے مناسب نہ تھی، ملاحظہ ہوا امام الحرمین کی مشہور کتاب "مغیث الخلق"، جس کا جواب علامہ کوثری نے "احقاق الحق بابطل الباطل فی مغیث الخلق" لکھا اور سبط ابن الجوزی نے الانتصار والتریح للحمدہ ہب اصحیح، لکھی۔ ارادہ ہے کہ ان مفید و نادر کتابوں کے ترجم "ادارہ ناشر العلوم" سے شائع کئے جائیں گے۔ و ما تو فیقنا الا بالله العلی العظیم۔

غرض امام شافعی کی طرف منسوب ایک رحلة مکدوہہ تو تھی جس کی تردید حافظ ابن حجر سے آپ پڑھ چکے ہیں اور ان سے پہلے علامہ ابن تیمیہ نے منہاج میں اور ان سے پہلے مسعود بن شیبہ نے کتاب التعلیم میں بھی تردید کی تھی کیونکہ بلوی مشہور کذاب تھا۔

دوسری رحلت مکذوبہ

دوسری رحلت مکذوبہ ہندو مصر میں حاصل ہیں و معاندین احتف کی سعی سے مند شافعی کے ساتھ شائع کی گئی بلکہ اس کو دلچسپ قصہ کے طور پر مرتب کر کے الگ بھی خوب شائع کیا گیا اور بلا وجہ علامہ سیوطی و شعرانی کی طرف بھی اس کو منسوب کر دیا گیا تا کہ زیادہ روایج ہو اور طبع مصر میں تو یہ بھی کہ دیا گیا کہ امام شافعی کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی یہ رحلت دستیاب ہوئی ہے، بعض لوگوں نے یہ بھی دعویٰ کر دیا کہ امام شافعی ۱۲۳ھ میں مدینہ سے عراق چلے گئے تھے تا کہ امام ابو یوسف و امام محمد دونوں سے ملاقات ثابت ہو جائے اور پہلی سب اکذوبات صحیح بھی جائیں، یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس تاکہ امام شافعی نے ان دونوں سے مناظرے کئے اور امام محمد کی چوری سے ان کے خاص کتب خانہ سے امام اعظم کی کتاب الاوسط لے کر ایک رات میں ساری حفظ کر لی اور پھر امام محمد اس سے کوئی چیز نقل کرتے تو اس کی تغطیط بھی کرنے لئے اور امام محمد اپنی کتاب میں امام شافعی کو دینے میں بھی بخل کرنے لگے، پھر امام شافعی بلاد فارس گئے، بعض لوگوں نے لکھا کہ امام شافعی اے ۱۴۷ھ میں وہاں سے واپس ہو کر پھر بغداد آئے اور کتاب الزعفرانی تالیف کی، حالانکہ اس وقت زعفرانی کی ولادت بھی نہ ہوئی تھی، چہ جائیکہ اس کے نام پر امام شافعی کتاب لکھتے۔ وغیرہ وغیرہ۔

غرض یہ سب واقعات بے بنیاد اور خود حافظ ابن حجر کی تصریح سے کہ امام شافعی ۱۸۲ھ سے پہلے بغداد پہنچ ہی نہیں، یہ سارے اکذوبات حرف غلط کی طرح ختم ہو جاتے ہیں۔ (بلوغ الامانی ص ۲۸ تا ص ۳۵)

افسوس ہے کہ ہمارے بعض محترم عاصرین نے بھی امام شافعی کے ذکر میں مدینہ طیبہ کے بعد عراق کے سفر کا ذکر بے تحقیق کر دیا ہے اور پھر اس چیز کا بھی ذکر تک نہیں کیا کہ عراق پہنچ کر امام شافعی نے امام محمد کے پاس برسوں رہ کر وہ علوم حاصل کئے جن سے وہ امام مجتهد بنے کیونکہ ان کی ساری ممتاز علمی زندگی کا دور امام محمد کی خدمت میں رہنے کے بعد ہی سے شروع ہوتا ہے ۱۸۷ھ سے قبل کی زندگی علمی اعتبار سے قابل ذکر نہیں ہے۔

امام شافعی امام محمد کی خدمت میں

غرض امام شافعی اس الزام سے بری ہو کر جس میں گرفتار ہو کر یمن سے بغداد آئے تھے، امام محمد ہی کی خدمت میں رہ کر علم فقد وغیرہ کی تحصیل کرتے رہے، تقریباً ساٹھ دینا صرف کر کے امام محمد کی تصنیفات نقل کرائیں اور خود بھی نقل کی ہوں گی، امام محمد سے ایک بخوبی اوثک کی بوجھ کے برابر کتابوں کا علم حاصل کیا جو امام شافعی نے ان سے تنہا پڑھیں یعنی دوسرے تلامذہ کے ساتھ جو کچھ علم حاصل کیا وہ اس کے سوا ہے اور اس کے بعد ان کی قدر و منزلت بڑھنی شروع ہو گئی۔

امام محمد کی خصوصی توجہات

امام شافعی نے ابتداء میں جب کتابیں نقل کر رہے تھے اور ایک دفعہ کتابیں دینے میں امام محمد صاحبؐ نے کچھ دریکی تو امام محمد کو چار شعر لکھ کر بھیج، جن کا مفہوم یہ تھا کہ اس شخص کو جس کو دیکھنے والوں نے اس کا مثل نہیں دیکھا اور جس نے اس کو دیکھا اس نے گویا اس سے پہلے کے (استاذ و امام) کو بھی دیکھ لیا، میرا پیغام پہنچاؤ کہ علم اہل علم کو اس امر سے روکتا ہے کہ وہ مستحقین علم سے روکا جائے کیونکہ امید یہی ہے کہ وہ مستحق علم بھی آگے کے مستحق علم ہی کو مستفید کرے گا۔

ابن جوزی نے منتظم میں نقل کیا کہ امام محمد ان اشعار کو پڑھ کراتے مسرور و ممتاز ہوئے کہ مطلوبہ کتابیں عاریتا نہیں بلکہ فوراً ہی بطور ہدیہ امام شافعی کے پاس بھیج دیں، اس واقعہ کو مع ابیات کے ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں اور صیری وغیرہ نے بھی مع سند کے نقل کیا ہے اس سے اندازہ کیا جائے کہ امام شافعی جیسے جلیل القدر امام بطور خوشامد جھوٹی تعریف تو نہیں کر سکتے تھے اور وہ امام مالک، امام وکیع،

سفیان بن عینہ جیسے جبال علم حدیث و فتنہ کو دیکھنے کے تھے پھر بھی اعتراف کیا کہ انہوں نے امام محمد جیسا نہیں دیکھا اور امام محمد ابی کے علم و فضل سے امام اعظم ابوحنیفہ کے فضل و امتیاز کا بھی اندازہ لگالیا اور بر ملا اس کا اعتراف بھی کر لیا، یہ خود ان کی بڑائی و برتری کی بھی بڑی شہادت ہے وہ کذا یکون شان اهل العلم والتفی، بر حمهم اللہ جمیعاً و جعلنا معهم یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من الى الله بقلب سليم۔

یہ امام شافعی کا قلب سليم ہی تھا جس کی ہم نوائی ان کی زبان و قلم نے بھی کی پھران کے ہی تبعین میں وہ لوگ ہوئے جنہوں نے اپنے امام کے اساتذہ و اماموں کے ساتھ غیر منصفانہ روایہ جائز رکھا، یوں بھی امام شافعی کی عملی زندگی اس کی گواہ ہے کہ ان کے دل میں امام اعظم کی بے حد قدر و منزلت تھی خود فرمایا کرتے تھے کہ میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر روزانہ حاضر ہوتا ہوں اور جب کبھی مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دونفل پڑھ کر امام صاحب کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں خدا سے اپنی حاجت مانگتا ہوں جس سے بہت جلد میری ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ (موافق مص ۱۹۹ ج ۲)

مالي امداد

حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ کبیر میں ابو عبید سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمد نے ان کو پچاس اشرفیاں دیں اور اس سے پہلے پچاس روپے اور دوے چکے تھے اور کہا کہ اگر آپ علم حاصل کرنا چاہیں تو میرے ساتھ رہیے؟ یہ بھی فرمایا کہ اس رقم کو لینے میں آپ کو کوئی تکلف و تامل نہ کریں جس پر امام شافعی نے کہا اگر آپ میرے نزدیک ان لوگوں میں سے ہوتے جن سے مجھے تکلف برنا چاہیے تو یقیناً آپ کی امداد قبول نہ کرتا، اس سے امام شافعی نے اپنے خاص تعلق ویگانگت کا بھی اظہار فرمادیا۔

امام شافعی کا حسن اعتراف

امام شافعی نے یہ بھی فرمایا کہ علم اور اساب دنیوی کے اعتبار سے مجھ پر کسی کا بھی اتنا بڑا احسان نہیں ہے جس قدر امام محمد کا ہے اور یہ واقع ہے کہ امام محمد اکثر اوقات ان کا خیال رکھتے تھے، ان سماں کا بیان ہے کہ امام محمد نے امام شافعی کے لئے کئی بار اپنے اصحاب سے ایک ایک لاکھ روپے جمع کر دیئے۔

امام مزینی سے منقول ہے کہ امام شافعی فرماتے تھے، ایک دفعہ عراق میں قرضہ کی وجہ سے میں محبوس ہو گیا امام محمد کو معلوم ہوا تو مجھے چھڑا لیا، اسی لئے میں ان کا سب سے زیادہ شکر گزار ہوں۔ (کردی مص ۱۵۰ ج ۲)

امام شافعی فرماتے تھے کہ میں نے امام محمد سے زیادہ کسی کو کتاب اللہ کا عالم نہیں دیکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان پر ہی اتری ہے ایک دفعہ فرمایا کہ امام محمد کی کتابیں نقل کرنے پر میں نے سانہ اشرفیاں صرف کیس پھر غور و تدبر کیا تو ان کے لکھے ہوئے ہر مسئلہ کے ساتھ ایک ایک حدیث رکھی یعنی اقوال و مسائل کو مطابق احادیث نبویہ پایا۔

امام محمد کی مزید توجہات

ابن ابی حاتم نے یہ بھی نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا کہ میں امام محمد کی خدمت میں رہ پڑا ان کی کتابیں نقل کیں اور ان حضرات کے اقوال و نظریات پر مطلع ہوا اور جب امام محمد مجلس سے چلے جاتے تھے تو میں ان کے اصحاب سے بحث و مباحثہ بھی کرتا تھا۔ امام محمد نے ایک روز فرمایا کہ میں نے ساتھ میرے اصحاب سے بحث مباحثہ کرتے ہواؤ آج میرے ساتھ بھی شاہد بیکین کے مسئلہ پر بحث کرو، مجھے ادب مانع ہوا، انکار کیا تو بڑے اصرار سے مجھے مجبور کیا اور میری بحث سن کر اس کو پسند کیا، مجھے داد دی اور اس کا ذکر ہارون رشید سے بھی کیا

خلیفہ نے بھی اس کو پسند کیا اور مجھے اپنے پاس آنے جانے کا موقعہ دیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد امام شافعی پر کس قدر شفقت فرماتے تھے اور مناظرہ و مباحثہ میں بھی ان کی رہنمائی و حوصلہ افزائی فرماتے تھے اور خلیفہ کے یہاں بھی ان کی قدر افزائی کی سعی فرمائی، ادھر امام شافعی کا فرط ادب سے بحث سے رکنا وغیرہ امور سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو قصہ دوسرے طرز کے گھڑے گئے وہ درایت و روایت کے اعتبار سے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتے، واللہ المستعان۔

علامہ صیری نے ریشم سے یہ بھی روایت کی کہ امام شافعی نے فرمایا کہ بجز امام محمد کے جس سے بھی میں نے مسائل پوچھنے اس نے جواب میں کچھ نہ کچھ ناگواری کے آثار ظاہر کئے، صرف امام محمد کو ہر موقع پر پوری طرح ہشاش بٹا ش پایا (انتقاء میں بھی اسی طرح ہے ص ۲۹) خطیب نے امام شافعی کے ترجمہ میں (ص ۶۱ ج ۲) ایک روایت امام محمد و امام شافعی کے مناظرہ اور امام محمد کو ساکت کر دینا اور ہاردن رشید کی طرف سے بھی تائید امام شافعی کی ابن جارود سے نقل کی ہے حالانکہ خود خطیب نے بھی ابن جارود کو ص ۳۲ ج ۲ میں کذاب کہا ہے۔

خطیب و حافظ کا ذکر خیر

لیکن خطیب کی عادت ہے کہ جب کوئی بات ان کے زعم کے موافق ہو تو اس کے جھوٹ ہونے پر تنیہ کئے بغیر نقل کر دیا کرتے ہیں اس سے کچھ تعجب نہیں، تعب توقاضی ابوالظیب طبری سے ہے کہ انہوں نے بھی امام شافعی کی جلالت قدر بتلانے کے لئے خطیب جیسی روشن اپنانی اور ان سے بھی زیادہ حیرت حافظ ابن حجر پر ہے کہ انہوں نے بھی مناقب شافعی میں اس حکایت مکذوب کو نقل کیا حالانکہ وہ یقیناً جانتے ہوں گے کہ یہ حکایت جھوٹی ہے اور یہی میں بھی خطیب کی طرح اپنی تائید کے لئے روایۃ اکاذیب سے احتراز نہیں کرتے، اس لئے یہ عذر بھی نہیں ہو سکتا کہ حافظ نے یہی کا اس معاملہ میں اتباع کیا ہو۔ (بلغ الخاتم ص ۲۶)

امام شافعی اور اصول فقہ

امام شافعی نے ابن مہدی کی فرماش پر اصول فقہ "الرسال" کے نام سے تصنیف کی جس کی وجہ سے ان کو اصول فقہ کا موس و بانی بھی کہا جاتا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ ان سے پہلے امام ابو یوسف اصول فقہ پر تصنیف کر چکے تھے اس لئے اصل موس و بانی تزوہ تھے البتہ امام شافعی نے اصول فقہ شافعی پر سب سے پہلی تصنیف کی ہے۔

فقہ شافعی

فقہ میں امام شافعی کا خاص طریقہ یہ تھا کہ آپ صحیح احادیث کو لیتے اور جھٹ سمجھتے تھے ضعیف احادیث کو ترک کر دیتے تھے کسی اور مذہب و فقہ میں ایسا نہیں ہے چنانچہ فقہ حنفی میں بھی حدیث ضعیف قیاس کے مقابلہ میں جھٹ ہے لیکن دنیا کو پروپیگنڈے کے زور سے باور یہی کرایا گیا کہ احناف اہل رائے و قیاس ہیں حدیث مرسل بھی فقہ حنفی میں قیاس کے مقابلہ میں راجح و مقبول ہے جبکہ بعض دوسرے محدثین اس کو جھٹ نہیں مانتے، غرض احناف کی مظلومیت کی داستان اس قدر طویل ہے کہ شاید بخاری شریف کے آخری پارہ تک ہم اس پر کچھ نہ کچھ لکھتے ہی رہیں گے۔ (واللہ الموفق)

دوسر اسفر بغداد

امام شافعی دوسری بار امام محمد کی دفاتر سے ۶ سال بعد ۱۹۵ھ میں بھی بغداد آئے اور دو سال رہ کر پھر مکہ معظمہ واپس گئے، پھر تیسرا بار ۱۹۸ھ میں بغداد آئے اور صرف ایک ماہ قیام کر کے مصر تشریف لے گئے اور وہیں ۲۰۳ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعة الی ابد الآباد۔

صاحب مشکلہ کا تعصب

صاحب مشکلہ نے امام شافعی کے اساتذہ میں امام محمد کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ پہلی مرتبہ ۱۸۳ھ میں ان کے بغداد آنے کا کوئی تذکرہ کیا۔ شاید اس لئے کہ اس کے ساتھ امام محمد کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم کے زمانہ کے حالات کا تذکرہ کرنا پڑتا حالانکہ حافظ ابن حجر وغیرہ سب ہی نے ان باتوں کو پوری فراخ دلی کے ساتھ تسلیم کیا ہے، دوسری طرف وہ لوگ ہیں کہ امام ابو یوسف و امام محمد سے مناظرے اور عناد و عداوت ثابت کرنے کے لئے انہوں نے ۱۶۳ھ میں پھرائے اسے میں بھی امام شافعی کا بغداد پہنچنا ثابت کرنے کی سعی کی ہمارے بعض معاصرین نے بھی غالباً صاحب مشکلہ وغیرہ کی اتباع میں سرف ۱۹۵ھ اور ۱۹۸ھ کے سفر بغداد کا ذکر کر کے اپنا فرض سوانح نگاری پورا کر دیا اور صحیح حالات کی تحقیق و جستجو کی تکلیف نہ فرمائی۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم کہ با من آنچہ کرد آں آشنا کرد

صاحب مشکلہ نے امام شافعی کی منقبت میں ایک جملہ یہ بھی فرمایا کہ ان کے علوم و مفاخر اس قدر جمع ہو گئے تھے جونہ ان سے پہلے کسی امام کے لئے جمع ہوئے نہ ان کے بعد ہوئے اور ان کا ذکر بھی اتنا پھیلا کر کسی کا نہیں پھیلا تھا، عام طور سے تعریف کے موقع پر کچھ افراط ہو جاتی ہے لیکن بڑے لوگوں کی شان نہیں کہ وہ بھی افراط و تفریط کے راستے پر چل پڑیں، ان کی شان کے مناسب توزیادہ سے زیادہ احتیاط ہے۔

امام شافعی کا امام محمد سے خصوصی استفادہ

خفیش بن حرب کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار امام شافعی کو امام محمد کی مجلس میں دور بیٹھے ہوئے دیکھا کہ غور سے امام محمد کی باتیں سن رہے تھے، یحییٰ بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمد سے بعض مسائل و دیقائق کی شرح کرنے کے لئے عاجزانہ التماس کرتے تھے، الحن بن ابراہیم نے کہا امام شافعی پہلے اصحاب حدیث کے مذہب پر تھے پھر جب امام محمد اور ان کے اصحاب کی صحبت میں آئے تو ان سے فتحی مذہب اختیار کیا۔ علی بن حسن رازی کا بیان ہے کہ ایک تقریب نکاح پر چند اصحاب اہل علم جمع ہوئے ان میں امام شافعی بھی تھے فدق کے کچھ دیقائق مسائل میں بحث ہونے لگی، سفیان بن سحاب نے امام شافعی کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نہ سمجھ سکے تو اور زیادہ ادق مسائل میں مذاکرہ شروع کر دیا جس سے وہ اور زیادہ تحریر و پریشان ہوئے، امام محمد کو اس کی خبر ہوئی تو اپنے اصحاب سے فرمایا۔ ان کے ساتھ زمی کا بر تاؤ کرو اور آئندہ بھی ایسا نہ کرنا کہ وہ پریشان ہوں وہ ہمارے شریک مجلس و مصاحب ہیں، پھر یہی سفیان کہا کرتے تھے کہ اگر امام محمد امام شافعی سے خوش عقیدہ نہ ہوتے تو ہم ان سے اچھی طرح بحث و مباحثہ کرتے، یہ سفیان امام محمد کے اصحاب میں سے بہت ذکری، ذہن اور طباع تھے اور مزاج میں غالباً شوختی بھی تھی اس لئے امام شافعی کو معاصرانہ چشمک کے باعث تھاتے ہوں گے جس سے امام محمد نے روکا۔

محمد بن شجاع نے کہا کہ ایک دن امام شافعی نے ایک مسئلہ کی تقریر بہت ہی اچھے لنسیں انداز میں کی، پھر فرمایا کہ یہی طرز ہمارے شیخ و استاذ امام محمد تھا۔ (کر دری ص ۱۵۲)

امام شافعی فرماتے تھے کہ میں نے امام محمد سے ایک بار شتر کی برابر کتابیں لکھیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو مجھے علم سے کوئی مناسبت پیدا نہ ہوتی سب لوگ علم میں اہل عراق کے دست نگر ہیں اہل عراق اہل کوفہ کے دست نگر ہیں اور اہل کوفہ امام ابو حنیفہ کے۔ (کر دری ص ۱۵۲)

امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے دس سال امام محمد کی مجالست کی اور ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ان کے افادات علمیہ لکھے وہ اگر اپنی عقل و فہم کے اندازہ سے ہمیں افادہ کرتے تو ہم ان کے علوم کو سمجھ بھی نہ سکتے تھے لیکن چونکہ وہ ہماری عقول و افہام کی رعایت سے سمجھاتے تھے اسی لئے ہم نے فائدہ اٹھایا (کر دری ص ۱۵۵)

ایک دفعہ فرمایا کہ حلال و حرام کے مسائل اور ناسخ و منسوخ احادیث کا سب سے بڑا عالم میں نے امام محمد کو پایا۔ (کر دری ص ۷۵۵ ج ۲) اسی قسم کے کلمات امام اعظم، و استاد امام محمد کے بارے میں امام صاحب کو دیکھنے جانتے والے کبار محدثین نے بھی فرمائے ہیں۔ ایک دفعہ امام محمد اور امام شافعی نے ایک ہی مکان میں رات گذاری، امام شافعی تو رات بھر نفل پڑھتے رہے لیکن امام محمد ساری رات لیئے رہے، امام شافعی کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی، صبح کی نماز کے لئے اپنے استاذ کے وضو کے واسطے پانی رکھا، امام محمد نے بغیر جدید وضو کے صبح کی نماز پڑھی تو اور بھی تعجب ہوا، پوچھا تو امام محمد نے فرمایا کہ تم نے تو اپنی ذات کے فائدے کے لئے ساری رات نفلیں پڑھیں مگر میں نے امت محمدیہ کے لئے ساری رات جاگ کر کتاب اللہ سے، ایک ہزار سے زیادہ مسائل نکالے ہیں، امام شافعی نے فرمایا یہ سن کر میں اپنی ساری رات کی عبادت و بیداری کو بھول گیا کیونکہ عبادت کرتے ہوئے جا گنا آسان ہے اور امام محمد کے لیٹ کر جانے پر تعجب کرنے لگا۔ (کر دری ص ۱۵۹ ج ۲)

اور واقعہ بھی ہے کہ ساری رات لیئے ہوئے جا گئے رہنا بہت مشکل ہے اور وہ بھی امام محمد جیسے سحیم شحیم کے لئے مگر ان حضرات کی زندگیوں کے سارے حالات عجیب ہی ہیں، اسی لئے امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی موڑ آدمی کو ذہین و ذکر نہیں پایا، سواہ امام محمد کے ایک شخص نے امام شافعی سے کوئی مسئلہ پوچھا، جواب سن کروہ کہنے لگا کہ اس کے خلاف تو دوسرے فقہاء کہتے ہیں، امام شافعی نے فرمایا کیا تم نے بھی کبھی کسی فقیہ کو دیکھا ہے؟ ہاں۔ امام محمد کو دیکھا ہو تو وہ تو واقعی فقیہ تھے اور ایسے فقیہ کو ان کو دیکھ کر بھی اور با تین سن کر بھی آنکھیں سیر ہوتی تھیں اور دل نورانیت سے معمور ہو جاتا تھا۔ (کر دری ص ۱۵۷ ج ۲)

حمدی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی اور امام محمد مکہ معظمه میں تھے اور شدت گرمی کے وقت عادت تھی کہ دونوں ایک ساتھ ان طرف چلے جایا کرتے تھے، ایک روز ایک شخص سامنے سے گذرات تو دونوں نے ذکاوت سے معلوم کیا کہ یہ شخص کیا پیشہ کرتا ہے، امام محمد نے تین بارتا کیا کہ یہ درزی ہے، امام شافعی نے کہا بڑھنی ہے، میں نے جا کر اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں پہلے درزی تھا مگر اب بڑھنی بن گیا ہوں۔ (کر دری ص ۱۵۷ ج ۲)

محمد بن عبد السلام کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو یوسف سے ایک مسئلہ پوچھا، جواب دیا، پھر امام محمد سے وہی مسئلہ پوچھا تو دوسرا جواب دیا اور دلائل سے سمجھایا، میں نے کہا امام ابو یوسف نے تو آپ کے خلاف جواب دیا ہے اگر آپ دونوں مل کر فیصلہ کر دیں تو اچھا ہے وہ مسجد میں جمع ہوئے اور دونوں میں بحث ہونے لگی ابتداء میں میں نے کچھ باتیں سمجھیں مگر پھر ایسی باریک باتیں ہوئے لگیں کہ میں کچھ نہ سمجھ سکا (کر دری ص ۱۵۷ ج ۲) یہاں سے چند باتیں معلوم ہوئیں امام صاحب بیہام امام ابو یوسف و امام محمد کے مدارک اجتہاد و استنباط بہت بلند تھے ان کو پوری طرح سمجھنا بڑوں بڑوں کے لئے بھی آسان نہ تھا، بقول علامہ کوثری رحمہ اللہ، ان کے باہم تعلقات نہایت خوشگوار تھے جس طرح ایک کہنہ کے افراد آپس میں ہوتے ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شافعی کا تعلق تلمذ امام محمد سے دس سال تک رہا ہے جس کی ابتداء مکہ معظمه سے ہوئی اور پھر مکہ میں امام شافعی بغداد پہنچے تو غالباً امام محمد کی آخر عمر تک ازاں کی خدمت میں رہے، امام مزنی امام شافعی کے تلمذ خاص بھی امام محمد کی بہت زیادہ تعریف کیا کرتے تھے اور اگر کوئی اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتا تو فرمایا کرتے تھے کہ میں تو کم بیان کرتا ہوں امام شافعی کو تو میں نے اس سے بہت زیادہ کہتے ہوئے سنائے۔ (ملاحظہ ہو کر دری ص ۱۵۲ ج ۲)

یہ اس لئے لکھا گیا کہ بعد کو امام مزنی میں بھی دوسروں کے اثر سے کچھ فرق ہو گیا تھا جس طرح نظر بن شمیل، الحلق بن راہویہ اور نعیم بن حماد خزاعی وغیرہ چند حضرات میں بھی کچھ فرق پڑ گیا تھا، واللہ اعلم و علمہ اتم و حکم۔

بعد وفات امام شافعی گورنیع بن سلیمان مرادی نے خواب میں دیکھا، پوچھا اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا، فرمایا "مجھے ایک شہری کری پر بٹھا کر میرے اوپر تازہ بتازہ موتیوں کی بھیر کی"۔ (رحمہ اللہ رحمة واسعة الی ابدا لا اباد)

امام احمد بن خبل رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۲۳ھ، وفات ۲۲۴ھ، عمر ۷۷ سال

اسم و نسب

الامام الحافظ ابو عبد اللہ احمد بن خبل الشیعی الروزی رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی، اول بغداد کے علماء و شیوخ سے علم حاصل کیا، پھر کوفہ، بصرہ، یمن، شام وغیرہ اور حریم شریفین کا بھی سفر کیا، شیخ تاج الدین بکی نے امام ابو یوسف، امام شافعی، امام وکیع، یحییٰ بن ابی زائدہ وغیرہم کو آپ کے اساتذہ میں اور امام بخاری و مسلم و ابو داؤد وغیرہ کو تلامذہ میں شمار کیا ہے۔

صاحب مشکوٰۃ نے اکمال میں اساتذہ یزید بن ہارون، یحییٰ القطان، سفیان بن عینیہ، امام شافعی، عبدالرزاق بن الہمام کے نام لکھ کر خلق کثیر سوا ہم لکھ دیا اور امام ابو یوسف کا نام ذکر نہیں کیا، امام بخاری کو تلامذہ میں لکھنے کے بعد یہ بھی لکھا کہ انہوں نے اپنی صحیح میں امام احمد سے بجز ایک حدیث کے کوئی روایت نہیں کی جو آخری کتاب العقوبات میں تعلیقیاً ہے۔

امام ابو یوسف سے تلمذ

امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ سب سے پہلے مجھے حدیث کا علم امام ابو یوسف ہی کی خدمت میں رہ کر حاصل ہوا پھر اسی میں ترقی کی، ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے سوال کیا کہ یہ دقيق مسائل آپ نے کہاں سے حاصل کئے؟ تو فرمایا امام محمد کی کتابوں سے۔ (موق ۲۰۱۶ ج ۲)

حافظ ابن سید الناس نے شرح السیرۃ وغیرہ میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ابتداء میں امام ابو یوسف کے پاس فقد و حدیث کا علم حاصل کیا، تین سال تک ان سے پڑھتے رہے اور ان سے بقدر تین الماریوں کے کتابیں لکھیں اور امام محمد کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا، حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب نے التعليق المجد میں انساب سمعانی سے یہ بھی نقل کیا کہ امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی مسئلہ میں تین حضرات کی رائے جمع ہو جائے تو پھر کسی کی بھی مخالفت کی پرواہ نہ کی جائے، پوچھا گیا وہ کون ہیں؟ تو فرمایا۔ ابوحنیفہ، ابو یوسف اور محمد بن الحسن، کیونکہ ابوحنیفہ قیاس کی بصیرت میں سب سے بڑے ہوئے ہیں، ابو یوسف کا علم آثار سے متعلق بہت وسیع ہے اور محمد عربیت کے امام ہیں۔

اسی طرح وکیع، یحییٰ بن ابی زائدہ، یحییٰ القطان، سفیان بن عینیہ، عبدالرزاق اور یزید بن ہارون بھی امام اعظم کے فن حدیث کے تلامذہ میں سے تھے، لیکن تحریر حالات کے وقت بڑے بڑے حضرات بھی حقائق سے چشم پویشی کر جاتے ہیں۔

امام یحییٰ القطان امام اعظم سے خاص مستفید ہیں میں تھے اور امام صاحب ہی کے مدھب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، ان کی خدمت میں امام احمد، علی بن مدینی اور یحییٰ بن معین تینوں ایک ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے ان کے درس کا وقت عصر سے مغرب تک تھا اور یہ تینوں ہاتھ باندھے ان کے سامنے کھڑے ہو کر احادیث سنتے تھے اور رجال کا علم حاصل کرتے تھے، ان کے رعب و جلال کا یہ عالم تھا کہ نہ ان کو خود بیٹھنے کی جرأت تھی نہ وہ فرماتے تھے، یہ تینوں بھی اپنے وقت کے حدیث درجال کے بلند پایہ عالم ہوئے ہیں، اور تینوں حضرات کی شاگردی کا فخر امام بخاری کو حاصل ہے بلکہ علی بن مدینی اور ابن معین کے بارے میں تو فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو صرف ان ہی کی سامنے علمی اعتبار سے حصیر و مکتر پایا ہے یزید بن ہارون کو علامہ ذہبی نے امام صاحب کے تلامذہ حدیث میں شمار کیا ہے، یہ ایک مدت تک امام صاحب کی خدمت میں رہے اور امام صاحب سے روایت حدیث بھی کرتے تھے ہیں سفیان بن عینیہ بھی فن حدیث میں امام صاحب کے شاگرد ہیں اور جامع مسانید امام اعظم میں امام صاحب سے روایت حدیث بھی کرتے تھے ہیں اسی طرح دوسرے مذکورہ حضرات ہیں۔

امام شافعی سے بھی امام احمد کو خود وصی تلمذ کا فخر حاصل تھا اور جب تک امام شافعی بغداد میں رہے وہ ان سے جدا نہیں ہوئے۔

امام شافعی بھی امام احمد سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور ان کے درع و تقویٰ کی تعریف فرمایا کرتے تھے، امام شافعی نے قیام مصر کے زمانہ میں خواب دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ نے امام احمد کو سلام کہلایا اور خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی امام شافعی نے اس خواب کو لکھ کر امام احمد کے پاس بھیج دیا، امام احمد اس کو پڑھ کر بے حد سرور ہوئے اور اپنے نیچے کا کرتہ اتار کر قاصد کو بطور انعام بخشاہد شخص واپس مصر پہنچا تو امام شافعی نے فرمایا کہ یہ تکلیف تو میں تمہیں نہیں دیتا کہ وہ کرتا ہی مجھے دے دو، البتہ یہ چاہتا ہوں کہ اس کو پانی میں بھگو کر نجوڑ کر اس کا پانی مجھے دیدتا کہ میں اس کو بطور تبرک اپنے پاس رکھلوں۔ (طبقات)

اس واقعہ ابتدا کی تفصیل طبقات، شافعیہ وغیرہ میں مذکور ہے جس کو بطور اختصار یہاں ذکر کیا جاتا ہے، خلق قرآن کے مسئلہ کی وجہ سے لوگوں پر ظلم و ستم کا آغاز خلیفہ مامون کے ہبہ میں ہوا پھر معتضم باللہ اور واثق باللہ کے عہد میں مامون کی وصیت کے باعث اس کی تکمیل ہوئی سب سے پہلے جس شخص نے یہ کہا کہ ”قرآن مخلوق ہے“ وہ جعده بن درہم تھا جو عہد اموی کا ایک فرد تھا جس کو خالد بن عبد اللہ القسری نے قتل کر دیا تھا، پھر جعہم بن صفوان نے بھی صفت کلام کی خدا سے کھلم کھلانگی کا اظہار کیا اور ”قرآن قدیم نہیں مخلوق ہے“ کا نعرہ لگایا، پھر معززہ کا دور شروع ہوا جنہوں نے پہلے صفات باری کا انکار کیا پھر خدا کے کلام سے انکار کیا و کلم اللہ موسیٰ تکلیماً کی تاویل کی کہ خدا نے صفت کلام پیدا کی اور کہا کہ خدا نے جس طرح اور تمام چیزیں پیدا کی ہیں اسی طرح صفت کلام بھی پیدا کی ہے لہذا قرآن مخلوق ہے معززہ نے مامون پر اس سلسلہ میں کافی اثر ڈال دیا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات بھی اتنا روی تھی کہ نصاریٰ نے حضرت مسیح کو کلمۃ اللہ کہہ کر ہی خدا کا شریک قرار دیا تھا لہذا قرآن کو کلام اللہ غیر مخلوق کہنے سے بھی لوگ خدائی میں شریک کرنے لگیں گے، مصری علماء میں سے بشربن غیاث بھی ان کی طرف مائل ہو گئے تھے جو امام ابو یوسف کے شاگرد تھے اور امام ابو یوسف نے ان کو سمجھانے کی سعی کی جب وہ نہ مانے تو اپنی مجلس سے نکلا ویا تھا۔

معززہ کی تحریک اگرچہ بارون رشید ہی کے زمانہ میں شروع ہو گئی تھی مگر وہ ان سے متاثر نہ ہوا تھا بلکہ بشر کے بارے میں شکایت پہنچی تو اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ اس کے دور میں وہ روپوش ہو گیا تھا۔

علماء میں سے احمد بن ابی داؤد معززی پر بھی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس نے ہی مامون کو خلق قرآن کے مسئلہ میں زیادہ تشدد پسند بنا دیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ سب احکام بھی اسی کے اشارے پر دیئے جاتے تھے اسی کو مامون نے اپنا وزیر و مشیر بھی بنالیا تھا، مامون نے تمام علماء و محدثین پر دارو گیر کا سلسلہ اپنے نائب الحلق بن ابراہیم کے ذریعہ قائم کیا تھا جو بغداد میں رہتا تھا، اس نے امام احمد کو بلا کر پوچھا کہ قرآن کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امام احمد نے کہا قرآن کلام الہی ہے، الحلق نے کہا کیا وہ مخلوق ہے؟ امام احمد نے کہا وہ کلام الہی ہے اور میں اس سے زیادہ کچھ کہنے کو تیار نہیں ہوں، الحلق نے کہا کہ خدا کے مشابہ تو کوئی نہیں ہو سکتا، امام احمد نے کہا کہ میں بھی لیس کمثله شیء وہو السمع البصیر مانتا ہوں، الحلق نے کہا کہ خدا کے سمع و بصیر ہونے کے کیا معنی ہیں امام احمد نے کہا اس نے جیسا اپنا وصف بیان کیا ہے ویسا ہی ہے، الحلق نے کہا اس کے کیا معنی ہوئے؟ امام احمد نے کہا میں نہیں جانتا بس وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے اپنا وصف بیان کیا۔

الحلق نے اور لوگوں کے جوابات کے ساتھ امام احمد کا بیان بھی قلمبند کر کے مامون کے پاس بھیج دیا جس کے جواب میں مامون نے لکھا کہ احمد کو بتا دو کہ امیر المؤمنین اس کے مفہوم و نشانے سے پوری طرح واقف ہیں، اس مسئلہ میں وہ اس کے جاہلانہ عقیدہ سے مطلع ہوئے اس کا خمیازہ بہر حال اسے اٹھانا پڑے گا اور اسی طرح دوسرے علماء و بھی تحویف و تہذیب کی جنہوں نے خلق قرآن کا عقیدہ تسلیم نہیں کیا تھا، ان کے لئے تعذیب کا حکم بھیج دیا چنانچہ ایسے سب حضرات پر خوب ظلم و ستم کئے اور جو لوگ ضعیف جسم کے تھے وہ ان کی مظلوم کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے، امام احمد باقی رہے جو برادر کوڑے کھاتے رہے اور مجبوس رہے، مامون کے بعد معتضم باللہ کا دور آیا جو علم سے بھی کو راتھا اس نے تمام اختیارات احمد بن ابی داؤد کے پرداز دیئے، معتضم نے دربار میں بلا کر امام احمد کو سمجھانے کی سعی کی مگر لا حاصل سختیاں بھی کیں، جب دیکھا کہ امام احمد کسی

طرح نہیں مانتے تو جیل سے رہا کر کے بھیج دیا گیا، مقتضم کے بعد واثق باللہ کا دور آیا تو امام احمد کے پاس لوگوں کے آنے جانے کی ممانعت کردی گئی اور وہ گھر میں ہی بطور نظر بند بنتے لگے، حتیٰ کے نمازوں وغیرہ کے لئے بھی گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔

واثق کا بعد امام احمد کا ابتدائی دور ختم ہو گیا جو تقریباً پانچ سال یعنی ۲۳۲ھ تک جاری تھا اور وہ درس و تحدیث کی مند پر رونق افروز ہوئے، پہلے بھی اشارہ ہوا کہ اس ابتداء میں نہ صرف امام احمد ہی ماخوذ تھے، بلکہ دوسرے علماء حق بھی تھے، متعدد شہروں سے فقهاء و محدثین گرفتار ہو کر آتے اور سختیاں جھیلتے تھے، چنانچہ فقیہ مصر بیطی تلمیذ امام شافعی بھی انکار غلط قرآن کے باعث قید ہوئے اور حالت قید ہی میں وفات پائی، نعیم بن جماد بھی قید ہوئے اور جیل خانہ میں وفات پائی اور بہت سے ابتدائی دور میں امام احمد کے ساتھ ہی جو گرفتار ہوئے تھے مظالم کی تاب نہ لا کر شہید ہو چکے تھے، بہر حال امام احمد نے بھی صبر و استقلال و عزیمت کا جو کردار ادا کیا وہ قبل تقلید شاہکار ہے۔

تصانیف

امام احمدؒ کی مشہور و مقبول ترین تالیف آپ کی مند ہے جس میں کچھ زیادات آپ کے صاحبزادے عبد اللہ نے اور کچھ راوی مند نہ کور ابو بکر قطعی نے کئے ہیں، مند نہ کور ۱۸ مندوں پر مشتمل ہے، مند نہ کور کو امام صاحب نے بطور بیاض جمع کیا تھا، ترتیب نہیں دی تھی، یہ خدمت شیخ عبد اللہ نہ کور نے انجام دی جس میں بہت سی اغلاط بھی ہو گئیں، اصحابان کے بعد شیخ محمد شیخ نے اس کو ترتیب ابواب پر بھی مرتب کیا تھا مگر وہ شائع نہ ہو سکا، البتہ اب مصر سے "الفتح الربانی" کے نام سے فقیہ ابواب کی ترتیب سے مع حواشی کے تقریباً ۲۳-۲۴ سال سے زیر طبع ہے ۲۳ حصے طبع ہو چکے ہیں اور ۲-۳ حصے مزید طبع ہو کر کتاب مکمل ہو جائیگی ان شاء اللہ، امام احمد نے اس مند کو سازھے سات لاکھ احادیث سے منتخب کر کے تالیف کیا ہے جس میں مکرات کے ساتھ چالیس ہزار ورنہ تیس ہزار احادیث ہیں، امام محمد نے یہ بھی فرمایا کہ اس کتاب کو معیار و مرجع بنایا جائے کہ جو حدیث اس میں نہ ہو اس کو غیر معتبر سمجھا جائے گا مگر شاہ عبدالعزیز نے بستان میں فرمایا کہ اس سے مراد وہی احادیث ہو سکتی ہیں جو درجہ شہرت یا تو اتر معنی کو ہیں پہنچیں ورنہ ایسی احادیث مشہورہ صحیح بہت ہیں جو مند میں نہیں ہیں، ابو زرع کا بیان ہے کہ امام احمد کو دس لاکھ احادیث زبانی یا دھنیں، امام احمد کی دوسری تصانیف یہ ہیں۔

ایک مبسوط تفسیر، کتاب الزہد، کتاب الناخ و المنسوخ، کتاب المنک و الکبیر، کتاب المنک الصغیر، کتاب حدیث شعبہ، کتاب فضائل صحابہ، کتاب مناقب صدیق اکبر و حسین، رضی اللہ عنہم، ایک کتاب تاریخ میں، کتاب الاشرف۔

شنا اماشل

اٹھ بن راہویہ کا قول ہے کہ امام احمد اس زمین پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان بطور جدت ہیں، امام شافعی نیفر مایا کہ میں بغداد سے نکلا تو اس میں امام احمد سے زیادہ اور ع، آلقی، افقہ و علم نہیں چھوڑا، ابو داؤ و سختیانی نے فرمایا کہ امام احمد کی مجلس آخرت کی میں کوئی بات دنیا کی نہیں ہوتی تھی۔

حسن بن العزیز کے پاس ورشہ میں ایک لاکھ اشرافی مصر سے آئیں، انہوں نے تین تھیلیاں ایک ایک ہزار کی امام احمد کی خدمت میں بھیجیں اور کہا کہ یہ حلال و طیب مال ہے اس سے اپنی ضرورتوں میں مدد لیجئے، امام احمد نے ان کو واپس کر دیا کہ میرے باس بقدر ضرورت کافی ہے، عبدالرحمن کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کو اکثر یہ دعا کرتے ہوئے سنتا تھا کہ یا اللہ! جس طرح آپ نے میری پیشانی کو اپنے غیر کے سجدہ سے بچایا، اسی طرح اپنے غیر کے سوال سے بھی اس کو بچائیے۔

فقہ حنبلی کے پانچ اصول

۱۔ کسی مسئلہ کے متعلق نص صریح موجود ہو تو کسی کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر اس نص پر عمل کرنا، چنانچہ متبوعہ کے لئے امام احمد کے نزدیک فاطمہ بنت قیس کی حدیث کی وجہ سے نفقہ و سکنی دونوں واجب نہیں امام مالک و امام شافعی کے نزدیک سکنی ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ نفقہ و سکنی دونوں واجب ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ کی مرویہ حدیث کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی مخالفت کی وجہ سے رد کر دیا تھا، معلوم ہوا کہ ایسی جگہ خبر واحد پر عمل درست نہ ہوگا، جہاں اس کی وجہ سے کتاب اللہ و سنت مشہورہ کا ترک لازم آئے اور یہی اصول حنفیہ کا ہے جس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول مذکور سے بھی ہو رہی ہے۔

۲۔ فتاویٰ صحابہ کی جیت حتیٰ کے حافظ ابن قیم نے تصریح کی کہ امام احمد کے نزدیک فتاویٰ صحابہ کی اہمیت حدیث مرسل سے بھی زیادہ تھی اسحاق بن ابراہیم نے امام احمد سے دریافت کیا کہ آپ کو صحیح مرسل حدیث زیادہ محبوب ہے یا صحابی کا اثر؟ فرمایا صحابی کا صحیح اثر۔

۳۔ جس مسئلہ میں صحابہ کو اختلاف ہوا اس میں جس کا قول کتاب و سنت سے قریب ہوا سی کو اختیار کرنا، یہی مسلک امام ابوحنیفہ کا ہے۔

۴۔ ضعیف و مرسل حدیث کو قیاس پر مقدم رکھنا، یہی اصول احناف کا بھی ہے۔

۵۔ قیاس کا استعمال صرف اس وقت کرنا جب کسی مسئلہ میں کوئی منصوص حکم نہ ملے، یہی اصول احناف کا بھی ہے۔

امام احمد اور انہمہ احناف

جیسا کہ ابتداء میں ذکر ہوا امام احمد انہمہ احناف کی طرف میلان رکھتے تھے اور ان کی شاگردی کی ہے مگر پھر جب وہ فقد و استنباط احکام سے کچھ زیادہ خوش نہ رہے اور اپنے مسائل سے بھی رجوع کیا بلکہ روایت حدیث سے بھی تورع اختیار کر لیا تھا، نیز ابتلاء کے دور میں خفی قضاۃ کے رویہ کی وجہ سے بد دلی پیدا ہوئی ہوگی اس لئے اس دور میں انہمہ احناف کے بارے میں بھی کچھ باتیں ایسی فرمائیں جو ابتدائی دور کے اقوال سے مختلف تھیں مگر پھر آخر میں بھی امام ابوحنیفہ وغیرہ کے بارے میں اچھی رائے کا اظہار فرماتے تھے، جیسا کہ انہمہ حنابلہ میں سے ابوالورد نے اپنی کتاب اصول الدین میں ذکر کیا اور اسی کو علامہ سلیمان بن عبد القوی الطوفی حنبلی نے بھی شرح مختصر الرودۃ میں نقل کیا یہ کتاب مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ (بلوغ الامانی ص ۵۲)

ترجمہ کتاب استاد محمد ابو زہرہ "امام احمد بن حنبل" (شائع کردہ مکتبہ سلفیہ لاہور) پر جو یہ لکھا گیا ہے کہ "امام احمد باوجود غیر معمولی فقہی شغف کے فقهاء عراق مثلاً امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ کے نتائج فکر سے متفق نہیں تھے" اس سے ہمیں اتفاق نہیں کیونکہ امام احمد فرماتے تھے کہ جس قول پر امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف و امام محمد متفق ہو جائیں تو پھر کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔

اسی طرح کتاب مذکور میں امام محمد کے اساتذہ میں امام ابویوسف کو کوئی خاص مقام نہیں دیا گیا حالانکہ سب سے پہلے امام احمد ان ہی کی خدمت میں رہ کر تین سال حدیث و فقہ حاصل کرتے رہے اور بعد قدر تین الماریوں کے ان کے پاس سے کتاب میں لکھیں اور امام ابویوسف کو آثار و حدیث کا سب سے بڑا عالم بھی کہتے تھے، ص ۳۲۸ میں امام حنفیہ کی طرف خبر واحد پر قیاس کو ترجیح دینے کی نسبت بھی صحیح نہیں ہے، اسی طرح اور بھی قابل تنقید امور ہیں۔ والذ کرہ محل آخر ان شاء اللہ۔

فقہ حنبلی کے تفرادات

بطور نمونہ بعض تفرادات بھی ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو بصیرت ہو۔

۱۔ جس برلن میں کتابمنہڈا لے اس کو سات مرتبہ دھو کر آٹھویں مرتبہ مٹی سے مانجا گائے، دوسرے ائمہ اس کے قائل ہیں ۲۔ دوسری نجاستوں کو پاک کرنے میں بھی امام احمد کا راجح قول یہی ہے کہ سات مرتبہ دھونا ضروری ہے، دوسرے ائمہ تین بار کافی صحیح ہیں ۳۔ اگر کسی شخص کے پاس ایک برلن میں پاک پانی ہوا اور دوسرے میں بھس پھرا اس میں شک ہو جائے کہ کون سا پاک ہے تو دونوں پانی پھینک کر تنیم کرنا چاہئے، امام ابوحنیفہ و شافعی تحری کرتے ہیں، مالکی کہتے ہیں کہ دونوں سے وضو کر کے نماز پڑھے ۴۔ مشرکوں کے برلن بھس ہیں بغیر پاک کئے ان کا استعمال جائز نہیں، دوسرے ائمہ بھس نہیں صحیح ۵۔ نیند سے اٹھ کر پا تھوڑا دھونا واجب ہے، دوسرے ائمہ مستحب کہتے ہیں ۶۔ وضو میں مضمضہ و استنشاق فرض ہے، دوسرے ائمہ مستحب کہتے ہیں ۷۔ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نوٹ جاتا ہے، خواہ کچا کھائے یا پکا ہوا، دوسرے ائمہ اس کو کسی حال میں بھی ناقص وضو نہیں کہتے۔

ائمہ اربعہ کے ابتلاؤں پر ایک نظر

امام اعظم ابوحنیفہ نے سب سے پہلے ابتلائی میدان میں قدم رکھا اور ہم ان کے حالات بتلا چکے ہیں کہ جو کچھ سختیاں اور مصائب ان پر عباسی حکومت نے نازل کئے وہ سیاسی نظریہ کے اختلاف ہی کا نتیجہ تھا اول امام صاحب کا فطری میلان حضرت علی اور آل بیت رسول اکرم ﷺ کی طرف تھا، پھر عباسی دور حکومت کی بعض غلط کاریوں کے باعث آل بیت کی درپرده امداد و اعانت وغیرہ اسباب تھے کہ امام صاحب ان کی نظروں میں کھلتے تھے، لیکن امام صاحب کا بلند علمی و دینی منصب اور علماء و عوام میں غیر معمولی مقبولیت بھی ایسی نہ تھی کہ آسانی سے ان پر ہاتھ ڈالا جاسکتا، اس لئے قضاۓ کے مسئلہ کو بہانہ بنایا گیا، امام صاحب نے کوڑے کھائے، قید و بند کی مصیبت کی، تکالیف انھا میں مگر اس دینیوی منصب کو اختیار نہ کیا۔

موفق ص ۲۱۵ ج ۱ میں ہے کہ منصور نے قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا اور کہا کہ قاضیوں کو آپ کے علم کی ضرورت ہے، امام صاحب نے فرمایا اس عہدہ کے لئے وہ شخص موزوں ہو سکتا ہے جس کا اتنا بڑا قلب و حوصلہ ہو کہ آپ پر، شہزادوں پر اور فوج کے سرداروں پر بھی بے تامل شرعی احکام نافذ کر سکے اور میں ایسا نہیں کر سکتا، خلیفہ نے کہا کہ اگر یہی بات ہے تو آپ میرے عطا یا کیوں قبول نہیں کرتے؟ مطلب یہ تھا کہ اس بات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے زیادہ جری اور با حوصلہ کوئی بھی نہیں، کیونکہ کوئی دوسرے ایسا نہیں کر سکتا تو امام صاحب نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ بیت المال سے دیتے ہیں جس کا میں کسی اعتبار سے بھی مستحق نہیں ہوں، اس پر خلیفہ لا جواب ہو کر غضبان ک ہو گیا اور امام صاحب کے کپڑے اڑوا کر سردر بار کوڑے لگوائے گئے جس کی وجہ سے آپ کے بدن سے خون بہا اور بیرون کی ایڑیوں تک پہنچا لیکن امام صاحب نے پھر یہی فرمایا کہ میں اس عہدہ کے لاائق نہیں ہوں، خلیفہ کو اور غصہ آیا کہنے لگا کہ آپ جھوٹ کہتے ہیں، امام صاحب نے فرمایا کہ اب تو آپ نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ میں اہل نہیں ہوں کیونکہ جھوٹے کو ایسا اہم شرعی منصب پر دکر دینا جائز نہیں، اس پر خلیفہ نے حلف انھا یا کہ آپ کو یہ عہدہ ضرور قبول کرنا پڑے گا، امام صاحب نے فوراً ہی جوابی حلف انھا یا کہ میں ہرگز قبول نہیں کروں گا، وزیر دربار نے امام صاحب کو توجہ دلائی کہ آپ امیر المؤمنین کے مقابلہ میں ان کے حلف پر حلف انھا ہے ہیں، ایسا تو نہ کہجئے، امام صاحب نے بڑے اطمینان قلب کے ساتھ فرمایا کہ میں نے غلطی نہیں کی، اگر امیر المؤمنین چاہیں تو وہ مجھ سے زیادہ سہولت سے کفارہ حدث ادا کرنے پر قادر ہیں، گویا سردر بارہی یہ بھی کہہ ڈالا کہ اگر خلیفہ چاہے تو حلف کے خلاف کرے، میں اپنے حلف کے خلاف کرنے والا نہیں ہوں۔

اللہ اکبر! یہی جرأت ایمان اور قوت قلب جس کی نظریہ مشکل سے ملے گی، کتب تاریخ میں ہے کہ امام صاحب کی اس جرأت و پیਆ کی پر تمام درباری حیرت زدہ تھے، چنانچہ اسی مجلس میں اسی وقت خلیفہ کے چچا عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے خلیفہ کو آگے قدم بڑھانے سے

روکا اور کہا کہ یہ آپ کیا غصب کر رہے ہیں؟ ابھی آپ کے مقابلہ پر ایک لاکھ تلواریں میانوں سے نکل کر آ جائیں گی، یہ معمولی شخص نہیں ہے، یہ فقیہ عراق ہے یہ تمام اہل مشرق کا پیشوں ہے، اس پر خلیفہ نے بھی معاملہ کی نزاکت کا احساس کیا، اس کی تلافی کے لئے ہر کوڑے کے مقابلہ میں ایک ہزار درہم کا حساب کر کے تیس ہزار درہم امام صاحب کی خدمت میں بطور معذرت و اظہار افسوس پیش کئے، عبدالعزیز کہتے ہیں کہ اس وقت روپیہ بہت کم تھا اور گویا اس وقت کا ایک روپیہ آج کے ایک سورپیس کے برابر تھا یعنی تیس ہزار تیس لاکھ کے برابر تھے مگر جس وقت یہ عظیم القدر رقم امام صاحب کے سامنے لائی گئی تو اس کو نکرا دیا، کسی نے عرض کیا کہ لیکر صدقہ کر دیجئے گا تو ناراض ہو کر فرمایا کیا ان لوگوں کے پاس حلال کی کمائی ہے، کیا ان کے پاس کچھ حلال طیب مال ہے کہ میں اس کو لیکر فقراء کو دیدوں یعنی ایسے مال کا صدقہ بھی درست نہیں۔

ملوک و امراء کے ہدایا و تھائف ہمیشہ اسی جرأت سے روکر دیتے تھے اور اسی طرح عہدہ قضاۓ کو بھی بار بار ٹھکرایا ہے اور بالآخر قید و بند کو بھی گوارا کیا جیل میں حکم تھا کہ ہر روز دس کوڑے آپ کے مارے جائیں مگر آپ نے انکار کیا، پھر ایک سو کوڑوں کا حکم ہوا، اس پر بھی وہی انکار رہا، دس روز تک کھانے پینے سے روکا گیا، یہ بھی ایک روایت ہے کہ زہر کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ نے پہچان کر پینے سے انکار کیا کہ خود کشی کا شائبہ ارتکاب نہ ہو مگر اس کے پینے پر مجبور کیا گیا اور منہ میں ڈال دیا گیا، جب وفات کا وقت قریب ہوا تو سجدہ میں گر گئے اور تقریباً تین سال کی قید کے بعد اسی جیل کی چار دیواری میں واصل بحق ہوئے۔

قاضی حسن بن عمارہ نے (جو آپ کے عاشق و محبت صادق تھے، آپ کو غسل دیا اور انہوں نے ہی نماز جنازہ پڑھائی، خطیب نے نقل کیا ہے کہ لوگ میں روز تک آتے اور نماز پڑھتے رہے، خلیفہ بھی نماز جنازہ میں حاضر ہوا اور اپنے کئے پر سخت افسوس کرنے لگا، پہلی بار نمازوں کی تعداد پچاس ہزار تھی، لیکن لوگ آتے رہے، یہاں تک کہ چھ بار نماز ہوئی۔

درحقیقت انہوں نے حکومت سے باہر رہ کر بادشاہی کی، پھر ان کی آنکھیں دیکھنے والے تربیت یافتہ حضرات نے بھی اسی طرح بادشاہی کی جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے واقعات اس پر شاہد ہیں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

یہ وہ دور تھا کہ منصب قضاۓ وغیرہ کے لئے بہت سے لوگ دل و جان سے آرزو کرتے تھے ایک تنہا امام صاحب ہیں جو بار بار مناصب خلافت کو ٹھکرایا کر مصیبتوں کا پہاڑ سر پر اٹھاتے ہیں، امراء و ملوک کے ہدایا و تھائف کو کبھی قبول نہیں کرتے تھے اور اگر کبھی کسی مصلحت یا اصحاب کے زور دینے پر قبول کیا تو بدستور امانت رکھوادیئے کہ مر نے کے بعد واپس کر دیئے جائیں، اور واپس کئے گئے۔

کہا گیا ہے کہ امام صاحب مال دار تھے اس لئے ان کے ہدایا قبول نہ کرتے تھے اور امام احمد نادر ہونے کے باوجود قبول نہ کرتے تھے لیکن اس طرح موازنہ کرنے والوں نے یہ نہیں دیکھا کہ امام صاحب نے قید و بند کے زمانہ میں بھی اپنی خورد و نوش کے لئے ایک پیسہ حکومت یا کسی مالدار سے نہیں لیا بلکہ اس نادری کے وقت بھی کوفہ سے خرچ کے لئے اپنے گھر سے منگواتے تھے حتیٰ کے ایک دفعہ روپیہ پہنچنے میں دیر ہوتی تو اپنے صاحبزادہ کو شکایت کھلانی کر میرا خرچ معمولی ستون وغیرہ کا ہے اور اس کے بھیجنے میں بھی تم بخل کرتے ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام صاحب بہت کم خوراک اور معمولی خوراک کے عادی تھے۔

غرض امام صاحب نے گھر کی راحت و عیش اور عزت کی زندگی چھوڑ کر مناصب حکومت کو ٹھکرایا اور مصائب و ذلتیں برداشت کیں مال و دولت کو چھوڑ کر اولاد کے چند دراہم بھیجنے پر زندگی بسر کی جس پر امام احمد خود فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے وہ مقام حاصل کیا جس کو حاصل کرنے کی دوسرے ہوں نہیں کر سکتے، امام احمد کا ابتداء یقیناً بہت بڑا ہے اور ان کی ثابت قدمی بھی بے نظیر ہیں مگر ان کے ساتھ اور بہت سے علماء و مشائخ شریک ابتداء تھے اور نہ صرف امام احمد اس وقت مصائب کا شکار ہوئے تھے بلکہ دوسرے بعض وہ بھی تھے جو کہ مصائب کی تاب نہ لا کر شہید ہوئے اور کچھ جیل میں فوت ہوئے۔

دوسرے خلق قرآن کا مسئلہ تھا بھی اسی قدر اہم کے معتزلہ کے غلط نظریہ کے مقابلہ پر تمام اہل حق کو ایک صفت میں کھڑا ہونا ہی چاہئے تھا، اس لئے امام احمد اور دوسرے حضرات نے جو کچھ قربانیاں دیں وہ وقت کے اہم فریضہ کی ادا یعنی کے متادف ہیں، البتہ امام صاحب نے جن نظریات کے ماتحت ایک جائز امر سے قبول اباء کر کے بڑی بڑی تکالیف انھائیں اور پھر جیل ہی کی زندگی میں وفات پائی اور تنہا میدان میں آئے اس لئے ان کی قربانی نمبر اول پر آ جاتی ہے دوسرے درجہ میں امام احمد اور ان کے ساتھ دوسرے شریک اہلاء ہیں تیرے نمبر پر امام مالک ہیں کہ انہوں نے بھی حکومت وقت کی ناراضی کی پرداہ کے بغیر کامہ حق کہا اور تکالیف برداشت کیں، چوتھے نمبر پر امام شافعی کا اہلاء ہے کہ یمن سے گرفتار ہو کر بغداد لائے گئے ملک امام محمد وغیرہ کی سعی سے بری ہو گئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

امام احمد کے واقعہ اہلاء کو بعض اہل قلم نے بہت بڑھا چڑھا کر اور واقع نگاری کا مرقع بننا کرنہایت دلکش و موثر انداز میں پیش کیا ہے، اس طرز سے امام صاحب کے واقعہ اہلا کو آج تک کسی نے پیش کرنے کا حوصلہ نہیں کیا اور ہم نے بھی یہی بات زیادہ پسند کی کہ سادے و مختصر انداز میں دونوں بزرگوں کے حالات لکھنے پر اکتفا کریں، موازنہ و محاکمہ کی ذمہ داریاں ناظرین کی طبائع سنبھالیں گی تو زیادہ اچھا ہے۔ والله المستعان

تدوین فقہ حنفی

امام اعمش سے اگر کوئی مسئلہ پوچھتا تو فرماتے کہ ابوحنیفہ کے حلقہ میں جاؤ، وہاں جو مسئلہ پیش ہوتا ہے اس پر وہ لوگ یہاں تک غور کرتے ہیں کہ وہ روشن ہو جاتا ہے، اس موقع پر اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ جتنی حدیثیں ممالک اسلامیہ میں پہنچی تھیں وہ سب امام صاحب کے اجتہاد کے وقت موجود تھیں تو بے موقع نہیں بلکہ بعض محدثین نے توصاف کہہ دیا کہ صحابہ کا کل علم امام صاحب اور ان کے اصحاب میں موجود تھا جس سے ثابت ہوا کہ فقہ حنفی سے کوئی حدیث خارج نہیں رہی۔

حضرت شاہ صاحب کی رائے گرامی

حضرت علامہ کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ ”حنفیہ کی اکثر جزئیات احادیث کے ماتحت تکلیفیں گی بخلاف دیگر مذاہب کے کہ ان کے یہاں تخصیصات زیادہ ہیں اسی لئے حنفیہ کا نہ سب زیادہ اسفر ہے“۔ اسی وجہ سے اکابر محدثین نے ان کے اقوال پر فتاویٰ دیئے ہیں اور ان کے فقد کی توثیق کی، علامہ کردری نے مناقب ابن جریح کا قول نقل کیا ہے کہ ما افتی الامام الامن اصل محکم امام صاحب کا ہر فتویٰ ایک اصل محکم پہنچی ہے یعنی قرآن و حدیث پر۔

امام صاحب کے شیوخ

امام اعظم نے چار ہزار شیوخ سے احادیث حاصل کیں اور عبد اللہ بن مبارک نے بھی چار ہزار شیوخ سے حاصل کیں جو امام صاحب کی مجلس کے بڑے رکن تھے اور آخر تک امام صاحب ہی کے پاس حاضر باش رہے، پھر اصحاب امام میں سے جو حضرات تدوین فقہ کی مجلس کے ارکان خصوصی تھے، ان میں سے بقول امام وکیع، حفص بن غیاث، تکیٰ بن ابی زائدہ، حبان بن علی، اور مندل تو خاص طور پر حدیث میں ممتاز تھے، پھر صد بامحدثین ہر ملک سے حدیث کے ذخائر حاصل کر کے آتے تھے اور امام صاحب کی خدمت میں حدیث و فقہ وغیرہ کی تحریک کے لئے موجود رہتے تھے۔

امام صاحب کے دور میں حدیث

اس طرح خیال کیجئے کہ امام صاحب کے پاس تدوین فقہ کے طویل زمانہ میں لاکھوں احادیث رسول و آثار صحابہ و تابعین کا ذخیرہ بہترین اسناد سے ہر وقت موجود رہتا تھا، یہ بھی واضح ہو کہ جتنا زمانہ گذرتا گیا اور عہد رسالت سے بعد ہوتا گیا علم میں کمی آگئی، صحابہ کے زمانہ

میں جس قدر علم تھا وہ تابعین کے عہد میں نہ رہا اور اسی طرح انحطاط ہوا۔

امام صاحب کے زمانہ کا علم

امام صاحب کے زمانہ میں جس درجہ کا علم تھا اور جیسے جیسے طبلل القدر محمد شین فقہاء تھے وہ بعد کو نہیں ہوئے دیکھئے! امام احمد کو محمد شین نے آٹھویں طبقہ میں لکھا ہے ان کو ساز ہے دس لاکھ احادیث پہنچی تھیں، امام بخاری نویں طبقے میں ہیں اور ان کو صرف چھ لاکھ پہنچیں صرف ایک طبقہ کی ہے تقدم و تاخر سے اتنا فرق ہو گیا ہو کہ چار لاکھ احادیث کم ہو گئیں، یہ اس کے باوجود ہے کہ امام بخاری امام احمد کے شاگرد ہیں جنہوں نے ساڑھے سات لاکھ احادیث سے مند احمد کو مرتب کیا ہے اور امام احمد کے علاوہ ایک ہزار شیوخ امام بخاری کے اور تھے تو گویا ان سب سے حاصل شدہ احادیث امام بخاری کے پاس صرف چھ لاکھ تھیں، اس سے قیاس کر لیجئے کہ امام صاحب پانچویں طبقہ میں تھے ان کو خود کتنی احادیث چار ہزار اساتذہ سے پہنچی ہوں گی، جبکہ امام بخاری کو ایک ہزار اسی اساتذہ سے ۶ لاکھ پہنچیں۔

تعصب سے قطع نظر

اب تعصب سے دور ہو کر امام صاحب اور امام بخاری کے علم کا موازنہ کیا جائے تو صاف واضح ہو گا کہ خود امام صاحب کے پاس اپنی ذاتی سعی سے احادیث کا ذخیرہ اور وہ بھی بذریعہ اسی میادہ صحت و قوت کے ساتھ امام احمد اور امام بخاری وغیرہ سے بہت زیادہ تھا اور جوان کے پاس محمد شین کبار کے اجتماع عظیم کے باعث جمع ہو گیا تھا اس کو بھی ملا لیا جائے تو کتنی عظیم القدر چیز بن جاتی ہے پھر جب کہ یہ بھی دیکھا جائے کہ وہ حضرات جو امام صاحب کے گرد جمع ہوئے تھے وہ ما بعد کے تمام محمد شین، امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہ وغیرہ کے شیوخ حدیث بھی۔ تھے۔

حضرت ابن مبارک

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک نے جن کو سب ہی محمد شین نے بالاتفاق امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب دیا امام صاحب کو امام عظیم کا لقب حدیث دانی کی وجہ سے دیا تھا۔

امام صاحب کے مناظرے

امام صاحب نے اپنے وقت کے بڑے بڑے محدثین سے مناظرے کئے اور غالب آئے یہ بھی ان کی غیر معمولی طور پر حدیث دانی پر دلیل ہے، اسی طرح دور، دور سے بڑی بڑی تعداد میں محمد شین کرام آکر امام صاحب کے حلقة درس میں شریک ہوتے تھے اس سے بھی ان کا محمد شیعہ ہونا عیاں ہے، اس زمانہ میں بڑی اہمیت علم حدیث ہی کی تھی اور جو اس میں ناقص ہوتا ہو محمد شین کا مرجع نہیں بن سکتا تھا۔

مجلس تدوین فقہ کا طریقہ کار

تدوین فقہ کی مجلس میں جب مسائل پر بحث ہوتی تھی تو سب شرکاء حصہ لیتے تھے جن میں بڑے بڑے محدثین بھی تھے اور سب سے آخر میں امام صاحب ہی محاکمہ کر کے قول فیصل ارشاد فرماتے تھے یہ بات بھی آپ کے ہر علم میں اور خصوصاً حدیث میں امتیاز خاص بتلاتی ہے۔ پھر امام صاحب اپنے وقت کے مفتی عظیم تھے اور مشکلات نوازل میں ان ہی کا قول آخر تھا، بغیر عظیم الشان سرمایہ حدیث کے فتویٰ دینا اور وہ بھی اس دور میں کہ قدم قدم پر بیمل القدر محمد شین بیٹھے ہوئے تھے، ناممکن تھا۔

افتاء کا حق

امام احمد سے کسی نے سوال کیا تھا رفتار فتوی دینے کے لئے ایک ایک لاکھ حدیثیں کافی ہیں؟ فرمایا نہیں! وہ شخص بڑھاتا گیا، یہاں تک کہ اس نے پانچ لاکھ کہا تو فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اتنی حدیثیں کافی ہو جائیں گی، اس اعتبار سے امام صاحب کے فتوی کیلئے بھی کم سے کم پانچ لاکھ احادیث تو بقول امام احمد ضرور ہوں گی جبکہ ان کے اقوال و فتاویٰ اس بہترین زمانہ کے حدیثیں میں بھی مقبول و متداول تھے۔

اہم نقطہ فکر

ایک بہت ضرروی واہم بات یہاں یہ بھی کہنی ہے کہ یہ پانچ لاکھ یا سات لاکھ کی تعداد امام احمد کے وقت میں حدیث کے تعداد و طرق و کثرت اسناد کے باعث ہو گئی تھی کہ حسب تصریح حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ان کے وقت میں ایک ایک حدیث کے سوسوطریقے متن و سند کے اختلاف سے ہو گئے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز امام صاحب وغیرہ کے سابق ادوار میں نہ تھی جتنا زمانہ بڑھتا گیا طرق حدیث بھی بڑھتے گئے یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت صدیق اکبر کا دور چونکہ عہد رسالت سے قریب تھا وہ جمع حدیث کو پسند نہ کرتے تھے کہ مبادا پہلی امتیں کی طرح اصل کتاب کی اہمیت کم ہو جائے، پھر حضرت عمر کا دور آیا اور اسلام دور، دور تک پھیلا تو ضرورت قانون اسلام کی بڑی شدت کے ساتھ سامنے آئی شروع ہوئی اور اس کی تکمیل بغیر احادیث و آثار ناممکن تھی اس لئے حضرت عمر نے ضرورت حدیث کا احساس کیا تاہم اس خیال سے کہ لوگ روایت میں بے احتیاطی نہ کریں اس پرخی کی کہ کوئی شخص بغیر پورے اطمینان و یقین کے کوئی روایت بیان نہ کرے، اسی لئے بعض اوقات گواہ تک طلب کرتے تھے۔

اس روک تھام کے ساتھ اور اس لئے بھی کہ وہ دور اخیار و اتفقاء کا تھا، روایات کا سلسلہ محتاط اور کم رہا، پھر تابعین کا دور آیا اور اسلامی فقه کی ضرورت کا احساس بڑھا تو روایات میں اور اضافہ ہوا اور لوگوں میں اخذ و نقل روایات کا رجحان ترقی پذیر ہوا تاہم یہ دور بھی خیر القرون میں تھا اور لوگ صدق و دیانت کے شیدائی تھے اس لئے روایات کا دائرہ عدول و ثقافت تک ہی رہا۔

لہذا امام احمد کے زمانہ کی پانچ لاکھ احادیث کو امام صاحب کے زمانہ کی پانچ ہزار کے برابر سمجھنا چاہئے اس سے اس زمانہ کے بعض جاہل عالموں کی اس بات کا جواب ہو گیا جو کہا کرتے ہیں کہ متاخرین کو لاکھوں احادیث پہنچی ہیں جو مجتہدین کو نصیب نہیں ہوئیں اس لئے کہ لاکھوں حدیثیں پہنچنا تو مسلم ہے مگر وہ حدیثیں وہی تھیں جو مجتہدین کے پاس بھی تھیں، وہی اسنادوں کی کثرت اور متون کے اختلاف سے لاکھوں پنکھیں ورنہ ان کو موضوعات کہنا پڑے گا کہ پہلوں کے پاس نہ تھیں اور بعد کو وضع کر لی گئیں۔

اصح ترین متون حدیث

بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ جس قدر صحیح متون احادیث کے قدماء کو ملے تھے وہ سب متاخرین کو قوی و صحیح طریقوں سے نہ پہنچ سکے اور برابران میں کمی ہوتی گئی اور کمی ہوتی رہے گی، اندازہ تکچھے کہ امام احمد کو ساڑھے سات لاکھ حدیثیں پہنچیں مگر ان کے ارشد تلامذہ امام بخاری کو صرف ۶ لاکھ پہنچیں جب کہ ان کا حافظہ بے نظری اور سعی حصول حدیث بھی غیر معمولی تھی، اسی طرح پانچویں طبقہ سے نویں طبقہ تک سوچنے!

اسی سے یہ بھی کہنا بجا ہے کہ جو ذخیرہ صحیح حدیثوں کا امام صاحب کے پاس تھا وہ امام بخاری تک نہیں پہنچا۔

اور جو ذخیرہ امام بخاری وغیرہ محدثین مابعد کے پاس پہنچا ہے اس سے کہیں زیادہ امام صاحب کے پاس تھا۔

مددوین فقہ کے شرکاء کی تعداد

اسی دور میں امام اعظم کے گرد دنیا بے اسلام کے بہترین محدثین جمع ہو گئے اور امام صاحب نے اپنی غیر معمولی قابلیت و صلاحیت سے کام لے کر مددوین فقہ کی مجلس ترتیب، جس کے متعین اراکین تو چالیس ہی تھے مگر دوسرے صد ابا محدثین بھی اس سلسلہ میں برابرا عانت کرتے رہتے تھے جس کو میں نے دوسری جگہ نقل کیا ہے اس کے بعد حسب تصریح حدیث صحیح وہ دور آیا جس میں جھوٹ کو فروع ہونا شروع ہوا لوگوں نے احادیث تک وضع کرنی شروع کر دیں اور اسی لئے جرح و تتعديل کے فن کی ضرورت ہوئی، صحیح روایات بیان کرنے والوں میں بھی کثرت روایات کا رجحان بڑھا اور یہی چیز رفتہ رفتہ ترقی کر کے اس حد تک پہنچی کہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ صاحب امام احمد کے وقت میں ایک ایک حدیث کی روایت سوسوطریقوں سے ہونے لگی اور محدثین کی اصطلاح میں ایک ہی حدیث الفاظ حدیث کے اختلاف اور روایت کرنے والوں کی کثرت سے بڑھ جاتی ہے..... مثلاً ایک حدیث کے ایک سوراوی ہوں تو ان کو ایک سوا حدیث گنا جائے گا اور اسی طرح ایک حدیث کا متن والفاظ دس روایتیں الگ الگ بیان کریں تو وہ ایک نہیں دس حدیث گئی جائیں گی، اسی سے بعد کے محدثین کے پاس یہ کہا جانے لگا کہ مثلاً امام احمد کے پاس دس لاکھ احادیث تھیں امام بخاری کے پاس چھ لاکھ احادیث تھیں حالانکہ یہ تعداد حدیث کے ابتدائی طبقات کے لحاظ سے بہت کم تھی کیونکہ وہاں نہ تو اتنے زیاد، ایک ایک حدیث کے روایت کرنے والے تھے اور نہ متون کا اس قدر اختلاف تھا۔

اسی لئے جو احادیث مجتهدین امت کو پہنچی تھیں وہ بہ نسبت دور ما بعد کے زیادہ توی اور با وثوق تھیں اور کیا عجب ہے کہ اسی لئے حق تعالیٰ نے تقدم و قوت ہی کے لحاظ سے مذاہب اربعہ کو رواج و قبول بخشا ہوا اور ان کے بعد کے جو مذاہب ہوئے وہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ختم ہو گئے، یہاں سے مذہب حنفی کی برتری بھی مفہوم ہوتی ہے کہ حسب اعتراف امام سیوطی شافعی وغیرہ امت محمد یہ کائف یاد و تہائی حصہ ہر دور میں اسی کا قبیع رہا ہے، اس کے بعد درتبہ بدرجہ باقی تینوں مذاہب حقہ کا رواج و قبول ہوا۔

امام اعظم کی جامع المسانید: ائمۃ المعرف حیدر آباد سے دو خیم جلدیوں میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اس کے روایۃ بیشتر وہ کبار محدثین ہیں جو اصحاب صحابہ کے بھی شیوخ ہیں، جامع مسانید میں علامہ خوازمیؒ نے آخر میں رجال کے ذکرہ میں جا بجا اس پر تنبیہ کی ہے۔

امام اعظم اور رجال حدیث

پھر امام اعظم نہ صرف محمد اعظم تھے بلکہ ان کے اقوال رجال حدیث کی جرح و تتعديل میں بھی بطور سند مانے جاتے تھے چنانچہ امام ترمذی و حافظ ابن حجر وغیرہ نے کتب حدیث و رجال میں ان کے اقوال پیش کئے ہیں۔

غرض مددوین فقہ کے بانی اعظم امام صاحب کا خود بھی علم حدیث میں نہایت بلند مرتبہ تھا اور فقہی مسائل کے استنباط میں بھی انہوں نے حدیث کی رعایت سب سے زیادہ کی ہے، چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے لکھا ہے کہ ”امام صاحب اور آپ کے اصحاب (شرکاء مددوین فقہ) حدیث سے بھی بہت زیادہ قریب ہیں کیونکہ انہوں نے اولاً تخفیف کتاب سنت سے جائز رکھا، ثانیاً مراہیل پر عمل کیا اور ان کو رائے و قیاس پر مقدم کیا، ثالثاً روایت مجہول کو بھی قیاس پر مقدم کیا، رابعاً قول صحابی کو بھی قیاس پر مقدم کیا (یہ سمجھ کر قول صحابی بھی غیر مدرک بالقیاس میں حدیث ہی کے قریب درجہ رکھتا ہے)

امام محمد نے کتاب ادب القاضی میں فرمایا کہ ”حدیث بغیر استعمال رائے کے مستقیم نہیں ہو سکتی اور نہ رائے بغیر حدیث کی مطابقت کے مستقیم ہو سکتی ہے اسی لئے امام محمدؓ نے اپنی کتابوں کو احادیث و آثار سے بھروسیا ہے، ہاں جن لوگوں نے سہولت اور راحت پسندی سے کام لیا اور صرف ظاہر احادیث پر کفایت کی معافی کا کھوج نہ لگایا ترتیب فروع علی الاصول او استنباط وغیرہ کی تکلیف برداشت نہ کی وہ ظاہر حدیث کی

طرف منسوب ہو گئے اور احتساب اصحاب رائے کھلائے کیونکہ وہ حلال و حرام کی معرفت میں حاذق اور متقن تھے، اخراج مسائل نصوص سے کرنے میں اور وقت نظر و کثرت تفریج میں متاز تھے اور ان سب امور سے اکثر اہل زمانہ عاجز تھے۔ (مقدمہ فتح الہم ص ۲۷)

اجتہاد کی اجازت شارع علیہ السلام سے

واضح ہو کہ اجتہاد کرنے کا حکم خود شارع علیہ السلام نے دیا ہے اور خود بھی اس پر عمل کیا چنانچہ ترمذی، ابو داؤد اور داری میں حدیث موجود ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو قاضی یمن بنا کر بھیجا تو ان سے پوچھا کہ جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے گا تو کس طرح فیصلہ کرو گے انہوں نے کہا کہ کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ملت تو کیا کرو گے؟ کہا سنت رسول خدا کی روشنی میں اس کا حکم دیکھوں گا فرمایا کہ اگر اس میں بھی نہ ملت تو کیا کرو گے، کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس حکم کو نکالنے کی پوری سعی کروں گا، حضرت معاذؓ ہی کا بیان ہے کہ اس کو سن کر رسول اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مار کر فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے رسول کے رسول کو اس امر کی توفیق دی جس سے خدا کا رسول راضی ہوا۔

اسی طرح کی دوسری احادیث بھی کتب حدیث میں موجود ہیں امام اعظم اور آپ کے شرکاء مددوین فقہ نے مددوین فقہ کی ضرورت محسوس کر کے وہ کارنامہ انجام دیا جس کا مثل دوسرے مذاہب پیش نہیں کر سکتے۔

نقشہ مددوین فقہ

شامی میں لکھا ہے کہ فقہائے نے نقش کی مددوین کا نقش اس طرح کھینچا ہے کہ فقہ کا کھیت حضرت عبد اللہ ابن معسون نے بوسا، علقہ نے اس کو سینچا، ابراہیم بن حنفی نے اس کو کاٹا، حماد نے اس کو مانڈا یعنی انداج کو بھوی سے الگ کیا، ابو حنیفہ نے اس کو پیسا، ابو یوسف نے اس کو گوندھا، محمد بن الحسن نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی سب اس کے کھانے والے ہیں۔

تشریح: یعنی اجتہاد و استنباط کا طریقہ حضرت ابن مسعود سے شروع ہوا، سراج الاممہ امام الائمه امام اعظم نے اس کو مکمال پر پہنچا کر مددوین فقہ کی مہم سرکاری، تقریباً ساڑھے بارہ لاکھ مسائل و جزئیات کو مخفی کر کر ان کو ابواب پر مرتب کرایا جن سے کتاب الفراءض، کتاب الشروط وغیرہ تصنیف ہوئیں، پھر آپ ہی کے نقش قدم پر چل کر امام مالک، امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کی بائز ائمہ مجتہدین نے اصول تفقیہ و تفریج وغیرہ مرتب کرے ترقیات کیں اور فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث و رجال وغیرہ پر بہترین کتابیں وجود میں آئیں۔

بانی علم اصول فقہ

موفق ص ۲۲۵ ج ۲ میں تصریح ہے کہ سب سے پہلے علم اصول فقہ میں امام ابو یوسف نے امام اعظم کے مذهب پر کتابیں لکھیں اس لئے امام شافعی کے بارے میں جو کسی نے لکھا ہے کہ اصول فقہ پر سب سے پہلے کتاب لکھی وہ خود امام شافعی کے اصول فقہ سے متعلق سمجھنا چاہئے۔

سب سے پہلے مددوین شریعت

مند خوارزمی میں ہے کہ امام صاحب نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا کیونکہ صحابہ و تابعین نے علم شریعت میں ابواب فہریہ کی ترتیب پر کوئی تصنیف نہیں کی، ان کو اپنی یاد پر اطمینان تھا لیکن امام صاحب نے صحابہ و تابعین کے بلا اسلامیہ میں منتشر ہونے کی وجہ سے علم شریعت کو منتشر پایا اور متاخرین کے سو حفظ کا خیال کر کے مددوین شریعت کی ضرورت محسوس کی روایت ہے کہ آپ کے مذهب کو چار ہزار شخصوں نے نقل کیا ہے اور پھر ہر ایک کے اصحاب و تلامذہ کی تعداد ملا کر لاکھوں تک پہنچتی ہے، ملاعی قاری نے اپنے رسالہ میں جو قال مروزی کے جواب میں

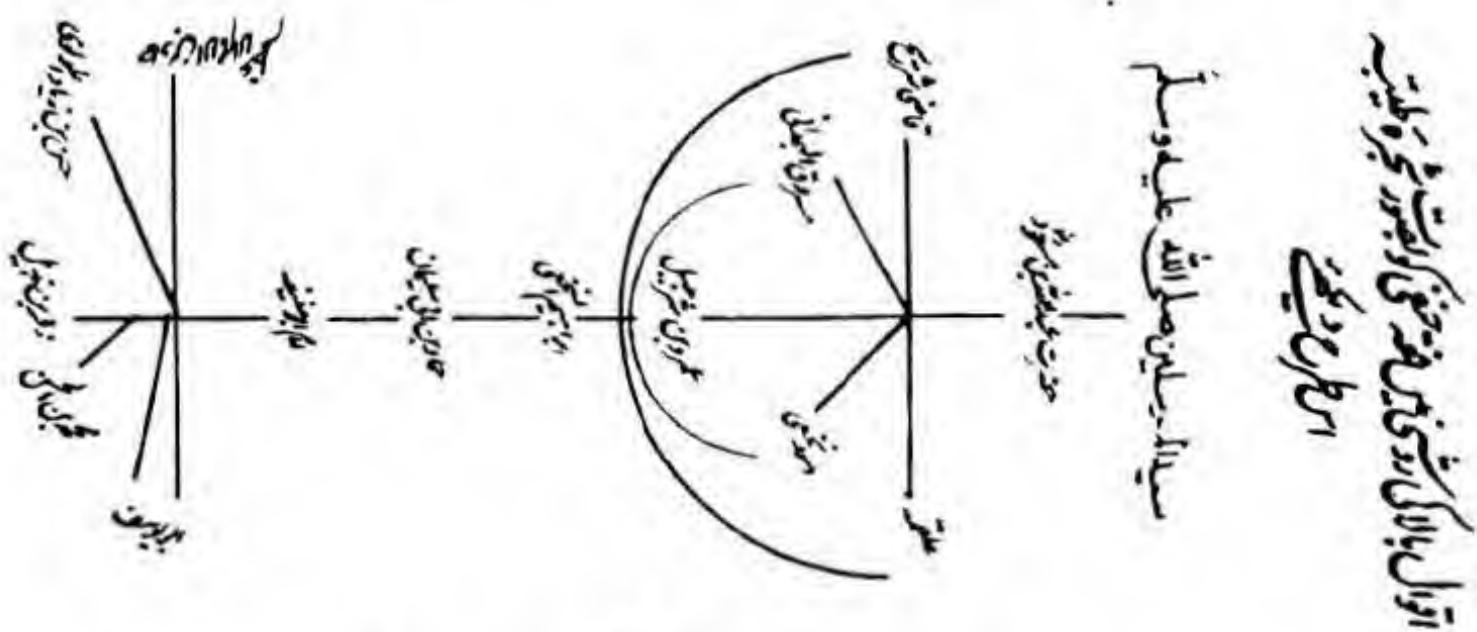
لکھا ہے، تصریح کی کہ امام صاحب کے مقلدین بلاشبہ ہر دور میں دو تہائی رہے ہیں جن میں بڑے بڑے اہل علم، اتفیاء اور سلطان ہوئے ہیں۔

فقہ حنفی کی تاریخی حیثیت

خلف بن ایوب کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے علم سرور انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو پہنچا حضور اکرم ﷺ سے صحابہ کرام کو، صحابہ کرام سے تابعین کو اور تابعین سے امام ابوحنیفہ کو حافظ ابن قیم نے بھی علام الموقعنی میں اس موضوع پر پوری بحث کی ہے، صحابہ کا ذکر کیا پھر محدثین و فقہاء کے فرائض، ان کے مناقب و فضائل لکھے اور اسی سلسلہ میں امام صاحب اور ان کے اصحاب کا بھی وقیع طور پر ذکر کیا ہے، شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی جستہ اللہ میں یہ بحث لکھی ہے اور حافظ ابن قیم اور شاہ صاحب کی بحث میں صرف تفصیل و اجمال کا فرق ہے، دونوں جگہوں کو دیکھ لیا جائے، ہم نے بخوبی طوالِ اتنے کو یہاں نقل نہیں کیا۔

امام اعظم اور آپ کے ۲۰ شرکاء تدوین فقه

موفق ص ۳۹ میں ہے کہ امام داہب نے چار ہزار اساتذہ سے علم فقه و حدیث حاصل کیا اور تکمیل کے بعد مندرجہ پر بیٹھے تو ایک ہزار شاگرد جمع ہو گئے ان میں سے ۲۰ کو منتخب کیا، تدوین فقه کے لئے جو سب مجتہد تھے، یہ چالیس حضرات تدوہ تھے جو باقاعدہ تدوین فقه کے کام میں ذمہ دارانہ حصہ لیتے تھے، ان کے علاوہ دوسرے محدثین و فقہاء بھی اکثر اوقات حدیثی و فقہی بحثوں کو سنتے اور ان میں اپنے اپنے علم و صواب دید کے موافق کہنے سننے کا برابر حق رکھتے تھے۔



امام صاحب کا مقام مجلس تدوین میں

ابوہاشم الکوفی الہمدانی (جنہوں نے امام صاحب اور دوسرے مشائخ کو فد کی صحبت پائی ہے) نے روایت کی کہ امام صاحب جب مندرجہ پر بیٹھتے تھے تو ان کے اردو گرد آپ کے اصحاب قاسم بن معن، عافیہ ابن یزید، داؤد طائی، زفر بن ہندیل جیسے خصوصی ارکان مجلس بیٹھ جاتے تھے اور کسی مسئلہ پر بحث شروع ہو جاتی تھی اور اثناء بحث میں آوازیں بھی بلند ہو جاتی تھیں لیکن جب امام صاحب تقریر فرماتے تھے تو سب خاموش ہو جاتے تھے اور امام صاحب پوری تحقیق فرمائیتے تو سب مل کر اس کو منضبط کر لیتے تھے پھر اس کو مکمل کرنے کے بعد دوسرے مسئلے کو شروع کرتے تھے۔

یہ بھی انہوں نے بیان کیا کہ جب امام صاحب کے اصحاب آپ کی خدمت میں جمع ہوتے تھے تو پوری طرح مستعد ہو کر شاگردوں کے طریق پر بیٹھتے تھے لور جب امام صاحب تقریر فرماتے تھے تو ان کی تقریر صرف قوی استعداد کے لوگ سمجھ سکتے تھے۔ (مناقب کر دری ص ۱۰۳ ج ۱)

مجلس وضع قوانین کی تاسیس

حر میں شریفین میں تقریباً ۶ سال گذارنے کے بعد جب امام صاحب کوفہ واپس آئے تو مجلس مذکورہ قائم کرنے کا منصوبہ ذہن میں تھا اور یہ ایسا عظیم الشان تاریخی کارنامہ تھا جس کی نظریہ اسلام تو اسلام، غیر اسلامی تاریخوں میں بھی نظر نہیں آتی، امام صاحب جن کی دو خصوصیتیں اس وقت زیادہ نمایاں ہو چکی تھیں، ایک نو احادیث و آثار کی تاریخی جستجو کی اہمیت ان کے ناخ و منسوخ، تقدم و تأخر کی معلومات میں غیر معمولی امتیاز حاصل کر لیا تھا اور ان کے حالات میں بڑے بڑے لوگوں نے امام صاحب کے اس امتیاز کو نمایاں کیا ہے کہ ناخ و منسوخ احادیث و آثار کے آپ بہت بڑے عالم تھے، دوسری خصوصیت مسائل و نوازل کے وقوع سے پہلے ان کے احکام کتاب و سنت کی روشنی میں ان کی غیر موجودگی میں قیاس و رائے سے متعین کرنا، ان دونوں وصف کے وہ شہرت یافتہ امام تھے۔

قیس بن رئیح حفاظہ حدیث میں تھے ان سے جب کوئی امام صاحب کی خصوصیت دریافت کرتا تو جواب میں فرماتے ”اعلم الناس بما لم یکن“ یعنی جو حادث ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے، ان کے متعلقہ احکام کے وہ سب سے بڑے عالم تھے۔ (مناقب موفق ص ۲۰ ج ۲)

تدوین فقه کا طرز خاص

امام صاحب نے جس طرز پر تدوین فقد کا کام کیا درحقیقت وہ رسول اکرم ﷺ کے فرمان کی تعلیم تھیں جو طبرانی نے اوسط میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ قال قلت بار رسول الله ان ينزل بنا امر ليس فيه بيان امر و لا نهي فما تامرني؟ قال تشاور و الفقهاء والعبداء ولا تمضوا فيه رأى خاصة اسی لئے یہ مذهب حنفی جو دراصل ایک جماعت شوریٰ کا مذهب تھا اور حضور اکرم ﷺ کے ارشاد بِالله عَلَى الْجَمَاعَةِ سے موید تھا ہر زمانہ میں مقبول و خواص و عوام رہا اور اسی لئے امام مالک جیسے امام و مجتهد ان کی جماعت کے تدوین کردہ مذهب سے مستفید ہوتے تھے، موفق میں ہے کہ امام مالک اکثر امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق حکم دیتے تھے اروان کے فیصلوں کو تلاش کرتے تھے خواہ ظاہر نہ کریں۔ (موفق ص ۲۳ ج ۲) یہ روایت الحسن بن ابی اسرائیل سے جو شیوخ ابو داؤ و دنسائی میں ہیں اور محمد بن عمر واقدی سے ہے جو امام مالک کے شاگرد تھے۔

فقہ حنفی اور امام شافعی

امام عظیم کے بعد انہے متبوعین میں سے فقہی نقطہ نظر سے امام شافعی کا درجہ مانا گیا ہے، اس نے ان کی رائے فقه حنفی میں یہاں خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ افرمایا کہ تمام لوگ فقد میں امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں میں نے کوئی شخص بھی ابوحنیفہ سے افقہ نہیں دیکھا۔ (خیرات حسان ص ۳۱)

۲۔ جس شخص نے ابوحنیفہ کی کتابوں میں نظر نہیں کی وہ علم و فقه میں تبحر حاصل نہیں کر سکتا۔ (خیرات ص ۳۱)

۳۔ جو شخص فقد میں تبحر ہونا چاہے وہ امام ابوحنیفہ کا نمک خوار بنے کیونکہ وہ ان میں سے تھے جن کو فقد میں کامل توفیق ملی ہے (ایضاً)

۴۔ دیلمی نے امام شافعی سے نقل کیا کہ میں امام محمد کی خدمت میں دس سال رہا اور ان کی تصنیف اس قدر پڑھیں جس کو ایک اونٹ اٹھا سکے، اگر امام محمد اپنی عقل و فہم کے مطابق ہم سے کلام کرتے تو ہم ان کا کلام کبھی نہ سمجھ سکتے لیکن وہ ہم سے ہماری عقل و فہم کے مطابق کلام لے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کوئی ایسا امر پیش آئے جس میں امر و نہی منصوص نہ ملے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ فرمایا ”فقہاء و عابدین سے معلوم کرو اور کسی ایک کی رائے پر مت چلو“۔

کرتے تھے (کر دری ص ۱۵۵ ج ۲)

۵- فرمایا مجھے خدا نے علم میں دو شخصوں سے امدادی حدیث میں ابن عینہ سے اور فقہ میں امام محمد سے (کر دری ص ۱۵۰ ج ۲)

۶- جو فقہ حاصل کرنا چاہے وہ امام ابوحنیفہ کے اصحاب و تلامذہ کی صحبت کو لازم سمجھے کیونکہ معانی ان کو ہی میسر ہوئے ہیں، بخدا میں امام احمد کی کتابیں ہی پڑھ کر فقیہ بناؤ۔ (در مختار ص ۳۵)

خصوصیات فقہ حنفی

بے شمار خصوصیات میں سے چند بطور مثال ملاحظہ کریجئے۔

۱- باقی فقہ حنفی کا نظریہ یہ تھا کہ نہ هرف اپنے وقت کے موجودہ مسائل کو طے کیا جائے بلکہ جو حادث و نوازل آئندہ بھی تا قیام قیامت پیش آسکتے ہیں، ان سب کا فیصلہ کیا جائے، برخلاف اس کے اس زمانہ کے دوسرے محدثین و اکابرین حتیٰ کے امام مالک وغیرہ کا بھی نظریہ یہ تھا کہ صرف ان مسائل کی تحقیق کی جائے جو پیش آچکے ہیں، وہ فرضی مسائل کے جوابات بھی نہیں دیتے تھے اس لئے یہ فقہ حنفی کی بڑی خصوصیت و فضیلت ہے جو نہ کوئی ہوئی اور اسی سے امام عظیم کی بھی عظیم منقبت نکلتی ہے کیونکہ بنی آدم کے استحقاق خلافت کا بڑا سب علم ہے اور علمی کمالات کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کو سردار اولین و آخرین کہتے ہیں پھر وہ علم جو معاملات متعلقہ بالغیر کے انہرام سے متعلق ہو سب سے زیادہ نافع قرار دیا گیا ہے اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد جن لوگوں کے علم سے امت کو زیادہ فائدہ پہنچا وہ نسبت دوسروں کے افضل ہوں گے، چنانچہ حاصل علوم صحابہ و تابعین میں سے امام عظیم کے علم اور علمی خدمات سے جو نفع دوسری صدی سے چودھویں صدی تک پہنچا ہے وہ دوسروں کے علمی افادات سے ہزاروں حصہ زیادہ ہے اور ان شاء اللہ اسی شان سے اس کی افادیت آخر زمانہ تک رہے گی۔ وما ذلک على الله العزیز۔

۲- فقہ حنفی کی تدوین کی ایک دو فردنے نہیں کی بلکہ ایک بڑی جماعت نے کی ہے جس کی ابتدائی تشكیل ہی میں کم سے کم چالیس افراد کے نام آتے ہیں جو اپنے وقت کے بڑے بڑے مجتہدا اور بعد کے اجلہ محدثین امام احمد، امام بخاری، امام مسلم وغیرہ کے شیوخ کے شیوخ اور استادوں کے استاد تھے اور اسی لئے بعض مصنفوں نے تصریح کی ہے کہ اگر صحاح ست اور دوسری مشہور کتب حدیث میں سے امام عظیم کے تلامذہ کے سلسلہ کی احادیث و آثار کو الگ کر لیا جائے تو ان میں باقی حصہ بمنزلہ صفر رہ جائے گا۔

پھر اس دور کے بعد سے اب تک فقہ حنفی کی خدمت ہر زمانہ میں بڑے بڑے فقہاء محدثین کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ سب بھی امام صاحب ہی کا نہ کوئہ نظریہ رکھتے ہوں گے اور ہر دور میں لاکھوں لاکھ مسائل کا فیصلہ قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین، اجماع و قیاس سے ہوتا رہا توب تک کتنی تعداد ہوئی ہوگی، وہرے فقہ میں نہ اتنی وسعت تھی اور نہ کام کرنے والوں نے اس وسعت حوصلہ سے کام کیا تو ظاہر ہے کہ فقہ حنفی کے مقابلہ میں ان کی پوزیشن کیا ہے۔

۳- عامر بن الضرات نبی امام عظیم کے خاص تلامذہ اہل نبأ میں سے تھے، محمد بن یزید کا بیان ہے کہ میں ان کی خدمت میں آتا جاتا تھا، ایک روز فرمانے لگئے تم نے امام صاحب کی کتابیں بھی دیکھی ہیں؟ میں نے عرض کیا میں توحیدیت کا طالب ہوں، ان کی کتابوں کا مطالعہ کر کے میں کیا کروں گا؟ فرمایا کہ میں ستر سال سے برابر آثار کا علم حاصل کر رہا ہوں لیکن امام صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے پہلے میں اچھی طرح استنجاء بھی نہیں جانتا تھا۔ (کر دری ص ۲۳۷ ج ۲)

۴- فقہ حنفی سے دوسرے فہرتوں نے بھی مدولی جس کی تفصیل بلوغ الامانی میں ملاحظہ کی جائے اور امام شافعی وغیرہ کے اقوال اس پر گواہ ہیں۔

۵- فقہ حنفی جس طرح خواص اہل علم و فضل اور سلاطین اسلام کی نظروں میں بوجہ اپنی جامعیت و معقولیت کے مقبول و محبوب ہوا، عوام

میں بھی بوجہ سہولت عمل و تشریع جزئیات میں فروع کشیرہ پسند کیا گیا، نیز مذہب حنفی میں ہر زمانے کی ضروریات اور جدید ترقیات کے ساتھ چلنے کی پوری صلاحیت موجود ہے، اسی لئے ابتداء ہی سے اس کا انفوڈ و شیوع دور، دراز بلا دوممالک میں ہو گیا تھا، چنانچہ ذیل کا ایک واقعہ بطور مثال پڑھ لیجئے۔

خیر القرون میں اسلام اور حنفی مذہب کا چین تک پہنچنا

نواب صدیق حسن خان نے کتاب ریاض المرتاض و غیاض الاریاض میں ص ۳۱۶ پر سد سکندری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”کتاب مالک الممالک میں لکھا ہے کہ واثق بالله (خلیفہ عباسی) نے چاہا کہ سد سکندری کا حال معلوم کرے چنانچہ اس نے اس کے تفصیل کے لئے ۲۲۸ھ میں سلام نامی کو جو چند زبانوں کا واقف تھا پچھا اس آدمیوں کے ساتھ سامان رسدویکر روانہ کیا، یہ لوگ بلا دار میں، سامرہ، ترخان وغیرہ سے گزر کر ایسی سرز میں پر پہنچے جہاں سے سخت بد بولکتی تھی، پھر دروز مزید چل کر ایسی سرز میں پر پہنچے جہاں ان کو ایک پہاڑ نظر آیا وہاں ایک قلعہ بھی تھا اور کچھ لوگ اس میں تھے مگر آس پاس آباد کاری کے نشانات نہ تھے ۲۷ منزل وہاں سے آگے اور طے کیں اور ایک قلعہ پر پہنچے جہاں سے ایک پہاڑ قریب تھا اور اس کی گھائیوں میں سد یا جو ج ماجون تھی اگرچہ اس کے قریب بستیاں کم تھیں مگر صحراء اور متفرق مکانات بہت تھے، سد نہ کو رکے محافظ جو اس جگہ تھے وہ سب مسلمان تھے اور ان کا مذہب حنفی تھا زبان عربی و فارسی بولتے تھے۔

وجہ اختلاف

امام صاحب کی بلند شخصیت اور وسیع حلقہ درس استنباط احکام کے نئے مستحکم اسالیب کی شہرت دور، دور تک پہنچ گئی تھی اور دور سے لوگ صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے تھے، اس لئے خلاف کرتے تھے اور آپ کے وسیع علم، غیر معمولی ورع و تقویٰ اور جلالت قدر کا اندازہ نہ کر کے نہیں بات سن کر منکر کر سکتے تھے چنانچہ جو لوگ واقف ہو جاتے تھے وہ تعظیم کرتے تھے اور موافقت کرتے تھے مثلاً امام اوزاعی نے جوفیقہ شام اور آپ کے معاصر تھے، عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ یہ کون مبتدع کوفہ میں پیدا ہوا ہے ابوحنیفہ؟ انہوں نے جواب نہ دیا بلکہ مشکل مشکل مسائل بیان کئے اور ان کے جوابات فتاویٰ امام صاحب کے بتائے ہوئے، انہوں نے دریافت کیا کہ یہ جوابات فتاویٰ کس کے ہیں؟ کہا کہ ایک شخص کے ہیں جن سے میں عراق میں ملا تھا، اوزاعی نے کہا کہ یہ تو مشائخ میں بڑی قابل قدر شخصیت معلوم ہوتے ہیں، تم جاؤ اور ان سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو، اس پر انہوں نے کہا کہ وہی تو ابوحنیفہ ہیں، پھر امام اوزاعی اور امام صاحب مکہ میں جمع بھی ہوئے اور مسائل کا مذاکرہ کیا جن کو حل کیا (ابن المبارک ذکر کرتے ہیں کہ) جب جدا ہوئے تو امام اوزاعی نے ان سے فرمایا ”مجھے تو اس شخص کے کثرت علم اور وفور عقل پر غبطہ ہوا اور میں خدا سے استغفار کرتا ہوں کہ ان کے بارے میں جو کچھ کہا میں تو کھلی غلطی پر تھا، جاؤ ان کی صحبت کو لازم کرلو کسی طرح ساتھ نہ چھوڑو کیونکہ ان کے بارے میں جو چیزیں مجھ کو پہنچی تھیں میں نے ان کو ان کے بالکل خلاف پایا (الخیرات الحسان ص ۳۳)

امام صاحب کی بلند ترین شخصیت علمی کے گھرے اثرات نئے طریق فکر، افتاء و تخریج مسائل کے نئے اسلوب، فہم معانی حدیث و استنباط احکام کے گرانقدر اصول، شورائی طرز کی فقیہی مجالس کی دھاک دور دور تک بیٹھی ہوئی تھی اور یہ دنیا کی بے نظیر علمی مہم دو چاروں سال تک بھی نہیں تقریباً تیس سال بلکہ زیادہ تک پورے شد و مدد سے جاری رہی، اتنے بڑے عظیم الشان کام کو انجام دینے والی عظیم شخصیت کے ایسے غیر معمولی کارنامہ کو دیکھ کر دنیا نے علم تجویز و تماشہ تھی، قریب سے دیکھنے والوں نے اچھے اثرات لئے دور سے اندازہ کرنے والوں میں بھی و غلط دونوں ہوئے، کچھ رشک و حسد کا شکار ہوئے کچھ اور آگے بڑھے اور مخالفانہ پروپیگنڈے شروع کئے جیسے نعیم بن حماد کہ امام ذہبی میزان جلد سوم ص ۲۳۹ پر ازدی سے نقل کرتے ہیں کہ نعیم تقویت سنت کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے اور امام ابوحنیفہ کے معاویہ میں جھوٹی

کا سیئس گھڑا کرتے تھے جو سب کی سب بھوت ہوتی تھیں۔

انسوں ہے کہ امام بخاری نے ان فیض کی بھی ایک غلط روایت اپنی تاریخ صغير میں نقل کر دی ہے جو امام اعظم کے بارے میں حضرت سفیان ثوری کی طرف منسوب کی گئی ہے اور وہ حضرت سفیان پر بھی افتراہ ہے کیونکہ شیخ ابن مجرب کی شافعی نے خیرات حسان میں حضرت سے امام اعظم کی توثیق نقل کی ہے۔

امام صاحب اور سفیان ثوری

امام سفیان ثوری ان لوگوں میں سے تھے جن کو امام صاحب سے ہمسری کا دعویٰ تھا پھر بھی وہ امام صاحب کے علوم سے بے نیاز نہ تھے، انہوں نے بڑے لطائف الحیل سے کتاب الرحمن کی نقل حاصل کی اور اس کو اکثر پیش نظر رکھتے تھے، زائدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سفیان کے سرہانے ایک کتاب دیکھی جس کا وہ مطالعہ کر رہے تھے ان سے اجازت لے کر میں اس کو دیکھنے لگا تو امام ابوحنیفہ کی کتاب الرحمن نہیں، میں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ ابوحنیفہ کی کتابیں دیکھتے ہیں؟ بولے، کاش ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوتیں۔ (عقود الجمان باب عاشر)

حسن بن مالک کا قول ہے کہ امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے، سفیان ثوری مجھ سے زیادہ امام ابوحنیفہ کا اتباع کرنے والے ہیں، حضرت علامہ عثیانی نے لکھا کہ اس امر کا ثبوت جامع ترمذی کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ (مقدمہ فتح الملبم ص ۶۹)

اس کے علاوہ حضرت ابو فیض اصبهانی نے بھی کچھ روایات امام اعظم کی شان کے خلاف نقل فرمادی ہیں جن کے راوی درجہ اعتبار سے ساقط ہیں، کیا اچھا ہوتا کہ ایسے بڑے لوگ جو روایت حدیث کے وقت بال کی کھال نکالتے ہیں اور کسی طرح شک و شبہ کے پاس بھی نہیں پہنچتے ایک ایک لفظ کو جانچ توں کر اور کسوٹی پر کس کرنفل کرتے ہیں امام اعظم ایسی عظیم و جلیل شخصیتوں کے بارے میں بھی اپنی مختار و دش کو بے داغ رکھتے تاکہ جواب دینے والے بضرورت جواب بھی اپنے محبوب و محترم امام بخاری یا محدث ابو فیض کے متعلق کسی ادنی سے ادنی شکوہ بے اختیاطی وغیرہ پر بھی مجبور نہ ہوتے، یہ ظاہر ہے کہ امام اعظم کی جلالت قدر کو وہ حضرات ہم سے بھی زیادہ جانتے پہنچانتے تھے اور ہم سے زیادہ ان کے دلوں میں ان کی قدر و منزلت تھی یہی وجہ ہے کہ محدث ابو فیض اصبهانی نے امام اعظم کی مسانید کے ۷۱۲ روایت کرنے والوں میں سے ایک ہیں، اور امام بخاری امام اعظم کے شاگردوں کے شاگرد ہیں (اس کی تفصیل امام بخاری کے تذکرہ میں آئے گی اور پھر اس شان سے کہ امام بخاری حضرت علی بن المدینی کے شاگرد ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے علمی اعتبار سے اپنے آپ کو کسی سے حقیر و مکتنبیں سمجھتا بھر علی بن مدینی کے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۷)

اور یہ علی بن مدینی حضرت یحییٰ بن سعید القطان کے شاگرد ہیں اس طرح کے جواہر مفہیم میں ہے، حضرت یحییٰ نماز عصر کے بعد مینارہ مسجد سے بیک لگا کر بیٹھ جاتے تھے اور امام احمد، یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی ان کے سامنے کھڑے ہو کر حدیثی سوالات کیا کرتے تھے اور نماز مغرب تک اسی طرح کھڑے کھڑے جوابات سنتے تھے وہ ان سے بیٹھنے کے لئے فرماتے تھے اور نہ یہ ان کی عظمت و ہیبت کی وجہ سے بیٹھتے تھے، یہ حضرت یحییٰ القطان با وجود اس فضل و کمال کے امام اعظم کے حلقہ درس میں اکثر شریک ہوتے تھے اور ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے اور اکثر مسائل میں امام صاحب کی ہی تقلید کی ہے خود کہتے ہیں قد اخذنا بسا کثر اقوالہ (تہذیب التہذیب ترجمہ امام ابوحنیفہ) تذکرہ الحفاظ میں ذہبی نے وکیع بن الجراح کے ذکر میں لکھا ہے کہ وہ اور یحییٰ القطان دونوں امام ابوحنیفہ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور یحییٰ بن معین نے بھی اسی طرح لکھا ہے پھر امام اعظم کے بعد بواسطہ ابن مبارک بھی امام اعظم کے شاگرد ہے ہیں، نیز علی بن المدینی معلی بن منصور کے بھی شاگرد ہیں اور وہ امام اعظم کے شاگرد ہیں اسی طرح اور بہت سے اساتذہ و شیوخ میں کہ ان کے واسطوں سے امام بخاری کو امام اعظم

کے علمی فیوض و برکات پہنچے ہیں اور امام بخاری نے بیسیوں مسائل میں امام عظیم کی موافقت بھی فرمائی ہے۔

اس کے بعد تیسرے نمبر پر خطیب بغدادی کا ذکر بھی مناسب ہے کہ انہوں نے تاریخ بغداد میں سب سے زیادہ ۷۰ چڑھ کر امام عظیم کی شان رفع کے خلاف بے سرو پار وایات کا ایک ڈھیر لگادیا ہے جن کی تعداد تقریباً ۹۰ سوتک پہنچا دی ہے، اس کے جواب میں ملک معظم عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی نے اسم المصیب فی کبد الخطیب لکھا، اور ہمارے استاد محترم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کو بڑی تمنا تھی کہ وہ چھپ جائے لیکن جب طبع ہو کر آیا تو اس کو جیسا خیال تھا نہ پایا، اس کے علاوہ سبط ابن الجوزی نے الانتصار لام انہمہ الامصار دو جلدیوں میں تالیف کی اور خطیب کا پورا روکیا اور ابوالمؤید الخوارزمی نے مقدمہ جامع المسانید میں بھی اچھا رکھا ہے لیکن آخر میں حضرت الاستاذ الحضرت م شیخ محمد زاہد الکوثری قدس سرہ نے جو کافی و شافی رکھا وہ یقیناً سب پر فائق ہے اس کا نام تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمة ابی حنیفة من الا کاذب ہے یہ لا جواب کتاب قابل دید ہے جس میں ایک ایک چیز کا روایت و درایت سے جواب لکھا ہے اور تحقیق و تدقیق کی پوری پوری داد دی ہے اور الحمد للہ امت پر جو خطیب کے جواب کا قرض تھا اس کو انہوں نے پورا پورا ادا کر دیا ہے۔ جزاهم اللہ عن سائر الامة خير الجزاء۔

ضروری واہم گزارش

امام عظیم رضی اللہ عنہ کے حالات کے ساتھ ہی موزوں ہوتا کہ ان کے ۲۰ شرکاء مددوین فقه کے حالات بھی منصل آ جاتے لیکن انہے متبویں کو ایک جگہ کرنے اور انہے مثالاً شکی جلالت قدر و اہمیت شان کے پیش نظر امام صاحب کے بعد ان میں اکابر ائمہ مجتہدین، امام مالک، امام شافعی، امام احمد کے حالات پیش کر دیئے گئے، دوسرے اس لئے بھی یہ ترتیب غیر موزوں نہیں رہی کہ یہ میں حضرات بھی امام صاحب کے سلسلہ تلامیذ میں داخل ہیں۔

اب ان چالیس حضرات اکابر مجتہدین محدثین و فقہاء عظام کے حالات پیش کئے جاتے ہیں جو امام صاحب کے ساتھ مددوین فقه کی تاریخی مہم میں شریک تھے ان کی تعین و تلاش اور حالات جمع کرنے میں مجھے کافی صعوبت اس لئے ہوئی کہ اب تک کسی تصنیف میں کجا ان کے حالات تعین و تشخیص کے ساتھ نہیں ملے، کتابوں میں بھی تلاش بلغہ کی گئی اور موجودہ اکابر اہل علم سے بھی رجوع کیا گیا مگر کہیں سے رونمائی نہ ہوئی، علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے سیرۃ النعمان میں لکھا ہے کہ مجھے بڑی تمنا تھی کہ ان چالیس شرکاء مددوین فقه کے حالات جمع کروں مگر نہ مل سکے اس لئے انہوں نے بھی صرف ۱۲-۱۳ حضرات کی تعین کی۔

چونکہ اوپر سے ہی برابر نقول میں یہ چیز ملتی ہے کہ امام صاحب نے اپنے بے شمار تلامذہ اصحاب میں سے ۲۰ افراد منتخب کر کے ان کو مددوین فقه کے کام پر لگادیا تھا اور وہ تب مجتہدین کے درجہ کے تھے اس کے بعد تفصیل ندارد ہو جاتی تھی، اس لئے رقم المعرفہ کو بھی بڑی تمنا تھی کہ ان سب کی تعین ہو کر حالات بھی یک جا ہو جائیں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس میں کامیابی ہوئی۔

پھر جمع حالات کے سلسلے میں یہ بھی وقت ہوئی کہ رجال حدیث کے حالات لکھنے والے قلم غیروں کے ہاتھ میں تھے انہوں نے شروع سے ہی کاش چھانٹ اور اپنے پرانے کی تفریق کے نظریہ سے کام لیا تھا، حافظ ابن حجر کا تو کہنا ہی کیا کہ بقول حضرت شاہ صاحب ان سے زیادہ رجال حنفیہ کو کسی اور سے نقصان نہیں پہنچا انہوں تو امام عظیم کے تلامذہ کا ذکر کرتے وقت ہی سب کچھ آئندہ کا نقشہ سوچ لیا ہو گا کہ حافظ مزینی نے تہذیب الکمال میں اگر ایک سوتالامذہ کیا تھا تو انہوں نے تہذیب التہذیب میں ان کو گھٹا کر صرف ۲۳ ذکر کئے اور حضرت عبداللہ بن مبارک، امام حسن بن زیادہ، حضرت داؤد طائی، شیخ الاسلام یزید بن ہارون، امام حدیث سعد بن الصلت، محدث بکیر عبد اللہ بن موسیٰ، محدث و فقیہ جلیل ابو مطیع بخشی بیسے حضرات تلامذہ و اصحاب امام عظیم کا ذکر ہی نہیں کیا، حالانکہ حافظ ذہبی نے تذکرہ الحفاظ میں بھی ان

حضرات کو امام صاحب کے تلامذہ میں گنایا ہے۔

پھر حافظ ذہبی نے ان چالیس حضرات میں سے اکثر کو حفاظت میں شامل نہیں کیا کیونکہ تعصُّب وہاں بھی کم نہیں ہے اگرچہ دوسرے طرز کا اور حافظ سے نسبتاً کم ہے اسی سے اندازہ کر سمجھئے کہ امام محمد کو حفاظت میں ذکر نہیں کیا جبکہ علامہ ابن عبد البر اور ان سے پہلے محدث دارقطنی نے بھی امام محمد کو کبار حفاظ و ثقافت میں تسلیم کیا ہے جس کا ذکر ہم امام محمد کے حالات میں کریں گے۔

غرض حافظ ذہبی نے بھی زیادہ تو یوں نکال دیئے اس کے بعد حافظ کبیر عبدالرزاق (صاحب مصنف) شیخ الاسلام حافظ ابو عاصم ضحاک بن مخلد الامام الحافظ علی بن ابراہیم، الحافظ الامام فضل بن موسیٰ سینانی، الامام الحافظ حفص بن غیاث، سید الحفاظ علی بن القطان، الامام الحافظ الثبت محدث العراق احد الاعلام و سعیج بن الجراح، الامام الحافظ احمد الاعلام مسرع بن کدام، الاعلام الحافظ ابراہیم بن طہمان، الامام العلام قاضی الکوفہ احد الاعلام قاسم بن معن، الامام القدوہ شیخ الاسلام شیخ الحرم فضیل بن عیاض، الحافظ الحجۃ محمد بن زریع، الامام الحافظ العلام شیخ الاسلام فخر الجاہدین قدوۃ الزراہدین عبد اللہ بن مبارک، الامام القدوہ الحجۃ عبد اللہ بن اوریس، الامام الحافظ علی بن مسہر، ان سب کو مذکورہ بالا القاب و آداب کے ساتھ بڑی عظمت سے ذکر کیا مگر یہ نہیں بتایا کہ ان کا کچھ تعلق امام اعظم سے بھی تھا یا نہیں صرف امام ابو یوسف کو الامام العلامہ فقیر العراقی بن لکھ کر صاحب ابی حنیفہ اور علی بن زکریا بن ابی زائدہ کو الحافظ المتقن الفقیری لکھ کر صاحب ابی حنیفہ لکھا۔

یہاں اس تفصیل سے مجھے یہ بھی دکھانا تھا کہ امام صاحب کے تلامذہ و اصحاب کتنے بڑے پایہ کے ائمہ و حفاظ تھے جن کے لئے حافظ ذہبی نے مذکورہ بالا القاب لکھے ہیں۔

غرض اپنے سلسلہ کے اکابر کی تصنیف نا بود ہیں نہ حافظ عینی کی تاریخ ہے نہ سبط ابن الجوزی کی مرآۃ الزمان نہ امام طحاوی کی تاریخ کبیر نہ کفوی کی طبقات الحفیہ ملتی ہے نہ قاسم بن قطلوبغا کی تالیفات، فوائد یہیہ دیکھئے تو وہاں بھی نقول غیروں سے ہی ہیں اپنی بہت کم اور بہت سے علمائے کبار حفیہ کے تذکرہ سے خالی، بستان الحمد شیعہ وغیرہ کا مطالعہ کیجئے تو اس میں بھی اپنے حضرات کا تذکرہ بہت کم اور کسی کا ہے تو وہ بھی بغایت اختصار، حد ہے کہ حافظ کا ذکر فتح الباری شرح بخاری کی وجہ سے ہے مگر حافظ عینی کا ذکر بوجود عدمہ القاری شرح بخاری کے نہ آسکا، اسی طرح علامہ عینی نے معانی الآثار امام طحاوی کی دو شرہیں لکھیں ایک نخب الافکار فی شرح معانی الآثار ۸ صفحیں جلد وں میں دوسری مبانی الاخبار ۶ صفحیں جلد وں میں جس کے ساتھ دو جلد وں میں رجال معانی الآثار کی تاریخ لکھی مخفی مخفی الاخبار، باوجود ان سب حدیثی خدمات کے بھی چونکہ وہ حنفی تھے ان کے ذکر کو غیروں نے نظر انداز کیا تو ہم نے بھی ان کی ہی تقلید کر لی۔

امام طحاوی کا ذکر معانی الآثار کی وجہ سے ہوا مگر ان کی مشکل الآثار، سفن الشافعی اور شرح المغنی وغیرہ کا نام تک بھی نہیں آپا یا، امام طحاوی کے حالات میں ہم نے ان سب کو لیا ہے، بستان الحمد شیعہ میں تاریخ بغداد کے ذکر کے لئے بھی کئی صفحات ہیں مگر ان میں کہیں ایک کلمہ اس بارے میں نہیں کہ اکابر امت کے خلاف اس میں کیا کچھ زہر موجود ہے، حافظ حدیث جمال ادین زیلیعی حنفی کی نصب الرایہ جیسی عظیم و جلیل کتاب کا کہیں ذکر نہیں جس کے دوسری جیھوٹی چھوٹی کتابوں کا بھی ذکر موجود ہے۔

مخصر یہ کہ دوسروں نے اگر تعصُّب و عناد کی وجہ سے ہمارے اکابر کا ذکر مٹایا تھا تو ہم اپنی سادگی یا بے اعتنائی سے اسی راہ پر چل پڑے حتیٰ کے آج نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ کچھ اہل حدیث یہ کہنے کو بھی تیار ہو گئے کہ حنفیہ کے پاس نہ حدیث ہے نہ محدث شیعہ، اور بعض حضرات نے تو حضرت سفیان بن عینیہ کے بارے میں یہ بھی کہہ دیا کہ وہ امام اعظم کے فن حدیث میں شاگرد نہ تھے، جس پر علامہ کوثری کو تائب الخطیب میں لکھنا پڑا کہ جامع المسانید امام اعظم کی مراجعت کی جائے اس سے معلوم ہو جائے گا کہ سفیان بن عینیہ نے کس قدر کثرت سے امام اعظم سے احادیث کی روایت کی ہیں، اسی وجہ سے راقم الحروف نے بھی تلامیذ و اصحاب امام اعظم کے تذکرتوں میں جا بجا اس تصریح

کی ہے کہ یہ حضرات نہ صرف فقہ میں امام صاحب کے شاگرد تھے بلکہ حدیث میں بھی شاگرد ہیں اور جامع مسانید میں ان کی روایات موجود ہیں ان کی مراجعت کی جاسکتی ہے کیا یہ انصاف ہے کہ جب تک ایک شخص کا ذکر شیوخ بخاری و مسلم میں ہے تو وہ خود محدث ہیں اور اس کے شیوخ و تلامذہ بھی محدثین لیکن اگر وہ شخص امام اعظم یا ان کے اصحاب سے روایت کرے تو نہ اس کے شیوخ محدث کہلا سکیں نہ اس کے تلامذہ، غرض اس قسم کی تمام ناالنصافیوں اور تعصباتی نظریات کی ہم ہر موقع پر نشاندہی کریں گے اور ان کی تردید احقاق حق و ابطال باطل کے لئے اپنا فریض سمجھیں گے۔ واللہ الاموقت و منه الهدایہ۔

۲۱- امام زفر رضی اللہ عنہ (ولادت ۱۵۸ھ وفات ۲۸۷ھ عمر ۳۹ سال) اسم و نسب

امام العصر مجتہد مطلق ابوالہدیل زفر عنبری بصری ابن الہدیل بن قیس بن عدنان رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان غیرہ) آپ کا ترجمہ ابوالشیخ کی "طبقان الحمد" میں یاصہبان میں ہے جس کا قلمی نسخہ ظاہریہ دمشق میں ہے اور ابویعم کی تاریخ اصہبان میں بھی ہے جو لیدن سے طبع ہوتی ہے۔

ولادت و تعلیم

۱۵۸ھ میں بمقام اصہبان پیدا ہوئے جہاں ان کے والد حاکم تھے اور شعبان ۱۵۸ھ میں وفات ہوئی، صیری نے لکھا کہ پہلے امام زفر نے حدیث میں زیادہ اشتغال رکھا پھر رائے کی طرف متوجہ ہوئے۔

محمد بن وہب کا بیان ہے کہ امام زفر اصحاب حدیث میں سے تھے، ایک دفعہ ایک مسئلہ پیش آیا کہ اس کے حل کرنے سے وہ خود اور ان کے دوسرے اصحاب حدیث عاجز ہوئے تو امام زفر امام ابوحنیفہ کی خدمت میں پہنچے امام صاحب نے جواب دیا، پوچھا آپ نے یہ جواب کہاں سے دیا؟ فرمایا فلاں حدیث اور فلاں قیاس واستنباط کی وجہ سے، پھر امام صاحب نے مسئلہ کی نوعیت بدل کر فرمایا کہ تم بتاؤ! اس میں کیا جواب ہوگا؟ امام زفر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو اس کے جواب سے پہلے سے بھی زیادہ عاجز پایا، امام صاحب نے ایک اور مسئلہ بیان کیا اور اس کا جواب میں دلیل بتایا، میں ان کے پاس سے اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے بھی وہ مسائل پوچھئے تو وہ بھی جواب سے عاجز ہوئے میں نے جوابات دیئے اور دلائل سنائے وہ سب کہنے لگے کہ یہ جوابات دلائل آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے؟ میں نے کہا امام ابوحنیفہ سے پھر تو میں ان ہی تین مسائل کی بدلات اپنے حلقہ اصحاب کا سردار بن گیا۔

اس کے بعد امام زفر مستقل طور سے امام ابوحنیفہ سے وابستہ ہو گئے اور ان دس اکابر میں سے ہو گئے جنہوں نے امام صاحب کے ساتھ تدوین کتب کی ہے، یہی واقعہ مالک الابصار میں بھی امام طحاوی کے ذریعہ سے نقل ہوا ہے (لحاظ النظری فی سیرۃ الامام زفر الکوثری)

صیری کی روایت ہے کہ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے کہا میں نے اپنے والد عثمان بن ابی شیبہ اور پچھا ابو بکر ابن ابی شیبہ (صاحب مصنف ماجیین امام زفر مشہور) سے امام زفر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام زفر اپنے زمانہ کے اکابر فقهاء میں سے تھے اور والد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ابویعم (سلیمان بن دکین شیخ اصحاب ستہ) امام زفر کو فقیہ نبیل کہتے تھے اور ان کی بڑائیاں بیان کرتے تھے، عمرو بن سلیمان عطار کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں تھا اور امام اعظم کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا، امام زفر کی تقریب نکاح منعقد ہوئی تو امام صاحب بھی شریک ہوئے انہوں نے امام صاحب سے عرض کیا کہ آپ نکاح پڑھا میں؟ امام صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا اور اسی میں فرمایا کہ یہ زفر بن ہذیل ائمۃ المسلمين میں سے بڑے امام ہیں اور دین کے نشانوں میں سے ایک نشان ہیں، اپنے حسب و شرف و علم کے اعتبار سے ممتاز ہیں،

امام زفر کی قوم کے کچھ لوگوں نے تو امام صاحب کے ان مدحیہ کلمات پر اظہار سرت کیا اور کہا کہ امام صاحب کے سوا کوئی دوسرا خطبہ پڑھتا تو ہمیں اتنی خوشی نہ ہوتی مگر کچھ لوگوں نے اپنی خاندانی تعطیلی کا اظہار کرتے ہوئے امام زفر سے کہا کہ آپ کے بنو عم اور شرفاء قوم یہاں جمع تھے ایسے موقع پر کیا مناسب تھا کہ (غیر خاندان کے شخص) ابو حنیفہ سے خطبہ نکاح پڑھنے کو آپ نے کہا؟ امام زفر نے جواب میں فرمایا کہ یہ آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں (امام صاحب کی موجودگی میں) تو اگر میرے والد ماجد بھی موجود ہوتے تو ان پر بھی میں امام صاحب کو مقدم کرتا۔

امام صاحب نے جو تحریفی کلمات امام زفر کے لئے ارشاد فرمائے وہ ان کے فضل و تقدیم کے لئے بہت بڑی شہادت ہیں اور امام زفر جو پہلے اصحاب حدیث میں سے تھے اور جن کے مدارج ابو بکر ابن ابی شیبہ جیسے محدثین بھی تھے جو امام صاحب پر معتبر ضمیں میں سے تھے ان کا امام صاحب کی انتہائی تحصیل، تو قیر کرنا اور تلمذ احتیار کرنا بھی کچھ کم اہم نہیں ہے۔

امام حسن بن زیادہ فرماتے ہیں کہ امام زفر اور امام داؤد طائی میں حقیقی بھائیوں جیسا تعلق تھا پھر داؤد طائی نے توفیق کو چھوڑ کر عبادت گزاری احتیار کی اور امام زفر نے فتح کے ساتھ عبادات کو جمع کیا اور امام زفر داؤد طائی سے ملاقات کے لئے بصرہ جایا کرتے تھے (لحاظات النظر ص ۲۷) امام وکیع کا قول ہے کہ امام زفر بڑے متورع، اچھا قیاس کرنے وال، کم لکھنے والے تھے اور جو کچھ لکھتے تھے وہ ان کو یاد رہتا تھا، امام بیکی بن معین نے فرمایا کہ امام زفر صاحب رائے، اثاثہ اور مامون تھے، میں نے فضل بن دیکیں کو دیکھا کہ جب ان کے سامنے امام زفر کا ذکر ہوتا تو ان کی عظمت و جالات قدر کے حالات بیان کرتے اور اثاثہ، مامون بتلاتے بھی ان کو خیار نہ اس میں سے فرماتے تھے، بیکی بن اشٹم کا بیان ہے کہ میں نے امام وکیع (شیخ اصحاب حدیث) کو آخر عمر میں دیکھا کہ دھن کو امام زفر اور شام کو امام ابو یوسف کے پاس آتے تھے، مگر پھر انہیوں نے دونوں وقت امام زفر کے پاس آنے شروع نہ دیا۔

امام وکیع سے کسی نے بطور انتہا غنی کہا کہ آپ زفر کے پاس آتے جاتے ہیں "فرمایا تم لوگوں نے مغالطہ آمیزیاں کر کے ہمیں امام ابو حنیفہ سے چھپڑانا پایا تھا" کے وہ دنیا سے رہنمہ ہوئے اب تم اسی طرح امام زفر سے چھپڑانے کی سعی کرتے ہو تاکہ ہم ابو اسید اور ان کے اصحاب کے میتھاں ہو جائیں۔

یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام وکیع امام عظیم سے آخر وقت تک وابستہ رہے اور کسی مغالطہ آمیزی سے بھی متاثر نہ ہوئے، امام صاحب ہی کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے جیسا کہ اتنا، میں ملام ابن عبد البر نے تصریح کی ہے اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ کے ص ۲۲۷ ج ۱۳ میں ذکر کیا کہ کسی نے وکیع سے کہا "امام ابو حنیفہ نے خطا کی" تو فرمایا کہ وہ کیسے خطا کر سکتے ہیں حالانکہ ان کے ساتھ ابو یوسف، زفر جیسے قیاس کرنے والے بیکی بن ابی زائدہ، حضرت ابن عباس، حبان، مندل ایسے حنفیات حدیث، قاسم بن معن لغت و عربیہ کے ماہر، داؤد طائی و فضیل بن عیاض جیسے زادہ متورع ہیں اور جس کے ہم مجلس ایسے لوگ ہوں وہ خطاب نہیں کر سکتا، کیونکہ اگر خطاب کرے تو بھی اس کو صواب کی طرف اونا دیں گے۔

ایک مشہور روایت ترجمی شریف باب الاشعار میں ہے کہ وکیع کے سامنے امام صاحب کا قول ذکر کیا گیا تو ان کو تباہیت غصہ آیا، اس کی نسبت بھی از روئے درایت امام وکیع کی طرف تیش معلوم نہیں ہوتی کیونکہ وکیع امام صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے اور امام صاحب کے بہت بڑے مدارج تھے اور اس واقعہ کی روایت ابوالسائل سلم بن جنادة سے ہے جو امام صاحب سے محرف و معاون تھے اور وہی وکیع کی طرف بہت سی غیر صحیح حکایات کی طرف نہیں کرتے تھے میں جو تاریخ بغداد وغیرہ میں مذکور ہیں اور روایات حدیث میں بھی وہ متفق نہیں تھے ابو احمد حاکم کیہر نے کہا کہ وہ بعض احادیث میں مخالفت کرتے تھے، غرض وکیع سے کوئی رائی کا کلمہ امام صاحب کے بارے میں صحیح و قویٰ سند سے مردی نہیں ہے۔ (حاشیہ رسائل الحنفیہ ص ۲۰)

محمد ابو نعیم فضیل بن دیکیں نے فرمایا کہ مجھے امام زفر نے کہا "میرے پاس اپنی حدیثیں لاڈتا کہ تمہارے لئے ان کی چھان بچھوڑ کر دوں، حافظ ذہبی نے کہا کہ امام زفر فقہاء و زہاد میں سے تھے، صدق وقق تھے بہت لوگوں نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن معین نے بھی

حافظ ابن حجر نے کہا کہ ابن حبان نے امام زفر کو ثقہات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ وہ متفق حافظ حدیث تھے، اپنے صاحبین کے طریقے سے نہیں چلے اور اپنے اصحاب میں سب سے زیادہ قیاس کرنے والے اور حق کی طرف رجوع کرنے والے تھے، حافظ ابن عبد البر نے انتقام میں لکھا کہ امام زفر صاحب عقل دین و درع تھے اور روایت حدیث میں ثقہ تھے۔

موازنہ امام ابو یوسف وزفر

حدیث و فقہ واستنباط میں یہ دونوں امام تقریباً یکساں درج کے تھے دونوں کے باہم علمی مناظرے مشہور ہیں خود امام صاحب کی موجودگی میں ہوتے تھے اور امام صاحب فیصلہ فرمایا کرتے تھے اور بعض مرتبہ امام صاحب نے امام ابو یوسف کو ترجیح بھی دی ہے یہ بھی روایت ہے کہ امام اب و یوسف کثرت روایت میں غالب ہو جاتے تھے اور امام زفر میڈان قیاس میں آگئے بڑھ جاتے تھے۔

محدث خالد بن صبغ کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے سفر کیا تو راست میں ہی امام صاحب کے انتقال کی خبر ملی، جب مسجد کوفہ میں پہنچا تو دیکھا کہ سب لوگ امام زفر کے گرد جمع ہیں اور امام ابو یوسف کے پاس صرف دو چار آدمی ہیں خیال ہے کہ یہ ابتداء زمانہ کی بات ہے ورنہ پھر تو امام ابو یوسف سے حدیث و فقہ حاصل کرنے والے کثرت سے ہو گئے تھے کہ کوئی ان کے مقابل نہ تھا اور درس کے کسی وقت نہ اکتانا اور کمال و سعت صدر تو ان کا بڑا امتیاز شمار ہوا ہے، غرض امام زفر بھی امام ابو یوسف کی طرح مجتهد مطلق کے درجہ میں تھے ایک دفعہ امام صاحب نے فرمایا کہ ۳۶۱ آدمی ہیں ان میں سے ۲۸ قاضی و نجّ بنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ۶ فتویٰ دینے کے اہل ہیں دوائیے ہیں جو ارباب قضا و اصحاب فتویٰ کی تربیت و پرستی کر سکتے ہیں اور امام ابو یوسف و امام زفر کی طرف اشارہ فرمایا۔

خدائی شان کے امام ابو یوسف امام صاحب کے اشارہ کے موافق قاضی القضاۃ اور چیف جسٹس ہوئے اور امام زفر کو حکومت نے قضاہ کے لئے مجبور کیا مگر انہوں نے امام صاحب کی طرح صاف انکار کر دیا اسکی طرح بھی راضی نہ ہوئے، پھر چھپ گئے اور آپ کا مکان گردادیا گیا آپ نے آکر مکان بنایا اور پھر قضاہ کے لئے مجبور کئے گئے اور آپ چھپ گئے دو بارہ مکان گرا یا گیا، حتیٰ کہ آپ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا اور سمجھ لیا گیا کہ کسی طرح راضی نہ ہوں۔ گے۔

کسی نے حسن بن زیاد سے پوچھا کہ آپ نے امام ابو یوسف اور امام صاحب کی خدمت میں کیا سادی کیا ہے؟ فرمایا کہ جیسے دو چل بیال باز کے مقابلہ میں، غرض جانے والے بھی جانتے تھے کہ یہ دونوں ایک درجہ کے تھے، اگرچہ امام صاحب کے مقابلہ میں پچھنہ تھے اور نہ پچھا اپنے کو سمجھتے تھے، امام زفر جب بصرہ پہنچ اور علماء نے ملاقاتیں کیں، ان سے مشکل مشکل سوالات کئے اور جوابات سن کر متین ہوئے ان کو بصرہ کے قیام پر مجبور کیا اور ہر طرف تعریف ہونے لگیں لوگوں نے کہا کہ ہم نے فتنے میں زفر جیسا نہیں دیکھا، وہ سب سے بڑے عالم ہیں وغیرہ، امام زفر کو خیر ہوئی کہ تعریف ہو رہی ہے تو براہم میری تعریف کرتے ہو اگر ابو یوسف کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ ایک دفعہ فرمایا کہ ابو یوسف سب سے بڑے فقیہ ہیں، باہم معاصرین کی اس قدر بے نفسی اور اقران کے ساتھ ایسی وسعت حوصلہ کے ساتھ مدح و ثناء کی مثالیں خیر القرون کی خیریت کا بڑا ثبوت و امتیاز ہیں اور خصوصیت سے امام صاحب کے اصحاب تلامذہ میں یہ بات خاص طور سے دیکھی گئی کہ ان میں تحاصل و تبا غرض نہیں تھا اور جو بعض قصاید نقل ہوئے ہیں وہ مخالف کے چالائے ہوئے بے ثبوت ہیں علامہ کوثری نے جا بجا ایسی چیز دل کی تردیدیکی ہے، جزا اللہ خیرا۔

امام زفر کے اساتذہ

علم فقہ میں امام صاحب کے شاگرد ہیں خود فرماتے ہیں کہ میں نہیں سال سے زیادہ امام صاحب کی خدمت میں رہا میں نے کسی کو ان سے زیادہ خیر خواہ، ناسخ و مشقق نہیں دیکھا وہ حسن اللہ کے لئے اپنی جان کو صرف کرتے تھے، سارا دن تو مسائل کے حل و تعلیم اور نئے حوادث

کے جوابات دینے میں صرف کرتے، جس وقت مجلس سے اٹھتے تو کسی مریض کی عیادت کے لئے جاتے، جنازہ کی تشییع کرتے، کسی ضرورت مند کی حاجت روائی کرتے، کسی فقیر کی امداد کرتے یا کسی بچھڑے ہوئے سے رہنمہ اخوت تازہ کرتے تھے، رات ہوتی تو خلوت میں تلاوت، عبادت و نماز کا شغل رہتا، وقت و فات تک یہی معمول رہا، تفقہ کے ساتھ ہی امام صاحب سے روایت حدیث بھی بکثرت کرتے ہیں، امام معانی وغیرہ نے امام زفر کی کتاب الآنار کا ذکر کیا ہے جس میں امام صاحب کے واسطے سے احادیث کی روایات ہیں۔

امام صاحب کے علاوہ دوسرے شیوخ امام زفر کے یہ ہیں، اعمش، یحیٰ بن سعید الانصاری، محمد بن الحنفی (صاحب المغازی) زکریا بن ابی زائد، سعید بن ابی عربہ، ایوب سختیان وغیرہ۔

امام زفر کے تلامذہ

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک (شیخ اصحاب ستہ) شفیق بن ابراہیم، محمد بن الحسن، وکیع ابن الجراح (شیخ اصحاب ستہ) سفیان بن عینہ (شیخ اصحاب ستہ) ابو عاصم النبیل (شیخ اصحاب ستہ) ابو نعیم فضل بن دکین (شیخ اصحاب ستہ وغیرہ) حضرت عبد اللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ امام زفر فرمایا کرتے تھے "هم رائے کا استعمال اس وقت تک نہیں کرتے جب تک کہ اثر موجود ہو، اسی طرح جب اثر مل گیا رائے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (کردوری)

امام وکیع امام زفر کو خطاب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے آپ کو امام صاحب کا جانشین کیا لیکن امام صاحب کے دنیا سے تشریف لے جانے کا صدمہ دل سے نہیں نکلتا، فضل بن دکین کہتے ہیں کہ جب امام صاحب کی وفات ہوئی تو میں امام زفر کا ہو گیا کیونکہ امام صاحب کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ فقیرہ اور متورع وہی تھے۔

امام زفر اور نشر مذہب حنفی

حسین بن ولید کہتے تھے کہ امام صاحب کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ متصلب اور دقیق النظر امام زفر تھے، سیری نے روایت کی کہ یوسف بن خالد سمیٰ بصرہ سے کوفہ گئے اور امام صاحب سے تفقہ کیا فارغ ہوئے تو بصرہ کا ارادہ کیا امام صاحب نے فرمایا کہ اب تم بصرہ جاؤ گے تو ایے لوگوں سے واسطہ ہو گا جو تم سے پہلے مند علم پر متمکن ہو چکے ہوں گے، لہذا تم مند درس سننجال نے کی جلدی نہ کرنا کہ بیٹھ کر کہنے لگو، ابوحنیفہ نے ایسا کیا اور یہ کہا، اگر ایسا کرو گے تو تم وہاں جم نہ سکو گے بلکہ نکال دیئے جاؤ گے، یوسف گئے اور چونکہ علم وافرے کر پہنچ تھے صبر نہ ہو سکا، مند سننجال کر لے گئے کہنے کے امام ابوحنیفہ نے یہ کہا اور وہ کہا، عثمان بن عیاض بصرہ کے امام اور مشہور فقیرہ و محدث تھے، یوسف نے ان کے اصحاب و تلامذہ سے مسائل میں بحثیں کیں اور امام صاحب کے دلائل سے مغلوب کرنا چاہا جس پر وہ لوگ خلاف و عناویں پر اتر آئے، ان کو برداشت نہ کر سکتے کہ ان کو مسجد سے اٹھا دیا، یہ خاموش ہو گئے اور پھر امام زفر تک کسی اور کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ امام صاحب کا ذکر وہاں کر سکتا۔

جب امام زفر وہاں پہنچے تو چونکہ سیاسی دماغ رکھتے تھے دوسرا طریقہ اختیار کیا، وہاں کے شیوخ کی مجلس میں جاتے تھے، ان کے مسائل سنتے اور ان کی اصل کے خلاف کچھ فروعی مسائل نکال کر سوال کرتے کہ آپ نے ان مسائل میں اپنی اصل کو کیوں چھوڑ دیا، عثمان بن عیاض اور ان کے اصحاب و تلامذہ جواب سے عاجز ہوتے تو کہتے کہ اس باب میں دوسری اصل اس اصل سے بہتر ہے اور دلائل سے اس کی برتری و جامعیت وغیرہ انہی سے منواليتے جب وہ پوری طرح تسلیم کر لیتے تو کہتے یہ اصل امام ابوحنیفہ کی قائم کی ہوئی ہے۔

کبھی ایسا کرتے کہ انہی مشارک بصرہ کے اتوال کے اثبات میں ایسے دلائل پیش کرتے جو ان کے دلائل سے زیادہ قوی ہوتے وہ بہت خوش ہوتے پھر کہتے کہ یہاں ایک دوسرا قول بھی ہے جو تمہارے اقوال کے علاوہ ہے اور اس کو بیان کر کے اسکے لئے اور بھی اعلیٰ و قوی

دلائل دیتے جب وہ تسلیم کر لیتے تو بتلاتے کہ یہ قول امام ابوحنیفہ کا ہے، وہ کہتے کہ یہ قول واقعی بہت ہی اچھا ہے خواہ وہ کسی کا بھی ہو، اسی طرح امام زفر کرتے رہے اور امام صاحب کے اقوال سے مانوس بناتے رہے، کچھ ہی روز میں شیخ عثمان تیجیے شیخ وقت تک کے اصحاب بھی ان کو چھوڑ کر امام زفر کے حلقات درس میں آشائی ہوئے اور شیخ عثمان تیجیہ تنہارہ گئے۔

معلوم ہوا کہ عالم کی سو سیاست و مدیری سے اس کے علوم کی نشر و اشاعت پر بھی برا اثر پڑتا ہے، اگر یوسف امام صاحب کی نصیحت پر عمل کرتے تو وہ بھی ضرور کامیاب ہوتے بہت بڑے جلیل القدر عالم تھے، امام شافعی کے شیوخ میں سے ہیں، ابن ماجہ میں ان سے احادیث مردوی ہیں اور تاریخ اصحاب ان لاپی فیض میں بھی ان سے بہ کثرت احادیث روایت کی گئی ہیں کوئی عیب ان میں نہیں تھا مگر لوگوں نے تفاس و تحسد کی وجہ سے ان کو بری طرح مطعون کیا طرح طرح کے الزامات لگائے یہاں تک کہ ان کے متعلق مشہور کیا کہ وہ قیامت و میزان کے منکر ہیں، دیکھئے تہذیب التہذیب۔

پہلے امام زفر کی توثیق اور وسعت علم حدیث و فقہ کے بارے میں علماء کے اقوال نقل ہو چکے ہیں لیکن کوئی کوئی قول ان کے خلاف بھی نقل ہوا ہے اگرچہ اس کی تاویل ہو سکتی ہے مثلاً ابن سعد کا قول کے امام زفر حدیث میں کچھ نہیں تھے، اول تو بقول علامہ زماں مولانا عبدالحی صاحب لکھنؤی کے یہ ریمارک فقد ابن سعد کے علم کے اعتبار سے ہے ورنہ ان کو بڑے بڑے علماء نے مجتہد اور حافظ حدیث تسلیم کیا ہے اور ابن حبان وغیرہ نے اتقان کی بھی شہادت دی ہے۔ (الرفع والتمیل)

دوسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابن سعد نے بطور مبالغہ فرمایا ہو کہ جیسے بڑے امام و مجتہد و فقید تھے اس کی نسبت سے حدیث میں بہت کم تھے اور یہ کوئی تنقیص نہیں ہے کیونکہ بڑے بڑے مجتہدین ائمہ متبوعین سب ہی استنباط و تجزیج مسائل وغیرہ میں زیادہ مشغول رہے اور روایت حدیث کی طرف متوجہ نہ ہو سکے اور چونکہ روایت حدیث کرنے والوں کی بڑی کثرت تھی، اس لئے بھی اس کی ضرورت نہ بھی ہو گئی تفقہ کی کمی تھی اس لئے پوری توجہ ادھر ہی صرف کی۔ واللہ اعلم۔

یہ پہلے لکھا گیا کہ امام زفر نے قضا قبول نہیں کی اور بصرہ میں ان کا قیام بسلسلہ درس و افادہ تھا کیونکہ بصرہ والوں نے ان کو اصرار کر کے روک لیا تھا علامہ ابن عبدالبر نے انتقام میں جو لکھا ہے کہ بصرہ کے قاضی بھی رہے یا ان کو مغالطہ ہوا ہے وہ مغرب میں تھے اور مشرق کے بعض حالات بیان کرنے میں ان سے تسامحات ہو گئے ہیں، انہوں نے اس طرح لکھا ہے۔

امام زفر امام ابوحنیفہ کے کبار اصحاب و فقهاء میں سے تھے، علامہ کوثری نے لمحات النظر فی سیر الامام زفر میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ امام زفر مجتہد مطلق کے درجہ میں تھے اگرچہ ان انتساب انہوں نے امام اعظم کے برابر قائم رکھا ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ کی کسی مسئلہ میں مخالفت نہیں کی جس میں ان کا کوئی نہ کوئی قول اس کے موافق موجود نہ ہو، یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے یہ جرأت نہیں کی امام صاحب کی مخالفت کسی مسئلہ میں ان کی وفات کے بعد بھی کروں کیونکہ اگر میں ان کی زندگی میں مخالفت کرتا اور دلیل اس پر قائم کرتا تو وہ بھی مجھے اسی وقت اپنے حق بات کی طرف دلائل کی قوت سے مجبور کر کے لوٹا دتے لہذا بعد وفات بھی مخالفت میرے لئے موزوں نہیں ہوئی یہ بات امام زفر کے کمال ادب کی تھی ورنہ کچھ اصول و فروع میں جزوی خلاف بھی ضرور ملتا ہے، جس سے ان کا مجتہد مطلق ہونا ثابت ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں سب سے اچھے قیاس نرنے والے تھے، بصرہ کے قاضی ہو کر جب امام صاحب سے رخصت ہو کر جانے لگے تو امام صاحب نے ان سے فرمایا "تم جانتے ہو جو کچھ ہمارے متعلق اہل بصرہ کے دلوں میں جذبات عداوت، حسد و منافست ہیں مجھے امید نہیں کہ تم بھی ان سے نکل سکو گے، بصرہ پہنچنے تو اہل علم ان کے پاس جمع ہوئے مناظرے کئے وغیرہ تفصیل اوپر گذر چکی۔

امام زفر کا زہد و ورع

ابراهیم بن سلیمان کا بیان ہے کہ نہ لوگ جب امام زفر کی مجلس میں ہوتے تھے تو ہم میں سے کوئی بھی ان کے سامنے دنیا کی باقی نہ

کر سکتا تھا، اور اگر کبھی ایسا ہوا بھی تو وہ مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے اور ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ ان کی موت اسی لئے جلدی ہوئی کہ خدا کا خوف ان پر سخت غالب تھا، بصرہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة۔

۲۲-امام مالک بن مغول الجبلی الحنفی (م ۱۵۹ھ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب و شرکاء مدین فقہ حنفی میں سے اور ان حضرات اکابر میں سے تھے جن کو امام صاحب نے خطاب فرمائیا تھا کہ ”تم لوگ میرے قب کا سر و او ر میرے غم کو مٹانے والے ہو“، محدث ابو الحسن سعید، امام اعظم، معن بن ابی جیفہ، سماع ابن حرب اور نافع مولیٰ ابن عمر وغیرہ ان کے اساتذہ شیوخ میں ہیں، حافظ نے تہذیب میں امام صاحب کے تعلق و تعلیم وغیرہ کا ذکر خریز حذف کر دیا، امام حدیث وجہت تھے حضرت شعبہ، ابو قیم، قبیصہ، امام محمد، حضرت ابن مبارک، مصر، ثوری، زائدہ، ابن عینہ، اسماعیل بن زکریا، سعید بن سعید القطان، وکیع، عبدالرحمن بن مہدی اور سعید بن آدم وغیرہ ان کے شاگردوں میں ہیں، بخاری و مسلم اور اصحاب سنن کے شیخ ہیں اور ب نے ان سے روایت حدیث کی ہے۔ (جو اہر محدثین ص ۱۵۰ ج ۲)

امام احمد نے ان کو شفہ، ثبت فی الحدیث کہا، امام سعید بن معین، ابو حاتم اور نسائی نے ثقہ کہا، ابو قیم نے کہا کہ ہم سے مالک بن مغول نے حدیث بیان کی اور وہ شفہ تھے عجلی نے رجل صالح، علم و فضل میں نمایاں مقام و مرتبہ رکھنے والا بتایا، طبرانی نے خیار مسلمین سے کہا، ابن عینہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مالک بن مغول سے کہا کہ خدا توڑ ر تو مالک نے فوراً اپنار خارز میں پر رکھ دیا اور ابن سعد نے کہا کہ مالک شفہ، مامون، کشیش الحدیث، صاحب خیر و فضل تھے، امام بخاری نے فرمایا کہ عبداللہ بن سعید نے کہا کہ میں نے ابن مہدی سے سنا فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی وفی کو دیکھو کہ وہ ایسے کوئی کا ذکر کرتا ہے جس کو مالک بن مغول بھائی سے یاد کرتے ہیں تو تم ضرور اس کا اطمینان کرلو، ابن حبان نے ”ثقات“ میں لکھا کہ مالک اہل کوفہ کی ہے۔ عبادت گزاروں اور نقل مثبت اور متفقن تھے۔ رحمۃ اللہ رحمة واسعة (تہذیب التہذیب ص ۲۲ ج ۱)

۲۳-امام داؤ د طائی حنفی (م ۱۶۰ھ)

امام ربانی امام حدیث ابو سليمان داؤ و بن نصیر الطائی الکوفی، محدث شفہ، زید اعلم، افضل و اور عزم زمان تھا، ضروری علوم حاصل کرنے کے بعد امام اعمش اور ابن ابی سلیل سے حدیث پڑھی پھر امام اعظم کی خدمت میں باریاب ہوئے، میں برس تک ان سے استفادہ کرتے رہے اور ان کے کبار اصحاب و شرکاء مدین فقد میں سے ایک بھی ہیں۔

بعض اوقات صحابین کے اختلاف کو اپنی رائے صائب سے فصلہ کر کے ختم کر دیتے تھے، امام ابو یوسف سے بوجہ قبول قضا اپنی نایت زہد و استغنا کے باعث کچھ منقبض رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے استاذ امام اعظم نے تازیانے کا کھا کر اپنے آپ کو ہلاک کرایا مگر قضا کو قبول نہ کیا اس لئے ہمیں سمجھی ان کا انتہا کرنا چاہئے، حضرت سفیان بن عینہ اور ابن علیہ وغیرہ آپ کے حدیث میں شاگرد ہیں، امام سعید بن معین وغیرہ نے آپ کی تو شیخ کی اور نبی میں آپ سے روایت کی گئی ہے۔

محدث محارب بن دثار فرماتے تھے کہ اگر داؤ د طائی پہلی امویں میں ہوتے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتا، محدث ابن حبان نے لکھا کہ داؤ د فقهاء میں سے تھے اور امام ابو حیفہ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے پھر رات دن عبادت میں صرف کرنے لگے تھے، آپ اور شیخ میں میں اشرفیاں ملیں تھیں جن سے میں سال گذر کی اور وفات پائی، کبھی کسی بھائی، دوست یا بادشاہ کا عطا یہ قبول نہیں کیا، حضرت عبداللہ ابن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ بس دنیا سے اتنا ہی سر و کار رکھنا چاہئے جتنا داؤ د طائی نے رکھا، روٹی کو پانی میں بھگو دیتے تھے جب وہ کھل جاتی تو اس کو شربت کی طرح پی لیتے اور فرماتے کہ جب تک میں روٹی کو ایک ایک لقہ کر کے کھاؤں اتنے عرصہ میں پچاس آیات قرآن

مجید کی پڑھ سکتا ہوں لہذا وہی کھانے میں عمر کو کیوں ضائع کرو؟

نقل ہے کہ ایک روز قبرستان سے گزرے تو ایک عورت رو رو کر ایک صاحب قبر کو یہ شعر پڑھ کر خطاب کر رہی تھی کہ اے سچی، کاش مجھے معلوم ہو جاتا کے تیرے دنوں گلاؤں رخماں میں پہلے کون سار خسار بوسیدہ ہوا اور کون سی آنکھ پہلے منٹی کی نذر ہوئی؟ اس کوں کر دنیا کی بے شانی کائنات کے دل پر ایسا گہرا ہوا کہ بیقرار ہو کر امام اعظم کی خدمت میں دوڑے ہوئے پہنچ امام صاحب نے جب پوچھی آپ نے سب حال بتایا امام صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے من پھیر لیں چنانچہ آپ دنیا سے الگ ایک گوشہ میں جا بیٹھے، کچھ دست کے بعد امام صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا "یہ کام کی بات نہیں ہے جو آپ نے کی ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ آپ انہ کے درمیان پیشیں اور ان سے کچھ نہ کہیں، چنانچہ آپ نے اپنے استاد اعظم کے ارشاد پر ایک برس تک عمل کیا اور فرمایا کہ اس ایک سال کے صبر نے تین برس کا کام کیا ہے۔ امام محمد کا بیان ہے کہ میں ان کی خدمت میں گھر حاضر ہو کر کسی مسئلہ میں رجوع کرتا تھا تو اگر ان کے دل میں انتراح ہوا کہ اس مسئلہ کی بحث اپنے دین کی اصلاح کے لئے ضرورت ہے تو جواب دیتے ورنہ تم فرم اکر مجھے ٹال دیتے تھے کہ نہیں کام ہے (جو اہم ضریب و حدائق حنفیہ) الرحمن اللہ رحمۃ واسعة کما یحب ربنا و یرضی۔

۲۲- امام منذر بن علی عزی کو فی حنفی ولادت ۱۰۲ھ، وفات ۱۶۸ھ

محمدث، صدق، فیقد فاضل طبقہ کبار تبع تابعین میں سے ہیں، امام اعظم کے اصحاب و شرکاء مددین فقدمیں سے ایک ہیں محمدث معاذ ابن معاذ غیری کا قول ہے کہ میں کوفہ پہنچا تو کسی کو آپ سے زیادہ اور عظیم پایا، محدث عثمان داری نے امام سچی بن معین سے ان کے بارے میں لاباس پر نقل کیا، لاباس بلفظ ثقہ کے قائم مقام ہے، امام عاصم، عثمان بن عروہ، لیث، عاصم احوال اور ابن ابی یعلیٰ وغیرہ آپ کے اساتذہ میں ہیں اور آپ سے سچی بن آدم، ابوالولید طیالی، فضل بن دکین، سچی الحمامی اور ابو داؤدوا بن ماجہ نے حدیث روایت کی، سمعانی نے ذکر کیا کہ مندل اور ان کے بھائی حبان دونوں سب لوگوں سے زیادہ امام اعظم کی مجلس میں حاضر رہا کرتے تھے (کرداری ص ۲۱۵ ج ۲) اور علامہ کرداری نے ہی یہ بھی نقل کیا کہ مندل نے امام اعظم کی خدمت میں رہ کرفتہ کی تحریکیں کی اور امام صاحب دونوں کے ساتھ نہایت تلاطف اور محبت و تقریب کا معاملہ فرماتے تھے۔ علامہ صیری نے بھی دونوں بھائیوں کو امام صاحب کے تلامذہ و اصحاب میں لکھا ہے۔

مند خوارزمی میں ہے کہ امام وکیج سے کسی نے کہا امام صاحب نے فلاں مسئلہ میں خطأ کی ہے، فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کیسے خطأ کر سکتے تھے حالانکہ ان کے پاس قیاس و اجتہاد میں امام ابو یوسف امام محمد، امام زفر جیسے معرفت و حفظ حدیث میں سچی بن ذکریا، حفص بن غیاث، حبان و مندل جیسے افت و عربیت میں قاسم بن معین جیسے اور زہد و درع میں داؤ دطائی و فضیل جیسے تھے جس کے اصحاب و شاگرد اس حتم کے ہوں وہ ہرگز خطأ نہیں کر سکتا جو شخص امام صاحب کے بارے میں ایسی بات کہتا ہے وہ چوپا یہ بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ہے اور جو یہ گمان کرے کہ حق بات امام صاحب کی مخالفت میں ہے اس نے تنہا ایک نہ ہب اور نکالا اور میں اس کے حق میں وہ شعر کہتا ہوں جو فرزدق نے جریسے کہا تھا

اوئلک ابائی فجتنی بمثلهم اذا جمعتنا يا جرير المجامع (حدائق)

جامع المسانید میں امام اعظم صاحب سے ان کی روایات موجود ہیں، (جامع ص ۲۵۵۶ ج ۲) لیکن حافظ نے حسب عادت تنہ یہ میں امام صاحب سے تلمذ وغیرہ کا ذکر حذف کر دیا، رحمۃ اللہ علیہ

۲۵- امام نصر بن عبد الکریم (وفات ۱۶۹ھ)

محمدث، فیقد تھے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے فقه پڑھی اور ان کی مجلس مددین فقدمیں کے شریک تھے امام صاحب سے احادیث و احکام

بکثرت روایت کئے، امام صاحب کے بعد امام ابو یوسف کی خدمت میں رہے اور انہی کے پاس وفات ہوئی، ان سے سفیان ثوری اور موسیٰ بن عبید وغیرہ نے روایت کی (جو اہر مصہدیہ) رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (جو اہر وحدائق)

۲۶- امام عمر و بن میمون بن حنفی (م۱۷۱ھ)

محمد فقیہ، صاحب علم و فہم و درع تھے، بغداد آ کرام اعظم کی خدمت میں رہے، فقه و حدیث ان سے حاصل کی، امام تیجی بن معین نے توثیق کی، بیس سال تک بلخ کے قاضی رہے، آپ سے آپ کے صاحبزادے عبد اللہ بن عمر و قاضی نیشاپور نے روایت حدیث کی، امام ترمذی کے شیوخ میں ہیں، جامع ترمذی میں روایت موجود ہے، علامہ مزی نے تہذیب الکمال میں آپ کا ذکر کیا، شریک مجلس تدوین تھے، رحمہ اللہ

۲۷- امام حبان بن علی (م۲۷۱ھ)

اپنے بڑے بھائی مندل کی طرح محدث، فقیر فاضل تھے امام اعظم سے فقه و حدیث میں تلمذ کیا اور مدودین فقہ کے شرکاء مجتهدین میں سے، امام اعمش سے بھی روایت حدیث کی، حجر بن عبد الجبار کا قول ہے کہ میں نے کوفہ میں حبان سے بہتر فقیہ نہیں دیکھا، ابن معین نے فرمایا کہ حدیث میں مندل سے زیادہ قوی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ دونوں بھائیوں کی روایت حدیث میں کوئی مضافات نہیں، حبان کا قول ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی دین یادنیا کے معاملہ میں امام ابوحنیفہ کی طرف رجوع کیا گیا ہوا اور ان سے بہتری کی بات نہ ملی ہو حفاظتِ ہبی نے میزان، الاعتدال میں حبان کا ذکر کیا اور مدح و تضعیف کے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں فیصلہ کیا کہ وہ متروک الحدیث نہیں تھے، ابن ماجہ میں ان سے روایت کی گئی خطیب نے صالح متدين کہا، تہذیب الکمال اور تبیین الدین میں امام صاحب کے تلامذہ میں ذکر کیا ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (جو اہر مصہدیہ)

۲۸- امام ابو عاصمہ نوح بن ابی مریم ”جامع“، حنفی (م۳۱۷ھ)

مشہور محدث و فقیر تھے امام اعظم، ابن ابی لیلی، حجاج بن ارطاة، زہری، محمد بن الحنفی وغیرہ کے شاگرد تھے جامع علوم تھے اسی لئے جامع کے لقب سے مشہور ہوئے، امام اعظم کی مجلس تدوین فقہ کے خاص رکن تھے اور بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ نے امام صاحب کی فقہ کو جمع کرنا شروع کیا تھا اس لئے جامع کہلانے درس کے زمانہ میں چار مجلس منعقد کرتے تھے ایک میں احادیث و آثار بیان کرتے، دوسرے میں امام اعظم کے اقوال نقل کرتے تھے تیسرا میں خوکے اہم مسائل اور چوتھی میں شعر و ادب کے متعلق بیان کرتے تھے، جب مرد کے قاضی ہوئے تو امام صاحب نے ان کو نصائح و شر و طقضاً لکھیں، پھر مدت تک خراسان کے قاضی القضاۃ رہے، اہل مرو اور عراقیوں نے آپ سے استفادہ کیا، ابن ماجہ نے بار ب تفسیر میں آپ سے تخریج کی ہے، اور نعیم بن حماد (شیخ امام بخاری) نے بھی آپ سے روایت کی ہے امام احمد نے فرمایا کہ فرقہ جہنمیہ کے سنت مخالف تھے۔

نوح فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امام صاحب کی مجلس میں تھا کہ کسی نے آ کر سوال کیا کہ اے ابوحنیفہ! آپ کیا فرماتے ہیں ایک شخص نے صاف سحرے لطیف پانی سے وضو کیا، کیا وسرابھی اس پانی سے وضو کر سکتا ہے؟ فرمایا نہیں! میں نے عرض کیا کیوں جائز نہیں؟ فرمایا اس لئے کہ مستعمل پانی ہے کہتے ہیں پھر میں امام سفیان ثوری کے پاس گیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا انہوں نے فرمایا کہ اس سے وضو کرنا جائز ہے، میں نے کہا امام صاحب نے تو ناجائز بتایا تھا انہوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں بتایا میں نے کہا کہ ماہ مستعمل کی وجہ سے نوح کا بیان ہے کہ ایک جعدہ نہ گذراتھا کہ میں پھر امام سفیان کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک شخص نے یہی مسئلہ ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ ماہ مستعمل ہے۔ (جو اہر مصہدیہ)

۲۹- امام زہیر بن معاویہ (ولادت ۷۰ھ، میت ۱۴۰ھ)

امام اعظم کے اصحاب میں سے مشہور محدث، ثقہ، فقیہ فاضل اور تدوین فقہ کے شریک ہیں امام اعمش وغیرہ سے حدیث حاصل کی اور یحیی القطان وغیرہ کے شیخ ہیں، حضرت سفیان ثوری کا قول ہے کہ آپ کے زمانہ میں آپ جیسا کوئی اور کوفہ میں نہیں تھا، امام یحیی بن معین وغیرہ محدثین نے آپ کی توثیق کی، اصحاب صحابہ کے شیوخ میں ہیں اور سب نے آپ سے تخریج کی، محمد بن علی بن الجعد کا بیان ہے کہ ایک شخص زہیر کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے آتا جاتا تھا، چند روز نہ آیا تو انہوں نے پوچھا کہاں رہے؟ کہا امام ابوحنیفہ کی خدمت میں چلا گیا تھا، فرمایا کہ تم نے اچھا کیا میرے پاس ایک ماہ رہ کر جو تم حاصل کرتے اس سے یہ بہتر ہے کہ امام صاحب کی صرف ایک مجلس کی شرکت ہی تم کرو۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة (جوہر مصیبہ و حدائق الحفیہ)

۳۰- امام قاسم بن معن (متوفی ۱۵۷ھ)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اولاد امداد میں سے ہیں محدث ثقہ، فقیہ فاضل، عربیت و لغت کے امام، سخاء و مرودت اور زہد و درع میں بینظیر تھے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ان اصحاب و شرکاء و تدوین فقہ میں سے ہیں جن کے بارے میں امام صاحب مسار قلب و جلاء حزن فرمایا کرتے تھے ابو حاتم نے ثقہ صدوق اور کثیر الردایت کہا، حدیث و فقہ میں امام اعظم، اعمش، عاصم بن احول، ہشام بن عروہ اور یحیی بن سعید وغیرہ کے شاگرد اور ابن مہدی، علی بن نصر او قیم بن دکین اور اصحاب سنن وغیرہ کے استاذ ہیں، شریک کے بعد آپ کوفہ کے قاضی ہوئے لیکن غایت تورع و تقویٰ کے باعث بغیر تخلواہ کے قضاء کا کام انجام دیا، لغت میں کتاب النوادر اور غریب المصنف لکھیں (حدائق و جواہر مصیبہ) حافظہ ہبی نے حفاظہ حدیث کے طبقات میں شمار کیا ہے۔

۳۱- امام حماد بن الامام الاعظم (متوفی ۲۷۷ھ)

محدث، فقیہ اور بڑے زاہد و عابد ہے حدیث و فقہ میں آپ کے بڑے استاذ خود امام اعظم ہیں اور امام صاحب کی زندگی ہی میں بوجہ کمال مہارت فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا، امام ابو یوسف، احمد محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد وغیرہ کے طبقہ میں تھے اور تدوین فقہ میں شریک رہے، امام صاحب کی وفات پران کی ساری امامیں (جن لوگوں کی بھی تھیں جو مفقود تھے) قاضی شہر کو سپرد کر دیں، قاضی صاحب نے بہت اصرار کیا کہ آپ بڑے ایمن ہیں خود اپنے پاس رہنے دیں مگر آپ نے اس پار کو پسند نہ کیا، آپ سے آپ کے بیٹے اسلمیل نے بھی حدیث و فقہ حاصل کی اور وہ بھی بڑے عالم ہوئے، حضرت قاسم بن معن کے بعد آپ کوفہ کے قاضی ہوئے (حدائق) پھر سارے بغداد کے پھر بصرہ کے قاضی ہوئے، مرض فانج سے معدور ہو کر استغفاری دیدیا تھا، علامہ صیری نے ذکر کیا کہ امام حماد پر دین، فقہ اور درع غالب تھا اور اکثری مشغله کتابت حدیث تھا، حسن بن قطبہ نے امام اعظم کے پاس ایک ہزار روپے امانت رکھے کسی نے امام صاحب سے کہا کہ آپ امانتیں کیوں رکھتے ہیں، ان کو رکھنا خطرہ سے خالی نہیں، فرمایا جس کا بیٹا حماد جیسا ہواں کو امانت رکھنے میں کوئی حرج نہیں امام صاحب کی وفات کے بعد حسن آئے اور امانت طلب کی، حماد نے خزانہ کی کوٹھڑی کھول کر علامات سے متعین کر کے کہا کہ اپنی امانت اٹھالو، حسن نے کہا کہ آپ اب اپنے پاس رہنے دیں، حماد نے انکار کیا وہ کہنے لگے کہ آپ کے والد تو امانتیں قبول کر لیتے تھے آپ کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا ابا جان کو اپنے بیٹے پر اعتماد تھا، مجھے اپنے بیٹے پر نہیں ہے۔

شریک بن الولید کا بیان ہے کہ حماد اہل ہوا و بدعت کے مقابلہ میں بہت مشدود تھے، ان کے دلائل توڑنے اور حق کی حمایت میں ایسے

پختہ دلائل قائم کرتے تھے جو بڑے بڑے ہے۔ حارق اہل کلام کو بھی نہ سمجھتے تھے۔ (کر دری ص ۲۱۳ ج ۲)

۳۲-امام ہیاج بن بسطام (متوفی ۷۴۰ھ)

محدث، فیقہ امام عظیم کے اصحاب و تلامذہ میں سے ہیں، امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں، (جامع المسانید ۵۶۹ ج ۱۲ ابو حاتم نے کہا کہ ان کی حدیث صحیحی جاتی ہے، سعید بن ہنادہ کا قول ہے کہ میں نے ہیاج سے زیادہ فصح نہیں دیکھا، بغداد میں آئے حدیث کا درس شروع کیا تو ایک لاکھ آدمی بنی ہو گئے جو آپ سے حدیث لکھتے اور آپ کی فصاحت سے متعجب ہوتے تھے، مالک بن سليمان سے مردی ہے کہ ہیاج بن بسطام علم الناس، اعلم الناس، افق الناس، اشیع الناس اور ارجمند الناس تھے (میزان الاعتدال بکی بن ابراہیم کا قول ہے کہ ہمارے علم میں ہیاج ثقہ، صادق و عالم ہیں، حاکم نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ ابو حاتم محمد بن سعید بن ہنادہ نے کہا کہ میں نے محمد بن سعیدی ذہلی سے ان کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ ہیاج ہمارے نزدیک ثقہ ہیں اور سعیدی بن احمد بن زیاد بردوی نے کہا کہ جس نے بھی ہیاج پر کچھ نکیر کی ہے وہ بیجان کے صاحبزادے خالد کے کی ہے ورنہ ہیاج فی ذاتِ ثقہ ہیں، خالد سے روایت میں بے احتیاطی ہوئی ہے۔ (تہذیب ص ۸۸ ج ۱۱)

۳۳-امام شریک بن عبد اللہ الکوفی (م ۷۸۰ھ)

محدث، فیقہ، امام عظیم کی خدمت میں بہت رہے، ان سے روایت حدیث بھی کی، آپ کے مخصوص اصحاب اور شرکاء مددوین فقد میں تھے، امام صاحب آپ کو کثیر العقول فرمایا کرتے تھے، آپ نے اعمش اور ابن شیبہ سے بھی حدیث پڑھی ہے اور آپ سے حضرت عبد اللہ بن مبارک اور سعیدی بن سعید نے روایت کی امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی وابن ماجہ نے بھی آپ سے تخریج کی پہلے شہزادے کے پھر کوفہ کے قاضی ہوئے، بڑے عابد، عادل، صدق و بُعد اہل بدعت وہ وارپخت گیر تھے (حدائق) باوجود یہکہ امام بخاری و مسلم کے شیوخ کی ایک جماعت کے فن حدیث میں شیخ ہیں امام عظیم سے مسانید میں روایت کرتے ہیں (جامع المسانید ص ۲۷۸ ج ۲)

۳۴-امام عافیۃ بن یزید القاضی (متوفی ۷۸۰ھ)

بڑے پایہ کے محدث صدق و فیقہ فاضل تھے امام عظیم کے اصحاب و شرکاء مددوین فقد میں سے خاص امتیازی مقام پر فائز ہوئے، امام صاحب ان کے علم و فضل پر بڑا اعتناء کرتے اور فرماتے تھے کہ جب تک کافیہ کسی مسئلہ پر اپنی رائے ظاہرہ کر دیں اس وقت تک اس کو فصلہ شدہ سمجھ کر قلمبند کرنے میں جلدی مت کیا کرو آپ نے امام اعمش اور ہشام بن عروہ وغیرہ سے بھی حدیث حاصل کی، نسائی نے آپ سے روایت کی تخریج کی ہے، مت تک کوفہ میں قاضی رہے، حافظہ ذہنی نے ان کو بہترین کردار کے قضاۃ میں شمار کیا ہے۔ (حدائق)

۳۵-امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک (م ۷۸۰ھ)

صحابت کے ائمہ رواۃ و اجلہ شیوخ میں جلیل القدر امام حدیث ہیں، ابن مہدی (شیخ امام بخاری) نے چار کتابائی حدیث میں سے ایک ان کو فرار دیا، ایک دفعہ ان سے ابن مبارک اور سفیان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو کہا کہ اگر سفیان پوری کوشش کر لیں کہ ان کا ایک دن ابن مبارک جیسا ہو جائے تو یہ بھی نہیں کر سکتے، یہ بھی فرمایا کہ جس حدیث کو ابن مبارک نہ جانتے ہوں اس کو ہم بھی نہیں پہچانتے، امام احمد نے فرمایا کہ اپنے زمانہ میں ازاں سے زیادہ علم کو جمع کرنے والا کوئی نہیں ہوا، بہت بڑا ذخیرہ علم کا جمع کیا، کوئی بات ان سے کم رہی ہوگی وہ صاحب حدیث حافظ تھے، ان کی کتابوں میں بیش ہزار حدیث موجود ہیں اور ابن مہدی ان کو امام ثوری پر ترجیح دیتے تھے، امام صاحب کے اخض اصحاب سے تھے، بعض روایتے نے ان کی طرف امام صاحب کے بارے میں وہ اقوال منسوب کئے ہیں جو انہوں نے ہرگز نہیں کہے

جیسا کہ بہت سے دوسرے حضرات کی طرف بھی اسکی نسبتیں کی گئی ہیں (نقد نصیب الرای) حضرت سفیان بن عینہ نے فرمایا کہ میں نے صحابہ کے حالات میں غور کیا اگر صحابہ کو حضور اکرم ﷺ کی صحبت مبارکہ اور آپ کے ساتھ غزوات میں شرکت کی فضیلت حاصل نہ ہوتی تو ابن مبارک ان کے برابر ہی ہوتے، یہ بھی فرمایا کہ ابن مبارک فقیہ، عالم، عابد، زائد، شیخ، شجاع اور ادیب و شاعر تھے، فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ انہوں نے اپنا مشل نہیں چھوڑا، ابن معین نے فرمایا ابن مبارک بہت سمجھدار، پختہ کار، افق، عالم، صحیح الحدیث تھے، چھوٹی بڑی سب کتابوں کی تعداد جو انہوں نے جمع کی تھیں میں اکیس ہزار تک بیان کی جاتی ہے، یعنی انہی کا بیان ہے کہ امام مالک کو ہم نے کسی کے لئے اپنی جگہ سے تعظیماً اٹھتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن ابن مبارک کے لئے انہوں نے ایسا کیا اور بالکل اپنے قریب ملا کر بخلایا، قاری امام مالک کو پڑھ کر سناتا رہا، بعض جگہ امام مالک روک کر پوچھتے کیا تم لوگوں کے پاس بھی اس بارے میں کچھ ہے؟ تو ابن مبارک ہی جواب دیتے تھے اور یہے ادب و آہنگ سے بولتے تھے، جب مجلس ختم ہوئی تو امام مالک ان کے حسن ادب سے بھی بہت متاثر تھے اور ہم سے فرمایا کہ "یہ ابن مبارک فقیر خراسان ہیں، خلیلی کا قول ہے کہ ابن مبارک کی امامت پر سب کا اتفاق ہے اور ان کی کرامات شمار سے باہر ہیں، اسود بن سالم نے فرمایا کہ جو شخص ابن مبارک کو مطعون کرے اس کے اسلام میں شک ہے، امام تسلی کا قول ہے کہ ابن مبارک کے زمانہ میں ان سے زیادہ جلیل القدر، بلند مرتبہ اور تمام بہتر فضائل کا جامع ہمارے علم میں نہیں ہوا، حسن بن عیینہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ اصحاب ابن مبارک نے جمع ہو کر ان کے فضائل شمار کئے تو سب نے طے کیا کہ ان میں حسب ذیل کمالات جمع تھے علم، ۲۲ ادب، ۲۳ افت، ۲۴ فتویٰ، ۲۵ لغت، ۲۶ شعر، ۲۷ فصاحت، ۲۸ زبد، ۲۹ درج، ۳۰ انصاف، ۳۱ قیام لعل، ۳۲ عبادات، ۳۳ حج، ۳۴ غزوہ و جہاد، ۳۵ شہسواری، ۳۶ شجاعت، ۳۷ جسمانی قوت، ۳۸ اترک لائیں، ۳۹ ایک اخلاف اپنے اصحاب سے، عباس نے یہ امور بھی انصاف کئے ۳۰ سخاوت، ۳۱ تجارت، ۳۲ محبت با وجود مفارقت ان کے علاوہ بھی آپ کے مناقب و فضائل بہت زیادہ ہیں، ایک جہاد سے واپسی ہے، ۳۴ میں ۲۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور باوجود ان مناقب جلیلہ کے وہ امام ابو حنیف کے اصحاب و تلامذہ میں سے تھا اور سب تصریح تاریخ خطیب و بستان الحدیث وغیرہ امام صاحب کی وفات تک ان کی خدمت سے جدا نہ ہوئے، امام صاحب کے تلمذ پر فخر کرتے ان کی مدح فرماتے تھا لیکن کو امام صاحب کی طرف سے جواب دیتے تھے، وغیرہ ذلک ابن مبارک سے کہا گیا کہ آخرب کب تک حدیثیں لکھتے رہیں گے؟ فرمایا "جس کلمہ سے مجھے نفع پہنچا شاید وہ اب تک نہ لکھا" اکثر اوقات اپنے گھر میں تھا بیٹھے رہتے، کسی نے کہا آپ کو وحشت نہیں ہوتی؟ فرمایا وحشت کیسی؟ جب کہ میں حضرت اقدس ﷺ کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی آپ کی حدیث میں مشغول ہوتا ہوں، علوم نبوت سے انتہائی شغف رکھتے تھے اور اشعار ذیل کا بہترین مصدق تھی

حدیث و حدیث عنہ صحیحی مذا اذ اعاب او مذا اذ احضر کلام حسن عنده اسراب لکن اطلاعہ ما وفق انظر ا

امام اعظم سے مسانید امام میں پہ کثرت روایات کی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (مناقب کردی جلد دوم و جامع المسانید)

۳۶-الامام الحجۃ حافظ الحدیث ابو یوسف

ولادت ۹۳ھ، وفات ۱۸۲ھ عمر ۸۹ سال

نام و نسب

الامام الحجۃ المتقن الحجۃ المطلق ابو یوسف، یعقوب بن ابراء بن جعیب سعد بن حبیر بن معاوية بن خافر بن نفیل الانصاری الحنفی رضی اللہ عنہ۔ حضرت سعد (والد جعیب) صحابی تھے، غزوہ واحد میں شرکت کے متنبی تھے، مگر چھوٹے تھے، حضرت رافع بن خدنج اور ابن عمر کے ساتھ ساتھ حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کو چھوٹا بتالیا اس لئے شریک نہ ہو سکے، پھر غزوہ خندق اور بعد کے غزوات میں شرکت فرمائی پھر کوفہ میں سکونت کی اور وہیں وفات ہوئی، حضرت زید بن ارقم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ خندق میں ملاحظہ فرمایا کہ میدان قتال میں سعد، بڑی بے جگری سے جاں بازی و جاں سپاری میں منہمک ہیں، حالانکہ بہت ہی کم عمر تھے، یہاً حضور ﷺ کو بے انتہا پسند ہوئی، مجت سے اپنے پاس بایا اور پوچھا کہ اے عزیز نوجوان تو کون ہے؟ کہا سعد بن حبیب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا خدا تجھ کو نیک بخت کرے، مجھ سے اور قریب ہو جا، وہ قریب ہوئے تو آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے کہ دادا جان کے سر پر حضور ﷺ کے ہاتھ پھیرنے کی برکات میں برا برمحسوں کرتا ہوں، اس سے زیادہ تفصیل نسب و تحقیق و کن ولادت وغیرہ محدث کبیر علامہ کوثریؒ کی کتاب "سن القاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی" میں دیکھی جاسکتی ہے۔

صحیح سنہ ولادت

کوثری صاحب نے تاریخی دلائل سے امام موصوف کا سنہ ولادت ۹۳ھ ہی قرار دیا ہے، وہ جو عام طور سے مشہور ہے، یعنی ۱۲۴۰ھ، وہ ان لوگوں نے ظن و تجھیں ۹۳ھ سے تصحیف کر کے سمجھا اور لکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام مالکؓ سے دو سال بڑے تھے، چنانچہ امام ابو یوسف امام مالکؓ سے معاملہ بھی اقران ہی کا سا کرتے تھے اور امام اعظم کے شرکاء مددوین فقہ میں بھی ان کو سب "عشرہ متقدیں" میں ذکر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اول سے آخر تک شریک رہے ہیں اور تصفیہ شدہ مسائل و احکام کو دفاتر میں لکھنے کی خدمت بھی ان سے متعلق رہی ہے، وغیرہ۔

تحصیل علم

امام ابو یوسف خود فرماتے ہیں کہ میں پہلے ابن ابی لیلی کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا اور وہ میری بڑی قدر کرتے تھے، جب کوئی علمی اشکال ان کو پیش آتا تھا تو امام ابو حنیفہ کے ذریعہ اس کو حل کرتے تھے، اسی لئے میرے دل میں خواہش تھی کہ میں بھی امام صاحب کے پاس آنے جانے لگوں، مگر مجھے خیال ہوتا کہ ابن ابی لیلی کو ناگوار ہو گا، اس لئے رکتا تھا۔

ایک دفعہ ایک مسئلہ کی بحث کے دوران ان کو گرانی ہوئی (اس کی تفصیل بھی کوثری صاحب نے لکھی ہے) اور میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر امام صاحب کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ شروع کر دیا۔

مالی امداد

والد صاحب کو اس کا علم ہوا تو کہا کہ "امام صاحب، والدار مستغنى آدمی ہیں، تو محتاج مغلس ہے، تیرا ان سے کیا جوڑ؟ تجھے فکر معاش کرنی چاہئے، والد کی اطاعت بھی ضروری تھی، میں فکر معاش میں لگ گیا، امام صاحب نے میری غیر حاضری محسوس کی اور بدلایا، سبب پوچھا، میں نے پوری بات عرض کی، درس میں شرکت کی، جب سب چلے گئے تو امام صاحب نے مجھے ایک تھیلی دی کہ اس سے اپنے گھر کی ضرورتیں پوری کرو اور جب ختم ہو جائے، مجھے بتانا، اس تھیلی میں ایک سودہ ہم تھے، میں التزام کے ساتھ درس میں شریک رہنے لگا، چند ہی دن گذرے کہ امام صاحب نے خود ہی مجھے دوسری تھیلی دی، اور پھر اسی طرح میری امداد فرماتے رہے جیسے ان کو پہلے روپوں کے ختم ہونے کی اطلاع خود بخوبی جاتی تھی کیونکہ مجھے ایک دفعہ کے بعد پھر کبھی عرض کرنے کا موقع نہیں ہوا۔

امام صاحب کی توجہ سے نہ صرف میرے گھر والے فکر معاش سے بے نیاز ہو گئے، بلکہ تمیں ایک قسم کا تمول حاصل ہو گیا اور امام صاحب کی خدمت میں رہ کر مجھ پر علوم کے دروازے بھی کھل گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ والد نے کچھ کہا تو ان کی والدہ درس سے اٹھا کر یجا تی تھیں، امام صاحب نے ایک دن کہا! نیک بخت! جا! یہ

علم پڑھ کر فالودہ اور رونگن پست کے ساتھ کھائے گا، یہ سن کروہ بڑا بڑا تی ہوئی چلی گئیں۔

جب قاضی القضاۃ ہوئے تو ایک بار خلیفہ ہارون رشید کے دستخوان پر فالدہ مذکور پیش ہوا، خلیفہ نے کہا کہ یہ کھایہ روز رو زنبیں تیار ہوتا، پوچھا کیا ہے؟ خلیفہ نے کہا فالودہ اور رونگن پست، اس پر امام ابو یوسف مسکرائے، خلیفہ نے باصرار سبب دریافت کیا تو امام صاحب کا واقعہ بالا سنایا، خلیفہ کو سن کر حیرت ہوئی اور کہا۔ ”علم دین و دنیا میں عزت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے، وہ عقل کی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔“

ستره برس تک امام صاحب کی خدمت میں رہے، ایک بار خخت بیمار ہو گئے، امام صاحب نے آکر دیکھا تو واپسی میں ان کے دروازہ پر متفلک کھڑے ہو گئے، کسی نے پوچھا تو کہا ”یہ جوان مر گیا تو زمین کا سب سے بڑا عالم اٹھ جائے گا۔“

امام ابو یوسف کا قول ہے کہ دنیا میں کوئی چیز مجھ کو ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلی کی مجلس سے زیادہ محبوب نہ تھی، امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر فقیہ اور ابن ابی لیلی سے اچھا قاضی میں نہ نہیں دیکھا۔

امام ابو یوسف پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کا علم زمین کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا، اصول فقہ کی کتابیں لکھیں۔ ۲ مسائل کا نشر الماء کے ذریعہ کیا، ستہ برس تک قاضی القضاۃ رہے، ابن عبدالبر کا قول ہے کہ میرے علم میں کوئی قاضی سوا امام ابو یوسف کے نہیں، جس کا حکم مشرق سے مغرب تک سارے آفاق میں روایا ہوا ہو۔ (شد رات الذہب)

قاضی ہونے کے زمانہ میں ایک بار خلیفہ وقت ہادی کے ایک باغ پر کسی نے ان کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا، بظاہر بادشاہ وقت کا پہلو زبردست تھا مگر واقعہ اس کے خلاف تھا، خلیفہ نے کسی موقع پر ان سے پوچھا کہ تم نے فلاں باغ کے معاملہ میں کیا کیا؟ جواب دیامدی کی درخواست ہے کہ امیر المؤمنین کی خلفیہ شہادت اس امر پر لیجائے کہ ان کے گواہوں کا بیان سچا ہے، ہادی نے پوچھا کیا ان کو اس مطالبه کا حق ہے؟ جواب دیا کہ ابن ابی لیلی کے فیصلہ کے مطابق صحیح ہے، خلیفہ نے کہا اس صورت میں باغ مدعی کو دلا دو یہ امام ابو یوسف کی ایک مددیر تھی۔ بلال بن سیحی کا قول ہے کہ ابو یوسف، تفسیر، مغازی اور ایام عرب کے حافظ تھے، فقہ ان کے علوم میں اقل العلوم تھی، ایک بار امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کی بابت کہا۔

”یہ چھتیں مرد ہیں، ان میں سے اٹھارہ عہدہ قضا کی الہیت رکھتے ہیں، چند فتویٰ دینے کی دو ایسے ہیں جو قاضیوں کو پڑھاسکتے ہیں، یہ کہہ کر امام ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ کیا۔

ایک بار امام ابو حنیفہ نے داؤ دطائی سے کہا کہ تم عبادت کے لئے پیدا ہوئے، ابو یوسف سے کہا تم دنیا کی طرف مائل ہو گئے، اسی طرح زفر وغیرہ کی نسبت رائے ظاہر کی، جو کہا تھا، واقعات نے وہی ثابت کیا۔

وفات سے پہلے کہتے تھے کہ ستہ برس دنیا کے کام میں رہ چکا، میراگمان ہے کہ اب میری موت قریب ہے، اس قول کے چھ ماہ بعد وفات پائی۔

غیر معمولی علمی شغف اور امام صاحب سے خصوصی استفادہ

امام ابو یوسف[ؓ] امام صاحب کے علوم کے اس قدر گرویدہ تھے کہ خود ہی بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے بیٹے کا انتقال ہوا تو میں نے اس وقت بھی امام صاحب کی مجلس سے غیر حاضری پسند نہیں کی، بلکہ اپنے احباب اعزہ اور پڑوسیوں ہی کو تجویز و مدد فیں کی خدمت پر مأمور کر دیا، اس ذر سے کہ امام صاحب کے علمی ارشادات و فیوض سے محروم نہ ہو جاؤں اور اس کی حسرت و افسوس میرے دل میں ہمیشہ رہے۔

امام ابو یوسف کا یہ ارشاد مبالغہ نہیں ہے، کیونکہ امام صاحب کے انتقال کے بعد بعض اوقات بڑی حسرت سے فرمایا کرتے تھے کہ

"کاش امام صاحب کی ایک علمی صحبت مجھے پھر مل جاتی اور میں ان سے اپنے علمی اشکال حل کر لیتا، خواہ مجھے اس ایک مجلس پر اپنی آدمی دولت قربان کرنی پڑتی،" لکھا ہے کہ اس وقت امام صاحب میں لاکھروپے کے مالک تھے، گویا دس لاکھ روپے صرف کر کے ایک مجلس کی تمنہ کرتے تھے درحقیقت علم اور صحیح علم کی قدر و قیمت اسکی ہی ہے۔ من لم يدق لم يدر۔"

نقل ہے کہ امام ابو یوسف اپنے دنوں شیخ ابن الیٰ سلیٰ اور امام صاحب دونوں کی انتہائی تعلیم کیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کو علمی برکات سے حظ دافر حاصل ہوا۔

قاضی ابن الیٰ سلیٰ

قاضی ابن الیٰ سلیٰ عہد اموی و عباسی میں کافی مدت تک قاضی رہے، جن کو حضرت قاضی شریح کے قضاۓ سے پوری واقفیت تھی جو حضرت عمرؓ کے زمانہ سے حاج کے زمانہ تک قاضی رہے اور حضرت علیؓ کے قضاۓ بھی ان کے معمول بھارے تھے۔

ای طرح امام ابو یوسف نے امام صاحب کے علم فقہ و حدیث کے ساتھ قضاۓ صحابہ تا بعین کا پورا علم جمع کر لیا تھا، سبی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف نے سب سے پہلے قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہو کر پوری اسلامی دنیا کے شخصیوں پر وہ علمی اثرات ڈالے کہ ان کی ظلمہ اول و آخر میں نہیں ملتی۔

بے نظیر حافظہ

علامہ ابن الجوزی نے با وجود اپنی شدت و عصبیت خاصہ کے امام ابو یوسف کو قوۃ حفظ کے اعتبار سے ان سو ۰۰۰ افراد میں شمار کیا ہے جو اس امت کے مخصوص و بے نظیر صاحب حفظ ہوئے ہیں (اخبار الحکاۃ، تکمیل نسخ طاہریہ دشن)

علامہ ابن عبد البر نے انتقام میں لکھا کہ امام ابو یوسف بڑے حافظ حدیث تھے ملکہ حفظ ایسا تھا کہ کسی محدث کی ملاقات کو جاتے دورانِ ننگوں میں ۶۰،۵۰ حدیثیں سننے باہر آ کر ان سب کو پورے حفظ و ضبط کے ساتھ بے کم دکاست بیان کر دیتے تھے۔

امام ابو یوسف کے حج کا واقعہ

امام حدیث حسن بن زیاد نے بیان کیا کہ ایک دفعہ امام ابو یوسف کے ساتھ حج کو گئے، راتے میں وہ عملی ہو گئے، ہم یہر میمون پر اتر گئے، حضرت سفیان بن عینہ عیادت کو کرئے، امام ابو یوسف نے (جو عاشق حدیث تھے) ہم سے فرمایا، ابو محمد سے حدیث سن لو، انہوں نے اشارہ پا کر چالیس حدیثیں سنائیں، جب سفیان چلے گئے تو فرمایا۔ لو مجھے سے پھر سن کر ان حدیثیوں کو محفوظ کر لوا اور باوجود اپنی کبریٰ، ضعف، حالت سفر اور بیماری کے وہ سب حدیثیں اپنی یاد سے ہمارے سامنے دھرا دیں۔

اس واقعے سے بھی بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف کی وفات کہنے میں ہوئی ہے، کونکہ پچاس چھپن سال کے آدمی کو بیرون نہیں کہا جاتا۔

ذکر محدث ابو معاویہ

موفق میں حسن بن الیٰ مالک سے نقل کیا کہ ہم لوگ محدث ابو معاویہ کے پاس آتے جاتے تھے تاکہ ان سے حاج بن ارطاة کی احادیث میں سے احادیث احکام فقیر حاصل کریں تو وہ ہم سے فرماتے تھے "کیا تمہارے پاس قاضی ابو یوسف نہیں ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ہیں، فرماتے۔ تم لوگ بھی عجیب ہو تم ابو یوسف کو چھوڑ کر میرے پاس آتے ہو، ہم لوگ جب حاج بن ارطاة کے پاس جاتے تھے تو جس وقت وہ اماء حدیث کرتے تھے تو ابو یوسف سے حدیثیں یاد رکھتے تھے، پھر جب ان کی مجلس سے نکل آتے تھے تو ابو یوسف کے حافظ سے ہی وہ سب احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔

علامہ موفق نے اپنی سند سے صحی بن آدم سے نقل کیا کہ ہارون رشید سے، جو خود بھی بڑے فقیرِ عالم تھے کہا گیا کہ آپ نے ابو یوسف کو ان کے علم و مرتبہ سے زیادہ بلند کر دیا، اور بہت اوپر نچے مقام پر فائز کر دیا، اس کی وجہ کیا ہے؟ خلیفہ ہارون رشید نے جواب دیا "میں ان کو خوب جانتا ہوں اور کافی تجربہ کے بعد ایسا کیا ہے، واللہ! میں نے جس علمی مسئلہ میں بھی ان کی حاجی کی، اس میں ان کو کامل ہی پایا، ہمارے ان کے حد تھی مذاکرات بھی طویل طویل ہوتے تھے، اور ہم لکھتے تھے، وہ بغیر لکھے یاد رکھتے تھے، پھر جب مجلس سے اٹھتے تھے، تو ان کے پاس محدثین دروازہ جمع ہو جاتے تھے، اور وہ اپنے پاس کی لکھی ہوئی احادیث ان کی یادداشت سے صحیح کر لیا کرتے تھے اور فقہ میں تو وہ ایسے درج ہے پہنچنے ہیں کہ اس تک کوئی دوسرا ان کے طبقہ کا پہنچاہی نہیں۔

بڑے بڑے اہل علم ان کے سامنے چھوٹے ہیں، اور بڑے بڑے فقیر ان کے مقابلہ میں کم حیثیت ہیں لوگوں کو درس دیں تو بغیر کتاب اور یادداشت کے، دن کو ہمارے کاموں میں شغول (یعنی قضا کی خدمات) کے ساتھ رات کو درس کے لئے تیار، آنے والوں لوگوں سے پوچھتے ہیں، کیا چاہتے ہو؟ وہ کہتے کہ فلاں فلاں فقیرِ ابوابِ احادیث میں افادہ کیجئے! بس فوراً بالبداء ہتھ ایسے جوابات بتاتے ہیں، جن سے علماء، زمانہ عاجز ہیں اور ان سب کمالات علمی کے ساتھ عملی طور سے مذہبی استقامت اور دینی پرہیزگاری کا اعلیٰ تمدنہ ہیں، اب ان جیسا کوئی لاکر مجھے دکھلاو!"

خلیفہ ہارون رشید نے واقعی امام ابو یوسف کے خاص خاص کمالات بہت موزوں پیرا یہ میں جمع کر دیئے، دلاؤ دبن رشید کا قول ہے کہ "اگر امام عظیم کا کوئی شاگرد بھی امام ابو یوسف کے سوانہ، وہ تو یہی ان کے فخر کے لئے کافی تھے، میں جب کبھی ان کو کسی علمی موضوع پر بحث کرتے ہوئے دیکھتا تو ایسا معلوم ہوتا رہ جائے، کسی بڑے سمندر میں سے نکال نکال کر علم کے دریا بہار ہے ہیں، علم حدیث، علم فقہ اور علم کلام سب ان کے رو برو تھے، ان علوم کی تمام مشکلات ان کے لئے آسان ہو چکی تھیں"

ہلال بن صحیح بصری کا قول ہے کہ امام ابو یوسف، تفسیر، مغازی، ایام العرب کے حافظ تھے اور ان کے علوم متعدد میں سے ایک فتنہ بھی تھا، برداشت ذہبی صحیح بن خالد کا قول ہے کہ "ہمارے یہاں امام ابو یوسف تشریف لائے، جب کہ پہبخت دوسرے علم کے ان کا فتنہ امتیاز نمایاں نہ تھا، حالانکہ اس وقت بھی ان کا نقہ زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچ چکی تھی"۔

ابن الجوزی العوام نے بواسطہ امام شاہزادی امام صحیح بن معین کا قول نقل کیا کہ "اصحاب الری میں امام ابو یوسف سے زیادہ اشتہر فی الحدیث اور ان سے بڑا حافظ حدیث اور زیادہ صحیت کے ساتھ حدیث کی روایت کرنے والوں میں نہیں دیکھا"۔

امام ابو یوسف کے ذکاوات و وقت نظر کے واقعات بہت ہیں، علامہ کوثری "حسن القاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی" میں امام موصوف کے علمی و عملی کمالات و واقعات کا بہترین مرقع پیش کیا ہے جو ہر شخصی عالم کو حرز جان بناتا چاہئے، کوثری صاحب کی تمام تصانیف اعلیٰ علمی جواہر و نوادر کا ذخیرہ اور حقائق و وفاہات کا بے مثال خزینہ ہیں۔

شیوخ فقہ و حدیث

امام ابو یوسف نے احکام قضائیں زیادہ تر قاضی ابن الجوزی سے استقادہ کیا اور فقہ و حدیث میں امام عظیم سے کلی استقادہ کیا، رات دن امام صاحب ہی کی خدمت میں گزارتے تھے، خود فرماتے ہیں کہ میں انتیں ۲۹ سال ہر ایام صاحب کی خدمت میں رہا کہ صحیح کی نماز بیٹھان کے ساتھ ہی پڑھی۔ (مدینہ و تاریخ آنحضرت)

دوسری روایت صیری کی ہے کہ یہ اسال امام صاحب کے ساتھ اس طرح گزارے کے بجز حالت مرض کے عید فطر اور عید الحجہ میں بھی ان ہی کے پاس حاضر رہا، فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیا کی کوئی مجلس امام ابو حنیفہ اور ابن الجوزی کی مجلس علمی سے زیادہ محظوظ نہ تھی، دوسرے چند شیوخ یہ ہیں۔

ابن بن ابی عیاش، احوص بن حکیم، ابو اسحاق شیبانی، اسماعیل بن امیہ، اسماعیل بن علیہ، اسماعیل بن مسلم (وغیرہ رجال ترمذی میں سے) ابن جریر عبد الملک، ججاج بن ارطاة، حسن بن دینار، اعمش، عبد الرحمن بن ثابت، عطاء بن السائب، عطاء بن عجلان، عمر و بن دینار، عمر و بن میمون، عمر بن نافع، قیس بن الرفیع، لیث بن سعد، مالک بن انس، مالک بن مغول، مجالد بن سعید، محمد بن اسحاق (صاحب مغازی) مسیر بن کدام، نافع مولیٰ ابن عمر، سیحی بن سعید النصاری وغیرہ حجاز، عراق و دیگر شہروں کے مشاہیر اہل فضل و کمال، علامہ کوثری نے زیادہ نام تحریر کئے ہیں، اور یہ بھی تنبیہ کی ہے کہ نہن۔ اقدیں را وہ حدیث نے اپنی قلت علم اور کی درک مدارج اجتہاد یا تعصّب وغیرہ سے اور بعض نے کسی غلط فہمی سے ان میں سے بعض اکابر شیوخ پر نقد و جرح بھی کی ہے جو بوجوہ مذکورہ قابل اعتناء نہیں۔

امام ابو یوسف کا تعلیمی و تدریسی شغف

امام صاحب با وجود یکہ علم و فضل کے اعلیٰ مراتب پر فائض تھے، دنیوی وجاہت کا بھی طرہ امتیاز اونچ پر تھا، خلفاء عبایہ کا جاہ و جلال، عظمت و رعب دنیا پر چھایا ہوا تھا، لیکن دربار خلافت کے وزراء کی تو امام ابو یوسف کے سامنے ہی کیا تھی، خود خلیفہ ہارون رشید امام صاحب موصوف کا انتہائی ادب و احترام کرتا تھا۔

امام صاحب قصر شاہی میں نہ صرف یہ کہ بے روک ہر وقت جاسکتے تھے، بلکہ اپنے گھوڑے پر سوار ہی خلیفہ کے دربار خاص تک جایا کرتے تھے اور خلیفہ دربار خاص کا پرودہ ہٹا کر خود کھڑے ہو کر مسکراتے ہوئے امام موصوف کا استقبال کرتا، اور پہلے خود سلام کرتا اور اسی طرح ہمیشہ ہوتا تھا، کتب تاریخ میں ایکہ عربی کا شعر بھی آتا ہے جو ہارون رشید امام موصوف کی آمد پر بحد اظہار مسرت و اعزاز پڑھا کرتا تھا، آج کے حالات میں کون یقین کرے گا کہ ہمارے دین کے پیشواؤں کی ایسی آن بان بھی رہی ہے، پھر کتب تاریخ میں کچھ ایسے غلط و بے اصل جھوٹے راویوں کے چلائے ہوئے قصے بھی لکھے گئے، جن کی وجہ سے بڑوں بڑوں کی صحیح پوزیشن نظر وہ سے او جھل ہو گئی۔

امام ابو یوسف کے قبول عہدہ قضا کوان کی دنیا طلبی سے تعبیر کیا گیا اور ایسے قصے بھی گھرے گئے کہ امام صاحب نے خدا نخواست خلفاء کی رضا جوئی اور انعامات کی خاطر شرعی مسائل بتائے، ہمارے اہل مناقب نے بھی بے تحقیق ایسے چند واقعات نقل کر دیئے جن سے امام موصوف کی ذہانت و ذکاوت و وسعتہ ٹھنڈی ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علامہ کوثری صاحب کو کہ حسن التقاضی میں ایسے واقعات کی بھی تاریخی دلائل سے تغذیط کر دی، اگرچہ امام صاحب کے مجموعی حالات سے بھی ایسے قصے مشکوک معلوم ہوتے تھے، یہاں عرض کرنا یہ تھا کہ امام موصوف اتنی مشغولیتوں کے ساتھ بھی آخر وقت تک درس و تعلیم کا کام کرتے رہے، وراس سے کبھی سیرہ نہ ہوتے تھے، نہ کسی وقت پڑھانے، سمجھانے اور علمی مذاکرہ سے اکتا تھے۔

حسن بن زیاد کا بیان ہے کہ میں ہمچنان علم کے زمانہ میں امام زفر کے پاس بھی جاتا تھا اور امام ابو یوسف کے پاس بھی، لیکن میں نے امام ابو یوسف کو زیادہ با حوصلہ پایا، اکثر ایسا ہوتا کہ میں پہلے امام زفر کے پاس پہنچتا اور مشکل مسائل پوچھتا وہ مجھے سمجھاتے میں نہ سمجھتا اور بار بار سوال کر کے ان کو عاجز کر دیتا وہ کہتے۔ کم بخت جا! تجھے کیا علم آئے گا؟ کوئی پیشہ دیکھ، کھیتی وغیرہ کر، ان کے اس طرح فرمانے سے مجھے بڑا

لہ ابن خلکان نے امام ابو یوسف کے تذکرہ میں ان کے ہارون رشید کے دربار میں عروج کا سبب بھی ایک جھوٹا واقعہ نقل کر دیا ہے، اسی طرح عیسیٰ بن جعفر کے لونڈی نہ دینے اور امام ابو یوسف کا شرعی طریقہ نہ کر انعام پانے کا قصد بھی مستند نہیں ہے، جس کو ہمارے علامہ شاہی وغیرہ نے بھی ذہانت کی تعریف کے خیال سے نقل کر دیا اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اسی ایسے ہی چند قصے نقل کر دیے ہیں اور سلفی سے طیور مات میں ابن مبارک کی طرف منسوب کرے ایک بے سرو پا قصہ نقل کر دیا، امام ابو یوسف و امام محمد کے باہمی تعلقات میں خرابی اور اس کے بھی ایک دو قصے یوں ہی بے سند نقل ہوئے اور ہمارے علامہ سرخی وغیرہ نے بھی بے تحقیق ان کی روایت کر دی ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

غم ہوتا اور بڑی مایوسی ہوتی (کیونکہ مجھے بغیر علم کے کسی چیز کی پیاس نہ تھی) امام ابو یوسف کے پاس جاتا اور وہی مسائل مشکلہ پیش کرتا وہ ان کے جوابات فرماتے اور سمجھاتے کی کوشش فرماتے، پھر بھی میری پوری طرح تشقی نہ ہوتی تو فرماتے۔ اچھا شہرو! ذرا صبر کرو، پھر فرماتے تم کچھ تھوڑا بہت سمجھے بھی یا بھی ابتدائی حالت ہی ہے؟ میں کہتا کہ کچھ فائدہ تو مجھے ہوا ہے مگر جس طرح میں چاہتا ہوں تسلی نہیں ہوئی، فرماتے، کچھ حرج نہیں، ہر ناقص چیز کامل ہو سکتی ہے شہرو! ان شاء اللہ تعالیٰ تم سمجھ لو گے۔

حسن فرماتے ہیں کہ میں ان نے کے اے، قدر صبر و تحمل پر بڑی حیرت کرتا تھا، وہ اپنے تلامذہ و اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے یہ قدرت ہوتی کہ اپنے دل کی ساری باتیں تمہارے دلوں میں اتار دوں تو مجھے ایسا کرنے میں بڑی خوشی ہوتی۔

یہ واقعہ میں نے اس لئے بھی ذکر کیا کہ آجکل کے طلبہ و اساتذہ دونوں اس سے سبق حاصل کریں اور اپنی زندگی کے رخ کو بدیں تاکہ ان کو بھی علم و حکمت کے وہی سابقہ انوار و برکات حاصل ہوں پہلے ہارون رشید کے قول سے بھی معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف عہدہ قاضی القضاۃ کی غیر معمولی مصروفیتوں کے باوجود درجہ میں درس و تعلیم دیا کرتے تھے اور تاریخ نے ہی یہ بھی بتایا کہ آخری وقت وصال میں بھی علمی مسائل کی تحقیق ہی فرماتے رہے۔

ابراہیم بن الجراح کا بیان ہے کہ مرض موت میں عیادت کے لئے حاضر تھا، اس وقت بھی علمی گفتگو تھی، کچھ دریغشی رہی، افاقہ ہوا تو مجھ سے کہنے لگے ابراہیم! رمی جمار سوار کر کرنا افضل ہے یا پیدل! میں کہا پیدل! فرمایا غلط، میں نے کہا سوار! فرمایا غلط، پھر خود فرمانے لگے کہ جس جمرہ کے پاس دعا کرے گا وہاں پیدل افضل ہے اور جہاں نہیں وہاں سوار ہو کر، ابراہیم کہتے ہیں کہ میں اٹھ کر دروازہ تک ہی آیا تھا کہ ان کی وفات کی خبر سن لی۔ (کتاب ابن القوام)

مناقب صیری میں اتنا اضافہ اور بھی ہے کہ میں نے عرض کیا آپ اس حالت میں بھی مسائل بیان کر رہے ہیں؟ فرمایا کیا حرج ہے؟ کیا عجب ہے خدا اسی درس مسائل کے صدقہ میں نجات بخش دے پھر دونوں جگہ کے فرق کی بھی توجیہہ فرمائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة و رضی عنہ و ارضاه۔

امام ابو یوسف کے تلامذہ

علامہ کوثری نے بہت لوگوں۔ کہنا تحریر فرمائے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں امام احمد بن حنبل (صاحب مذہب) احمد بن منیع (شیخ امام بخاری) اسد بن فرات (مدون مذہب امام مالک) اساعیل بن حماد (ابن الامام الاعظیم) بشر بن غیاث، جعفر بن یحییٰ البرکی حسن بن زیاد ولوی حماد بن ولیل، خالد بن صبح، خلف بن ایوب بلخی، شجاع بن مخلد، شفیق بن ابراہیم بلخی، علی بن الجعد (صاحب الجعدیات) علی بن حربہ، علی بن المدینی (شیخ بخاری) فضیل بن عیاض، امام محمد، محمد بن سماعة، معلى بن منصور، دکیع بن الجراح، ہشام ابن عبد الملک الاولویہ الطیاری، بلال بن یحییٰ الرائی (صاحب احکام الوقف) یحییٰ بن آدم، یحییٰ بن معین (شیخ البخاری) امام شافعی بواسطہ امام محمد، امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں اور

اہ امام احمد فرماتے ہیں کہیرے سب سے پہلے استاد حدیث امام ابو یوسف ہیں اور ان سے میں نے تی سال ان کے پاس رہ کر تین قنطر (الماریاں) علم کی لکھی ہیں ۳۰ مشہور فقیہ تھے، نقشب الداری سے ان کے علمورتبہ علمی کا پتہ چلتا ہے، ان کی بہت سی علمی تصانیف اور امام ابو یوسف سے روایات کثیرہ ہیں، اہل زہد و روع سے تھے، مسئلہ خلق قرآن میں معتزلہ کی طرف میلان ہو گیا تھا، اگرچہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی مراء و مابین الدینین تھی، علامہ ابن تیمیہ نے مہماں النبی ۲۵۶ ج میں ان کو مر جنی کہا ہے، اور بھی کچھ چیزیں ان کی طرف ممنوع ہوئیں، واللہ عالم کہاں تک صحیح ہیں، خلق قرآن کے مسئلہ میں امام ابو یوسف نے ان کو تعبیر کی تھی، شاید اس سے کچھ اصلاح بھی ہوئی، کیونکہ امام احمد نے فرمایا میں اس مجلس میں موجود تھا جب بشر مریمی کو امام ابو یوسف کے حکم سے پاؤں کھینچ کر نکالا گیا، پھر میں نے اگلے روز دیکھا کہ آئے میں نے کہا کہ آپ کو اس طریقہ ملایا یا پھر بھی آپ آگئے؟ کہا کہ اس بات کی وجہ سے میں علم سے محرومی کو گوارا نہیں کر سکتا۔

یہ بھی امام ابو یوسف نے ان سے فرمایا تھا کہ "تم بہت قابل قدر آدمی ہو، اگر تمہارے اندر وہ بڑی رائے نہ ہو، لیکن امام صاحب موصوف نے پھر ان کو مجلس میں آئے دیا اس سے خیال ہوتا ہے کہ ان کی کچھ اصلاح ضرور ہو گئی ہو گی۔

کتاب الامام اور اپنی مندوں میں امام ابو یوسف سے بواسطہ امام محمد روایت بھی کی ہے، جیسے حدیث نبی اللہ علیہ السلام میں۔

امام ابو یوسف اور امام شافعی کا اجتماع ایک جگہ نہیں ہوا، جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر اور حافظ سنادی نے بھی تصریح کی ہے، باقی بعض مسانید امام اعظم میں جو امام شافعی کی روایات امام ابو یوسف سے منقول ہے وہ غلط ہے کہ یوسف کی جگہ ابو یوسف تحریر ہو گیا ہے اور وہ یوسف بن خالد سمیٰ ہیں، واللہ عالم (حسن القاضی)

امام ابو یوسف نے اگرچہ اپنا انساب اپنے استاد محترم امام اعظم کے ساتھ ہمیشہ باقی رکھا، مگر ان کے علمی کمالات اور قوت اجتہاد و استنباط و جمع شروع اجتہاد کے پیش نظر ان کو مجتہد مطلق مانا ضروری ہے، وہ امام صاحب کی مجلس تدوین فقہ کے رکن رکین اور فرد اعظم تھے اور امام صاحب کی وفات تک تقریباً ۲۹ سال تدوین کے کام میں مشغول رہے۔

چنانچہ امام اعظم نے خود بھی ادا، ان کے طبقہ کے علم اہل الارض فرمایا تھا جیسا کہ تاریخ خطیب میں بواسطہ امام طحاوی اسد بن فرات سے منقول ہے اور ابن ابی عمران شیخ لبان طحاوی نے فرمایا کہ حافظ فقیہ علی بن الجعد (صاحب الجعدیات المشهور) ایک روز درس حدیث دے رہے تھے اور مجلس لوگوں سے بھری ہوئی تھی، آپ نے اخبرنا ابو یوسف ہی کہا تھا کہ ایک شخص بولا کیا آپ ابو یوسف کا ذکر فرمائے ہے ہیں؟ حضرت الاستاذ نے اس طرح کے سوال سے امام کی تحقیر محسوس کی اور بارہب و جلال الجہ میں فرمایا کہ جب تم امام ابو یوسف کا ذکر مبارک کرنا چاہو تو پہلے اپنے منہ کو اشنان اور گرم پانی سے اچھی طرح پاک و صاف کر لینا، پھر فرمایا کہ واللہ میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔ جبکہ وہ امام ثوری، امام مالک، حسن صالح، ابن ابی ذئب، لیث بن سعد، اور شعبہ بن الحجاج جیسے اکابر ائمہ و مجتہدین کو دیکھے چکے تھے، لہذا وہ امام صاحب موصوف کو ان سب پر فضیلت دیتے تھے اور امام اعظم نے امام ابو یوسف کی شرح معانی حدیث بریرہ پر "انسم الاطباء و نحن الصيادلة" فرمایا تھا۔ (حسن القاضی) علامہ کوثری نے اس موقع پر مجتہدین کی اس تقسیم کو راجح ثابت کیا ہے جو ابن حجر عسکری نے "شن الغارہ" میں درج کی ہے جس کو مولانا عبد الحکیم مرحوم لکھنؤی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی نقل و اختیار کیا ہے اور ابن کمال الوزیر کی تسمیہ کو غیر صحیح و مرجوح قرار دیا ہے، یہ بحث اہم و قابل مطالعہ ہے اور ابو یوسف کی درج میں علاوه مذکورہ بالاقوال کے چند اقوال اور بھی ملاحظہ کیجئے! الحمد للہ بن میمین نے یہ بھی فرمایا کہ امام ابو یوسف صاحب حدیث تھے، صاحب سنت نہیں تھا، ابو حاتم نے کہا کہ ان کی حدیث لکھی جاتی ہے اخ (الجرح التعديل ص ۲۰۱ ج ۳)

عبد اللہ بن داؤد خرمی کا قول ہے کہ امام ابو یوسف تمام فقیہی مسائل پر ایسا عبور کامل رکھتے تھے کہ وہ سب ان کے سامنے کف دست تھے عمر بن محمد ناقد (جو اہل رائے محدثین سے تعصّب رکھتے تھے) فرماتے کہ میں اصحاب رائے میں سے کسی سے روایت حدیث پسند نہیں کرتا، مگر ابو یوسف سے، کیونکہ وہ صاحب سنت تھے۔

محمد بن سعید کا بیان ہے کہ امام ابو یوسف قاضی القضاۃ ہو جانے پر بھی ہر روز دو سور کعت نماز پڑھا کرتے تھے، علی بن الدینی نے فرمایا کہ ۱۸۰ھ میں امام ابو یوسف بصرہ آئے تو ہم ان کی خدمت میں جائی کرتے تھے، ان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ احادیث روایت کرتے، پھر دس فقیہی آراء ساتھ بیان کرتے، اس عرصہ میں مجھے صرف ایک حدیث میں وہ منفرد معلوم ہوئے جو هشام بن عروہ سے حجر میں روایت کی اور وہ صدق تھے۔

علامہ کوثری نے اس مقام پر تحریر فرمایا کہ جو شخص "الخیس الحبیر" ص ۲۲۹ اور سنہ یہی ص ۲۱ ج ۲ مطالعہ کرے گا وہ معلوم کرے گا کہ اس حدیث میں بھی امام ابو یوسف منفر : تھے کیونکہ متتابع موجود ہے۔

یہ تمام اقوال علامہ ذہبی کی کتاب مسابق الامام ابو یوسف سے "حسن القاضی" میں لکھے گئے ہیں، حارثی نے اپنی سند سے حسین بن ولید سے یہ نقل کیا کہ امام ابو یوسف جب کسی مسئلہ پر کلام کرتے تھے تو سننے والے ان کی وقت کلام سے تحریر ہو جاتے تھے اور ایک روز میں نے ایسا بھی دیکھا کہ وہ کسی غامض مسئلہ پر تقریر کرنے لگے تو تیر کی طرح تیزی سے اس مسئلہ کے تمام متعلقات بیان کر گئے جس کی وجہ سے اور بھی زیادہ حاضرین کو اس

مسئلہ کی باریکیاں مفہوم نہ ہو سکیں اور ہم سب متین ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کو کس قدر قدرت کلام اور فہم معانی و دلیل کا ملکہ عطا فرمایا ہے۔ چونکہ امام ابو یوسف گویہ سارے مناقب و محامد اور کمالات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دلیل سے حاصل ہوئے تھے، اسی لئے یہ بھی ”قلائد عقود العقیان“ میں امام ابو یوسف سے ہی منقول ہوا ہے کہ میں نے کبھی کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس کے بعد امام اعظم کے حق میں دعا اور استغفار نہ کی ہو۔ حضرت علی بن صالح جب کبھی امام ابو یوسف سے روایت کرتے تو اس طرح کہتے ”میں نے یہ حدیث افقہ الفهاء قاضی القضاۃ سید العلماء امام ابو یوسف سے سنی ہے“، محمد بن بشر بن الولید کے سامنے ایک شاگرد نے امام ابو یوسف کا نام بغیر القاب کے لیا تو اس کو تنبیہ فرمائی کہ تم ان کی تعظیم نہیں کرتے، ان کی تو قیر نہیں کرتے، میں نے تو ان کا مثل اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا (حالانکہ انہوں نے ابن ابی ذئب اور شعبہ وغیرہ اکابر محدثین کو دیکھا تھا)۔

امام نسائی نے بھی جونقد رجاء، میں بہت مشتمد تھے، امام ابو یوسف کی توثیق کی ہے اور احمد بن کامل شجری (مولف اخبار القضاۃ اور صاحب ابن جریر) نے کہا کہ امام سیوط بن معین، امام احمد اور علی بن مدینی میتوں نے بالاتفاق امام ابو یوسف کو ثقہ قرار دیا ہے، یہ میتوں امام بخاری کے کبار شیوخ میں تھے۔

اسی طرح شیخ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کو شیخ متقن کہا پھر کہا کہ ہم کسی کے فضل و شرف کو چھپانا نہیں چاہتے، ہمارے نزدیک امام ابو یوسف اور امام زفر کی عدالت و ثقاہت ثابت ہو چکی ہے، ملاحظہ کجھے یہ ابن حبان وہ ہیں جو بہت سے محدثین احتراف بلکہ اکابر ائمہ احتراف کے خلاف بھی بہت کچھ لکھتے ہیں، مگر امام ابو یوسف و زفر کی یہ بھی بحث کر گئے اور بقول خود حق انصار فادا کر گئے مگر اس کے باوجود بھی حیرت اس پر بالکل سہیجھے کہ امام بخاری اپنے استاذ الاستاذ امام ابو یوسف کے بھی متزوک فرمائے، آپ نے دیکھا کہ امام بخاری جن بزرگوں کے اووال سے جا بجا اپنی کتاب الفضفاء وغیرہ میں استدلال کرتے ہیں وہ سب تو امام موصوف کو ثقہ فرمائے، لقہ وہ ہے جس کی حدیث لئی چاہئے، مگر امام بخاری کا فیصلہ ہے وہ متزوک الحدیث تھے جس کی احادیث لوگوں نے ترک کیں، معلوم نہیں اس بارے میں وہ کن بزرگوں سے متاثر ہو، شاہندو شیخ حمیدی وغیرہ ہوں جن کی وجہ سے انہوں نے امام اعظم سے بھی سوء ظن اختیار کر لیا تھا، مگر شیخ حمیدی کا قول تو وہ ساری کتاب الفضفاء میں کہتے بخدر سند ذکر بھی نہیں کرتے، غرض یہ معدہ ہمارے لئے تو بھی تک ”کس نشکو د نکشاید“ یہی کے مرحلہ میں ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

مؤلفات امام ابو یوسف^ر

امام صاحب کی تالیفات کتب ہے، بخ و مناقب میں بہت بڑی تعداد میں مذکور ہیں، مگر ہم تک ان میں سے بہت کم پہنچی ہیں مثلاً۔

۱- ”کتاب الاثار“ اونہ فقهہ میں نہایت قیمتی ذخیرہ ہے جس کا اکثر حصہ امام اعظم سے مردی ہے، حضرت مولانا العلام ابوالوفاء صاحب نعمانی و امت آثارہم کے حوالی قیمہ نے اس کو بہت زیادہ مفید بنادیا ہے، یہ کتاب مدارس عربیہ کے درس حدیث کا جزو ہوئی چاہئے، ورنہ کم سے کم زائد مطالعہ میں لازمی ہوئی چاہئے ”ادارہ احیاء المعارف النعمانی“ حیدر آباد سے شائع ہوئی ہے، اس کے علاوہ امام صاحب موصوف کا ایک مندرجہ بھی ہے مگر وہ ہم تک نہیں پہنچا، ضخامت ۲۶۸ صفحات مطبوعہ مصر۔

۲- ”اختلاف ابی حنینہ ر ابی لیلی“ - یہ کتاب بھی اداہ مذکور سے شائع ہو گئی ہے، اس میں امام ابو یوسف نے اپنے دونوں اساتذہ کے مختلف فیروز مسائل کو جمع کر دیا ہے اور دلائل سے اپنے اجتہاد کی روشنی میں کسی ایک قول کو ترجیح دی ہے، حاشیہ میں تحقیق رجال تحریک احادیث و حل لغات وغیرہ کی گئی ہے، ضخامت ۲۳۰ صفحات مطبوعہ مصر۔

۳۔ "الرد على سير الأوزاعي" - امام اوزاعی نے اپنی کتاب مسائل جہاد میں امام عظیم کی کتاب الجہاد کے بعض مسائل پر اعتراض کیا تھا ان مسائل پر امام ابو یوسف نے دونوں کے اقوال جمع کر کے ہر ایک کی دلیل بیان کی ہے اور پھر حکم کیا ہے، یعنی کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی بصیرت کے موافق کسی ایک قول کو ترجیح دی ہے ادارہ مذکورہ سے ۱۳۵ھ میں مفید حوالی کے ساتھ مصر میں طبع ہو کر شائع ہوئی، صفحات ۱۲۸۔

۴۔ "کتاب الخراج" - خلیفہ بارون رشید کی طلب پر اکام اموال میں رسالہ تصنیف فرمایا تھا، اس کے مقدمہ میں یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام ابو یوسف حق بات کہنے میں کسی سے نہیں لختے تھے، ان کے طبق میں کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی، بلکہ یہ کہنے میں بھی مبالغہ نہیں کر لکھی ہی نہیں گئی، اس باب میں جو کتابیں دوسروں نے لکھی ہیں ان کے ساتھ موازنہ کرنے پر یہ بات بالکل واضح ہو گی، اس کتاب کی شروع بھی لکھی گئی ہے جن سے ان کی خوبیاں اور بھی نہیں ہو گئیں۔

۵۔ کتاب المخارج والحلیل - یہ بھی امام ابو یوسف کی طرف منسوب ہے، اس کا قلمی نسخہ دارالکتب مصر یہ میں اور المکتبہ علی پاشا آستانہ میں موجود ہے اور اس کو جوزف شخت مستشرق المانی نے امام محمد کے نام سے طبع کر دیا ہے۔
ابن ندیم نے لکھا کہ امام ابو یوسف کی کتاب اصول و امامی میں سے حسب ذیل ہے۔

۶۔ کتاب الصلوٰۃ ۷۔ کتاب الزکوٰۃ ۸۔ کتاب الصیام ۹۔ کتاب الفرائض ۱۰۔ کتاب الہدود ۱۲۔ کتاب الوکالت ۱۳۔ کتاب الوصایا ۱۴۔ کتاب الصید والذباج ۱۵۔ کتاب الغصب ۱۶۔ کتاب الاستبراء ۱۷۔ مجموعہ امامی، مرتبہ و مردہ یہ قاضی بشر بن الولید جو ۳۶ کتابوں پر مشتمل ہے جو سب امام ابو یوسف کی اپنی تفریع کر دہی ہیں۔

۷۔ کتاب اختلاف علماء، الامصار ۲۵۔ کتاب الرد علی مالک بن انس ۵۵۔ کتاب الجواع جو آپ نے یحیی بن خالد کے لئے لکھی تھی جو چالیس کتابوں پر مشتمل تھی ان میں آپ نے لوگوں کے اختلاف کی تفصیل اور رائے مختار کی نشاندہی کی ہے علیہ بن محمد بن جعفر الشاہد نے کہا کہ امام ابو یوسف کے حالات مشہور ہیں، ان کا فضل و برتری ظاہر ہے، وہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے تھا اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں سے سب سے بڑے فقیہ تھے کہ ان سے آگے کوئی نہ ہو۔ کا، علم و حلم، ریاست اور قدر و منزلت کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے تھے امام ابو حنیفہ کے نہ ہب و اصول فقہ کو سب سے پہلے تصنیف کیا، مسائل احکام کا املا، کرایا اور امام صاحب کے علوم اجتہادیہ کو زمین کے تمام حصوں میں پھیلا دیا اور نشر کیا جیسا کہ خطیب نے بھی تنوی سے اسی کی تصریح نقل کی ہے۔

اہم امام ابو یوسف کی اویت تصنیف اصول فقہ شافعی، امام شافعی کی اویت تصنیف اصول فقہ شافعی کے منافی نہیں، بلکہ امام شافعی کا جو طریقہ مناقشہ سابقہ مسائل اصول پر ہے، وہ خود اس امر کی بہت بڑی دلیل ہے کہ ان کی اویت صرف ان کے اپنے نہ ہب کے اعتبار سے ہے، حافظ ذہبی نے ابو یعلی موصی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ - ابو علی کا قول ہے کہ اگر ابو یعلی بشر بن ولید کے پاس بھر کر امام ابو یوسف کی کتابوں کو نقل کرنے میں مصروف نہ ہوتے تو بصرہ پہنچ کر سلیمان بن حرب اور ابو ولید عباسی کو ضرور پالیتے، (جس سے ان کی سند عالی ہو جاتی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف کی تصنیف بہت بھی زیادہ تھیں کہ ان کو لکھنے میں کافی وقت صرف ہو گیا اور ان کو بشر تلمیذ امام موصوف کے پاس رکنا پڑا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف کے علم کی اس وقت بڑی شهرت تھی ورنہ علو سند کو ہر زمانہ میں بڑی اہمیت رہی ہے اور لوگ اس کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے، مگر ابو یعلی جیسے مشہور حدیث کبیر نے نقل کتب امام موصوف میں وقت صرف کر کے بتصریح ذہبی علو سند کی فضیلت کو نظر انداز کر دیا۔

واضح ہو کہ ابو یعلی کی مسند و مجمم مشہور ہیں، وہ جزیرہ کے بڑے پایہ کے محدث تھے، محدث علی بن الجعد اور امام یحیی بن معین کے واسطے سے امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں، محدث اہن جہاں اور امام علی جیسے محدث ان کے شاگرد ہیں، اس زمانہ میں محدثین تیز لکھنے کے بڑے

مشاق ہوتے تھے، اسی طرح تلقیٰ کتب اور سماں میں سرعت کے واقعات پر کثرت منقول ہیں، چنانچہ بہت سے محدثین ایسے گزرنے ہیں جنہوں نے صرف تین روز میں بخاری شریف پوری کر لی ہے ایسے حالات میں محدث ابو یعلیٰ کا زیادہ قوت صرف اس لئے صرف ہوا ہو گا کہ امام کی تصانیف بہت زیادہ تھیں اور امام احمد کا قول پہلے گذر چکا ہے کہ میں نے تین سال میں امام ابو یوسف کے پاس رہ کر بقدر تین الماریوں کے کتابیں نقل کیں، قاطر کا ترجمہ بستوں سے ٹھیک نہیں، قاموس وغیرہ میں ہے کہ قطر وہ ہے جس میں محفوظ کی جائیں گیں پھر یوں بھی امام احمد ایسے مشہور و معروف محدث نے تین سال کی مدت میں بڑی مقدار نقل کی ہو گی۔

صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے امامی تین سو مجلد میں تھے۔

علام ابو القاسم شرف الدین بن عبد العلیم القرطی (بالباء) مولف "فلامہ المعقیان فی مناقب ابی حفیظ العمان" نے دوسری فصل کتاب مذکور میں (جو امام ابو یوسف کے مناقب میں ہے) فرمایا۔ امام ابو یوسف کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے بڑی بڑی مسروط کتابیں تصنیف کیں جن میں سے املاء امامی، ادب القاضی (جو بشر بن الولید کو املا، کرانی تھی) المناسک وغیرہ تھیں، علام شیخ سیحی غزنی نے ۸-۹ھ میں زبید پنج کر بیان کیا تھا کہ انہوں نے امام ابو یوسف کی امامی کو خود دیکھا ہے جو تین سو مجلد میں تھیں اور شام کے شہر غزہ کے مدرسے میں ایک مستقل الماری میں محفوظ تھیں، افسوس ہے کہ اب اس عظیم و جلیل کتاب کا کہیں و جو نہیں اور غالباً وہ دسویں صدی کی مشہور جنگ میں ضائع ہوئی ہے (حسن القاضی) اس وقت کے تنازع میں امام ابو یوسف کی آراء، بہت ہی بچھی تھی، متوازن اور معتدل تھیں اور اس زمانہ کے فرق باطلہ کے زبان والخاد کا امام موصوف نے بڑی حکمت و دانائی سے مقابلہ کیا، امام اعظم کے مناظرے اہل زبان کے ساتھ مشہور ہیں۔

امام ابو یوسف چونکہ بر سر اقتدار بھی تھے اور حکومت کے سب سے بڑے مذہبی عہدہ قاضی القضاۃ پر فائز تھے، پھر اپنی جلالت علمی و امتیازات خاصہ کے باعث خلافاً، وقت کے بھی مرعوب و متأثر ہونے والے نہ تھے، اس لئے ان کی خدمات اور بھی زیادہ نہ مایاں ہوئیں۔

خلیفہ ہارون رشید پر ان کے اثرات کا کچھ ذکر ہو چکا ہے اور امام اعظم کے تذکرہ میں قضاۃ کے سلسلہ میں بھی ان کے بے جھجک فیصلوں اور اہم اقدامات کا تذکرہ آچکا ہے، یہاں اہل زبان کے بارے میں ان کے طرز فکر و طریق عمل کے ایک دو نمونے ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ بر سر اقتدار حضرات میں سے کسی کے صاحبزادے جنمی خیال کے ہو گئے تھے، امام موصوف نے بلو اکر ۳۵ کوڑے لگوائے تاکہ اس کو تنبیہ ہو اور دوسروں کو حوصلہ ہو۔

۲۔ خلیفہ ہارون رشید کے سامنے ایک زندیق پیش ہوا، خلیفہ نے امام یوسف کو بلوایا تاکہ دلائل سے قائل مقول کریں، امام صاحب پہنچنے تو خلیفہ نے کہا کہ اس سے بات کیجئے اور مناظرہ کر کے اس کی اصلاح کیجئے، امام صاحب نے فرمایا، امیر المؤمنین! بھی ابھی تکوار اور چڑا منگوایے اور اس پر اسلام پیش کیجئے! اگر اسلام کو صحیح طور سے مانے تو خیر، ورنہ اس کا قصہ ختم کیجئے، ایسے مخد زندیق مناظروں سے درست ہونے والے نہیں (تاریخ خطیب و مناقب موفق)

ایک دفعہ دشمنوں اور حاسدوں نے مشہور کر دیا کہ امام ابو یوسف خود ہی "القرآن الحکوق" کے قائل ہیں، امام صاحب کے خاص تعلق والے پہنچے اور عرض کیا کہ آپ ہمیں تو اس چیز سے روکتے ہیں اور دوسروں کو اس طرح بتلاتے ہیں، پھر سارا قصہ ذکر کیا کہ اس طرح شہرت ہے، امام صاحب نے فرمایا، آپ لوگ بھی بڑے سادہ لوح ہیں کہ ان کی باتوں میں آگئے وہ پاگل دیوانے تو خدا پر جھوٹ بولتے ہیں، مجھ پر جھوٹ اگنا ان کے لئے کیا مشکل ہے؟ پھر فرمایا کہ اہل بدعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دل کی باتیں دوسروں پر رکھ کر چلاتے ہیں، حالانکہ وہ لوگ ان کے جھوٹ سے بری ہوتے ہیں، ایک دفعہ لوگوں نے آکر عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ایسے شخص کی شہادت بھی قبول کر لیتے ہیں جو کہے کہ خدا کو واقعات کے ظہور پذیر ہونے سے قبل تک ان کا علم نہیں ہوتا، (اس زمانہ کے بعد اہل زبان فلسفی مزاج لوگوں کی طرف اشارہ

تحا) امام نے فرمایا، بالکل غلط ہے ایسا ٹھیں میرے سامنے آجائے تو اس سے فوراً توبہ کراؤ، اگر توبہ نہ کرے تو حکم قتل کرو۔

ایک بار امام صاحب کے کسی جلیل نے کہا کہ آپ کے بارے میں عام لوگ یہ شہرت کر رہے ہیں کہ آپ ایسے شخص کی شہادت قبول کر لیتے ہیں جو کسی تاویل کے ساتھ صحابہ کو سب و شتم کرتا ہو، فرمایا، افسوس لوگ ایسی بات کہتے ہیں میں تو ایسے شخص کو تید کر دوں اور تازیانوں کی سزا مقرر کروں، یہاں تک کہ توبہ کرے۔ (حسن القاضی)

سینکڑوں واقعات میں سے یہ چند واقعات ذکر ہوئے ہیں، ان حضرات کے اس قسم کے واقعات روح ایمان کوتازہ کرنے والے ہیں، جی چاہتا ہے کہ لکھے جائے! مگر یہاں گچھا شتم ہے، اس لئے معدودت کی جاتی ہے مگر اتنا ضروری ادار کھئے کہ یہ امام ابو یوسف اسی ذات مکرم تربیت یافتہ اور تلمیذ خاص ہیں جو حسب تحقیق امام بخاریٰ یعنی السیف فی الامۃ کا نظریہ رکھتے تھے، آپ نے دیکھا کہ برس اقتدار ہو کر بھی اگر سیف کا استعمال کرنا چاہا تو صرف ان اعضاء، فاسدہ پر جن کی اصلاح ناممکن کے درجہ میں پہنچی ہو اور جن سے دوسروں کو مگر ابھی کاظم غالب ہوا۔

ایک طرف اگر امام عظیم ایسے علم والے جن کے علم سے بقول ابن ندیم، مشرق سے مغرب تک ساری فضا معمور منور ہو گئی اور جن کی ایک عقل سارے عقول، روزگار کے ہم پلہ بھی گئی، ادا وہ پاہتے تو اپنے علم و عقل کے زور سے دوسروں کو کس کس طرح مجرور نہ کر جاتے اور ابن حزم وغیرہ کی طرح قلمی سیف و نسان کا استعمال دل کھوں کر کرتے، مگر وہ خوب جانتے تھے کہ بڑے اور اہل علم و تقویٰ تو ایک طرف معمولی کم از کم درجہ کے مومن کی عزت بھی لاائق صد احترام ہے، اسی لئے ان کی اور ان کے تمام اصحاب و تلامذہ کی غیر معمولی احتیاط و نیز اہت لسان قابل تقلید ہے، دوسری طرف امام ابو یوسف اگر اپنے اقتدار سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تو اپنے مخالفین سے کیا کچھ انتقال نہ لے سکتے تھے، جو رات دن ان ان کو بد نام کرتے تھے۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ سب صحابہ تہذیب بھی وہ کسی تاویل کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار نہ تھے، جب کہ دوسری طرف یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ حافظ ابن حجر مردان بن الحکم کے ”رجائل بخاری“ میں سے ہونے کی وجہ سے اس کے حضرت طلیعہ کو قتل کرنے کو بھی تاویل کے ساتھ وجہ جواز دینے کو تیار ہیں جو نہ صرف بلند پایہ صحابی تھے، بلکہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور ازاد امام پھر بھی یعنی السیف کا ہم غریبوں کے سر

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بد نام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

یہ تو امام ابو یوسف... کی رائے تھی، اور جو کلمات انہوں نے عقائد حقہ اور عقائد زانہ کے سلسلہ میں ارشاد فرمائے ہیں وہ تو آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں، علا گی نے ”سن القاضی“ میں وہ بھی کچھ نقل کئے ہیں، ان کا یہاں ترجمہ ہم خوف طوال سے ترک کرتے ہیں درحقیقت پوری کتاب ایک صفحی کی علمی جواہر پاروں کا گنجینہ ہے، خدا نے توفیق دی تو کسی وقت اس کا مکمل اردو ترجمہ شائع کیا جائے گا۔

امام صاحب اور ان کے اہل کے حالات زندگی پڑھنے سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان ابتدائی حالات میں جب کہ نئے نئے علمی و مذہبی فتنے سراخہار ہے تھے، ان حضرت... نے کن کن مذاہیر سے ان کی روک تھام کی ہے، علمی مناظرے، مبانی بھی کئے، حکومت کے اثرات سے بھی کام لیا، اور تدوین فقہ کی مہنم باشان مہنم سر کر کے مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں کے واسطے اسلامی قوانین پر چلنے کا میدان بھی ہموار کیا۔

امام ابو یوسف نے جہاں مخدوں، زندیقوں پر سخت گرفت کی، وہاں ان کو بے گناہ عام مسلمانوں کی حفاظت جان و مال کی فکر بھی ہے وہ تو اپنے استاذ معظم امام عظیم کی طرح رہتی تھی، اس کا بھی ایک واقعہ پیش ہے۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، ایک شخص نے کہا و اللہ! ن تم نے تقیم میں انصاف کیا اور نہ رعیت کے ساتھ عدل کیا اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ سے سخت تقدیم کی، خلیفہ کو غصہ آیا، اس شخص کو گرفتار کرنے کا حکم دیا، نماز کے بعد اس کو پیش کیا گیا تو خلیفہ نے امام ابو یوسف کو بلوایا، آگے خود امام ابو یوسف کے ہی الفاظ میں قصہ سنئے! فرمایا میں گیا تو دیکھا کہ خلیفہ بیٹھے ہیں، سامنے ایک شخص بطور مجرم جلا دوں اور سزادینے والوں کے درمیان کھڑا ہے، خلیفہ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس شخص نے مجھے ایسی سخت باتیں کہیں جو آج

تک کسی نے نہیں کہی تھیں، میں نے کہا میر المؤمنین! نبی کریم ﷺ کو ایسے ہی ایک موقع پر کہ آپ نے خود تقسیم فرمائی تھی کہا گیا تھا کہ اس تقسیم سے خدا کی رضا جوئی کا ارادہ نہیں کہا کہ، لیکن حضور ﷺ نے یہ سن کر بھی اس کو معاف فرمادیا اور کوئی سزا نہیں دی، ایک دوسرے موقع پر آپ نے تقسیم فرمائی تو کہا گیا کہ آپ نے عدل نہیں کیا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں بھی عدل نہ کروں تو کون کرے گا؟ اس کو بھی حضور اکرم ﷺ نے معاف فرمادیا اور در گذرا کی، اور اس سے بھی زیادہ خفت الفاظ حضور ﷺ کو اس وقت کہے گئے کہ حضرت زیر اور ایک شخص انصاری کا جھگڑا آپ کے سامنے پیش ہوا، غلطی چونکہ اس کی تھی، اس لئے حضور اکرم ﷺ نے زیر کے حق میں فیصلہ کیا، انصاری نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ فیصلہ ان کے حق میں اس لئے ہوا کہ وہ آپ کے پھوپھی کے لئے کے ہیں؟ ان کو بھی حضور اکرم نے کچھ نہ فرمایا اور معاف کر دیا، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اتنا نئے کے بعد خلیفہ کا غصہ ختم ہو گیا اور شخص کو چھوڑنے کا حکم دیدیا۔ (ابن ابی العوام بسندہ)

امام ابو یوسف اور امام مالک کا اجتماع ہوا ہے اور بعض مسائل میں مذاکرہ بھی ہوا ہے مگر جو واقعہ ہی سے نماز نفل نہ پڑھنے پر حلف کا منقول ہے اور ایسی ہی سلمی سے اشتراط جریہ کے حلف والا قصہ ناقابل اعتبار ہے کیونکہ سبی و سلمی اور کابلی و عبد العزیز غیر ثابت (حسن القاضی) امام ابو یوسف نے مغازی و سیر محمد بن اسحاق سے بھی حاصل کئے مگر جہاں تک خیال ہے ان کا بڑا اور اہم حصہ امام اعظم سے ہی حاصل کیا ہو گا کیونکہ امام صاحب نے مغازی کا علم امام ہم صحی سے حاصل کیا، جن کی وسعت علم مغازی و سیر کا اعتراف حضرت عمر وغیرہ اکابر اصحاب نے بھی کیا تھا۔ اس سلسلہ میں مورخ ابن خلکان نے ” الجلیس الصالح“، معانی جزیری سے بغیر نقل سند کے ایک قصہ نقل کر دیا ہے جو قطعاً جھوٹ ہے اس میں اس طرح ہے کہ امام ابو یوسف نے بن اسحاق سے مغازی و سیر کا علم حاصل کرنے کے لئے کچھ دن امام صاحب کی مجلس سے غیر حاضر رہے، واپسی پر امام صاحب نے گواہی، لجز و تجھیل کے کہا کہ ابو یوسف! ذرا بتلاؤ تو کہ جا لوٹ کے لشکر میں جھنڈا اس کے ہاتھ میں تھا؟ امام ابو یوسف نے کہا، آپ امام ہیں (اس نے لحاظ ہے) لیکن اگر آپ اس (طنز) سے نہ رکیں گے تو میں بڑے مجمع میں آپ سے پوچھوں گا کہ بد رکی لڑائی پہلے تھی یا احادیثی؟ اور آپ نے بتلا سکیں گے، کہ کون سی اول تھی، اس پر امام صاحب خاموش ہو گئے۔

لہ یہاں یہ بھی بتاریخ ضروری ہے کہ اسی سلسلہ کی ایک صورت واقعہ درسی بھی ہے جو علامہ موفق نے روایت کی ہے وہ اگر صحیح ہے تو بھی دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اس میں یہ ہے کہ امام ابو یوسف کا بیان ہے، نیں تعلیم کے زمانہ میں (جو غالباً ابتدائی دور کا واقعہ ہے ورنہ پھر تو وہ امام صاحب کے پاس ہم وقت رہے ہیں) میں امام صاحب کے علاوہ دوسرے محدثین وغیرہ کی خدمت میں جایا کرتا تھا (اور اس چیز سے امام خود بھی نہیں روتے تھے بلکہ خود بھیجا کرتے تھے کہ کسی محدث کے پاس سے کسی نئی حدیث کا پتہ لگے) محمد بن اسحاق کو فرمیں آئے تو ان کے پاس میں بھی گیا، اور چند ماہ جنم کر رہاں یہاں تک کہ ان کی پوری کتاب سن لی اور اس عرصہ میں امام صاحب کے پاس نہ جا سکا، فارغ ہو کر امام صاحب کی خدمت میں پہنچا تو مجھ سے فرمایا کہ یعقوب! یہ کسی بے مردی (کہ اتنے دن تک صورت نہ دکھائی) میں نے عرض کیا کہ حضرت ایسا نہیں ہے بلکہ محمد بن الحنفی یہاں آگئے تھے، میں نے ان سے کتاب المغازی سئی ہے، امام صاحب نے فرمایا، اب اگر پھر جانا ہو تو اتنا سوال کر لینا کہ طالوت کے مقدمہ لشکر پر کون تھا؟ اور جا لوٹ کے لشکر کا جہڑا اس کے ہاتھ میں تھا؟ میں نے کہا حضرت! اس بات کو جانے دیجئے، واللہ! مجھے تو خود حیرت ہے کہ ایک شخص علم (غازی) کا دعویٰ کرتا ہے اور جب اس سے ہے کہا جاتا ہے کہ بد رکی لڑائی پہلے تھی یا احادیثی؟ تو اس کو نہیں بتلا سکتا، واللہ! علم اس واقعہ میں بھی کچھ صحیح عالم ہو مگر کسی قدر قرین قیاس ضرور ہے، کیونکہ امام ابو یوسف میں سب یہاں: خاص طور سے تھی کہ سب محدثین و علماء زمان سے استفادہ کرتے تھے اور معلومات کی کھوچ کرتے رہتے تھے، خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے ایک شام کو پروگرام طے ہوا کہ کل آثار نبوی کی زیارت کریں گے تو امام ابو یوسف نے وہاں کے ایک عالم ماہر آثار کو ساتھ لے کر اسی رات میں سب جگہ جا کر ان آثار کی معلومات کر لی، صحیح کو خلیفہ کے ساتھ نکلے، تو وہ عالم بھی ساتھ تھے، ان کا ہی بیان ہے کہ امام ابو یوسف خلیفہ کو ہر اثر کا اس طرح تعارف کرتے تھے کہ جیسے مدت سے اس کی پوری معلومات ان کے ذہن نہیں ہو، تو یہاں بھی بھی محمد بن اسحاق کے مبلغ علم سے گواہت پہلے سے بھی ہوں مگر پورا وقت دے کر پوری کتاب سنی اور اس کا بھی خیال نہیں کیا کہ نام صاحب محمد بن الحنفی کے بارے میں خوش عقیدہ نہیں ہیں ان کو ناگوار ہو گی، اب امام صاحب کے سوال کرنے کے لئے ارشاد فرمانا ممکن ہے کہ اس وجہ سے ناگواری کے نجیب ہیں، ہو کر ان کے علم سے مطمئن نہ تھے، یا ممکن ہے یوں ہی بطور مزاح فرمایا ہو اور امام ابو یوسف نے جواب بھی ممکن ہے بطور مبالغہ بد رواحد سے دیا ہو کہ بعض چھوٹی مسوی باتیں بھی ان کے پاس چھوٹی نہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ بد رواحد کے تقدیر و تناحر سے تو اس زمانے کا پیچہ والف ہو گا، اب اگر اس واقعہ کو تو ڈیسٹریبووٹ کر اس طرح بتالیا جو ابن خلکان وغیرہ نے کذاب راویوں سے نقل کر دیا تو یہ اور بھی زیادہ تکلیف دے ہے۔ واللہ! علم

اس روایت کو نقل کرنے والا محمد بن الحسن بن زیادہ المقری جھوٹ گھڑنے میں مشہور تھا، تاریخ خطیب میزان الاعتدال، اسان الحیران وغیرہ میں اس کا ترجمہ مذکورہ، کسی نے کہا اب کہا، کسی نے منکر الاحادیث، اس کے علاوہ یہ قصہ درایت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ کے مسانید میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ و خرچہ یوں میں شرکاء غزوہ پدر کو دوسرے صحابہ پر ترجیح دیتے تھے جو بعد کے غزوات میں شریک ہوئے اور امام صاحب روزانہ ختم قرآن مجید میں آست ولقد نصر کم اللہ بیدر و انتم اذلة بھی ضرور پڑھتے تھے، جس کا نزول غزوہ احمد کے بارے میں مشہور و معروف ہے، ادنیٰ لوگ بھی واقف تھے، کہ کوئی غزوہ پہلے تھا اور کون بعد، تو کیا امام الائمه شیخ فقہاء الامم اس کو بھی نہ جانتے تھے۔

پھر امام صاحب نے اپنے اصحاب کو کتاب "السیر الصغیر" لکھا، جس پر امام او زائی نے رد لکھا اور آپ کے تلامذہ میں سے امام ابو یوسف ہی نے اس کے رد میں الرد علی یہ اذاعی مشہور عالم کتاب لکھی، ایسی حالت میں کوئی بمحض ارادتی یہ تصور کر سکتا ہے کہ امام ابو یوسف ہی کی نظر میں امام صاحب اس طرز سے بھی جاہل تھے کہ بدر پہلے ہے یا احمد؟ وہ امام ابو یوسف جو اپنے محسن اعظم اور مرتبی اکرم استاد کا بے نظیر ادب کرتے تھے اور جو زندگی بھرا امام صاحب کی علمی مجالس میں حاضر رہ کر علوم امام کے لاتعد اور وحاظی ساغر نوش فرمائے بھی ایسے بے نظیر عاشق امام نکلے کہ جب بھی وصال امام کے بعد کسی علمی مشکل میں بنتا ہوئے تمنا بھی کی کہ کاش امام کی ایک مجلس مجھے پھر نصیب ہو جائے کہ اپنی علمی پیاس کو ایک بار پھر بجا لوان اور بعض اوقات اس کے لئے آدمی دولت بھی شارکرنے کو آمادہ ہوئے، جس کا اندازہ دس لاکھ روپیہ کیا گیا ہے، یہاں اس قصہ کو پوری تفصیل سے یہاں صرف اس لئے کیا گیا کہ ابن خلکان جیسے بلند پایہ مورخ کی مثال سامنے رکھ کر آپ اندازہ کر سکیں گے کہ بعد اوقات کسی کدو عصیت کی وجہ سے بڑے بڑے لوگ بہک جاتے ہیں ورنہ موصوف کی کتاب و فیات الاعیان کا ہم سب پر بڑا احسان ہے اور ان کی اس علمی تاریخی تصنیف کی بڑی قدر ہے، نہ ایسے چند واقعات کی وجہ سے کتاب کو درجہ اعتبار سے ساقط کہہ سکتے ہیں، البته خطاء و غلطی سے انبیاء علیہم السلام نے واکوئی معصوم نہیں، اس لئے جوبات بھی جس کی غلط ہو خواہ وہ کتنا ہی بڑا امام اور علامہ بھی ہو، اس کی چند غلطیوں کو الگ کر کے ہمیں چاہئے کہ اس کے باقی پوری خدمت کو بنظر اتحاد و یکیں، قدر کریں اور فائدہ اٹھائیں۔

علامہ ابن خلکان بھی دوسرے بعض اکابر کی طرح امام صاحب کے بارے میں تعصب کی روشن پر چل گئے، صلوٰۃ قفال کو بھی وہ اسی نزد میں نقل کر گئے، حالانکہ وہ بھی اس طرح کذب محسن ہے، یہاں ایسے واقعات کا ذکر اس لئے بھی ضروری ہوا کہ بہت سے اپنے حضرات بھی ان کتابوں کی عظمت و قدر سے متاثر ہو جاتے ہیں، چنانچہ ہمارے ایک بزرگ علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان میں امام صاحب کے بارے میں ص ۱۳۲ (مطبوعہ محبتابی) میں تحریر کرنا۔

"اس قدر ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مغازی، فقص، سیر وغیرہ میں ان کی (امام صاحب کی) نظر چند اس وسیع نہ تھی، امام مالک و امام شافعی کا بھی یہی حال تھا لیکن احکام و عقائد کے متعلق امام ابوحنیفہ گو واقفیت اور تحقیق حاصل تھی اس سے انکار کرنا صرف کم نظری و ظاہر برینی کا نتیجہ ہے ان کی تصنیفات یا بدایتوں کا مدوان نہ ہونا قلت نظر کی دلیل نہیں ہو سکتا۔"

بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ علامہ شبلی مرحوم کا مطالعہ امام صاحب کے بارے میں بہت ناقص تھا، خیال فرمائیے! جس نے مغازی و سیر کا علم امام شعبی ایسے اہل نظر سے حاصل کیا ہو جن کے بارے میں صحابہ کرام کو اعتراف تھا کہ صحابہ سے زیادہ وہ مغازی و سیر کے عالم تھے، اس کو مغازی و سیر میں کم نظر کرنے کتنا بڑا ظلم ہے اور پھر وغیرہ کا اضافہ بھی ساتھ رکھئے تو بات کچھ بھی نہ رہی، امام صاحب تو خیر امام تھے جن کے بارے میں ہمیں پورا یقین ہے کہ مغازی، سیر اور فقص دو نبوت و صحابہ میں سے شاید ہی کوئی چیز ان سے خفی رہی ہو اور ان شاء اللہ کی موقعاً پر ہم اس کو دلائل و واقعات سے ہوتے بھی کریں گے، مگر ہمیں تو امام مالک و امام شافعی کے بارے میں بھی ان علوم میں کم نظری کا تصور کرنے سے وحشت ہو رہی ہے، درحقیقت ابن خلکان اور صاحب جلیس جیسے صالح لوگوں کی کتابیں پڑھنے سے علامہ شبلی کو خیال ہو گیا ہو گا کہ

جس طرح انہوں نے غیروں کے برو بیان کے سے متاثر ہو کر امام صاحب کی تصنیفات یار و ایتوں کامدوں نہ ہونا بھی تسلیم کر لیا حالانکہ تحقیق سے یہ امر بھی کسی طرح قابل تسلیم نہیں چنانچہ امام صاحب کے حالات میں آپ پڑھ چکے کہ علاوہ مسانید کثیرہ امام کے امام ابو یوسف اور امام محمد کی کتاب الآثار میں کس قدر روایات، ان سے ثابت ہیں اور وہ کتنے زمانہ سے مدون ہیں۔

امام شافعی کی ملاقات امام ابو یوسف سے اگرچہ معاصرت کی وجہ سے ممکن تھی مگر واقعات سے ثابت نہیں ہوتی اور جامع المسانید خوارزمی میں جو امام شافعی کے امام موصوف سے نبیذ کے بارے میں سوال کا ذکر ہے وہ سند سے خالی ہے دوسرے حسن بن ابی مالک (جو اس روایت کے لئے بطور راوی ہیں) انہا ذکر کتب مناقب امام شافعی میں ان کے تلامذہ میں نہیں ہے اور امام شافعی کے شیوخ روایت بھی ان دونوں کے عدم اجتماع پر یقین کا اظہار کرتے ہیں، کوئی سند بھی قبل اعتماد اگر واقعہ مذکور کی ہوتی، تو ہم امکان لقا کو دوسرے موقع میں بھی تسلیم کر لیتے، اس لئے بظاہر سوال مذکور امام ابو یوسف سے نہیں بلکہ یوسف سے ہو گا، علی سے ابوکا اضافہ ہو گیا اور یوسف سے مراد یوسف بن خالد سنتی ہوں گے، جو بالاتفاق شیوخ شافعی میں سے ہیں۔

باقي امام الحرمین ابن جوینی (ابن الجوزی) کا یہ دعویٰ کہ امام شافعی کا مناظرہ امام ابو یوسف سے خلیفہ ہارون رشید کی موجودگی میں چند مسائل میں مدینہ منورہ کے قیام میں اور ایک سلسلہ پر مکہ معظمه میں ہوا، جس کا ذکر انہوں نے مغیث الخلق اور مستظرہ دونوں کتابوں میں کیا ہے وہ دونوں مناظرے اور اجتماع بے اصل اور جھوٹ ہیں، جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام ابو یوسف کا اجتماع ثابت نہیں ہے، دوسرے یہ کہ امام شافعی کا ۸۲ھ میں زمانہ طلب و تحصیل کا تھا ۹۵ھ تک انہوں نے فقه عراق اور فقہ حجاز کے موازنہ و ممارست سے اپنے مذہب قدیم کا آغاز کیا جو پانچ سال تک ان کا معمول برہا، اس کے بعد وہ مصر کے قیام میں مذہب جدید پر عامل ہوئے اور پانچ سال اس پر قائم رہ کر ۲۰۲ھ میں راہی دار البقاء ہوئے۔ حمد اللہ رحمۃ واسعة، لہذا ہر دو مناظر دوں مذکورہ کے افسانے من گھڑت ہیں۔

اس کے علاوہ ایک رحلہ مکدوپ عبد اللہ بن محمد بلوی اور احمد بن موسی انخار کی روایت سے کتابوں میں گھوم رہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی ۸۳ھ میں عراق آئے تو خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں امام ابو یوسف اور ان کا اجتماع ہوا اور بعض نے یہ بیان بھی چلتا کر دیا کہ امام ابو یوسف کو دربارے نکلوا گیا اور توہین کی گئی، حالانکہ امام ابو یوسف کی وفات ۸۲ھ میں امام شافعی کے عراق آنے سے بھی دو سال قبل ہو چکی تھی۔

اسی سفر کے سلسلہ میں ایک قصہ یہ بھی گھڑا گیا کہ امام محمد اور امام ابو یوسف نے مل کر سازش کی کہ امام شافعی کو قتل کرایا جائے، حالانکہ ۸۴ھ میں امام محمد بھی بغداد میں نہ تھے، بلکہ رقه کے قاضی تھے اور امام شافعی اس وقت مہتمم ہو کر لائے گئے تھے، امام محمد ہی نے ان کو خلینہ سے سفارش کر کے بری کرایا، اس کے مقابلہ میں یہ اٹی بات گھڑی گئی اس کے علاوہ امام شافعی نے امام محمد کے پاس رہ کر خود اپنے اعتراف سے بقدر ایک اوٹ کے بوجھ کتابیں پڑھیں، چنانچہ امام شافعی نے امام محمد کے احسانات کا ہمیشہ اعتراف کیا ہے اور نہایت تعظیم کی ہے یہ زمانہ امام شافعی کے طلب علم کا تھا امامت و سیادت کا نہ ہے (کہ ان پر حسد کر کے کوئی سازش ان کے خلاف کی جاتی، بلکہ امام شافعی کے اجتہاد و امامت کا دور امام محمد کی وفات سے بھی چھ سال کے بعد شروع ہوئے جب کہ وہ ۹۵ھ میں دوبارہ عراق آئے ہیں، غرض یہ روایت اول درایت کے بالکل خلاف، پھر راویوں کا یہ حال کہ حافظ ذہبی نے لکھا کہ دارقطنی نے عبد اللہ بن محمد بلوی کو واضح حدیث کہا ہے اور ابو عوانہ نے اس کے واسطے اپنی صحیح میں استقاء کے بارے میں موضوع حدیث نقل کر دی ہے، حافظ ابن حجر نے اسان میں کہا کہ وہ رحلہ شافعی کا مصنف ہے جس کا اکثر حصہ جھوٹ ہے، تو ای التائیں میں کہا کہ جو رحلہ امام شافعی کی طرف منسوب کر کے عبد اللہ بن محمد بلوی نے بیان کی ہے اور اس کو آبری و تبہی وغیرہ نے بھی نقل کر دیا ہے کسی نے مفصل کسی نے مختصر اور فہرست الدین رازی نے بھی پہلوں پر اعتماد کر کے بغیر ذکر سند ہی مناقب امام شافعی میں ذکر دیا وہ جھوٹ

ہے اس کا اکثر حصہ تو گھڑا ہا ہے اور بعض حصے دوسری روایات کے نکٹے جوڑ کر بنانے گئے ہیں، حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں (ص ۱۸۶ ج ۱۰) میں فرمایا کہ جس نے یہ دعویٰ کیا کہ امام شافعی امام ابو یوسف کے ساتھ مجتمع ہوئے وہ جھوٹ ہے، البتہ امام محمد کے پاس پہنچے ہیں اور انہوں نے امام شافعی پر بڑی توجہ کی اور احصائات کئے اور ان دونوں میں کبھی کوئی رجسٹر بھی پیش نہیں آئی ایسا کہنے والے بے خبر ہیں۔

اسفوس ہے کہ اس رحلہ مکمل و بے کوبے تحقیق اول تو آبری تہقیق اور ابو نعیم اصفہانی نے پھر، امام الحرمین عبد الملک بن الجوینی شافعی اور ابو حامد طوی اور فخر رازی وغیرہ نے بھی نقل کر دیا اور اسی سے ترجیح مذہب شافعی پر استدلال کو قوی کرنے کی سعی کی ہے اور غالباً یہ حضرات اکابر یہی سمجھے بھی ہوں گے کہ یہ واقعات صحیح ہیں ورنہ کیوں نقل کرتے اور یہ ان کی غلطی احوال رجال سے کم واقعی اور جدلی و عقلی مباحثت میں زیادہ مشغول رہنے کے باعث ہوئی یا بوجہ شدت عصیت اعتدال سے ہٹ گئے۔

اسی طرح بڑی حیرت ہے کہ امام نووی نے بھی اگھوڑے میں اس رحلہ کو ذکر کر دیا (ص ۸۷ ج ۱) اور تہذیب الاسماء واللغات میں یہ بھی نقل کر دیا کہ جب امام شافعی ہارون رشید کی مجلس سے نکلے تو امام ابو یوسف نے ان کے پاس سلام و پیام بھیجا کہ آپ تصنیف کریں کیونکہ آپ اس زمانہ میں سب سے بہتر تصنیف کر سکتے ہیں (ص ۵۹ ج ۱)

امام خداوی نے بھی مقاصد حسنہ ص ۲۲۲ میں کہا ہے کہ جن لوگوں نے امام ابو یوسف و شافعی کا مجلس رشید میں اجتماع نقل کیا ہے، غلطی کی کیونکہ امام شافعی رشید کے پاس امام ابو یوسف کی وفات کے بعد پہنچے اور ایسے ہی وہ رحلت بھی جھوٹ ہے جس میں امام محمد کی طرف سے رشید کو قتل امام شافعی پر ترغیب دینے کی نسبت کی گئی ہے۔

بظاہر جن اکابر نے ان روایات کا ذہب کوبے تحقیق نقل کر دیا ان کا مقصد امام شافعی کی تنویہ شان ہے، حالانکہ امام شافعی کی شان اپنے علم و فضل جلالت قدر اور امامت کے باعث اسکی بے بنیاد باتوں سے بالکل بے نیاز تھی اور ہے، دوسرًا مقصد حنفی و شافعیہ و جماعتوں کے رجال میں عداوت و بعض کے جراائم پیدا کرنا ہو سکتا ہے جو ممکن ہے جھوٹے روایہ کا مقصد ہو اور دوسرے حضرات نے لاعلمی یا اسادگی سے ان کو نقل کر دیا ہو۔

امام ابو یوسف جب قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے دربار خلیفہ کے مصائبین خاص میں شامل ہوئے تو دربار کے وزیر خاص سعیٰ بن خالد نے معلوم کرنا چاہا کہ امام کو دینی معلومات کی مہارت و حدائقت کے ساتھ دنیوی تاریخ و علوم سے بھی واقفیت ہے یا نہیں، جو شاہی درباریوں کے لئے ضروری ہیں، مثلاً علم سیر ملوك ماضیہ، پہلی امتوں کے انباء الملوك کے حالات، ایام عرب اور سابقین کے احوال وغیرہ۔

ظاہر تھا کہ امام ابو یوسف اگر ان علوم و معارف سے بے خبر ہوتے تو شاہی درباریوں میں ان کی وقعت صحیح نہ ہوتی، اور گوا آپ کے دینی وقار و عظمت سے مرعوب رہتے مگر دل میں عزت و وقار کم ہوتا۔

امام ابو یوسف نے اس ضرورت کو فوراً ہی محسوس کر کے ابتداء میں چند روز درباری آمد و رفت کم سے کم رکھ کر زیادہ سے زیادہ وقت مطالعہ کتب پر صرف کیا اور اس خصوصی مطالعہ سے بھی اپنی خدارا دذہانت اور بے نظری قوت حافظ کے ذریعے ان خاص علوم مذکورہ میں بھی وزراء دربار کی اعلیٰ سطح پر پہنچ گئے چنانچہ سعیٰ بن خالد سے کسی موضوع پر بات ہوئی تو وہ آپ کی وسعت معلومات سے بہت حیران و متأثر ہوا، یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف جب دربار شاہی میں اپیلوں کی سماعت کے لئے بیٹھتے تو خلیفہ اور سب وزراء ان کے رعب و جلال سے متاثر ہوتے تھے۔

محمد بن کیر اسد بن فرات کا بیان ہے کہ ایک روز امام ابو یوسف ہارون رشید کی موجودگی میں کوئی اپیل سن رہے تھے خلیفہ وقت نے جس وقت دیکھا کہ امام کسی ایک فریق پر آخری حکم کرنے کو تیار ہیں تو امام ابو یوسف کے پاس آ کر دوز انو بادب ہو کران کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر بیٹھ گئے یہاں تک کہ امام نے بحیثیت چیف جسٹس اپنائیصلہ دیدیا اور خلیفہ نے سب کو سنا کر کہا کہ جس طرح میں نے کیا اسی طرح میرے سب ساتھیوں (وزراء و اركان دربار) کو بھی کرنا چاہئے تاکہ امام صاحب کافیصلہ پوری قوت کے ساتھ نافذ ہو۔

یہ واقعہ بظاہر معمولی ہے مگر ذرا اس سے اندازہ یہ سمجھئے کہ اس وقت اسلامی قانون کی عزت و شوکت عام مسلمانوں کے قلوب سے گذر کر خود بادشاہوں شہنشاہوں اور وزراء و ارکان دولت کے دلوں میں کیا تھی، پھر کیا عدل و انصاف کو اتنا اونچا مقام عطا کرنے کا تصور آج اس دور تنور میں بھی کسی متنور کے دماغ میں آسکتا ہے؟ علامہ کوثری نے اس سلسلہ کے کچھ واقعات اور بھی لکھے ہیں جو ہم بخوب طوال ترک کرتے ہیں ہم نے بھی بعض واقعات امام اعظم کے تذکرہ میں لکھے ہیں۔

امام ابو یوسف کا ذہد و درع، تقویٰ اور کثرت عبادات تمام کتب مناقب میں مذکور ہیں، حتیٰ کہ حافظہ ہی نے مستقل رسالہ میں بھی امام موصوف کے ان اوصاف اور دوسرے کمالات کی دل کھول کر مدح کی ہے حالانکہ وہ کسی کی تعریف میں بہت محتاط ہیں بلکہ باعتراف ان کے تلمیذ خاص شیخ تاج بیکی کے بہت سے ائمہ حنفیہ و شافعیہ کے خلاف دراز سانی بھی کر گئے ہیں۔ (طبقات کبریٰ ص ۱۹۷ ج ۱)

امام ابو یوسف کی وفات کا واقعہ پہلے ضمناً گذر چکا کہ آخر وقت میں بھی مناسک حج پر ہدایات دیتے ہوئے رخصت ہوئے علامہ ابن عبد البر، خطیب صیمری اور ابن الی العوام وغیرہ سب نے ابن رجاء کا خواب بھی نقل کیا ہے کہ امام محمد کو دیکھا پوچھا کیسی گذری؟ فرمایا۔ بخشید یا پوچھا امام ابو یوسف کا کیا حال ہے؟ فرمایا وہ مجھ سے درجہ میں اوپر نہیں ہے، پوچھا امام اعظم؟ فرمایا ان کا کیا کہنا وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔

علامہ کوثری نے امام ابو یوسف کے حالات تحریر فرمانے کے بعد اس طویل وصیت کو بھی درج کیا ہے جو آپ کو امام اعظم نے کی تھی جو گرانقدر معلومات و ہدایات کا مجموعہ ہے اس کا ترجمہ بخوب طوال ترک کیا جاتا ہے، ہم نے امام ابو یوسف کی زندگی کے اہم واقعات حسن التقاضی اور دوسری کتابوں کی مدد سے کوشش کر کے زیادہ سے زیادہ جمع کئے لیکن خلاصہ کر کے کم سے کم لکھے ہیں، خدا کرے کسی وقت مفصل مکمل سوانح لکھنے کی بھی توفیق ملے۔ وما ذلک على الله بعزيز.

وفات کے وقت کہا کاش میں اس فقر کی حالت میں مرتا جو شروع میں تھی اور قضا کے کام میں نہ پھنستا، خدا کا شکر ہے اور اس کی یہ نعمت ہے کہ میں نے قصد اکسی پر ظلم نہیں کیا اور نہ ایک فریق کی رعایت کی خواہ وہ بادشاہ تھا یا بازاری، بار الہا! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فیصلوں میں خود رائی سے کام نہیں لیا، ہمیشہ تیری کتاب اور تیرے رسول کی سنت کو مقدم رکھا، جہاں مجھے اشکال پیش آیا، ابوحنیفہ کو اپنے اور تیرے درمیان میں واسط کیا، واللہ! وہ میرے نزدیک تیرے احکام کو پیچانے والے تھے اور بھی حق کے دائرے سے نہیں نکلتے تھے، یہ بھی فرمایا، بار الہا! تو جانتا ہے کہ میں نے جان کر حرام نہیں کیا اور نہ جان کر کوئی درہم حرام کا کھایا۔

ان کی آخری عالالت کے دوران معروف کرخی نے ایک رفیق سے کہا کہ ابو یوسف زیادہ علیل ہیں تم مجھ کو وفات کی خبر دینا، راوی کا بیان ہے کہ میں واپس آیا تو دیکھا کہ جنازہ نکل رہا تھا، سوچا کہ نماز جاتی رہے گی اور نماز پڑھ کر اطلاع کی، معروف کرخی نے سنا تو ان کو سخت صدمہ ہوا بار بار اللہ پڑھتے تھے میں نے کہا نماز میں عدم شرکت کا اس قدر رنج کیوں ہے؟ کہا میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ جنت میں داخل ہوا دیکھا کہ ایک محل تیار ہے اس کا بالائی حصہ مکمل ہو چکا ہے پردے آؤزیں اس کے گئے اور بالکل مکمل ہو گیا میں نے پوچھا کس کے لئے تیار ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ابو یوسف کے واسطے میں نے کہا یہ مرتبہ انہوں نے کیوں پایا! جواب ملا تھی تعلیم دینے اور اس کے شوق کے صدر میں اور لوگوں نے جوازیت پہنچائی اس کے صدر میں شجاع بن مخلد کا قول ہے کہ ہم ابو یوسف کے جنازہ میں شریک تھے عباد بن العوام بھی ساتھ تھے، میں نے ان کو یہ کہتے سا کہ اہل اسلام کو چاہئے کہ ابو یوسف کی وفات پر ایک دوسرے کے ساتھ تعزیت کریں، خلیفہ ہارون رشید جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے، نماز خود اس نے پڑھائی، مقابر قریش میں دفن کرایا۔

ابن کامل کا قول ہے کہ یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور علی بن المدینی ان کے ثقیفی ابقل ہونے پر متفق ہیں، یحییٰ بن معین نے کہا کہ ابو یوسف اصحاب حدیث کی طرف مائل تھے اور ان کو دوست رکھتے تھے، اور میں نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں، امام احمد کا قول ہے کہ حدیث میں

میرے پہلے استاد ابو یوسف ہیں ان کے بعد میں نے اور وہ سے حدیث لکھیں، علی بن مدینی کا قول ہے کہ ابو یوسف صدوق تھے۔ خطیب نے حسب عادت امام ابو یوسف پر بھی جرح نقل کی ہے لیکن اشنا جرح میں جواب دیا ہے، جو حسیں سب غیر مفسر ہیں، مواد جرح وہی ہے جو امام صاحب اور امام محمد کی نسبت ہے یعنی سرجی ہونا وغیرہ، متاخرین انہی رجال نے امام ابو یوسف کے متعلق بھی جرح متروک کر دی ہے، صرف مناقب و تعلیل لکھی ہے۔

متقد میں میں سے امام ابن قتبیہ نے معارف میں نہ امام عظیم پر جرح کی بجہے اور نہ ابو یوسف پر حالانکہ دوسرے رجال پر جرح کرتے ہیں۔

۳۷- امام ابو محمد نوح بن دران حنخی کوفی (م ۱۸۲ھ)

محمد، فقیہ، امام عظیم، امام زفر، ابن شبرم، ابن ابی لیلی، امام اعمش اور سعید بن منصور کے تلمیذ اور مددوین فقہ حنفی کے شریک کار تھے، امام ابن ماجہ نے باب الشفیر میں آپ سے تحریج کی۔ کوفہ اور بغداد کے قاضی رہے، فقة امام صاحب سے مختص ہوئے۔ (حدائق) جامع المسانید میں امام صاحب سے روایت بھی کرتے ہیں۔ (ص ۳۶۲ ج ۲)

۳۸- امام هشیم بن بشیر اسلمی الواسطی (متوفی ۱۸۳ھ)

رجال صحابہ میں سے محمد، فقیہ، نیز امام عظیم کے اصحاب و شرکاء مددوین فقہ میں سے تھے، امام مالک نے فرمایا کہ اہل عراق میں سے ہشیم حدیث کے بہت اچھے جانے والے ہیں، ہماد بن زید نے فرمایا کہ محدثین میں ان سے اونچے مرتبہ کا میں نے نہیں دیکھا، عبدالرحمٰن ابن مہدی کا قول ہے کہ ہشیم سفیان ثوری سے زیادہ حافظ حدیث ہیں، ابو حاتم کہتے ہیں کہ ہشیم کی نماز، صدق و امانت کا پوچھنا ہی کیا؟ امام احمد نے فرمایا کہ ہشیم کثیر التسیح تھے، میں چار پانچ سال ان کی خدمت میں رہا، ان کے رعب و ہیبت کی وجہ سے صرف دو مرتبہ سوال کر رکا (امانی الاخبار) (ص ۲۸ ج ۲)

۳۹- امام ابو سعید یحییٰ بن زکریا ابن ابی زائدہ ہمدانی کوفی (م ۱۸۴ھ)

حافظ حدیث، فقیہ، ثقہ متدین، متورع اور ان اکابر اہل علم و فضل سے تھے جنہوں نے فقه و حدیث کو بہت نمایاں طور پر جمع کیا امام طحاوی نے فرمایا کہ وہ امام عظیم کے ان چالیس اصحاب میں سے تھے جو مددوین کتب فقه میں مشغول تھے اور تمیں سال تک مسلسل وہ ہی مسائل مدونہ کو تکھتے رہے، بلکہ ان میں سے بھی عشرہ متقد میں میں ان کا شمار کیا گیا ہے، حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں ابن مدینی کا قول نقل کیا ہے کہ امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) کے بعد کوفہ میں آپ سے زیادہ کوئی اشتہن تھا، نسائی نے بھی آپ کو ثقہ، جنت کہا ہے، خطیب نے نقل کیا ہے کہ آپ نے بیس سال تک روزانہ ایک قرآن مجید ختم کیا، بغداد میں رہ کر ایک مدت تک درس حدیث دیتے رہے آپ کے تلامذہ حدیث میں امام احمد، ابن معین، قتبیہ، حسن بن عرفہ اور ابو بکر بن ابی شیبہ (صاحب مصنف) وغیرہ ہیں، خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو مدینہ طیبہ کا قاضی مقرر کیا تھا، علاوہ دوسری تصنیف کے ایک ایک مندرجہ بھی آپ نے جمع کی تھی ۹۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (حدائق)

فقہ میں امام صاحب سے درجہ تخصص پایا، یحییٰ بن سعید کا قول ہے کہ کوفہ میں یحییٰ بن زکریا سے زیادہ کسی کی مخالفت مجھ پر بخاری نہیں ہے (ابوجہان کے کمال تفقہ اور علم حدیث کے) امام وکیع نے اپنی کتاب میں ان ہی کے طرز و طریق پر لکھیں، صالح بن ہبل کا قول ہے کہ یحییٰ بن زکریا اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ حدیث اور فقیہ تھے جن کو امام عظیم کی مجالس میں بہ کثرت حاضری کا شرف اور دین وورع کا امتیاز بھی حاصل تھا، امام عظیم کے پوتے اسماعیل نے فرمایا کہ یحییٰ بن زکریا حدیث میں ایسے تھے جیسے عطر میں بسی ہوئی دلہن۔

حضرت سفیان بن عینہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں ابن مبارک اور یحییٰ بن زکریا بہت بڑے مرتبہ کے تھے کوئی ان کے مشابہ

نہیں ہوا (مناقب کر دری جلد ۲) حافظہ ہی نے ان کو الحافظ، المتقن الفقیہ صاحب ابی حنیفہ رضی اللہ عنہما لکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۳۰- فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ (متوفی ۱۸۷ھ)

عالم ربانی، فقیہ و محدث، زادہ، عابد صاحب کرامات باہر تھے، مدت تک کوفہ میں رہ کر امام عظیم سے فقه و حدیث میں تلمذ کیا، آپ کے تلامذہ میں امام شافعی، تیجی القطبان اور ابن مہدی وغیرہ ہیں پہلے طیار الطریق تھے پھر ہادی الطریق و مقتدا بنتے اور ایسے باخدا ہوئے کہ ابو علی رازی نے فرمایا کہ میں تمیں سال آپ کی صحبت میں رہا مگر اس عرصہ میں بھی ہنستے نہیں دیکھا البتہ اس روز کہ آپ کے صاحبزادے علی فوت ہوئے میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ خدا نے ایک بات پسند کی لہذا میں نے بھی اسی کو پسند کیا، اصحاب صحابہ کے شیخ ہیں، سب نے آپ سے تخریج کی، ابن جوزی نے مستقل کتاب آپ کے مناقب میں تصنیف کی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۳۱- امام اسد بن عمر و بن عامر الجلیل الکوفی (متوفی ۱۸۸ھ، ۱۹۰ھ)

مشہور محدث و فقیہ اور امام صاحب کے ان چالیس فقہاء و اصحاب میں سے تھے جو کتب و قواعد فقہ کی مدونین میں مشغول ہوئے بلکہ عشرہ معتقدین میں شامل کئے گئے، میں سال تک انہوں نے بھی مسائل فقہی لکھے، امام صاحب کی خدمت میں طویل مدت رہے اور آپ سے حدیث و فقہ میں درجہ تخصص حاصل کیا، سب سے پہلے امام صاحب کی کتابوں کو لکھنے والے بھی تھے، امام ابو یوسف کی وفات پر خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو بغداد اور واسطہ کی قضا پرد کی اور اپنی بیٹی سے آپ کا عقد کر دیا، ہارون رشید کے ساتھ حج کو گئے اور سوری میں ان کے برابر بیٹھتے تھے، امام طحاوی نے ہلال بن تیجی رازی سے نقل کیا کہ میں بھی بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا دیکھا کہ ہارون رشید بھی آکر لوگوں کے ساتھ طواف کرنے لگا پھر کعبہ کے اندر داخل ہوا اور اس کے ساتھ خاندان شاہی کے اور افراد بھی اندر گئے میں نے ان سب کو دیکھا کہ کھڑے رہے صرف ہارون رشید بیٹھا اور ایک شیخ اس کے ساتھ آگے بیٹھا ہا، میں نے معلوم کیا کہ یہ شیخ کون ہیں تو بتایا گیا کہ یہ اسد بن عمر و خلیفہ کے قاضی ہیں، اس میں میں سمجھا کہ خلافت کے بعد قضاۓ بڑا کوئی عہدہ نہیں ہے۔

آپ سے امام احمد، محمد بن بکار و احمد بن منیع وغیرہ نے حدیث روایت کی اور آپ کو صدقہ بتلایا، ابن معین بھی توثیق کرتے تھے (حدائق حنفیہ و جواہر مصہیہ) بعض لوگوں نے اسد بن عمر کو ضعیف کہا ہے لیکن امام احمد کا ان سے روایت کرنا ان کی توثیق کے لئے کافی ہے کیونکہ علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں علامہ بکلی نے شفاء الاسقام میں، حافظ طحاوی نے فتح المغیث میں تصریح کی ہے کہ امام احمد غیر شرط سے روایت نہیں کرتے، روایت ہے کہ اسد بن عمر کے مرض وفات میں امام احمد صبح و شام عیادات کے لئے جاتے تھے (فوانیدہ بیہیہ) سنن ابن ماجہ میں ان سے روایت کی گئی ہے اور انہوں نے مساند امام عظیم میں امام صاحب سے روایت کی ہے۔

۳۲- الامام الجلیل محمد بن الحسن الشیبائی ولادت ۱۳۲ھ وفات ۱۸۹ھ عمر ۵۵ سال

نام و نسب: ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقہ الشیبائی، اصل مسکن جزیرہ (شام) ولادت واسطہ میں ہوئی پھر والدین وغیرہ مستقل طور سے کوڈ متقل ہو گئے کوفہ ہی میں امام محمد کی تربیت و تعلیم ہوئی۔

جلالت قدر: تاریخ فقہ شاہد ہے کہ کتب مشہورہ مؤلفہ مذاہب ائمہ متبوعین مدونہ، جیجۃ اور امام وغیرہ سب امام محمد کی کتابوں کی روشنی میں تالیف ہوئیں اور ایک عرصہ دراز تک ان کی کتابیں تمام مذاہب کے فقہاء کے ہاتھوں میں متداول رہیں اور بے تکلف سب ان سے مستفید ہوتے رہے کیونکہ ان کے دلائل، وضوح بیان، وقت نظر اور تفریع مسائل کا بہترین اسلوب ان کے اپنے زمانہ کے بھی اکثر فقہاء اعلام کے

اعتبار سے اعلیٰ و فائق تھا جہا نیکہ اس کا موازنہ بعد کے زمانے سے کیا جائے؟

پھر باوجود اس علمی و سعیت معلومات و وقت نظر کے امام موصوف کے کمال اخلاص و غایت تواضع و انگار کا یہ بھی ثمرہ ہے کہ ان کے یا ان کے ترقی بھی طبقات کے کسی فقیہ کی اس قدر کتابیں ہمارے اس دور تک نہیں پہنچیں جس قدر کہ ان کی پہنچی ہیں و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

تعلیم: ۱۲ سال کی عمر میں حضرت امام عظیمؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا ۲۳ سال تک حاضر خدمت ہے پھر تکمیل امام ابو یوسف سے کی اور ان کے علاوہ امام اوزاعی، ثوری، امام مالک وغیرہ سے بھی علم حدیث وغیرہ میں استفادہ فرمایا حتیٰ کے باتفاق اہل علم فقہ کے بلند پایہ امام ہوئے، تفسیر و حدیث کے ماہر و حاذق اور لغت و ادب کے نازش روزگار مسلم استاد، خود فرمایا کہ مجھے آبائی ترک کے تمسیح ہزار درہم یادداشتیں ملے تھے جن میں سے آدھے میں کے علم لغت و شعر کی تحریک میں صرف کئے اور آدھے فقه و حدیث کی تحریک میں صرف کر دیے، ہیں سال کی عمر میں درس دینا شروع کر دیا تھا۔

تصنیف: تمام عمر گھر میں گوشہ گیر ہو کر لکھنے پڑھنے میں گذاری، ان کے نواسہ کا بیان ہے کہ گھر میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے لکھا کرتے تھے اور گھر کے لوگوں سے فرمادیا تھا کہ مجھ سے کسی ضرورت کا سوال نہ کرنا جو کچھ کام، ہمیرے دلیل سے کہو وہ پورا کر دے گا تاکہ میں فراغ قلب سے کام کرتا ہوں فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو گھر والوں سے بات کرنے کبھی نہیں دیکھا البتہ کبھی ابروئے مبارک یا انفلی کا شارہ سے کچھ فرمادیتے تھے۔

امام محمد کے شیوخ حدیث

اہل کوفہ میں امام عظیم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام زفر بن الہبڈیل، سفیان ثوری، مسر بن کدام، مالک بن مغول، حسن بن عمارہ وغیرہ (علامہ کوثریؓ نے تمیں اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل مدینہ میں سے امام مالک، ابراہیم، ضحاک بن عثمان وغیرہ (۷-۱-اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل مکہ میں سے حضرت سفیان بن عینہ، حضرت طلحہ بن عمرو، زمود بن صالح وغیرہ (۸-۱-اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل بصرہ میں سے حضرت ابوالعوام وغیرہ (۷-۱-اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل داسط میں سے حضرت عباد بن العوام، حضرت شیبہ بن الججاج، حضرت ابو مالک عبد الملک الحنفی۔

اہل شام سے حضرت ابو عمر و عبد الرحمن الازدی وغیرہ، اہل خراسان سے حضرت عبد اللہ بن السبک، اہل بیام سے حضرت ایوب بن تنبۃ الحنفی وغیرہ۔

امام محمد کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور علامہ کوثریؓ نے ۲۰۰ اکابر کے اسماءً گرامی درج کئے ہیں، یہاں صرف چند اعلام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اصحاب و تلامذہ

- ۱- حضرت ابو حفص الکبیر البخاری احمد بن حفص الحنفی (جن سے امام بخاری نے حضرت امام عظیم اور ان کے اصحاب کا فقہ حاصل کیا)
- ۲- حضرت ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوز جانی (جن سے صحاح ستہ کا سلسلہ مشرق و مغرب تک پہنچا) ۳- امام ہمام حضرت امام شافعی ۴-
- حضرت ابو عبید قاسم بن سلام الہروی (مشہور مجتہد کبیر) ۵- حضرت علی بن معبد (جامع کبیر و جامع صغیر کے راویوں میں سے) اصحاب صحاح ستہ کے استاد ہیں ۶- حضرت اسد بن الفرات القیر دانی (مدون مذهب امام مالک و شیخ سخنون) ۷- حضرت محمد بن مقائل الرازی (شیخ ابن جریر) ۸- حضرت میمین بن معین الغطفانی (مشہور امام جرج و تعدادیل) ۹- حضرت ابو جعفر (رُویٰ موطا امام محمد) ۱۰- حضرت علی بن صالح الجرجانی (راوی الجرجانیات) ۱۱- حضرت شعیب بن سلیمان الکیسانی (راوی الکیسانیات) ۱۲- حضرت اسماعیل بن توبہ القرزویی راوی اسمیر الکبیر) ۱۳- حضرت ابو بکر ابراہیم الروزی (راوی النوادر) ۱۴- حضرت ابو موسیٰ عیسیٰ بن ابیان الہرری (راوی الحج علی اہل المدینہ و

مؤلف کتاب الحج الکبیر والحج الصغر (۱۵)۔ حضرت ابو زکریا یحییٰ بن صالح الوحاظی الحمصی (جو حضرت امام بخاری کے شیوخ شام میں سے ہیں)۔ حضرت سفیان بن حبان البصری (صاحب کتاب العلل)

امام محمد بواسطہ امام شافعی و امام احمد، امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ابو زرعة اور محمد بن ابی ذندیا۔ کے استاد ہیں اور بواسطہ علی بن معبد یحییٰ بن معین، ابو یعلیٰ، ابن حذی، ابن حبان، ابو لشخ اصفہانی، حافظ ابو نعیم، ابو عوانہ، امام طہاوی، طبرانی، ابن مردویہ، ابو حاتم، قاسم بن سلام، محمد بن الحنفی (صاحب المغازی) اور الحنفی بن منصور کے استاد ہیں۔

موطا امام محمد

امام محمد نے مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک کی خدمت اقدس میں تین سال رہ کر استفادہ کیا اور موطا محمد ترتیب دیا جو امام مالک کی ۲۲ روایات و تصنیف میں سے ممتاز ترین روایت ہے کیونکہ اس میں امام محمد نے یہ التزام کیا کہ ہر باب کی احادیث ذکر کرنے کے بعد یہ بھی بتایا کہ کن احادیث کو فقہاء عراق نے اخذ کیا اور کن کو دوسری احادیث کی وجہ سے ترق کیا اور ہر جگہ ان دوسری احادیث کو بھی ذکر فرمایا، اس گرانقدر علمی امتیاز کی وجہ سے موطا امام محمد دوسری تمام مؤطلوں سے بڑھ جاتی ہے جس طرح موطا امام سعیی اللہ تعالیٰ اس امتیاز کے باعث دوسرے مؤطلوں سے بڑھ کر ہے کہ انہوں نے ہر باب کی احادیث کے بعد حضرت امام مالک کی رائے بھی ذکر کی ہے۔

امام محمد کی ذہانت و حاضر جوابی

خطیب نے مجاشع سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا اور وہ لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے کہ امام محمد آئے اور وہ اس وقت کم عمر تھے (یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہے کہ امام محمد نے امام مالک کی خدمت میں جا کر موطا ان سے سنائے) سوال کیا کہ اس جنپی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ جس کوشش کے لئے پانی نہ ملے سواء مسجد کے؟ امام مالک نے فرمایا کہ جنپی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا! امام محمد نے کہا پھر کیا کرے جب کہ تماز کا وقت ہو گیا اور وہ مسجد میں پانی کو دیکھی بھی رہا ہے؟ امام مالک نے پھر وہی فرمایا کہ مسجد میں جنپی داخل نہیں ہو سکتا اور بار بار یہی فرمایا، امام مالک نے دیکھا کہ امام محمد جواب سے مطمئن نہیں ہوئے تو فرمایا کہ تم اس صورت میں کیا سمجھتے ہو؟ آپ نے کہا کہ تم کر کے مسجد میں داخل ہو اور پانی باہر لا کر عسل کر لے، امام مالک نے فرمایا تم کہاں کے ہو؟ امام محمد نے فرمایا اسی کا (اور زمین کی طرف اشارہ کیا) اور اٹھ کر چلے گئے، لوگوں نے کہا یہ محمد بن حسن صاحب ابی حنیفہ تھے، امام مالک نے حیرت سے کہا اچھا! محمد بن حسن تھے اور جھوٹ کیسے بول گئے؟ کہہ گئے کہ میں اسی شہر کا ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں! انہوں تو زمین کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ میں اسی کا ہوں، اس پر امام مالک نے فرمایا یہ بات تو پہلی بات سے بھی بڑھ گئی یعنی امام محمد کی ذہانت اور حاضر جوابی پر مزید حیرت کا اظہار فرمایا۔

تحقیق مسائل میں فرق مراتب

یہ بھی مردی ہے کہ امام محمد فرماتے تھے میں نے امام مالک کو دیکھا اور بہت سے مسائل دریافت کئے، میرا یہ تاثر ہے کہ انہیں فتویٰ نہیں دینا چاہئے کیونکہ ان کے جواب سے قلبی اطمینان حاصل نہیں ہوتا تھا۔

ایک وجہ امام مالک کے تفقہ میں کی کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ جو واقعات و حادثات ابھی پیش نہیں آئے نہ ان کا جواب دیا جائے نہ ان کے بارے میں غور و خوض کیا جائے، برخلاف اس کے امام اعظم اور ان کے اصحاب کا طریقہ یہ تھا کہ ہر قسم کے احتمالات اور امکانی صورتوں پر بھی غور کیا جائے اور ہر سوال کا جواب دیا جائے، یہی وجہ ہے کہ یحییٰ اللہ تعالیٰ کی روایت سے جو موطا ماثور ہے اس میں امام

مالک کی تمام آراء کا شمار تین ہزار مسائل سے آگے نہیں بڑھتا، حالانکہ اس سے بہت زیادہ مسائل امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی مجالس میں صرف تین ماہ میں حل ہو جاتے تھے، پھر یہ فرق الگ رہا کہ ان حضرات کے یہاں اکثریت ان جوابات کی ہے جو تسلی بخش اور ایقان افراد ہیں اور امام مالک کے اکثر مسائل کی تحقیق ناقابلِ اطمینان ہے۔

حضرت حافظ ابوالقاسم بن ابی العوام السعدی نے فرمایا کہ میں نے امام طحاوی سے سن جنہوں نے محمد بن سنان سے اور محمد بن سنان نے میمی بن سلیمان سے سنا وہ کہتے تھے کہ جب سعیٰ بن ائمہ خلیفہ مامون رشید کے ساتھ مصر آئے تو سعیٰ بن صالح الوضائی سے ملے (جو امام بخاری کے مشايخ شام میں سے ہیں) اور دریافت کیا اے زکریا! علمی مسائل و مشکلات میں تیقظ کس میں زیادہ تھا امام مالک یا امام محمد میں؟ تو انہوں نے فرمایا۔ امام مالک جب کہ جواب مسائل کے لئے تیار و مستعد بیٹھے ہوئے ہوتے تھے، ان سے امام محمد نے اپنے بخاری بھر کم جسم کے ساتھ لیئے ہوئے لاپرواںی کے ساتھ (کہ اس کے وقت جواب مسائل کے لئے تیار بھی نہ ہوتے تھے، زیادہ بیدار مغز ہوتے تھے اور زیادہ تسلی بخش و اطمینان افزاء جواب دے سکتے تھے۔

خطیب نے سعیٰ بن صالح موصوف سے اس طرح نقل کیا کہ مجھ سے ابن ائمہ نے کہا تم نے کوڈیکھا ہے کہ اور ان سے احادیث سنی ہیں اور امام محمد کے ساتھ بھی رہے ہو تو ان دونوں میں سے کون زیادہ فقیر تھا؟ میں نے کہا محمد بن الحسن زیادہ افقہ ہیں امام مالک سے، امام ذہبی نے فرمایا کہ امام ابویوسف کے بعد ملک عراق میں فقہ کی امامت امام محمد پر ختم ہوئی انہوں نے بہت سی تصانیف چھوڑیں اور ان سے ائمہ حدیث و فقہاء فتح حاصل کیا اور وہ اذکیاء عالم میں سے تھے۔

امام شافعی کے واسطے نقل ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ میں نے امام مالک سے بعض مسائل دریافت کئے میں سمجھتا ہوں کہ ان کو فتویٰ دینا درست نہیں تھا، علامہ ابن عبدالبر نے انتقاء میں یہ الفاظ نقل کئے کہ تمہارے صاحب (امام مالک) کو جواب مسائل و فتویٰ کی ضرورت نہ تھی اور ہمارے صاحب (امام ابوحنیفہ) کو سکوت یعنی فتویٰ نہ دینا درست نہ تھا، مقصد یہ تھا کہ امام مالک سے دوسرے زیادہ احتجاج بالجواب و الافتاء موجود تھے اور امام صاحب کے زمانہ میں کوئی شخص زیادہ اہل فتویٰ کے لئے نہ تھا، اس لئے ان پر فتویٰ دینا واجب و ضروری تھا۔

علامہ کوثری نے بلوغ الامانی ص ۲۴ پر قول مذکور نقل کر کے فرمایا کہ برلنقدیر صحبت اس قول کی واقعیت و صداقت اس شخص پر روشن ہے جو امام مالک کے زمانہ کے علماء مدینہ کے مراتب و مدارج علمیہ سے اور امام عظیم کے زمانہ کے علماء عراق کے مراتب سے واقف ہے کیونکہ امام محمد امام مالک کی جلالت و قدر و منزلت حدیث کے علم و اعتراف کے باوجود ان کی نسبت تفقہ میں کمی کو بھی محسوس کرتے تھے جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ امام مالک صرف واقع شدہ حوادث کا جواب دیتے تھے اور تقدیری (غیر واقع) حوادث میں نہ غور کرتے تھے ان کا جواب دیا کرتے تھے اس لئے برداشت یحییٰ شعبی جو امام مالک کے موطا (میں ان کی آراء و مسائل مذکور ہیں وہ سب تین ہزار سے زیادہ نہیں جب کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے مسائل مستخرجه سے اتنی مقدار صرف تین ماہ کی ہوتی ہے، باقی متاخرین نے جو کثیر مسائل امام مالک سے روایت کئے ہیں وہ ان کی آراء نہیں بلکہ ان کی آراء پر تخریجات ہیں اس لئے ان سے وہ اطمینان قلب نہیں ہوتا جو امام مالک کی ذاتی آراء سے ہوتا ہے۔

امام محمد نے اسی کی تفقہ کے احساس کے باعث کتاب الحج تالیف کی جو الاحتجاج علی اهل المدینہ کے نام سے بھی معروف ہے، یہ کتاب ہندوستان میں بھی طبع ہوئی تھی اب نادر ہے اور حضرت علامہ عصر مولا نامفتی سید محمد مہدی حسن صاحب شاہ جہانپوری شیخ الافتاء دارالعلوم دیوبند اس پر نہایت مہتمم بالشان گرانقدر تعلیقات تحریر فرمائے ہیں جس میں خاص طور سے علامہ ابن حزم اندلسی کی دراز دستیوں کے بھی جوابات ہوں گے جو محلی میں انہوں نے کی ہیں، تین رفع سے کچھ زائد اس کا کام ہو چکا ہے اور ادارہ الجنتۃ احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن سے اس کی اشاعت ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جیسا کہ علامہ کوثری نے بھی تحریر فرمایا یہ کتاب اپنی طرز تحقیق اور مبحث رو میں بنے نظر ہے جس کا رنگ امام شافعی نے بھی امام مالک کے رو میں اختیار کیا چنانچہ وہ خوبی و قوت استدلال ان کو امام محمد کے بعض مسائل کے رو میں حاصل نہ ہوئی (بلوغ الامانی ص ۱۳) یہی وجہ ہے کہ امام محمد کو فقد حدیث میں ان کے بہت سے مشائخ پر بھی فضیلت دی گئی ہے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

امام محمد کے تلامذہ شخصی

امام محمد کے شخصی تلامذہ و اصحاب میں سے امام شافعی تھے جن کو عام اوقات درس کے علاوہ بھی امام محمد نے خاص طور سے تعلیم دی ہے اور قسم کے احسانات سے نوازے ہے، جن کا مختصر تذکرہ امام شافعی کے حالات میں ہو چکا ہے۔

دوسرے اسد بن الفرات قیروانی ہیں ان کی بھی امام محمد نے شخصی اوقات میں تعلیم و تربیت کی ہے ساری ساری رات ان کو تنہائے کر بیٹھتے اور پڑھاتے تھے اور مالی امداد بھی کرتے تھے، اسد جب عراق سے وطن کو واپس ہوئے تو مدینہ طیبہ میں اصحاب امام مالک سے ملے اور ان مسائل میں بحث کی جو امام محمد سے حاصل کئے تھے مگر وہ تشفی نہ کر سکے پھر مصر پہنچے عبداللہ بن دہب مالکی سے ملے اور کہا کہ یہ امام ابوحنیفہ کی کتابیں ہیں ان مسائل میں امام مالک کے مذہب سے جواب دیں وہ جواب نہ دے سکے تو عبد الرحمن بن القاسم مالکی کے پاس پہنچے جو امام مالک کی خدمت میں بیس سال رہ چکے تھے اور پورے تیقظ و انبات کے ساتھ ان سے فقد و حدیث حاصل کی تھی اس لئے مالکیہ ان کو دوسرے اصحاب مالک پر فضیلہ میں فوقيت دیتے ہیں انہوں نے کچھ جوابات تو یقین کے ساتھ دیتے اور کچھ میں شک و شبہ ظاہر کیا۔

غرض اسد بن الفرات نے امام محمد سے امام ابوحنیفہ کے مسائل اور ابن القاسم سے امام مالک کے مسائل حاصل کر کے ۲۰ کتابوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام اسدیہ رکھا، اس مجموعہ کی علماء مصر نے نقل لینی چاہی اور قاضی مصر کے ذریعہ سفارش کی، اسد نے اجازت دی اور چھرے کے تین سو لکڑوں پر اس کی نقل کرائی گئی جو ابن القاسم کے پاس رہی، مدد و نہ سخون کی اصل بھی یہی اسدیہ ہے، پھر انہی اسد بن الفرات نے افریقہ میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب پھیلایا اور یہی اسد فائح صقلیہ ہیں انہوں نے ہی وہاں اسلام پھیلایا ہے۔^{۲۳}

بھری میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔ (بلوغ ص ۲۰)

امام محمد اور امام ابو یوسف

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد امام محمد نے امام ابو یوسف کی صحبت اختیار کی فضیلہ و حدیث وغیرہ علوم میں ان سے تکمیل کی اور ان دونوں کے علوم کی اشاعت میں لگ گئے، مبسوط، جامع صغیر، سیر کبیر لکھیں۔

امام طحاوی اپنے استاد ابن ابی عمران سے وہ طبری سے وہ اسماعیل بن حماد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ تو صحیح سوریے امام ابو یوسف کی مجلس درس میں پہنچ جاتے تھے لیکن امام محمد کا معمول یہ تھا کہ وہ صحیح اول وقت دوسرے ائمہ حدیث کی خدمت میں اخذ حدیث کے لئے جاتے اور پھر امام ابو یوسف کے پاس آتے اتنے وقت میں بہت سے علمی مباحث گذر چکے ہوتے تھے اور امام ابو یوسف ان کی رعائت سے پھر ان کا اعادہ فرمائتے تھے، ایک روز ایسا ہوا کہ اسی طرح امام محمد دیرے سے پہنچا اور ہم کسی علمی حدیثی بحث میں مشغول تھے، امام ابو یوسف نے امام محمد سے کوئی سوال کیا، جس کا جواب انہوں نے اسکے خلاف دیا جو اس روز امام ابو یوسف بیان کر چکے تھے، بظاہر اختلاف امام اعظم کی رائے کے بارے میں تھا کہ وہی ہے جو امام ابو یوسف فرمایا چکے تھے یا وہ جواب امام محمد نے بیان کی، مختصر گفتگو کے بعد ہونہار شاگرد نے وہ کتاب منگوائی جس میں غالباً امام صاحب کے اقوال و ارشادات محفوظ ہوں گے اور اس کو دیکھنے پر بات وہی صحیح ہوئی جو شاگرد نے بتائی تھی، اب بھری مجلس میں استاد اعظم کا اعتراف حق بھی ملاحظہ فرمائیجے کہ فوراً بے تکلف سب شاگردوں کے سامنے اپنے ایک چھوٹے شاگرد امام محمد

کی نصرف تصویر اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ "حافظ ایسا ہوتا ہے۔" (بلوغ ص ۲۵)

ایسے واقعات پڑھ کر کیسی آنکھیں ھلتی ہیں اور دلوں میں نورانیت آتی ہے، خیال ہونے لگتا ہے کہ انسانوں کی صورت میں یہ کیسے فرشتے اترے تھے کسی بات سے بھی تو نفسانیت، انانیت، برتری و کبر، مشخت و بڑائی کی نمودنیں ہوتی، پھر بدائدیوں کی ریشه و اینیاں بھی دیکھی جائیں کے ان ہی دونوں استادشاگرد کے درمیان تعلقات کی خرابی کے واقعات گھڑے گئے اور ان کا پروپیگنڈہ کیا گیا اور بات صرف اتنی تھی کہ حسب روایت ابن ابی العوام و امام طحاوی محمد بن سعید کا بیان ہے کہ امام ابو یوسف سے ارباب حکومت نے کسی کو قاضی رقہ مقرر کرنے کا مشورہ کیا، رقد عباسی سلطنت کا گرمائی دار السلطنت تھا، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ محمد بن الحسن سے بہتر و موزوں کوئی شخص میرے سامنے نہیں ہے، امام محمد کوفہ میں تھے، حکومت نے ان کو بلوا بھیجا، امام محمد امام ابو یوسف سے ملے اور بالانے کا سبب پوچھا انہوں نے واقعہ بتایا اور یہ بھی فرمایا کہ تمہارے بارے میں مشورہ دینے سے میرا مقصد یہ ہے کہ خدا کے فضل سے ہمارے سلسلہ کے علوم کی اشاعت کوفہ، بصرہ اور تمام مشرقی بلاد میں ہو چکی ہے اب اگر تم اس طرف آجائے گے تو امید ہے کہ خدا یعنی عز و جل تمہاری وجہ سے ہمارے علوم کی اشاعت یہاں اور قریب و بعد کے شامی علاقوں میں بھی ہو سکے گی، امام محمد نے بطور شکایت کہا کہ سبحان اللہ! اگر یہی بات تھی تو کم سے کم میرا اتنا تو لحاظ آپ فرماتے کہ مجھے فوری طور پر بلوانے سے قبل اس پوری بات سے مطلع ہی فرمادیتے، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ہاں ان لوگوں نے بلاں میں عبلت کی، مطلب یہ کہ مجھے اطلاع کرنے کا موقع و وقت نہیں ملا، بات اتنی ہی تھی اور یہیں ختم ہو گئی اور یہ ظاہر ہے کہ امام محمد امام عظیم کی طرح حکومت کے مناصب سے دور رہنا اور صرف تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف کے مشغله میں منہمک رہنا پسند کرتے تھے اور امام ابو یوسف کا اس طرح بغیر باہمی سابق مشورہ کے قضاۓ کی تحریک کرنے کا ان کو رنج و ملال ہوا اور بہت ہوا، ایک طرف اپنی افتاد طبع اور طے شدہ عملی پروگرام کے خلاف زندگی کا موز شروع ہو رہا تھا، جس سے ناگواری کے اثرات مدة العمر ان پر رہے، دوسری طرف اپنے نہایت شفیق و محسن استاذ اور جانشین امام عظیم کے حکم کی تعییل اور خصوصیت سے اس مقصد عظیم کے تحت ضروری تھی، ان دونوں کے اثر سے ایک سوء مزاج کی کیفیت بنی جس کا دونوں کے تعلقات پر بھی شریفانہ اثر ضرور ہوا، اگر اس سے آگے جو جھوٹے قصے دونوں کی منافرت اور تحاسد و غیر شریفانہ برداو کے گھڑے گئے وہ سب بے اصل ہیں۔

افسوس ہے کہ علامہ سرخی جیسے با بصیرت، پختہ کار، متیقظ، فقیہ بے مثل نے بلا تحقیق ایک بے سند قصہ نقل کر دیا جس کو مخالفوں نے خوب ہوادی حالانکہ اس کی کوئی اصلاحیت ہوتی تو سرخی سے پہلے بھی مخالف اس کو ذکر کرتے اور اس سے ضرور فائدہ اٹھاتے، بقول علامہ کوثری کے علامہ سرخی کی شرح کبیر جسی عظیم المرتبت کتاب کو ایسے بے وقت قصہ سے داندار ہونا تھا کیونکہ امام شافعی نے فرمایا تھا، خدا کی مشیت نہیں کہ اس کی کتاب کے سواد نیا کی کوئی بھی کتاب غلطی سے مبرأ منزہ ہو۔ (بلوغ المانی ص ۳۹)

اس سلسلہ میں ایک تکوینی وجہ یہ بھی نقل ہوئی ہے کہ امام محمد نے ایک مرتبہ امام ابو یوسف کو قبول قضاء پر عارضائی تھی جس پر امام ابو یوسف کو غصہ آگیا اور بد دعا کر دی کہ امام محمد بھی اپنی وفات سے پہلے ضرور اس میں بتا ہوں، چنانچہ یہ صورت مذکورہ پیش آئی اور امام محمد طوعاً و کرہاً قبول قضاء پر مجبور ہوئے تا آنکہ امام طالبی کے مشہور واقعہ کی وجہ سے وہ رقد کی قضاء القضاۃ سے معزول ہوئے بلکہ کچھ عرصہ تک فتویٰ سے بھی روک دیئے گئے۔

قصہ امان طالبی

تاریخ ابن جریر اور کتاب ابن ابی العوام و سیرہ وغیرہ میں ہے کہ امام محمد نے خود بیان فرمایا کہ ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید رقد آیا اور مجھے دربار میں بلوایا، میں پہنچا اور حسن بن زیادہ اور ابوالجھری وہب بن وہب بھی (جو امام ابو یوسف کی وفات کے بعد قاضی القضاۃ ممالک اسلامیہ بن گئے تھے) دربار میں خلیفہ تخت شاہی پر بیٹھا تھا اور سامنے فرش پر حسب دوستور مجرموں کی طرح ایک چڑے پر بیکی بن عبد اللہ الحسن

(بن الحسن بن علی کرم اللہ وجہہ) تھے جن کے سر پر جلا تکوار لئے ہوئے حکم کا منتظر کھڑا تھا، وہ علوی طالبی خلیفہ کو فتیمیں دیکھا پہنچانے امان نامہ کی طرف متوجہ کر رہا تھا کیونکہ خود ہارون نے اس کو امان دیا تھا، خلیفہ نے وہ قرطاس امان نکالا جو شخص مذکور کے لئے لکھا تھا اور مجھے دیا، میں نے اس کو پڑھا صورتحال کا اندازہ لگایا اور دل میں طے کیا کہ صرف خداگتی اور آخرت کی بھلائی کی بات کہوں گا خواہ انجام کچھ بھی ہو، میں نے کہایہ امان موکد ہے اور اس کو توڑنے کا کوئی حیلہ درست نہیں، خلیفہ یہ سن کر غصب ناک ہو گیا، میرے ہاتھ سے وہ دستاویز چھین کر حسن بن زیاد کو دی انبھوں نے پڑھ کر کمزور آواز سے کہایہ امان ہے خلیفہ نے وہ کاغذ ان سے بھی چھین کر ابوالجھری کو دیا، انبھوں نے پڑھ کر کہا میں تو اس شخص کو ذرا سی دیر کی بھی مہلت دینے کو تیار نہیں ہوں اس شخص نے لوگوں میں پھوٹ ڈالی ہے، مسلمانوں کے خون بھائے ہیں اور ایسا ایسا کیا ہے، اس کے لئے کوئی امان نہیں ہو سکتا پھر خود ہی چاقو نکال کر اس دستاویز کے دلکش کے کردیئے اور ہارون رشید سے کہا کہ آپ بے تامل اس کو قتل کا حکم کریں اس کے خون کا میں ذمہ دار ہوں، ایک روایت ہے کہ ہارون رشید نے قتل کا حکم بھی کر دیا تھا جس پر طالبی نے کہا، اے ہارون! محمد بن الحسن اور حسن بن زیاد تو کہتے ہیں کہ یہ امان صحیح ہے اور یہ دونوں ساری دنیا کے مسلم فقیہ ہیں مگر آپ ان کی بات قبول نہیں کرتے اور یہ شخص جس کو فتویٰ دینے کا کوئی حق نہیں، امان کو فاسد کہتا ہے تو آپ مجھے قتل کا حکم کرتے ہیں، اس پر پھر ایک دفعہ خلیفہ نے امام محمد کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اس امان کو میں نے خود اپنے ہاتھ سے نہیں لکھا بلکہ دوسرے سے لکھوا یا ہے تو آپ بتلائیں لے اگر ایک شخص حلف کرے کہ وہ نہیں لکھے گا؟ اور دوسرے سے کچھ لکھوا دے تو کیا اس کی قسم ثبوت جائے گی؟ امام محمد نے فرمایا کہ اگر ایسا کوئی عام آدمی کرے تو حادث نہ ہوگا لیکن اگر پادشاہ ایسا کرے تو ضرور حادث ہوگا کیونکہ پادشاہ کے حکم سے جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ بھی اسی کا لکھا ہوا سمجھا جاتا ہے۔

منقول ہے کہ اس پر خلیفہ اور بھی جھنچھلا گیا اور غصہ سے مغلوب ہو کر دوات اٹھا کر امام محمد کے منہ پر پھینک ماری جس سے آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور خون کپڑوں پر بہنے لگا، خلیفہ نے یہ بھی کہا کہ آپ جیسے لوگ ہی ہمارے خلاف بغاوت کرنے والوں کے حوصلے بڑھاتے ہیں، امام محمد واپس ہوئے تو رونے لگے، کہا گیا کہ کیا اس زخم کی تکلیف سے روتے ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ اپنی کوتا ہی کی وجہ سے، کہا آپ سے کیا تقسیم ہوئی حالانکہ آپ نے تو وہ کام کیا کہ روئے زمین پر اس کی نظیر نہیں مل سکتی، فرمایا مجھ سے یہ کوتا ہی ہوئی کہ اس وقت ابوالجھری سے یہ نہ پوچھا کرم کس دلیل شرعی سے یہ فتویٰ دے رہے ہوتا کہ اس کی غلطی کا پردہ فاش کرتا اور اس کے دلائل کو بھی توڑ پھوڑ دیتا۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم دربار سے اٹھ آئے تو میرے پاس خلیفہ کا قاصد پیغام لے کر آیا کہ آج سے آپ نہ مقدمات کا فیصلہ کریں اور نہ فتویٰ دیں، میں سب کام چھوڑ چھاڑ کر سبکدوش ہو گیا، جب امام جعفر نے ایک جائد وقف کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے مشورہ کیلئے بلوایا، میں نے کہلا دیا کہ مجھے فتویٰ سے روک دیا گیا ہے، اس نے خلیفہ سے گفتگو کی اور اجازت لے کر پھر بلوایا، امام محمد ہی کا بیان ہے کہ واقعہ مذکورہ سے خلیفہ کے درباری اور سارے ہی محاذ شاہی کے لوگ متجب تھے خصوصاً ابوالجھری کی بے جا جسارت وغیرہ سے اور خلیفہ نے باوجود ابوالجھری کے فتویٰ و ذمہ داری کے بھی یہی نہ کو قتل نہیں کرایا بلکہ وہ ایک مدت کے بعد قید خانہ ہی میں فوت ہوئے۔

اس کے بعد پھر خلیفہ نے امام محمد کو اپنا مقرب بنایا اور قاضی القضاۃ بھی بنایا اور اپنے سانحہ "رے" بھی لے گیا جہاں ان کا اور امام نبو کسانی کا ایک ہی دن انتقال ہوا، خلیفہ افسوس کے ساتھ کہا کرتا تھا کہ میں نے فقد و خود دونوں کو "رے" میں دفن کر دیا۔

امام محمد اور علم حدیث

محمد بن مسیمی محمد بن سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن عیسیٰ محمد بن سماعہ سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن عیسیٰ بن ابان ہمارے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ لیکن ہمارے ساتھ امام محمد کی مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے میں ان کو بلا تاتو کہہ دیتے کہ یہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں،

درحقیقت عیسیٰ بہت اچھے حافظ حدیث تھے، ایک دن ہمارے ساتھ صحیح کی نماز پڑھی اور وہ دن امام محمد کی مجلس کا تھا، میں عیسیٰ کے سر ہو گیا کہ آج تو ضرور بیٹھنا پڑے گا، جب امام محمد فارغ ہوئے تو میں عیسیٰ کو ان کے قریب لے گیا اور کہا یہ آپ کے بھائی اباں کے میئے ہیں، یہ اچھے ذہین اور عالم حدیث ہیں میں ان کو آپ کے پاس بلاتا ہو تو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں تم حدیث کی مخالفت کرتے ہو، امام محمد نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، برخوردار! تمہارے خیال میں ہم کن احادیث کی مخالفت کرتے ہیں، ہمارے خلاف تمہیں بغیر ہمارے جواب کے فیصلہ نہ کرنا چاہئے، عیسیٰ نے اس وقت ۲۵ ابواب حدیث میں سوالات کئے اور امام محمد برابر جوابات دیتے رہے اور جو احادیث منسوخ تھیں ان کے نسخ پر دلائل و شواہد بتاتے رہے۔

عیسیٰ اس مجلس سے اٹھ کر باہر نکلے تو مجھ سے کہنے لگا کہ میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا تھا جو آج ہٹ گیا، مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ خدا کی خدائی میں اس جیسا شخص بھی لوگوں میں موجود ہو گا اور اس کے بعد امام محمد کی مجلس کے دلدادہ ہو گئے کہ پھر کبھی جدا ہونا گوارنہ کیا تھی کہ بڑے فقیہ بن گئے، یہ عیسیٰ ایک بڑے پہاڑ تھے علم کے پہاڑوں میں سے اور یہی پھر راوی بنے امام محمد کی کتاب الحج علی اہل المدینہ کے اور خود بھی الحج الصغری عیسیٰ بن ہارون ہاشمی کے رد میں لکھی وہ مامون کے ہم درس تھے اور ایک کتاب لکھی تھی جس میں دعویٰ کیا تھا کہ امام ابوحنیفہ نے احادیث صحیح کی مخالفت کی ہے، خلیفہ مامون نے علماء کو دعوت دی کہ اپنی اپنی معلومات کے مطابق اس کتاب کا جواب لکھیں، خلیفہ کو نہ اس معیل بن حماد کا جواب پسند آیا۔ بشر کا نہ سمجھی بن اشتم کا بلکہ سب سے زیادہ عیسیٰ بن اباں ہی کا جواب پسند آیا جس سے ہاشمی کی کتاب کی حیثیت بالکل ثابت ہو گئی، ان ہی عیسیٰ بن اباں کی ایک کتاب "الحج الكبير" امام شافعی کے قدیم اقوال کے رد میں مشہور ہے جس کی وجہ سے کہا جاتا ہے امام شافعی نے اپنے آخری سفر عراق میں نہایت مختصر قیام عراق میں کیا کیونکہ عیسیٰ کی کتاب مذکور کی وجہ سے ان کے قدیم اقوال کے لئے قبول عام کے امکانات باقی نہ رہے تھے۔

امام شافعی اور مریسی کے رد میں شروع طبقول احبار کے بارے میں بھی انہوں نے ایک کتاب لکھی تھی اور ان کی کتابوں میں بہت سے اصول امام محمد سے اخذ کئے ہوئے ملتے ہیں، ابو بکر رازی اپنی اصول میں بہت زیادہ ان سے نقول لیتے ہیں، غرض عیسیٰ بن اباں فقہی مباحث کے بحث کبیر اور علوم حدیث و فقہ کے جبال علم سے ہیں۔ (بلوغ ص ۲۹)

امام محمد کے اقوال عقائد میں

۱- حافظ ابوالقاسم ہبہ اللہ بن الحسن اللاکائی نے شرح السنۃ میں امام محمد رحمہ اللہ کا حسب ذیل قول نقل کیا ہے "جو شخص قرآن کو مخلوق کہے اس کے پچھے نماز ملت پڑھو، یعنی جو قرآن کلام الہی اور خدا تعالیٰ کے ساتھ قائم اور اس کی صفت ہے اس کو مخلوق قرار دینا صحیح نہیں ہے جس طرح مخلوق کے ساتھ جو چیزیں وابستہ مثلاً کتاب، صوت تالی یا حافظ کے ذہن کی صور ذہبیہ وغیرہ ان کو غیر مخلوق کہنا بھی خلاف بداهت و مشاہدہ ہے لہذا جن لوگوں نے غلوکر کے ان لوگوں کی تکفیر کی جنہوں نے قرآن و سنت کے سکوت کی وجہ سے توقف کی راہ اختیار کی اور قرآن کو غیر مخلوق کہنے سے تورع کیا، ان لوگوں کی تکفیر کی جنہوں نے حدوث لفظ و لفاظ کے لحاظ سے لفظی بالقرآن مخلوق، کہا، یہ سب غلط طریقے تھے اور افسوس ہے کہ ان غلوکرنے والوں میں ابن ابی حاتم اور بن منده جیسے حفاظ حدیث بھی ہیں (بلوغ ص ۵۳، ۲۰)، لاکائی نے ہی امام محمد کا قول حدیث ان اللہ ینزل الی السماء الدنيا اور اس قسم کی دوسری احادیث کے متعلق نقل کیا ہے کہ "یہ احادیث ثقہ راویوں سے مردی ہیں، ہم بھی ان سے روایت کرتے ہیں، ان پر ایمان بھی رکھتے ہیں لیکن ان کی تفصیل و تفسیر میں جانا پسند نہیں کرتے" یہ بھی فرمایا۔

۲- "شرق سے غرب تک کے تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنا اور ان احادیث پر بھی جو ثقہ راویوں سے دربارہ صفات بازی عزو جل مردی ہیں بغیر تفسیر، تفصیل و تشبیہ کے ایمان لانا ضروری ہے جو شخص بھی آج ان امور میں سے کسی امر کی تفسیر و تفصیل کرتا ہے وہ اس طریق سے خارج ہوتا ہے جس پر نبی اکرم ﷺ اور جماعت سے الگ ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے نہ تفصیل کی تھی نہ تفسیر بلکہ

کتاب و سنت کے مطابق بچی تملی بات بنا کر سکوت اختیار فرمایا تھا لہذا جو شخص جہم کی طرف بات کہے وہ جماعت سے خارج ہے اس لئے اس نے صفت لاشیاء کے ساتھ اس کو متصف کیا تھا۔

اس قول سے ان لوگوں کی مکمل تردید ہو جاتی ہے جنہوں نے امام محمد کی طرف یہ باتیں منسوب کیں کہ وہ خلق قرآن کے قائل تھے اور اس کی طرف دوسروں کو ذمہ دیتے تھے، یہ بھی کہا گیا کہ امام محمد جہم کی رائے رکھتے تھے (افسوس ہے کہ امام بخاری وغیرہ نے بھی اس معاملہ میں اختیاط نہیں فرمائی، اور امام محمد کو بھی کہا، جیسا کہ ہم دوسری جگہ لکھے چکے ہیں)

۲- محدث صیحہ نے نقل کیا کہ امام محمد فرمایا کرتے تھے ”میرا مذہب امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا مذہب وہی ہے جو حضرت ابویکبر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم کا تھا۔“

اسی طرح امام محمد کا قول ایمان کے بارے میں بھی وہی تھا جو امام ابوحنیفہ کا تھا کہ وہ دل کا اعتقاد اور زبان کا اقرار ہے اور دوسرے عقائد کی تفصیل ”کتاب عقیدہ طحاوی“ میں موجود ہے ان تصریحات کے باوجود بھی اگر کوئی تنگ دلی سے امام صاحب یا امام محمد کو بھی یا مر جیاء کہے تو وہ سنت سے اتنا ہی دور ہے حتی زمین آسمان سے دور ہے۔ (بلغ الامانی ص ۵۲)

امام محمد دوسرے اہل علم کی نظر میں

حافظ ابن ابی العوام نے اپنی سند سے امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے جو اپنے اصحاب و تلامذہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ”ہمارے پاس اتنے لوگ مشرق کی طرف سے آتے ہیں مگر معنویت (گہرائی کی بات) کسی میں نہیں دیکھی سواء اس جوان کے“ یہ اشارہ امام محمد کی طرف تھا، حالانکہ امام مالک کے پاس امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک، وکیع، عبد الرحمن بن مہدی جیسے اعلام و جبال علم آتے تھے، گویا امام مالک نے امام محمد کو ان سب پر فضیلت دی۔

امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جب بات کرے تو اس کی کمال فصاحت و بلاغت کی وجہ سے ایسا معلوم ہو کہ قرآن مجید اسی کی زبان پر اتراء ہے البتہ امام محمد ضرور ایسے تھے میں نے ان سے ایک بخختی اونٹ کا بوجھ لکھا ہے اور بخختی اس لئے کہتا ہوں کہ وہ دوسرے اونٹوں سے زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہے میں اپنے پر امام مالک کا پھر امام محمد کا بڑا حق استاذیت مانتا ہوں اگر لوگ فقہا کے بارے میں انصاف کرتے تو مانتے کہ انہوں نے امام محمد جیسا نہیں دیکھا وہ تفقہ کے ان اسباب و وسائل پر مسلط تھے جن سے دوسرے اکابر اہل علم عاجز ہیں میں نے امام محمد سے زیادہ عقل والا انسان نہیں دیکھا جب کسی مسئلہ کی تقریر فرماتے تو قرآن مجید کی طرح ایسا منظم کلام بولتے تھے جس میں حرف آگے پیچھے کرنے کی گنجائش نہ ہوتی تھی۔

ایک دفعہ فرمایا کہ خدا نے میری دو شخصوں سے مدد کی، ابن عینہ سے حدیث میں اور محمد بن الحسن سے فتنہ میں، فرمایا جب میں پہلی دفعہ امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اپنے جگہ میں بیٹھے تھے، بہت لوگ ان کے پاس جمع تھے میں نے ان کے چہرہ پر نظر کی تو سب لوگوں سے زیادہ حسین و حمیل پایا، ان کی سفید پیشانی چمک رہی تھی اور لباس بہترین پہنے ہوئے تھے، میں نے اسی مجلس میں ان سے ایک اختلافی مسئلہ دریافت کیا میرا خیال تھا کہ اس کے بیان میں ان سے کمزوری ظاہر ہوگی یا کوئی غلطی نکلے گی لیکن وہ تو کڑی کمان کے تیر کی طرح مسئلہ کے سارے جواب پر تیزی سے گذر گئے اور اسی میں اپنے مذہب کو بھی قوی کر گئے اور پوری تقریر میں کوئی ایک غلطی بھی نہیں کی۔

ایک بار فرمایا کہ میں نے امام محمد سے زیادہ فتاویٰ کا عالم نہیں دیکھا، گویا ان کو خدا کی جانب سے توفیق ملتی تھی اور میں نے امام محمد جیسا

لہ واضح ہو کہ ابن عینہ جو امام شافعی و امام احمد کے بڑے اساتذہ حدیث میں سے ہیں امام اعظم کے حدیث میں شاگرد ہیں مسانید امام میں امام اعظم سے بکثرت روایت حدیث کرتے ہیں اور فرمایا کرتے تھے کہ میری آنکھوں نے امام ابوحنیفہ جیسا نہیں دیکھا۔

حکمت و دانائی کی باتیں کرنے والا اور دوسروں کی ناسزاپا توں کا حلم و برداشتی کے ساتھ سننے والا نہیں دیکھا (بلوغ ص ۵۵) دوسرے اقوال ہم امام شافعی کے تذکرہ میں لکھے چکے ہیں۔

امام مزنی کے سامنے کسی نے امام محمد کا کوئی قول ذکر کیا، پوچھا کون محمد؟ بتایا محمد بن الحسن تو فرمایا مر جا! خوب ذکر کیا وہ تو کاتنوں کو اچھی باتوں سے دل اور علم و سمجھ سے بھروسیتے تھے، پھر فرمایا کہ یہ میں ہی نہیں کہتا امام شافعی بھی ایسا ہی فرماتے تھے۔

حضرت داؤد طائی نے بچپن میں امام محمد کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ ”اگر یہ بچہ زندہ رہا تو اس کی بڑی شان ہوگی“، امام ابو یوسف نے امام محمد کی ابتداء جوانی میں حافظہ کی تعریف فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ کیسی عمدہ تکوار ہے مگر اس میں ذرا سازگ ہے جس کو جلاء کی ضرورت ہے، بعد کو علم الناس فرمانے لگے تھے، امام سیجی بن معین نے امام محمد کی شاگردی کی اور جامع صغیر پڑھی، محدث حسن بن ابی مالک کے سامنے جب امام محمد کے مسائل پڑھے گئے تو فرمایا کہ امام ابو یوسف بھی اس قدر زیادہ گہرا تی میں نہیں جاتے تھے۔

صیری نے ابو عبید سے یہ بھی قول نقل کیا ہے کہ میں نے امام محمد سے زیادہ کتاب اللہ کا جانے والا نہیں دیکھا اور کہا کہ امام محمد عربیت خود و حساب میں بڑے ماہر تھے، محمد بن سلام فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام محمد کی کتابیں نقل کرانے پر دس ہزار روپے خرچ کئے اور اگر مجھے پہلے سے ان چیزوں کا علم ہوتا جو بعد کو ہوا تو رجل صالح امام محمد کی کتابوں کے سوا دوسروں کی کتابوں پر وقت صرف نہ کرتا۔ (کر دری)

محدث و محقق کبیر عیسیٰ بن ابان سے پوچھا گیا کہ ابو یوسف افقہ ہیں یا محمد؟ فرمایا دلوں کی کتابوں سے اندازہ لگا تو یعنی امام محمد زیادہ فقیہ ہیں۔ (بلوغ ص ۷۵)

امام محمد کے معمولات

محمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ امام محمد نے رات کے تین حصے کر دیئے تھے ایک حصہ سونے کے لئے، ایک نماز کے لئے اور ایک درس کیلئے وہ بہت زیادہ جا گتے تھے، کسی نے کہا کہ آپ سوتے کیوں نہیں؟ فرمایا ”میں کس طرح سو جاؤں، حالانکہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم لوگوں پر بھروسہ کر کے سوئی ہوئی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی مشکل (امور شریعت کی) پیش آتی ہے تو ہم اس کو محمد کے سامنے رکھتے ہیں وہ اس کو ہمارے لئے حل کر دیتا ہے، تو اگر ہم بھی سو جائیں تو اس کی وجہ سے دین ضائع ہو گا“۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد قاضی ابن ابی عمران سے سنا کہ امام محمد رات دن میں تہائی قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے، محدث بکر بن محمد فرمایا کرتے تھے ابن ساعہ اور عیسیٰ بن ابان نے ایسی اچھی نماز پڑھنی امام محمد سے سیکھی تھی۔

امام محمد کی توثیق

خطیب نے علی بن مدینی سے توثیق نقل کی اور اسی طرح منتظم میں ابن جوزی سے اور تجھیل المخفة میں حافظ ابن حجر سے بھی توثیق ثابت ہے حافظ ذہبی نے مناقب میں لکھا کہ امام شافعی نے حدیث میں امام محمد سے جنت پکڑی ہے، اور میزان الاعتدال میں کہا کہ نسائی وغیرہ نے حفظ کے اعتبار سے امام محمد کی تسلیم کی حالانکہ وہ علم حدیث و فقہ کے بحور میں سے تھے اور امام مالک سے روایت حدیث میں قوی تھے۔

ظاہر ہے کہ جو شخص امام مالک سے چند روز کے اندر احادیث سن کر ان کی روایت میں قوی مانا گیا ہو وہ ان احادیث کے یاد رکھنے میں کس طرح ضعیف قرار دیا جا سکتا ہے جن کے سنتے سنانے میں اس نے ساری عمر صرف کی تھی مگر اہل جرح کا تو عجیب حال ہے وہ تو بقول حافظ ابن دقيق العید کے دوزخ کے کنارے پر بیٹھے ہیں (یعنی کوئی توجہ کا ٹھیکیدار بنتا ہے انہوں نے دوزخ کا ٹھیکیدار بننا پسند کیا ہے)

سبط ابن الجوزی نے مرآۃ الزمان میں علماء سیرے امام محمد کا امام، جنت اور تمام علوم میں بصر ہونا نقل کیا ہے اور حافظ عینی نے رجال معانی الآثار میں ابن جوزی کی کتاب الفعفاء کی اس امر کی روایت و درایت سے تغلیط کی ہے کہ امام احمد اور ابن معین نے امام محمد کی شان میں کوئی تنقیص کی ہو (ص ۹۵ بلوغ)

امام محمد شفیعہ حافظہ حدیث تھے

اگرچہ حافظہ ہبی نے امام محمد کو تذکرہ الحفاظ میں نظر انداز کر دیا مگر ان سے کئی سوال پہلے علامہ ابن عبد البر نے تمہید میں دارقطنی کی غراب مالک سے نقل کیا کہ امام مالک نے "موطاً" میں رفع یہ دین وقت رکوع ذکر نہیں کیا البتہ غیر موطاً میں ذکر کیا ہے جس کو بیش ثقات حفاظ نے روایت کیا ہے ان میں سے محمد بن الحسن شیبائی، تکمیلقطان، عبد اللہ بن مبارک، عبد الرحمن بن مہدی، ابن وہب وغیرہم ہیں۔ (نصب الرایص ۲۰۸ ج ۱)

حافظہ ابن تیمیہ کا امام شافعی کے تلمذ امام محمد ایسی حقیقت سے انکار

یہاں علامہ ابن عبد البر اور دارقطنی نے امام محمد کو نہ صرف شفیعہ حافظہ کہا بلکہ دوسرے اکابر حفاظہ حدیث سے ان کو مقدم کیا فافهم و تذکرہ لا تکن من الغافلین۔

امام شافعی نے امام ابو یوسف[ؑ] سے بھی بواسطہ امام محمد احادیث کی روایت اپنی کتاب الام میں اور مندرجہ میں کی ہے (الانتقام لابن عبد البر ص ۶۹ ج ۱) علامہ شبیل نے سیرۃ النعمان کے آخر میں امام محمد کے حالات میں لکھا ہے کہ "ابن تیمیہ نے امام شافعی کی شاگردی سے انکار کیا تھا لیکن حق کو کون دھا سکتا ہے، تاریخ و رجال کی سینکڑوں کتابیں موجود ہیں وہ کیا شہادت دے رہی ہیں؟" حافظہ ابن تیمیہ کے انکار پر ناظرین کو حیرت ہو گئی مگر کسی وجہ ہی سے قابو ہے بڑے لوگوں نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ امام شافعی کے اس سفر عراق کی روایت ہی کوتاری کے اور اقی میں سے نکال دیا جائے جس میں انہوں نے ایک دو سال بھی نہیں تقریباً دو سال امام محمد کی خدمت میں رہ کر فقہ و حدیث میں غیر معمولی کمالات حاصل کئے تھے، اگر حافظہ ابن تیمیہ جیسے وسیع النظر علامہ امام شافعی کے تلمذ سے انکار کر سکتے ہیں تو آجکل کے کچھ بیکن نظر، کم حوصلہ غیر مقلد بھائی، امام سفیان بن عینہ (شیخ امام شافعی) کے تلمذ امام عظیم[ؑ] سے انکار کر دیں تو کیا حیرت کی بات ہے؟ اس عجائب زار دنیا میں سب ہی چیزیں تعجب خیز ہیں اگر حقیقت میں کسی بات پر بھی تعجب نہ ہونا چاہئے۔ نعم! ان فی ذلک لعبرة لا ولی الابصار۔

تصانیف امام محمد

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیفات کی تعداد بہت زیادہ ہے قریب ایک ہزار تک بھی کبھی جاتی ہے دن و رات کتابیں لکھتے تھے، اپنے تصانیف کے کمرہ میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے رہتے تھے، مشغولیت اس درجہ تھی کہ کھانے کپڑے کا بھی ہوش نہ تھا، دس روپی عورتیں نقل کتب پر مأمور تھیں، امام محمد نے ایک ادارہ کی برابر تصانیفی خدمات انجام دیں، گھروالوں سے کہہ دیا تھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو میرے دکیل سے کہو، کوئی ضروری بات کہنی ہوتی تو صرف اشارہ فرماتے تھے، یحیم شیخم آدمی تھے لیکن بہت کم سوتے تھے، موئی آدمی کیش بلغی مزاج اور بلید ہوتے ہیں مگر امام محمد بلا کے ذہن و ذکر کی تھے، ان کی تصانیف میں سے حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں اور یہی کتابیں فقہ حنفی کی اصل اصول خیال کی جاتی ہیں، کیونکہ امام صاحب کے مسائل روایتیاں میں مذکور ہیں۔

مبسوط: اس میں امام محمد نے اس کو سب سے پہلے تصانیف کیا ہے۔

موطاً امام محمد: حدیث میں امام محمد کی مشہور کتاب ہے جو امام مالک کی دوسری موطاوں سے علمی و فقی احتیار سے زیادہ بلند ہے۔

جامع صغیر: اس کتاب میں امام محمد نے امام ابو یوسف کی روایت سے امام عظیم[ؑ] کے تمام اقوال لکھے ہیں کل ۵۳۲ مسائل ہیں جن میں سے ۷۷ مسائل میں اختلاف رائے بھی کیا ہے، اس میں تین قسم کے مسائل ہیں۔

۱۔ جن کا ذکر بجز اس کتاب کے اور کہیں نہیں ملتا۔ ۲۔ جو دوسری کتب میں بھی ہیں مگر ان کتابوں میں امام محمد نے یہ تصریح نہیں کی تھی کہ

یہ خاص امام صاحب کے مسائل ہیں، اس کتاب میں تصریح کر دی ہے۔ اور کتابوں میں بھی مذکور تھے مگر اس کتاب میں ایسے طرز پر لکھے ہیں کہ ان سے نئے فوائد مستنبط ہوتے ہیں، اس کتاب کی تقریباً چالیس شروح لکھی گئیں، متفقین کے یہاں فقہ میں یہی کتاب درس میں پڑھائی جاتی تھی، ہندوستان میں بھی طبع ہوئی ہے۔

جامع کبیر: اس میں امام صاحب کے اقوال کے ساتھ امام ابو یوسف و امام زفر کے اقوال بھی لکھے ہیں، ہر مسئلہ کی دلیل لکھتے ہیں یہ جامع صغیر سے زیادہ دشوار اور اس کے معانی ریقیق ہیں، بعد کے فقهاء نے اصول فقہ کے مسائل بھی زیادہ تر اسی کتاب کی روشنی میں اخذ کئے ہیں، بڑے بڑے نامور فقهاء نے اس کی شرحیں لکھیں، ان میں ۲۲ کا ذکر کشف الظنون میں ہے جو کہ احیاء المعرف حیدر آباد سے شائع ہوئی ہے۔ مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان ص ۶۳۳ ج ۸ (طبع حیدر آباد) میں ملک معظم عیسیٰ بن عادل ابی بکر بن یوہب کے ذکر میں علامہ سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ آپ نے علامہ حصیری سے فقہ حنفی حاصل کیا مسعودی کو یاد کیا اور جامع کبیر کو خاص طور سے پڑھا اور یاد کیا، پھر جامع کبیر کی شرح کئی جلدیں میں تصنیف کی جیسا کہ حدائق حنفی میں لکھا ہے، بڑے عالم ہوئے متصلب حنفی تھے، ان کے اور ان کے والد کے سوابی ایوب میں کوئی حنفی نہیں ہوا، ان کے والد نے ایک روز کہا کہ تم نے امام ابو حنفیہ کا مذہب کیوں اختیار کیا حالانکہ تمہارا سارا خاندان شافعی ہے؟ کہا کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ آپ کے خاندان میں ایک بھی شخص مسلمان ہو، آپ نے فقہاء کو حکم دیا کہ میرے لئے صرف امام ابو حنفیہ کا مذہب صاحبین کے مذہب سے الگ کر دو تو انہوں نے دس مجلدات میں امام صاحب کا مذہب الگ کر دیا آپ نے اس کا نام ”تذکرہ“ رکھا اور سفر حضر میں ہر وقت اس کو ساتھ رکھتے تھے اور مطالعہ کیا کرتے تھے اور تمام مجلدات کو حفظ یاد کیا تھا، ہر جلد کو یاد کر کے آخر میں لکھتے تھے کہ میں نے اس کو حفظ کر کے ختم کیا اور دستخط کرتے تھے۔

صاحب مرآۃ کا بیان ہے کہ میں نے دیکھ کر کہا کہ لوگ اعتراض کریں گے کہ شام کا بڑے سے بڑا مدرس تو باوجود فراغت کے صرف قدومنی حفظ کرتا ہے اور آپ نے باوجود ملکی مداری و مشاغل مہمہ کثیرہ کے دس صفحیں جلدیں حفظ کر لیں اور آپ سب جلدیں پر اپنے قلم سے دستخط کرتے ہیں لوگوں کو کس طرح اعتبار آئے گا؟ کہا الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا معانی و مطالب کا ہوتا ہے، لا و! کہیں سے بھی دس جلدیں میں سے مجھ سے سوال کرو اگر کوئی غلطی نکلے تو تمہاری بات تسلیم ورنہ میری تحریر پر اطمینان کرو۔ (مرآۃ)

زیادات: جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروع یاد آتے رہے وہ اس کتاب میں درج کئے اور اسی لئے اس کو ”زیادات“ کہتے ہیں۔

کتاب الحج: امام محمد، امام اعظم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور تین برس امام مالک کی خدمت میں رہے، ان سے موطا بھی پڑھی، اہل مدینہ کا طریق تفقہ جدا تھا، بہت سے مسائل میں وہ لوگ امام ابو حنفیہ سے اختلاف رکھتے تھے، امام محمد نے مدینہ طیبہ سے واپس ہو کر یہ کتاب لکھی اس میں پہلے وہ فقہی باب باندھتے ہیں پھر اہل مدینہ کا قول نقل کرتے ہیں اور احادیث، آثار و قیاس سے ثابت کرتے ہیں کہ امام ابو حنفیہ کا مذہب راجح و صحیح ہے کہیں کہیں اہل مدینہ کے عمل بالحدیث کے دعویٰ کو بھی چیلنج کیا ہے اور بتلایا ہے کہ ان کا عمل صریح حدیث کے خلاف ہے، علم الخلاف امام محمد کی ایجاد ہے اور کتاب مذکور اس طرز کی پہلی تصنیف ہے جس میں موافق و مخالف احادیث و آثار جمع کر کے محاکمه کیا گیا ہے عرصہ ہوا مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے ۳۹۲ صفحات پر طبع ہو کر شائع ہوئی تھی اب نادر ہے حضرت علامہ مولانا مفتی مہدی حسن صاحب کے بہترین محققانہ حواشی کے ساتھ پھر ان شاء اللہ عنقریب ادارہ احیاء المعرف حیدر آباد کن سے شائع ہو گی۔

سیر صغیر: یہ کتاب سیر پر ہے، امام او زائی نے اس کو دیکھا تو تعریف کی مگر بطور طنز کے یہ بھی کہا ”اہل عراق کو فن سیر سے کیا نسبت؟ امام محمد نے یہ جملہ سنات تو سیر کبیر لکھنی شروع کی۔

سیر کبیر: اس کو ۲۰ خیم اجزاء، میں مرتب کیا اور تیاری کے بعد ایک خپر پر لدا کر خلیفہ ہارون رشید کے پاس یجائے کا ارادہ کیا، خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے از راہ قد ردانی شہزادوں کو استقبال کے لئے بھیجا اور ان کو بُدایت کی کہ امام محمد سے اس کی سند حاصل کریں، امام اوزاعی نے بھی اس محققانہ کتاب کی بہت تعریف فرمائی۔

رقیات وغیرہ: رقد کے قیام میں جوفقد کا مجموعہ تیار کیا وہ رقیات کہلاتا ہے اسی طرح اور کتاب میں کیمانیات، جرجانیات، ہارونیات وغیرہ تصنیف کیں لیکن یہ کتاب میں اصطلاح فقهاء میں ظاہر الرؤیۃ میں داخل نہیں بلکہ کتاب انچ بھی اس سلسلہ سے خارج ہے واللہ اعلم و عالمہ اتم و حکم۔ شرف الدین ملک عیسیٰ بن عادل جن کا ذکر ص ۲۰۳ پر ہو چکا، انہوں نے ہی خطیب بغدادی کا مشہور و معروف رد "اہم المصیب فی الرذلی الخطیب" لکھا جو مکتبہ اعزاز یہ دیوبند سے عرصہ ہوا چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور ہر خلقی عالم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

ملک موصوف ۶۷ھ میں قاہرہ (مصر) میں پیدا ہوئے) مصر میں ساڑھے آٹھ سال با درشاہر ہے پھر دمشق (شام) میں سلطنت کی عیسائی حکمرانوں سے بڑے بڑے معرکے جہاد کے انجام دیئے، علماء کی بڑی عزت کرتے تھے، جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہمہ وقت کر برستہ رہتے تھے بڑے بہادر، مدبر اور حنفی سیر چشم تھے ۶۲۲ھ میں وفات پائی اور دمشق میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

اہم المصیب شرف الدین ملک معظم جیسی حنفی موصوف الذکر کی تصنیف ہے ان کے والد سیف الدین ملک عادل ابو بکر بن ایوب شافعی کی تصنیف نہیں ہے جیسا کہ غلطی سے مطبوع نہیں میں ان کی طرف منسوب ہو گئی ہے کیونکہ والد ماجد شافعی تھے، دوسرے ان کا انتقال ۶۱۸ھ میں ہو چکا تھا اور یہ تصنیف ۶۲۱ھ کی ہے واللہ اعلم۔

جامع کبیر کی عظمت و قدر اور امام اعظم کے مجموعہ اقوال کے ۲۰ مجلدات (تذکرہ) کی اہمیت کے پیش نظر یہاں ملک موصوف اور ان کی مشہور تصنیف اہم المصیب کا ذکر کیا گیا، مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان علامہ سیوط ابن الجوزی حنفی نے (جو پہلے حنبلی تھے پھر متصل حنفی ہو گئے تھے) چالیس جلدوں میں تصنیف فرمائی تھی مگر اس وقت اس کے صرف دو جزو جلد شامن کے حیدر آباد سے چھپے ہیں۔

کتب تاریخ میں یہ واقعہ بھی نقل ہوا ہے کہ ایک بڑا انفراتی عالم، علماء اسلام سے مناظرے و مباشرے کیا کرتا تھا، دین اسلام سے خوب واقف تھا مگر مسلمان نہ ہوتا تھا، امام محمد نے جامع کبیر تصنیف کی تو اس کو پڑھ کر وہ مسلمان ہو گیا اور کہا کہ یہ تمہارے چھوٹے محمد کی کتاب جب اس قدر علوم و کمالات کا مجموعہ ہے تو تمہارے بڑے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علوم لکھنے اونچے ہوں گے یہ بھی کہا کہ اگر جامع کبیر کا مصنف نبوت کا دعویٰ کرتا اور کتاب کو مجزہ قرار دیتا تو کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اور سب کو اسی پر ایمان لانا پڑتا، بعض نے یہی واقعہ اسلام لانے کا امام محمد کی کتاب مبسوط کے بارے میں بیان کیا ہے، غرض جامع کبیر کے بارے میں تو کوئی شک نہیں کہ وہ دقائق و حقائق سے بھری ہوئی ہے، اسی طرح جامع صغیر اس زمانہ میں بلکہ سیمنٹریوں سال تک داخل درس رہی ہے، سید الحفاظ امام رجال و حدیث ابن معین کے حالات میں نقل ہوا ہے کہ انہوں نے جامع صغیر امام محمد سے پڑھی اور سید الحفاظ سید القطان شیخ امام احمد (علی بن المدینی) نے جامع صغیر امام ابو یوسف سے پڑھی ہے۔

۳۳- امام علی بن مسہر قریشی کوفی (م ۱۸۹ھ)

مشہور صاحب درایت و روایت جلیل القدر محمد فیقیہ اور امام صاحب کے ان اصحاب و تلامذہ میں سے تھے جو حدیث و فقہ کے جامع اور شریک مدد وین فقہ تھے حدیث میں امام اعشنم اور ہشام بن عروہ وغیرہ کے بھی تلمیذ ہیں آپ سے ہی سفیان ثوری نے امام ابو حنیفہ کا علم حاصل کیا اور ان کی کتابیں نقل کرائیں، مدت تک موصل کے قاضی رہے، اصحاب صحابہ کے کبار شیوخ میں ہیں۔ (حدائق الحنفیہ)
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مسانید میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں (جامع مسانید امام اعظم ص ۵۰۸)

۳۴- امام یوسف بن خالد سمیٰ (م ۱۸۹ھ)

امام اعظم کے تلامذہ واصحاب میں مشہور عالم، نقیہ کامل و محدث شفیع تھے، مددوین فقہ میں شریک رہے، پہلے بصرہ کے مشہور فقہاء سے فقہ و حدیث حاصل کی، امام صاحب سے مسانید میں روایت کی ہیں، امام صاحب کی خدمت میں کوفہ حاضر ہوئے اور فقہ و حدیث کی تکمیل آپ سے کی، نقل ہے کہ امام صاحب سے چالیس ہزار مسائل مشکلہ حل کئے، امام شافعی کے استاد ہیں، امام طحاوی نے لکھا کہ میں نے مزني سے تناہیوں نے امام شافعی سے نقل کیا کہ یوسف بن خالد خیارامت میں سے ہیں۔ (حدائق و جواہر)

جب یہ امام صاحب کی خدمت سے رخصت ہو کروائے وطن بصرہ واپس ہوئے تو امام صاحب نے ان کو نصیحت کی تھی کہ بصرہ میں ہمارے حاسد و مخالف بھی ہیں تم ممتاز مندوسر پر بیٹھ کر یہ نہ کہنے لگنا کہ ابوحنیفہ نے یہ کہا اور وہ کہا ورنہ وہ لوگ تمہیں ذلیل کر کے نکال دیں گے، لیکن اپنے کمال علم و فضل پر گھمنڈ کر کے انہوں نے امام صاحب کے فرمانے کا کچھ خیال نہ کیا، چنانچہ لوگوں نے مخالفت کی، الزامات لگائے تھیں گھڑیں اور بدنام کر کے مندوسر سے ہٹا دیا، پھر ان ہی اتهامات کی بناء کر کے (اگر چہ وہ غلط تھے) بعض رجال والوں کو بھی آپ کے بارے میں کلام کرنے کا موقعہ ہاتھ آگیا اور کچھ لوگ کثرت سے برائیاں سن کر غلط فہمی میں بھی بتلا ہوئے ہوں گے کیونکہ امام شافعی کا ان کو اخیار میں سے قرار دینا اور مدح و توثیق کرنا و مسروں کے مقابلے میں راجح ہے خصوصاً جب کہ یہ بھی معلوم ہے کہ لوگوں نے ان کے خلاف محض تعصّب و عناد کی وجہ سے پروپیگنڈا کیا ہے۔

ان کے بعد جب امام زفر بصرہ گئے ہیں تو انہوں نے بڑی حسن مدد بر سے کام لیا اور امام صاحب کے علم و فضل و امامت کا سکھہ ساکنین بصرہ کے قلوب پر بٹھا دیا جس کی تفصیل امام زفر کے حالات میں لکھی گئی ہے۔

۳۵- امام عبد اللہ بن اورلیس کوئی (ولادت ۱۱۵ھ، م ۱۹۲ھ)

محدث، شفیع، صاحب سنت و جماعت، کثیر الحدیث، اصحاب امام و شرکاء مددوین فقہ میں سے ہیں، امام اعظم، امام مالک، یحییٰ بن سعید انصاری، اعمش، ابن جریج، ثوری، شعبہ کے حدیث میں شاگرد ہیں، ابن مبارک اور امام احمد وغیرہ ان کے شاگرد ہیں، ابن معین نے فرمایا کہ عبد اللہ ہر چیز میں شفیع تھے، ابو حاتم نے کہا کہ جھٹ تھے، ان کی مرویہ احادیث سے استدلال متعین ہے اور وہ امام تھے انہر مسلمین میں سے، امام نسائی و عجمی نے شفیع کہا، ابن سعد نے شفیع، مامون، کثیر الحدیث کہا، صحاح ستہ کے روأۃ ہیں، ان کی وفات کے وقت صاحبزادی رونے لگیں تو فرمایا مرتود میں نے اس گھر میں چار ہزار ختم قرآن مجید کے کئے ہیں۔ (جوادر و امامی الاحجار)

امام بخاری نے تاریخ میں ذکر کیا کہ امام مالک نے بھی ان عبد اللہ بن اورلیس سے روایت کی ہے، محدث خوارمی نے لکھا کہ اس طرح وہ امام مالک کے شیخ ہوئے اور امام مالک شیخ شیوخ بخاری و مسلم و امام شافعی و احمد ہیں، اس جلات قدر کے ساتھ امام اعظم رضی اللہ عنہ، سے مسانید میں روایت کرتے ہیں، رضی اللہ عنہم جمیعن۔ (جامع المسانید ص ۵۰۸ ج ۲)

۳۶- امام فضل بن موسی السیناٹی (ولادت ۱۱۵ھ، م ۱۹۲ھ)

مشہور محدث فقیہ حضرت ابن مبارک کے ساتھیوں میں سے امام اعظم کے تلمیذ خاص و شریک مددوین فقہ ہیں، ابن مبارک کے برابر عمر علم میں سمجھے جاتے تھے، حدیث لیث، اعمش، عبد اللہ بن ابی سعید بن ابی ہند وغیرہ سے بھی حاصل کی اور امام اعظم کے مسانید میں امام صاحب سے بہ کثرت روایت کی ہے، اخْتَنَ بن راہویہ، محمود بن غیلان، یحییٰ بن الْمُتَّمَّبِ علی بن حجر وغیرہ فن حدیث میں ان کے تلمیذ ہیں۔

ان کی کرامت کا مشہور قصہ ہے کہ ان کی علمی شہرت کی وجہ سے کثرت سے شاگرد جمع ہوئے تو دوسروں کو ان پر حسد ہو گیا اور بد خواہوں نے کسی عورت کو بہہ کا کران پر تھمت رکھوادی، وہ اس بات سے ناراض ہو کر سینان سے چلے گئے اور اس علاقہ میں نقط سالی ہو گئی اونٹ نادم و پریشان ہو کر ان کے پاس گئے اور واپس آنے کی درخواست کی، انہوں نے کہا پہلے اپنے جھوٹ کا اقرار کرو جب اقرار کر لیا تو فرمایا کہ میں جھوٹوں کے ساتھ رہنے سے معذور ہوں، رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔ (جوہر مضیہ)

٣٧-امام علی بن ظیبان (متوفی ۱۹۲ھ)

محمدث، فقیہ، عالم و عارف، صاحب ورع، و تقوی، امام اعظم کے تلمیذ و شریک تدوین فقہ تھے، ابتداء میں مشرقی بغداد کے قاضی رہے پھر ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضاۃ ہو گئے تھے، ہمیشہ بوریے پر بیٹھ کر فیصلے دیتے تھے، آپ سے کہا گیا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ سے پہلے قضاۃ مند پر بیٹھتے تھے، فرمایا ”مجھے شرم آتی ہے کہ میرے سامنے دو مسلمان بھائی تو بوریے پر بیٹھیں اور میں مند پر بیٹھ کراجلas کروں“۔

ابن ماجہ نے آپ سے تجزیع کی اور حاکم نے مستدرک میں بھی روایت کی اور صدقہ کہا، امام صاحب کے ان بارہ اصحاب میں سے تھے جن کی صلاحیت قضا کی طرف امام صاحب نے اشارہ فرمایا تھا، یعنی ابو یوسف وغیرہ کے طبقہ میں تھے۔ (جوہر وحدائق)

۳۸-امام حفص بن غیاث (م ۱۹۲ھ)

مشہور و معروف عالم، محدث، شیعہ، فقیہ، زاہد و عابد، امام اعظم کے ممتاز کبار اصحاب و شرکاء تدوین فقہ تھے، امام اعظم سے مسانید امام میں بہ کثرت احادیث روایت کی ہیں۔ (جامع المسانید ص ۲۳۰ ج ۲)

امام صاحب نے جن اصحاب کو وجہ سرور اور دافع غم فرمایا تھا یہ بھی ان میں سے ہیں، امام صاحب سے فقہ میں بھی تخصص کا درجہ حاصل کیا اور حدیث امام ابو یوسف، ثوری، عمش، ابن جرتج، اسماعیل بن ابی خالد، عاصم احوال، ہشام بن عروہ وغیرہ سے بھی حاصل کی، آپ کے تلامذہ یہ ہیں، عمر بن حفص، امام احمد، ابن معین، علی بن المدینی، ابن معتق، یحییٰ القطان وغیرہ۔

اصحاب صحاح نے بھی آپ سے تخریج کی، ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ آپ کوفہ میں تیرہ ۱۳ سال اور بغداد میں دو سال تک
دارالقضا کے متولی رہے، رحمۃ اللہ رحمۃ واسعة (حدائق)

-۳۹- امام وکیع بن الجراح (م ۱۹ھ) عمر ۷۰ سال

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اس طرح لکھا الامام الحافظ الثبت، محدث العراق، احمد الدائمة الاعلام، وکیع بن الجراح اصحاب صحابت کے شیوخ و رواۃ میں ہیں، فقد و حدیث کے امام، عابد، زاہد، اکابر تنج تابعین سے، امام شافعی و امام احمد کے شیخ، ابوسفیان کنیت تھی، امام اعظم سے فقهہ میں درجہ تخصص حاصل کیا اور حدیث امام صاحب، امام ابو یوسف، امام زفر، ابن جردن، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، او زاعی، عمش وغیرہ سے حاصل کی، حضرت عبداللہ بن مبارک، امام احمد بن معین، علی بن مدینی، ابن راهویہ، احمد بن منیع، یحییٰ بن اکثم وغیرہ کبار محدثین آپ کے تلامذہ حدیث ہیں۔

یحییٰ بن اکشم کا بیان ہے کہ میں سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا، ہمیشہ روزہ رکھتے، ہر رات ختم قرآن مجید کرتے، کم از کم ایک ثلث سونے سے پہلے پڑھ لیتے باقی اخیر شب میں پڑھتے ابن معین کہتے تھے کہ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، کسی نے کہا کیا ابن مبارک کو بھی نہیں؟ کہا بے شک ان کو فضل ہے لیکن میں نے وکع سے افضل کوئی نہیں دیکھا، امام احمد کو ان کی شاگردی پر فخر تھا جب ان سے حدیث روایت کرتے تو فرماتے کہ یہ حدیث مجھ سے ایسے شخص نے روایت کی ہے کہ تمہاری آنکھوں نے اس کا مثل نہ دیکھا ہوگا۔

امام صاحب کی خدمت میں بہت رہے اور بہت بڑا حصہ علم کا ان سے حاصل کیا، شرکاء تدوین فقہ میں ہیں، امام صاحب ہی کے قول پر فتویٰ دیتے اور یحییٰ القطاں آپ کے اور امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، امام عظیم سے مسانید امام میں روایت کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جوہر مضیٰ وحدائق الحفیہ)

۵۰- امام ہشام بن یوسف (م ۱۹۷ھ)

محدث، فیہ، امام صاحب کے تلمیذ خاص اور اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، امام صاحب سے مسانید الامام میں روایت کرتے ہیں، بخاری شریف اور سنن اربعہ میں آپ سے تخریج کی گئی ہے آپ نے معاشر، ابن جریح، قاسم بن فیاض، ثوری، عبد اللہ بن بحیر بن ریسان وغیرہ سے بھی روایت کی اور آپ سے امام شافعی، علی بن مدینی، ابن معین، اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے بھی روایت کی، محدث عبدالرازاق (صاحب مصنف مشہور) کا قول ہے کہ اگر تم سے قاضی یعنی ہشام بن یوسف حدیث بیان کریں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ کسی اور سے روایت نہ کرو، ابو حاتم نے آپ کو شقة متقن کہا، عجلی نے شقة کہا، ابن حبان نے بھی آپ کو شقات میں ذکر کیا، امام احمد نے فرمایا کہ عبدالرازاق کا علم ہشام سے زیادہ اوسع ہے اور ہشام ان سے منصف میں زیادہ ہیں، حاکم نے شقة ما مون کہا، خلیلی نے شقة علیہ شقة ہیں ان سے تمام ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (تہذیب العہد یہ ص ۵۸ ج ۱۱ و جامع المسانید)

۵۱- امام نقد رجال یحییٰ بن سعید القطاں البصري (م ۱۹۸ھ عمر ۸۷ سال)

حافظ ذہبی نے الامام الغلام، سید الحفاظ کے لقب سے ذکر کیا، ابوسعید کنیت تھی، حدیث کے امام حافظ، شقة، متقن، قدودہ تھے، امام مالک سفیان بن عینہ (تلمیذ امام عظیم فی الحدیث) اور شعبہ وغیرہ سے حدیث حاصل کی، آپ سے امام احمد، ابن الدینی اور ابن معین وغیرہ نے روایت کی، ان کے درس حدیث کا وقت عصر سے مغرب تک تھا، نماز عصر کے بعد منارہ مسجد سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے اور سامنے امام احمد، ابن مدینی (شیخ اکبر امام بخاری) عمرو بن خالد، شاذ کوفی اور یحییٰ بن معین کھڑے ہو کر حدیث کا درس لیتے تھے، مغرب تک نہ وہ کسی سے بیٹھنے کے لئے فرماتے نہ ان کے رعب و عظمت کے سبب خود ان میں سے کسی کو بیٹھنے کی جرأت ہوتی۔

اصحاب صحابہ نے آپ سے تخریج کی، امام عظیم کے حدیث و فقہ میں شاگرد اور تدوین فقہ کی مجلس کے رکن رکیں تھے، تاریخ خطیب میں ابن معین کے حوالہ سے لفظ ہے کہ یحییٰ القطاں خود فرماتے تھے "واللہ! ہم امام صاحب کی خدمت میں بیٹھے ان سے حدیث سنی اور واللہ! جب بھی میں ان کے چہرہ مبارک کی طرف نظر کرتا تو مجھے یقین سے معلوم ہوتا کہ وہ خداۓ عزوجل سے ڈرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا کہ ہم نے امام صاحب کے اکثر اقوال لیے ہیں اور امام صاحب ہی کے مذهب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، میں سال تک روز نہ ایک ختم قرآن مجید کا کرتے تھے اور چالیس سال تک ظہر کے وقت مسجد سے زوال فوت نہیں ہوا، یعنی ہمیشہ زوال سے قبل مسجد میں پہنچ جاتے تھے اور کسی نماز کے وقت جماعت مسجد سے تخلف نہ کرتے تھے کہ دوسری مساجد میں جماعت کی تلاش کرتے۔

فن رجال کے بہت بڑے عالم تھے، حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں لکھا کہ فن رجال میں سب سے پہلے انہوں نے لکھا پھر ان کے تلامذہ یحییٰ بن معین، علی بن الدینی، امام احمد، عمرو بن الفلاس، ابو خثیمہ وغیرہ نے اس فن میں لکھا پھر ان کے تلامذہ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے، امام احمد کے قول ہے کہ میں نے یحییٰ القطاں کا مثل نہیں دیکھا، رواۃ کی تقدیم میں اس قدر کمال تھا کہ ائمہ حدیث کا قول تھا جس کو یحییٰ القطاں چھوڑ دیں گے اس کو ہم بھی چھوڑ دیں گے۔

باوجود اس فضل و کمال کے خود امام عظیم کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے (فتح المغیث، جواہر مضیٰ، تہذیب "ترجمہ امام صاحب و ترجمہ

بھی القطاں، میزان الاعتدال) معلوم ہوا کہ سید الخفاظ تھی القطاں کے زمانہ میں اور آپ کے تلامذہ کے دور میں بھی امام صاحب واصحاب امام کے بارے میں کوئی کلام نہ تھا اور بڑے بڑے محدثین و ناقدین فن رجال بھی ان کا اتباع کرتے اور ان کے اقوال پر فتویٰ دیتے تھے، بعد کو ان کے تلامذہ امام بخاری وغیرہ کے دور میں امام صاحب کے صحیح حالات و مذہب سے تاواقفیت اور غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے امام صاحب اور آپ کے بہترین مذہب سے بدگمانیاں شروع ہو گئیں، ان باقتوں کے جو برے اثرات خود فن حدیث و فقہ کی عظمت و مقبولیت پر پڑے ان کی طرف اشارہ، ہم ابتداء میں کرائے ہیں۔

۵۲-امام شعیب بن الحسن مشقی (م ۱۹۸۲ء سال)

امام اعظم کے اصحاب و شرکاء مددوین فقہ میں سے بڑے پایہ کے محدث و فقیہ تھے، آپ امام اوزاعی، امام شافعی اور ولید بن مسلم کے طبقہ میں تھے، امام بخاری، مسلم، ابو داؤد ونسائی اور ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی۔ (حدائق)

امام نسائی نے آپ کو امام اعظم کے ثقة، اصحاب میں شمار کیا، علامہ ابن حزم نے فقهاء شام میں طبقہ امام اوزاعی وغیرہ میں ذکر کیا، امام اعظم، ہشام بن عروہ، اوزاعی، ابن جریح وغیرہ سے حدیث حاصل کی، لیث بن سعد وغیرہ نے آپ سے روایت کی، مسانید امام اعظم میں امام صاحب سے روایت حدیث کرنے والوں میں ہیں۔

۵۳-امام ابو عمر و حفظ بن عبد الرحمن بلخی (م ۱۹۹ھ)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں محدث، صدوق، تمام خرسانی تلامذہ امام میں سے افقہ اور شرکاء مددوین فقہ میں سے تھے، اسرائیل حاجج بن ارطاة اور ثوری وغیرہ سے روایت کی، نیساپور کے قاضی ہوئے لیکن پھر نادم ہو کر قضاۓ کو چھوڑ دیا اور عبادت الہی میں مشغول ہو گئے، ابو داؤد ونسائی نے آپ سے تخریج کی ہے۔

ابو حاتم ونسائی نے آپ کو صدقہ کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، حضرت عبد اللہ بن مبارک جب نیساپور میں مقیم ہوتے تو آپ کی زیارت و ملاقات ان کے معمولات کا جزو ہوتی تھی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (جوہر مرضیہ وحدائق الحفیہ)

۵۴-امام ابو مطیع حکیم بن عبد اللہ بن سلمہ بلخی (م ۱۹۹ھ)

علامہ کبیر اور محدث و فقیہ شہیر تھے، امام صاحب کے اصحاب و شرکاء مددوین فقہ میں سے تھے، امام صاحب سے "فقہاً کبر" کے راوی بھی ہیں، حدیث امام صاحب، امام مالک، ابن عون اور ہشام بن حسان وغیرہ سے روایت کی اور آپ سے احمد بن منیع، خلاد بن اسلم وغیرہ نے روایت کی، حضرت عبد اللہ بن مبارک آپ کے علم و فضل اور تدین کی وجہ سے بہت عظمت و محبت کرتے تھے، مدت تک بلخ کے قاضی رہے، امر بالمعروف اور نبی منکر کا بہت زیادہ اہتمام رکھتے تھے کئی بار بغداد آئے اور درس حدیث دیا۔

محدث ابن رزین (تمیذابی مطیع) کا بیان ہے کہ میں ان کے ساتھ بغداد پہنچا تو امام ابو یوسف نے ان کا استقبال کیا، گھوڑے سے اتر گئے اور ان کا ہاتھا پہنچاںے ہاتھ میں لے کر مسجد میں داخل ہوئے وہاں بیٹھ کر علمی مسائل پر گفتگو و بحث کی، حضرت عبد اللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ ابو مطیع بلخی کا احسان تمام دنیا والوں پر ہے۔

بظاہر اس کا اشارہ مددوین فقد کے سلسلہ میں ان کی گرانقدر آراء و معلومات فقہی حدیثی کی طرف ہو گا اسی لئے تو امام ابو یوسف جیسے اول درج کے حنفی فقیر بھی ان کی تعظیم کرتے اور ان کی رائے علم سے مستفید ہوتے تھے، افسوس ہے کہ ان چالیس فقهاء شرکاء مددوین فقد کے الگ

الگ علمی امتیازات کی تفصیلات بھی تک دستیاب نہ ہو سکیں جو تاریخ فقہ و حدیث کا اہم ترین باب ہے۔ رحمہم اللہ کلہم رحمة واسعة (جامع المسانید، جواہر مصیہ وحدائق حنفیہ)

۵۵-امام خالد بن سلیمان بنجی (م ۱۹۹ھ عمر ۸۳ سال)

محدث و فقیہ امام عظیم کے تلامذہ میں سے اہل بنجی کے امام اور شرکاء مجلس تدوین فقہ و حدیث کا اہم ترین باب ہے۔ رحمہم اللہ کلہم رحمة واسعة (جامع المسانید، جواہر مصیہ وحدائق حنفیہ)

۵۶-امام عبد الجید بن عبد الرحمن الکوفی الحمانی (م ۲۰۳ھ)

محدث جلیل القدر، فقیہ عالی مرتبت امام عظیم کے اصحاب و تلامذہ حدیث و فقہ میں سے اور شریک تدوین فقہ تھے، امام صاحب کے علاوہ امام عمش اور شوری سے بھی حدیث پڑھی، امام عظیم سے جامع المسانید میں ان کی روایات ہیں (جوہر مصیہ و جامع المسانید ص ۵۰۹ ج ۲)

امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے رجال میں ہیں، ابن معین نے ثقہ کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، ابن عذر نے کہا کہ ان سے اور ابن کے بیٹے سے حدیث لکھی جاتی ہے۔ (تمہذیب)

آپ کے صاحبزادے حافظہ بکیر امام بیکی بن عبد الجید الحمانی الکوفی صاحب المند ہیں (م ۲۲۸ھ) ابو حاتم کہتے ہیں کہ میں نے ان کے بارے میں سید الخفاظ ابن معین سے سوال کیا تو فرمایا ان کے بارے میں کیا بات ہے کیوں پوچھتے ہو، پھر اچھی رائے ظاہر کی اور فرمایا کہ اپنی مندی کی چار ہزار احادیث بے تکلف مع سندوں کے زبانی پڑھتے چلے جاتے تھے اور تین ہزار احادیث شریک سے روایت کی ہوئی سنادیتے تھے۔ (تمذکرة الحفاظ)

۷۵-امام حسن بن زیاد لولوی (م ۲۰۳ھ)

امام عظیم رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ و اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے بڑے بیدار مغزخ فقیہ و داشمند اور محدث تھے، بیکی بن آدم کا قول ہے کہ میں نے آپ سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا جتی کے بعض لوگوں نے امام محمد سے بھی زیادہ فقیہ کہا ہے، سنت رسول ﷺ کے بڑے عامل تھے، حدیث میں ہے کہ ”اپنے غلاموں کو بھی اپنا جیسا پہناؤ“ تو امام حسن ہمہ اپنے غلاموں کو بھی بالکل اپنے ہی جیسے کپڑے پہناتے تھے، امام ابو یوسف اور امام زفر سے فقیہی مسائل میں رجوع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام ابو یوسف امام زفر سے زیادہ طالبین کے حق میں با حوصلہ ہیں۔

محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ امام حسن بن زیادہ فرماتے تھے کہ میں نے ابن جریر سے بارہ ہزار احادیث لکھیں ان سب کی مراد سمجھنے میں فقہاء کی ضرورت ہے، سمعانی نے کہا کہ حسن امام ابو حنیفہ کی حدیثی روایات کے بڑے عالم اور خوش خلق تھے، ثمّس الائمه سرپریزی نے فرمایا کہ حسن فن سوال و تفریغ مسائل میں سب کے پیش رو تھے، جامع المسانید امام عظیم کی ساتویں مندانہ کی تالیف ہے۔

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ حسن مولیٰ انصار اور امام ابو حنیفہ سے روایت حدیث کرنے والے ہیں، خطیب نے لکھا کہ حفص بن غیاث کی وفات ہے ایسے میں ہوئی تو ان کی جگہ حسن بن زیادہ قاضی بنائے گئے، لیکن قضاۓ ان کے موافق نہ آئی امام داؤد طائی نے ان کو کہلا کر بھیجا ”تمہارا بھلا ہوا قضاۓ موافق نہ آئی، مجھے امید ہے کہ خدا نے اس سے ناموافقت سے تمہارے لئے بڑی خیر کا ارادہ کیا ہے، مناسب ہے کہ اس سے استغفیل دیدو“ چنانچہ آپ نے استغفادے دیا اور راحت پائی۔

اس ناموافقت کی تفصیل بھی عجیب ہے، سمعانی نے لکھا ہے کہ جب قضاۓ کے لئے بیٹھے تو خدا کی شان، اپنا سارا علم بھول جاتے حتیٰ

کہ اپنے اصحاب سے مسئلہ پوچھ کر حکم دیتے اور جب اجلاس سے اٹھتے تو تمام علوم مسح پر ہو جاتے، چالیس سال تک افقاء کا کام کیا، ایک دفعہ کسی مسئلہ میں غلطی ہو گئی، مستفتی کے واپس ہو جانے کے بعد احساس ہوا تو سخت پریشان ہوئے کیونکہ اس سے واقف نہ تھے، بالآخر منادی کرائی کہ فلاں روز فلاں مسئلہ میں غلطی ہوئی تاکہ وہ شخص آکر صحیح مسئلہ بمحض لے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (جواہر، جامع المسانید وحدائق)

۵۸- امام ابو عاصم النبیل ضحاک بن مخلد بصری (متوفی ۲۱۲ھ عمر ۹۰ سال)

امام اعظم کے تلامذہ و اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے محدث ثقة، فاضل معتمد، فقیہ کامل تھے، امام شعبہ، ابن جریح، ثوری اور جعفر بن محمد وغیرہ سے روایت کی، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی، لقب نبیل مشہور ہوا جس کی متعدد وجوہ جواہر مضیہ وغیرہ میں لکھی ہیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو حافظ حدیث اور شیخ الاسلام کے لقب سے ذکر کیا اور واحد الاشباث کہا اور یہ بھی لکھا کہ ان کے ثقہ ہونے پر سب کا اجماع و اتفاق ہے، عمر بن شہبہ نے کہا و اللہ! میں نے ان جیسا نہیں دیکھا، امام بخاری نے کہا کہ میں نے امام ابو عاصم سے سافر ماتے تھے "جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے بھی کسی کی غیبت نہیں کی" ابن سعد نے کہا کہ آپ فیقد ثقة تھے۔ (جواہر مضیہ) مسانید امام اعظم میں آپ نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت حدیث کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۵۹- امام مکی بن ابراہیم بلخی (متوفی ۲۱۵ھ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے جلیل القدر امام حافظ حدیث و فقیہ تھے، خطیب نے لکھا کہ آپ سے امام احمد وغیرہ نے روایت کی اور خلاصہ میں ہے کہ امام بخاری، ابن معین، ابن ثنی اور ابن بشار نے آپ سے روایت کی، امام بخاری کے کبار شیوخ میں تھے اکثر ثلاثیات ان ہی سے روایت کی ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ سے مسانید میں آپ نے کثرت سے روایت کی ہے، امام بخاری نے لکھا کہ مکی بن ابراہیم نے بہر بن حکیم، عبد اللہ ابن سعید بن ابی ہند اور ہشام بن حسان سے حدیث سنی۔ (جامع المسانید) امام اعظم سے حدیث سننے کا ذکر نہیں کیا حالانکہ مسانید کے رواۃ میں سے ہیں، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی، حمّم اللہ کلہم جمعین رحمۃ واسعة الی ابد الآباد، آمين۔

۶۰- امام حماد بن دلیل قاضی المدائن

امام و فقیہ، محدث، صدوق تھے، امام اعظم کے ان بارہ اصحاب میں سے ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ قضاۓ کی صلاحیت رکھتے ہیں اور تقریباً سب ہی قضاۓ کے اعلیٰ عہدوں پر فائز بھی ہوئے جوان حماد کے علاوہ یہ ہیں۔

قاضی ابو یوسف، قاضی اسد بن عمر والبلجی، قاضی حسن بن زیاد، قاضی نوح بن ابی مریم، قاضی عافیہ، قاضی علی بن طبیان، قاضی علی بن حرملہ، قاضی قاسم بن معن، قاضی یحییٰ بن ابی زائدہ۔

آپ کی کنیت ابو زید تھی صغار تن تابعین میں سے تھے حدیث میں امام اعظم، سفیان ثوری اور حسن بن عمارہ وغیرہ کی شاگردی کی فقہ میں تخصص امام صاحب کی وجہ سے حاصل ہوا، جب کوئی شخص حضرت فضیل بن عیاض سے مسئلہ پوچھتا تو وہ فرماتے کہ ابو زید سے دریافت کرو، محدث احمد بن ابی الحوار، الحنفی بن عیسیٰ الطیار اور اسد بن موسی وغیرہ نے ان سے روایت حدیث کی۔

ابن حبان نے ان کو ثابت میں ذکر کیا، مزی نے تہذیب میں امام یحییٰ سے بھی توثیق ذکر کی، امام ابو داؤد نے فرمایا کہ ان سے روایت درست ہے اور اپنی شنن میں ان سے روایت بھی کی، محمد بن عبد اللہ موصی نے بھی ان کو ثبات میں گنایا، ایک مدت تک مدائن کے قاضی رہے،

رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (جو اہم فضیلہ وحدائق حفیہ)

امام عظیم کے ۱۶ شیوخ کبار کے بعد امام صاحب کا تذکرہ ہوا پھر باقی تین ائمہ متبوعین کا تذکرہ ہوا، ان کے بعد امام صاحب کے ۳۰ شرکاء مذوین فقہ کے حالات مذکور ہوئے اور اب دوسرے محدثین کے ضروری علمی حالات درج ہو رہے ہیں، ترتیب "وفیات" کے لحاظ سے رکھی گئی ہے۔

۶۱- امام سعد بن ابراہیم زہری (م ۱۳۵ھ)

رواۃ صحابۃ میں سے، مجمع علیہ ثقہ، صدق، کثیر الحدیث تھے، البتہ امام مالک ان سے ناخوش تھے اور روایت بھی نہ کرتے تھے اس لئے کہ انہوں نے امام مالک کے نسب سے کچھ کلام کیا تھا، امام احمد سے کہا گیا کہ امام مالک ان سے روایت نہیں کرتے تو فرمایا "اس بات کی طرف کون التفات کر سکتا ہے جب کہ وہ ثقہ، رجل صالح تھے، محدث معیطی نے ابن معین سے کہا کہ امام مالک سعد میں کلام کرتے ہیں جو سادات قریش سے تھے اور شور و داؤ و بن الحصین سے روایت کرتے ہیں جو خارجی خبیث تھے، یعنی سے کہا گیا کہ لوگ سعد میں کلام کرتے ہیں کہ وہ قدری تھے اور امام مالک نے ان سے روایت نہیں کی تو فرمایا کہ غلط ہے وہ قدری نہیں تھے اور امام مالک نے ترک روایت بوجہ نسب مالک میں کلام کرنے کے کیا ہے، حالانکہ وہ ثابت ہیں کوئی شک اس میں نہیں ہے۔ (تہذیب ص ۳۶۳ ج ۳)

جس طرح حضرت سعد کی طرف سے امام احمد اور یحییٰ وغیرہ نے دفاع کیا اور امام مالک جیسے جلیل القدر مسلم امام کی تنقید بھی بے تکلف رد کر دی گئی کیا اسی طرح امام عظیم واصحاب کے بارے میں بے تحقیق و متعصباً نہ اقوال کاردا اور ان حضرات کی طرف سے دفاع ضروری نہیں تھا؟ تھا اور ضرور تھا اور اسی لئے ہر مذہب کے ائمہ کبار نے اس ضرورت کا احساس کیا، جزاهم اللہ خیرالجزاء ویرحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعة۔

صلت بن الحجاج الکوہی (م ۱۴۷ھ)

عطاء بن ابی رباح، یحییٰ کندی، حکم بن عتبیہ وغیرہ سے روایت کی، ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا اور کہا کہ ایک جماعت تابعین سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے اہل کوفہ نے روایت کی ہے، بخاری میں تعلیقاً آپ سے روایت ہے۔ (تہذیب ص ۳۳۳ ج ۲)

محمد بن خوارزمی نے لکھا کہ امام بخاری نے ذکر کیا کہ آپ نے یحییٰ الکندی سے روایت کی اور آپ سے یحییٰ القطان نے روایت کی، پھر لکھا کہ امام عظیم سے بھی مسانید میں روایت حدیث کی ہے۔ (جامع المسانید) رحمۃ اللہ رحمۃ واسعة۔

۶۲/۱- امام ابراہیم بن میمون الصائغ ابوالحق الخراشانی (م ۱۳۵ھ)

مشہور محدث، زادہ و عابد و متورع تھے، امام عظیم، عطا بن ابی رباح، ابواسحاق، ابوالزیبر اور نافع سے حدیث روایت کی اور ان سے داؤ د بن ابی الفرات، حسان بن ابراہیم کرمانی اور ابو جزہ نے روایت کی، ابو مسلم خراسانی کو دو بدوسازیں کی اور بے خوف کر کے حق کہا جس کی پاداش میں اس نے شہید کرایا۔

عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے امام صاحب کو ان کے شہید ہونے کی خبر ملی تو سخت غمگین ہوئے اور بہت روئے حتیٰ کہ ہم لوگوں کو خوف ہوا کہ اس صدمہ سے آپ کی وفات ہو جائے گی، میں نے تہائی میں سوال کیا تو فرمایا کہ یہ شخص بہت سمجھدار عاقل تھا مگر اس کے انجام سے پہلے ہی ڈرتا تھا، میں نے عرض کیا! کیا صورت ہوئی تو فرمایا کہ میرے پاس آتے تھے علمی سوالات حل کرتے تھے خدا کی اطاعت میں بڑے اولو العزم تھا اور بڑے ہی متورع تھے میں ان کو کھانے کے لئے کچھ پیش کرتا تو اس کے بارے میں بھی مجھ سے بھی تحقیق کرتے اور بہت کم کبھی کھاتے تھے، مجھ سے امر بالمعروف و نبی منکر کے بارے میں بھی پوچھتے تھے پھر ہم دونوں نے متفق ہو کر طے کیا کہ یہ خدا کا ایک فریضہ ہے،

انہوں نے کہا کہ لا یے! میں آپ کے ہاتھ پر بجعت کرتا ہوں، میں نے کہا کہ ایک آدمی کے کرنے کا یہ کام نہیں ہے اس کی جان جائیگی اور اصلاح کچھ بھی نہ ہوگی، ہاں اگر کچھ اعوان والنصاریک لوگوں میں سے میسر ہو جائیں اور ایک شخص سردار ہو جائے جس کے دین پر اطمینان ہو تو ضرور نفع کی توقع ہے، لیکن وہ برابر جب آتے مجھ پر زور ڈالتے اور سخت تقاضہ کرتے کہ ایسا ضرور ہو جانا چاہئے، میں سمجھاتا کہ یہ کام ایک کے بس کا نہیں، اننبیاء علیہم السلام بھی جب تک ان کے ساتھ آسمانی نصرت کا وعدہ نہیں ہو گیا اس کا تحمل نہ فرماسکے، یہ وہ فریضہ نہیں ہے کہ اس کو ایک شخص پورا کر دے ورنہ وہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔

پھر وہ مرد گئے اور ابو مسلم خراسانی کو سخت باتیں بر ملا کہیں، اس نے پکڑ لیا اور قتل کرنا چاہا مگر خراسان کے سارے فقهاء و عباد جمع ہو گئے اور ان کو چھڑ دالیا، اسی طرح دوسری و تیسری مرتبہ بھی ابو مسلم کو ڈانتے رہے اور کہا کہ تیرے مقابلہ میں جہاد سے زیادہ کوئی نیکی میرے لئے نہیں ہے لیکن میرے پاس کوئی مادی طاقت نہیں، اس لئے زبان سے ضرور جہاد کروں گا، خدا مجھے دیکھتا ہے کہ میں تجھ سے صرف خدا کے لئے بعض رکھتا ہوں، ابو مسلم نے قتل کر دیا۔

ابوداؤ دونسائی اور بخاری نے تعلیقاً ان سے روایت کی، علامہ خورازمی نے فرمایا کہ باوجود اس کے کہ بخاری و مسلم کے شیخ الشیوخ تھے، امام صاحب سے مسانید میں روایت کرتے ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (جو اہر مفہیہ و مسانید)

۲۳- شیخ ابو بکر بن ابی یتمیہ السختیانی (م ۱۳۴ھ)

حضرت انس گو دیکھا، کبار تابعین سے استفادہ کیا، سید الفقہاء، نہایت تبعیع سنت اور سید شباب اہل بصرہ تھے، (شروع البخاری ص ۱۳۸) زھاد کبار تابعین میں سے تھے، امام اعظم کے استاذ حدیث تھے (جامع المسانید ص ۳۸۳ ج ۲ و فتح الہم ص ۲۱۶ ج ۱)

۲۴- امام ربیعۃ بن ابی عبد الرحمن المدینی المعروف بربیعۃ الرای (م ۱۳۶ھ)

رواۃ صحاح ستر میں سے جلیل القدر امام حدیث، امام احمد، عجیل، ابو حاتم، نسائی نے ثقہ کہا، یعقوب بن شیبہ نے ثقہ، ثبت اور مفتی مدینہ کہا، مصعب زیری نے کہا کہ بعض صحابا اور اکابر تابعین کو پایا، مدینہ میں صاحب فتویٰ تھے بڑے شیوخ اہل علم آپ کے پاس استفادہ کے لئے بیٹھتے تھے۔ آپ سے امام مالک نے بھی علم حاصل کیا، سوراقاضی کا قول ہے کہ میں نے ان سے زیادہ عالم نہیں دیکھا نہ حسن کون! بن سیرین کو ماہشوں نے کہا کہ ان سے زیادہ سنت کا حافظ میں نے نہیں دیکھا۔

عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ وہ ہمارے مشکلات مسائل حل کرنے والے اور ہم سب سے زیادہ علم و فضل والے تھے، تعارض احادیث کے وقت آثار صحابہ سے ایک جھٹ کوتراجیح دیتے اور آثار صحابہ کے تعارض کے موقعہ پر قیاس سے ترجیح دیتے تھے اس لئے "ربیعۃ الرای" کے نام سے مشہور ہوئے اور یہ ان کو بطور مدح کے کہا جاتا تھا۔

بعینہ یہی طریقہ امام اعظم کا بھی تھا مگر مخالفوں نے آپ کو مطعون کیا، حاسدوں نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اصحاب رائے بطور نظر کہا حالانکہ اخذ قیاس، مقابلہ حدیث اور ترجیح بعض احادیث و آثار ذریعہ قیاس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

"الاثمار الحجیۃ فی طبقات الحجیۃ" (فلمنی نسخہ مکتبہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ) میں ہے کہ یہ ربیعۃ امام صاحب کے اصحاب میں سے تھے اور امام صاحب سے مسائل میں بحث و مباحثہ کر کے استفادہ کرتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۲۵- امام عبد اللہ بن شبرمة ابو شبرمة الکوفی (م ۱۳۲ھ)

اکابر و اعلام میں سے تھے، قاضی کوفہ ہے، حضرت انس، ابو طفیل، شعیی اور ابو زرعد وغیرہ سے روایت کی، آپ سے دونوں سفیان،

شعبہ اور ابن مبارک وغیرہ نے روایت کی، عجلی نے کہا کہ فقیہ، عاقل، عفیف، شاعر، حسن الخلق اور حنفی تھے، امام عظیم ابوحنفیہ سے استفادہ کرتے تھے (جواہر ماضیہ ص ۲۵۲ ج ۲)

نقل ہے کہ قضاۓ کو قبول نہ کرنے پر امام صاحب پر مظلوم ہوئے تو ابن ابی سلیل نے شماتت کا اظہار کیا، ابن شہر مہ کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی اور فرمایا کہ معلوم نہیں یہ شخص ایسی بات کیوں کہتا ہے، ہم تو دنیا کے طلب کرنے میں ہیں اور ان کے (امام صاحب) کے سر پر کوڑے لگتے ہیں کہ کسی طرح دنیا کو قبول کر لیں تب بھی قبول نہیں کرتے۔ (جواہر ص ۵۰۵ ج ۲)

۶۶-حافظ حدیث، حجۃ، امام ہشام بن عروۃ بن الزبیر بن العوام الاسدی المدنی (۱۳۴ھ عمر ۸۰ سال)
مشہور محدث و فقیہ، راوی صحابہ علماء نے ثقہ، ثبت، کثیر الحدیث، حجۃ، امام حدیث لکھا، امام صاحب نے مسانید میں آپ سے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور متن، ورع، فاضل حافظ کہا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (امانی الاحجار)

۶۷-امام جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین (م ۱۳۸ھ)
کنیت ابو عبد اللہ، لقب صادق تابعین و سادات اہل بیت نبوت سے، مشہور و معروف، امام عالی مقام، حدیث اپنے والد ماجد وغیرہ سے سنی اور آپ سے بھی ائمۂ اعلام نے سامع حدیث کی سعادت حاصل کی جیسے یحییٰ بن سعید، ابن جریح، شعبہ، امام مالک، ثوری، ابن عینہ اور امام ابوحنفیہ نے۔ ولادت ۸۰ھ (امال فی اسماء الرجال اصحاب المشکوۃ)

ابتداء میں امام عظیم صاحب سے بدظن رہے پھر امام صاحب نے بالمشافہ تمام اعتراضات کے جوابات دیئے تو بہت مطمئن اور خوش ہوئے اور اٹھ کر امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس کے بعد ہمیشہ امام صاحب کے علم و فضل کی مدح فرماتے رہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ، امام بخاری نے وفات ۱۳۰ھ میں نقل کی، رجال مشکوۃ میں ہیں اور امام عظیم نے مسانید میں ان سے روایت حدیث کی، تمام اکابر سلف نے ان کو ثقہ لکھا ہے، بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ امام ابوحنفیہ سے بخاری نے روایت نہیں کی تو امام صاحب کی اس سے کسر شان نہیں ہو سکتی، جس طرح بخاری نے امام جعفر سے روایت نہیں کی، حالانکہ ان کی جلالت قدر اور ثابت و ثقہ ہونے سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم

۶۸-امام زکریا بن ابی زائدہ خالد بن میمون بن فیروز الہمد الی کوفی (م ۱۳۹ھ)

رواۃ صحابہ میں سے محدث و فقیہ، شاعر، صاحب کثیر الحدیث تھے، کوفہ کے قاضی رہے۔ امانی الاحجار) علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ باوجود شیوخ شیخین میں سے ہونے کے امام صاحب سے مسانید میں روایت کرتے ہیں۔

۶۹-عبدالملک بن عبد العزیز بن جریح المکنی (م ۱۵۰ھ)

حدیث طاؤس، مجاهد و عطاء سے سنی اور آپ سے ثوری، قطان، یحییٰ بن سعید النصاری وغیرہ نے روایت کی، رواة صحابہ میں ہیں، رومی الاصل تھے۔ (تاریخ بخاری)

علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ یہ امام ائمۃ الحدیث اور شیخ اکبر شیوخ بخاری و مسلم ہیں اور امام عظیم ابوحنفیہ سے مسانید امام میں روایات حدیث کی ہیں، امام شافعی کے بھی شیخ الشیوخ ہیں اور امام شافعی نے اپنی مسند میں بواسطہ مسلم بن عبد الحمید انہی ابن جریح سے مسح علی الحشین کی حدیث مغیرہ بن شعبہ روایت کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جامع المسانید ۱۱۵ ج ۲)

۰۷۔ (صاحب مغازی) محمد بن الحنفی (م ۱۵۰ھ)

سواء امام بخاری کے باقی اصحاب صحاب نے ان سے روایت کی ہے، البتہ بخاری نے رسالہ جزء القراءۃ میں روایت کی ہے، آپ نے حضرت انس بن مالک صحابی کو دیکھا ہے، صاحب مغازی مشہور ہوئے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ طبقہ خامسہ میں ذکر کیا ہے، لیکن حدیث میں غیر متفق کہا اور ان کی حدیث کو مرتبہ صحت سے نازل قرار دیا، سیحی بن معین نے کہا کہ ثقہ ہیں مگر جھٹ نہیں، علی بن مدینی نے کہا کہ ان کی صحت میرے نزدیک صحیح ہے، نسائی نے ضعیف کہا، دارقطنی نے لائج بہ کہا، امام مالک ان سے ناخوش ہیں اس لئے دجال من الدجال جلدہ کہا، علی بن مدینی سے کہا گیا کہ امام مالک ایسا کہتے ہیں تو کہا کہ امام مالک ان کے ساتھ نہیں بیٹھے اور ان کو نہیں پہچانتے، شعبہ، عجلی، ابو زرعہ اور ابن مبارک نے بھی توثیق کی، یہاں سے علی بن مدینی کا جواب مذکور یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ امام عظیم اور ان کے بہت سے اصحاب پر بھی ریمارک کرنے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے ان کے ساتھ مجالست نہیں کی اور انہی کو پہچانا، والناس اعداء ماجھلوا، محمد بن الحنفی نے امام صاحب سے بھی حدیث سنی اور مسانید امام میں ان کی روایات موجود ہیں۔

۱۷۔ شیخ ابوالنصر سعید بن ابی عروبة (م ۱۵۲ھ)

معانی الآثار اور صحابہ کے روایات میں سے مشہور حدیث ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ سعید لکھنے نہیں تھے ان کا سارا علم سینہ میں محفوظ تھا، ابن معین، نسائی، ابو زرعہ نے ثقہ کہا، ابو عوانہ نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں ان سے زیادہ حافظ حدیث کوئی نہ تھا، ابن سعد نے ثقہ کثیر الحدیث کہا، آخر عمر میں اختلاط ہو گیا تھا، اس لئے بعد اختلاط کی روایات غیر معتمد قرار پائیں یہ بھی کہا گیا کہ قدری عقیدہ رکھتے تھے، والله اعلم، امام عظیم سے بھی مسانید میں روایت کرتے ہیں۔ (جامع المسانید و اماني الاحبار) ابن سیرین اور قتادہ سے بھی حدیث میں تلمذ ہے۔

۲۷۔ امام ابو عمر عبد الرحمن بن عمرو بن محمد او زاعی (ولادت ۸۸ھ م ۱۵۰ھ)

روایة صحابہ میں سے مشہور و معروف حدیث و فقیہہ شام تھے، بہت بڑے فصح اللسان تھے، ابن مہدی کا قول ہے کہ شام میں ان سے بڑا علم سنت کوئی نہ تھا، ابن عینہ نے ان کو علم اہل زمانہ، ذہبی نے افضل اہل زمانہ، نسائی نے امام فقیہ اہل شام اور ابن عجلان نے فصح الامۃ کہا، فلاں، یعقوب، عجلی، ابن معین، ابن سعد وغیرہ نے ثقہ، ثابت، صدوق، فاضل، کثیر الحدیث، کثیر العلم و الفقد کہا (امانی الاحبار) مجتهد تھے، جن کی تقلید ایک عرصہ تک شام اور اندرس میں رائج رہی ملک المحدثین امام الجرج والتتعديل سیحی بن معین نے فرمایا کہ علماء چار ہیں، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام سقیان ثوری اور امام او زاعی۔ (بدایہ نہجۃ الرشاد کشیر ص ۱۶۱ ج ۱)

یہ امام او زاعی شروع میں امام صاحب کے حالات سن کر بدظن تھے، ابن مبارک شام گئے اور صحیح حالات بتلائے پھر خود بھی امام او زاعی امام صاحب سے مکہ معظمہ میں ملے، علمی مذاکرات و مباحثات کئے تو امام صاحب کے بیحد مدارج ہوئے اور اپنی سابق بدظنی پر بہت ناوم و متاسف ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة

۳۷۔ محدث کبیر محمد بن عبد الرحمن بن ابی الذئب القرشی العامری (ولادت ۸۰ھ متوفی ۹۵۰ھ)

روایة صحابہ میں سے مشہور حدیث تھے، امام احمد نے فرمایا کہ ابن ابی الذئب نے اپنا شلذ نداپنے بلاد میں چھوڑا نہ دوسروں میں اور وہ صدوق تھے، امام مالک سے بھی افضل سمجھے جاتے تھے لیکن امام مالک تنقیح رجال میں ان سے زیادہ محتاط تھے کیونکہ ابن ابی الذئب اس بارے میں تعقیب نہیں کرتے تھے کہ کس سے روایت کر رہے ہیں، سب نے ثقہ، صدوق کہا، مگر بعض نے ان کی طرف قدری عقیدہ منسوب کیا ہے، یہ

بھی کہا گیا ہے کہ یہ صرف تہمت تھی درحقیقت وہ قدری نہ تھے۔ واللہ اعلم رحمہ اللہ رحمۃ واسعة (امانی الاخبار)

۳۔ امیر المؤمنین فی الحدیث شعبۃ بن الحجاج (م ۱۶۰ھ عمر ۸۷ سال)

اصحاب ستہ کے رواۃ میں سے ہیں فن رجال اور حدیث کی بصیرت و مہارت میں بقول امام احمد فرد کامل تھے، حفظ حدیث، اصلاح و ثبت میں سفیان ثوری سے فائق تھے، حماد بن زید کا قول ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں اگر شعبہ میرے ساتھ ہوں تو مجھے کسی کی مخالفت کی پرواہیں البتہ وہ مخالف ہوں تو اس کو ترک کر دیتا ہوں۔

شیخ صالح جزرہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے رجال میں شعبہ نے کلام کیا پھر قطان نے پھر امام احمد اور یحییٰ بن معین نے، ابن سیرین، قتادہ ابو الحنفی، سلمہ بن کہمیل اور ان کے طبقہ کے دوسرے اکابر سے حدیث سنی اور ان سے ایوب سختیانی، اعمش، محمد بن الحنفی، سفیان بن عینیہ، عبداللہ بن مبارک یزید بن ہارون وغیرہ نے حدیث روایت کی، امام اعظم کے بڑے مدار تھے اور باوجود اس کے کوہ اکثر شیوخ بخاری و مسلم کے شیخ تھے امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں، امام صاحب سے خاص تعلق رکھتے اور غالباً اپنے تعریف کیا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا "جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روثن ہے، اسی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہ ہمنشین ہیں، امام صاحب کے بارے میں جب بھی کوئی آپ سے حالات دریافت کرتا تو امام صاحب کے مناقب کثرت سے بیان کرتے تھے۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعة۔ (موقف وغیرہ)

۴۔ محدث شہیر اسرائیل بن یوس بن ابی الحنفی اسے "اسلحق اسیبی کوئی" (م ۱۶۰ھ)

ابوالحنف عمر و بن عبداللہ اسیبی جو کبار تابعین سے اور امام اعظم کے شیوخ میں ہیں یہ اسرائیل ان کے پوتے ہیں، انہوں نے حدیث امام اعظم نیزا پنے دادا اور دوسرے اکابر سے سنی، اصحاب صحاح ستہ نے ان سے تخریج کی، حفظ حدیث میں مشہور تھے، خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے دادا ابوالحنف کی حدیثیں اس طرح یاد ہیں جیسے قرآن مجید کی کوئی سورت یاد ہوتی ہے۔

سید الحفاظ ابن معین اور امام احمد نے ان کو شیخ وقت اور ثقة کہا اور ان کے حفظ سے تعجب کیا کرتے تھے، یہ بھی کہا کہ اسرائیل تھا بھی کسی حدیث کی روایت کریں تو وہ معتمد ہیں، ابو حاتم نے ثقة صدقہ کہا جلی نے ثقة کہا، ابن سعد نے کہا کہ ثقة ہیں اور ان سے بہ کثرت لوگوں نے روایت حدیث کی ہے۔

امام اعظم کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ امام صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور ان کی منقبت پہنچ کیا کم ہے کہ وہ اپنے استاد اور مسلم فقیہ زمان امام حماد سے بھی زیادہ فقیہ ہیں، یہ شہادت اسرائیل بن یوس کی ہے جو امام وکیع اور عبدالرحمٰن بن مہدی جیسے اکابر محدثین کے استاذ ہیں، جواہر وغیرہ) محدث خوارزمی نے فرمایا کہ با وجود اس جلالت قدر کہ اسرائیل اعلام ائمۃ الدین اور شیوخ مشائخ امام احمد و بخاری و مسلم میں سے ہیں امام اعظم سے ان مسانید میں روایت کرتے ہیں۔ (جامع المسانید ص ۲۸۹ ج ۲)

۵۔ شیخ ابراہیم بن ادہم بن منصور بلخی (م ۱۶۱ھ، ۱۶۲ھ)

ابوالحنف کنیت تھی، مشہور زادہ و عابد بزرگ تھے، کوفہ آکر امام ابوحنیفہ سے فقہ کی تحصیل کی اور پھر شام جا کر سکونت اختیار کی، علامہ کر دری نے لکھا کہ امام صاحب کی صحبت میں رہے اور ان سے روایت حدیث بھی کی امام صاحب نے ان کو فتحت فرمائی تھی کہ تمہیں خدا نے عبادت کی تو بہت کچھ تفہیق بخشی ہے اس لئے علم کا بھی اہتمام کرنا چاہئے، کیونکہ وہ عبادت کی اصل ہے اور اسی پر سارے کاموں کی درستی کا مدار ہے علامہ موفق نے لکھا کہ آپ نے امام ابوحنیفہ، اُش، محمد بن زیاد اور ان کے اتران سے حدیث کا سماع کیا ہے اور آپ سے امام اوزاعی، ثوری،

شیفی بخشی وغیرہ نے روایت کی، آپ سے امام بخاری و مسلم نے غیر صحیح میں روایت کی ہے۔

امام ترمذی نے بھی کتاب الطہارۃ میں آپ سے ایک حدیث تعلیقاً نقل کی ہے، امام نسائی، دارقطنی، ابن معین و ابن نمير نے مامون و شقہ کہا، یعقوب بن سفیان نے خیاراً فاضل سے اور امام نسائی نے احمد الزہاد فرمایا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۷۔ امام سفیان بن سعید بن مسروق ثوری (ولادت ۶۹ھ، موت ۱۲۱ھ)

رواۃ صحابۃ میں سے مشہور امام حدیث، عابد و زاہد اور مقتداء امام شعبہ، امام ابن عینیہ، ابو عاصم اور سید الحفاظ ابن معین وغیرہ اکابر علماء نے ان کو ”امیر المؤمنین فی الحدیث“ کے لقب سے یاد کیا، ابن مہدی نے کہا کہ وہ ب ان کو امام مالک پر بھی حفظ میں ترجیح دیتے تھے، یعنی القطبان کا قول ہے کہ سفیان امام مالک سے ہربات میں فائق ہیں، ابو حاتم، ابو زرعہ اور ابن معین نے شعبہ پر حفظ میں ترجیح دی، خطیب نے کہا کہ سفیان امام تھے ائمۃ اُسلامیین میں سے اور علم تھے، اعلام دین میں سے، جن کی امامت پر سب کا اتفاق و اجماع ہے، امام نسائی نے فرمایا کہ ان کا مرتبہ اس سے بہت بلند ہے کہ ان کو شقہ کہا جائے وہ تو ان ائمۃ میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں مجھے امید ہے کہ خدا نے ان کو متقین کا امام بنایا ہے، بصرہ میں وفات پائی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعة (امانی الاخبار)

یہ سب کے مدد و مسلم امام و مقتدا بھی امام ابو حنیفہ سے شروع میں بدظن رہے اور کچھ کلمات بھی کہے ہوں گے مگر پھر امام صاحب کے بے حد مدح ہو گئے تھے اور اپنی بعض باتوں پر، بلکہ اس پر بھی نادم تھے اور استغفار کیا کرتے تھے کہ دوسرے بے انصاف معاندین امام صاحب کے مقابلہ میں امام صاحب کی جانب سے جس قدر مدافعت کا حق تھا وہ ادا نہ ہو سکا اور امام صاحب بھی ان کے فضل و کمال کا اعتراف بر ملا کیا کرتے تھے، یہ امور دونوں کی مقبولیت عند اللہ کی بڑی دلیل معلوم ہوتی ہیں، رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ امام صاحب سے روایت بھی کی ہے (تائبہ ص ۱۶۰)

۸۔ امام ابراہیم بن طہمان (متوفی ۱۲۳ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں الامام الحافظ، عالم خراسان لکھا، صحیح الحدیث اور کثیر الروایت تھا اصحاب صحابۃ میں آپ سے روایت کی ہمیشہ ائمۃ فن ان سے روایت حدیث کی رغبت کرتے تھے امام یحییٰ بن اثم ان کو اوثق و اوسع فی العلم کہتے تھے، محدث ابو زرعہ نے نقل کیا کہ ایک دفعہ امام احمد تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ کسی نے ابراہیم بن طہمان کا ذکر کیا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا ”مناسب نہیں کہ صالحین کا ذکر ہو اور هم تکیہ لگائے بیٹھے رہیں“ تذکرہ تہمیض میں ہے کہ ابراہیم موصوف امام اعظم کے شاگرد تھے، امام صاحب سے مسانید میں بہ کثرت روایات کی ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب ابراہیم کی اتنی عزت تھی تو ابراہیم جن کے سامنے مودب بیٹھ کر استفادہ کر چکے تھے ان کا ادب و احترام کتنا ہونا چاہئے مگر افسوس ہے کہ اس امام معظم کا کچھ لوگوں نے برائی سے ذکر کیا اور دوسروں کے لئے بری مثال قائم کی۔ اللهم وفقنا لما تحب
نَرْضِي، وَارْنَا الْحَقَّ وَ البَاطِلَ بَاطِلًا، إِنَّكَ سَمِيعٌ مُجِيبٌ الدُّعَوَاتِ۔

۹۔ امام حماد بن سلمہ (موت ۱۲۶ھ)

کبار محدثین میں سے ہیں، جواہر مفسریہ میں وفات کا ۱۲۶ھ اور امانی الاخبار میں نقل ہوا ہے، سوا امام بخاری کے باقی اصحاب صحابۃ میں ان سے تخریج کی ہے اور امام بخاری نے بھی تعلیقاً ان سے روایت لی ہے بصرہ میں ان کے اقران میں سے کوئی بھی علم و فضل، تمکب بالسنة اور مخالفت اہل بدعت میں ان سے بڑھ کر نہ تھا، ابن مبارک نے فرمایا میں بصرہ گیا تو انہی کو سب سے زیادہ سلف کے طریقہ کا تبع پایا اخنی تھے۔ (جوہر ص ۲۲۵ ج ۱)

ابن حبان نے عباد، زہاد اور مستجاب الدعوات حضرات میں شمار کیا اور کہا کہ جس نے ان کی حدیث روایت نہیں کی اس نے انصاف نہیں کیا اگر اس لئے ان سے روایت نہیں لی گئی کہ کوئی کوئی خطاء نے ہوئی ہے تو ان کے اقران میں ثوری و شعبہ وغیرہ سے بھی خطاء ہوئی ہے اور اگر کہا جائے کہ ان سے خطاء زیادہ ہوئی تو یہ بات ابو بکر بن عیاش میں بھی ہے ان سے کیوں روایت لی گئیں۔

ابن حبان نے امام بخاری پر بھی تعریض کی کہ جس نے حماد بن سلمہ کو چھوڑ کر فلنج اور عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار کی احادیث سے احتجاج کیا اس نے بھی انصاف نہیں کیا، ابن سعد نے ثقہ، کثیر الحدیث، عجیل نے ثقہ، رجل صالح، حسن الحدیث کہا، امام اوزاعی، امام لیث، امام ثوری، ابن ماحشون، معمر وہ شام کے طبقہ میں تھے اور یہ سب اپنے دور کے ان لوگوں میں سے ہیں کہ جوبات کسی کے بارے میں جرح و تعدیل کے طور پر کہہ دیں تو وہ بات مسلم ہوتی تھی، امام حماد اور ابن ابی عربہ نے بصرہ میں تالیف و تدوین کا آغاز کیا تھا، رحمہ اللہ (امانی الاحبار)

۸۰- امام ابوالنصر جریر بن حازم الازدی البصري (متوفی ۴۷۰ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ امام جریر نے حدیث ابو رجا اور ابن سیرین سے حاصل کی اور آپ سے امام سفیان ثوری اور امام ابن مبارک نے حدیث روایت کی، علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ حدیث میں امام اعظم کے بھی شاگرد تھے اور امام صاحب سے مسانید میں احادیث کی روایت بھی کی ہے۔ رحمہ اللہ درحمۃ واسعة۔ (جامع المسانید ص ۲۶۰ ج ۲)

۸۱- امام ابوالحارث لیث بن سعد بن عبد الرحمن مصری حنفی (ولادت ۹۲، ۹۲ھ، متوفی ۵۷۰ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور و معروف محدث جلیل و فقیہ نبیل جن کو اکثر اہل علم نے حنفی لکھا ہے اور قاضی زکریا النصاری نے ”شرح بخاری“ میں اس پر جزم کیا ہے، حافظ ابن ابی العوام نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم کے تلمیذ ہیں، اکثر امام صاحب کی خبر سننے کے حج کے لئے آرہے ہیں تو یہ بھی حج کے لئے مکہ معظمه پہنچتے اور امام صاحب سے مختلف ابواب کے مسائل دریافت کرتے تھے اور امام صاحب کی اصابة رائے اور سرعتہ جواب پر حیرت و استعجاب کیا کرتے تھے۔

امام لیث خود بھی انہی مجتہدین میں سے تھے، امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ لیث امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے مگر ان کے تلامذہ نے ان کو ضائع کر دیا، حافظ ابن حجر نے ”الرجمۃ الغیثیۃ فی الترجمۃ الالیثیۃ“ میں لکھا کہ ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح امام مالک وغیرہ کی فقہ ان کے شاگردوں نے تدوین کی امام لیث کے تلامذہ نہیں کی، امام شافعی یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کسی شخص کے متعلق ایسی حرست نہیں ہے جیسی امام لیث کے متعلق ہے کہ میں نے ان کا زمانہ پایا اور پھر بھی ان کی زیارت نہ کر سکا (تقدیر نصب الرایہ، مناقب، موفق)

امام لیث کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک کے ستر مسائل ایسے شمار کئے جو سنت کے خلاف تھے چنانچہ میں نے اس بارے میں ان کو لکھ کر بھیج دیا ہے۔ (جامع بیان العلم ص ۲۸۸ ج ۲)

علام فتن رجال نے آپ پر کوثرات و سادات اہل زمانہ میں سے اور فقیہ، متورع، علم وفضل اور سخاوت میں بے مثال لکھا ہے حافظ ذہبی نے لکھا کہ آپ کی سالانہ اسی ہزار دینار کی آمدنی تھی مگر زکوٰۃ واجب نہ ہوتی تھی، روزانہ کا معمول تھا کہ جب تک ۳۶۰ مساکین کو کھانا کھلا دیتے خود نہیں کھانتے تھے، امام مالک نے ایک سینی میں کھجوریں آپ کے لئے بھیجیں تو آپ نے اس کو اشرفیوں سے بھر کر واپس کیا، منصور بن عمار نے کہا کہ میں لیث سے ملنے گیا تو مجھے ایک ہزار اشرفی ہدیہ کیں، امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث بھی کی ہے۔ (جوہر مفسیہ و حدائق الحفیہ و جامع المسانید)

۸۲-امام حماد بن زیدؐ ۹۷۰ھ عمر ۸۱ سال

امام کبیر، محدث شہیر تلمیذ امام عظیم رضی اللہ عنہما احد الاعلام جن سے ائمہ ستے نے روایت کی ہے ابن مہدی کا قول ہے کہ بصرہ میں ان سے زیادہ کوئی فقیر نہ تھا اور نہ ان سے بڑا کوئی عالم سنت میں نے دیکھا۔ (جواہر ص ۳۱ ج ۲۲۵ ج ۱)

تابعین اور ما بعد تابعین سے روایت کی اور آپ سے ابن مبارک، ابن مہدی، ابن وہب، قطان، ابن عینہ وغیرہ نے روایت کی، ابن مہدی کا قول ہے کہ ائمۃ الناس اپنے زمانہ میں چار تھے، سفیان ثوری کوفہ میں، امام مالک ججاز میں، او زاعی شام میں اور حماد بن زید بصرہ میں، امام احمد نے فرمایا کہ حماد بن زید آئمۃ اسلامیین میں سے تھے، خالد بن خداش کا قول ہے کہ حماد عقلاء اور ذوی الالباب سے تھے، یزید بن زریع نے موت پر کہا کہ سید اسلامیین کی موت ہوئی، خلیلی نے کہا کہ متفق علیہ اُنہوں نے۔ (تہذیب ص ۹ ج ۳)

۸۳-شیخ جریر بن عبد الحمید الرازیؓ (ولادت ۱۰۱ھ عمر ۱۸۱ھ)

مشہور محدث وفقیہ، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں الحافظ الججزی، محدث الرمی لکھا، حدیث میں امام صاحب، تیجی بن سعید النصاری، امام مالک، ثوری اور عمش کے شاگرد ہیں اور آپ سے ابن مبارک، الحنفی بن راہویہ، ابن محبیں، تقبیہ، ابو بکر بن ابی شیبہ، امام احمد اور ابن مدینی نے حدیث روایت کی۔

محمدین نے ان کی ثقاہت، حفظ اور وسعت علم کی شہادت دی، ہبۃ اللہ طبری نے ان کی ثقاہت پر اتفاق نقل کیا، اصفہان کے ایک گاؤں آپ میں پیدا ہوئے، کوفہ میں نشوونما ہوا، بعد کو ”رے“ میں سکونت اختیار کی، تمام ارباب صحاج ستے نے آپ کی احادیث سے احتجاج کیا، اس جلالت قدر کے ساتھ امام صاحبؓ سے مسانید میں روایت کرتے ہیں، رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔ (جواہر وجامع المسانید)

۸۴-امام هشیم بن بشیر ابو معاویہ اسلامی الواسطیؓ (ولادت ۱۰۳ھ عمر ۱۸۳ھ)

ارباب صحاج ستے کے شیوخ میں ہیں، امام حماد بن زید نے فرمایا کہ میں نے محمدین میں ان سے زیادہ بلند مرتبہ نہیں دیکھا، الحنفی زیادی نے بیان کیا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا، فرمایا کہ ”هشیم“ سے حدیث سنو وہ اچھے آدمی ہیں، عبدالرحمٰن بن مہدی نے فرمایا کہ ”هشیم“، سفیان ثوری سے بھی زیادہ حافظ حدیث تھے۔

امام احمد نے فرمایا کہ ”هشیم“ کثیر التسیح تھے، میں ان کی خدمت میں ۲-۵ سال رہا ان کی ہبیت و رعب کی وجہ سے اتنی مدت میں صرف ۲ بار سوال کرسکا۔ (اماں الاحجار)، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ امام عظیم کے تلامذہ حدیث میں ہیں اور مسانید میں آپ سے روایت کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔ (تاریخ کبیر بخاری ضمن تذکرہ امام عظیم و تذکرۃ الحفاظ)

۸۵-امام موسیٰ کاظم بن الامام جعفر صادق (متوفی ۱۸۳ھ)

کنیت ابو براہیم، تن تابعین میں جلیل القدر محدث وفقیہ ہوئے، آپ کے فتاویٰ مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہیں ایک مند بھی آپ پر کی ہے جس کو ابو نعیم اصفہانی نے روایت کیا، ولادت ۱۲۸ھ میں ہوئی، رحمہ اللہ درجۃ واسعة

۸۶-شیخ عباد بن العوامؓ (متوفی ۱۸۵ھ)

حدیث امام عظیم، حمیدی اور ابن ابی عربہ وغیرہ سے کئی اور امام صاحب سے مسانید میں روایات بھی کی ہیں، امام ابن المدینی اور امام

بخاری وغیرہ نے امام صاحب کے تلامذہ حدیث میں ان کا اسم گرامی نقل کیا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۷۸- امام مغیرہ بن مقسام الصنفی ابوہاشم الکوفیؓ (متوفی ۱۳۶ھ جامع المسانید، ۱۸۶ھ جواہر مضیہ)

رواۃ صحابہ میں سے مشہور امام حدیث و فقہہ ہیں، ابو بکر بن عیاش کا بیان ہے کہ میں نے سے زیادہ افقة کسی کو نہیں پایا اس لئے ان ہی کی خدمت میں رہ پڑا، خود فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز میرے کا ان نے سنی اس کو کبھی نہیں بھولا، لفظ، کثیر الحدیث تھے امام صاحب کے حدیث و فقہ میں شاگرد تھے اور مسانید میں روایت بھی کی ہے، جریر بن عبد الحمید کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا مغیرہ مسائل میں بحث کرتے تھے اور جب کبھی کسی مسئلہ میں دوسرے محدثین ان سے خلاف کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے "میں کیا کرو (یعنی کس طرح اس قول کو رد کرو) جب کہ یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے"۔ (اماں الاحبار و جواہر مضیہ ۱۷۸ ج ۲)

معلوم ہوا کہ اس زمانہ کے اکابر محدثین اس امر کو بہت مستعد سمجھا کرتے تھے کہ امام صاحب کا قول حدیث صحیح کے خلاف ہو سکتا ہے۔

۷۹- امام ابراہیم بن محمد ابوالحق الفراہی الشامیؓ (متوفی ۱۸۶ھ)

محمد شہیر، امام او زاعی و ثوری سے حدیث سنی، امام صاحب سے بھی حدیث میں تلمذ کیا اور مسانید امام میں ان سے روایت کی حالانکہ خود امام شافعی کے شیوخ میں ہیں، امام شافعی نے اپنی مندی میں ان سے بہت سی روایات لی ہیں، نام سے ذکر کیا ہے، کنیت سے نہیں، امام بخاری و مسلم کے بھی شیخ الشیوخ ہیں۔ (جامع المسانید و تاریخ بخاری)

۸۰- حافظ ابو بکر عبد السلام بن حرب بن سلم نہدی کوفیؓ (متوفی ۱۸۷ھ)

حافظ حدیث، لفظ، ثبت، جج، صدق و قوۃ اور صحابہ کے روایات میں ہیں، اصل سکونت بصرہ کی تھی، عجلی نے کہا کہ جس دن ابوالحق سمعی کی وفات ہوئی اسی دن کوفہ پہنچے، بعض بغدادیوں نے آپ کی بعض احادیث میں کلام کیا مگر کوئیوں نے جو آپ کے احوال سے زیادہ باخبر تھے آپ کی توثیق پراتفاق کیا ہے۔ (اماں الاحبار)

معلوم ہوا کہ اپنے اہل شہر کی توثیق دوسروں کی جریحہ پر مقدم ہے۔

۹۰- شیخ عیسیٰ بن یوس سمعی کوفیؓ (اخواسرائیل) (متوفی ۱۸۹، ۱۸۹، ۱۹۱ھ)

رواۃ صحابہ میں سے مشہور محدث، فقیہ، لفظ، ثبت، امام علی بن المدینی کا قول ہے کہ ایک بڑی تعداد اہناء کی ایسی ہے جو ان کے اباء سے زیادہ ہمارے نزدیک لفظ ہیں اور ان ہی میں سے عیسیٰ بن یوس ہیں، خلیفہ امین و مامون نے ان سے حدیث پڑھی، مامون نے دس ہزار روپے بھیجے آپ نے واپس کر دیئے وہ سمجھا کہ کم سمجھ کرو اپس کے تو دس ہزار اور بھیجے آپ نے فرمایا کہ حدیث رسول اللہ ﷺ پڑھا کر تو میں ایک چھدام یا ایک گھونٹ پانی کا بھی قبول نہیں کر سکتا، آپ نے ۲۵ حج کئے اور ۳۵ بار جہاد میں شرکت کی۔ (جوہر) علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ محدثین کے یہاں بڑے طیل القدر تھے اور امام صاحب سے ان مسانید میں روایت حدیث بھی کی ہے۔

۹۱- امام یوسف بن الامام ابی یوسفؓ (متوفی ۱۹۲ھ)

برے محدث و فقیہ تھے، فقہ و حدیث میں اپنے والد ماجد امام ابی یوسف اور یوس بن ابی الحلق سمعی وغیرہ کے شاگرد ہیں، ہارون رشید نے امام ابو یوسف کی وفات کے بعد آپ کو قضا سپرد کی اور مدینہ طیبہ میں جمعہ کی امامت آپ سے کرائی، تا وفات قاضی رہے، امام اعظم کی

کتاب الآثار کو اپنے والد ماجد کے واسطے سے آپ نے روایت و جمع کیا ہے۔ یہ کتاب بہترین کاغذ و طباعت سے مولانا ابوالوفاء صاحب نعمانی (دام فیضہم) کی تعلیقات کے ساتھ ادارہ احیاء المعارف العمانیہ حیدر آباد کن سے شائع ہو چکی ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۹۲- شیخ ابو علی شفیق بن ابراہیم بن جنی (متوفی ۱۹۳ھ)

امام ابو یوسف کے اصحاب و تلامذہ میں ہیں، آپ سے کتاب الصلوٰۃ پڑھی، عالم، زاہد، عارف و متوكل تھے، امام اعظم سے بھی روایت حدیث کی ہے مدت تک ابراہیم بن ادہم کی خدمت میں رہ کر طریقت کا علم حاصل کیا، آپ کے تین سو گاؤں تھے سب کو فقراء پر تقسیم کر دیا، آپ نے فرمایا کہ میں نے سترہ سو اساتذہ سے علم حاصل کیا اور چند اونٹ کتابوں کے لکھے مگر خدا کی رضا مذکورہ چار چیزوں میں پائی حلال روزی، اخلاص فی العمل، شیطان سے عداوت، موت سے موافقت۔ (حدائق الحفیہ)

۹۳- شیخ ولید بن مسلم دمشقی (ولادت ۱۹۵ھ متوفی ۱۹۵ھ)

امام اعظم، امام او زائی اور ابن جریج وغیرہ سے حدیث سنی، اصحاب صحابہ نے آپ سے روایت کی ہے، شام کے مشہور عالم تھے، علی، یعقوب بن شیبہ اور ابن سعد نے ثقہ، کثیر الحدیث کہا ان کے شاگرد امام احمد نے فرمایا کہ شامیوں سے روایت کرنے والے کوئی محدث اسماعیل بن عیاش اور ولید سے بڑھ کر نہیں ہے اور ان سے زیادہ عقل والا میں نے نہیں دیکھا، علی بن مدینی نے فرمایا کہ شامیوں میں ان جیسا نہیں ہے محدث ابو مسہنے کہا کہ وہ ہمارے اصحاب ثقہات میں سے تھے اور ایک دفعہ فرمایا کہ حفاظ اصحاب میں سے تھے، محدث ابو زرعہ نے کہا کہ ولید وکیع سے زیادہ مغازی کے عالم تھے۔ (امانی الاخبار) محدث خوارزمی نے فرمایا کہ ولید نے امام اعظم سے مسانید میں روایت کی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۹۴- امام وحافظ حدیث الحنفی بن یوسف الازرق التنوخي الواسطی (تلیین امام اعظم ۱۹۵ھ)

رواۃ صحابہ میں سے، علم و حدیث کے مشہور گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، محدث و فقیہ کامل تھے، حدیث اعمش، زکریا بن ابی زائدہ، سفیان یوزی اور شریک سے حاصل کی اور آپ سے امام احمد، ابن معین، عمر و الناقد اور ایک جماعت محدثین نے روایت کی۔ (تاریخ خطیب) علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ با وجود اس جلالت قدر کے کہ ان کے بڑوں کے شیوخ میں ہیں اپنے شیخ و استاذ امام ابوحنیفہ سے احادیث کثیرہ مسانید امام میں روایت کی ہیں اور امام احمد نے بھی ان کے واسطے سے امام ابوحنیفہ سے احادیث روایت کی ہیں اور امام احمد ان کو قسم کھا کر ثقہ کہا کرتے تھے، تہذیب الکمال اور تمییز الصحیفہ میں بھی امام صاحب سے تلمذ کی تصریح ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۹۵- امام ابو محمد سفیان بن عینیہ کوفی (متوفی ۱۹۸ھ)

مشہور محدث، ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، جنت، آٹھویں طبقہ کے کبار و داعیان میں سے تھے، ولادت کوفہ مورخہ ۱۵ شعبان ۱۹۰ھ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مکہ معظمه تشریف لے گئے، ۲۰ سال کی عمر میں کوفہ آئے اور امام اعظم سے تحصیل علم و حدیث فقہ کی اور آپ سے مسانید وغیرہ میں روایات بھی کیں، فرمایا کرتے تھے کہ امام صاحب ہی نے پہلے مجھے محدث بنیا، آپ عمر و بن دینار اور حمزہ بن سعید سے حدیث حاصل کی اور امام جعفر صادق، زکریا بن ابی زائدہ، زہری، ابو الحنفی سبیعی، اعمش وغیرہ سے بھی۔

حافظ نے ۶۰ سے اوپر اکابر کے نام لکھ کر ”خلق لا مخصوص“ کا جملہ لکھا مگر امام صاحب کا ذکر نہیں کیا، آپ کے تلامذہ میں ابن مبارک، وکیع،قطان، عبدالرزاق، امام احمد، ابن معین، الحنفی بن راہویہ، ابوکبر و عثمان، ابن ابی شیبہ، احمد بن منیع وغیرہ کا ذکر کیا لیکن امام محمد و امام شافعی کا ذکر نہیں کیا۔

آپ سے اصحابت نے بھی بکثرت تخریج کی، امام شافعی کا قول ہے کہ اگر آپ اور امام مالک نہ ہوتے تو حجاز سے علم چلا جاتا یہ بھی فرمایا کہ امام مالک و سفیان برابر درجہ کے ہیں، علی نے کہا کہ آپ حسن الحدیث تھے اور حکماء اصحاب حدیث میں سے تھے، عبد الرحمن ابن مہدی کا قول ہے کہ میں حضرت سفیان بن عینہ سے حدیث سنتا تھا پھر شعبہ کے پاس جاتا اور وہی احادیث سنتا تو ان کے لکھنے کی ضرورت نہ سمجھتا تھا۔ آپ نے ستر حج کئے، نسوی کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت سفیان کی خدمت میں حاضر ہوا ان کے سامنے جو کی روٹی تھیں، فرمایا! ابو موسیٰ! چالیس سال سے یہی میرا کھانا ہے، بطور تواضع اکثر عمرتی کا ایک شعر پڑھا کرتے جس کا مطلب یہ ہے کہ ساری بستیاں بڑوں سے خالی ہو گئیں اس لئے میں بغیر سردار ہناۓ سردار بن گیا اور یہ بھی کیا کم نصیبی ہے کہ میں اکیلا سردار ہوں، آخری حج کے موقع پر فرمایا کہ اس مقام کا شرف ستر بار حاصل ہوا اور ہر مرتبہ دعا کرتا رہا کہ بار الہما! یہ حاضری آخری حاضری نہ ہو جائے لیکن اب اتنی دفعہ سوال کرنے کے بعد شرم آرہی ہے اور اسی سال وفات ہو گئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (تہذیب، جواہر مرضیہ، حدائق)

۹۶- شیخ یوس بن بکیر ابو بکر الشیبانی الکوفی (م ۱۹۹ھ)

مشہور محدث تھے، امام اعظم، محمد بن اسحاق، ہشام بن عروہ اور شعبہ وغیرہ سے حدیث سنی اور آپ سے علی بن عبد اور عبید بن یعیش نے روایت کی، امام صاحب سے مسانید میں بکثرت روایت کی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۹۷- امام عبد اللہ بن عمر العمری (م ۱۹۹ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب قریشی عدوی نے قاسم و نافع و سالم سے حدیث سنی اور آپ سے امام ثوری، شعبہ، ابن نمير اور سیجی القطان نے حدیث روایت کی، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ اس جلالت قدر کے ساتھ امام ابو حنیفہ سے ان کی مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۹۸- حافظ عبد اللہ بن نمير (م ۱۹۹ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ حدیث عبد اللہ العمری اور ہشام بن عروہ (ایسے کبار محدثین) سے حاصل کی، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ علم حدیث میں اس مرتبہ جلیل پر تھے اور امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کی ہے۔ تغمدہ اللہ بغفرانہ۔

۹۹- شیخ عمرو بن محمد الغفتری قریشی (م ۱۹۹ھ)

امام ابو حنیفہ، یوس بن ابی الحلق، حظۃ بن ابی سفیان، عیسیٰ بن طہمان، عبد العزیز بن ابی رداد، ابن جریح، ثوری وغیرہ سے روایت کی، آپ سے الحلق بن راہویہ، علی بن المدینی نے روایت کی، مسلم، سنن اربعہ اور بخاری میں تعلیقاً روایت ہے۔ (تہذیب ص ۹۸ ج ۸)

۱۰۰- امام عمرو بن یاثم بن قطون (م ۲۰۰ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ عمرو بن یاثم ابو قطون الزبیدی نے شعبہ سے حدیث سنی، امام شافعی و امام احمد کے شیوخ میں ہیں امام شافعی نے اپنی مند میں آپ سے روایت کی ہے، باوجود اس جلالت قدر کے امام اعظم کے تلمیذ حدیث ہیں اور مسانید میں آپ سے روایات موجود ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (جامع المسانید)

۱۰۱- شیخ معروف کرخی (تلیمیز داؤ و طائی تلمیز الامام) (م ۲۰۰ھ)

مشہور مقتداً طریقت، عارف اسرار و حقائق، قطب وقت اور مستحب الدعوات تھے، امام داؤ و طائی سے ظاہری و باطنی علوم حاصل

کے شامی میں ہے کہ آپ سے ہی سری سقطی وغیرہ کبار مشائخ نے علوم ظاہر و باطن حاصل کئے، ایک واسطے سے امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ ابْعَدْنَا مِنْ وَجْهِنَا مَعْنَم۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۰۲- حافظ ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان جوز جانی (م ۲۰۲ھ عمر ۸۰ سال)

فقہ و حدیث کے جامع امام، حافظ معلیٰ کے رفیق علم، عمر میں ان سے بڑے تھے اور شہرت بھی ان سے زیادہ پائی، ماموں نے قضا کے لئے کہا تو فرمایا کہ ”امیر المؤمنین! قضا کے بارے میں حق تعالیٰ کے حقوق و فرائض کی پوری ذمہ داری سے حفاظت کیجئے اور ایسی عظیم امانت میرے جیسے کمزور کونہ سو نہیں جس کو اپنے نفس پر اعتماد نہیں“، ماموں نے کہا آپ بچ کہتے ہیں اور مجبور نہیں کیا، حدیث میں صاحبین کے علاوہ امیر المؤمنین فی الحدیث عبد اللہ بن مبارک کے بھی شاگرد ہیں، سیر صافی، کتاب اصولۃ، کتاب الرہن اور نوادر آپ کی تصنیفی یادگار ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (جواہر ص ۱۸۶ ج ۲)

۱۰۳- محدث عباد بن صحیب بصری (م ۲۰۲ھ)

مشہور محدث و فقیہ، امام اعظم کے تلامذہ میں سے ہیں، امام محمد بن شجاع کا بیان ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ آپ کے پاس امام صاحب کا جو کچھ علمی سرمایا ہے بیان کیجئے؟ کہا میرے پاس ایک الماری بھری ہوئی ہے امام صاحب کے علوم کی ہے لیکن میں آپ سے ان کے فقہی مسائل بیان نہیں کروں گا بلکہ حدیثی سلسلہ کی جتنی چیزیں چاہیں بیان کروں گا، میں نے کہا ایسا کیوں؟ کہا کہ میں کون آیا تو میں نے امام صاحب سے بہت سے مسائل سے بہت سے مسائل نے اور لکھے اور پھر میں کوفہ سے دس سال تک جدارہ، پھر جب گیا تو امام صاحب سے ان ہی سابقہ مسائل کے جوابات دوسرے نے، محمد بن شجاع فرماتے ہیں کہ اس بات سے میرے دل میں بھی وہی بات آئی جو عباد کے دل میں آئی تھی اور اس خلش کو دور کرنے کے لئے امام عبداللہ بن داؤد کے پاس پہنچا اور ساری بات سنائی انہوں نے فرمایا کہ اس سے تو امام صاحب کی وسعت علمی ثابت ہوتی ہے اگر ان کے علم کا دائرہ تنگ ہوتا تو ان کا جواب ایک ہی رہتا، یونکہ ان کے علوم کی وسعت بہت تھی اس لئے علمی موشکافیاں بھی ان کے لئے بہت سہل ہو گئی تھیں، اور ان کے مطابق وہ اپنے فیصلے بدلتے تھے۔ (الجوہر المہمیہ ص ۲۷ ج ۱) امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث بھی کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۱۰۴- امام زید بن حباب عکلی کوفی (م ۲۰۲ھ)

کبار محدثین سے روایت حدیث کی، امام احمد، ابو بکر بن ابی شیبہ، علی بن المدینی وغیرہ کے استاد ہیں، بہت ذکری حافظ حدیث و عالم تھے، تحصیل حدیث کے لئے خرسان، مصر و اندرس وغیرہ گئے، مسلم، ترمذی اور سنن اربعہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال اور تہذیب الصحیفہ میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، علی بن المدینی، عجلی ابن معین وغیرہ نے ثقہ کہا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۰۵- محدث مصعب بن مقدام الشعومی کوفی (م ۲۰۳ھ)

فطر بن خلیفہ، زائدہ، عکرمہ بن عمر، مبارک بن فضالہ، مسر، امام ابوحنیفہ، ثوری وغیرہم سے روایت کی اور آپ سے الحنفی بن راہویہ، ابو بکر ابن ابی شیبہ، عبد الرحمن بن دینار وغیرہم نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، امام مسلم، ترمذی، سنائی اور ابن ماجہ میں ان کی روایات ہیں (تہذیب ص ۱۶۵ ج ۱۰)، امام احمد، عجلی، ابن شاہین، سید الحفاظ سیکھی بن معین اور ابن قانع نے ثقہ، صالح کہا۔

۱۰۶- امام ابو داؤد سلیمان بن داؤد بن جارود طیاری (م ۲۰۳ھ عمر ۸۰ سال)

شہر فارس کے رہنے والے تھے، پھر بصرہ میں سکونت کی اور وہاں کے کبار محدثین شعبہ وہشام وستوائی وغیرہ سے بہ کثرت روایت کی

ہے، احادیث طویلہ کو خوب یاد رکھتے تھے، ایک ہزار شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا، ان سے روایت کرنے والوں نے تقریباً چالیس ہزار احادیث روایت کی ہیں، سید الحفاظ شیخ بن معین، ابن المدینی، کعی وغیرہ نے آپ کی توثیق کی۔ (بستان الحمد شیخ) ان کی مند مشہور ہے جودا مرۃ المعارف، حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے، رحمہ اللہ درجۃ واسعة آپ نے امام اعظم سے بھی روایت کی ہے جو وحدانیات سے ہے (جامع المسانید ص ۸۷ ج ۱)

۷- مدث کبیر خلف بن ایوب (م ۲۰۵ھ)

اہل بلخ کے امام، بڑے محدث و فقیہ مشہور ہیں اولیاء کبار میں آپ کا شمار ہے حافظ خلیلی نے لکھا کہ "حدیث میں صدقہ مشہور ہیں بڑے صالح، زاہد و عابد تھے، کوفیوں (احناف) کے مذہب پر فقیہ تھے، فقہ کی تعلیم امام ابو یوسف اور ابن ابی طیلی سے پائی جواہر مفسیہ میں یہ بھی لکھا کہ امام محمد زفر سے بھی تلمذ کیا، امام ذہبی نے لکھا کہ صاحب علم و عمل اور خدار سیدہ بزرگ تھے، سلطان بلخی آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے منہ پھیر لیا، کسی نے کہا کہ حسن بن زیادہ کے ساتھ آپ کو بڑی شیفتگی ہے حالانکہ وہ نماز میں تحفیض کرتے ہیں، فرمایا تحفیض نہیں بلکہ انہوں نے نماز کو سبک کر دیا یعنی رکوع و بجود پوری طرح ادا کرتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ بھی ارکان کی پوری ادائیگی کے باوجود سب سے زیادہ سبک تو نماز ادا فرماتے تھے آپ کے تلامذہ میں امام احمد، شیخ بن معین اور مشہور فقیہ و زاہد حضرت ایوب بن حسن خفی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، امام ترمذی نے باب فضل الفقه علی العبادہ میں بواسطہ ابو کریب محمد بن العلاء آپ سے حدیث روایت کی ہے مگر آپ کے حالات سے والتف نہ تھے جس پر حافظ ذہبی نے لکھا کہ ان سے تو ایک جماعت محدثین نے احادیث روایت کی ہے۔

ایک دفعہ کسی نے آپ سے مسئلہ پوچھا، فرمایا مجھے معلوم نہیں، سائل نے کہا پھر کس سے معلوم کرو؟ فرمایا حسن بن زیاد سے معلوم کر لینا جو کوفہ میں ہیں اس نے کہا کہ کوفہ تو بہت دور ہے، آپ نے فرمایا جسے واقعی دین کی فکر ہوا س کے لئے کوفہ بہت قریب ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۸- امام جعفر بن عون بن جعفر بن عمر و بن حریریث ابو عون مخزومی کوفی (م ۲۰۷ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ آپ نے حدیث ابو عمیس، شیخ بن سعید اور ہشام بن عروہ وغیرہ سے حاصل کی، حدیث میں امام اعظم ابو حنیفہ کے بھی شاگرد ہیں اور مسانید امام میں ان سے روایت حدیث کی ہے، امام علی بن المدینی نے بھی ان کے تلمذ امام کی تصریح کی ہے، صحاح ست میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب الصحیفہ اور خیرات حسان میں بھی تصریح ہے کہ امام صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔

۹- شیخ قاسم بن الحکم بن کثیر العرفی کوفی قاضی ہمدان م ۲۰۸ھ

سعید بن عبد اللہ الطائی، غالب بن عبد اللہ الجزری اور امام ابو حنیفہ وغیرہ سے روایت حدیث کی، نسائی ابو زرعد وغیرہ نے ثقہ، صدقہ کہا، آپ سے امام بخاری نے ادب المفرد میں اور امام ترمذی نے جامع میں روایت کی۔ (تہذیب ۳۱ ج ۸)

۱۰- امام ابو محمد حسین بن حفص اصفہانی (تلیمذ امام ابو یوسف) (م ۲۱۰ھ)

کبار محدثین کے طبقہ عاشرہ میں اور فقیہہ جید تھے، مسلم و ابن ماجہ نے آپ سے روایت کی، حدیث وفقہ امام ابو یوسف سے حاصل کی، امام ابو حنیفہ کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، مدت تک اصفہان کے قاضی بھی رہے۔ سالانہ آمدنی ایک لاکھ درہم تھی مگر زکوٰۃ فرض نہ ہوتی تھی کیونکہ آپ کل آمدنی فقہاء اور محدثین پر صرف کر دیتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حدائق حفیہ)

۱۱۱- امام ابراہیم بن رستم مروزی (تلمیذ امام محمد) (متوفی ۲۱۱ھ)

اکابر واعلام میں سے ہیں، امام محمد سے فقہ حاصل کی، نوج بن ابی مریم اور اسد بن عمر سے حدیث سنی جو دونوں امام اعظم کے تلامیذ خاص تھے، امام مالک، ثوری، شعبہ وغیرہ سے بھی حدیث سنی ہے، بہت مرتبہ بغداد آئے اور وہاں درس حدیث دیا، امام احمد، ابوحنیفہ وغیرہ نے ان سے حدیث روایت کی، داری نے ابن معین سے لقہ، وہ نقل کیا اور ابن حبان نے بھی ان کو لقہ کہا میزان اور لسان میں مفصل تذکرہ ہے، خلیفہ ماموں رشید نے ان کو قضا کا عہدہ پیش کیا تو قبول نہ کیا اور گھر لوث کے اس کے شکریہ میں دس ہزار روپے خیرات کئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جوہر ص ۳۷ ج ۱)

۱۱۲- حافظ معلیٰ بن منصور تلمیذ امام ابو یوسف و امام محمد (متوفی ۲۱۱ھ)

امام ابو یوسف و امام محمد کے حدیث و فقہ میں مشہور شاگرد ہیں اور ان کی کتب امالی و نوادر کے راوی بھی ہیں، ابو سلیمان جوز جانی بھی ان کے رفیق درس تھے اور دونوں کا مرتبہ درج، مددوین اور حفظ و حدیث میں بہت ممتاز ہے، حافظ معلیٰ کو ماموں نے کئی بار قضاء کا عہدہ دینا چاہا مگر انکار کیا، امام مالک، لیث بن سعد حنفی، حماد اور ابن عینہ سے بھی حدیث سنی اور آپ سے ابن مدینی، ابو بکر بن شیبہ اور بخاری نے غیر جامع میں روایت کی ترمذی، ابو داؤد اور ابن ماجہ میں بھی آپ سے روایت کی گئی، ابن سعد، ابن معین، ابن عدی وغیرہ نے توثیق کی ہے، فقہ و حدیث کے جامع امام تھے (جوہر و تقدیر نصب الرای)، امام احمد نے فرمایا کہ حافظ معلیٰ کبار اصحاب ابی یوسف و محمد سے تھا اور نقل و روایت میں لقہ تھے (تہذیب الکمال حنفی) حافظ ذہبی نے حافظ حدیث، فقیہ، احد الاعلام اور علم کے خزانوں میں سے فرازدیا، ابن عدی نے فرمایا کہ میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی، حافظ ذہبی نے لکھا کہ امام بخاری نے بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے کچھ احادیث سنبھالے، نماز میں خشوع و خضوع کے حیرت زاد واقعات نقل ہوئے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تذکرۃ الحفاظ، میزان، تہذیب)

۱۱۳- حافظ عبد الرزاق بن ہمام (تلمیذ الامام الاعظم (متوفی ۲۱۱ھ، ولادت ۲۱۲ھ)

صاحب مصنف مشہور، ارباب صحاح ستہ کے شیوخ و رواۃ میں ہیں، علامہ ذہبی نے "احد الاعلام الثقات" لکھا، بخاری وغیرہ میں بہ کثرت احادیث آپ سے مروی ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ ان سے بڑھ کر روایت حدیث میں کسی کوئی نہیں دیکھا، محمد بن کبار میں امام سفیان بن عینہ، سید الحفاظ سیجی بن معین، علی بن المدینی، امام احمد وغیرہ ان کے شاگرد ہیں، امام بخاری نے مصنف عبد الرزاق سے استفادہ کیا جس کو امام ذہبی نے علم کا خزانہ لکھا ہے، عقود الجہان میں ہے کہ امام اعظم کی خدمت میں زیادہ رہے، تہذیب لکمال اور تہذیب میں بھی لکھا کہ امام صاحب کے حدیث میں شاگرد ہیں، امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ معمر، ثوری، اور ابن جریر سے روایت حدیث کی اور لکھا کہ جو کچھ میں ان کی کتاب سے روایت کروں وہ سب سے زیادہ صحیح ہے، مگر امام صاحب سے تلمذ و روایت حدیث کا ذکر نہیں کیا حالانکہ مسانید امام میں روایات موجود ہیں، واللہ المستعان۔

۱۱۴- امام اسماعیل بن حماد بن الامام الاعظم (تلمیذ الامام متوفی ۲۱۲ھ)

فاضل، اجل، عابد، زاہد، صالح و متدين اور اپنے وقت کے امام بلا مدافعہ تھے، فقہ اپنے والد بزرگوار، امام حماد اور حسن بن زیاد سے حاصل کیا اور علم حدیث اپنے والد اور قاسم بن معن وغیرہ سے پہلے بغداد، پھر بصرہ، پھر رقة کے قاضی مقرر ہوئے، آپ احکام قضاء، وقائع و نوازل کے بہت بڑے ماہر و بصیر تھے، محمد بن عبد اللہ النصاری کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے اب تک کوئی قاضی آپ سے زیادہ علم و بصیرت والا نہیں ہوا، آپ نے ایک جامیں کتاب فقہ میں اور ایک کتاب قدریہ کے رد میں اور ایک ارجاء کے رد میں تصنیف فرمائی۔

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ آپ کا ایک ہمسایہ خراسانی فرقہ رافضیہ سے تھا جس نے فرط تعصیب و جہالت سے اپنے دو خچروں کا نام ابو

بکر و عمر رکھا تھا، ایک رات کو ان میں سے ایک نے اس کو ایک لات ماری کہ وہ مر گیا، آپ نے لوگوں سے کہا کہ ہمارے جدا مجدد امام اعظم نے پیش گئی کی تھی کہ اس کو عمر ہلاک کر دیگا، پس اب تم جا کر دریافت کرلو کہ کس خچرنے اس کو ہلاک کیا ہے؟ جب لوگوں نے دریافت کیا تو اس کا قاتل عمر ہی تھا (حدائق ص ۱۳۱)

۱۱۵- امام بشر بن الی الازہر (تلمیذ امام ابو یوسف (م ۲۱۳ھ))

کوفہ کے مشہور محمد شین و فقہاء سے تھے، فقد امام ابو یوسف سے اور حدیث ان سے نیز ابن مبارک و ابن عینہ وغیرہ سے حاصل کی، آپ سے علی بن المدینی اور محمد بن یحییٰ ذہلی وغیرہ نے روایت کی، مدت تک نیشاپور کے قاضی بھی رہے۔ (حدائق)

۱۱۶- حافظ عبد اللہ بن داؤ وخرسی (متوفی ۲۱۳ھ)

حدیث وفقہ کے امام و مقتدا تھے، حافظ ذہبی نے آپ کا تذکرہ حفاظ حدیث میں کیا ہے، امام اعظم کے حدیث وفقہ میں شاگرد خاص تھے، مسانید امام میں امام صاحب سے ان کی روایات موجود ہیں، امام مسلم کے علاوہ امام بخاری وغیرہ تمام اصحاب صحابہ نے ان سے تحریج کی ہے، ورع و تقویٰ میں بے مثال تھے، خود فرماتے تھے کہ سوا ایک مرتبہ بچپن کے زمانہ کے میں نے بھی جھوٹ نہیں بولا، امام طحاوی نے نقل کیا کہ موصوف سے کسی نے دریافت کیا کہ امام ابوحنیفہ پر لوگوں نے کیا عیب لگایا ہے؟ فرمایا میں تو اتنا جانتا ہوں کہ جن امور میں ان لوگوں نے نکتہ چینی کی ہے ان سب میں وہ غلطی پر تھے اور امام صاحب صواب پر، میں نے امام صاحب کو دیکھا کہ صفا و مردہ کے درمیان سعی کر رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ تھا اور تمام لوگوں کی نظریں ان ہی پر جمی ہوئی تھیں (یعنی ان کے غیر معمولی فضل و کمال کا شہرہ عام تھا اور تمام لوگوں کے دیدہ و دل بے اختیار ان کی طرف مائل تھے) ایک دفعہ کسی نے کہا کہ بعض لوگوں نے امام صاحب سے کچھ مسائل لکھے پھر کچھ عرصہ بعد امام صاحب سے ملے تو آپ نے بہت سے مسائل سے رجوع کر لیا تھا، فرمایا خبردار! اس بات سے متاثر ہو کر تم امام صاحب کی عقیدت کم نہ کر دینا کیونکہ امام صاحب علم وفقہ کے حاذق تھے اور حاذق فقیہ کا علم ایک حد پر نہیں ٹھہرتا اس لئے وہ اپنی ترقی و سعیت نظر کے ساتھ ضرور بہت سے فقہی اقوال سے رجوع کر لیتا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (تقدمة نصب الرایہ وجواہر مفسیہ ص ۲۷۵ ج ۱)

۱۱۷- حافظ ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن یزید المقری (م ۲۱۳ھ)

امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کے خواص اصحاب و تلامذہ میں سے جلیل القدر حافظ حدیث و فقیہ کامل تھے، حافظ ذہبی نے بھی آپ کو طبق حفاظ میں ذکر کیا ہے اور آپ کو امام، حدیث، شیخ الاسلام لکھا، یہ بھی لکھا کہ آپ نے ابن عون اور امام ابوحنیفہ وغیرہ سے حدیث سنی ہے، امام صاحب سے بکثرت روایت حدیث کرنے والوں میں ہیں۔ (جامع المسانید) صحابہ کے شیوخ و رواۃ ہیں۔ نسائی اور ابو حاتم، خلیلی، ابن سعد وغیرہ نے ثقہ اور کثیر الحدیث لکھا، بغیرہ کے قریب رہتے تھے، پھر کم معلمہ کی سکونت کی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ (امانی الاخبار وغیرہ)

۱۱۸- امام اسد بن الفرات قاضی قیروان و فاتح صقیلہ (م ۲۱۳ھ)

امام مالک سے موطأ سنی اور جب امام مالک سے علمی سوالات زیادہ کئے تو امام مالک نے عراق جانے کا مشورہ دیا، وہاں پہنچ کر امام ابو یوسف، امام محمد اور دوسرے اصحاب امام اعظم سے فتنہ میں تخصص حاصل کیا، ابوالحق شیرازی نے ذکر کیا کہ پھر آپ مصر پہنچے اور شیخ عبد اللہ بن وہب مصری م ۱۹۱ھ (تلمیذ اکبر مالک) سے کہا کہ یہ نیرے ساتھ امام ابوحنیفہ کی کتابیں ہیں ان سب مسائل میں امام مالک کا مذہب بتالیئے!، ابن وہب نے غدر کیا تو شیخ ابن قاسم مصری م ۱۹۱ھ (درے مشہور تلمیذ امام مالک) کے پاس گئے، انہوں نے کچھ مسائل یقین کے ساتھ اور کچھ شک سے بیان کئے۔

اس طرح جو کتابیں اسد بن الفرات نے مرتب کیں وہ "اسدیہ" کہلائیں جن کی ایک نقل موصوف نے ابن قاسم کی طلب و خواہش پر ان کے پاس چھوڑ دی اور انہیں کے بارے میں ابن قاسم کے حالات میں نقل ہوتا ہے کہ ان کے پاس تقریباً تین سو جلدیں مسائل مالک کی تحسیں اور یہی جلدیں "مدونۃ حنون" کی بھی اصل ہیں امام اسد بن الفرات ہی نے تیروان میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے مذاہب کی ترویج کی ہے، پھر انہوں نے صرف "مذہب حنفی" کو رواج دینے میں سعی کی جو دیار مغرب میں انہیں تک پھیلا، ابن فروخ نے بھی اسی کو قبول کیا اور مغرب میں ابن باولیس کے دور تک اکثریت اسی مذہب کی رہی۔ (تعليقات الکوثری الانتقاء لابن عبدالبرص ۵۰)

معلوم ہوا کہ امام مالک فقہ حنفی کی جامعیت اور فقهاء احتجاف کے فضل و کمال کے آخر تک معترض رہے اور امام عظیم کے بعد بھی اپنے تلامذہ کو تکمیل علم کے لئے اصحاب الامام کے پاس جانے کا مشورہ دیتے رہے، امام مالک کی اس حسن نیت و سعیت صدر اور خلوص ولہیت کا شمرہ بھی کتنا اچھا اسی دنیا میں مل گیا کہ ان ہی اسد بن الفرات جیسے پاک طینت علماء احتجاف نے مذہبین فقہاء مالکی کی عظیم الشان علمی خدمت انجام دی اور دور دراز تک مالکی مذہب کی ترویج کی۔ رحمہ اللہ رحمة داسعہ۔

۱۱۹- امام احمد بن حفص ابو حفص کبیر بخاریؓ (م ۲۱۸ھ، ۲۱۴ھ)

بخارا کے مشاہیر ائمہ حدیث میں تھے، امام ذہبی، نے "الامصار ذوات الآثار" میں بخارا کے اعيان محدثین میں آپ کا ذکر کیا ہے، حافظ سمعانی نے لکھا کہ آپ سے بے شمار لوگوں نے روایت حدیث کی ہے، آپ نے فقہ و حدیث کی تعلیم امام ابو یوسف اور امام محمد سے حاصل کی اور امام محمد کے کبار تلامذہ میں آپ کا شمار ہے، امام بخاری کے والد ماجد سے امام ابو حفص کبیر کے بہت گھرے مراکم و تعلقات تھے اور ان کی وفات کے بعد امام بخاری اور ابو حفص صغیر کے تعلقات ایسے ہی رہے بلکہ دونوں ایک مدت تک طلب حدیث میں رفیق و همسفر رہے ہیں، امام بخاری کے والد کی وفات کے بعد امام ابو حفص کبیر نے ہی ابتدائی دور میں امام بخاری کی تعلیم و تربیت کی ہے اور ہر قسم کی خبر گیری بر وصلہ کرتے رہے، امام بخاری نے خود لکھا کہ میں نے جامع سفیان امام موصوف سے پڑھی، حافظ ابن حجر نے بھی آپ کو امام بخاری کے مشائخ میں لکھا ہے لیکن سفر حج کے دوران امام بخاری پر بعض اصحاب ظواہر مثل حمیدی، نعیم بن حماد خزانی، اسماعیل بن ععرہ وغیرہ کے اثرات غالب آگئے یہ سب لوگ فقہ سے مناسبت نہ رکھتے تھے اور خصوصیت سے امام عظیم اور آپ کے اصحاب کی طرف سے بڑے جذبات و خیالات رکھتے تھے، چنانچہ امام بخاری نے بھی تاریخ وغیرہ میں وہی باتیں بے تحقیق لکھ دیں جو ان لوگوں سے سن تھیں۔

غرض امام بخاری پر ابتدائی ۱۶ اسال کی عمر تک جو بہتر اثرات فقہ اور فقہاء حنفیہ کے بارے میں تھے وہ ختم ہو گئے اور پھر وہ اہل فتویٰ کے درجہ تک بھی نہ پہنچ سکے، اسی لئے شیرازی نے آپ کا ذکر "طبقات الفقہاء" میں نہیں کیا (تعليق دراسات اللہیب مولانا عبدالرشید نعمانی)

امام ابو حفص کبیر کا حافظ حیرت انگیز تھا، خلف ابن ایوب اور ابو سلیمان کے رفیق درس تھے جو کچھ وہ دونوں ایک برس میں یاد کرتے یہ ایک ماہ میں یاد کر لیتے تھے، وہ لکھتے تھے یہ لکھنے سے بے نیاز تھے، جب امام محمد نے ان سب کو سند فراغت اور اجازت افتاء دی تو خلف بیخ کو، ابو سلیمان سرقند کو اور آپ بخارا کو روانہ ہوئے، آپ نے کشتی کا سفر کیا تو آپ کی ساری کتابیں پانی کے تپھیزوں سے خراب ہو گئیں، بخارا پہنچ کر جس قدر پڑھا اور لکھا تھا اس کو پھر سے لکھنے ڈالا بجز تین یا پانچ مسائل کے الف اور واو تک بھی مقدم و مؤخرہ ہو پائے، آپ کے علم کا بڑا رعب و جلال تھا، ایک دفعہ والی بخارا محمد بن طالوت نے زیارت کا ارادہ کیا، لوگوں نے روکا کہ تم ان سے بات بھی نہ کر سکو گے، وہ نہ مانا اور ملاقات کو گیا، سلام کر کے بیٹھ گیا آپ نے خود سے ہر چند کہا کہ کوئی مطلب ہو تو کہو مگر وہ اس قدر مرعوب ہوا کہ کچھ نہ کہ سکا، واپس ہو کر لوگوں سے کہا تم واقعی درست کہتے تھے، میری طرف جس وقت امام نے دیکھا تو میں اپنے ہوش کھو چکا تھا۔ آپ نے ۲۱۳ھ میں فرمایا تھا کہ اگر میں

آنندہ سال کے اندر نہ مردی تو خدا کے نزدیک میری کچھ بھی قدر نہیں، چار پانچ سال بعد ہی انتقال فرمایا، آپ کے زمانہ میں امام بخاری فارغ التحصیل ہو کر بخارا پہنچے اور فتویٰ دینا شروع کیا تو آپ نے ان کو روکا تھا کہ آپ فتویٰ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے، آپ نے اپنے شیخ کا ارشاد نہیں مانا اور فتاویٰ دیئے جن سے ہنگامے ہوئے اور بخارا سے لکھنا پڑا۔ حمّم اللہ کلہم رحمۃ واسعۃ (حدائق وغیرہ)

۱۲۰- شیخ ہشام بن اسماعیل بن مکی بن سلیمان بن عبد الرحمن الحنفی الفقیہ (م ۲۱۵ھ)

ابوداؤ، ترمذی، نسائی نے ان سے روایت کی، ان سے ابو عبید، بخاری، یزید، بن محمد ابو زرعة مشقی وغیرہم نے روایت کی، ابن عمار نے کہا کہ عباد سے تھے، دمشق میں آپ سے افضل میں نے کسی کو نہیں دیکھا، عجلی نے شیخ، کیس، ثقة، صاحب سنت کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، خود حافظ نے آپ کو حنفی فقیہ لکھا ہے۔ (تہذیب ص ۳۲ ج ۱۱)

۱۲۱- حافظ علی بن معبد بن شداد العبدی الرقی (م ۲۱۸ھ)

امام محمد کے اصحاب خاص میں سے محدث اجل، فقید اکمل، شیخ ثقة، مستقیم الحدیث، حنفی المذهب، امام احمد کے طبقہ میں تھے، مرد سے مصر آئے اور وہیں سکونت کی، حدیث امام محمد، ابن مبارک، لیث بن سعد حنفی، ابن عینہ، عیسیٰ بن یوسف، وکیع وغیرہ تلامذہ امام اعظم سے حاصل کی اور آپ سے یحییٰ بن معین، محمد بن اسحق، ابو عبید قاسم بن سلام وغیرہ نے روایت کی، ابو داؤ دنسائی نے بھی آپ سے تخریج کی، آپ نے امام محمد سے جامع کبیر اور جامع صغیر بھی روایت کی، مصر میں درس حدیث دیا ہے ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور مستقیم الحدیث کہا، ابو حاتم نے شفہ کہا، حاکم نے شیخ وقت اور اجلہ محدثین سے شمار کیا۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (اماں الاحبارة وحدائق حنفیہ)

۱۲۲- امام ابو نعیم فضل بن دکین کوفی (وفات ۱۳۰ھ، م ۲۱۹ھ)

حدیث امام اعظم، مسرع، سفیان ثوری، شعبہ وغیرہ سے سنی، تمام ارباب صحاح سترے نے آپ سے روایت کی، امام بخاری آپ سے تاریخ میں بھی اقوال نقل کرتے ہیں، امام بخاری و مسلم کے کبار شیوخ میں ہیں اور امام اعظم کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں اور مسانید میں بکثرت امام صاحب سے روایت حدیث کی ہے، عجلی نے حدیث میں ثقة، ثبت کہا، سید الحفاظ ابن معین نے فرمایا کہ میں نے دو شخصوں سے زیادہ اشتہنیں دیکھا ابو نعیم اور عفان، ابن سعد نے ثقة، مامون، کثیر الحدیث و جنت کہا۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدیمه واماں الاحبارة)

۱۲۳- شیخ حمیدی ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر بن علیسی بن عبید اللہ بن اسامہ (م ۲۱۹ھ، م ۲۲۰ھ)

شیخ حمیدی بڑے پایہ کے محدث ہیں سفیان بن عینہ (تمیذ خاص امام اعظم) کے تلمیذ خاص ہیں اور اسی وجہ سے امام شافعی وغیرہ ان کی بڑی عزت کرتے تھے، ان کے علاوہ مسلم بن خالد، فضیل بن عیاض (تمیذ امام اعظم) اور در اوردی وغیرہ سے بھی حدیث حاصل کی، آپ سے امام بخاری، ذہلی، ابو زرعة، ابو حاتم، بشر بن موی وغیرہ نے روایت کی، امام بخاری نے آپ کے ابو نعیم خزانی کے اعتقاد پر امام اعظم کے بارے میں ایسی باتیں نقل کی ہیں جو ان کے شایان شان نہ تھیں جس پر حافظ سحاوی شافعی کو "اعلان بالتوئیخ" میں لکھتا پڑا کہ "ابن عدی، خطیب، ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی اور ابو اشیخ نے ائمہ متبوعین کے بارے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے دوسروں کو اجتناب کرنا چاہئے"۔

حافظ ابن حجر نے لکھا کہ حمیدی فقہ و حدیث میں امام بخاری کے شیخ تھے، طبقات بکلی وغیرہ میں ہے کہ (۱) شیخ حمیدی فقہاء عراق کے بارے میں شدید تھے (۲) ان کیخلاف برے ہمایات استعمال کرتے تھے جو ان کیلئے موزوں نہ تھے (۳) غصب کے وقت اپنی طبیعت پر قابو نہ رکھ سکتے تھے (۴) کوئی شخص ان کے خلاف مراجع بات کہتا تو جواب میں اس کو بہت سخت کرتے اور بے آبرو کر دیتے تھے، امام شافعی کی مجلس

میں ابن عبد الحکم کو اور ان کے ماں باپ کو جھوٹا کہا، امام احمد نے فرمایا کہ بشر سری سے ناراض ہوئے تو ان کو بھی اور متعدد الحدیث کے دیا، پھر انہوں نے بہ جلف اطمینان دلایا کہ بھی نہ مانا حالانکہ دوسرے ائمہ نے بشر کی توثیق کی اور ان سے روایت بھی کی، بخاری نے بھی ان سے تخریج کی ہے، مند حیدری آپ کی بلند پایہ تالیف ہے جو مجلس علمی کراچی کی طرف سے حیدر آباد میں بہترین نائپ سے عمدہ کاغذ پر حضرت امیر مولانا ابوالمارث الحاج جبیب الرحمن صاحب عظیمی دامت برکاتہم کی گرائ قدر تعلیقات کے ساتھ زیر طبع ہے، حمایہ اللہ تعالیٰ۔

۱۲۳- امام عیسیٰ بن ابان بن صدقہ بصریؓ (متوفی ۲۲۱ھ)

حدیث وفقہ کے امام جلیل القدر ہیں، علم حدیث میں آپ کے غیر معمولی فضل و تفوق پر آپ کی کتاب "انج الصیغہ" اور "انج ابکیر" شاہدِ عدل ہیں امام محمد سے فقه میں تلمذ کیا، بصرہ کے قاضی رہے، بہال بن یحییٰ کا قول ہے کہ ابتداء اسلام سے اب تک کوئی قاضی عیسیٰ بن ابان سے بڑھ کر فقیہ نہیں ہوا، امام بکار بن قتیرہ کا قول ہے کہ دو قاضیوں کی نظر نہیں ہے، اسماعیل بن حماد (ابن الامام العظیم) اور عیسیٰ بن ابان، پہلے امام محمد وغیرہ سے بدن ہتھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ حدیث کے خلاف کرتے ہیں، پھر قریب ہو کر مستفید ہوئے تو فرمایا کہ میرے اور نور کے درمیان پردے پڑے ہوئے تھے جو اٹھ گئے، مجھے گمان نہیں تھا کہ خدا کی خدائی میں اس جیسا شخص بھی ہے بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے، حتیٰ کہ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے پاس کوئی دوسرا شخص لا جائے جو میری طرح مالی تصرفات کرتا ہوں تو میں اس پر پابندی لگادوں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (جو اہر مضیہ)

۱۲۴- امام یحییٰ بن صالح الواحظی ابو زکریاؓ (ولادت ۱۲۹ھ متوفی ۲۲۲ھ)

خلاصہ میں احمد کبار الحمد شیع والفقہا لکھا، امام مالک اور امام محمد سے حدیث حاصل کی، حنفی ہیں اور امام بخاری کے استاد ہیں، امام محمد کے مکمل معظمه تک رفیق سفر بھی رہے ہیں، آپ سے ابو زرعہ، ابو حاتم نے اور امام نسائی کے علاوہ تمام ارباب صحاح ستہ نے روایت کی ہے۔ منقول ہے کہ امام وکیع نے کسی موقع پر آپ سے کہا کہ "اے ابو زکریا! ہر رائے سے پرہیز کرنا کیونکہ میں نے امام عظیم ابوحنیفہ سے سنائے وہ فرماتے تھے کہ بعض قیاسوں سے مسجد میں پیش اسٹاپ کرنا بہتر ہے، اب نہیں وغیرہ نے آپ کی توثیق کی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (جو اہر و امانی)

۱۲۵- حافظ سلیمان بن حرب بغدادیؓ (متوفی ۲۲۳ھ)

مشہور حافظ حدیث ہیں ابو حاتم نے بیلن کیا کہ میں آپ کی مجلس درس میں شریک ہوا، حاضرین کا اندازہ چالیس ہزار تھا، قصرِ مامون کے پاس ایک اونچی جگہ بنائی گئی جس پر آپ نے درس دیا، خلیفہ مامون اور تمام امراء دربار حاضر تھے، خود مامون بھی آپ کے امامی درس کو لکھتے تھے (تذكرة الحفاظ)

۱۲۶- امام ابو عبدید قاسم بن سلامؓ (متوفی ۲۲۵ھ)

ابن عینہ، حفص بن غیاث، یحییٰ القطان، ابن مبارک، وکیع، میزید بن ہارون (תלמידہ امام عظیم) وغیرہ سے روایت کی مشہور، محدث فقیہ، نحوی تھے، طوسیوں کے قاضی رہے، اخْتَ بن راہویہ کا قول ہے کہ خدا کو حق بات پیاری ہے ابو عبدید مجھ سے زیادہ افق و اعلم ہیں، ہم ان کے محتاج ہیں وہ ہمارے محتاج نہیں، غریب الحدیث کی تفسیر میں بہت مشہور ہوئے کیونکہ بڑے ادیب تھے، ایک کتاب "غریب الحدیث" ۲۰ سال میں تالیف کی۔ (تہذیب ص ۳۱۵ ج ۸)

۱۲۷- حافظ ابو الحسن علی بن الجعده بن عبدید الجوهري بغدادیؓ (ولادت ۱۳۳ھ، متوفی ۲۳۰ھ)

بخاری و ابو داؤد کے روایت میں سے مشہور محدث و فقیہ ہیں، حافظ ذہبی نے تذكرة الحفاظ میں محدث عبد وس اور موسیٰ بن داؤد کا قول نقل

کیا کہ ان سے بڑھ کر حافظ حدیث ہم نے نہیں دیکھا، عبدوس سے کہا گیا کہ ان کو جنہی کہا گیا ہے تو فرمایا کہ لوگوں نے جھوٹا الزام لگایا ہے، ابن معین نے توثیق کی اور کہا کہ شعبہ کی حدیثوں میں سارے بغدادیوں سے زیدہ محمد ہیں اور آپ ربانی اعلم ہیں، ابو زرعة نے صدقہ فی الحدیث کہا، دارقطنی نے ثقہ مامون کہا، ابن قانع نے ثقہ ثابت کہا، امام ابو یوسف کے خاص اصحاب میں سے ہیں، امام عظیم ابوحنیفہ کو جنہی دیکھا اور آپ کے جنازہ پر بھی حاضر ہوئے ہیں، حدیث جریر بن عثمان، شعبہ، ثوری اور امام مالک وغیرہ سے روایت کی اور آپ سے امام بخاری، ابو داؤد، ابن معین، ابو بکر ابن ابی شیبہ، ابو زرعة اور ابن ابی الدنیا (م ۲۸۷ھ) وغیرہ نے روایت کیا، رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔ (حدائق، امامی)

۱۲۹- شیخ فرج مولی امام ابو یوسف (ولادت ۱۳۶ھ م ۲۳۰ھ)

محمدث، ثقہ، فاضل اجل تھے امام احمد، ابن معین، امام بخاری، سلم ابو داؤد، ابو زرعة وغیرہ نے آپ سے حدیث روایت کی اور توثیق کی، صغرنی میں امام عظیم کو جنہی آپ نے دیکھا تھا اور جنازہ پر حاضر ہوئے تھے، فقہ میں امام ابو یوسف سے درجہ تخصص حاصل کیا اور آپ سے احمد بن ابی عمران (استاد امام طحاوی) نے تفقہ کیا۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۱۳۰- سید الحفاظ امام سیحی بن معین ابو زکریا بغدادی (تمیذ الامام ابی یوسف و امام محمد) (م ۲۳۳ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو ”الامام الفرد، سید الحفاظ“ لکھا، آپ نے جامع صغیر امام محمد سے پڑھی اور فقہ حاصل کیا اور حدیث میں امام ابو یوسف سے شرف تلمذ کیا ”عيون التواریخ“ میں ہے کہ امام احمد، ابن مدینی (شیخ اکبر امام بخاری) ابو بکر ابن شیبہ اور احقیق آپ کے کمال علم و فضل کی وجہ سے تعظیم تکریم کرتے تھے، آپ کو ورش میں دس لاکھ روپے ملے تھے جو سب آپ نے تحصیل علم حدیث پر صرف کر دیئے تھے اور اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ احادیث لکھیں، امام احمد کا قول ہے کہ جس حدیث کو سیحی نہ جانیں وہ حدیث نہیں ہے، علامہ کوثری نے لکھا کہ میں نے آپ کی تصنیف کردہ ”تاریخ“ (روایت الدوری) کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں دیکھی ہے، جرح و تعدیل کے سلسلہ میں آپ سے روایات میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے، حافظ ذہبی نے جو رسالہ ثقات پر کام کے بارے میں تالیف کیا ہے اس میں ابن معین کو ”محصلب حنفی“ بلکہ متعصب بھی لکھا ہے، باوجود اس کے بھی بعض رواثۃ نے آپ کی طرف بعض اصحاب امام عظیم کے بارے میں سخت ناموزوں کلمات منسوب کر دیئے ہیں جو یقیناً آپ نہیں کہے ہوں گے۔ (تقدیمہ نصب الرایہ) تہذیب میں آپ کا مفصل تذکرہ اور خوب مدح ہے۔

الجnom الزاهرہ میں ہے کہ امام بخاری نے فرمایا ”میں نے اپنے آپ کو کسی اہل علم کے سامنے حصہ نہیں پایا بجز سیحی بن معین کے (الرسالة المستظر فی ص ۱۰۵) حافظ ابو عبید قاسم بن سلام کا قول ہے کہ حدیث کا علم چار شخصوں پر منسوب ہوا جن میں ابو بکر بن ابی شیبہ حسن اداء میں، امام احمد تفقہ میں، سیحی بن معین جامعیت میں اور علی بن المدینی وسعت معلومات میں ایک دوسرے سے زیادہ ہیں، ایک بار اس طرح فرمایا کہ حدیث کے ربانی عالم چار ہیں جن میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم امام احمد، روانی و حسن سیاق میں سب سے بہترین علی بن مدینی، تصنیف میں سب سے زیادہ خوش سلیقه ابو بکر ابن شیبہ اور صحیح وغیر صحیح احادیث کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے سیحی بن معین ہیں، ابو علی صالح بن محمد بغدادی نے اس طرح موازنہ کیا کہ حدیث عمل کے سب سے بڑے عالم علی بن مدینی، فقه و حدیث میں سب سے بڑھ کر احمد بن حنبل، تصحیف مشائخ کے بارے میں سب سے زیادہ باخبر سیحی بن معین اور مذاکرہ کے وقت سب سے زیادہ یادداشت رکھنے والے ابو بکر بن ابی شیبہ ہیں (ابن ماجہ ص ۲۵۵) اور علم حدیث مؤلفہ مولانا عبدالرشید نعمانی (غرض سید الحفاظ ابن معین کی عجیب علمی شان ہے جس سے موافق و مخالف ہر ایک نے فائدہ اٹھایا، امام عظیم اور آپ کے اصحاب عظام کے خلاف جو حسد و عناد اور تعصّب وغیرہ کی بنیادوں پر دھڑکے بندیاں کی گئیں ان کے مقابلہ میں حافظ ابن معین نے انتہائی تدبیر اور صبر و ضبط کے ساتھ کام لیا ہے، آپ کی مدح و توثیق اور اسی طرح نقدو جرح انتہائی محتاط تھی، اپنے

اکابر ائمہ و اساتذہ کے بارے میں بہت مختصر کلمات مدح فرماتے تھے، تمام اصحاب صحابہ کے شیوخ رواۃ میں ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۱۳۱- حافظ علی بن محمد ابو الحسن طنافسی (متوفی ۲۳۳ھ)

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ”محدث و عالم قزوین“ لکھا ہے علمی خاندان سے تھے، آپ کے دونوں مااموں یعلیٰ بن عبید اور محمد بن عبید بھی بڑے محدث تھے اور صاحبزادے حسین قزوین کے قاضی تھے، آپ نے کوفہ کے مشاہیر ائمہ حدیث کی شاگردی کی، قابل ذکر اساتذہ عبداللہ بن اوریس، حفص بن غیاث، وکیع، ابن عینیت (تلامذہ امام اعظم) اور ابو معاویہ، ابن وہب وغیرہ ہیں اور آپ سے ابو زرعة، ابو حاتم، ابن ماجہ اور صاحبزادے حسین طنافسی وغیرہ علماء حدیث نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور محدث خلیلی نے آپ کو اور آپ کے بھائی حسن بن محمد طنافسی کو قزوین کے بلند پایہ امام کہا، دور، دور سے علماء تحصیل حدیث کے لئے آپ کے پاس آتے تھے، ابو حاتم نے کہا کہ آپ ثقہ صدق تھے اور آپ کے مجھے باعتبار فضل و صلاح ابو بکر بن الی شیبہ (صاحب مصنف مشہور) سے بھی زیادہ محبوب ہیں اگرچہ ابو بکر حدیث کے علم و فہم میں زیادہ ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (تہذیب و تذکرہ)

۱۳۲- امام محمد بن سماعہ تمسمی (م ۲۳۳ھ عمر ۱۰۳ سال)

مشہور محدث و فقیہ، تکمیلہ خاص امام ابو یوسف و امام محمد و امام حسن بن زیاد۔ ”عيون التواریخ“ میں حافظ، ثقہ، صاحب اختیارات فی المذهب اور صاحب روایات مصنفات لکھا ہے، ابن معین فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح اہل رائے میں امام محمد بن سماعہ بھی تملی بات کہتے ہیں اگر اسی طرح اہل حدیث بھی کہتے تو نہایت درجہ کی اچھی بات ہوتی، اور انتقال پر فرمایا کہ اہل رائے سے علم کی خوبصورتی خست ہوئی۔

یہی محمد بن سماعہ اپنے شیخ امام ابو یوسف کے بارے میں راوی ہیں کہ وہ قضا کے زمانہ میں بھی روزانہ دو سورگعت پڑھا کرتے تھے اور خود ان کا بھی یہی معمول دوسروں نے نقل کیا ہے، مامون کے زمانے میں بغداد کے قاضی رہے، معتصم کے زمانے میں بوجہ ضعف بصر مستعفی ہو گئے تھے آپ نے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نوادر کو کتابی صورت میں جمع کیا، آپ نے امام محمد کو خواب میں دیکھا کہ سوتی کا سوراخ بنا رہے ہیں، تعبیر دینے والے نے بتایا کہ وہ شخص حکمت کی باقیت کہتا تھا لہذا تم سے اس کی کوئی بات نظر اندازنا نہ ہو جائے، اس پر آپ نے امام محمد کے نوادر ملفوظات جمع کر دیئے، ابن سماعہ بڑے عابدو زاہد تھے، خود بیان کیا کہ چالیس سال تک تکمیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی سوائے ایک دن کے جس روز والدہ ماجدہ کی وفات ہوئی تو ایک نماز جماعت سے نہ ہو سکی، اس کی تلافی کے خیال سے میں نے پچیس نمازیں پڑھیں، خواب میں کسی نے کہا، اے محمد! تم نے پچیس نمازیں ضرور پڑھیں لیکن تامین ملائکہ کو کہاں سے لاؤ گے، آپ کی تصانیف میں سے کتاب ادب القاضی کتاب الحاضر والجلات اور نوادر زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (جوہر ص ۵۸ ج ۲ و تقدیم نصب الرایہ)

۱۳۳- حافظ محمد بن عبد اللہ نیمر کوفی (متوفی ۲۳۴ھ)

یہ اوران کے والد ماجد حافظ عبد اللہ بن نیمر م ۱۹۹ھ بلند پایہ محدث تھے، والد ماجد امام اعظم کے مشہور تلامذہ میں سے تھے، ابن الی شیبہ نے مصنف میں آپ کے واسطہ سے امام اعظم کی متعدد روایات نقل کی ہیں، جواہر مضیہ میں ان کا تذکرہ ہے، حافظ محمد عبد اللہ مذکور کو ”درة العراق“، کہا کرتے تھے اور بڑی تعظیم کرتے تھے، علی بن الحسین بن الجنید نے کہا کہ کوفہ میں ان کے علم و فہم، زید اور اتباع سنت کی نظیر نہ تھی، احمد بن صالح مصری نے کہا کہ بغداد میں امام احمد اور کوفہ میں محمد بن عبد اللہ بن نیمر کا مثل نہیں تھا، یہ دونوں جامع شخص تھے، امام بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ابن ماجہ سب ان کے شاگردوں ہیں صحیح مسلم ۳۷۵ حدیث آپ سے روایت کیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (تہذیب و تذکرہ)

۱۳۴- حافظ ابو خثیمہ زہیر بن حرب النسائی (ولادت ۱۶۰، عمر ۳۷ سال م ۲۳۲ھ)

مشہور حافظ حدیث، اکابر ائمہ محدثین، سفیان بن عیینہ، سعیج القطن، عبدالرزاق بن ہمام (صاحب منصف) حفص بن غیاث، عبد اللہ بن اوریس و کبیع (تلامذہ و اصحاب امام اعظم) کے شاگرد ہیں، امام بخاری، مسلم ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا اور ایک بڑی جماعت محدثین نے آپ سے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور لکھا کہ یہ امام احمد و سعیج بن معین کے درجے کے ہیں، یعقوب بن شیبہ اور ابن نییر نے ان کو حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ پر بھی ترجیح دی ہے، امام نسائی و خطیب نے ثقة، ثبت، جستہ، حافظ متقن وغیرہ لکھا، صرف صحیح مسلم میں ان کی سند سے بارہ سو اکیاسی احادیث مروی ہیں (تذكرة الحفاظ و تہذیب) ان مذاقب عالیہ و جلالت قدر کے ساتھ بواطہ اصحاب امام اعظم سے حدیث میں تلمذ کا شرف حاصل ہے اور آپ سے مسانید میں روایت کی ہیں۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔ (جامع المسانید ص ۲۳۶۰ ج ۲)

۱۳۵- حافظ سلیمان بن داؤد بن بشر بن زیاد ابوالایوب المفتری معروف بہ شاذ کوفی (م ۲۳۲ھ)

مشہور حافظ حدیث، ثقة، کثیر الحدیث تھے بغداد آکر درس حدیث دیا پھر اصفہان جا کر سکونت کی، امام احمد و سعیج بن معین کے درجے میں تھے، خطیب نے نقل کیا کہ ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا علم حدیث امام احمد، علی بن عبد اللہ، سعیجی بن معین اور ابو بکر بن ابی شیبہ پر مشتمی ہوا اور امام احمدان میں سے افقہ تھے، علی، اعلم تھے، سعیجی بن معین میں جامعیت تھی، ابو بکر بن ابی شیبہ حفظ حدیث میں بڑھ کر تھے، ابو سعیجی نے کہا کہ ابو عبید سے خطاب ہوئی حفظ حدیث میں سب سے بڑھ کر مرتبہ سلیمان بن داؤد شاذ کوفی کا ہے۔ محدث خوارزمی نے اس کے بعد لکھا کہ شاذ کوفی بھی ان حضرات میں ہیں جو مسانید میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں۔ (جامع المسانید ص ۲۳۷ ج ۲)

۱۳۵- حافظ علی بن المدینی (م ۲۳۲ھ تہذیب ص ۳۳۹ ج ۷)

۱۳۶- حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ (عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان عیسیٰ کوفی م ۲۳۵ھ)

تذكرة الحفاظ میں، الحافظ عدم الغظیر، الثابت، اخیر لکھا، امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، ابن ماجہ کے استاد ہیں اور ان کی کتابوں میں آپ سے بہتر روایات ہیں، عمرو بن فلاں نے کہا کہ آپ سے بڑا حافظ حدیث ہماری نظر سے نہیں گذر، ایوز رعد نے کہا کہ میں نے آپ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں، آپ کی بہترین یادگار "مصنف" دنیا نے اسلام کی بے نظیر کتابوں میں ہے جس پر مفصل تبصرہ کرنا مناسب ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ

حافظ ابن حزم نے اس کو موطاً امام مالک پر مقدم کیا ہے "احادیث احکام" کی جامع ترین کتاب ہے جس میں اہل حجاز و اہل عراق کی روایات و آثار کو جمع کیا ہے، علامہ کوثری نے لکھا کہ حافظ موصوف کبار ائمہ حدیث میں سے تھے، آپ کے مصنف ابواب فقہ پر مرتب ہے، ہر باب میں حدیث مرفوع، موصول، مرسلاً، مقطوع و موقوف کے ساتھ آثار و اقوال صحابہ و فتاویٰ تابعین اور اہل علم کے اقوال بطریق محدثین سند کے ساتھ جمع کئے ہیں، جن سے مسائل اجتماعیہ و خلافیہ پر پوری روشنی ملتی ہے اور ادل فقہ حنفی کا بھی بہترین ذخیرہ اس میں موجود ہے مصنف مذکور کے مکمل قلمی نسخہ کی ۸۸ ضخیم جلدیں مکتبہ مراد ملا اتنبول میں موجود ہیں جہاں مصنف عبدالرزاق کا بھی مکمل نسخہ پانچ ضخیم جلدیں میں موجود ہے، ہندوستان میں کامل نسخے خزانہ آصفیہ اور مکتبہ سندیہ میں ہیں ناقص بہت جگہ ہیں۔

امام اعظم کا طریقہ مذہبیں فقہ کے سلسلہ میں یہ تھا کہ دنیا نے اسلام کے سنکڑوں ہزاروں محدثین آپ کی خدمت میں حدیث و فقہ کی تحریک کے لئے جمع ہوتے تھے ان کی موجودگی میں احادیث احکام پر غور ہوتا تھا، ناسخ و منسوخ کی بھی پوری چھان میں ہوتی تھی، رجال پر بھی

نظر ہوتی تھی، آثار صحابہ و فتاویٰ تابعین کو بھی دیکھا جاتا تھا جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کون کون سی احادیث کس کس طرح ہیں اور کس درجہ کے لوگوں میں متداول و معمول بہاری ہیں، خاص طور سے ۲۰ شرکاء مدین فقہ کی توجہ بر سہابہ تک اسی خدمت پر صرف ہوئی حافظ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں بھی ان سب امور کا ذکر پوری طرح کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جو روشنی فصل مسائل احکام میں اس پوری تفصیل سے مل سکتی تھی وہ ان کتابوں سے نہیں مل سکتی جن میں صرف احادیث مجردہ صحیح جمع کی گئیں، اس طرز کی علمی و حدیثی گراں قدر خدمت مصنف عبدالرزاق میں بھی تھی اور امام زہری نے بھی اپنی تایف میں احادیث بیویہ کے ساتھ صحابہ کے فتاویٰ و فیصلوں کو جامع الابواب کے نام سے جمع کیا تھا، جمع احادیث مجردہ کی تحریک حافظ الحنفی بن راہویہ نے کی جس پر سب سے پہلے امام بخاری نے عمل کیا اور پھر دوسرے محدثین کا بھی رجحان اسی طرف ہو گیا اس کے نتیجے میں آثار و اقوال صحابہ فتاویٰ تابعین اور اقوال و آراء ائمۃ مجتہدین کا اکثر و بیشتر حصہ سامنے سے ہٹ گئی، حضرت عمر بن عبد العزیز نے جمع حدیث کی ہم پر صرف بہت کی، اپنے دور خلافت میں جا بجا احکام صحیح کے احادیث کے ساتھ آثار صحابہ کو بھی مدون کیا جائے مگر چونکہ امام بخاری آثار صحابہ کو جمع نہیں سمجھتے تھے انہوں نے جزو ثانی کو ذکر بھی نہیں کیا اور ائمۃ مجتہدین کے اقوال و آراء کو "بعض الناس" کی تعبیر سے مسمی و بے وقت بنایا، بقول حضرت الاستاذ علامہ کشمیریؒ مذہب حنفی سے واقفیت ناقص ہونے کی وجہ سے بعض مسائل و آراء کی نسبت میں بھی غلطی کی جس کی تفصیل اپنے موقع پر آئے گی، رسائل جزء رفع الیدين اور جزء القراءات میں تو سلف کی تجویز تک نوبت پہنچائی جس کی وضاحت امام بخاری کے حالات میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

غرض ہماری پختہ رائے ہے کہ اگر مصنف ابن ابی شیبہ کے طرز کی حدیثی تایفات کی اشاعت بھی ہوئی ہوتی تو جو نوبت افراط و تفریط تک پہنچی یا اصحاب مذاہب اربعد کے مناقشات اور ان کے شاخانے اتنے بڑھے یا عدم تقلید و سب ائمۃ مجتہدین، محدثین و فقهاء کے رجحانات میں نشوونما ہوایہ کچھ بھی نہ ہوتا اور باوجود اختلاف خیال کے بھی سب لوگوں کے قلوب متداول اور جذبات ہم رنگ ہوتے ہیں۔

حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ اور روشنی فصل مسائل امام اعظم

جیسا کہ بھی ذکر ہوا حافظ موصوف کی کتاب فتح حنفی کے لئے بہترین دستاویز ہے اور ہماری تمنا ہے کہ کسی طرح یہ ذخیرہ نادرہ جلد سے جلد طبع ہو کر شائع ہواں ضخیم کتاب کا ایک نہایت مختصر حصہ وہ بھی ہے جس میں حافظ موصوف نے امام صاحب کے بعض مسائل پر نقد کیا ہے اور ہندوستان کے غیر مقلدوں نے ان کو اصل و ترجمہ اردو کے ساتھ شائع بھی کر دیا ہے تاکہ احناف کے خلاف پروپیگنڈے میں اس سے مدد لیں اس لئے اس کے متعلق بھی کچھ پڑھ لیجئے اس کے رو میں جو کتابیں لکھی گئیں ان کا بھی مختصر حال لکھا جاتا ہے۔

۱- حافظ عبد القادر قرشی حنفی صاحب "الجواہر المحتیة" (م ۵۵ کے یہ نے "الدارالمدیہ" ، لکھی۔

۲- حافظ قاسم بن قسطنطیل بغا حنفی (م ۸۹ کے یہ نے الاجوبة المدیہ لکھی، آپ کو حافظ ابن حجر سے بھی تلمذ ہے اور آپ کا مقام حدیث و فقہ میں بہت بلند ہے خود حافظ ابن حجر نے آپ کو امام، علامہ محدث و فقیہ اور اشیخ الحدیث الکامل الاحمد لکھا ہے اور حافظ ابن حجر نے نصب الرایہ کی تائیخی درایہ میں جن احادیث کو لکھا تھا کہ "مجھے نہیں ملیں"، حافظ قاسم موصوف کی مطبوعہ "نیۃ الاعی" کے آخر میں جو تعلیقات درایہ چھپی ہیں ان میں موصوف نے جا بجا ان احادیث کی تخریج حوالہ کی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ان کی حدیثی معلومات کا دائرة حافظ ابن حجر سے بھی زیادہ وسیع تھا، پھر بھی کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ احناف میں محدثین کی کمی ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ دوسروں کی طرح ان کے لئے پروپیگنڈے کافن استعمال نہیں کیا گیا۔

۳- حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی صاحب "سیرۃ شامیہ کبریٰ" نے بھی ایک روکھنا شروع کیا تھا جس کو وہ پورا نہ کر سکے البتہ "عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفہ الشuman" میں اپنی اسانید سے سترہ سلسلے جامعین مسلمان یا امام اعظم تک لکھتے کے بعد حافظ ابن ابی شیبہ کے رد کا بھی ذکر کیا اور موصوف کے

اس اندام پر کڑی تنقید اور درشت کلمات کے بعد مختصر اصولی جوابات بھی لکھے ہیں اس حصہ کو علامہ کوثری نے "نکت" کے آخر میں نقل بھی کر دیا ہے۔

۲۔ کشف الظنون میں ایک اور کتاب کا بھی ذکر ہے جس کا نام "الردعلى من رد على أبي حنيفة" لکھا ہے۔

۵۔ ایک رو علامہ کوثری (م ۱۴۳۷ھ) نے لکھا جس کا نام "الكت الطريفي في التحدث عن رودود بن أبي شيبة علی أبي حنيفة" ہے جو ۱۴۲۵ھ میں مصر سے شائع ہوا، علامہ کوثری نے تحریر فرمایا کہ ان کو سابقہ ردو د میں سے باوجود سعی کے کوئی نہل سکتا ہم علامہ کا رد مذکور بہت کافی و شافی اور ان کی دوسری تالیفات کی طرح نہایت محققانہ بلند پایا ہے، ابتداء میں یہ بھی لکھا ہے کہ ۱۴۲۵ھ اعتراضات میں سے نصف تو وہ ہیں جن میں دونوں جانب قوی احادیث و آثار ہیں لہذا اختلاف صرف وجہ ترجیح کا رہ جاتا ہے، باقی نصف کے پانچ حصے ہیں، ایک وہ جن میں کتاب اللہ کی وجہ سے کسی خبر واحد کو امام صاحب نے ترک کیا ہے، ایک خمس میں خبر مشہور کی وجہ سے اس سے کم درجہ کی حدیث پر عمل نہیں کیا ایک خمس میں مدارک اجتہاد اور فہم معانی حدیث کے فرق سے الگ الگ راہ بنی ہے اور امام صاحب کا ان امور میں تفوق مسلم ہے ایک خمس میں حافظ ابو بکر نے حنفی مذہب سے ناویقی کے باعث اعتراض کیا ہے اس کے بعد صرف ایک خمس (۱۲-۱۳ مسائل) ایسے رہ جاتے ہیں جن کے بارے میں علی سبیل التزلی یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام صاحب سے ان میں خطاب ہوئی جن کی نسبت امام صاحب کے مدون مسائل کی کثرت کے اعتبار سے صفر کے قریب ہوتی ہے کیونکہ ان کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار تک بیان ہوئی ہے گویا ایک لاکھ میں ایک مسئلہ ٹھیک اور یہ کون کہہ سکتا ہے کہ امام صاحب معصوم تھے۔

ایک اہم بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ حافظ ابو بکر نے مشہور اختلافی مسائل میں سے کوئی مسئلہ نہیں لکھا جن پر بعد کے محدثین اور مخالفین و معاوندین نے حنفی کے خلاف بڑا ذریغہ اپنے اور امام بخاری جیسے عظیم القدر محدث نے بھی اپنے رسائل میں اکابر حنفی کے خلاف شان بہت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، حالانکہ ان مسائل میں اختلاف کی نوعیت بہت ہی معمولی تھی جس کو حافظ ابن تیمیہ وغیرہ نے بھی لکھا ہے اور ہم نے اس کو پہلے نقل کیا ہے علامہ کوثری کے جوابات شرح بخاری میں ب موقع نقل ہوں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وہو المستعان وعلیہ التکلان۔

۱۳۔ حافظ بشر بن الولید بن خالد کندی (م ۲۳۸ھ)

امام ابو یوسف کے اصحاب میں سے جلیل القدر محمد و فقیہ، دیندار، صالح و عابد تھے، حدیث امام مالک و حماد بن زید وغیرہ سے بھی حاصل کی آپ سے ابو نعیم موصی، ابو یعلی وغیرہ اور ابو داؤد نے روایت کی دارقطنی نے ثقہ کہا، حالت پیری، ضعف و مرض میں بھی دوسرا گفت نفل روزانہ پڑھا کرتے تھے، معتصم بالله نے خلق قرآن کے قائل نہ ہونے پر آپ کو قید کر دیا اور ہر چند کوشش کی مگر آپ قائل نہ ہوئے پھر متوفی کے زماں میں رہا ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہم اکثر حضرت سفیان بن عینیہ کی مجلس میں جاتے تھے جب کوئی مشکل مسئلہ ان کے پاس آتا تو وہ پکار کر پوچھتے تھے کہ امام ابو حنینہ کے اصحاب میں سے کوئی شخص یہاں موجود ہے سب میری ہی طرف اشارہ کرتے اور میں جواب عرض کرتا لوگوں نے آپ سے مشکل فقہی مسائل اور نوادر میں غیر معمولی استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (حدائق)

۱۴۔ حافظ الحنفی بن راہویہ حنظلی ولادت ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، عمر ۷۷ سال

آپ نے ابن عینیہ، ابن علیہ، جریر، بشر بن المفضل، حفص بن غیاث، ابن اوریس، ابن مبارک، عبد الرزاق، عیسیٰ بن یونس، شعیب، ابن الحنفی وغیرہ سے روایت کی، آپ سے سواء ابن ماجہ کے باقی ارباب صحاح نے اور بقیہ بن الولید و میمینی بن آدم نے جو آپ کے شیوخ میں ہیں اور امام احمد، الحنفی کوچ، محمد بن رافع اور میمینی بن معین نے جو آپ کے اقران میں ہیں روایت کی۔

ابن مبارک سے نوجوانی کے زمانے میں حدیث سنی اور بعہد کم عمری کے آپ سے روایت نہ کی، قیام مردوں میں ابتداء میں تفقہ بھی آپ نے ابن مبارک وغیرہ کی خدمت میں رہ کر امام غوثیم کے مذہب پر کیا تھا، پھر جب بصرہ جا کر عبد الرحمن بن مہدی کی شاگرد ہوئے تو فقہ حنفی سے مخرف ہو گئے

تحا اور اصحاب طواہر کا طریقہ اختیار کر لیا تھا، امام عظیم کے حالات ہمیں ہم نقل کر آئے ہیں کہ کچھ لوگوں نے امام عظیم کی کتابیں دریا برد کرنے کی اکیم بنائی تھی جس پر مامون نے ان لوگوں کو بلا کر امام صاحب کی طرف سے مدافعت کی اور ان کو تشبیہ کی کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کریں تو ان میں یہ الحن بن را ہو یہ بھی تھے جو امام بخاری کے خاص شیوخ میں ہیں اور ممکن ہے کہ امام بخاری میں جوانحراف فقہ حنفی یا الحنفی احناف سے آیا ظاہریت کی جانب زیادہ میلان ہوا اس میں ان کے تلمذ کا بھی اثر ہو، یوں ابتداء میں امام بخاری کو بھی فقہ عراق و فقہاء احناف سے ربط رہا ہے۔ واللہ اعلم۔

الحن بن را ہو یہ کا حافظہ بے مثل تھا اپنے تلامذہ کو گیارہ ہزار احادیث املا کرائیں پھر ان کا اعادہ کیا تو ایک حرف زیادہ یا کم نہ کیا، وفات سے دو ماہ قبل حافظہ میں تغیر ہو گیا تھا۔ رحمہ اللہ درحمۃ واسعۃ۔

۱۳۹- حافظ ابراہیم بن یوسف بن جنی (م ۲۳۹ھ)

ابن مبارک، ابن عینہ، ابوالاحوص، ابو معاویہ، ابو یوسف القاضی، ہشیم وغیرہ سے روایت کی، امام مالک سے بھی ایک حدیث سنی ہے، آپ سے ناسی، ذکر یا بجزی، محمد بن کرام وغیرہ ایک جماعت نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، امام ابو یوسف کی خدمت میں رہ پڑے تھے، یہاں تک کہ فقہ میں کمال حاصل کیا، ابو حاتم نے کہا ان سے حدیث نہیں لیں گے، حافظہ ہبی نے اس پر کہا کہ یہ محض ارجاء کی تہمت کی وجہ سے ان پر حملہ کیا گیا ہے، ناسی نے ان کو اپنے شیوخ میں ذکر کیا اور لفظہ کہا ہے۔ (تہذیب ص ۱۸۲ ج ۱)

۱۴۰- حافظ عثمان بن ابراهیم الکوفی المعروف با بن ابی شیبہ (م ۲۳۹ھ عمر ۸۳ سال)

مشہور محدث ابو بکر بن ابی شیبہ صاحب "مصنف" کے بھائی تھے، مکہ معظمه اور بے وغیرہ کے علمی سفر کے، مند و تفسیر لکھی، بغداد جا کر درس حدیث دیا، شریک بن عبد اللہ، سفیان بن عینہ، عبداللہ بن عبید بن ادریس اور جریر بن عبد الحمید و ہشیم وغیرہ سے حدیث روایت کی، محمدث خوارزمی نے فرمایا کہ امام عظیم سے بھی آپ نے مسانید میں روایات کی ہیں، رحمہ اللہ درحمۃ واسعۃ۔

۱۴۱- امام یحییٰ بن اکتم بن محمد قطن بن سمعان مروزی (م ۲۲۳، ۲۲۲ھ، عمر ۸۳ سال)

مشہور محدث و فقیہ، امام محمد کے اصحاب خاص میں تھے، حدیث امام محمد، ابن مبارک، ابن عینہ وغیرہ سے سنی اور روایت کی، آپ سے امام بخاری نے غیر جامع میں اور امام ترمذی نے روایت کی، میں سال کی عمر میں بصرہ کے قاضی ہوئے، اہل بصرہ نے کم عمر سمجھا تو فرمایا کہ میں عتاب بن اسید سے عمر میں بڑا ہوں جن کو حضور اکرم ﷺ نے مکہ معظمه کا قاضی بنایا تھا اور معاذ بن جبل سے بھی عمر میں زیادہ ہوں جن کو آنحضرت ﷺ نے یمن کا قاضی بنایا تھا۔ رحمہ اللہ درحمۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۱۴۲- حافظ ولید بن شجاع ابو ہمام بن ابی بدر السکونی الکوفی (م ۲۳۳ھ)

امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ کے حدیث میں استاد ہیں، ابن معین نے فرمایا کہ ان کے پاس ایک لاکھ حدیثیں ثقات کی موجود تھیں، حافظہ ہبی نے میزان میں ان کو حافظ حدیث لکھا، رحمہ اللہ درحمۃ واسعۃ۔

۱۴۳- محدث کوفہ ابو کریب محمد بن العلاء الہمدانی الکوفی (م ۲۳۳ھ عمر ۷۸ سال)

کوفہ کے مشہور حفاظ حدیث میں سے ہیں تمام ارباب صحاح ستے ان سے روایت کی، موسیٰ بن الحن بن الحنفی کا بیان ہے کہ میں نے ابو کریب سے ایک لاکھ حدیث شیش، ابن نیر نے کہا کہ عراق میں ان سے زیادہ کشیر الحدیث نہ تھا، علامہ یاقوت حموی نے کہا کہ ابو کریب متفرق علیہ ثقہ ہیں۔ (تہذیب و تذکرہ)

۱۲۳- شیخ ابو عبد اللہ بن عکی العدنی (متوفی ۲۲۲ھ)

مکہ معظمه میں سکونت کی اور اپنے زماں کے شیخ الحرم ہوئے، ۷۷ حج کے، ہر وقت طواف میں مشغول رہتے تھے، امام مسلم و ترمذی نے روایت کی، آپ کی مند مشہور ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۲۴- حافظ احمد بن منیع ابو جعفر البغوی الاصم (ولادت ۱۶۰ھ متوفی ۲۲۲ھ)

بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی، حدیث و فقہ میں امام ابو یوسف کے تلمیذ خاص ہیں اور آپ سے تمام ارباب صحاح نے روایت کی، محدث خلیلی نے کہا کہ آپ علم میں امام احمد اور ان کے اقران کے برادر ہیں، چالیس سال تک ہر تیرے روز ختم قرآن معمول رہا، آپ کی مند مشہور ہے، جس کو آپ کے نامور شاگرد الحلق بن ابراہیم بن جبیل نے روایت کیا۔ (تہذیب)

۱۲۵- حافظ الحلق بن موسی الانصاری (متوفی ۲۲۳ھ)

تذکرہ الحفاظ میں حافظ حدیث، ثبت، امام حدیث، صاحب سنت اور فقیہہ لکھا، حدیث میں سفیان بن عینہ (تلمیذ امام اعظم) عبدالسلام بن حرب اور معن بن عینی کے شاگرد ہیں، ابو حاتم، نسائی و خطیب نے شقہ کہا، امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ترمذی میں حدث الانصاری سے ہر جگہ یہی مراد ہوتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب و تذکرۃ الحفاظ)

۱۲۶- حافظ سلمہ بن شبیب غیشا پوری (متوفی ۲۳۶ھ)

مکہ معظمه کی سکونت اختیار کر لی تھی، بیزید بن ہارون، عبد الرزاق، عبد الرحمن مقری (تلامذہ امام اعظم) اور ابو داؤد طیاسی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، امام بخاری کے علاوہ تمام ارباب صحاح ان کے شاگرد ہیں، ابو فیض اصفہانی نے ان ثقات میں شمار کیا جن سے ائمہ حدیث و متفقین نے روایت کی، حاکم نے "محدث مکہ" اور اتقان و صدقہ میں متفق علیہ کہا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۲۷- حافظ کبیر احمد بن کثیر ابو عبد اللہ دورقی (ولادت ۱۶۸ھ متوفی ۲۳۶ھ)

حافظ یعقوب دورقی کے چھوٹے بھائی ہیں، دونوں بھائی حافظ حدیث ہوئے ہیں، صالح جزرہ نے کہا کہ احمد کثرت حدیث اور اس کی معلومات میں اور یعقوب علم استاد و روایت میں بڑھے ہوئے تھے اور دونوں شقہ ہیں، امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی و ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں (تہذیب و تذکرہ)

۱۲۸- حافظ اسماعیل بن توبہ ابو سہل ثقفی قزوینی (متوفی ۲۳۷ھ)

مشہور محدث فقیہ ہیں امام محمد، ہشیم، سفیان بن عینہ (تلامذہ امام اعظم) خلف بن خلیفہ، اسماعیل بن جعفر وغیرہ سے حدیث کی تکمیل کی آپ سے ابن ماجہ، ابو زرع، ابو حاتم وغیرہ بڑی جماعت محدثین نے روایت کی، ابو حاتم نے صدقہ کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور فن حدیث میں پختہ کار کہا، کیا راجحہ حفیہ سے تھے۔

امام محمد کی "سیر کبیر" کے راوی ہیں، امام محمد جس وقت ہارون رشید کے صاحبزادوں کو تعلیم دیتے تھے تو "سیر کبیر" کے درس میں یہ بھی ان کے شریک ہوتے تھے۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔ (جوہر و تہذیب)

۱۲۹- حافظ عمر و بن علی فلاں بصری (متوفی ۲۳۹ھ)

حافظ ذہبی نے حافظ حدیث، ثبت، سیر فی حدیث اور احد الاعلام لکھا، مند، علیل اور تاریخ کے مصنف اور تمام ارباب صحاح ستہ کے فن

حدیث میں استاد ہیں، محدث ابو زرعة کا قول ہے کہ حدیث کے شہسواروں میں سے بصرہ میں ان سے اور ابن المدینی و شاذ کوفی سے بڑھ کر کوئی حافظ حدیث نہیں تھا، آپ سید الحفاظ امام سعیٰ القطان (تمیذ امام عظیم) کے حدیث میں شاگرد تھے، ایک دفعہ امامقطان نے کسی حدیث میں کوئی غلطی کی، دوسرے روز خود ہی متذہب ہو گئے اور درس کے وقت ان ہی عمر و کی طرف خطاب خاص فرمایا کہ کہا کہ میں غلطی کرتا ہوں اور تم موجود ہوتے ہوئے بھی مجھے نہیں ٹوکتے؟ حالانکہ اس وقت دوسرے تلمذہ علی بن المدینی جیسے بھی موجود تھے۔ (تہذیب و تذکرۃ الحفاظ)

۱۵- امام ابو جعفرداری (م ۲۵۳ھ)

حفظ حدیث و معرفت فقه میں بڑی شہرت رکھتے ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ خراسان سے ان سے زیادہ فقیہ البدن کوئی نہیں آیا اب ان عقده نے احمد حفاظ الحدیث، متقن، عالم حدیث و روایت کہا، بجز امام نسائی کے تمام ارباب صحاح کو ان سے تلمذ حاصل ہے، ان کی "سنن داری" مشہور و معروف ہے۔ (رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (تہذیب و تذکرہ)

ضروری و اہم گزارشات

۱- مقدمہ شرح بخاری شریف حصہ اول پیش ہے جو ۲۳۲ صفحات میں پورا ہوا، حصہ دوم میں امام بخاری سے شروع ہو کر اس زمانہ تک کے ممتاز محدثین کا ذکر خیر ہو گا، وہ حصہ غالباً اس سے بھی زیادہ ہی جگہ لے گا، اختصار کی سعی کے ساتھ یہ امر بھی ملحوظ رہا کہ جن محدثین کے حالات پوری طرح منظر عام پر اب تک نہ آسکے تھے، خصوصاً محدثین احتراف کے، ان کے صحیح و ضروری حالات ضرور تمایاں کر دیئے جائیں حصہ دوم میں امام بخاری کے حالات امام عظیم کی طرح زیادہ تفصیل سے دیئے گئے ہیں اور ان کی تمام تالیفات پر بھی پورا تبصرہ کیا گیا ہے۔

۲- شرح بخاری شریف سے پہلے حدیث و محدثین کی تاریخ اور اجلہ محدثین کے صحیح و ضروری تعارف کی اہمیت ظاہر ہے اسی لئے "ذکرہ محدثین" کی تقدیم ضروری سمجھی گئی۔ ۳- مضاف میں مقدمہ کی اہمیت جو پیش لفظ میں بیان ہوئی ہے اس کو ابتداء میں ضرور ملاحظہ کر لیا جائے۔ ۴- انوار الباری کا پورا کام ایک تحقیقی علمی خدمت کے طور پر کیا جا رہا ہے، مقدمہ میں اکابر امت کے معترض حالات اور شرح میں ان کی تحقیقات عالیہ زیادہ معتمد رائع سے بہتر سلیمان، اردو میں پیش کرنے کا تھیہ ہے۔ واللہ امیر والمسحان۔

۵- انوار الباری کی تالیف و اشاعت کے سلسلے میں اکابر اہل علم اور باذوق علمی و دینی شغف رکھنے والے احباب و مخلصین نے جو کچھ حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے اپنے حلقوں میں اس کا تعارف کرایا اس کے لئے ادارہ ان کا ممنون ہے۔ والاجر عند الله۔

النَّوَافِلُ الْمُتَسْعَةُ جَلْدُهُمْ صَحِيحُ الْجَنَانِيُّ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله و كفى سلام على عباده الذين اصطفى
امام بخاري

(ولادت ۱۹۲ھ، وفات ۲۵۶ھ، عمر باشہ سال)

اسم مبارک:

امیر المؤمنین فی الحدیث الشیخ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ بن برذبة الجعفی رحمۃ اللہ علیہ۔

خاندانی حالات:

بروز بہ فاری کلمہ ہے، کاشت کار کو کہتے ہیں، برذبہ مجوسی تھے، ان کے بیٹے مغیرہ، یمان جعفی والی بخارا کے ہاتھ پر اسلام لائے، اسی نسبت سے وہ جعفی مشہور ہوئے۔

مغیرہ کے فرزند ابراہیم کے حالات معلوم نہ ہو سکے، حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں بھی یہی لکھا ہے کہ مجھے ان کے حالات نہیں ملے، ابراہیم کے صاحبزادہ اسماعیل کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ علماء القیاء میں سے تھے، حافظ نے کتاب الثقات ابن حبان سے نقل کیا کہ طبقہ رابعہ میں تھے، حماد بن زید اور مالک وغیرہ سے روایت کی اور ان سے عراقیوں نے روایت کی اور ابن مبارک وتلمیذ امام عظیمؑ کی صحبت میں بیٹھے ہیں، امام بخاریؓ نے تاریخ کبیر میں اسی طرح لکھا ہے کہ اسماعیل بن ابراہیم نے حماد بن زید کو دیکھا، ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصالحہ کیا اور مالک سے حدیث سنی۔

سن پیدائش و ابتدائی حالات:

امام بخاریؓ ۱۹۵ھ کو بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا انتقال آپ کی صغری ہی میں ہو گیا تھا لہذا اپنی والدہ محترمہ کی تربیت و نگرانی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے اور مکہ معظمہ میں قیام کر کے تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔

مشہور ہے کہ امام بخاری کی بینائی چھوٹی عمر میں زائل ہو گئی تھی، آپ کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، فرمایا ”خدانے تمہاری دعاوں کی وجہ سے بیٹے کی بینائی واپس کر دی ہے“، امام بخاری صحیح کو اٹھے تو بینا تھے۔

علمی شغف و مطالعہ:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب میں ۱۶ سال کی عمر میں داخل ہوا تو میں نے ابن مبارک اور کعب کی کتابیں یاد کر لی تھیں اور ان لوگوں کے (یعنی علماء عراق کے) علم سے واقف ہو گیا تھا، پھر میں اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ حج کے لئے گیا، حافظ ابن حجر نے لکھا کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام بخاری نے سب سے پہلا سفر ۲۱۰ھ میں کیا، اور اگر وہ ابتداءً تعلیم کے وقت ہی سفر کر لیتے تو اپنے دوسرے معاصرین کی طرح وہ بھی طبقہ عالیہ کے لوگوں کو پالیتے اور حافظ حدیث عبدالرزاق کا زمانہ ان کو مل بھی گیا تھا اور امام بخاری نے ارادہ بھی کیا تھا کہ ان کے پاس یہیں جا کر استفادہ کریں، مگر ان سے کہا گیا کہ شیخ مذکور کا انتقال ہو گیا ہے، اس لئے وہ یہیں نہ گئے، اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ اس وقت زندہ تھے۔ چنانچہ امام بخاریؓ ان سے بالواسطہ روایت کرتے ہیں۔

تصنیف کا آغاز:

امام بخاریؓ ہی نے کہا ہے کہ اٹھار ہویں سال میں، میں نے ”قضايا الصحابة والتابعین“، تصنیف کی پھر ”تاریخ کیس“، اسی ماہ میں مدینہ منورہ میں روضہ مطہرہ کے قریب بیٹھ کر تصنیف کی۔

امام بخاریؓ نے فرمایا کہ میں شام، مصر اور جزیرہ دوبار گیا ہوں اور بصرہ چار مرتبہ، حجاز میں چھ سال اقامت کی اور اس کو شانہ نہیں کر سکتا کہتنی بار کوفہ اور بغداد گیا ہوں۔

امام احمدؓ سے تعلق:

یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ امام بخاریؓ جب بھی بغداد جاتے، امام احمد سے ملاقاتیں کرتے اور مستفید ہوتے تھے، اور وہ ان کو ہر مرتبہ خراسان چھوڑ کر بغداد کی اختیار کرنے کی ترغیب دیتے تھے، لیکن باوجود اتنی ملاقاتوں کے امام احمد سے روایت حدیث بہت کم ہے، حتیٰ کہ حافظ ابن حجر نے کتاب النکاح، باب ما تخل من النساء میں تشریح کی ہے کہ امام بخاریؓ نے امام احمد سے صرف یہاں ایک روایت لی ہے اور ایک روایت مغازی میں لی ہے ان دونوں کے سوانحیں ہے، شاید اس لئے کہ امام بخاریؓ کو امام احمدؓ کے شیوخ سے لقا حاصل ہو گیا تھا وہ امام احمد کے واسطہ سے مستغنی ہو گئے تھے، چنانچہ امام احمد سے روایت کرنے کے بجائے علی بن مدینی سے زیادہ روایات لی ہیں۔

قیام بصرہ اور تصنیف:

امام بخاریؓ نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں بصرہ میں پانچ سال رہا، میرے ساتھ کتابیں ہوتی تھیں، تصنیف کرتا تھا اور حج کے موسم میں حج کرتا تھا اور پھر بصرہ کو لوٹ آتا تھا اور ایک سال مدینہ منورہ میں قیام کے دوران تصنیف میں مصروف رہا، امام بخاریؓ نے یہ واقعہ بھی ذکر کیا ہے کہ ۱۸ سال کی عمر میں حج کے لئے گیا تو، حمیدی سے ملا، اس وقت ان کے اور ایک دوسرے شخص کے درمیان کسی حدیث پر جھگڑا ہو رہا تھا، حمیدی نے مجھے دیکھ کر کہا: ”اب یا آگئے ہیں ہمارے نزاع کا فیصلہ کر دیں گے اور مجھ سے نزاعی صورت بیان کی، میں نے حمیدی کی تصویب کی اور حق بھی ان ہی کے ساتھ تھا۔

علم حدیث و فقہ کے لئے اسفار:

امام بخاری تحصیل علم و حدیث و فقہ کے لئے مختلف دور راز شہروں میں پہنچے ہیں اور بڑے بڑے محدثین و نقیباء علم حاصل کیا ہے، بلخ گئے اور کمی بن ابراہیم کے شاگرد ہوئے جو امام اعظم کے تلمیذ خاص تھے، ان سے گیارہ ۱۱۱ حدیث ثلاثی امام بخاریؓ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہیں، بغداد میں مصلی بن منصور کے شاگرد ہوئے جو بقول امام احمد، امام صاحب، امام ابو یوسف و امام محمدؓ کے اصحاب و تلامیذ سے تھے، امام

بھی بن سعید القطان (تلمذ امام عظیم) کے تلمذ خاص امام احمد اور علی بن المدینی کے شاگرد ہوئے اور جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ بخاری میں علی بن المدینی سے بہ کثرت روایات ہیں۔

بصرہ پہنچ کر ابو عاصم النبیل الفسحائی کے شاگرد ہوئے، جن سے امام بخاری نے چھ روایات اعلیٰ درجہ کی روایت کی ہیں، جو ”ثلاشیات“ کہلاتی ہیں، یہ ابو عاصم بھی امام صاحب[ؐ] کے تلمذ خاص بلکہ شرکاء تدوین فقہ حنفی میں سے ہیں۔

ان کے علاوہ تین ثلاشیات امام بخاری[ؐ] نے محمد بن عبد اللہ الانصاری سے روایت کی ہیں جو بصرت حنفی خطیب بغدادی امام ابو یوسف[ؐ] و امام محمد کے تلمذ اور حنفی تھے۔

ثلاشیات بخاری:

”ثلاشیات“ وہ احادیث کہلاتی ہیں جن میں راوی اور نبی اور نبی کریم ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہوں اور یہ اعلیٰ درجہ کی احادیث ہیں بخاری شریف میں صرف ۲۲ ہیں، جو امام بخاری کا مابہ الافتخار ہیں اور ان میں ۲۰ حدیثیں تفصیل مذکورہ بالا انہوں نے اپنے حنفی شیوخ سے روایت کی ہیں۔

”ثلاشیات“ سے اعلیٰ درجہ پر ثنا نیات ہوتی ہیں اور وہ بھی امام صاحب کی روایات میں بہ کثرت ہیں، ملاحظہ ہوں، مسانید الامام عظیم اور کتاب الآثار بلکہ بعض وحدانیات بھی ہیں، کیونکہ امام صاحب[ؐ] کا لقاء اور سماع بھی بعض صحابہ سے ثابت ہے، ملاحظہ ہو، مناقب کردنی و موقوف و مقدمة اوجز المسالک حضرت شیخ الحدیث مولانا العلام محمد زکریا صاحب سہارن پوری عن فرضہم۔

متاخرین کی تضعیف حدیث:

اسی لئے علماء نے فصلہ کیا ہے کہ متاخرین کی تصنیف حدیث متفقین (آنکہ مجتہدین وغیرہم) کی مرویات پر اثر انداز نہیں ہو سکتی، علامہ ابن امیر الحاج نے شرح اتحریر میں لکھا کہ ”یہ امر خاص طور سے قابل تنبیہ ہے کہ اگر بطور تنزل صحیح بخاری و مسلم کی صحیت کو دوسری تمام کتب حدیث پر مان بھی لیں تو یہ بہ نسبت بعد کی کتابوں کے ہوگی، نہ بہ نسبت ان آنکہ مجتہدین متبوعین کی مرویات کے بھی جوان دونوں سے پہلے ہو چکے ہیں، یہ بات اگر چڑھا ہے مگر پھر بھی بعض لوگوں سے مخفی ہے یا اس کو دانستہ مخفی رکھ کر عوام کو مغالطہ دیا جاتا ہے، واللہ سبحانہ، اعلم“۔

آنکہ متبوعین اور اصحاب صحاح ستہ:

مقصد یہ ہے کہ شیخین اور اصحاب سنن سب حفاظ حدیث باہم معاصر ہیں ”جود وین فقة اسلامی کے بعد کے زمانہ میں ہوئے ہیں، انہوں نے فہم معانی حدیث کے لئے صرف ہمت کی اور گراں قد رحمتی تالیفات بھی کیں، لیکن ان سے پہلے مجتہدین کے پاس (نسبت ان کے) اصولی مواد زیادہ وافر تھا اور احادیث کا ذخیرہ بھی بہت زیادہ تھا، ان کے سامنے مرفوع، موقوف، فتاویٰ صحابہ و تابعین سب ہی تھے، مجتہد کی نظر تمام اقسام حدیث پر ہوتی ہے کسی ایک قسم پر مقصود نہیں ہوتی، جو امع اور مصنفات اس زمانہ کے دیکھو تو ان میں ان سب اقسام کا مواد موجود پاؤ گے جن سے ایک مجتہد اپنی گر انقدر ذمہ دار یوں کے تحت مستغنى نہیں ہو سکتا۔

پھر دیکھو کہ ان جو امع اور مصنفات کے مؤلفین سب ان مجتہدین کے اصحاب خاص یا اصحاب اصحاب تھے، علو طبقہ اور کسی روایۃ کی وجہ سے ان کی اسانید میں ہر قسم کی نظر ان کے لئے آسان تھی، نیز کسی مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا خود اس کی تصحیح و توثیق کے متراوٹ تھا، لہذا جو کچھ ضرورت صحاح ستہ کی طرف ہوئی اور ان سے استدلال کیا گیا وہ متاخرین کے لئے ہے، متفقین کے لئے ان کی ضرورت کیا پیش

آتی (مقدمة لام الد راری نقل امن ہامش الشروط للحازی، للكوثری)

امام بخاری کے اساتذہ:

غرض امام بخاریٰ نے بڑے بڑے علمی مرکزوں کے اکابر شیوخ حدیث اور جلیل القدر فقهاء سے استفادہ کیا اور امام بخاریٰ کے شیوخ اور شیوخ مشائخ میں بڑی کثرت علماء احتراف کی ہے اور آپ نے خود اپنے اساتذہ کی تعداد دس سوا سی بیان کی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ سب اصحاب حدیث تھے (اس سے بہت سے حنفی شیوخ کو بھی مندرجہ میں شامل گئی، والحمد للہ) آپ کے بڑے بڑے اساتذہ، الحنف بن راہویہ (تمیز ابن مبارک تلمیز الامام الاعظم) علی بن المدینی (تمیز تیجیقطان تلمیز الامام) امام احمد (تمیز امام ابی یوسف) تیجی بن معین حنفی (تمیز امام محمد) اور حمیدی شافعی تھے۔

علم حدیث و فقه امام بخاریٰ کی نظر میں:

امام بخاریٰ نے اپنے تلامذہ کو وسعت علوم حدیث اور شرائط تحصیل علم حدیث وغیرہ کے بارے میں قیمتی معلومات دی ہیں اور اکثر علم حدیث کی مشکلات اور اس کے حاصل کرنے میں لائق ہونے والی پریشانیاں بیان کیا کرتے تھے، اس سلسلہ میں اربعانع اربع کاربع مع اربع مثل اربع فی اربع والی تقریر بخاری بہت دلچسپ اور اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہے، حضرت شیخ الحدیث دام ظلہم نے مقدمہ اوجز میں پوری ذکر فرمادی ہے اور تلامذہ سے فرمادیا کرتے تھے کہ اگر تم ان سب مشقتوں اور پریشانیوں کو برداشت نہیں کر سکتے تو علم حدیث کی تحصیل کا خیال دماغ سے نکال دو اور فقة حاصل کرو، کیونکہ تم اس کو گھر میں بیٹھ کر بھی حاصل کر سکتے ہوں، اس میں نہ تھیں بڑے طول طویل سفروں کی ضرورت ہوگی، نہ سمندروں کو پار کرنے کی اور باوجود اس کے فقیر کا ثواب بھی آخرت میں محدث سے کم نہیں ہے اور نہ اس کا اعزاز محدث سے کم ہے کیونکہ وہ بھی حدیث شریف کا ہی ثمرہ ہے۔

رجال حنفیہ اور حافظ ابن حجر:

امام بخاری کے والد ماجد کی ملاقات، صحبت یا صرف مصافی ابن مبارک سے، اس کا ذکر بھی سب بطور منقبت کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ عبد اللہ بن مبارک بہت بڑے مسلم امام حدیث تھے، لیکن وہ امام اعظم کے تلمیز خاص تھے اور ہر سوں تک دور دراز شہروں میں رہ کر سب جگہ کے محدثین اور جلیل القدر تابعین سے حدیث و فقه حاصل کرنے کے بعد امام صاحب کی خدمت میں پہنچ تو امام صاحب ہی کے ہو رہے تھے اور امام صاحب کے بہت بڑے مدائح ہیں، تہذیب الکمال میں حافظ مزی نے بھی ان کو امام صاحب کے تلامذہ میں ذکر کیا ہے مگر تعجب ہے کہ حافظ نے تہذیب میں ان کو امام صاحب کے تلامذہ میں ذکر نہیں کیا، رجال کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ ایسا ایک دو جگہ نہیں بلکہ بڑی کثرت سے ملے گا کہ تہذیب الکمال میں بڑے بڑے محدثین و فقهاء امام صاحب یا ان کے اصحاب میں سے کسی کے تلمیز تھے، یا تلمیز التلامیز تھے، مگر حافظ نے اس ذکر کو حذف کر دیا، تاکہ حنفیہ کی تنویر شان نہ ہو، اسی وجہ سے ہمارے شاہ صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ”رجال حنفیہ“ کو جس قدر نقصان حافظ نے پہنچایا اور کسی نے نہیں پہنچایا۔

حافظ برابر اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی حنفی ہو تو اس کو گردیں اور شافعی ہو تو اس کو ابھار دیں، ہم اس کی مثالیں اپنے اپنے موقع سے آگے بھی پیش کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ۔

سبب تالیف جامع صحیح:

جامع صحیح کی تصنیف کا سبب امیر المؤمنین فی الحدیث الحنفی بن راہویہ ہوئے جو امام بخاریٰ کے اکابر اساتذہ میں سے ہیں، انہوں نے

ایک بار تمہنا ظاہر فرمائی کہ کوئی صحیح احادیث کا مختصر مجموعہ مرتب ہو جائے، امام بخاری بھی اس مجلس میں موجود تھے، خدا نے ان کے دل میں اس کا داعیہ پیدا کیا اور اس اہم و مبتہم بالشان کام کی توفیق بھی مرحمت فرمادی جس سے یہ شاندار اور بے نظیر مجموعہ احادیث صحیح کا ظہور پذیر ہوا، یہ احقیق بن را ہو یہ بواسطہ ابن مبارک امام عظیم کے تلمیذ ہیں۔

امام بخاری سے پہلے تالیف حدیث:

امام بخاری سے پہلے زیادہ رواج مسانید کا تھا، چنانچہ امام احمد بن حنبل اور الحنفی بن را ہو یہ اور عثمان بن ابی شیبہ جیسے عظیم القدر حفاظ حدیث نے مسانید مرتب کئے تھے اور ان سے پہلے عبد اللہ بن موسی العسی کوفی، مسدود بن مسرہ بصری اور اسد بن موسی الاموی وغیرہ نے مسانید جمع کئے تھے، جس طرح ان سے پہلے اکابر آئندہ حدیث مثلاً امام ابو یوسف و امام محمدؐ کے ذریعہ امام عظیم کی کتاب الآثار مرتب ہوئیں، امام مالکؐ نے موطاء تصنیف فرمائی، اور ان سب میں احادیث کے ساتھ ساتھ اقوال صحابہ اور فتاویٰ تابعین بھی لکھے جاتے تھے۔

حافظ ابن جریح نے مکہ معظمه میں امام او زاعمؐ نے شام میں، امیر المؤمنین فی الحدیث ثوری نے کوفہ میں، حافظ حماد بن سلمہ نے بصرہ میں مصنفات تیار کیں اور ان کے علاوہ مصنفات اصحاب امام عظیم مثلاً کتاب الآثار امام ابو یوسف، کتاب الآثار امام محمد، مصنف عبدالرزاق (تلمیذ الامام) کتب ابن مبارک (تلمیذ الامام) کتاب وکیع (تلمیذ الامام) کتاب الصیام و کتاب الزکوة یوسف بن امام ابی یوسف اور سید حمیدی (استاد بخاری) وغیرہ مصنفہ شہود پر آچکی تھیں، غرض ہر امام اور حافظ حدیث نے کوئی نہ کوئی مجموعہ حدیث و آثار بصورت منڈیا مصنف بہ ترتیب ابواب ضرور چھوڑا تھا۔

یہ بھی واضح رہے کہ جامع صحیح کی تالیف امام بخاری کے ابتدائی دور کی نہیں بلکہ آخری دور کی تصنیف ہے اور جیسا کہ ہم نے ابتداء مقدمہ میں عرض کیا تھا، زمانہ صحابہ میں بھی جمع حدیث کا کام ہوا ہے اور حافظوں میں تو تمام ہی صحابہ کے بہترین ذخیرہ موجود تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے با قاعدہ تدوین حدیث کی مہم شروع کی، چنانچہ امام شعی متومنؐ ۱۴۰ھ نے اسی طرح زہری متومنؐ ۱۴۰ھ اور ابو بکر خرمی متومنؐ ۱۴۰ھ نے بڑے پیمانہ پر احادیث جمع کیں، پھر ۱۴۰ھ سے امام عظیم نے اپنے چالیس شرکاء تدوین فقه اور دوسرے اصحاب و تلامذہ محدثین و فقہاء کے ساتھ پچیس تیس سال تک احادیث و آثار فتاویٰ صحابہ و اقوال تابعین، قضایائے صحابہ و تعامل سلف کی روشنی میں لاکھوں مسائل احکام کا استخراج کیا، جو حسب تحقیق مذکور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب احادیث مرفوءہ ہی کے حکم میں تھے۔

اسی طرح امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کے مستخرجه مسائل احکام بھی اسی مرتبہ میں تھے، غرض امام بخاری کے زمانہ تالیف بخاری شریف تک دو سو اسوسال کے سینکڑوں اکابر آئندہ حدیث و حفاظت کی مساعی جیلہ کے ثمرات سامنے آچکے تھے، جن کو امام بخاری نے اپنی بے نظیر قوت حفظ، لاثانی، ملکہ اخذ و ضبط اور جمع و تصنیف کی اعلیٰ صلاحیتوں کے ذریعہ اعلیٰ سے اعلیٰ قالب میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی غیر معمولی پر خلوص محنت و سعی کو عظیم الشان حسن قبول اور برتری سے نوازا۔

ایک اہم غلطی کا ازالہ:

ہمارے زمانہ کے ایک محترم مؤلف اہل حدیث مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی نے ایک کتاب نصرہ الباری کے نام سے امام بخاری کے مناقب میں لکھی ہے جس میں انہوں نے امام بخاری کی وسعت نظر کے عنوان میں تقریباً ۹۰ سو کتب حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا کہ امام بخاری کے معلمات جو بخاری میں موصول اللہ نہیں ہیں وہ اتنے عظیم ذخیرہ سے ماخوذ ہیں کہ تفصیل میں ملاں ناظرین و طوالت کا خوف ہے، اس لئے ہم صرف ایک سرسری فہرست ان کتابوں کی نقل کر رہے ہیں، جہاں سے امام بخاری نے معلمات و تابعات کو صحیح بخاری میں درج

فرمایا ہے وہ چند کتابیں یہ ہیں:

مؤلف محترم کے اس مضمون سے غلط بھی ہو سکتی ہے کہ امام بخاری کی تالیف صحیح کے وقت یہ سب کتابیں موجود ہوں گی تاکہ ان سے اخذ کرنے کا دعویٰ صحیح ہو سکے، حالانکہ ان میں وہ کتابیں بھی مذکور ہیں جو امام بخاری سے بہت بعد کی تالیف ہوئیں، امام بخاری کے وقت میں یا ان سے پہلے ان کتابوں کے مصنفوں بھی دنیا میں تشریف نہ لائے تھے، چہ جائیکہ ان کی کتابیں اور تالیفات امام بخاری کے زمانہ میں موجود ہوں، مثلاً محمد صغیر طبرانی (م ۲۰۰ھ) ایضاً اوسط طبرانی، ایضاً کبیر طبرانی، وارقطینی (م ۲۸۵ھ) مبتدرک حاکم (م ۳۰۵ھ) حلیۃ الاولیاء البی نعیم (م ۳۲۰ھ) کتاب الاعتقاد، سنن کبریٰ دلائل النبوة، شعب الایمان للجھقی (م ۳۵۸ھ) التمهید لابن عبد البر (م ۳۲۳ھ) شرح السن بغوی (م ۴۱۵ھ) وغیرہ وغیرہ۔

اس لئے بظاہر مولانا موصوف کا مقصد یہ ہے کہ امام بخاری نے متعلقات و متابعات کا جو گرانقدر مواد اپنی صحیح میں جمع کر دیا ہے وہ باسانید ان سب کتابوں میں منتشر موجود ہے، خواہ وہ امام بخاری سے قبل کی تصنیف ہوں یا بعد کی اور ظاہر ہے کہ مأخذ ان سب ہی کتابوں کے وہی علوم ثبوت ہیں جو صحابہ، تابعین اور تابع تابعین کے پاس تھے، ان ہی علوم کو خلف نے سلف سے اخذ کیا اور اپنی اپنی خداداد صلادحتوں کے ذریعے ہر ایک نے ان کو بہتر سے بہتر پیرا سئیہ بیان اور تفصیل و تبیان سے ادا کیا۔

غرض ان احوال و ظروف میں امام بخاری نے اپنی جامع صحیح تیار کی جس میں سولہ سال کی مدت صرف ہوئی جو تقریباً پچھلے لاکھ احادیث کا انتخاب ہے۔

جامع صحیح کے لئے اساتذہ بخاری کی توثیق:

ابو جعفر عقبی کا قول ہے کہ جب بخاری نے جامع تصنیف کی تو اس کو اپنے شیوخ علی بن المدینی احمد بن حنبل (تمیذ امام ابو یوسف) اور یحییٰ بن معین کے سامنے پیش کیا، ان حضرات نے اس کو پسند کیا اور سنده صحیح عطا کی بجز چار احادیث کے۔

”بستان الحمد“ میں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے امام مسلم کے تذکرہ میں تحریر کیا کہ:

”وہ صحیح و سقيم احادیث کی پہچان میں اپنے تمام اہل عصر میں ممتاز تھے، بلکہ بعض امور میں ان کو امام بخاری پر بھی ترجیح و فضیلت حاصل ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بخاری کی اکثر روایات اہل شام سے بطریق منادلہ ہیں (یعنی ان کی کتابوں سے لی گئی ہیں خود ان کے مولفین سے نہیں سن گئیں) اس لئے ان کے راویوں میں کبھی کبھی امام بخاری سے غلطی واقع ہو جاتی ہے، ایک ہی راوی کہیں اپنی کنیت اور کہیں اپنے نام سے مذکور ہوتا ہے، امام بخاری اس کو دو شخص سمجھ لیتے ہیں یہ مغالطہ امام مسلم کو پیش نہیں آیا، نیز حدیث میں امام بخاری کے تصرفات مثلاً تقدیم و تاخیر، عذر و اختصار کی وجہ سے بعض مرتبہ تعقید پیدا ہو جاتی ہے، ہر چند کہ خود بخاری ہی کے دوسرے طریق دیکھ کر وہ صاف بھی ہو جاتی ہے لیکن امام مسلم نے یہ طریقہ اختیار ہی نہیں کیا بلکہ متون حدیث کو موتیوں کی لڑی کی طرح مرتب روایت کیا ہے کہ تعقید کی بجائے ان کے معانی اور حمکتے چلے جاتے ہیں۔“

امام بخاری کا بے نظیر حافظہ:

آپ کو بچپن سے ہی احادیث یاد کرنے کا شوق تھا، چنانچہ دس سال کی عمر میں یہ حالت تھی کہ کتب میں جس جگہ کوئی حدیث سننے فوراً اس کو یاد کر لیتے تھے۔

بخارا میں اس وقت داخلی مشہور محدث تھے، امام بخاری نے ان کے پاس آمد و رفت شروع کی، ایک روز داخلی لوگوں کو احادیث سنائے تھے، ان کی زبان سے ایک حدیث کی سند اس طرح نکلی کے سفیان نے ابوالزبیر سے انہوں نے ابراہیم سے روایت کی، بخاری فوراً بول

پڑے کہ حضرت ابوالزیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے، داخلی نے مکان پر اصل یادداشتوں سے مراجعت کی تو غلطی واقع نکلی، واپس آکر امام بخاری کو بلا یا اور پوچھا کچھ صحیح کس طرح ہے؟ تو انہوں نے فرمایا سفیان زیر بن عوی سے وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں، داخلی نے کہا تم صحیح کہتے ہو، سند اسی طرح ہے۔

مشہور ہے کہ یہ واقعہ امام بخاری کی گیارہ سال کی عمر کا ہے، ایسا ہی ایک واقعہ حاشد بن اسماعیل نے بیان کیا کہ امام بخاری میرے ہمراہ شیوخ کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے، ہم لوگ شیخ کی بیان کی ہوئی احادیث لکھا کرتے تھے، مگر امام بخاری کچھ نہ لکھتے تھے، ہم لوگ ان پر اعتراض کرتے تھے کہ جب آپ لکھتے نہیں تو درس میں شرکت سے کیا فائدہ؟ پندرہ یا سولہ روز کے بعد امام بخاری نے کہا کہ تم لوگوں نے مجھے بہت تنگ کر دیا، اچھا آج میری یادداشت سے اپنے نوشتہوں کا مقابلہ کرو، حاشد کہتے ہیں کہ ہم نے اس وقت تک پندرہ ہزار حدیثیں لکھ لی تھیں، بخاری نے وہ سب ہی ہمیں اپنی یاد سے نادیں، جس سے ہم کو حیرت ہوئی۔

تالیفات امام بخاری

(۱) قضایا الصحابة والتابعین:

سب سے پہلی تصنیف جو ۲۱۲ھ میں ”تاریخ کبیر“ سے پہلے لکھی ہے (غیر مطبوعہ) کتاب کا موضوع و موانع میں ظاہر ہے۔

(۲) التاریخ الکبیر:

مسجد نبوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیٰۃ) میں چاند کی روشنی میں لکھی، ترتیب حروف تجھی سے ہے، امام بخاری کے شیخ امام الحنفی بن راہویہ (تملیڈ ابن مبارک تلمیذ الامام الاعظم) نے اس کتاب کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے امیر عبد اللہ بن طاہر خراسانی سے فرمایا تھا کہ لیجئے! آپ کو جادو و دکھاؤں۔

کتاب مذکور مولے ناٹپ حروف سے آٹھ جزوں میں تقسیم ہو کر دائرة المعارف حیدر آباد دکن سے شائع ہو گئی ہے، رقم الحروف نے اس کا مطالعہ کیا ہے لیکن اس کے ”جادو“ ہونے کا معمدہ تا اس دم لا تخلی ہے، ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کی موجودگی میں یہ جملہ ان کو خوش کرنے کو کہا ہو یا غیر موجودگی میں تنقید کے طور پر کیونکہ تاریخی اعتبار سے اور خصوصاً امام بخاری کے علمی تجزیہ و سعیت معلومات سے جو توقع قائم ہو سکتی ہے، وہ اس سے پوری نہیں ہوتی۔

جو کچھ انہوں نے رجال میں لکھا ہے، اس سے کہیں زیادہ بعد کے علماء، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے، مثلاً حفص بن غیاث بن طلق تھنی کے ذکر میں امام بخاری نے صرف اتنا لکھا کہ کوفہ کے قاضی تھے، اعمش سے روایت حدیث کی، محمد بن الحنفی نے کہا کہ ۱۹۱ھ میں وفات ہوئی، ان سے ان کے بیٹے نے روایت کی (ص ۳۶ ج ۱)

اور ان ہی حفظ کے تذکرہ تہذیب التہذیب میں دیکھئے تو کافی طویل ہے، بڑے پایہ کے عالم و محدث تھے، کئی جگہ قاضی رہے، امام اعمش کے سواد و سرے بہت سے جلیل القدر شیوخ سے روایت کی اور ان سے آپ کے صاحبزادے عمر کے سوا، امام احمد (استاذ امام بخاری) ۳ تھنی بن معین، علی بن المدینی (شیخ امام اعظم بخاری)، ۵ تھنی القطان (شیخ علی بن المدینی) جیسے شیوخ حدیث اور ایک بڑی جماعت محمد شین کبار نے روایت حدیث کی ہے۔

پھر تہذیب ہی میں ان کے نام کے ساتھ صحابہ کا نشان بھی لگا ہوا ہے، یعنی بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ سب ہی نے ان سے

روایت کی ہے، اس کے علاوہ دوسرے حالات و مناقب بھی ذکر کئے ہیں، حالانکہ تہذیب خود خلاصہ تہذیب الکمال مزدی ہے اور مزدی نے اس کو الکمال مقدسی سے خلاصہ کیا ہے۔

اس سے اندازہ کیجئے کہ ان اکابر کے حالات خود مقدسی و مزدی نے کس قدر تفصیل سے لکھے ہوئے اور یہ بھی خیال کیجئے کہ جس قدر حالات طرب زمانہ کی وجہ سے امام بخاریؓ کو ان حضرات سے مل سکتے تھے وہ کئی سو برس بعد کے مؤلفین کو نہیں مل سکتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ راقم المحرف نے بڑے ہی اشتیاق کے ساتھ امام موصوف کی تاریخ مذکور کا مطالعہ شروع کیا، نہ معلوم کتنی زائد اور نئی معلومات حاصل ہوں گی مگر پہلے قدم پر تو اس سے بڑی مایوسی ہوئی کہ امام موصوف نے اپنی خاص ناراضکی اور تعصیب کی وجہ سے سینکڑوں اکابر حفیہ کا ذکر ہی اپنی تاریخ میں نہیں کیا پھر جن حضرات کا ذکر کیا تو اس شان سے کہ اس سے زیادہ اختصار غالباً ممکن ہی نہ تھا، اوپر کی مثال پیش ہے اور پوری ”تاریخ کبیر“ پڑھ کر شاید آپ بھی اس کو امام الحلق کے ہمزاں ہو کر حسرہ کہنے پر مجبور ہونے گے، اس تاریخ کبیر میں امام بخاری نے اپنے استاذ الاساتذہ اور امام الائمه ابو حنفیہؓ کے بارے میں جو کلمات تحریر فرمائے ہیں وہ بھی پڑھ لجئے، ارشاد ہوا کہ:

”امام صاحب مر جئی تھے، لوگوں نے ان سے، ان کی رائے سے اور ان کی حدیث سے سکوت اختیار کیا۔“

یعنی ان کے ذاتی حالات، ان کی رائے اور ان کی حدیث میں سے کوئی چیز آگے بڑھانے کے لائق نہیں تھی گئی، اب ایسا کرنے والے یا سمجھنے والے کون لوگ تھے؟ ایسے اکابر کی پہلیوں کو بوجھنا میرے جیسے طفل مکتب کے لئے بہت دشوار ہے، اس لئے اپنے زمانہ کے محقق کبیر، ناقد بصیر، انور شاہ ثانی علامہ کوثری کی ”تائیب الخطیب“ سے مدد لے کر عرض کرتا ہوں تاکہ ناظرین مستفید ہوں، علامہ موصوف کے بارے میں اتنا عرض کروں کہ خطیب کا رد بے مثل اور نہایت بے جھگک لکھا ہے، دوسرے معاندین و متعصبن کے خلاف بھی محققانہ انداز میں اتنا لکھ گئے کہ مظلوم حفیت کی طرف سے مدافعت کا بڑی حد تک حق ادا کر دیا مگر زمانہ قیام مصر میں بھی بیسوں ملاقاتوں کے باوجود امام بخاری کی شان میں ایک کلمہ نہیں سن اور ان کے محتاط قلم سے بھی شاید اسی ایک جگہ کے سوا، جس کی نقل آگئے آرہی ہے، امام صاحب موصوف کے بارے میں کچھ نہیں ہے، شاید ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ کی طرح وہ بھی آخری عمر میں صبر و ضبط کی کمزوری کے باعث اس تصریح پر بادل ناخواستہ مجبور ہوئے ہوں۔

والله العظیم، اس وقت شب کو بارہ بجے یہ سطور لکھتے ہوئے دل بیٹھا جا رہا ہے، آنکھوں میں آنسو ہیں، امام عالی مقام امیر المؤمنین فی الحدیث کی تالیف جلیل صحیح بخاری کے احسان عظیم سے گردن جھکی ہوئی ہے، قلم آگے لکھنے سے رک رہا ہے، مگر پھر امام عظیم کے مرتبہ عالیہ کو بھی سوچتا ہوں جن کے حالات تفصیل سے پہلے ذکر ہو چکے ہیں کون اور کیسے یقین کرے گا کہ ایسا جلیل القدر محدث ایسے امام عظیم کے بارے میں کسی غلط فہمی یا کاوش وحدت کی وجہ سے ایسی تند و تیز تنقید کر سکتا ہے، جو اور پڑکر ہوئی ہے یا اس سے بھی زیادہ سخت تاریخ صغیر وغیرہ سے آئندہ نقل ہوگی، اب علامہ کوثری کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

”(۱) امام بخاریؓ کا یہ قول مذکور ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہو جو امام صاحبؒ کے مسلک حق کے خلاف باطل عقیدہ رکھنے والے اور آپ سے اعراض کرنے والے تھے، کیونکہ امام صاحب کا ارجاء تو مطابق عقیدہ اہل سنت تھا اور اس کے خلاف عقیدہ خوارجہ یا معتزلہ کا تھا۔

(۲) امام صاحب کے مناقب و مذاہج ذکر کرنے سے سکوت کرنے والے امام صاحب کے زمانہ کے وہ لوگ ہوں گے جو بے تحقیق سادہ لوح سے ہرگز پڑھی روایت چلتی کرنے کے عادی تھے اور ایسے لوگوں کی باتوں سے امام صاحبؒ کی شخصیت پر کوئی اثر بھی نہیں پڑتا، اس لئے کہ امام صاحبؒ کے فقہی علوم، مشرق سے مغرب تک پھیل چکے تھے، حتیٰ کہ اگر بالفرض ان کی ساریں کتابیں بھی صفحہ وجود سے معدوم کر دی

اے حالانکہ ان کی آراء اور ان کی احادیث کو محدثین نے روایت کیا اور عمل کیا ہے جو ترمذی، دارقطنی، مسند رک، حاکم مجム صغير طبراني، تذكرة الحفاظ، ابو داؤد، طیالی، طحاوی وغیرہ میں موجود ہیں۔

جاتیں تو ان کے مسائل مخالفین کی کتابوں میں بھی درج ہو کر بقاءِ دوام حاصل کر چکے تھے۔

(۳) اگر یہ سب کچھ نہیں بلکہ امام بخاری اپنے ہی خیالات کی ترجیحی کہنا پڑے گا کہ وہ علم و یقین کی شاہراہ چھوڑ کر نظر و تجھیں کی پگڈنڈی پر چلے گئے اور انہوں نے یہ بات بھی بھلا دی کہ ان کی ابتدائی تعلیمی نشوونما امام ابو حفص کبیر بخاری (تمیذ امام عظیم) کے حلقة درس کی رہیں منت ہے، اور شاید اہل نیشاپور و بخاری سے جوان کو روحاںی و جسمانی تکالیف پہنچیں اور ابتدائی اعات پیش آئیں، ان کا معنوی سبب یہی تھا کہ انہوں نے اپنے علمی محسینین اور شیوخ الشیوخ کی شان میں احتیاط سے کام نہ لیا، جو خود ان کی شان کے بھی مناسب نہ تھا، حق تعالیٰ ہم سے اور ان سے مسامحت کا معاملہ فرمائے۔ آئین۔

”تاریخ اوسط میں بھی اسی طریقہ پر راه مستقیم و معتدل سے الگ راہ اختیار کی ہے اور سب سے زیادہ عجیب امر یہ ہے کہ امام بخاری کے یہاں کسی جزو کو قبول کرنے کے واسطے اقطاع سند، عدم ضبط، تہمت کذب، جہالت عین، جہالت وصف اور بدعت وغیرہ سے رادیوں کا بے داش ہونا بہت ضروری و لازمی ہے (یہی وجہ ہے کہ جن رواۃ بخاری پر ان باتوں میں سے کوئی الزام آیا ہے تو حافظ ابن حجر نے خاص طور سے اسی مدافعت کی ہے) لیکن ان سب شرائط و احکام کی پابندی امام عظیم کے بارے میں بالکل یہ ختم ہو جاتی ہے، اور باوجود تمام نقاٹص و علل کے امام صاحب کے بارے میں کذا بین ووضاعین کی روایات کے قبول و نقول و نشر کا سلسلہ جائز رکھا جاتا ہے، اتنے بڑے امام الائمه کے حق میں جن کو ہر دور کے دو ثلث افراد امت نے اپنے دین میں امین و امام یقین کیا (خواہ بھولے بھالے، تواقف، جاہل کچھ ہی افتراض اور بہتان گھرتے رہے ہوں) اللہ تعالیٰ ہم سب کو تباعت ہوائے نفسانی سے محفوظ رکھے) امام بخاری جیسے طیل القدر امام کھتاط رہتا زیادہ موزوں تھا۔

اسی کے ساتھ محدث کوثری نے تاریخ صغیر کا بھی ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ:

(۱) امام بخاری نے تاریخ صغیر میں تحریر فرمایا کہ میں نے اسماعیل بن ععرہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ امام صاحبؓ نے فرمایا کہ ”جہنم کی ایک عورت ہمارے یہاں آئی اور ہماری عورتوں کی اتنا لیق رہی۔“

کوثری صاحب نے چند سطور پہلے یہی روایت تاریخ خطیب سے بھی نقل کی ہے اور اس کے رجال سند پر بحث کر کے بتایا ہے کہ اس کے راوی خود امام بخاری، نسائی، ابو حاتم وغیرہ کے قول سے غیر ثقہ ہیں، پھر امام صاحب کے زمانہ سے بہت بعد کے ہیں، اس لئے اقطاع بھی ہے، یہی صورت خود اس امام بخاری والی روایت مذکورہ بالا میں بھی ہے کہ اسماعیل بن ععرہ زمانہ بعد کے ہیں، امام صاحب سے وہ خود نہیں سن سکتے تھے (پھر کیسے کہہ دیا کہ میں نے امام صاحب سے سنا، گویا ابتداء ہی جھوٹ سے ہے، لیکن امام بخاریؓ نے ایسی روایت کو آگے چلا دیا) پھر یہ اسماعیل بن ععرہ مجهول الصفت ہیں، کسی تاریخ میں ان کا ذکر خیر نہیں، حتیٰ کہ خود امام بخاریؓ نے بھی اپنی تاریخ کبیر میں اس کا ذکر نہیں کیا جب کہ اسی سے یہ خبر مقطوع روایت بھی کر رہے ہیں۔

ابتدائی کا ذکر عبداللہ بن احمد کی کتاب الزنة میں ضرور ہے، جس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بصری تھے، عباس بن عبد العظیم غنبری کے معاصر تھے اور اتنی بات سے ان کی معرفت ناقص ہے جب کہ اصحاب صحابہ تھے میں سے کسی نے بھی ان سے کوئی روایت نہیں لی اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ جہنم کی ایک عورت نے کوفہ میں آ کر کوفہ کی عورتوں کی اتنا لیقی کی بھی تو اس سے امام صاحب کی علمی شخصیت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے، اعتراض تو جب صحیح ہوتا کہ وہ عورت جہنم بن صفوان کے عقائد پھیلاتی ہوا اور امام صاحب نے یہ اعتراف کیا ہو کہ کوفہ کی یا امام صاحب کے گھر کی عورتیں اس کے غلط عقائد و خیالات کو قبول کرتی تھیں، حالانکہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔

(۲) دوسری روایت امام بخاری نے اپنے شیخ حمیدی سے نقل کی ہے وہ اس طرح کہ امام بخاریؓ نے فرمایا کہ میں نے حمیدی سے سنا کہ امام صاحبؓ نے فرمایا: میں مکہ مفعتمہ حاضر ہوا تو حجام سے تین سنتیں اپنے پیارے رسول مقبول ﷺ کی حاصل کیں، جب میں اس کے سامنے

بیٹھنے لگا تو کہا قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنے، پھر اس نے میرے سر کے داہنے حصہ سے حلق شروع کیا، اور سر کی دونوں ہدیوں تک پہنچایا۔

اس کو بیان کر کے حمیدی نے کہا کہ دیکھو! ایک ایسا شخص جس کو رسول ﷺ اور آپ کے اصحاب کی سنتیں مناسک و غیر مناسک کی بھی معلوم نہیں کس طرح خدا کے احکام و راثت، فرائض، زکوٰۃ، نماز اور دوسرے اسلامی امور میں لوگوں کا مقلد و پیشوavn گیا ہے۔ (ہارخ صنیف طبع ال آبادی ۱۵۸)

نہایت افسوس ہے کہ ایسی خلاف رایت و تحقیق بات امام صاحب کے بارے میں حمیدی نے کہی اور امام بخاری نے نقل بھی کر دی کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ جس امام ہمام نے اپنی سر کردگی میں ساڑھے بارہ لاکھ مسائل و احکام شریعت مدون کرائے اور سورائی طرز سے کرائے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے وہ علم سے ایسا بے بہرہ تھا جیسا حمیدی نے سمجھایا، پھر امام بخاریؓ کے علم و فضل، تبحر و وسعت معلومات میں تو ہمیں ذرہ بھر بھی شک و شبہ نہیں، بڑی ہی حیرت ہے کہ انہوں نے ایسی غلط بات کیے نقل کر دی۔

محمد کوثری نے فرمایا کہ اس روایت میں بھی انقطاع کی علت موجود ہے کیونکہ ان کا زمانہ امام صاحب کے زمانہ سے متاخر ہے، ظاہر ہے کہ انہوں نے خود نہیں سنا اور درمیانی واسطہ کو بتایا نہیں، (شیخ حمیدی کی وفات ۲۱۹ھ کی ہے)

دوسرے یہ روایت بالفرض صحیح بھی ہوتا ہو سکتا ہے کہ یہ امام صاحب کے ابتدائی دور کا واقعہ ہواں لئے کہ آپ نے پچھنچ کئے ہیں اور یوں بھی حج کے مسائل اس قدر دقیق ہیں کہ اچھے اچھے فاضل علماء ان میں چکرا جاتے ہیں، مناسک پر مستقل کتابیں ضخیم لکھی گئی ہیں بلکہ محدثین و فقهاء کے مناقب میں مناسک حج کی واقفیت کو پیش کیا جاتا ہے مگر پھر بھی پورے مطالعہ کے بعد علماء عاجز ہو جاتے ہیں، گزشتہ سال ۱۳۷۹ھ کے حج میں منی سے بارہویں ۱۲ اذی الحج کو شام کے وقت واپسی ہونے لگی تو راقم الحروف نے ساتھیوں سے عرض کیا کہ غروب سے قبل منی سے نکل جانا چاہئے ورنہ حفیہ کے ایک قول پر دم لازم ہو جائے گا لیکن ایک بڑے جید عالم صاحب مجھ سے جھلکنے لگے اور کہا کہ ہم نے آج تک یہ مسئلہ نہیں دیکھا، ان کی رائے تھی کہ مغرب کا وقت قریب ہے، منی ہی میں نماز پڑھ لواور میں کہتا تھا کہ یہاں سے نکل کر باہر پڑھیں گے تاکہ اختلافی صورت سے بھی نکل جائیں، مگر وہ صاحب کسی طرح نہ مانتے تھے میں نے کہا کہ مکہ معظمه چل کر کتاب بھی دکھادوں گا، اب تو خواہ مخواہ دیرہ کریں۔

پھر امام صاحب کا یہ بڑا کمال تھا کہ اتنے بڑے امام و مفتاد ہو کر اس کا اعتراف بھی کر لیا کہ میں نے جام سے یہ تینوں سنتیں لیں اور اس سے امام صاحب کا سنت رسول ﷺ کا بد رجہ غایت حریص ہونا بھی بد رجہ اتم ظاہر ہے معلوم ہوتا ہے، کسی نے تصحیح کہا ہے:

عہد پیش عدادت بزرگ تر عبیه ست

(۳) تیسری روایت سفیان (شاید سفیان ثوری) سے بطريق فیم بن حماد تاریخ صغیر میں نقل کی ہے جن کے بارے میں کم سے کم یہ بات کہی جاتی ہے کہ وہ روایات منکرہ بیان کرتے تھے اور خاص طور سے امام صاحبؓ کے بارے میں جھوٹی حکایات گھڑ کر روایت کیا کرتے تھے، ملاحظہ ہو میزان الاعتدال للہ ہی ص ۲۳۹ ج ۳) تیز نسائی، ابو داؤد اور ابو ذر عد نے بھی ان کی روایات کو بے اصل قرار دیا ہے۔

پھر سفیان بن عینہ کی طرف اس روایت کی نسبت یوں بھی خلاف درایت ہے، روایت یہ ہے کہ نعیم مذکور نے فزاری سے سنا کہ میں سفیان کے پاس تھا، اتنے میں نعمان کی خبر وفات آئی، سفیان نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے (مرگ) اس نے اسلام کے جوڑ جوڑ پر ضرب کاری لگائی ہے، اسلام میں اس سے زیادہ کوئی بد بخت پیدا نہیں ہوا، امام صاحبؓ کے تذکرہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ سفیان بن عینہ امام اعظم کے تلمیذ رشید ہیں، ان سے حدیث کی روایت بھی کرتے ہیں، اگرچہ خطیب نے تو ایک روایت ایسی بھی معتبر و مشہور تاریخ میں نقل کر دی ہے کہ سفیان بن عینہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو امام ابوحنیفہؓ سے بھی کوئی روایت یاد ہے؟ تو فرمایا کہ نہیں ایک بھی نہیں، جس کی سند میں کریمی و مؤمل جیسے کذاب ہیں اور خطیب نے بھی یہ خیال نہ کیا کہ مسانید الامام خصوصاً منہ المارثی میں سفیان کی روایات امام صاحب سے موجود ہیں، دنیا ایسی نقول تاریخ میں پڑھ کر کیا کہے گی یا سوچا ہوگا کہ جس طرح امام اعظم اور آپ کے سینکڑوں ہزاروں تلامذہ محدثین کے صحیح حالات

ومناقب سے دنیا کو بے خبر رکھنے کی مسلسل اور بڑی حد تک کامیاب کوشش کی گئی، ایسے ہی امام صاحب کے مسانید بھی دنیا کی نظروں سے او جھل رہیں گے مگر امت کے یہ چراغ خطیب ایسوں کی پھونکوں سے بجھنے والے نہیں تھے۔ و الحمد للہ والمنہ۔

تاریخ کبیر میں بعض جگہ دوسروں کے تذکروں میں بھی امام بخاریؓ نے امام صاحب پر تعریض کی ہے، مثلاً سفیان ثوری کے تذکرہ میں علی بن الحسن کے واسطے سے ابن مبارک کا قول نقل ہوا کہ ”میں نے سفیان سے زیادہ اعلم کسی کو نہیں دیکھا۔“

پھر عیدان کے واسطے سے ابن مبارکؓ کا قول یہ ذکر کیا کہ میں جب چاہتا تھا سفیان کو نماز میں مشغول دیکھتا، اور جب چاہتا محدث کی شان سے روایت حدیث کرتے ہوئے دیکھا اور جب چاہتا ان کو فقہ کی باریکیوں میں غور فکر کرتے دیکھتا، اور ایک مجلس ان کی اور بھی تھی، جس میں وہ شریک ہوئے، اس میں نبی کریم ﷺ پر درود نہیں پڑھا گیا، یعنی مجلس نعمان، بصرہ میں ان کی وفات ہوئی، شعبہ اور بھی قطان نے ان سے حدیث سنی۔ (تاریخ کبیر ص ۹۳ ج ۲۲ ق ۲)

یہ روایت اگر صحیح ہے تو بظاہر اس زمانہ کی ہے جب ابن مبارکؓ کو لوگ امام صاحب سے بدن کر کے ان کے پاس جانے سے روکا کرتے تھے، ممکن ہے ان بدگمانیوں کے اثرات امام صاحب کی ابتدائی مجالس میں بھی رہے ہوں، ہر مجلس میں ایک بار درود شریف پڑھنا ضروری ہے، یہ درمیان مجلس میں پہنچے ہوں اور ان کے سامنے جتنی دیگر کسی مسئلہ پر بحث جاری رہی ہو اس میں درود شریف کا اعادہ نہ ہوا ہو، جس سے ان کو غلط فہمی ہوئی ہوئے ظاہر ہے کہ امام صاحب جیسا عاشق رسول ﷺ جس نے علویوں کو برسر اقتدار لانے کے لئے آخر تک کوششیں کیں اور جس کا سارا دن قال اللہ قال الرسول ﷺ میں گزرتا ہوا پوری رات تلاوت و نماز میں گزرتی ہوا اور احادیث رسول ﷺ جمع کرنے کا ایسا شغف کہ جب کوئی بھی محدث عالم کوفہ سے باہر آتا تو خاص طور سے اپنے اصحاب کو بھیجتے کہ کوئی نئی حدیث ان کے پاس ہو تو سن کر آؤ، جس کے گھر کے کئی کمرے ذخیرہ حدیث سے پر تھے، یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کی مجلس میں درود شریف نہ پڑھا گیا ہو۔

پھر اگر بات صحیح ہوتی تو معاندین و حاسدین کثرت سے نقل کرتے، غرض غالب خیال یہی ہے کہ یہ روایت خلاف درایت بے اصل اور الحقیقی ہے۔ والعلم عند الله

(۳) التاریخ الاوسط : یہ کتاب اب تک نہیں چھپی، شاید اس قلمی کا نسخہ جرمنی میں موجود ہے۔

(۴) التاریخ الصغیر : اس کتاب کی ترتیب سنین سے ہے اور بہت مختصر ہے، ان دونوں کتابوں میں بھی روایت و درایت کے اعتبار سے قابل اعتراض چیزیں ہیں، جن میں سے کچھ چیزیں ”تاریخ کبیر“ کے ذیل میں بیان ہوئیں۔

(۵) الجامع الكبير : اس کتاب کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں تھا۔

(۶) خلق افعال العباد : اس میں عقائد کی بحثیں ہیں، خلق قرآن وغیرہ مسائل میں امام ذہبی کو جوابات دیئے ہیں (مطبوعہ)

(۷) المسند الكبير : اس کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں بتایا جاتا ہے۔

(۸) اسامی الصحابة : اس کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں بتایا جاتا ہے۔

(۹) کتاب العلل : ”علل حدیث“ کے موضوع پر عمدہ کتاب ہے۔

(۱۰) کتاب الفوائد : اس کا ذکر امام ترمذی نے کتاب المناقب میں حضرت طلحہ کے مناقب میں کیا ہے۔

(۱۱) کتاب الوحدان : اس میں ان صحابہ کرام کا ذکر ہے جن سے صرف ایک ایک حدیث مردی ہے، بعض حضرات کی رائے ہے کہ کتاب الوحدان مسلم کی ہے، بخاری کی نہیں۔

(۱۲) **الادب المفرد:** اخلاق نبوی پر امام بخاری کی مشہور و مقبول تالیف ہے "جامع صحیح" کے بعد سب سے زیادہ مفید کتاب ہے، مصر و ہند میں کئی بار طبع ہوئی، ہندوستان کے بعض مدارس میں داخل درس بھی ہے۔

(۱۳) **كتاب الضعفاء الصغير:** ضعیف راویوں کے تذکرہ میں امام بخاری کا بہت مختصر، مشہور رسالہ ہے لیکن اس میں بھی عصیت کی جھلک جاتی موجود ہے، امام ابو یوسف ایسے ثقہ محدث و فقیہ کو متذکر کہہ دیا، حالانکہ امام نسائی ایسے متشدد و متعصب نے بھی امام موصوف کو اپنی کتاب "الضعفاء والمعتر وکین" میں ثقہ کہا ہے، متذکر کیں میں شمار نہیں کیا (جب کہ رواۃ کی جانب پڑتاں میں امام بخاری جیسے متشدد تھے) امام بخاری نے محض رجیش و عصیت کی وجہ سے امام ابو یوسف کو متذکر کہا یعنی جس کی حدیث لوگ روایت نہ کریں، حالانکہ امام احمد اور سیحی بن معین جیسے آئمہ و حدیث و ناقدین نے ان کی شاگردی کی اور ان کے واسطے سے امام بخاری بھی امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں، گویا یہ ریمارک ایک تلمیذ کا اپنے استاذ الاسمذہ کے لئے ہے، ان حضرات نے امام ابو یوسف کو صاحب حدیث، صاحب سنت، مصنف فی الحدیث، ثبت و اکثر حدیث، اربع الحدیث اور حافظ حدیث فرمایا ہے۔

ہندوستان کے مشہور اہل حدیث عالم نواب صدیق حسن خان نے "التاج المکمل" میں لکھا کہ قاضی ابو یوسف کوفہ کے امام ابوحنیفہ کے شاگرد، فقیہ، عالم اور حافظ حدیث تھے، پھر لکھا کہ امام احمد سیحی بن معین اور علی بن المدینی تینوں امام ابو یوسف کے ثقہ ہونے پر متفق ہیں، جس کو ایسے اکابر محدثین ثقہ کہیں اس کو متذکر الحدیث کہنا کیسے درست ہوا؟

پھر جب امام بخاری کے شیخ اعظم علی بن المدینی ان کو ثقہ کہتے ہیں تو ان کے مقابلہ میں امام بخاری کے متذکر کہنے کی کیا قیمت ہے؟ بہت سے مناقب ذکر کر کے آخر میں نواب صاحب نے یہ بھی لکھا کہ امام یوسف کے اوصاف بہت ہیں اور اکثر علماء ان کی فضیلت و تعظیم کے قائل ہیں اور یہ بات محقق ہے کہ جس کے مذاق زیادہ ہوں، اس کے بارے میں جاری میں کی جرح مقبول نہیں ہوتی، خصوصاً جب کہ وہ جرح ہم عصر وہ طرف سے ہوا اور ایسی متعصبه کی جرح بھی مقبول نہیں ہے، امام بخاری اور دارقطنی وغیرہ کاشمار بھی کبار متعصبه میں سے کیا گیا ہے۔ یوسف بن خالد سمیٰ بصری تلمیذ خاص امام اعظم مشہور محمد و فقیہ تھے، امام صاحب کی خدمت میں برسوں رہے، امام صاحب سے چالیس ہزار مسائل مشکلہ حل کئے اور امام صاحب کی مجلس شوریٰ تدوین فقہ کے خاص رکن تھے، ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ان سے تخریج کی ہے، امام طحاوی نے کہا کہ میں نے امام مزمنی شافعی سے شاکر یوسف بن خالد اخیار و ابرار میں سے ہیں۔

لیکن امام بخاری نے شاید اسی نسبت سے ان پر بھی "مسکوت عنہ" کی چھاپ لگادی ہے، اسد بن عمرو بھی اسی مجلس شوریٰ کے رکن اور فقہاء مجتهدین میں سے تھے، حنفی تھے اور امام اعظم کے تلمیذ خاص، امام احمد بن حببل (شیخ بخاری) اور احمد بن منیع جیسے محدثین کبار کے استاذ ہیں اور امام احمد نے ان کو صدق و حق کہا اور ان سے روایت حدیث بھی کی، جب امام ابو یوسف کا انتقال ہوا تو ہارون رشید نے بغداد اور واسطہ کی قضا آپ کو سپرد کی اور اپنی صاحبزادی کا نکاح آپ سے کر دیا، پھر یہ کہ امام نسائی تک نے ان کو لا باس بہ کہا، مگر امام بخاری نے ان کو بھی صاحب رائے اور ضعیف کہہ کر قصہ ختم کر دیا اس کتاب کو اہل حدیث حضرات نے بار بار طبع کر کے شائع کیا۔

(۱۴) **كتاب المبسوط:** اس کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں غالباً موجود ہے۔

(۱۵) **الجامع الصغير:** اس کا بھی قلمی نسخہ جرمنی میں غالباً موجود ہے۔

(۱۶) **كتاب الرقاقي:** اس کا ذکر کشف الظنون میں ہے۔

(۱۷) **بر الوالدين:** حافظ ابن حجر نے اس کا ذکر کیا ہے اور موجودات میں شمار کیا ہے۔

(۱۸) **كتاب الاشربه:** امام دارقطنی کی "المولف والمختلف" میں اس کا ذکر بھی ملتا ہے۔

(۱۹) کتاب الہبہ: پائیج سواحدی کا مجموعہ بتایا جاتا ہے، بظاہر دنیا کے مشہور کتب خانوں میں کہیں وجود نہیں ہے۔

(۲۰) کتاب الکنی: علم کنی میں عمدہ کتاب ہے، امام بخاری کی تالیف میں ترتیب ہجائی نہ تھی، امام ذہبی نے اس کو مرتب و مختصر کیا اور "المقتضی فی سرد لکنی" نام رکھا۔

(۲۱) التفسیر الكبير: اس کا ذکر فربی اور وراق بخاری نے کیا ہے۔

(۲۲) جز القراءۃ خلف الامام: یہ رسالہ القراءۃ خلف الامام کے اثبات میں لکھا گیا ہے، چونکہ اس مسئلہ پر پوری بحث اپنے موقع پر انوار الباری میں آئے گی، اور ہم بتلائیں گے کہ دلائل کی قوت کے ساتھ ہے۔ ان شاء اللہ۔

اس لئے اس وقت کتاب مذکور کا صرف مختصر تعارف کرانا مقصود ہے، بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ اثناء بحث میں جا بجا عصیت کا رینگ موجود ہے اور جیسے اعتدال والنصاف کے ساتھ دونوں طرف کے پورے دلائل ذکر کر کے امام بخاری جیسے جلیل القدر کو محاجہ کے طور سے کچھ لکھنا چاہئے تھا وہ صورت اختیار نہیں کی، مثلاً خود ہی ایک جگہ احتلاف کی ایک دلیل اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہاں آیت میں القراءۃ سے مراد وہ نماز ہے جو خطبہ کے وقت پڑھنی چاہئے، یعنی جو دیر سے نماز جمعہ کے لئے مسجد میں پہنچ کے خطبہ ہو رہا ہو تو ضرور دور رکعت تھی اس مسجد ادا کرے اور نماز بغیر القراءۃ کے ہوتی نہیں، پس یہی نماز وقت خطبہ آیت میں مراد ہے، آگے النصات کا حکم بھی اس لئے ہے کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا چاہئے، پھر بہت سی احادیث خطبہ کے دوران دور رکعت پڑھنے کے جواز پر پیش کی ہیں، گویا بحث پوری ہو گئی حالانکہ یہاں دوسری بہت سی باتوں کی وضاحت بہت ضروری تھی، مثلاً

(۱) امام احمد (استاذ امام بخاری) نے اجماع ذکر کیا ہے کہ یہ آیت نماز کی القراءۃ میں اتری ہے اور اس پر بھی اجماع نقل کیا کہ جہر والی نماز میں مقتدی پر القراءۃ واجب نہیں ہے، دوسری جگہ امام احمد نے فرمایا کہ یہ آیت نماز کے بارے میں اتری ہے۔

امام ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں کہا کہ سلف سے بطور استفاضہ منقول ہے کہ یہ آیت القراءۃ صلوٰۃ میں اتری، اگرچہ بعض نے خطبہ میں بھی کہا ہے۔ (فصل الخطاب حضرت شاہ صاحب ص ۳۲)

پھر اگر خطبہ میں بھی ہو تو چونکہ حکم عام ہے اس لئے بھی خاص مورد کا لحاظ نہیں ہو گا اور نہ امام احمد جہری نماز میں وجوب القراءۃ کو کس طرح ختم کر دیتے، یہ تھوڑا سا اشارہ کا ہے ورنہ خود احتلاف کے پاس جو دلائل ہیں ان کو دیکھ کر آپ خود فیصلہ کریں گے کہ پروپیگنڈے کی غلط مشینزی کے زور سے خفی مسلک کو کس طرح بدnam کیا گیا ہے۔

امام بخاری کے متعلق حضرت شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ صحیح بخاری میں تو خاموش رہتے ہیں مگر باہر دوسرے رسائل و تصانیف جزء القراءۃ، جزء رفع الیدین وغیرہ میں تیز لسانی کرتے ہیں۔

میں نے بڑے غور سے اسی متن مذکور کی روشنی میں امام بخاری کی تاریخ، ضعفاء صغیر اور جزء القراءۃ و جزء رفع الیدین وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے حاصل مطالعہ آپ کے سامنے آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

(۲) القراءۃ و النصات کی تو امام بخاری نے توجیہ فرمادی لیکن استماع کی کیا صورت ہے؟ اس کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ظاہر ہے جو بھی خطبہ کے وقت آئے گا اور دور رکعت ادا کرے وہ القراءۃ سرا کرے گا، تو اس کا استماع دوسرے لوگ کیسے کریں گے، اور اگر سری القراءۃ کے لئے بھی استماع کا اس قدر اہتمام خدا نے کرایا تو جہری القراءۃ کو نظر انداز کیوں اور کیسے کر دیا گیا۔

(۳) امام بخاری نے سلیک عطفانی کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ وہ دوران خطبہ میں آئے، حالانکہ یہ بات بھی قطعی نہیں، کیونکہ مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت وہ مسجد میں پہنچے تو حضور علیہ السلام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھے تھے، اسی حالت میں آپ نے ان کو بھی

پرانے حال میں دیکھ کر ان کے فقر و افلاس کا اندازہ کیا اور ان سے دور گعت پڑھنے کو کہا (تاکہ دوسرے لوگ بھی ان کے فقر و افلاس کو آچھی طرح دیکھ کر احساس کریں اور لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ اس حدیث سلیک پر امام نسائی نے "الجح علی الصدق" کا باب باندھا ہے، چونکہ حضور اکرم ﷺ صحابہ کی غیر معمولی فقر و افلاس کی حالت دیکھنے سے آزردہ ہوتے تھے اور "کاد الفقر ان یکون کفرا" بھی آپ کا ارشاد گرامی تھا، اس لئے دوسرے جمعہ کو بھی ان کو نماز کے لئے فرمایا، تیسرے جمعہ میں راوی کو ترد ہے، حدیث معانی مختلفہ کی متحمل ہے، پس ایک معنی کو بجزم بیان کرنا اور دوسرے معنی سے صرف نظر کرنا کچھ زیادہ اچھا نہیں ہے۔

غرض اس سلسلہ میں بہت سے امور تشریع طلب ہیں، اور دلائل فریقین پوری طرح سامنے لا کر فصلہ کرنا تھا، لیکن اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ امام بخاری ان تصانیف میں امام اعظم، ان کے اصحاب و دیگر حنفی سے سخت بدھن اور متفہ معلوم ہوتے ہیں، پھر غصہ و غصب سے بھرے ہوئے، جس کی وجہ سے وہ ہماری طرف کی کسی بات پر سکون و اطمینان کے ساتھ غور کرنے کو تیار نہیں معلوم ہوتے، یہی فیصلہ ان کی تصانیف سے مولانا عبد الرشید صاحب نعمانی نے بھی کیا ہے اور حضرت شاہ صاحب بھی اس کو "تیز سانی" سے ادا فرماتے تھے، علامہ کوثری نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، نیز پہلے علامہ سخاوی شافعی وغیرہ نے بھی اسی قسم کا تبصرہ کیا ہے، جو ہم نے کسی دوسری جگہ نقل کیا ہے۔

یہاں پہنچ کر مجھے ایک دوسرا حاصل مطالعہ لکھنا ہے، اصحاب مطالعہ اہل علم خاص توجہ کریں تو اچھا ہے، یہ توبہ کو معلوم ہے کہ امام صاحب کے زمانہ ہی میں کچھ معاصرین حسد سے کچھ عناصر معاصرت سے کچھ غلط فہمی سے امام صاحب سے بدھن تھے، آخری قسم سے امام ثوری، امام اوڑاگی، حضرت امام جعفر صادق وغیرہ ایسے حضرات تھے جو دور سے غلط صحیح افواہوں پر اولاً بدھن تھے، سخن الفاظ تک ادا کئے (جن کو مخالفین اب تک نقل کر کے مغالطہ کر دیتے ہیں) مگر جب یہ لوگ قریب ہوئے، صحیح حالات معلوم کئے، خود امام صاحب سے ملاقاتوں میں علمی مذاکرات کئے تو یہ سب حضرات جتنے بدھن تھے، اسی پیمانہ سے بہت زیادہ خوش عقیدہ بھی ہو گئے، اور اپنی سابقہ بدھنی و کلمات تنقید پر بھی اظہار نہادمت کیا، جس کی تفصیل گزر چکی ہے، حضرت عبد اللہ بن مبارک کو امام صاحب کی خدمت میں جانے سے بار بار روکا بھی گیا، مگر خدا نے ان کو امام صاحب کے پاس پہنچا دیا، جس پر وہ فرمایا کرتے کہ اگر میں مخالفوں کی باتوں میں رہتا تو امام صاحب کے علوم سے محروم رہ جاتا۔

غرض ایک عصر ایسے معاندین کا امام صاحب کے وقت ہی سے تھا، جس کا کام صرف غلط فہمی پھیلا کر امام صاحب سے دوسروں کو بدھن کرنا تھا۔ ان لوگوں میں سے نعیم بن حماد خراگی (امام بخاری کے استاذ) کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، دوسرے شیخ حمیدی (استاذ امام بخاری) تھے جو اپنی افتاؤ طبع سے مجبور ہو کر خود اپنی جماعت شوافع میں بھی تفرقی کے لئے مسامی ہوتے تھے، حضرت سفیان بن عینہ (تمیذ امام اعظم) کی خدمت میں کافی رہے تھے، اس لئے احادیث سفیان کے بڑے عالم تھے، اور اسی لئے ان کی قدر و منزلت ہوتی تھی، اسی لئے امام شافعی بھی ان کی عزت کرتے تھے، بعض سفروں میں بھی ساتھ رکھا، جس سے انہیں امام شافعی کا جانشین بننے کی بڑی طمع ہوئی، مگر ان کے اندر فقہ کی بڑی کمی تھی، پھر انہوں نے اپنے لئے مایوس ہو کر اپنے ہم خیال و ہم مشرب بویٹی کے لئے جوڑ توڑ کیا، مگر فقہ کی ان میں بھی کمی تھی، جب کہ امام شافعی کے دوسرے تلامذہ مزنی، محمد عبد الحکم ایسے فقیہ موجود تھے، دوسرے شیخ حمیدی اگرچہ حدیث کی روایت میں ثقہ تھے، مگر دوسرے معاملات میں غیر محتاط تھے، اسی لئے محمد بن عبد الحکم نے ان کی تکذیب کی ہے، ان کے علاوہ اسماعیل بن عرعرہ تھے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، یہ اور دوسرے چند حضرات امام اعظم کے چند اعدی عدد تھے اور جھوٹی روایات امام صاحب کے خلاف چلا کر ان کی طرف سے لوگوں کو بدھن کیا کرتے تھے۔

علامہ کوثری نے شیخ حمیدی کی بہت سی ایسی روایت پر تنقید کی ہے (جو خطیب نے نقل کی ہیں) اور روایۃ پر کلام کیا ہے، یہی شیخ حمیدی فرمایا کرتے تھے کہ جب تک امام شافعی میدان میں نہ آئے تھے، تھیں امام صاحب کے خلاف کوششوں میں کامیابی نہ ہوئی، اس سے اشارہ گو یا علمی سلسلہ کی نوک جھوٹ کی طرف ہے کہ اس کو امام شافعی کے ذریعہ تقویت پہنچائی گئی، پھر امام بخاری تشریف لائے تو ان کو امام صاحب

سے بے انتہا بدظن کر کے وہ چیزیں کرائی گئیں جن کو میں امام بخاری کی تالیفات کے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

امام بخاری کی جزء عرض المیدین وغیرہ کی بعض عبارتوں سے تو یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ امام بخاری امام صاحب اور ان کے اصحاب و تلامذہ کو اہل علم کے طبقہ میں شمار کرنے کو بھی تیار نہیں۔

جزء القراءة مطبوعہ علمی ص ۱۹ پر غالباً امام صاحب اور حفیہ کی ہی طرف اشارہ کر کے کئی غلط باتیں منسوب کردی گئیں، مثلاً خنزیر بری کو دلابس بہ کہنا، جس کی تردید امام صاحب کی طرف سے حافظ ابن تیمیہ نے بھی کی ہے، اس رسالہ کو دیکھنے سے قبل میرے وہ مہم میں یہ بات شد آسکتی تھی کہ امام بخاری ایسے محقق بھی امام صاحب کی طرف ایسی بے اصل باتیں منسوب کرنے والوں کے زمرہ میں داخل ہیں۔

بری السیف علی الامۃ کا اعتراض بھی ہے جس کو خلافت علویین کے مخالفین اور عباسی حکومت کے ہوا خواہوں نے امام صاحب کے خلاف ہوادی تھی اور امام اوزاعی وغیرہ کو بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر کر دیا تھا، اہتمامی دور میں امام اوزاعی نے بھی یہ جملہ امام صاحب کے بارے میں کہہ دیا تھا، بعد کو جب حضرت عبد اللہ بن مبارک سے مل کر امام صاحب کے حالات نے اور خود بھی مکہ معظمہ میں امام صاحب سے ملے تو اپنی سب بدگمانیوں پر اظہار افسوس فرمایا، حالانکہ امام صاحب کا جو حکام جور کے خلاف اقدام کا مسلک ہے اور اس کی حمایت میں انہوں نے عباسی خلفاء کے مظالم کا مقابلہ بھی انتہائی پامردی و بے جگہی سے کیا وہ امام صاحب کی بہت بڑی منقبت تھی جس کو یہی السیف علی الامۃ کے گھناؤ نے عنوان سے تعبیر کر دیا گیا، یعنی امام صاحب امت میں قتل و قتل جاری رہنے کو پسند کرتے تھے۔

کیا امام صاحب کی پوری سیاسی عملی زندگی کے روشن دور کو ایسے بے جان فقروں کے ذریعہ نظر انداز کر دینا کوئی اچھی خدمت کہی جاسکتی ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد جو چاہے آپ کی تحریر فتنہ ساز کرے

اس کے بعد یہی چیزیں شیخ حیدی اور امام بخاری وغیرہ کے ذریعہ علامہ ابن حزم و خطیب وغیرہ تک پہنچیں، خصوصیت سے علامہ ابن حزم کا طرز تحریر بھی امام صاحب کے خلاف بڑی حد تک جارحانہ اور غیر منصفانہ ہے اور ہمارے زمانہ کے محترم اہل حدیث بھائی بھی ان کو اٹھائے پھرتے ہیں، جس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ان سطحی اور غلط باتوں کے پروپیگنڈے اور جواب و جواب الجواب سے مسلمانوں کے آپس کے تعلقات خراب ہوتے ہیں، دلوں میں رنجشیں بڑھتی ہیں اور ہم لوگ غیروں کی نظروں میں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں اور اسلام کو بھی رسو اکرتے ہیں، اور سیاسی اعتبار سے جو کچھ نقصانات ہماری لڑائی بھڑائی کے ہیں وہ الگ رہے۔

کیا اس مسئلہ پر نظر ثانی اور بہتر توقعات کی کوئی گنجائش نہیں؟ اللہم ارنا الحق حقاً و ار زقنا اتباعه

افسوں ہے کہ یہی السیف علی الامۃ کا الزام امام صاحب پر امام بخاری جیسے باخبر محقق مورخ محدث لگا رہے ہیں۔ اس موقع کی مناسبت سے امام صاحب کی زندگی کا ایک واقعہ علامہ موفق کی کی مناقب الامام ص ۲۷۸ سے نقل کرتا ہوں۔

ابو معاذ بلخی کہا کرتے تھے کہ کوفہ کے سب لوگ امام صاحب کے آزاد کردہ غلام جیسے ہیں، کیونکہ ان سب کی زندگی امام صاحب کے برکات وجود کا شترہ ہے، واقعہ اس طرح ہے کہ ضحاک بن قیس شبیانی، حزوری فرقہ کا سردار اپنے لشکر کے ساتھ کوفہ میں فاتحانہ داخل ہو گیا اور جامع کوفہ میں بیٹھ کر کوفہ کے تمام مردوں کے لئے قتل عام اور بچوں عورتوں کو قید کرنے کا حکم دیا، امام صاحب کو خبر ہوئی تو بے چین ہو گئے اور جس حالت میں تھے گھر سے چادر سنجالتے ہوئے، جامع کوفہ پہنچ گئے، ضحاک سے کہا کہ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں، ضحاک نے کہا کہے؟ فرمایا: ”آپ نے کس دلیل سے کوفہ کے مردوں کے قتل اور عورتوں، بچوں کو غلام بنانا درست سمجھا؟“۔

ضحاک نے کہا: ”اس لئے کہ یہ سب مرد ہیں، اور مرد کی سزا قتل ہے“۔ امام صاحب نے فرمایا، کیا ان کا دین پہلے کوئی دوسرا تھا جس کو چھوڑ کر یہ آئے تھے اور پھر اسی کی طرف لوٹ گئے یا شروع سے اب تک ایک ہی موجودہ دین پر ہیں؟

ضحاک نے کہا: آپ نے کیا کہا؟ پھر سے اس کو دھرا یئے! امام صاحب نے پھر اسی بات کا اعادہ کیا، ضحاک نے کہا واقعی ہم سے غلطی ہوئی اور پھر سب لشکر کو قتل سے باز رکھا اور واپس چلے گئے۔

امام صاحب کے ایسے واقعات بہت ہیں ایک مناقب، موفق اور کرداری ہی کو اگر پوری طرح مطالعہ کیا جائے تو امام صاحب کی جلالت قدر کا اعتراف ناگزیر ہو جاتا ہے۔

واقعی وہ سرانج الامت تھے، اور ”چراغ تلتے انڈھیرا“ دیکھئے کہ امام صاحب کے بعض بہت ہی قریبی دور کے رجال تاریخ و حدیث بھی امام صاحب پر بے بنیاد تہمتیں دھر گئے ہیں۔ ”والی اللہ المشتكی“۔

(۲۳) جزء رفع الیدين: یہ رسالہ مطیع محمدی لاہور سے ۳۲ صفحات پر طبع ہوا تھا اور اس میں آئندہ مجتہدین کا اختلاف حلال و حرام یا جواز عدم جواز کا نہ تھا، مگر امام بخاریؓ نے دوسرے خیال کے لوگوں کے واسطے غیر موزوں کلمات استعمال کئے ہیں۔ مثلاً:

(۱) ص ۱۲ پر حضرت ام الدردار ضی اللہ عنہما سے رفع یہ دین کی روایت کا ذکر کر کے فرمایا کہ ان لوگوں سے تو بعض اصحاب نبی ﷺ کی عورتوں کا ہی علم زیادہ تھا کہ وہ نماز میں رفع یہ دین کرتی تھیں۔ ہمیں خود بھی تسلیم ہے کہ صحابہ کے بعد کے تمام لوگ صحابہ و صحابیات سے کم مرتبہ ہیں، مگر تاریکین رفع صحابہ مردوں کی بھی تعداد کم نہیں ہے، اس لئے کیا رفع یہ دین کرنے والی صحابیات کو تاریکین رفع صحابہ کرام پر بھی علم عمل میں فضیلت دی جائے گی؟

امام بخاریؓ نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ کسی صحابی سے ترک رفع یہ دین ثابت نہیں حالانکہ دوسرے اکابر صحابہ تو تھے ہی، خود حضرت ابن عمرؓ بھی روایات رفع پر عامل نہیں تھے، جن پر ثبوت رفع کا بڑا امدادار ہے، غرض جس طرح رفع یہ دین کرنے والے صحابہ کافی تعداد میں تھے تاریکین رفع بھی بہت تھے اسی لئے ہمارے حضرات نے اس اختلاف کو زیادہ اہمیت نہیں دی ہے۔

(۲) حدیث ص ۳۰: مالی ادا کم رافعی ایدیکم کا نہا اذ ناب خیل شمس سے ترک رفع پر استدلال کرنے والوں کو بے علم کہا ہے حالانکہ خود محدثین نے اس حدیث کو دو الگ الگ واقعات میں ذکر کیا ہے، حالت تشدید میں سلام کے وقت میں رفع یہ دین کرتے تھے، اس کو بھی حضور ﷺ نے روکا اور کھڑے ہوئے بار بار رکوع کو جاتے آتے اور سجدہ کے موقع پر جو رفع یہ دین کرتے تھے، ان کو بھی روکا، ملاحظہ ہوئج الملمہم شرح مسلم وغیرہ، مسانید میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ، ابن عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو سعید خذریؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور آپ کے اصحاب نیزا بر ایتم خنی وغیرہ سے عدم رفع نقل ہوا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں حضور اکرم ﷺ کی نماز پڑھ کر بتاتا ہوں پھر نماز پڑھی تو سوائے تکبیر اولیٰ کے کسی جگہ ہاتھ نہیں اٹھائے، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

(۳) امام بخاریؓ نے حضرت عبد اللہ بن مبارک کو بھی رفع یہ دین کرنے والوں میں پیش کیا ہے اور فرمایا کہ وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے، پھر طنز کے طور پر فرمایا کہ ”بے علم لوگوں کے لئے بہتر تھا کہ وہ عبد اللہ بن مبارک ہی کا اتباع کر لیتے، بجائے اس کے کہ انہوں نے دوسرے بے علم لوگوں کا اتباع کیا۔“

آپ نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشاد کی شرح کس کس شان سے آپ کے سامنے آ رہی ہے اور اس امر پر حیرت بالکل نہ کیجئے کہ جن ابن مبارک کو سب سے بڑا عالم اہل زمانہ خود امام بخاری بتا رہے ہیں، وہ خود اپنے اقرار و اعتراف سے اتنے بڑے عالم کن بے علم حضرات کے فیض صحبت سے ہوئے تھے۔

وائل بن حجر چونکہ رفع یہ دین کے راوی ہیں اور حضرت ابراہیم خنی کے سامنے ان کی روایات کا ذکر ہوا تو انہوں نے اتنا فرمادیا تھا، کہ شاید وائل نے ایک مرتبہ ایسا دیکھ لیا ہوگا، مطلب یہ تھا کہ ان کو دربار رسالت ﷺ کی حاضری کے موقع اتنے نہیں ملے، جتنے حضرت ابن

مسعود وغیرہ کو جو رفع یہ دین کی روایت نہیں کرتے اور حفیہ نے بھی اسی بات کو کسی قدر وضاحت سے کہہ دیا تو امام بخاری نے فرمایا کہ بے علم لوگوں نے "وائل بن حجر" پر طعن کیا ہے۔

واقعی! اس سے زیادہ بے علمی کا مظاہرہ کیا ہو گا کہ کسی صحابہ پر طعن کیا جائے، مگر علمی و دینی مسائل میں نہایت محتاط نقدو بحث کو بھی طعن جسے سخت لفظ سے تعبیر کرنا وجہ جواز چاہتا ہے، پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اپنے اکابر اساتذہ و شیوخ المشائخ کو بار بار بے علمی کا طعنہ دینا کس درجہ میں ہو گا۔ اسی صفحہ پر امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مبارک کا واقع رفع یہ دین کے سلسلہ میں نقل کیا ہے جو مختلف طریقوں سے منقول ہے، امام بخاری نے اس طرح نقل کیا کہ ابن مبارک نے فرمایا: میں امام صاحب کے پہلو میں نماز پڑھ رہا تھا، میں نے رفع یہ دین کیا تو امام صاحب نے نماز کے بعد فرمایا کہ میں تو ڈر گیا تھا کہ تم اڑ جاؤ گے، میں نے کہا کہ جب میں پہلی ہی دفعہ اڑا تو دوسرا دفعہ میں کیا اڑتا، وکیع نے کہا کہ ابن مبارک حاضر جواب تھے، امام صاحب متاخر ہو گئے (جواب نہ دے سکے)

امام بخاری نے اس کے بعد لکھا کہ "جس طرح گمراہ لوگ مدنہ ملنے پر لا چار ہو جاتے ہیں، یہ بھی کچھ ان سے ملتی جلتی صورت ہے، بتلائیے اب طعنہ گمراہی تک بھی نوبت پہنچ گئی، پھر باقی کیا رہا؟"

یہی واقعہ خطیب نے اس طرح نقل کیا ہے کہ ابن مبارک نے ایک دفعہ امام صاحب سے رفع یہ دین کے بارے میں سوال کیا، امام صاحب نے فرمایا، کیا اڑنے کے ارادے سے رفع یہ دین کرتا ہے؟ ابن مبارک نے کہا: اگر پہلی دفعہ اڑا تو دوسرا مرتبہ بھی اڑے گا، امام صاحب خاموش ہو گئے اور کچھ نہ فرمایا۔

اس کے بعد واقعہ مذکور کی صحیح نوعیت بھی ملاحظہ کیجئے:

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، رفع یہ دین کا اختلاف افضل غیر افضل کا اختلاف ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں جیسا کہ اس کی وضاحت جصاص نے احکام القرآن میں اور حضرت شاہ صاحب نے شیل الفرقہ دین میں فرمادی ہے۔

ابن مبارک کا اکثر معمول یہ تھا کہ وہ فقیہی مسائل و احکام میں اپنا معمول اس کو بناتے تھے، جس پر ان کے دونوں شیخ امام صاحب اور حضرت سفیان ثوری متفق ہوں، رفع یہ دین میں انہوں نے خلاف معمول وہ صورت اختیار کی جو امام صاحب اور سفیان ثوری دونوں کے خلاف تھی، پھر امام مالک سے بھی ایک روایت عدم رفع کی ہی ہے اور وہی مالکیہ کا معمول بہا ہے اور ابن مبارک کے وہ بھی شیخ تھے۔

احتفاف کا مسلک بظاہر اس لئے بھی زیادہ قوی ہے کہ رفع یہ دین کی روایات میں سب سے زیادہ صحیح ابن عمری حدیث ہے جس پر انہوں نے خود عمل نہیں کیا، جس کو امام صاحب اور امام مالک وغیرہ دلیل شیخ سمجھتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودی حدیث اور ان کا عمل بھی دلیل رجحان موجود ہے۔

ان سب چیزوں کے باوجود ابن مبارک کا عمل دوسرا تھا، اس لئے امام صاحب نے بطور مزاح یہ طیرانی جملے فرمائے تھے اور اسی لئے ابن مبارک کے مزاجیہ جواب پر کچھ نہیں فرمایا، ورنہ جس شخص کی محیرانہ قوت استدلال کے امام مالک قائل ہوں اور جس نے امام او زائی کو مناظرہ میں ساکت کر دیا ہو وہ اپنے شاگردوں کے سامنے کیا لا جواب ہوتا، خصوصاً ایسی صورت میں کہ خود ابن مبارک ان کی علیست کا لوبا مانے ہوئے ہیں

لقد زان البلاد و من عليها امام المسلمين ابو حفیہ

ایک مزاجیہ انداز کی بات تھی اور اسی انداز میں ختم ہو گئی۔

اس کو امام بخاری نے اپنی روایتی تاراضی کی وجہ سے غنی و گمراہی تک پہنچا کر دم لیا لیکن ہم کیا کہیں؟ دونوں طرف اپنے بڑے ہیں، اکابر ہیں، اساتذہ و ائمہ ہیں۔

قومی ہم قتلوا امیم اخی فاذا رمیت یصینی سهمی

اس شعر میں عربی شاعر نے کتنی سمجھداری کی بات کہی ہے کہ اے امیمہ! میری ہی قوم کے لوگوں نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے، اب اگر میں اس کے انتقام میں ان لوگوں پر تیروں کی بارش کر دوں تو وہ سارے تیر خود میرے ہی دل و جگر میں پیوست ہوں گے۔

کاش ہمارے اہل حدیث بھائی اس سے سبق حاصل کریں اور وہ امام صاحب کے بارے میں امام بخاری وغیرہ کی جرح و تفہید کا اعادہ بار بار کرنا چھوڑ دیں تاکہ ہم بھی اس کے دفاع میں کچھ لکھنے پر مجبور نہ ہوں۔

امام بخاری نے ص ۲۲ پر امام سفیان ثوری اور امام حدیث وکیع کوتار کیں رفع یہ دین میں شمار کیا ہے حالانکہ پہلے کہہ چکے تھے کہ بے علم لوگوں نے بے علم لوگوں کا اتباع کرنے کی وجہ سے ترک رفع کیا ہے، اب اپنے بزرگوں کے بارے میں کیا فرمائیں گے۔

ایک جگہ اسی رسالہ میں امام بخاری نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ پہلے لوگ الاول فالأول کو اعلم سمجھا کرتے تھے، لیکن یہ لوگ الآخر فالآخر کو اعلم سمجھتے ہیں گویا یہ بھی ان کی جہالت کا ایک بڑا ثبوت ہے، مگر ہم لوگ تو امام بخاری ہی کی تحقیق کو درست سمجھتے ہیں اور اسی لئے کہتے ہیں کہ آئندہ متبوعین اور ان کے اصحاب و تلامذہ اول تھے، اس لئے وہ ہی اعلم تھے، پہلی بعده کے محدثین و محققین کے

اند کے باتوں پہلی بعده کے دل ترسیدم کہ دل آزر دہ شوی ورنہ خن بسیار است

(۲۳) جامع صحیح: یہ امام بخاری کی سب سے زیادہ مشہور، مقبول، عظیم الشان اور رفع المزالت تالیف ہے، خود امام بخاری کو اس پر بہت ناز تھا، فرمایا کرتے تھے کہ خدا کے یہاں بخاری کو میں نے نجات کا ذریعہ بنالیا ہے۔

امام بخاری کی تالیف صحیح کے وقت ان سے پہلے کی تالیفات جن کی مجموعی تعداد ایک سو سے زیادہ ہو گی، منصہ رشود پر آچکی تھی، چنانچہ امام بخاری نے امام وکیع اور امیر المؤمنین فی الحدیث عبد اللہ بن مبارک کی تمام کتابیں تو اپنے بیان کے مطابق اپنے ابتدائی زمانہ تھصیل ہی میں مطالعہ کر لی تھی، بلکہ یاد کر لی تھی اور ان سے اہل عراق کے علوم حاصل کئے تھے، اس طرح امام اعظم کے مسانید، کتاب الآثار برداشت امام ابو یوسف و امام محمد، امام ابو یوسف، امام محمد و دیگر اصحاب امام کی تالیفات سامنے آچکی تھیں، امام اعظم نے اپنے چالیس شرکاء مددوین فقد کے ساتھ ۲۵-۳۰ برس تک مسلسل علمی جدوجہد کے نتیجے میں ساڑھے بارہ لاکھ مسائل کو قرآن و حدیث، اجماع و قیاس کی روشنی میں مرتب و مددوں کر کر تمام اسلامی ممالک میں پھیلا دیا تھا، جس کے متعلق ابن ندیم نے اپنی تاریخ میں اعتراف کیا کہ امام صاحب کے مددوین فقهہ کی وجہ سے علوم نبوت کی روشنی چار دنگ عالم میں پھیل چکی تھی۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی تمام حدیثی فقہی تالیفات و مسانید موجود تھیں، دیگر حضرات کے مسانید میں سے مند عبد الحمید بن الجمانی، مند امام موسیٰ کاظم، مند ابی واڈ طیالی اسی، مند حمیدی، مند الحلق بن راہویہ، مند عبد بن حمید، مند ابن ابی عمر العدنی، مند احمد بن منیع، ابی الحلق مطوعی، مند عثمان بن ابی شیبہ، مند اسدالنہ، مند عبید اللہ بن موسیٰ البعلی، مند مسدد بن مسرہ، مند ابو جعفر المندی، مند ابی یعقوب تنوی، مند ابی الحسن ذہلی، مند محمد بن اسلم طوی، مند محمد بن یوسف فریابی، مند دورقی، مند محمد بن ہشام السد وی وغیرہ موجود تھیں۔

ان کے علاوہ مصنف عبدالرزاق، مصنف ابی کبر بن ابی شیبہ، مصنف وکیع، مصنف حماد بن سلمہ مصنف عتکی، جامع سفیان ثوری، تفسیر سفیان ثوری، جامع عبدالرزاق، جامع سفیان بن عینیہ، جامع ابی عروۃ، جامع معمر بن راشد۔

سنن داری، سنن ابن جریح، سنن سعید بن منصور، سنن بزار، سنن ابن طارق، سنن ابی علی الحلال، سنن سہل بن ابی ہل۔

کتاب الصلوۃ فضل بن دکین، کتاب الفہور ابن سلام، مغازی محمد بن عائذ، مغازی معتز بن سلیمانی، مغازی موسیٰ بن عقبہ، مغازی ابن الحلق، جزء الدلیل وغیرہ، بے شمار حدیثی تالیفات موجود ہو چکی تھیں، لیکن صحیح مجردا حدیث کے مرتب کرنے کا روانج اس وقت نہ ہوا تھا،

امام بخاری نے ان تمام ذخیرہ حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے طرز جدید پر کتاب "جامع صحیح" کو مرتب کر کے اولیت کا فخر حاصل کیا اور اسی لئے ان کی جامع کی شہرت اسحیح الکتب بعد کتاب اللہ کے نام سے ہوئی، ورنہ ظاہر ہے کہ اصحیت، علو سند اور ضبط متون احادیث کے اعتبار سے ان کے متفقین کے جمع کردہ ذخیرہ بہت ممتاز تھے۔

اسی لئے شاہ عبدالعزیز صاحب[ؒ] نے موطاً امام مالک کو جامع امام بخاری کی اصل فرمایا اور امام مالک[ؒ] سے پہلے کی حدیثی تالیفات کو موطاً امام مالک کی اصل کہنا چاہئے۔

روایت میں قلت و سائط احوز اور علو سند کا باعث ہے، کثرت و سائط میں اس درجہ احتیاط باقی نہیں رہ سکتی، اسی لئے سند نازل ہو جاتی ہے، کثرت روایۃ کی صورت میں ضبط متون میں اوہام بھی درانداز ہو جاتے ہیں، اسی لئے اوہام صحیحین پر مستقل کتابیں لکھی گئیں، جامع صحیح بخاری مجموعی حدیثیت سے اپنے بعد کی تمام کتابوں پر فوقيت و امتیاز رکھتی ہے، اس کے تراجم و ابواب کو بھی امام بخاری کی فقہی ذکاوت و دقت نظر کے باعث خصوصی فضیلت و برتری حاصل ہے، لیکن امام بخاری[ؒ] چونکہ خود درجہ اجتہاد رکھتے تھے، اس لئے انہوں نے جمع احادیث کا کام اپنے نقطہ نظر سے قائم کئے ہوئے تراجم و ابواب کے مطابق کیا اور دوسرے آئمہ مجتہدین کے نقطہ ہائے نظر کو نظر انداز کر دیا اگر وہ ایسا نہ کرتے تو کتاب مذکور کی اہمیت و افادیت میں اور بھی غیر معمولی اضافہ ہو جاتا۔

آئمہ متبوعین میں سے صرف امام مالک[ؒ] سے بخاری میں روایات زیادہ ہیں، اپنے شیخ امام محمد[ؒ] سے بھی صرف دو روایات لی ہیں، امام شافعی[ؒ] سے کوئی روایت نہیں لی حالانکہ وہ بخاری کے شیخ الشیخ تھے، ان کے بعض اقوال کو بھی "قال بعض الناس" کہہ کر بیان کیا۔

امام اعظم بھی امام بخاری کے شیخ الشیوخ ہیں مگر ان سے بھی کوئی روایت نہیں لی، ان کے اقوال بھی "قال بعض الناس" ہی سے نقل کئے ہیں، بلکہ ایک دو جگہ زیادہ برہمی کا اظہار کیا ہے، اس برہمی کی وجہ امام صاحب[ؒ] کے مسلک سے ناواقفیت، بدگمانی، غلط فہمی اور پچھر بخش معلوم ہوتی ہے۔

یہاں زیادہ بہتر ہے کہ امام اعصر الاستاذ المعلم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے الفاظ میں کچھ حقائق ادا کر دوں، اثنائے درس بخاری شریف، نویں پارہ ص ۳۰۶ میں "قال حماد" پر فرمایا کہ "حمد استاد ہیں امام اعظم" کے بلکہ امام صاحب ان کی زبان ہیں، اگرچہ کہنے والوں نے حماد کو بھی مر جنی کہہ دیا ہے، پس حماد اور ابراہیم بن حنفی کے اقوال تو امام بخاری ذکر کرتے ہیں، لیکن امام صاحب کے اقوال نہیں لاتے، حالانکہ امام ابوحنیفہ[ؒ] کے عقائد تو سب حماد اور ابراہیم بن حنفی اور علماء و حضرت عبد اللہ بن مسعود[ؒ] سے ماخوذ ہیں، پھر کبھی میں نہیں آتا کہ حماد سے تو دوستی ہوا اور امام ابوحنیفہ[ؒ] سے دشمنی ہو۔

اس کے بعد فرمایا کہ "اعمال کو ایمان و عقائد میں کیسے داخل کیا جاسکتا ہے؟ یوں ہی اپنے گھر میں بیٹھ کر جو چاہو اعتراف کئے جاؤ اور اپنا دین علیحدہ علیحدہ بنائے جاؤ، مگر دین تو وہی ہوگا جو پیغمبر خدا علیہ السلام سے ثابت ہو" نیز فرمایا کہ "امام بخاری[ؒ] کے پیشتر اساتذہ وہ ہیں جن سے انہوں نے علمی استفادہ کئے ہیں لیکن الحلق بن راہویہ امام بخاری[ؒ] کے اکابر اساتذہ میں سے ہیں اور الحلق بن راہویہ حضرت عبد اللہ بن مبارک[ؒ] کے خاصہ تلامذہ میں سے ہیں، جو امام اعظم[ؒ] کے تلمذ خاص تھے، گویا امام بخاری دو واسطوں سے امام صاحب کے شاگرد ہیں (ان ہی الحلق کے اشارے پر امام بخاری[ؒ] کو تالیف صحیح بخاری کا خیال ہوا تھا) بعض حضرات نے تو الحلق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حنفی کہا ہے۔ (جو خلاف تحقیق ہے)

امام بخاری[ؒ] نے پہلے پارہ میں کتاب الایمان کے ذیل میں ص ۹ پر "کفر دون کفر" کا باب قائم کیا اور پوری قوت سے بتایا کہ عمل ذرا بھی کم ہوا تو کفر ہوگا، اور وہاں کوئی نرمی اختیار نہیں کی تاکہ صورت اعتدال پیدا ہوتی لیکن ستائیں سویں پارہ میں جا کر ص ۱۰۰۲ پر باب مائکرہ من لعن شارب الخمر[ؒ] ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر عقیدہ درست ہو تو کبیرہ گناہوں، شرب خروغیرہ کی وجہ سے ملت سے خارج نہ ہوگا۔ (پھر امام صاحب اور ان کے مسلک میں کیا فرق رہ گیا؟)

مقبلی یمنی محدث نے کہا ہے کہ امام بخاری حنفی سے حدیثیں نہیں لیتے، اگرچہ بہت کم درجے کے لوگوں سے لے لیتے ہیں، چنانچہ مثال دی ہے کہ امام محمد (استاد امام شافعی ویحی بن معین) سے روایت نہیں لی اور مروان سے لے لیں، جس کی کسی نے بھی توثیق نہیں کی۔ بلکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ مروان فتنہ پرداز، خونریزیوں کا سبب اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کا باعث ہوا ہے، اس کی غرض ہر جنگ میں یہ ہوتی تھی کہ بڑوں میں سے کوئی نہ رہے تاکہ ہم صاحب حکومت نہیں۔

جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کون ہے جو حرم نبی ﷺ پر دست درازی کرتا ہے؟ (مراد اپنے بھانجے ابن زیر تھے) یہن کر اشتراحتی چھوڑ کر چلے گئے، پھر کوئی آیا اور اوتھ کے تکوار ماری جس سے عماری گرنے لگی، اور حضرت علیؓ نے دیکھا تو فوراً وہاں پہنچ کر حضرت عائشہؓ کو گرنے سے بچایا اور جنگ ختم ہو گئی، اسی طرح حضرت طلحہ و زیر حدیث نبی کریم ﷺ سن کر جنگ سے واپس ہونے لگے تو مروان نے پیچھے سے جا کر حضرت طلحہؓ کو تیر مار کر زخمی کر دیا، کیونکہ اس کا مقصد ہی یہ تھا کہ حضرت علیؓ سے جنگ جاری رہے، اس میں حکومت کی طمع اور فتنہ پردازی کا مادہ غیر معمولی تھا (یہاں امام بخاری کا ریمارک "یرمی السیف علی الامّة" بھی یاد کیجئے، جس کے مصدق امام بخاری نے امام صاحب کو بنایا تھا، حالانکہ اس کے صحیح مصدق مروان جیسے روایۃ بخاری تھے۔

زیدی نے مستقل کتاب لکھی، جس میں امام بخاری پر اعتراضات کئے اور کہا کہ امام محمد سے روایات نہیں لیں اور معمولی روایۃ دکھائے، صحیح بخاری میں آئے ہیں، حالانکہ کسی نے ان کی توثیق نہیں کی ہے، یہ کتاب طبع نہیں ہوئی۔

فرمایا ابن ابی اولیس اور نعیم بن حماد کو بخاری میں کیوں لاۓ؟ شاید ان کے نزدیک کذاب نہ ہوں، پھر واقع کا علم خدا کو ہے، ہم تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اب جو جریں بھی سامنے آئیں گی، امام ابوحنیفہ وغیرہ کے متعلق خواہ امام بخاری ہی سے آئیں وہ کسی درجہ میں قابل قبول نہیں ہوں گی، کیونکہ مخالفین پران کی جریں صحیح نہیں ہوتیں، کمالاً ساختی۔

نعم سے کئی جگہ بخاری میں اصول میں روایات موجود ہیں اور پھر تعلیق ہی کاذبوں سے لینا کب درست ہو سکتا ہے (نعم کے حالات پہلے ذکر ہو چکے ہیں)

فرمایا: "جہنم بن صفوان اور آخر عہد تابعین میں پیدا ہوا تھا، صفات الہیہ کا منکر تھا، امام صاحب سے اس کا مناظرہ ہوا اور امام صاحب نے آخر میں اسے فرمایا کہ اے کافر! میرے پاس سے چلا جا، مسامرہ میں یہ واقعہ موجود ہے میں نے اس کو" اکفار الصلح دین، میں بھی ذکر کیا ہے کہ امام صاحب جلد بازنہ تھے، جو بغیر اعتمام جلت ہی کافر کہہ دیتے۔

اسی طرح امام محمد سے بھی جہنمیہ کی مخالفت منقول ہے جو سب کو معلوم ہے مگر باوجود اس کے بھی امام بخاریؓ نے امام محمد کو خلق افعال کے مسئلہ میں بھی کہدیا ہے۔

فرمایا: میری نظر میں بخاری کی روایۃ کی ایک سے سوزیا دہ غلطیاں ہیں اور ایک راوی کئی کئی جگہ باہم تعارض و مخالف روایات کرتا ہے، ایسا بھی بہت ہے جس کو میں درس میں اپنے اپنے موقع پر تلا دیا کرتا ہوں اور اس پر بھی متذکر تھا ہوں کہ کہاں نئی چیز آئی اور اس کا کیا فائدہ ہے۔

حافظ ابن حجر سے بھی حوالوں وغیرہ میں بہت غلطیاں ہوئی ہیں ان کو بعض اوقات قیود حدیث محفوظ نہ رہیں اور میں نے ان ہی قیود سے جواب دیتی کی ہے۔

فرمایا: امام بخاریؓ اپنی صحیح میں تو کف لسان کرتے ہیں، لیکن باہر خوب تیز لسانی کرتے ہیں، یہ کیا چیز ہے؟ دیکھو "جزء القراءات خلف الامام" اور "جزء رفع اليدين" وغیرہ۔

(ہم نے حضرت شاہ صاحب کے ارشاد کی روشنی میں اور کچھ ارشادات کئے ہیں)

فرمایا: کتاب الحیل میں امام بخاری نے خفیہ کے خلاف بہت زور صرف کیا ہے اور ایک اعتراض کو بار بار دہرا یا ہے، حالانکہ خود ہمارے یہاں بھی امام ابو یوسف نے کتاب الحرج میں تصریح کر دی ہے، کہ زکوٰۃ صدقات واجبہ کو ساقط کرنے کیلئے حیلہ کرنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ لہذا جو لوگ حیلہ کےسائل لکھیں ان کو امام ابو یوسف کی یہ عبارت ضرور نقل کرنی چاہئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ دفع حقوق یا اثبات باطل کے لئے حیلہ جائز نہیں، البتہ اثبات حق یا دفع باطل کے لئے درست ہے، مثلاً کوئی شخص اس طرح بتتا ہو جائے کہ واجبات سے اس کی کمرٹوٹ رہی ہوا اور ان کی وجہ سے اس کی کمرٹوٹ رہی ہوا اور ان کی وجہ سے قریب بہ ہلاکت ہوا اور مجبور آناداری کے باعث اپنی گردن واجبات خداوندی سے چھڑانا چاہے تو اس کے لئے ہمارے یہاں حیلہ کی گنجائش ہے اور ایسی صورتوں کا جواز دوسروں کے یہاں بھی ملے گا یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حیلہ کے معنی مکاری کے نہیں ہیں جیسا کہ آجکل راجح ہے، بلکہ مدیر اور گنجائش کے ہیں کہ اصول قرآن و حدیث کو اور صحابہ کے اقوال کو سامنے رکھ کر حادثہ پیش آمد کے متعلق کوئی حل پیدا کر دے، اس کا نام حیلہ اور مدیر ہے، امام محمد سے بھی یعنی وغیرہ نے ابطال حق کے لئے حیلہ کو منوع ہی لکھا ہے، جس کے بعد حیلہ پر اعتراض نہیں ہو سکتا، دوسرے یہ کہ جواز حیلہ اور نافذ حیلہ دو چیزیں الگ الگ ہیں اور ہم دونوں میں فرق کرتے ہیں، امام بخاری نے چونکہ دونوں میں فرق نہیں کیا اس لئے یہ اعتراض کر دیا، حالانکہ یہ بات ابتدائی کتابوں میں موجود ہے کہ کسی فعل کا عدم جواز اور ہے اور نفاذ اور شے ہے، پھر یہ فرق بھی اسی وقت ہو گا کہ لفظ حیلہ اپنی ظاہری صورت پر ہوا اور اس کے حقیقی و اصلی معنی کا لاحاظہ ہو۔

کتب فقدمیں تو سقوط زکوٰۃ ہی کا ذکر ہو گا، باقی اس کا یہ فعال دیانتہ ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں ہے، پھر کیا اعتراض رہا؟ اسی طرح امام بخاری نے اعتراض کر دیا کہ بعض الناس تعقیل زکوٰۃ کے بھی قائل ہیں، یعنی قبل و جوب کے ادائیگی صحیح کہتے ہیں، حالانکہ یہ بات بھی اصول نقہ سے متعلق ہے اور شارح و قایم وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ ذمہ مشغول ہونے کے ساتھ تو نفس و جوب ہے اور فارغ کرنا ہو ذمہ کو تو و جوب اداء ہے۔ لہذا ہمارے یہاں و جوب فی الذمہ متحقق ہو جانے کی وجہ سے زکوٰۃ کی ادائیگی درست ہو جاتی ہے نہ کہ و جوب سے بھی قبل تاکہ تعقیل زکوٰۃ کا اعتراض درست ہو۔

فرمایا: امام بخاریؒ سے نقل ہے کہ ان کو فقہ حنفی سے معرفت حاصل ہے میں کہتا ہوں کہ ان کی کتابوں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو فقہ حنفی سے صرف سنی سنائی معرفت حاصل ہے، صفت نفس نہیں بنی ہے اور بہت کم چیزیں صحیح طور سے پیش ہیں۔ ہمارے یہاں اکراہ کی صورت یہ ہے کہ اپنی ذات یا قربی رشتہ دار پر واردات گزرتی ہو، مثلاً قتل نفس قطع عضو، ضرب مبرح وغیرہ کی حکمی اور بخاری یہ سمجھے کہ اور دوسروں پر گزرے تب بھی اکراہ ہے، حالانکہ کوئی ذی فہم بھی اس کو اس حالت میں مکروہ نہ کہے گا، یہ بات اور ہے کہ دین و شریعت کی رو سے دوسرے کی جان و مال کو بھی بچانا ضروری ہے۔

ص ۱۰۳۰ پارہ ۲۸ بخاری شریف میں ”و هو تزویج صحیح“ کے جملہ پر فرمایا کہ امام بخاری کو جو ہم سے قضاۓ قاضی کے ظاہر اور باطنہ نافذ ہونے کے مسئلہ میں اختلاف ہے، اس لئے ایک ہی اعتراض کو ہی پھیر کر بار بار لارہے ہیں اور مقصود اپنادل ٹھنڈا کرنا اور حق مخالفت ادا کرنا ہے، حالانکہ یہاں بھی وہی فقہ حنفی سے پوری واقف نہ ہونے کی وجہ سے کار فرمائے، کیونکہ ہمارے یہاں یہ مسئلہ یوں ہی مطلق اور عام نہیں ہے بلکہ اس کی قیود و شرائط ہیں دوسرے وہ عقود و فوخر میں ہے، اماک مرسلہ میں نہیں ہے، پھر اس محل میں بھی صلاحیت انشاء حکم کی موجود ہونا ضروری ہے، وغیرہ جس کی تفصیل مبسوط میں سب سے بہتر ہے۔

ص ۱۰۶۲ پارہ ۲۹ بخاری میں یوم المهاجرین الاولین کے جملہ پر فرمایا کہ دیکھئے! یہ امامت صلوٰۃ ہے، اس کا یہاں کیا تعلق تھا؟ امام بخاریؒ کا بھی وہ حال ہے کہ ”زورو الامرے اور رونے نہ دے“، پھر مکرا کر فرمایا ”اب چونکہ وقت کم رہ گیا ہے، اس لئے ادب چھوٹ گیا۔“

(افسوس صد ہزار افسوس! اس جملہ میں ارشاد فرمایا تھا، یہ حضرت شاہ صاحبؒ کے درس بخاری کا آخری سال تھا)

ایک روز درس ہی میں فرمایا کہ حافظ ابن حجر کی زیادتیوں پر ہمیشہ کلام کرنے کی عادت رہی، لیکن امام بخاری کا ادب مانع رہا، اس لئے ہم نے اتنے دن تک حنفی کی نمک حرامی کی، اب چونکہ آخر وقت ہے اس لئے کچھ کہہ دیتا ہوں اور اب صبر و ضبط یوں بھی ضعف پیری کے باعث کمزور ہو گیا ہے، مگر اس سے یہ ہرگز مت سمجھنا کہ بخاری کی احادیث بھی چند راویوں کے ضعف کی وجہ سے گر گئیں، اس لئے کہ ان کے متابعات دوسری کتب حدیث میں عمدہ راویوں سے موجود ہیں، یہ ان کی وجہ سے تو ہی ہو گئیں۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس روز بخاری شریف میں حضرت مخدوم و معظم مولانا العلام مفتی سید محمد مہدی حسن صاحب مدظلہ مفتی راندھر و سورت بھی موجود تھے، جواب ایک عرصہ سے مفتی دارالعلوم دیوبند ہیں۔

حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ امام احمدؓ کے انتلاء سے قبل تک حنفی پر رد و قدر نہ تھی، اس فتنہ کے بعد سے یہ چیزیں پیدا ہوئیں، اور جو خالص محدث یا فقہ سے کم مناسبت رکھنے والے تھے، انہوں نے اس میں زیادہ حصہ لیا ہے جو محدث فقیہ بھی تھے وہ محتاط رہے اور بہت حضرات نے حنفی کی طرف سے دفاع بھی کیا ہے، بلکہ مناقب امام صاحب و صاحبین پر مستقل کتابیں بھی لکھیں، جزاهم اللہ خیر الجزاء۔

رقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے مذکورہ بالا ارشادات و اشارات کی حیثیت ایک متن کی ہے جس کی شرح و تفصیل ناظرین کو اس مقدمہ کے بعد نوار الباری میں جا بجائے گی، ان شاء اللہ، وما ثوْفِيقَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ اسْغُفْرَةٌ وَّ اتُوْبُ إِلَيْهِ۔

تفصیدرواۃ بخاری کی جواب دہی میں حافظ نے پوری سمجھی کی ہے جو مقدمہ نوار الباری میں قابل دید ہے۔

تمذیب میں ۱۲ صفات لکھے ہیں اور آخر میں یہ بھی لکھا کہ جس شخص کی عدالت ثابت ہو چکی ہو اس کے بارے میں کوئی جرح بھی قبول نہ کی جائے گی، معلوم نہیں اس اصول کو امام اعظم اور اصحاب الامام کے لئے کیوں نہیں برداشت گیا، ان کی تعدیل و توثیق بھی تو خود ان کے زمانہ خیر القرون کے اکابر رجال نے بالاتفاق کر دی تھی پھر بعد کے لوگوں نے ان پر بے بنیاد جرح کا سلسلہ جاری کیا تو اس کو اہمیت دے دے کر ہر زمانہ میں ابخارا بھا کر آگے بڑھانے کی کوشش کیوں کی گئی؟“ و ”توبہ فرمایاں چہ اخود توبہ کم تر چے کتند؟“

حافظ نے یہاں ایک اجمالی جواب بھی دیا ہے کہ ہر منصف کو جانتا چاہئے کہ صاحب صحیح نے جب کسی راوی سے روایت کی ہے تو اپنے نزدیک اس کی عدالت سے مطمئن ہو کر ہی کی ہے اور وہ خود اس راوی کے اچھے ہرے حال سے پورے واقف تھے، ان سے غفلت کیسے ہوتی؟ خصوصاً جب کہ جمہور آئندہ حدیث نے ان کی جلالت قدر کی وجہ سے ان کی کتاب کو ”صحیح“ کا لقب دیا ہے اور یہ دوسرے محدثین کو حاصل نہیں، پس گویا جمہور کا اس امر پر بھی اتفاق سمجھنا چاہئے کہ جن رواۃ کو صاحب صحیح نے ذکر کیا وہ سب عادل ہی تھے، لہذا اب کوئی طعن

لے عزیز گرامی قدر مولانا محمد انظر شاہ صاحب استاذ دارالعلوم کے رسالہ ”نقش“ میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کے ملفوظات گرامی کا سلسلہ جاری تھا کہ اک تو بر ۲۰ھ کے پرچہ کی گیارہویں قط میں بھی ملفوظات مذکورہ بالاشائع ہوئے جن کو اکثر اکابر نے پسند کیا اور محترم القام مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے اپنے صدق مورثہ ۲۰ھ میں حسب ذیل نوٹ تحریر فرمایا۔

قلید جامد: ماضی قریب میں علام انور شاہ کشیری دیوبندی جس پاپے کے فاضل جلیل گزرے ہیں کسی پرخنچی نہیں ان کے ملفوظات درس ان کے شاگرد خاص مولانا سید احمد رضا صاحب بجوری کے قلم سے دیوبند کے ماہنامہ نقش میں شائع ہو رہے ہیں، اس کے ایک تازہ تر برے جتہ جتہ: ”اثناے درس بخاری میں فرمایا کہ جماد استاد ہیں امام اعظم کے..... اخ اور اسی رنگ کی عبارتیں اور بھی متعدد ہیں، یہ سب آخر کیا ہے؟۔

علامہ کشیری امام صاحب بخاری کے منکر یا مخالف ہیں؟ یا ان کی کتاب کا شمار صحیح ترین و مستند ترین کتابوں میں نہیں کرتے؟ یہ کچھ نہیں علامہ ان کے پوری طرح معتقد ہیں، ان کی اور ان کی کتاب کی عظمت کے قائل ہیں، لیکن علم کا حق اور سچائی کا حق ان کی ذات سے بھی بڑھ کر اپنے اوپر سمجھتے ہیں اس لئے جہاں کہیں اپنی بصیرت کے مطابق ان کی علمی تحقیق میں کوئی خامی یا کوئی کوتاہی نظر آئی اس کا اظہار بھی بر ملا اور بے تکلف ان کی ذات کے ساتھ ہر رشتہ احترام کو چھوڑے بغیر کر دیتے ہیں اور خود امام بخاری کا بھی یہی طرزِ عمل اپنے معاصرین اور بزرگوں کے ساتھ تھا، جیسا کہ ایک حد تک اوپر کے حوالوں سے بھی ظاہر ہو رہا ہے، پس یہی مسلک صحیح و صائب ہے، بلکہ بھی یہی صحیح تھا اور آج بھی یہی صحیح (صدق جدید)

و جرح رواۃ صحیحین پر اس وقت تک قابل اعتمان ہوگی جب تک کہ وجہ قدح کو صاف طور سے شرح کر کے نہ بیان کیا جائے، پھر یہ بھی دیکھا جائے گا کہ واقع میں بھی وہ قدح جرح بننے کی صلاحیت رکھتی ہے یا نہیں اور حضرت شیخ ابو الحسن مقدسی توہر راوی صحیح کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ توپل سے گزر چکا ہے۔

یعنی اس کے بارے میں کوئی نقد قابل لحاظ نہیں شیخ ابو الفتح قشیری فرماتے تھے کہ یہی ہمارا بھی عقیدہ ہے اور اسی پر عمل بھی ہے، شیخین (بخاری و مسلم) کی کتابوں کو جب صحیحین مان لیا گیا تو گویا ان کے روایات کی عدالت بھی مسلم ہو گئی ان میں کلام کرنا صحیح نہیں۔

پھر وجوہ طعن پر مفصل بحث کرنے کے بعد حافظ نے یہ بھی کہا کہ بعض لوگوں نے بعض عقاید کے اختلاف کی وجہ سے طعن و جرح کی ہے، لہذا اس پر متنبہ رہنا چاہئے اور اس پر جب تک وہ امر حق ثابت نہ ہو مل نہ کرنا چاہئے، اسی طرح اہل ورع و زہد نے ان لوگوں پر عیب لگایا جو دینیوں کا رو بار میں لگے حالانکہ وہ صدق و دیانت کے اعتبار سے اس سے بھی زیادہ ناقابل اعتبار وہ تصنیف ہے جو بعض روایات کے دوسروں کے تعلق یا باہمی معاصرۃ کی وجہ سے کی گئی اور سب سے زیادہ غیر ضرر ہوئی تصنیف ان کی ہے جو اپنے سے زیادہ باوثوق اور عالی قدر و منزالت اور علم حدیث کے زیادہ عالم و واقفوں پر کی جائے غرض ان سب جروح و طعن کا کوئی اعتبار نہیں۔ (مقدمہ فتح)

اس کو نقل فرمائ کر حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ”جب یہ سب باتیں امام بخاری و مسلم کی شان میں درست ہیں تو اس سے انکار کیسے کیا جاسکتا ہے کہ یہی سب باتیں آئمہ مجتہدین کے حق میں بھی واجب التسلیم ہوئی چاہئیں جو علوشان اور جلالت قدر میں شیخین سے بھی زیادہ ہیں کیونکہ وہ آئمہ کبار بہر حال امام بخاری و مسلم کے شیوخ اور شیوخ المشائخ تھے، اور ان کے مراتب عالی خواہ کتنے ہی بلند ہوں اپنے ان اکا بر اساتذہ و مشائخ سے یقیناً کم ہیں، ان کے برادر نہیں ہو سکتے“، جیسا کہ ان کے حالات و سوانح سے پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

جلالت قدر اور اہتمام صحت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں نے ان کی روایات پر نقد کیا ہے ان کا قول زیادہ سے زیادہ ان کی صحیح کے معارض ہو سکتا ہے، باقی ان کا فضل و تقدم دوسروں پر اس میں تو کسی شک و ریب کی گنجائش ہی نہیں، لہذا اجمالی طور سے اعتراض ختم ہو جاتا ہے۔

حافظ کے اتباع میں اس جواب کو حافظ سیوطی نے بھی مدریب میں اور پھر ان کے بعد والوں نے بھی اختیار کیا ہے، حضرت علامہ محقق شیخ الحدیث دام فیضہم نے مقدمہ لامع میں ص ۳۷ پر ان مذکورہ بزرگوں کے اقوال نقل فرمانے کے بعد کیسے موقع کی بات فرمائی کہ جس طرح یہ جبال العلم، جلیل القدر محققین اس اجمالی جواب کے اختیار کرنے پر مجبور ہوئے اور پھر ان اکابر تبعین نے بھی اس کو پسند و اختیار کیا تو یہی جواب آئمہ مجتہدین کے مستدلات میں نہیں چل سکتا؟ جس طرح امام بخاری و مسلم کا فضل و تقدم ان کے بعد والوں پر تسلیم ہے، کیا اسی طرح آئمہ متبویین کی جلالت قدر اور فضل و تقدم امام بخاری و دیگر مسلم محدثین پر مسلم نہیں؟

پھر امام اعظم کا فضل و تقدم باقی آئمہ و متبویین پر بھی ظاہر و باہر کر دیا ہے کہ یہ سب امام صاحب کے فقه میں دست نگرا اور حدیثی سلسلہ سے تلامیز ہے، والعلم شرقاء و غرباء، بر اجراء مد وینہ رضی اللہ عنہ۔ (ابن ندیم)

بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ صحیح بخاری کی کچھ روایات پر تنقیدات ہوئی ہیں جن کے جواب کے لئے حافظ نے توجہ فرمائی اور کشف الظنون میں شروح بخاری کے تذکرہ میں ایک شرح ابوذر احمد بن ابراہیم حلی (۸۸۳ھ) کی مذکور ہے جس کا نام ”التوضیح الاوہام الواقعۃ فی الحجۃ“ ہے۔

ہمارے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اوہام صحیحین پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، حضرت شیخ دام ظل نے اس موقع پر

۱۔ آئمہ مجتہدین نے جن روایات پر اطمینان کر کے تدوین فقہ کی وہ بھی توپل سے گزر چکے تھے، لہذا ان پر اور زیادہ اطمینان ہونا چاہئے۔

۲۔ امام صاحب اور ان کے اصحاب پر بھی کسی کی جرح نہیں سنی چاہئے جب کہ ان کی توثیق امام بخاری و مسلم کے اکابر شیوخ کی تھی۔

۳۔ آئمہ مجتہدین اور ان اصحاب خاص کے بارے میں بھی بعد کے حضرات کی تصنیف کو اسی اصول سے غیر ضروری سمجھنا چاہئے۔

۳۰ مقامات پر جلد اول صحیح بخاری سے اور ۲۰ جلد ثانی سے ذکر کئے ہیں، اوہام کی تفصیلات، جوابات نقل فرمائے ہیں اور جابجا قسمی تبصرے بھی ہیں۔
چند اوہام بطور مثال افواہ ناظرین کے خیال سے ہم بھی ذکر کرتے ہیں۔

(۱) شاپہ بن سوار لمدینی: امام احمدؓ نے فرمایا کہ میں نے اس سے روایت ارجاء کی وجہ سے چھوڑ دی، ابن المدینی نے کہا کہ صدق تھے، مگر عقیدہ ارجاء کا رکھتے تھے، لیکن باوجود اس کے بخاری باب الصلوٰۃ علی النفساء میں حدیث ان سے مردی ہیں۔

(۲) عبدالحمید بن عبد الرحمن ابو بھجی اعمال الکوفی من شیوخ البخاری: ابو داؤد نے فرمایا کہ کئی قسم کے مرجح تھے، لیکن بخاری سے ”باب حسن الصوت بالقراءة“ میں حدیث ان سے موجود ہے۔

(۳) عمر بن خداہمدانی: ان کو بھی صدق تھے لیکن ارجاء کے خاص طور سے قائل تھے، مگر بخاری میں باب ”اذادی الرجل فیما یستاذن“ میں حدیث کے راوی ہیں۔

(۴) عمر بن مرّة الجملی: ابو حاتم نے کہا تھا مگر ارجائی عقیدہ کے، پھر بھی بخاری میں حدیث متى الساعة؟ باب علامۃ الحب فی الله میں روایت ہے۔

(۵) ورقہ بن عمر: ابو داؤد نے فرمایا کہ ورقہ صاحب سنت تھے، مگر ان میں ارجاء تھا، بخاری باب میں حدیث سقوط قتلہ علی وجہ کعب بن عجرہ ان سے مردی ہے۔

(۶) بشیر بن محمد السختیانی (۷) سالم بن عجلانی (۸) شعیب بن اسحاق، خلاد بن تیجی وغیرہ وغیرہ۔

ایسے روایت بکثرت ہیں جو ارجاء سے مبتهم ہوئے اور امام احمد وغیرہ نے ان سے روایت حدیث نہ کی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ارجاء بدعت ہو گا، ورنہ ارجاء سنت نہ میعوب تھا نہ ان کے ساتھ کسی راوی کے مبتهم ہونے کی وجہ سے اس سے ترک روایت کی جاتی تھی، اسی لئے امام صاحب وغیرہ کو کسی نے اس زمانہ کے بڑوں میں سے یہ نہیں کہا کہ مرجح تھے، اس لئے روایت نہیں کی گئی بعد کے لوگوں نے ارجاء کے عام و مشترک معنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو مشکوک بنانے کی سعی کی ہے۔ واللہ المستعان۔

روایات بخاری

کل روایات بخاری جن پر نقد کیا گیا ہے (۱۰) ہیں جن میں سے ایک ایک کو ذکر کر کے حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں جواب دہی کی ہے اور آخر میں کہا کہ یہ سب ہیں جن پر حفاظ و تأقیدین حدیث اور علیل اسانید و خفی کمزوریوں پر کڑی نظر رکھنے والوں نے تنقید کی ہے۔
ان میں سے ۳۲ روایات تو وہ ہیں جن میں امام مسلم بھی شریک ہیں، باقی ۸۷ میں سے اکثر وہ ہیں کہ ان پر سے اعتراض آسانی سے انھوں کلتا ہے، البتہ کچھ ایسی بھی ہیں جن کے جواب میں کمزوری ہے اور بہت کم ایسی ہیں جن کے جوابات غیر تسلی بخش ہیں (ان جوابات کے نمونے بھی آگے ذکر ہوں گے)

دارقطنی وغیرہ کے ان ایرادات، مشارالیہ سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ صحیح بخاری کی تلقی بالقول کا یہ مطلب نہیں کہ اس کی سب کی سب احادیث کی صحت پر اجماع ہو گیا کیونکہ یہ موضع ایسے بھی ہیں کہ جن کی صحت ممتاز فیہ ہے، اسی لئے خود ابن صلاح نے بھی ان موضع کو مستثنیٰ قرار دیا، جن پر دارقطنی وغیرہ نے تنقید کی ہے اور شرح مقدمہ مسلم میں کہا کہ بخاری و مسلم پر جو موافق یا قدح معتمد حفاظ حدیث کی طرف سے وارد ہے وہ ہمارے فیصلہ سابق سے مستثنی ہے کیونکہ اتنے حصے کے تلقی بالقول پر اجماع نہیں ہوا، اس موقع پر امام نووی کا کلام شرح مسلم میں ان کے کلام شرح بخاری سے مختلف ہے اور جس طرح انہوں نے اس مسئلہ کو پیشئے کی سعی کی ہے وہ کامیاب نہیں ہے۔ (کتاب

الطلاق) میں حافظ ابو مسعود مشقی کے تعصب پر ابو علی نے کہا کہ حافظ موصوف نے اچھی تنبیہ کی اور حافظ نے کہا کہ اس اعتراض کے مقابلہ میں ہمارے جواب کی حیثیت صرف اتفاقی ہے اور یہ ان سخت دشوار موضع میں سے ہے کہ ان کا صحیح جواب آسان نہیں "لابد للجواد من کبوه" واللہ المستعان۔ (کتاب الذبائح) میں ص ۳۷۸ دارقطنی کے ایک اعتراض پر کہا کہ اعتراض صحیح ہے، علت ضعف ناقابل انکار ہے اس لئے اس کا جواب تکلف و بناوٹ سے خالی نہیں ہو سکتا۔

معلوم و متکلم فیہار روایات بخاری کے سلسلے میں جو دفاع و جواب دہی حافظ نے کی ہے وہ مقدمہ فتح الباری میں قابل مطالعہ ہے اور ایک عالم خصوصاً معلم و معلم حديث اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا، ہمارے سلسلہ کے اساتذہ و طلبہ حدیث کی یہ بہت بڑی کوتا ہی ہے کہ ان کا مطالعہ درسیات تک محدود رہتا ہے، تحصیل علم حدیث کے وقت خاص طور سے وسیع مطالعہ اور معافی حدیث و رجال پر بڑی توجہ دینی چاہئے جو ہمارے اکابر و سلف کا طرہ امتیاز رہا ہے، آج ہم میں کتنے ہیں جو امام محمدؐ کی جامع کبیر اور کتاب الحجج کو یا امام ابو یوسفؐ کی کتاب الخراج اور الرد علی سیر الازمؑ کا مطالعہ کرتے اور سمجھتے ہیں، جن سے ان حضرات کی علمی تحقیقات و مدقائق کا کچھ اندازہ ہو، یہ علمی نادرخزانے چھپ کر شائع ہوئے، مگر ایسے وقت کہ پڑھنے والے نادر ہو گئے اور ہمارے اکابر اساتذہ ان کی زیارت کو ترستے تھے، آج امام بخاری کے تجزی علمی اور ابواب و تراجم بخاری کی دقت و باریکیوں کا پروپیگنڈا ہے، مگر علوم قرآن و حدیث میں یہ تجدید و دقت نظر ان میں کہاں سے پیدا ہوئی تھی یہ حیدی ایسے غیر فقیر اساتذہ سے دقت نظر نہیں پیدا ہوئی بلکہ امام احمدؐ (تمیذ امام ابی یوسف) سے جو خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دقت نظر امام محمدؐ کی کتابوں سے حاصل ہوئی، سیحی بن معین، تلمیذ امام احمد سے حاصل ہوئی جن کے بارے میں امام بخاری فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے کو صرف سیحی بن معین کے سامنے علمی لحاظ سے بے بضاعت پایا (النحو المذاہرۃ)، علی بن المدینی (تمیذ سیحی القطان الامام الاعظم) سے حاصل ہوئی ان کے بارے میں بھی امام بخاری تقریباً یہی کلمات فرمایا کرتے تھے تلامذہ امام شافعیؓ سے حاصل ہوئی جو امام شافعیؓ سے حاصل ہوئی جو امام محمدؐ کے تلمیذ خاص تھے۔ اور ان سب کو جو کچھ ملا وہ سب امام اعظمؓ کے علوم اجتہادیہ کا صدقہ ہے جن کی وجہ سے امام شافعی تمام علماء فقہا کو امام صاحب کا دست گیر فرمایا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مبارک (جن کو امام بخاری اہل علم زمانہ فرماتے ہیں) اپنے زمانہ کے محمد شین و رواۃ کو چھوڑ کر فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی "رائے" مت کہو، بلکہ تشریع حدیث کہو۔

افسوس ہے کہ امام بخاریؓ نے اپنی کتاب الفسفاء میں رجال پر بحث کرتے ہوئے وکیع (تمیذ امام الاعظم) ابن مبارک (تمیذ امام) سیحی القطان (تمیذ امام) اور علی بن المدینی و امام احمد کے فیصلوں کا حوالہ دیا ہے اور یہ سب امام اعظمؓ کی مدح و ثناء میں رطب اللسان ہیں، پھر بھی امام صاحب اور اصحاب امام پر نقد کرتے ہوئے ان حضرات کی کسی بات کا خیال نہیں فرمایا اور امام صاحب وغیرہ سے کسی باعث رخش کی وجہ سے شیخ حیدی، امام عیل بن عزعرہ وغیرہ پر بھروسہ کر لیا، اور آپ پڑھ چکے کہ کیسے کیسے کلمات استعمال فرمائے، جس شخص کو یہ فخر ہو کہ بھی کسی کی غیبت نہیں کی، خدا کی شان کو وہ ایسے ایسے بڑے آئندہ دین کے بارے میں کیا کچھ نہیں کہ گیا، خدا کرے یہ نبیتیں ان کی طرف غلط ہوں، خدا کرے یہ سب نبیتیں ان کی طرف غلط ہوں یا کسی واقعی بہت بڑی غلط فہمی سے ایسا ہوا ہوتا کہ آخرت کا مواجهہ نہ ہو اور "لاتحریب علیکم الیوم" کی بشارت سے مطمئن ہوں۔ آمین۔

یہاں کچھ نہ نو نے حافظ کی جواب دہی کے پیش کئے جاتے ہیں:

امام ابو علی جبائی نے اعتراض کیا کہ زہری کی روایت میں امام بخاریؓ نے اخبرنی عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد اللہ لکھ دیا اور یہ غلطی کتاب کی بھی نہیں کیونکہ امام بخاریؓ نے اپنی تاریخ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔

حافظ نے تسلیم کیا کہ اعتراض صحیح ہے، واقعی امام بخاریؓ سے سبقت قلم ہو گئی (مقدمہ فتح الباری باب اسرارۃ النبوہ ص ۳۶۸ طبع میریہ بولاق)

(۲) حافظ ابو مسعود مشقی نے اعتراض کیا کہ کتاب الفسیر کی ایک روایت میں ابن جریح عطاء خراسانی سے تفسیر کا سامع معلوم ہوتا ہے

حالانکہ انہوں نے عطا خراسانی سے کچھ نہیں سنا، اس تعقب پر ابو علی نے کہا کہ حافظ موصوف نے اچھی تنبیہ کی اور حافظ نے عطا بن ابی رباح کا اختلال بنا کر کچھ جواب بنایا، مگر پھر خود ہی اس اعتذار کے بعد کہا کہ ہمارے اس جواب کی حیثیت صرف اقتائی ہے اور یہ ان سخت دشوار موضع میں سے ایک ہے جن کا جواب آسان نہیں۔

ولا بد للجوار من کبوة، والله المستعان۔ یعنی عمدہ گھوڑا بھی ٹھوکر کھاتا ہے، خدا ہی سے مد طلب کی جاتی ہے (مقدمہ کتاب الطلاق ص ۲۲۸)
(۳) دارقطنی کے ایک اسنادی اعتراض پر حافظ نے کہا کہ گرفت بجا ہے، بات وہی ہے جو دارقطنی نے کہی، روایت کا سبق ظاہر ہے اور اس کا جواب تکلف اور بے ضرورت کھینچ تاں سے خالی نہیں (مقدمہ کتاب الذ باغ ص ۳۷۲)

(۴) دارقطنی ہی کے ایک دوسرے اعتراض کے جواب میں حافظ نے اعتراف کیا کہ علت ایراد پوری طرح ختم نہیں ہوئی، لہذا امام بخاری کی طرف سے مغدرت کی جاتی ہے (مقدمہ کتاب البخاری ص ۳۵۳)

اوہام بخاری

اوہام صحیحین پر مستقل کتابیں لکھی گئیں اور بعض اوہام کی طرف ہم بھی یہاں اشارات دے رہے ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بخاری و مسلم کا جو مقام مسلم ہے اس میں کلام ہے، خصوصاً بخاری کی صحیح کو جوفیت و فضیلت بعد کی تمام کتب حدیث پر ہے وہ ناقابل انکار ہے، لیکن امام بخاری بھی آخر ایک بشر ہی تھے اور کچھ اوہام و اغلاط سے ان کی شان کم نہیں ہو جاتی، بلکہ اس اعتبار سے اور بھی امتیاز مل جاتا ہے کہ اگر کتاب میں کچھ ناقص تھے خواہ وہ روأۃ کے اعتبار سے ہوں یا روایات کے لحاظ سے یا اوہام کے طور پر ہوں یا تکرار احادیث کی صورت میں، ان پر دوسرے محدثین نے بے تکلف اتفاق کیا اور اس بارے میں امام بخاری کی جلالت قدر سے نہ مرعوب ہوئے نہ ان کے ساتھ کوئی رور عایت کی۔

پھر ان کمزوریوں کے متعین ہو جانے کے بعد پوری کتاب کی قدر و قیمت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے جو احادیث ضعیف روأۃ کے سبب ضعیف ہیں وہ دوسرے متابعات کی وجہ سے قوی ہو گئیں۔

ہمارے نزدیک جیت حدیث پر ایک بہت بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ جامع صحیح بخاری جیسی عظیم المرتبت اور جلیل القدر کتاب کی بھی معلول تکلم فیہا روایات اور اوہام پر سب ہی محدثین نے کڑی نظر رکھی اور ہر قابل تقید امر پر نقد صرف اس لئے ضروری سمجھا کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کے صاف و شفاف آئینہ کو ہر قسم کے گروغبار سے محفوظ رکھیں، تاکہ قرآن مجید کی آیات بینات کی طرح احادیث صحیح پر بھی بے تامل عمل درآمد ہو سکے۔

حدیث ابن عمر^ر باب قولہ تعالیٰ ”نسائکم حرث لكم فاتو حرثکم انى شتم“ (ص ۶۲۹ مطبوعہ شیدیہ) حضرت ابن عمر^ر طرف جس قول کی نسبت کی گئی ہے وہ بے اصل ہے اور دوسرے محدثین نے اس کے خلاف روایات کی ہیں، مثلاً ترمذی عن ابن عباس، مسند احمد، ابن ماجہ و ترمذی عن خزیمہ بن ثابت، مسند احمد وابوداؤد، عن ابی ہریرہ، میثکلوة عن ابی ہریرہ، لہذا اخلاف روایت و درایت ہوا۔

حدیث ابی بن کعب[ؓ] اذا جامع الرجل المرأة، فلم ينزل، قال يغسل مامس المرأة، قال ابو عبد اللہ (بخاری) الغسل اجوط (کتاب الغسل ص ۲۳) یہ حدیث دوسری احادیث بخاری و مسلم وغیرہ سے منسخ ہیں اور قاضی ابن العربي نے صحابہ و آئمہ ارشاد کا وجوب غسل پر اجماع نقل کیا ہے مگر امام بخاری نے غسل کو صرف احوط کہا۔

کتاب الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل ”واذ کر فی الكتاب مویم“ (خ ص ۳۸۹) سند حدیث میں بجائے ابن عباس کے ابن عمر لکھا گیا، حافظ نے کہا کہ بخاری کے تمام نسخوں میں اسی طرح ہے، حالانکہ غلط ہے، اس پر علامہ عینی نے بھی تنبیہ کی ص ۳۳۶ ج ۷۔

کتاب الطلاق (بخاری ص ۱۰۳۱) فدخل على حفصة، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ بخاری کو وہم ہو گیا ہے۔ یہ قصہ بیت نہب کا ہے، امام بخاری نے چاروں جگہ بیت حصہ ہی قرار دیا ہے، بخاری ص ۹۲، ۹۳، ۹۴ کے حاشیہ میں فتح الباری سے نقل ہوا کہ کتاب الہیۃ میں ہے کہ دو پارٹیاں تھیں، ایک میں حضرت عائشہ، حصہ، سودہ اور حصہ تھیں، دوسری میں نہب بنت جش، امام سلمہ وغیرہ اس لئے یہ جملہ مذکورہ روایت کے بھی خلاف ہے۔

باب ما ذکر فی الاسواق میں حتیٰ سوق بنی قینقاع فجلس بفناء بیت فاطمة (ص ۲۸۵، بخاری، رشیدیہ) یہ غلط ہے کیونکہ حضرت فاطمہؓ کا گھر سوق بنی قینقاع میں نہیں تھا، بلکہ حضور اکرم ﷺ کے بیوت کے درمیان تھا۔ امام مسلم نے روایت صحیح کی ہے، اس طرح ثم انصرف حتیٰ فناء فاطمة۔

یہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ دن کے کچھ حصے میں نکلے میں بھی ساتھ تھا، لیکن نہ حضور مجھ سے بات کرتے تھے (شاید کسی تفکر کی وجہ سے) اور نہ میں بات کرتا تھا (غالباً حضور کی بیت سے یا اس خیال سے کہ مشغول پنکر ہیں، اسی حالت میں حضور بنی قینقاع کے بازار تک پہنچا اور حضرت فاطمہؓ کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے، اُنھیں

مسلم شریف میں روایت حضرت سفیان سے ہے کہ "حضور بازار مذکور تک تشریف لے گئے اور لوٹ کر آئے تو حضرت فاطمہؓ کے گھر کے صحن میں بیٹھے" (انھیں) امام بخاری کو متنبہ نہیں ہوا، جس سے ناقص روایت نقل ہو گئی، حافظ نے بھی اس فرد کو اداشت کا اعتراف کیا ہے۔

بعض تراجم میں امام بخاری نے غالباً یہ بتانے کے لئے کہ حضور اکرم ﷺ کی متابعت میں ہم بھی کسی دوسرے کو ایسے ہی موقع میں جیسے حضور ﷺ نے کیا، دوسرے شخص کو ویلک، احساء، بحک، مرجا وغیرہ کہہ سکتے ہیں، یا کسی ناحق بات کو لیس بشیء (یہ کچھ نہیں کیونکہ حق نہیں) کہہ سکتے ہیں، امام صاحبؒ کا مقصد ضرور صحیح ہو گا، مگر کچھ حضرات نے امام صاحب کے طرز استدلال پر اعتراض کیا ہے اور اس کو اہانت آمیز بھی قرار دیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو لفظ رجل سے تعبیر کیا (ص ۹۱۸ سے ص ۹۱۰ تک یہ کلمات موجود ہیں)۔

اتنی بات ضرور ہے کہ طرز استدلال اور تعبیر کا یہ طریقہ خلاف ادب ہے اور اس سے بہت بہتر طرز و طریق سے مقصد مذکور اداہ ہو سکتا تھا۔

باب ایجاد التکبیر افتتاح الصلوة (خ ص ۱۰۱) علامہ عینی نے اعتراض کیا کہ بجائے ایجاد یہاں لفظ وجوب ہونا چاہئے تھا۔

کتاب الزکوۃ، باب فضل الصدقہ ص ۱۹۱، حضرت عائشہؓ کی حدیث کہ بعض ازواج مطہرات نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ ہم میں سے کون پہلے آپ سے ملے گا؟ آپ نے فرمایا کہ جس کا ہاتھ تم میں سے زیادہ لمبا ہے، اس کو سن کر سب ازواج مطہرات نے لکڑی لے کر اپنے ہاتھوں کو ناپنا شروع کر دیا اور سودہ کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا کلا، پھر ہم بعد کو ہمیں معلوم ہوا کہ ان کے درازی یہ کام مطلب صدقہ تھا کہ وہی حضور سے پہلے جا ملیں اور صدقہ ان کو بہت محبوب تھا۔

امام بخاریؓ نے اپنی تاریخ میں بھی سودہ ہی کی وفات کو سب سے پہلے قرار دیا ہے، امام تہذیبؓ نے بھی اسی طرح روایت کی اور خطابی نے یہ بھی لکھ دیا کہ حضرت سودہؓ کا سب سے پہلے حضور سے جامانا، صداقت نبوت کی انشانیوں میں سے ہے۔

لیکن یہ مشہور کے خلاف ہے، کیونکہ اہل سیر کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضرت نہب کی وفات ہوئی، یعنی ۲۰ھ، حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں، اور حضرت سودہؓ کی وفات ۲۵ھ میں حضرت معاویہؓ کے دور میں ہوئی۔

علامہ نووی اور ابن بطال وغیرہ نے بھی یہی تحقیق کی ہے اور اجماع اہل سیر حضرت نہب کی پہلے وفات پر نقل کیا (فتح ص ۱۸۲ ج ۳) اور علامہ عینی نے کہا کہ اس حدیث میں کسی راوی سے غلطی ہوئی ہے، جس پر امام بخاری کو متنبہ نہیں ہوا اور نہ بعد کے شراح نے خیال کیا حتیٰ کہ بعض نے اس کو اعلام نبوۃ سے کہا، حالانکہ یہ سب وہم ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ حضرت نہب تھیں اور صدقہ بھی سب سے زیادہ وہی کرتی تھیں اور

صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے صحیح روایت موجود ہے، جس میں ہے کہ حضرت زینبؓ کا ہاتھ سب سے لمبا تھا، کیونکہ وہ صدقہ بہت کرتی تھیں۔ حافظ نے اس موقع پر طویل کلام کیا ہے، مگر ترجیح مسلم والی روایات ہی کو دی ہے اور متدرک حاکم نے حضرت عائشہؓ سے دوسری حدیث بھی نقل کی ہے جس میں زیادہ تفصیل ہے اور وہ بھی شرط مسلم پر ہے، اس کے بعد امام بخاری کے لئے تاویل سے کچھ گنجائش نکالی ہے، ابن جوزی نے بھی کہا کہ امام بخاری کو تنہی نہیں ہوا کہ اس حدیث میں غلطی ہے۔ واللہ اعلم۔

باب اذا استشفع المشرکون بال المسلمين عند القحط (ص ۱۳۱) کے ضمن میں پہلا واقعہ قریش مکہ کا ہے اور دوسرا اہل مدینہ کا ہے، امام بخاری نے دونوں کو ساتھ ملا دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا واقعہ بھی مکہ ہی کا ہے۔ علامہ عینی نے مفصل ایراد اور وجہ ایراد لکھی ہے۔

کتاب المکاتب (۳۲۷) پر بریہ نے حضرت عائشہؓ سے بدلتابت ادا کرنے کے لئے استعانت کی، اس جگہ علامہ عینی نے دو اعتراض کئے ایک یہ کہ لیث ابن شہاب سے بلا واسطہ راوی ہیں، پس یوں کا واسطہ صحیح نہیں۔ دوسرے یہ کہ تعداد راق کی جگہ خمسۃ اور اراق بھی غلط ہے۔

باب الصوم من آخر الشہر (ص ۲۶۶) اظنه قال رمضان یہ قول مرجوح بلکہ غیر صحیح تھا، اس کے بعد امام بخاری نے اصح قول شعبان بتایا حالانکہ رمضان کے آخر میں نفل روزے کی صحت ہی درست نہیں کہ اس کے مقابلے میں شعبان کے قول کو اصح کہا جائے، نہ غیر صحیح قول کے درج کرنے کی ضرورت تھی، اور وہ بھی ابتداء میں۔

باب من ابن يخرج من مکة (ص ۲۱۲) آگے ذکر کیا کہ خرج عن کدی من اعلیٰ مکة، کدی بالقصر اعلیٰ مکہ کو نہیں بلکہ اسفل مکہ کو کہتے ہیں اس سے قبل امام بخاری نے کئی حدیث روایت کیں کہ حضور اکرم ﷺ جب مکہ معظمه میں داخل ہوتے تھے تو اعلیٰ حصہ سے داخل ہوتے اور جب نکلتے تو باعیں جانب سے۔

یہاں حافظ نے بھی کہا کہ غلطی ہوئی اور دوسروں نے صحیح روایت کی ہے کہ دخل من کذا (من اعلیٰ مکة) باب العون بالمدد (ص ۲۳۱) حدیث ان النبی ﷺ اتاه رعل و ذکوان (عصییہ و بنو لحیان کہ حضور ﷺ کے پاس یہ سب قبلیے آئے۔ اسلام ظاہر کیا اور مدد طلب کی، پس حضور ﷺ نے ۰۰ انصاری ان کے ساتھ بھیج دیے جو قراء تھے، بہر معونة پر پہنچ تھے کہ ان لوگوں نے اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ غدر کیا اور قتل کر دیا، حضور اکرم ﷺ نے ایک ماہ تک دعا، قنوت پڑھی جس میں رعل، ذکوان اور بن لحیان پر بددعا کرتے تھے۔

یہاں دو غلطیاں ہوئی، ایک تو یہ کہ حضور ﷺ کی خدمت میں آنے والے صرف قبلہ رعل کے آدمی تھے، بہر معونة پر پہنچ کر ذکوان و عصییہ قبلیے کے لوگ بھی ان کے ساتھ ہوئے اور شریک قتل ہوئے۔

دوسرے یہ کہ بنو لحیان قبلیہ نہ آنے والوں میں تھا اور نہ بہر معونة کے رہنے والے تھے، نہ اس موقع پر انہوں نے قتل قراء مذکورین میں شرکت، البتہ ایک دوسرے واقعہ میں اس طرح ہے کہ غزوہ احمد کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں قبلہ عضل وقارہ کے لوگ پہنچے اور اسلام ظاہر کیا اور عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کچھ اصحاب بھیج دیجئے جو ہمیں فقہ کی تعلیم دیں، حضور ﷺ نے ان کے ساتھ دس صحابہ بھیج دیئے وہ مقام رجیع تک پہنچ تھے کہ ان کے ساتھ جانے والوں نے غدر کیا وہاں کے باشندوں نے بنو لحیان کو بھی اپنے ساتھ کر لیا اور ان دس صحابہ کو بھی شہید کر دیا، یہاں حافظ نے قرب زمانہ کی تاویل سے جواب دیا ہے۔

چونکہ یہ دونوں واقعات قریب قریب زمانہ میں پیش آئے، حضور ﷺ نے دعا، قنوت کی بددعا میں سب کو شامل کر لیا لیکن ظاہر ہے

کم محل اعتراض و اوقاعات کو یک جا کرنا ہے ہی نہیں، قرب و غیرہ کسی مناسبت سے دونہیں دس بیس واقعات بھی یک جا کرنے میں مضاائقہ نہیں، یہاں تو اعتراض ہی دونوں دوسرے ہیں، اس لئے ہم نے اوپر پوری تفصیل دیدی ہے، فاہم۔

باب قوله تعالیٰ و اذکر رحمة رب عبده ذکریا (ص ۳۸۷) میں لقد بغلت من الكبر عتیا، عصیا، یہاں عصیا بالاصدیق صحیح نہیں بلکہ باسم عصیا صحیح ہے، حافظ اور عینی دونوں نے اس پر تنبیہ کی ہے، لغت کے اعتبار سے عسکی بڑھانے کا آخری درجہ ہے اور وہ ہی یہاں مراد ہے۔

باب قصہ غزوہ بدر (ص ۵۶۳) قال وخشی قتل حمزة طیمة بن عدی بن الخيار يوم بدر ، یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح عدی بن نوبل ہے، تمام شرح بخاری و حافظ عینی، قسطلانی وغیرہ نے یہی تصریح کی ہے۔

باب غزوہ الرجیع ورعل وذکوان و بئر معونة (ص ۵۸۵) یہاں علاوه دخلطی سابق ایک اور یہ غلطی ہوئی کہ دو غزوہات کے دو مختلف واقعات کو ایک درجہ میں اسی طرح لائے جیسے ایک ہی واقعہ ہو، حافظ نے اس پر تنبیہ کی ہے۔

باب این رکز النبی ﷺ السراۃ یوم الفتح (ص ۶۱۳) اس کے بعد امام بخاری نے روایت ذکر کی کہ حضور ﷺ نے خالد بن ولید کو فتح مکہ کے دن اعلیٰ مکہ سے داخل ہونے کا حکم فرمایا اور خو حضور اکرم ﷺ کدی یعنی اسفل سے مکہ داخل ہوئے۔

حافظ اور قسطلانی نے کہا کہ یہ روایت ان روایات صحیحہ کے مخالف ہے جو خود بخاری میں آگے آرہی ہیں کہ حضور اکرم اعلیٰ مکہ سے داخل ہوئے اور خالد اسفل مکہ سے داخل ہوئے اور ابن الحنفی نے بھی اس کو صحیح و قطعی قرار دیا ہے۔

سورہ قل اعوذ برب الناس کی تفسیر (ص ۲۲۷) میں خناس کو محاورۃ خنسہ الشیطان سے قرار دیا ہے، علماء نے خنسہ کو نحس کی تصحیف قرار دیا، کیونکہ خنس لازمی ہے متعدد نہیں جس کے معنی رجوع و القباض کے ہیں، حافظ نے کہا کہ قوله خنسہ الشیطان کو ابن عباس کی طرف بھی منسوب کرتے ہیں، مگر اس کی سند ضعیف ہے (واجحث فیہ طویل)

مد لیس: جزاً ری نے کہا کہ ”تلیس الشیوخ“ یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ سے حدیث سنے، لیکن روایت کے وقت اس شیخ کا وہ نام نیت، نسبت یا وصف بیان کرے جس سے وہ شیخ مشہور نہ ہو۔ (مقدمہ فتح الہم ص ۳۹)

حافظ ابن حجر نے بھی طبقات المحدثین ص ۲ پر یہی تعریف کی، فخر الاسلام نے اس کا نام تلیس رکھا، سخاوی نے کہا کہ اسی کے قریب بخاری کی وہ روایات بھی ہیں جو امام بخاری نے اپنے شیخ ذہبی سے روایت کیں، تمیں جگہ روایت کی مگر کسی جگہ باپ کی طرف نسبت کر کے محمد بن سیفی نہیں کہا بلکہ کہیں تو صرف حدثاً محمد ﷺ کہا اور کہیں دادا کی طرف نسبت کرے محمد بن عبد اللہ کہا اور کبھی پردادا کی طرف نسبت کر کے محمد ابن خالد کہا، کہا گیا کہ اس طرح روایت کرنے سے سنن والوں کو وہم ہو سکتا ہے کہ یہ روایتیں بہت سے مختلف شیوخ سے ہیں، علامہ سخاوی نے یہ بھی فرمایا کہ اس سے یہ ضروری نہیں کہ روایت کرنے والے کی نیت بھی ایسی ہی ہو، بلکہ اہل درع و تقوی کی طرف گمان بہتر ہی کرنا چاہئے۔

علامہ ابن دقيق العید نے کہا کہ کبھی ثقة شیخ کی تلیس میں بھی کوئی مصلحت ہوتی ہے، مثلاً امتحان اذہان بابت معرفت رجال وغیرہ، اس کے علاوہ امام ذہبی کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام بخاری و ذہبی میں اختلاف ہو گیا تھا، اس لئے امام بخاریؓ نے سوچا ہو گا کہ تصریح نام سے لوگ سمجھیں گے، اس تعلیل سے امام بخاریؓ نے امام ذہبی کے خیال کی بھی تقدیق کر دی (مقدمہ فتح الہم ص ۳۹)

حافظ نے طبقات المحدثین میں ص ۶ پر لکھا کہ ابو عبد اللہ بن مندہ نے امام بخاریؓ کو مدرس کہا، کیونکہ بخاری نے قال فلاں اور قال لانا فلاں کہا جو تلیس ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جس سے خود نہیں سنا تو قال فلاں کہا اور جس سے سنا لیکن شرط پر نہ تھا یا موقوف تھا تو قال لانا کہا، فتح الباری میں ہے کہ ایسا بخاری نے اس وقت کیا ہے کہ بطور مذاکرہ کسی اثر کو لیا ہو، لیکن یہ مطرد نہیں ہے کیونکہ بخاری میں ایسی بھی بہت جگہ ہیں کہ صحیح بخاری میں تو قال لانا کہا اور دوسری تصنیف میں اس کو حدثاً سے بیان کیا۔

علامہ ابن دقيق العید نے جو شقیقۃ کی تدليس کو کسی مصلحت سے جائز کہایا امام ذہلی کے بارے میں توجیہ کی گئی وہ قابل توجہ ہے لیکن جب امام بخاری نے خود ہی عبد اللہ بن الجیعہ کو قدریہ فرقہ سے بتا کر ضعیف کہا تو شقیقۃ تو وہ نہ ہوئے، پھر امام بخاری نے ان سے روایت "غیرہ" کے ذریعہ کی اور حافظ نے یقین سے کہا کہ بہت جگہ وغیرہ سے مراد عبد اللہ بن الجیعہ ہی ہیں اور کوئی نہیں ہو سکتا تو اس کو تدليس سے بچانے کی کیا توجیہ ہوگی؟ تاہم ہمارا یقین ہے کہ امام بخاری کی طرف کسی بھی بری نیت سے تدليس کی نسبت درست نہیں، لہذا تدليس کا اعتراض ان پر صحیح نہیں ہو سکتا۔

تدليس سے بچنے کی ہر حدث نے کوشش کی ہے مگر تاقدین نے جہاں بھی شایبہ تدليس محسوس کیا اس کی گرفت کی ہے، اس لئے دارقطنی نے امام مالک جیسے جلیل القدر امام کو بھی کسی بات پر تدليس کہہ دیا جس کی مدافعت علامہ ابن عبد البر نے کی اور ابن منده نے امام مسلم کو بھی تدليس کہا اور حافظ نے طبقات المحسین کے مرتبہ خامسہ (آخر المراتب) میں قابل تعجب کہہ کر امام شعبہ کی طرف بھی تدليس کی نسبت کو ذکر کیا حالانکہ وہ تدليس سے انتہائی بے زار و تنفر تھے اور تدليس سے دور دور رہنے میں ضرب المثل تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

امام بخاریؓ اور تراجم کی نامطابقت احادیث الباب سے

با جو دیکھ امام بخاریؓ کے سامنے بہت سی کتابیں، مبوب بہ ترتیب فقه و استنباط مجتہدین اور کتب فقہ آئندہ اربعہ موجود تھیں، پھر بھی انہوں نے اپنی صحیح میں بعض احادیث کو ایسے ابواب میں داخل کیا ہے کہ ان ابواب سے ان احادیث کو کچھ بھی مناسبت نہیں ہے چنانچہ شارح مسلم نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں (فصل ۶) ترجیح مسلم کی وجہ میں ان امور کی طرف اشارہ کیا ہے اس جگہ صحیح بخاری کی چند احادیث بطور نمونہ پیش ہیں جن کو ترجمۃ الابواب سے مناسبت نہیں ہے۔

(۱) باب الماء الذى يغسل به شعر الانسان: اس کے تحت دو حدیث لائے ہیں حالانکہ دونوں کو کچھ بھی مناسبت عنوان مندرجہ باب سے نہیں ہے چنانچہ تیسرے القاری میں بھی اس پر تنبیہ کی ہے۔

(۲) باب التیمم فی الحفر اذا لم یجد الماء و خاف فوت الصلوة: امام بخاری نے نماز کو سلام پر قیاس کر کے استدلال کیا ہے، تیسرے القاری نے اس پر بھی تنبیہ کی ہے کہ قیاس مع الفارق ہے۔

(۳) باب الصلوة فی القميص والسراویل البنا و القباء: تیسرے القاری نے کہا کہ حدیث ترجمہ کے ساتھ غیر مطابق ہے۔

(۴) باب فضل صلوٰۃ الفجر فی الجمعة: حالانکہ حدیث سے بظاہر نماز عشاء معلوم ہوتی ہے، پس استدلال غلط ہے۔

(۵) باب امر النبی ﷺ الذی لا تیمم الرکوع بالاعادة: حالانکہ حدیث میں حکم اعادہ مجموع اركان پر ہے نہ صرف رکوع پر۔

(۶) باب وقت الجمعة اذا زالت الشمس: حالانکہ حدیث سے جواز جمع دوپہر کے مفہوم ہوتا ہے۔

(۷) باب اذا فلأة العید يصلی رکعتین و كذلك النساء ومن كان فی البيت والقری: ۲ حدیث لائے اور دونوں میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔

(۸) باب فی کم تقصیر الصلوة: اس کے بعد جو ۳-۲ حدیث لائے ہیں ان کو اس عنوان سے کوئی مناسبت نہیں ہے اور کسی طرح کا تعلق نہیں۔

(۹) باب الصلوة علی الجنائز بالمضلى والمسجد: حالانکہ حدیث میں رجم قریب و موضع جنازہ عند المسجد کا ذکر ہے جس سے جنازوں کے لئے مسجد سے باہر جگہ مقرر ہونا معلوم ہوتا ہے (خلاف ترجمہ) قال ابن بطال لیس فيه دلیل علی الصلوة فی المسجد، ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث سے مسجد میں نماز جنازہ پر استدلال درست نہیں ہے۔

- (۱۰) باب الصدقہ قبل العید: حالانکہ حدیث میں مطلق صدقہ کا ذکر ہے۔
- (۱۱) باب من لم یروالوضوء الا من المحرجین القبل والدبر: حالانکہ حدیث سے اس کے لئے استنباط یا استدلال درست نہیں۔
- (۱۲) باب الوضوء من غير حدث: حدیث اس کے مطابق نہیں ہے، کمانہبہ علیہ فی تیسیر القاری ایضاً۔
- (۱۳) باب من ادرک رکعة من العصر قبل الغروب: حالانکہ حدیث کو اس سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہے، بجز اس کے نماز عمر کا وقت آخر دن ہوتا ہے۔
- (۱۴) باب وجوب القراءة الامام والماموم في الصلوة في الحضرة والسفر وما يجهز فيها و ما تختلف: تیسیر القاری میں ہے کہ حدیث سے قرأت مقتدى پر تو کیا وجوب قراءۃ امام پر بھی دلالت نہیں ہے۔
- (۱۵) باب اتمام التکبیر في الركوع: تیسیر القاری میں ہے کہ حدیث سے مضمون ترجمہ کا ثبوت نہیں ملتا۔
- (۱۶) باب بل يوذن او يقيم اذا جمع بين المغرب والعشاء: حدیث میں کوئی مطابقت کی بات ترجمہ سے نہیں ہے۔
- (۱۷) باب صلوٰۃ القاعد بالایماء: حدیث میں ایماء کا کچھ ذکر نہیں ہے اور بخاری نے دوسری جگہ اس حدیث کو صرف باب صلوٰۃ القاعدہ میں بھی نکالا ہے۔
- (۱۸) باب طول القيام في صلوٰۃ اللیل: حالانکہ حدیث کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے، ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث کا ترجمہ الباب سے کچھ تعلق نہیں کیونکہ منہ کو مساوا کے صاف کرنا طول قیام لیل پر دلالت نہیں کرتا۔
- (۱۹) باب الخطاء والنسيان في العناقة والطلاق ونحوه: حدیث میں صرف وسوسة کا ذکر ہے خطاء و نیان کا نہیں ہے اور اس میں عناق و طلاق کا ذکر ہے۔
- (۲۰) باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور، تیسیر القاری میں ہے کہ قبور پر مسجد بنانے کی کراہت یہاں حدیث سے ثابت نہیں کر سکے۔
- (۲۱) يوم المهاجرين الاولین: بخاری ص ۱۰۶۲ اپارہ ۲۹ (باب استقضاء الموالی و استعمالهم) پر حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ امامت صلوٰۃ ہے، اس کا یہاں کیا تعلق تھا؟ بخاری کا بھی یہ حال ہے کہ زور والamarے اور رونے نہ دے، پھر مسکرا کر فرمایا کہ اب وقت چونکہ کم رہ گیا ہے اس لئے ادب چھوٹ گیا۔
- (۲۲) باب ما يكره من اتخاذ المساجد على القبور: اور حدیث میں حسن بن حسن بن علی کے انتقال پر ان کی یوں کے ایک سال تک قبر پر خیمه لگا کر رہنا اور پھر واپس ہونا اخ ذکر کیا، تیسیر القاری میں لکھا کہ کراہیت مسجد گرفتن دریں جا معلوم نہ شد۔
- (۲۳) باب هل على من لم يشهد الجمعة عسل من النساء والصبيان وغيرهم: اور حدیث حضرت عمرؓ کی زوجہ مطہرہ کا مسجد میں عشا، صبح کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں جانا، اخ
- (۲۴) باب التکبیر للعید، سوریے جانا اور حدیث براء حضور ﷺ کا وعظ بقرعید کے روز اخ
- (۲۵) باب خير مال المسلم غنم الخ: حدیث اذا سمعتم بكاء الديكة الخ۔
- (۲۶) باب اذا فآة العید يصلی رکعتين: حدیث ان ابی ابکر دخل علیہا و عندها جاریتائ فی ایام منی الخ۔
- (۲۷) باب فی کم تقصیر الصلوٰۃ؟ اور حدیث لا تسافر المرأة الخ۔
- امام بخاریؓ نے جمیع اعتبارات سے "جامع صحیح" کو احادیث صحیح مجردہ کا بہترین نمونہ امت کے لئے پیش کر دیا اور اس سے امت کو

تفع عظیم پہنچا، مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ صحیح بخاری کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں صحیح احادیث نہیں ہیں، کیونکہ امام بخاری نے خود فرمایا کہ میں نے تمام احادیث صحاج کو جمع کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

پھر یہ بھی مانے میں کوئی مफالقہ نہیں کہ صحیح بخاری اپنے بعد کی تمام کتب صحاج پر فائز ہے، باقی ان سے پہلے کتب صحاج چونکہ وہ سب اپنے بعد کی کتب کے لئے اصول و امہات کا درجہ رکھتی ہیں، دوسرے ان میں وحدانیات، شناسیات، شلاشیات، ہی زیادہ ہیں اس لئے وہ سند کے اعتبار سے بھی عالی ہیں اور ان کے روایۃ بھی تقریباً سب عدول تھے جیسے کہ امام شعرانی نے فرمایا کہ میں نے امام ابو حنفیہ کے مسانید دیکھے، ان کے سب روایۃ ثقہ اعدل ہیں یعنی امام صاحب اور رسول اکرم ﷺ کے درمیان جتنے روایی ہیں، ان میں سے کوئی بھی جھوٹ یا خلاف واقع بات کہنے کے ساتھ متمم نہیں ہے، ظاہر ہے کہ یہ بات خیر القرون کے بعد کی کتب صحاج کو میسر نہیں ہوئی، امام بخاری کی صحیح بھی خیر القرون کے بعد تالیف ہوئی، اسی لئے بخاری میں ہزاروں احادیث میں سے صرف ۲۲ شلاشیات ہیں اور باقی سب رباعیات وغیرہ ہیں اور ان شلاشیات میں سے بھی ۲۰ حنفی روایۃ کے واسطے ہیں۔

کاش! امام بخاریؓ محدثین احناف سے بدنہ ہوتے تو صحیح بخاری میں بڑی کثرت سے شلاشیات ہوتیں، مسانید امام عظیم اور کتاب الآثار و موطا امام محمد وغیرہ سابق کتب حدیث میں اکثر شلاشیات کی ہے، امام بخاری نے شرائط روایت میں زیادہ سختی کی اور اپنے اجتہاد کے موافق احادیث زیادہ جمع کرنے کی سعی فرمائی، پھر تکرار روایات کے باعث بھی جس قدر احادیث اتنی ضخیم دو جلد و میں ہوئی چاہئے تھیں موجود نہیں ہیں، امام بخاری کی بعض شرائط پر امام مسلم نے باوجود تلمذ ہونے کے اعتراض کیا ہے جو مشہور ہے۔

امام بخاری نے حدیث مرسل کو قابل احتجاج نہیں سمجھا حالانکہ آئمہ متبویں اور صحابہ و تابعین بھی اس کو برابر قبول کرتے رہے، کشف بزدی میں ہے کہ مراسیل کے قابل قبول ہونے پر تمام صحابہ کا اتفاق رہا ہے، امام بخاری کی دلیل یہ ہے کہ معلوم نہیں کہ وہ درمیان کار اوی کیسا ہے، ممکن ہے غیر لائق ہو، لیکن فقہاء نے کہا کہ جس روایی نے ارسال کیا اس کو دیکھوا گروہ خود ثقہ عادل ہے اور قرون مشہود لہا باخیر کا ہے تو اس کی حدیث مرسل قبول کرنی چاہئے، صحابہ کے زمانہ میں ارسال کا کافی رواج تھا، پھر تابعین میں بھی یہ رواج قائم رہا، چنانچہ حسن بصری جیسے معتقد ثقہ بھی حضرت علیؑ کا نام چھوڑ کر روایت کرتے تھے اس لئے مراسیل کو ترک کرنے سے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ جھوٹ جاتا ہے۔

اسی طرح امام بخاری نے حدیث معن عن کو ساقط کر دیا جس پر امام مسلم نے بھی اعتراض کیا اور دوسرے محدثین نے بھی یہی فیصلہ کیا کہ اگر دونوں روایی ایک زمانہ میں ہوں تو حسن ظن سے کام لیکر ان دونوں کی ملاقات مان کر حدیث معن کو بحکم متصل سمجھیں گے، امام بخاری کہتے ہیں کہ اگر ملاقات کا ثبوت نہیں ہوا تو ایسی تمام احادیث ناقابل احتجاج ہیں۔

ایسے ہی امام بخاری نے فرمایا کہ جو لوگ اعمال کو ایمان کا جزو نہیں سمجھتے تھے، ان سے بھی میں نے احادیث روایت نہیں کیں، حالانکہ ہم نے پہلے بتایا ہے کہ امام بخاری اور ان حضرات کا اختلاف اس درجہ کا ہرگز نہیں تھا بلکہ خود امام بخاری نے بھی شارب خمر وغیرہ کو اسلام سے خارج نہیں کیا، غرض بہت سی اس قسم کی باتیں امام بخاری کے مزاج کی شدت یا کسی سوء ظن یا منفردانہ تحقیق کرنے تیجہ میں ظاہر ہوئیں، اس لئے بخاری رائے ہے کہ مذاہب ارب کی فقہ کو صحیح بخاری کی وجہ سے جس تدریب عین سمجھ لیا گیا ہے، یا سمجھانے والوں نے اس کے لئے سعی کی ہے وہ بڑی حد تک نادرست ہے، اس کی تہ میں ایک بہت بڑی غلطی یا غلط فہمی یہ بھی کام کرتی رہی ہے کہ محض پروپیگنڈے کے زور سے امام بخاری کو بھی آئمہ مجتہدین کے برابر مجتہد منوانے کی سعی کی گئی، حالانکہ جہاں یہ بات صحیح ہے کہ امام بخاری مجتہد تھے وہاں یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ ان کے اجتہاد اور آئمہ متبویین کے اجتہاد میں بہت بڑا فرق مراتب ہے، امام عظیم کے ساتھ جن حضرات نے مدد وین فقہہ کا کام کیا ہے ان کو بھی علماء نے لکھا ہے کہ وہ سب مجتہد کے مرتبہ میں تھے، اسی طرح دوسرے آئمہ کے اصحاب خاص بھی ہوں گے، مگر حدیث و فقہ کا گہر امطالعہ

کرنے والے جان سکتے ہیں کہ ان سب میں بھی بڑا فرق مراتب ہے اور کوئی بات تو ہے کہ امام شافعیؒ جیسے عظیم وجلیل مجتہد امام اعظم کے فقہ و اجتہاد کی تعریف میں رطب اللسان رہے، امام مالکؓ ایسے امام محدث و مجتہد امام اعظم کے ساتھ گھنٹوں بحث و مباحثہ کے بعد پسند پسند ہو کر امام اعظم کی مجلس سے باہر جا کر اپنے اصحاب سے ان کے اعلیٰ فقہ و اجتہاد کا اعتراف کرنے پر مجبور تھے۔

امام احمدؓ جیسا امام حدیث، فقیہ و مجتہد اپنی دقة نظر اور اجتہادی صلاحیتوں کا سبب امام اعظم (تمیذ امام اعظم) کی کتابوں کا مطالعہ بتلاتے ہیں ہماری کوشش ہو گی کہ آئندہ متبویں کی عظمت و جلالت قدر، ان کی فقہی خدمات جلیلہ کی قدر و قیمت پھر حال ہوا اور درمیان میں جو چیزیں مغالطات اور انوغلوطات کے طور پر آگئی ہیں وہ راہ سے ہٹ جائیں۔

امام بخاری کی عظمت و قدر اور ان کے علمی و عملی کمالات کی بھی جو قدر ہم جانتے پہچانتے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو دوسرا لوگ محض اپنے مزعومات کی تائیدی اغراض کے لئے ظاہر کرتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ حدیث کی صحیح خدمت یہ ہے کہ سب محدثین و آئندہ متبویں کے صحیح مراتب کو پہچان کر شاید تھعصّب و عناد و تحقیق دی جائے اور خدمت حدیث کے ذیل میں اگر کسی بڑے کی بھی کوئی غلطی ہوئی تو اس کے اظہار سے بھی باک نہ ہو۔ اسی طرح جو خدمت ہمارے اکابر انسانوں کے ہیں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے یہ نہ سوچا جائے کہ وہ وہ ہمارے نظریات کے اعتبار سے مخالف تھے یا مخالف۔

یہی طریقہ تحقیق ہمارے اکابر و اساتذہ حضرات دیوبند کا رہا ہے اور اسی کو ہم زیادہ سے زیادہ اپنانے کی کوشش کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ واللہ الموفق۔

امام بخاری کے حالات و سوانح اور تالیفات کی تفصیل کے بعد مناسب ہے کہ بطور اختصار چند ضروری امور کا ذکر کیا جائے۔

(۱) امام موصوف کی عظمت و جلالت قدر ہمارے دل میں کسی طرح کم نہیں ہے اور آپ کی "صحیح" کو بھی ہم نہایت بلند مرتبت یقین کرتے ہیں، البتہ امام ہمام کے جن حالات پر نقد کیا گیا یا صحیح کے جن روایۃ یا مرویات پر کچھ کلام ہوا ہے، اس کو پیش کر دینا بھی حدیث کی صحیح خدمت ہے، سواء انہیاء علیہم السلام کے کوئی معصوم عن الخطأ نہیں ہے، آئندہ صحاح یا آئندہ متبویں کو بھی معصوم نہیں کہہ سکتے، امام بخاری کے زمانہ کے کبار آئندہ محدثین امام ذہبی، امام ابو زرعة، امام ابو حاتم نے بعض مسائل کے اختلاف پر فیصلہ کیا کہ امام بخاری سے حدیث کی روایت نہ کی جائے، یقیناً یہ فیصلہ بہت سخت اور امام بخاری کی حداثی جلالت قدر کے منافی تھا، امام مسلم نے باوجود تلمذہ بخاری ہونے کے اپنی صحیح میں کوئی روایت امام بخاری سے نہیں کی، جس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ امام مسلم نے بڑا انصاف کیا کہ اپنے دونوں استادوں ذہبی و امام بخاری کو برابر رکھا کہ کسی سے بھی روایت نہیں لی، امام مسلم تو امام بخاری سے روایات کو ترک کرنے پر بھی مستحق مدح رہے اور ہم امام بخاریؓ کی ساری روایات کو غایت ادب و احترام سے سرجن ہائیں، ان کی روایت بھی کریں، لیکن بعض بشری کمزوریوں، نقد رجال کی مسامحات یا ان کے امام اعظم و اصحاب امام پر بے جا طعن و تشنج کو کسی ضرورت سے بھی زبان پر لے آئیں تو وہ خلاف ادب ٹھہرے، درحقیقت جو ادب بضرورت بھی اظہار حق کا روا دار نہ ہواں کو ادب سمجھنا ہی بڑا ظلم ہے، ہم امام بخاریؓ کو چند فروعی مسائل کے علاوہ تمام عقائد اعمال میں اپنا مقتدا و پیشوائجھتے ہیں، امیر المؤمنین فی الحدیث جانتے ہیں، ہمیں ان کے صرف اس طرز عمل سے اختلاف ہے جو انہوں نے کچھ غلط معلومات کی بناء پر آئندہ حنفی کے ساتھ یا نامکمل معلومات کی بناء پر فقہ حنفی کے خلاف اختیار فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ امام بخاری کی شخصیت اتنی بلند و برتر ہے کہ ہم نے یا ہم سے قبل دوسروں نے ان کی "صحیح" و دیگر تالیفات پر جتنا بھی نقد کیا ہے اگر اس سے دس میں گناہ زید بھی کر دیا جائے تو اس تمام سے بھی ان کی بلند شخصیت یا صحیح بخاری کی عظمت مجرور نہیں ہو سکتی، جس طرح یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ وہ معصوم نہیں تھا اور خواہ وہ کتنے ہی بڑے ہوں، پھر بھی آئندہ متبویں خصوصاً امام اعظم کے نہایت بلند مرتبہ علم و

فضل تک نہیں پہنچ سکتے، اس لئے ہر ایک کو اس کے مرتبہ میں ہی سمجھنا اور رکھنا چاہئے، جب بھی کسی کے بارے میں افراط و تفریط کا پہلو اختیار کیا جائے گا وہ یقیناً غلط قدم ہو گا، اسی افراط و تفریط کی ایک مثال محدث شہیر ابن صلاح کے مندرجہ ذیل نظریات میں ملے گی جن پر افسوس ہے کہ بعد قلت گنجائش ہم تفصیلی بحث یہاں نہیں کر سکتے۔

(۲) ابن صلاح کا یہ دعویٰ صحیح نہیں کہ بخاری کی احادیث کا درجہ صحبت تمام دوسری کتب صحاح کی مرویات سے اعلیٰ ہے خواہ ان کے رجال و ہی رجال بخاری یا اس درجہ کے یا ان سے بھی بلند ہوں، یہ بات اصول درایت و انصاف کے قطعاً خلاف ہے، اسی لئے ابن صلاح سے قبل کسی نے یہ بات نہیں کی اور بعد کو صرف معدودے چند لوگوں نے اس کو مانتا ہے، حافظ ابن کثیر نے ابن صلاح کی کتاب علوم الحدیث کا اختصار کیا تو اس میں بھی اس کو ذکر نہیں کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس میں یہ بھی لکھا کہ مسندا مام احمد میں بہت سی اسانید و متون ایسی ہیں جو بیشتر احادیث مسلم و بخاری کے برابر درجہ کی ہیں جو ان میں یا سنن ارشد میں نہیں ہیں، اسی طرح تجمیع طبرانی کبیر و اوسط، مسندا بیل و بزار وغیرہ مسانید معاجم، فوائد واجزاء میں بھی بکثرت احادیث صحاح موجود ہیں، حافظ ابو بکر حازمی نے اپنی کتاب "الاعتبار فی الناسخ والنسوخ من الآثار" میں ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دینے کی پیشہ وجوہ لکھی ہیں ان میں بھی یہ وجہ نہیں لکھی کہ مرویات بخاری و مسلم کو دوسری مرویات صحاح پر ترجیح ہو گی، اس کی مفصل بحث دراسات و حواشی دراسات نیز ذب ذبابات میں ہے۔

(۳) ابن صلاح کا یہ دعویٰ بھی درست نہیں کہ بخاری و مسلم کی احادیث کو قطعیت کا درجہ حاصل ہے، بلکہ جس طرح دوسری کتب صحاح کی احادیث ظنی ہیں، صحیحین کی بھی ظنی ہیں، چنانچہ اس نظریہ کو امام نووی نے بھی رد کیا ہے، تقریب میں کہا ہے کہ محققین اور اکثر اس کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک کوئی حدیث درجہ تواتر کو نہ پہنچ وہ ظنی ہی ہے، شرح مسلم میں کہا کہ تمام آحاد میں ظفتیت ہی کی شان ہے، اس میں بخاری و مسلم کی احادیث میں کوئی فرق نہیں ہے، یہ بحث بھی دونوں مذکورہ کتابوں میں تفصیل سے آگئی ہے۔

(۴) ابن صلاح نے ایک دعویٰ یہ بھی کیا ہے کہ بخاری و مسلم کی "احادیث متعلقی امت" کی وجہ سے راجح ہیں، اس نظریہ کا رد علامہ محمد بن اسماعیل امیر سابق صاحب بیل السلام نے توضیح الافکار میں کیا ہے اور تلقی امت کا دعویٰ تمام احادیث صحیحین کے متعلق اس لئے بھی درست نہیں ہو سکتا کہ ان میں وہ مرویات بھی ہیں جن پر کلام کیا گیا ہے۔ حمّم اللہ گھم رحمۃ واسعة۔

امام مسلم

(ولادت ۲۰۲ھ، وفات ۲۶۷ھ، عمر ۵۵ سال)

اسم مبارک ججۃ الاسلام ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری نیشاپوری، آپ کے دادا کا نام مسلم بن ورد بن کرشاد ہے، یہ قشیر عرب کے مشہور قبیلہ کی طرف منسوب تھے، نیشاپور، خراسان کا ایک بہت خوبصورت اور بڑا شہر ہے۔

امام مسلم فن حدیث کے اکابر میں شمار کئے جاتے ہیں، ابو زرع رازی اور ابو حاتم نے ان کی امامت حدیث کی شہادت دی ہے بلکہ محدثین کا پیشواؤ کہا ہے، امام مسلم نے اپنے زمانہ کے مشہور محدثین محدث بن یحییٰ ذہبی، الحنفی بن راہویہ تلمیذ ابن المبارک (تمیذ الامام الاعظم) محمد بن مهران جمالی، ابو غسان سمعی، امام احمد بن حبل (تمیذ امام ابی یوسف) سعید بن منصور ابو مصعب وغیرہ سے علم حاصل کیا، تحصیل علم کے سلسلہ میں پارہ بصرہ تشریف لے گئے۔

ابو حاتم رازی (جواہر بحر محدثین میں سے ہیں) اور اس زمانہ کے دوسرے بزرگوں مثلاً امام ترمذی اور ابو بکر بن خزیمہ نے امام مسلم سے روایت کی ہے، امام مسلم کی بہت سی تایلیفات ہیں اور سب میں تحقیق و امعان کامل طور سے کیا گیا ہے، خصوصیت سے اپنی صحیح میں تو انہوں نے

بقول حضرت شاہ عبدالعزیز فن حدیث کے عجائب دکھلائے ہیں اور ان میں سے اخصل خصوص سرو اسانید اور متون کا حسن سیاق لا جواب ہے، پھر روایت میں آپ کا ورع تام اور غیر معمولی احتیاط لا کام ہے۔

اختصار کے ساتھ طرق اسانید کی تلخیص اور ضبط امتحار میں یہ کتاب بے مثال ہے، اسی لئے حافظ ابو علی نیشا پوری اس صحیح کو تمام تصنیف علم حدیث پر ترجیح دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ علم حدیث میں روئے زمین پر صحیح مسلم سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں ہے۔

اہل مغرب کی بھی ایک جماعت کا یہی خیال ہے، وہ کہتے ہیں امام مسلم نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی صحیح میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جس کو کم از کم دو ثقہ تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہے اور یہی شرط تمام طبقات تبع تابعین میں محفوظ رکھتی ہے، یہاں تک کہ سلسلہ اسناد امام مسلم تک اسی طرح دو دو سے روایت ہوتے ہوئے پہنچ جائے۔

دوسرے یہ کہ وہ روأۃ کے اوصاف میں صرف عدالت ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ شرائط شہادت کو بھی محفوظ رکھتے ہیں، امام بخاری کے یہاں اس قدر پابندی نہیں ہے (بستان الحمد شیخ، حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ)

امام مسلم نے اسی ورع و احتیاط اور پابندی شرائط مذکورہ کے ساتھ اپنی سنی ہوئی تین لاکھ احادیث میں سے اس صحیح کا انتخاب کیا ہے۔

امام مسلم کے کمال اتقاء میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے اپنی پوری عمر میں کسی کی غیبت نہیں کی نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو برا بھلا کہا، صحیح و سقیم حدیث کی شناخت میں اپنے تمام اہل عصر سے ممتاز تھے، بلکہ بعض امور میں ان کو امام بخاری پر بھی ترجیح و فضیلت حاصل ہے (بستان الحمد شیخ) اس کی تفصیل امام بخاری کے حالات میں ذکر ہو چکی ہے۔

ابو حاتم رازی نے امام مسلم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کس حال میں ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لئے مباح کر دیا ہے، جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔

ابو علی زاغداني کو ایک ثقہ شخص نے خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ آپ کی نجات کس عمل سے ہوئی؟ تو انہوں نے صحیح مسلم کے چند اجزاء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان اجزاء کی برکت سے (بستان الحمد شیخ)

امام مسلم کی دوسری تالیفات یہ ہیں: المند الكبير، کتاب الاسماء والکنى، کتاب العدل، کتاب اوہام الحمد شیخ، کتاب طبقات التبعین، کتاب مشائخ مالک، کتاب مشائخ الشوری، کتاب حدیث عمرو بن شعیب۔

امام ابن ماجہ

(ولادت ۲۰۹ھ، وفات ۳۷۷ھ عمر ۶۸ سال)

اس اسم مبارک ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ قزوینی ربعی، ربیعہ عرب کے متعدد وسائل کا نام ہے ان میں سے کسی کی طرف نسبت ہے۔ قزوین عراق عجم کا مشہور شہر ہے، سنن ابن ماجہ کا شمار صحاح ستہ میں ہے، اس کو تالیف کر کے ابن ماجہ نے جب ابوذر روز رازی کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو دیکھ کر فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گی تو حدیث کی موجودہ تالیفات یا ان میں سے اکثر معطل ہو کر رہ جائیں گی، اس میں پانچ احادیث ثلاثیات بھی ہیں۔

فی الحقيقة احادیث کو بلا تحریر بیان کرنے اور حسن ترتیب کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کے برابر نہیں ہے، آپ حدیث کے تمام علوم سے باقیت تامہ رکھتے تھے۔

حافظ ابو زرعة نے یہ بھی کہا کہ میرا ختن غالب ہے کہ اس کتاب میں ایسی احادیث جن کی اسناد میں کچھ خلل ہے تمیں ہیں، زیادہ نہ

ہوں گی، حافظ ذہبی نے لکھا کہ ”اگر چند کمزور حدیثیں اس میں نہ ہوتیں تو یہ کتاب بہت ہی عمدہ ہوتی“، اس سنن میں چار ہزار حدیثیں ہیں، اس کے علاوہ آپ نے فتن حدیث، تفسیر اور تاریخ میں بہت مفید کتابیں لکھی ہیں۔

تحصیل علم کے لئے آپ نے مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، کوفہ، بصرہ، بغداد، مصر، شام، واسطہ رائے اور دوسری اسلامی شہروں کے سفر کئے، جبارہ بن الغنیم ابراہیم بن الحنذر، ابن نعیم، ہشام بن عمار اور اصحاب امام مالک واصحاب لیث (خفی) اور اس طبقہ کے دوسرے بزرگوں سے علم حدیث حاصل کیا، ابو بکر بن ابی شیبہ سے زیادہ استفادہ کیا۔

ماجہ آپ کے والد کاتام تھا، اس لئے ابن ماجہ کا الف درمیانی عبارت میں بھی لکھنا ضروری ہے، تاکہ محمد کی صفت سمجھی جائے نہ کہ عبداللہ کی (بستان الحمد شیخ)

بعض محدثین نے صحاح ستہ میں بجائے ابن ماجہ کے موطاً امام مالک کو حق سمجھا ہے، تفصیل ”تمس الیہ الحجۃ“ سے دیکھی جائے اس کے مؤلف نے اسی طرح لکھا ہے۔

حق یہ ہے کہ سب سے بہتر کتاب جو اکابر اہل علم کے نزدیک مرغوب و پسندیدہ اور اصول سے شمار ہونے کی زیادہ مستحق ہے ”کتاب الآثار“ اور ”موطاً“ کے بعد ”معانی الآثار“ ہے جو امام جلیل ابو جعفر طحاوی کی تالیف ہے، اس لئے کہ وہ فتن حدیث میں بے نظیر ہے، طالبین علم حدیث کے لئے منفعت عظیمہ رکھتی ہے۔

حضرت مولانا عبدالمحیٰ صاحب لکھنؤی نے ”تعليق الحجۃ علی موطا، الامام محمد“ میں علامہ ذہبی کی ”سیر العباء“ سے نقل پیش کی ہے کہ انہوں نے ابن حزم کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ابن حزم نے موطاً امام مالک کو منداحمد و مندا ابن ابی شیبہ وغیرہ مسانید کے بعد ذکر کر کے اور صحیحین کے ساتھ ذکر نہ کر کے نا انصافی کی ہے، کیونکہ موطاً کا مرتبہ بہت وقیع ہے اور قلوب میں اس کی بڑی عظمت ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ مسانید کا ذکر تادیاً مقدم کیا ہو، پھر مصنف ماتمس الیہ الحجۃ نے لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ اس میں شک نہیں ”موطاً“ نہ صرف ”سنن ابن ماجہ“ سے افضل ہے بلکہ پانچوں کتب صحاح سے بھی کہیں زیادہ فوقيت رکھتی ہے، کیونکہ وہ صحیحین (بخاری و مسلم) کی اصل ہے اور ایسے ہی ”کتاب الآثار“ بھی امام اعظم کی، کیونکہ اس کے اصل الاصل ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا، خواہ اس سے اعراض کرنے والے (حد و عناد کی وجہ سے) کتنا ہی اعراض کریں اور اس کی اس فضیلت و برتری پر تاک بھویں چڑھائیں)

ان دونوں مقدس کتابوں (کتاب الآثار اور موطا) کی جلالت قدر ان کے نامور مؤلفین کی عظمت و جلالت قدر سے ظاہر و باہر ہے اور جو فرق مراتب ان مؤلفین میں باہم ہے، ایسا ہی فرق ان دونوں کتابوں اور دوسری صحاح میں ہونا چاہئے۔

علامہ سیوطی نے تدریب میں لکھا ہے کہ ”خطیب وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ موطاً تمام جو امیج اور مسانید پر مقدم ہے اور حافظ ابو بکر بن العربي نے ”عارضة الاحوزی“ میں تحریر فرمایا کہ:

”خد اتمہارے دلوں کو منور کرے، یہ بات سمجھ لو کہ جھٹی کی کتاب (بخاری شریف) حدیث کی دوسری اصل ہے اور موطاً اصل اول اور لباب ہے، پھر ان دونوں پر تمام کتب حدیث، مسلم، ترمذی، وغیرہ کی بنیاد ہے۔“ (ماتمس الیہ الحجۃ ص ۳۶)

علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب ”موضوعات“ میں ابن ماجہ کی ۳۲ حدیثیں ذکر کی ہیں، ماتمس الیہ الحجۃ، مقدمہ ابن ماجہ (مطبوعہ کراچی) میں محترم جناب مولانا عبد الرشید صاحب نعمانی نے ایک ایک کر کے سب پر تفصیلی تبصرہ کیا ہے جو اہل علم کے لئے قیمتی ذخیرہ ہے اور اسی مقدمہ کے ص ۳۶ و ۳۷ پر حافظ ذہبی اور ابن حجر کے تعصب پر بھی تبصرہ کیا ہے۔

امام ابو داؤد^{رض}

(ولادت ۲۰۲ھ، وفات ۲۷۵ھ، عمر ۳۷ سال)

اسم و نسب:

ابو داؤد سلیمان بن الاشعت بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمر بن عمار بن اندزدی، الجھانی جھان سے مراد سیستان ہے، جو سندھ و ہرات کے درمیان مشہور علاقہ ہے، قندھار کے قریب ہے، اسی لئے یہ ملک ہندوستان کے قریب یا اس کے پہلو میں مانا گیا ہے۔

اس موقع پر ”بستان الحمد شین“ میں سورخ ابن خلکان کی غلطی پر تنبیہ کی ہے کہ انہوں نے جھان کو بصرہ کے مضافات میں ایک قریب قرار دیا ہے، اسی طرح شیخ تاج الدین بھی نے بھی سورخ مذکور کی تحقیق مذکور غلط قرار دی ہے۔

علمی اسفار:

امام موصوف نے بلاد اسلامیہ، مصر شام، چجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہ کا سفر تحصیل علم حدیث کے لئے کیا، حفظ حدیث، اتقان روایت، عبادت و تقویٰ، زہد و صلاح میں بہت بلند درجہ رکھتے تھے۔

اساتذہ و تلامذہ:

آپ کے اساتذہ امام احمد قعینی اور ابو اولید طیاسی وغیرہ ہیں، آپ سے امام ترمذی اور نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے اور آپ کے صاحبزادے ابو بکر بن ابی داؤد بھی بڑے پایہ کے محدث اور جماعت محمد شین کے سردار ہوئے ہیں۔

مادر حملن:

امام حاکم کا قول ہے کہ ابو داؤد بے شک و شب اپنے زمانہ کے امام تھے، موسیٰ بن ہادرن نے جوان کے معاصر تھے، فرمایا کہ ابو داؤد دنیا میں حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، ابراہیم بن حرربی اور حافظ سلفی فرمایا کرتے تھے کہ ابو داؤد کے لئے علم حدیث اسی طرح نرم کر دیا گیا تھا، جیسے لوہا حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے۔

روایت اکابر عن الانصار غر:

یہ عجیب اتفاق ہے کہ نہ صرف آپ کے استاد امام احمد نے ایک حدیث روایت کی ہے بلکہ امام احمد کے بعض اساتذہ نے بھی آپ سے روایت کی ہے، یہ بڑوں کی روایت چھپوٹوں سے کھلاتی ہے۔

سنن ابی داؤد:

امام ابو داؤد کے پاس پانچ لاکھا حدیث کا ذخیرہ تھا، جس میں سے منتخب کر کے اپنی سنن میں چار ہزار آٹھ سو احادیث جمع کیں، ان میں صحیح بھی ہیں اور حسن بھی، اور اپنے خیال میں انہوں نے کوئی حدیث ایسی درج نہیں کی جو قابل جحت نہ ہو، اس کتاب کو پورا کر کے جب امام احمد کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو بہت پسند فرمایا۔

ابوداؤ دکی چارا حدیث:

ابوداؤ ذقر ماتے تھے کہ ان سب احادیث میں سے دلش مندو بندار کے لئے صرف چار حدیثیں کافی ہیں۔

(۱) انما الاعمال بالنبات (اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے)

(۲) من حسن اسلام المرء تو کہ مالا یعنیہ (اسلامی نقطہ نظر سے ایک شخص کی یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ بے فائدہ باتوں کو ترک کر دے)

(۳) لا یومن احد کم حتی یحب لاخیہ ما حیب لنفسہ (ایک شخص کا کامل ایمان جب ہی ہو سکتا ہے کہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے)

(۴) الْحَلَالُ بَيْنَ وَالْحَرَامِ بَيْنَ وَمَا يَنْهَا مُشْتَهَياتٌ، فَمَنْ أَتَقَى الشَّهَادَاتِ فَقَدْ اسْتَبَرَ الرَّدِيْنَةُ (حلال و حرام دونوں واضح ہیں اور ان کے درمیان مشتبہات ہیں، پس جو شخص مشتبہ چیزوں سے نجگیا اس نے اپنادین محفوظ کر لیا)

معانی حدیث:

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ نے (بتان الحمد ثین) میں تحریر فرمایا ہے کہ ان چار حدیثوں کے کافی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ شریعت کے قواعد کی یہ مشہورہ معلوم کر لینے کے بعد جزئیات مسائل میں کسی مرشد کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ مثلاً عبادات کی درستی کے لئے پہلی حدیث اوقات عمر عزیز کی حفاظت کے لئے دوسری حدیث حقوق ہمسایہ و سلوک خویش واقارب نیز اہل تعارف و معاملہ کے لئے تیسرا حدیث اور مشتبہات سے نجتنے کے لئے چوتھی حدیث کافی ہے، گویا مرد عاقل کے لئے یہ چاروں حدیثیں بخوبی رہنمائے کامل ہیں۔

بشارت:

حسن بن محمد نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا کہ جو شخص سنت سے تمک کرنا چاہے اس کو سنن ابو داؤد پڑھنا چاہئے (بتان الحمد ثین)

امام ابو داؤد کو بعض حضرات نے شافعی لکھا ہے اور بعض حنبلی کہتے ہیں، امام ابو داؤد کا تفقہ میں بھی حظ و افرحتا، اسی لئے وہ آئندہ متبعین سے بھی بذلن نہیں بلکہ ان کی جلالت قدر عظمت کا بر ملا اعتراف کرتے ہیں۔

امام ترمذی

(ولادت ۹۲۰ھ، وفات ۹۷۰ھ، عمر ۵۰ سال)

اسم و نسب:

ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن مویٰ بن الصحاک اسلمی البُوغی رحمۃ اللہ علیہ۔

بو غ شہر ترمذ سے ۶ فرخ کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے، ترمذی امام بخاری کے تلمذ خاص ہیں، اور امام مسلم، ابو داؤد ان کے شیوخ سے بھی روایت کرتے ہیں، طلب علم حدیث میں حجاز، کوفہ، بصرہ، واسطہ، رے اور خراسان میں سالہا سال گزرے ہیں، ان کی تصنیف بہت ہیں مگر سب سے زیادہ مشہور، مقبول ترمذی ہی ہے۔

جامع ترمذی کی فوقیت دوسری کتب پر:

مجموعی اعتبار سے حدیثی فوائد میں بھی یہ کتاب دوسری تمام کتب حدیث پر فائق ہے، اول اس وجہ سے کہ ترتیب عمدہ ہے اور انگرائی میں ہے، دوسری اس میں فساد کے نمایاں اور ان کے دلائل بیان کئے ہیں۔

تیرے اس میں حدیث کی انواع بھی کھول دی ہیں، مثلاً صحیح، حسن، ضعیف، غریب، معلل وغیرہ، چوتھے اس وجہ سے کہ اس میں راویوں کے نام، ان کے القاب و کنیت کے علاوہ وہ امور بھی ظاہر کردیئے ہیں جن کافن رجال سے تعلق ہے۔ (بستان الحمدین)

طریق بیان مذہب:

بیان مذہب بھی باوقوع الفاظ سے کرتے ہیں، "بعض الناس" کی طرح نہیں، حفظ حدیث میں امام بخاری کی طرح مشہور ہیں، امام بخاری کی جلالت قدر سے بہت متاثر ہیں، ان سے روایت بھی کرتے ہیں، جب کہ دوسرے ارباب صحاح نے اپنی صحاح میں ان سے روایت بھی نہیں کی، بیان مذہب کے موقع پر امام بخاری کا مذہب نقل نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مجتہد فی المذہب تسلیم نہیں کرتے، حضرت الاستاذ شاہ صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ حنفیہ کا مذہب امام بخاری کی طرح ترمذی کو بھی مستند طریقہ پر نہیں پہنچا۔

امام ترمذی اگرچہ ہر باب میں حدیث کا پورا ذخیرہ تو پیش نہیں کرتے، لیکن جتنے صحابہ کی بھی مردویات ان کو محفوظ ہوتی ہیں، ان سب کی طرف اشارات کر دیتے ہیں۔

معمول بہا احادیث:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں دو حدیثوں کے علاوہ کوئی حدیث ایسی نہیں ذکر کی جس پر امت میں کسی نہ کسی کا عمل نہ ہو۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا ارشاد:

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ امام ترمذی نے اپنی بہت سی احادیث مردویہ کو خود ضعیف کہا ہے، پھر بھی ان کے معمول بہا ہونے کا اعتراف اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ "عمل بالحدیث" کا مدار صرف قوت سند پر نہیں ہے اور مبہی صحیح حقیقت بھی ہے۔

امام ترمذی کی خدا ترسی:

حفظ و اتقان اور علم و فہم کے ساتھ بہت زیادہ خدا ترس بھی تھے، حق تعالیٰ جل مجدہ کا خوف و ذمیتی ان پر اتنا غالب تھا کہ روتے روتے آخران کی بینائی جاتی رہی تھی۔

کنیت ابو عیسیٰ کی توجیہ:

بستان الحمد شیخ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک حدیث مصنف ابن ابی شیبہ سے ایک اور ایک سنن ابی داؤد سے نقل فرمائی ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو عیسیٰ کنیت رکھنا مکروہ ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہ تھے، پھر امام ترمذی نے اسی کنیت کو کیوں اختیار کیا، ایک جواب یہ ہے کہ موصوف نے اس کو خلاف اولیٰ پر محروم کیا مگر پھر بھی یہ ان کی جلالت قدر سے بعید ہے، دوسرے یہ کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تھی اور حضور اکرم ﷺ نے ان کو ابو عیسیٰ کہہ کر بلایا، اس سے عدم کراہت پر استدلال ہو سکتا ہے۔

امام اعظم[ؑ] اور امام ترمذی[ؓ]:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے رواۃ کی جرح و تعدیل امام اعظم ابو حنیفہ[ؑ] کے اقوال سے بھی استفادہ کیا ہے، چنانچہ ان سے عطاء بن ابی رباح کی تویق اور جابر[ؓ] کی عدم تویق نقل کی ہے۔

امام اعظم[ؑ] جامع ترمذی میں:

حافظ ابن حجر عسقلانی[ؓ] کی تقریب سے ثابت ہے کہ امام صاحب سے روایت حدیث بھی ترمذی و نسائی کے اصل نسخوں میں موجود تھیں، لیکن موجودہ متداول و مطبوعہ نسخوں سے غالب ہیں جو معاندین کی حذف الحاق کی خطرناک پالیسی کا نتیجہ ہے۔

امام ترمذی نے مذاہب حنفیہ کو ترجیح دی:

امام ترمذی نہ بہا شافعی تھے، لیکن باوجود شافعی المذاہب ہونے کے انہوں نے بہت سی جگہ امام شافعی[ؑ] کے مسلک کو مرجوح قرار دیا ہے، ابراد فی النظیر کے مسئلہ میں تو بہت سی کھل کر مخالفت کی ہے اور اس کو اکثر حضرات نے ذکر بھی کیا ہے، باقی جگہوں میں اتنی صراحت نہیں ہے، لہذا وہ چند مقامات جن میں حنفی مذاہب کی ترجیح یا تائید بمقابلہ مذاہب شافعی راقم السطور نے اپنے ذاتی مطالعہ میں محسوس کیا اور میری یادداشت میں نوٹ تھی، نقل کروں گا، اس کے علاوہ بھی اور بہت سی جگہ ایسا ہو گا اور دوسرے مذاہب کی تائید و ترجیح بھی مقابلتاً ہوں گی، مگر مجھے اس وقت صرف ان ہی مذکورہ بالا کا تذکرہ کرنا ہے، ان چیزوں سے چونکہ مؤلف کی جلالت قدر کا قلوب پر ایک لازمی اثر ہوتا ہے، اس کے باعث بھی ان کے ذکر پر مجبور ہوں۔

(۱) امام بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوة روایت کی ہے، امام ترمذی نے یہی حدیث بالفاظ اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوة روایت کر کے "حدیث حسن صحیح" کا حکم لگایا، پھر فرمایا کہ: امام شافعی نے حدیث ابراد کے ایک دوسرے معنی لئے وہ یہ کہ "نماز ظہر میں ابراد" (یعنی ٹھنڈے وقت میں پڑھنے) کا حکم اس وقت ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنے والے دور سے آتے ہوں، لیکن جب خود تہبا نماز پڑھنے یا جوآدمی اپنی قوم اور محلہ کی مسجد میں (قریب ہی) نماز پڑھتا ہو تو اس کے واسطے بہتر یہی ہے کہ وہ گرمی کے وقت بھی نماز کو موخرنہ کرے۔

اس کے بعد امام ترمذی[ؓ] نے فرمایا: شدت گری کے وقت تاخیر ظہر جس کی اہل علم کی ایک جماعت قائل ہے (یعنی حنفیہ) انہوں نے جو مراد حدیث بھی ہے اور بیان کی ہے وہی بہتر ہے اور لا اُق اتباع ہے، اور جو کچھ امام شافعی نے مراد بیان کی ہے کہ وہ دور سے آنے والوں کے واسطے اور مشقت و تکلیف کی وجہ سے وہ درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابو ذرؓ کی حدیث حالت سفر کی موجود ہے، جب کہ سب لوگ ایک جگہ جمع تھے اور پھر بھی سرور دو عالم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو یہ تاکید اکید حکم فرمایا: "اے بلال! ٹھنڈا وقت ہونے دو، اے بلال! ٹھنڈا وقت ہونے دو"۔

پس اگر امام شافعی کا بیان کیا ہوا حدیث کا مطلب صحیح ہوتا تو اس موقع پر ابراد کا حکم فرمانے کا کیا مقصد تھا؟ حالانکہ سب سفر میں تھے، ایک جگہ جمع بھی تھے اور کہیں دور سے آنے کی ضرورت و تکلیف بھی ان کو نہ تھی۔

اس مذکورہ بالاعبارت سے امام ترمذی[ؓ] نے مسلک حنفیہ کی نہ صرف پوری تائید کی بلکہ ان کو اہل علم کہا اور امام شافعی کے فہم معنے حدیث کو مرجوح قرار دیا۔

(۲) حنفیہ کے یہاں "مح راس"، کامگار مسح نہیں، امام احمد اور امام شافعی اس کو مستحب قرار دیتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارکان وضو کا تین تین بار اعادہ کیا۔

امام ترمذی[ؓ] نے فرمایا کہ یہ حدیث مذکور اس باب میں سب سے اعلیٰ درجہ کی ہے، لیکن اس سے بکرا مسح کی دلیل پکڑنا درست نہیں،

کیونکہ صحیح کا صراحت اس میں کوئی ذکر نہیں۔

پھر امام ترمذی نے فرمایا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے رسول اکرم ﷺ کے وضو کی صفت اس طرح بیان فرمائی کہ آپ نے تین تین بار دھویا، پھر فرمایا کہ آپ ﷺ نے سر کا بھی مسح کیا، مگر اس کے ساتھ کسی عدد کا ذکر نہیں کیا، پھر فرمایا کہ آپ ﷺ نے دونوں پاؤں مبارک تین بار دھوئے (گویا اس ترتیب سے صفت وضو بیان کی جس سے اول دونوں اعضاء اور آخر کا تین تین بار دھونا ظاہر ہوا، درمیان میں مسح کا ذکر ہوا تو اس کے ساتھ تین بار نہیں، جس سے ظاہر ہی ہے کہ صرف ایک بار کیا)

اور حضرت علیؓ نے بھی حضور اکرم ﷺ کے وضو کا حال بیان کیا اور انہوں نے یہ بات صاف طور سے فرمائی کہ آپ ﷺ نے سر کا مسح ایک مرتبہ کیا۔

اس کے بعد امام ترمذیؓ نے فرمایا کہ یہ حدیث بھی صحیح ہے، اب ناظرین خود سمجھ لیں کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کس کو ترجیح دے رہے ہیں۔

(۳) موئی موزوں پر حنفیہ کے نزدیک صحیح جائز ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ جائز نہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے روایت کیا کہ رسول خدا ﷺ نے وضو کیا تو آپ نے سر مبارک اور نعلین کا مسح کیا، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۴) حنفیہ کے نزدیک اور اوقات کی طرف مغرب کے بھی دو وقت ہیں اول اور آخر، مگر امام مالک و امام شافعی صرف ایک وقت مانتے ہیں، ہمارا مسئلہ قوی احادیث ہیں۔

☆ ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نماز کا وقت اول بھی ہے اور آخر بھی۔

☆ ... مسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وقت نمازان دونوں کے درمیان ہے۔

☆ ... مسلم میں ہی یہ بھی ہے کہ سرورد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کو دو وقتوں میں پڑھا۔

☆ ... صحیح بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ "جب شام کا کھانا آجائے تو پہلے اس کو کھالو، پھر نماز مغرب پڑھو، عجلت کی ضرورت نہیں" معلوم ہوا کہ مغرب کے بھی دو وقت اول و آخر ہیں۔

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے اوقات نماز دریافت کئے تو فرمایا کہ ہمارے ساتھ رہو، پھر حضرت بلالؓ کو ایک روز سورج غروب ہوتے ہی اذان کا حکم فرمایا اور دوسرے دن مغرب کی نماز کو غروب شفق سے کچھ قبل تک مؤخر فرمایا اور کچھ دیر کے بعد نماز عشاء کے لئے اذان دلائی اور سائل کو بلا کر فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان نمازا کا وقت ہے، اس حدیث کو بھی امام ترمذیؓ نے ذکر کر کے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۵) حنفیہ کے نزدیک صحیح کی نماز میں اسفار افضل ہے اور امام شافعی تقلیلیں (اندھیرے سے پڑھنے) کو افضل فرماتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز وقت پر پڑھنے کو احباب الاعمال فرمایا، لیکن اس سے استدال اس لئے صحیح نہیں کہ اسفار میں پڑھنا بھی وقت ہی پڑھنا ہے اور اول وقت کی فضیلت کی حدیث میں درج صحت سے کم ہیں، ایک حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عورتیں صحیح کی نماز میں شرکت کیلئے چادروں میں پہنی ہوئی جاتی تھیں اور واپس ایسے وقت ہو جاتی تھیں کہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔

اس سے بھی جواز نکلتا ہے اور ممکن ہے کہ عورتوں کی رعایت سے بھی کچھ اندھیرے میں پڑھی جاتی ہو، اس لئے اس کی افضیلت مقرر نہیں، ایک روایت ہے کہ سرورد عالم صحیح کی سختیں اس وقت پڑھتے تھے کہ ہم میں سے ایک دوسرے کو پہچان سکتا تھا لیکن اس میں ان سے زیادہ ہماری جدت ہے، کما لا یخفی علی اللہیب۔

اس کے بعد ملاحظہ کیجئے کہ حنفیہ کی دلیل حدیث ترمذی شریف ہے کہ سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "صحیح کی نماز خوب صحیح کر کے پڑھو، کیونکہ وہ تمارے اجر کو اجر عظیم بنانے والی ہے"۔

امام ترمذی نے اس کو ذکر کر کے فرمایا کہ ”یہ حدیث صحیح ہے“ اور چونکہ اس میں صراحت کے ساتھ اسفار کی افضلیت مذکور ہے، اس لئے اسی پر عمل اولی ہوگا۔

(۶) حنفیہ کے نزدیک شہداء بن مسعود افضل ہے، اور امام شافعی تشهیداء بن عباس کو افضل فرماتے ہیں، تشهیداء بن مسعود صحیح بخاری و مسلم میں مردی ہے اور تشهیداء بن عباس گو امام ترمذی نے روایت کر کے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ تشهید کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح حدیث اباء بن مسعود والی ہے اور وہی اکثر اہل علم صحابہ و تابعین کا مختار ہے۔

ناظرین نے دیکھا کہ حنفیہ کا مسلک امام ترمذی کی نظر میں بھی ارجح ہے۔

(۷) حنفیہ کے نزدیک نماز عید سے قبل و بعد کوئی نفل و سنت نہیں ہے، امام احمدؓ کا بھی یہی مذهب ہے لیکن امام شافعیؓ ان کے قائل ہیں، ہماری دلیل روایت اباء بن عباس ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عید الفطر کی نماز پڑھی، لیکن اس سے پہلے اور بعد کوئی نماز نہیں پڑھی، ایسے ہی ایک روایت اباء بن عمرؓ سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلے، لیکن آپ ﷺ نے عید کی نماز سے پہلے اور بعد کوئی نماز نہیں پڑھی۔

امام ترمذیؓ نے یہ دونوں حدیثیں ذکر کیں اور فرمایا کہ یہ دونوں صحیح ہیں، ظاہر ہے کہ ان دونوں حدیث کی صحت کے باوجود نماز عید سے قبل و بعد تو افضل کی کراہت کا قائل نہ ہوتا راجح مذہب ہوگا یا مر جوج؟

(۸) ایک شخص بغیرہ کو مہر کے نکاح کرے تو حنفیہ کے نزدیک اس کا نکاح درست ہے اور اس کی بیوی کو مہر مثل ملے گا، امام شافعیؓ فرماتے ہیں کہ نکاح ہی صحیح نہیں۔

ہماری دلیل ترمذی کی حدیث ہے، علقہ نے روایت کیا کہ عبد اللہ کے پاس ایک شخص کا مسئلہ پیش ہوا کہ اس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ”زفاف“ سے پہلے مر گیا، مہر کا کوئی تعین نہیں ہوا تھا، انہوں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک اس عورت کو مہر مثل ملنا چاہئے، میراث بھی ملے گی اور اس پر عدالت بھی ہے۔

اس پر محقق بن سنان تھجی نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بروع بنت واشق کے بارے میں یعنی یہی فیصلہ دیا تھا، اس کو ذکر کر کے امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۹) حنفیہ کا مذهب ہے کہ قتال کے وقت کفار کے بوڑھے، راہب، اندھے، لئے اور عورتیں قتل نہ کی جائیں، بجز اس صورت کے کہ وہ ان کے اہل رائے ہوں اور شریک مشورہ، یہ سیر کا مشہور مسئلہ ہے اور امام شافعیؓ کا ایک قول یہ ہے کہ ان سب کو بھی قتل کیا جائے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعض غزوات میں کوئی عورت مقتول پائی گئی تو آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا اور عورتوں بچوں کے قتل کی ممانعت فرمائی، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث ”صحیح“ ہے۔

(۱۰) حنفیہ کا مذهب ہے کہ بالغ عورتوں کو خود اپنے نکاح کا حق ہے، یعنی وہ اپنے قول و اختیار سے نکاح کر سکتی ہیں، بلکہ امام اعظم کے نزدیک بغیر اذن ولی بھی کر سکتی ہیں، صاحبین فرماتے ہیں کہ اذن ولی ضروری ہے۔

امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ ان کا نکاح ان کے قول و اختیار سے درست نہیں، ان کا نکاح اولیا ہی کر سکتے ہیں، اور اگر وہ اپنے قول سے کر لیں تو اولیاء کی رضا مندی سے بھی صحیح نہ ہوگا، حنفیہ کا استدلال حدیث ترمذی سے ہے ”الا يم احق بنفسها من ولیها والبکر تساذن في نفسها و اذ نها صماتها“، یعنی بیوہ یا مطلقہ کو بغیر ولی بھی اپنے نکاح کا حق ہے اور کنواری (جوموہ) اپنے قول سے نکاح کا انعقاد حیاء و شرم کی وجہ سے نہیں کرتیں، ان سے اذن و اجازت لی جائے اور ان کی خاموشی بھی اذن ہی ہے۔

غرض اس حدیث ترمذی سے ظاہر و باہر ہے کہ صحیح نکاح کے لئے ولی شرط نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ مردوں ہی کے قول سے

نکاح کا انعقاد ہو، عورتوں کے قول سے نہ ہو جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے، بلکہ ان کو خود بھی اختیارِ حق ہے، حتیٰ کہ اگر بغیر ان کی مرضی کے کوئی ولی نکاح کر دے تو وہ بھی رد ہو سکتا ہے۔ ”تلک عشرۃ کاملۃ“۔

امام نسائی رحمہ اللہ

(ولادت ۲۱۵ھ، وفات ۳۰۷ھ، عمر ۸۸ سال)

نام و نسب:

عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی۔

ناسخ راسان کا مشہور شہر ہے، آپ نے خراسان، ججاز، عراق، جزیرہ، شام و مصر کے علماء سے علم حاصل کیا اس سے پہلے ۱۵ سال کی عمر میں قتبیہ بن سعید بھنی کی خدمت میں ایک سال دو ماہ رہ کر علم حدیث حاصل کیا، ان کے مناسک سے یہ خیال کیا گیا کہ شافعی مذہب رکھتے تھے۔ سنن کبریٰ نسائی میں صحیح و حسن دونوں قسم کی احادیث ہیں، پھر آپ نے سنن صفری تالیف کی جس میں صرف صحیح اعلیٰ مرتبہ کی تھیں جس کا نام مجتبیٰ رکھا۔

جب آپ نے کتاب الحنائص (مناقب مرتضوی) تصنیف کی تو چاہا کہ اس کو جامع دمشق میں پڑھ کر تائیں، تاکہ حکومت امویین کے اثرات سے جو عوام میں ناصیحت کی طرف رجحان بڑھ گیا تھا، اب کی اصلاح ہو جائے۔

کچھ حصہ ہی سنایا تھا کہ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے امیر معاویہ کےمناقب پر بھی کچھ لکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کے لئے بھی بس ہے کہ برابر سرا برچھوٹ جائیں، ان کےمناقب کہاں ہیں، یہ بھی ایک روایت ہے کہ مجھ کو ان کےمناقب میں سوا اس حدیث کے اور کوئی صحیح حدیث نہیں ملی۔

یہ سنتے ہی لوگوں نے شیعہ، شیعہ کہہ کر ان کو مارنا شروع کر دیا اور اتنا مارا کہ یہم جان کر دیا، خدام ان کو اٹھا کر گھر لائے، آپ نے فرمایا کہ مجھے ابھی مکہ معظمہ پہنچا دوتا کہ میری وفات مکہ معظمہ یا راستہ میں ہو۔

نقل ہے کہ آپ کی وفات مکہ معظمہ پہنچنے پر ہوئی، اور وہاں صفا مروہ کے درمیان دفن ہوئے، آپ کی تالیف عملِ الیوم والملیہ ہے۔ اور کتاب الکنی والاسامی بھی آپ کی تصنیف ہے۔

کتاب الفضعاء والمعتر وکیں امام نسائی کی مشہور کتاب ہے، اس میں آپ نے بہت سے اثقة آئندہ حدیث و فقہ کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے۔ کچھ تو امام نسائی کے مزاج میں تشدید بھی زیادہ تھا جس کی وجہ سے رواۃ حدیث پر کڑی نظر رکھتے ہیں اور روایت حدیث کی شرائط ان کے یہاں امام بخاری سے بھی زیادہ سخت ہیں، مگر اس کے ساتھ تعصب کا بھی رنگ موجود ہے یا ان کی سخت مزاجی اور کڑی تنقید کی عادت سے فائدہ اٹھا کر لوگوں نے ان کی کتاب الفضعاء میں الحاقی عبارتوں کا اضافہ کر دیا ہے اور ایسا مستعد نہیں، کیونکہ ان کی سنن نسائی میں حسب تصریح حافظ ابن حجر امام صاحب سے روایت موجود تھی، جو موجودہ مطبوعہ نسخوں میں اب نہیں ہے۔

اور جس طرح میزان الاعتدال میں امام صاحب کا ذکر الحاقی ہے، لوگوں نے بعد کو بڑھا دیا، ممکن ہے کہ امام نسائی کی کتاب میں بھی ایسا ہی ہوا ہو، کیونکہ جیسا کہ ان کی مطبوعہ کتاب میں اس وقت ہے کہ امام صاحب حدیث میں قوی نہیں تھے، کثیر الغلط تھے وغیرہ کلمات صحیح ہوتے تو وہ امام صاحب سے سنن نسائی میں روایت کیوں کرتے، روایت کرنائی اس کی دلیل ہے کہ وہ امام صاحب کو قوی فی الحدیث اور ثقة سمجھتے تھے۔ مخالفین و معاندین نے جرح کو مفسر بنانے کا طریقہ یہ وضع کر لیا تھا کہ جس کو گرانا ہو، اس کو با اعتبار حافظہ کے ضعیف کہہ دیا، ظاہر ہے

کہ آخر عمر میں توسیب ہی کا حافظہ کمزور ہو جاتا ہے، اس لئے یہ بات ہر ایک کے متعلق کہی جاسکتی ہے، یا کسی معمولی غیر اہم غلطی و نیان کو پکڑ کر قلت حفظ کی چھاپ لگادی یہ ایک ایسا حرہ تھا کہ اس سے خوب کام لیا گیا، جرج بھی مہم نہ رہی اور بات بھی بظاہر بالکل غلط نہیں، اسی لئے امام ذہبی وغیرہ نے ایسی جرحوں کو کوئی اہمیت نہیں دی، چنانچہ میزان میں امام محمد کے بارے میں نسائی کی تسمیں و تصنیف کا ذکر کرنے کے بعد حافظ ذہبی نے لکھا کہ امام محمد نے امام مالک سے جتنی روایات نقل کی ہیں اور علم فقہ میں تزوہ بھرتھے، گویا امام ذہبی نے اپنے اس روایہ سے ثابت کیا کہ امام محمد کو چونکہ نسائی وغیرہ نے ضعیف کہہ دیا تھا اس لئے میں نے بھی ان کا ذکر میزان میں کیا، ورنہ وہ روایت میں ضعیف ہرگز نہ تھے۔ اسی طرح امام ابو یوسف کے بارے میں بھی کیا ہے، امام نسائی نے امام ابو یوسف کو ثقہ کہا ہے، تو امام بخاری نے ان کو متروک کہہ دیا، ان ہی چیزوں سے متاثر ہو کر حافظ سخاوی شافعی نے اعلان بالتوخ کر کے ص ۶۵ پر یہ فرمایا: ”جو کچھ کلام حافظ ابو شیخ ابن حبان نے اپنی کتاب اللہ میں بعض آئندہ محدثین کے حق میں کہا ہے اور ابن عدی نے کامل میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اور دوسروں نے ان سے پہلے جیسے ابن ابی شیبہ نے مصنف میں“۔ بخاری و نسائی نے لکھا ہے کہ میں ان حضرات کی شان کو ایسے جلیل القدر مجتهدین کے بارے میں جن کے مقاصد و حالات زندگی بہت اچھے تھے ایسی گری ہوئی چیزیں ذکر کرنے سے بند خیال کرنا چاہئے، لہذا ایسی باتوں میں ان حضرات کی پیروی سے اعتناب کرتا ہوں۔

امام طحاویٰ

(ولادت ۲۲۹ھ، وفات ۳۲۱ھ، عمر ۹۲ سال)

نام و نسب و ولادت:

الامام الحمد ث الفقيه احمد بن محمد بن سلامة بن سلمة بن عبد الملک بن سلمة بن سليمان بن جواب الازادی ثم الحجرى المصرى
الخطىء رحمه اللہ رحمة واسعة۔

سال ولادت حسب روایت ابن عساکر ۲۲۹ھ و ابن خلکان ۲۲۸ھ ہے، مگر سمعانی نے ۲۲۹ھ ذکر کیا ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے، حافظ ابن کثیر، حافظ بدر الدین عینی وغیرہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، لہذا امام طحاوی کی عمر امام بخاری کی وفات کے وقت ۷۷ سال ہو گی، کیونکہ ان کی وفات ۳۲۱ھ میں ہوئی ہے۔

اسی طرح دوسرے اصحاب صحابہ کے معاصر تھے۔

تحصیل علم و کثرت شیوخ:

امام طحاویٰ طلب علم کے لئے اپنے مسکن سے مصر آئے اور اپنے ماموں امام مزنیؒ تلمیذ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھتے رہے، اور ابتداء میں شافعی مذہب پر رہے پھر جب احمد بن ابی عمران حنفی مصر میں قاضی ہو کر پہنچنے والی کی صحبت میں بیٹھے، ان سے علم حاصل کیا تو فہ شافعی کا اتباع ترک کر کے حنفی کے قبیع ہو گئے۔ (معجم البلدان یا قوت حموی)

محمد بن احمد شرعی کا بیان ہے کہ میں نے امام طحاویٰ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے ماموں (مزنی) کی کیوں مخالفت کی اور امام ابو حنیفہ کا مذہب کیوں اختیار کیا، فرمایا: میں دیکھتا تھا کہ ماموں ہمیشہ امام ابو حنیفہ کی کتاب میں مطالعہ میں رکھتے تھے، ان سے استفادہ کرتے تھے، اسی لئے میں اس کی طرف منتقل ہو گیا (مرآۃ الجنان یا فیض)

علامہ کوثریؒ نے ”الحاوی فی سیرۃ الامام طحاوی“، میں اس جگہ مزید وضاحت کی ہے کہ میں نے اپنے ماموں مزنی کو دیکھ کر خود بھی امام صاحب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا اور ان کی کتابوں نے مجھے حنفی مذہب کا گرویدہ بنا دیا، جس طرح کہ ان کی کتابوں نے میرے ماموں مزنی کو بھی بہت سے مسائل میں ابوحنیفہ کی طرف مائل کر دیا تھا، جیسا کہ مختصر المزنی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس میں بہت سے مسائل ایسے مذکور ہیں جن میں مزنی نے امام شافعی کی مخالفت کی ہے، الحاوی ص ۱۶۔

چونکہ مذہب شافعی سے مذہب حنفی کی طرف منتقل ہونے کی وجہ خود امام طحاویؒ سے اور بہ سنده صحیح مردہ ہے، اس لئے یہی معتمد و صحیح ہے، باقی دوسری حکایت بے سند اور خلاف درایت ہیں، مثلاً حافظ ابن حجر نے لسان میں نقل کیا کہ وجہ یہ ہوئی کہ ایک دفعہ امام طحاویؒ اپنے ماموں سے سبق پڑھ رہے تھے ایک ایسا دقيق مسئلہ کہ انہوں نے امام طحاویؒ کو بار بار سمجھایا مگر وہ سمجھنے سکے، اس پر امام مزنی نے تنگ دل ہو کر غصہ سے فرمایا کہ واللہ تم تو کسی قابل نہ ہوئے۔ اس پر امام طحاوی ناخوش ہو کر احمد بن ابی عمران قاضی مصر کی مجلس میں چلے گئے جو قاضی بکار (حنفی) کے بعد دیار مصر یہ کے قاضی القضاۃ ہوئے تھے، وغیرہ، اخ۔

امام طحاویؒ اور حافظ ابن حجرؒ:

پورے قصے کو جس رنگ آمیزی کے ساتھ حافظ نے ذکر کیا ہے وہ بتول علامہ کوثریؒ قابل عبرت ہے اور اس میں سب سے بڑی فلسفی یہ ہے کہ قاضی بکار کی وفات امام مزنی متوفی ۲۹۴ھ سے بہت مدت بعد ۲۹۷ھ میں ہوئی اور حسب اقرب رحاظ ابن حجر موافق تصریح حافظ ذہبی ابن ابی عمران قاضی بکار کے بعد قاضی مقرر ہو کر عراق سے مصراًئے تو پھر یہ کہنا کہ امام طحاوی ناخوش ہو کر ان کے پاس چلے گئے کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ امام طحاوی کی ذکاوت و جدت طبع کو سب تسلیم کرتے ہیں جو ان کی کتابوں سے بھی ظاہر ہے، ایک غبی طبیعت کا طالب علم جو استاد کے بار بار سمجھانے سے بھی ایک دقيق مسئلہ کو نہ سمجھ سکتا ہو کیا وہ آگے چل کر اس قدر اعلیٰ درجہ کا ذہین و ذکر بن سکتا ہے، آج اس کی کتابوں کو سمجھنے والے بھی باستعداد علمائیں کم ملیں گے۔

تذکرہ امام شافعی و امام مزنی:

تیرے یہ کہ امام مزنی امام شافعی کے اخص تلامذہ میں سے تھے اور امام شافعی اعلیٰ درج کے ذکری و فطیین تھے اور اپنے تلامذہ کی تعلیم و تنبیہم پر بغایت حریص اور ان کی بلادت و کم نہیں پڑھے صابر تھے، کبھی سمجھانے سے ملوں و تنگ دل نہ ہوتے تھے، حتیٰ کہ ربیع مرادی (امام شافعی کے مذہب جدید کے راوی) کے متعلق نقل ہے کہ بہت بطيء الفہم و بلید تھے، ایک دفعہ امام شافعی نے ان کو ایک مسئلہ چالیس بار سمجھایا، تب بھی نہ سمجھے اور شرمندہ مجلس سے انہ کر چلے گئے، امام شافعیؒ نے ان کو دوسرے وقت تھائی میں پھر مسئلے کی وضاحت کی حتیٰ کہ وہ سمجھے گئے (فتاویٰ قفال مروزی)

۱۔ علامہ کوثریؒ کی تصریحات سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ امام طحاویؒ احمد بن ابی عمران کی طرف رجوع کرنے سے قبل بکار بن تھبیہ کا رد بھی کتاب مزنی پر دیکھے چکے تھے، گویا یہ ایک دوسری بڑی وجہ فقہ حنفی کی طرف میلان کی پیدا ہو چکی تھی اور ان حالات کے نتیجہ میں ہی کچھ روایات مکدوہ بہ امام طحاوی کے خلاف چالائی گئیں (الحاوی ص ۱۸)

ظاہر ہے کہ مزنی نے بھی اپنے شفیق استاد شافعی سے ایسی ہی وسعت صدر اور غبی طلبہ کی غباوت پر صبر و برداشت کا طریقہ لیا ہوگا، پھر امام طحاوی کے ساتھ کوہہ صرف ایک تلمیذ بلکہ بھائیج بھی تھے وہ کیسے ایسی بے صبری و تنگ دلی کا مظاہرہ کرتے جو اس قصے میں گھرا گیا ہے۔ (حاوی ص ۱۸)

حافظ ابن حجر نے امام مزنی کی حلف کی توجیہات میں ایک وجہ بعض فقہاء سے یہ بھی نقل کی ہے کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ”جو شخص اہل حدیث کا مذہب ترک کر کے اہل رائے کا مذہب اختیار کرے گا وہ فلاح نہیں پائے گا۔“

بغرض صحبت واقعہ امام مزنی نے جس وقت حلف کے ساتھ وہ جملہ امام طحاوی کو فرمایا ہوگا، اس وقت انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ مذہب تبدیل کر دیں گے، پھر جب کہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تبدیلی مذہب کافی عرصہ کے بعد اور دونوں فقہ کے مطالعہ و موازنہ کے بعد عمل میں آئی ہے۔

اہل حدیث کون ہیں:

رہی یہ تعریض کہ اہل حدیث وہی لوگ ہیں، دوسرے نہیں، علامہ کوثری نے اس کا بہت معقول جواب دیا ہے، فرمایا کہ اس بے دلیل دعوے کو، ہم ان لوگوں کی زبانوں سے سننے کے عادی ہو چکے ہیں جو سلامت فکر سے محروم ہیں وہ اگر اچھی طرح سوچتے، سمجھتے کہ خود ان کے اصحاب مذہب نے قیاس شبہ و مناسبۃ اور در مرسل میں تو کس قدر توسع کیا اور قبول حدیث میں اتنا تاہل کہ ہر کہ دمہ کی روایت لے لی، اور وہ پوری طرح اگر مندادی العباس اصم کا مطالعہ کرتے تو یقیناً اپنے اس ادعائے بازا آ جاتے، اہل سنت کے طبقات میں سے کون سا طبقہ ایسا ہے جو حدیث کو اصول استنباط کا دوسرا درجہ نہیں دیتا؟ لیکن یہ ضرور ہے کہ حدیث کے متن و سند کو نقد قویم کی چھلنی میں ضرور پچھانا پڑے گا، ہر ناقل حدیث کی روایت کو بغیر بحث و تغییب کے قبول کرنے کی آزادی نہیں ہو سکتی۔ اللہ ولی الہدایہ (حاوی ص ۱۸)

امام طحاوی بسلسلہ امام اعظم:

امام طحاوی بواسطہ امام شافعی کے تلمیذ تھے اور ان دونوں کے واسطے سے امام مالک و امام محمدؐ کے اور ان تینوں کے واسطے سے امام اعظم کے تلمیذ تھے، امام طحاوی کے شیوخ بکثرت تھے، ان میں مصری، مغاربی، یمنی بصری، کوفی، حجازی، شایی، خراسانی وغیرہ سب ہی ہیں۔ کیونکہ امام طحاوی نے طلب حدیث و فقہ کے لئے اسفار کئے اور مصر میں جو بھی علماء آتے تھے ان سب سے استفادہ ضرور کرتے تھے، اس طرح انہوں نے اپنے وقت کے تمام علماء مشائخ کا علم جمع کیا تھا، اسی لئے پھر خود بھی مرجع علماء روزگار ہوئے، ساری دنیا سے ہر مسلم و خیال کے اہل علم آپ سے استفادہ کے لئے مصراًتے تھے اور آپ کے بے نظیر تحریر، علمی و جامعیت سے حیرت میں پڑتے تھے۔

ذکر اماني الاحبار:

حضرت محمد و معظوم مولانا محمد یوسف صاحب کا نڈھلوی دہلوی دام ظلہم، رئیس ادارہ تبلیغ نظام الدین دہلی نے حال ہی میں اپنی شرح معانی الآثار، مسکی ”امانی الاحبار“ کی ایک جلد شائع فرمائی ہے جو کتاب مذکور کی بہترین محققانہ شرح اور علماء کے لئے نہایت قابل قدر علمی تھے ہے، پہلی جلد پر بڑی تقطیع کے ۲۲۲ صفحات میں شائع ہوئی ہے، جس کے شروع میں ۶۸ صفحہ کا مقدمہ ہے، اس میں امام طحاوی کے حالات پوری تحقیق و تفصیل سے لکھے ہیں۔

معانی الآثار، مشکل الآثار اور دوسری حدیثی تالیفات امام طحاوی کے شیوخ کا مکمل تذکرہ کیا ہے، پھر ایک فصل میں امام طحاوی کے کبار تلامذہ کا بھی ذکر کیا ہے، ثناء امام طحاوی کے عنوان سے حسب ذیل اقوام جمع کئے ہیں۔

شناء اکا بر علماء محمد شین

محمد بن یوس اور ابن عساکر کا قول ہے کہ امام طحاوی ثقہ، ثبت فقیہ و عاقل تھے، انہوں نے اپنا نظر و مثالیں نہیں چھوڑا (تذكرة الذہبی و تہذیب تاریخ دمشق)

شیخ مسلمہ بن قاسم الاندلسی نے فرمایا کہ امام طحاوی ثقہ جلیل القدر فقیہ، اختلاف علماء کے بڑے عالم اور تصنیف و تالیف کی بڑی بصیرت رکھتے تھے، امام ابو حنیفہ کے مقیع تھے اور حنفی مذہب کی بہت حمایت کرتے تھے۔ (اسان)

علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا کہ امام طحاوی سیر کے بڑے عالم، جمیع ذاہب، فقهاء کے واقف اور کوفی المذہب تھے۔ (جامعہ بیان اعلم)

علامہ سمعانی نے فرمایا کہ امام طحاوی ایسے بڑے امام ثقہ، ثبت، فقیہ و عالم تھے کہ اپنا مثل نہیں چھوڑا (کتاب الانساب)

علامہ ابن جوزی کا قول ہے کہ امام طحاوی ثبت، فہیم، فقیہ و عاقل تھے (المنظہم)

علامہ سبیط ابن الجوزی نے فرمایا امام طحاوی فقیہ، ثبت، فہیم و عاقل تھا اور ان کے فضل، صدق، زہد و درع پر علماء کا اتفاق ہے۔ (مرأۃ الزمان)

حافظ ذہبی نے فرمایا کہ امام طحاوی فقیہ، محدث، حافظ حدیث، ثقہ، ثبت، عاقل اور اعلام میں سے ایک تھے (تاریخ کبیر) اور تذكرة الحفاظ میں ان کا ذکر خلال، ابو بکر رازی، حافظ ابو عوانہ، ابن جارود وغیرہ اکابر، محمد شین و حفاظ حدیث کے طبق میں کیا اور اس طرح لکھا: ”علام، حافظ صاحب تصانیف بدیعہ، ابو جعفر احمد بن محمد سلامۃ بن سلمۃ الازادی الجرجی المصری الحنفی“، حافظ ابن کثیر نے ہدایہ میں لکھا ہے کہ اسی ستر میں اعیان میں احمد بن محمد بن سلامۃ ابو جعفر طحاوی، فقیر حنفی صاحب مصنفات مفیدہ و فوائد عزیزہ فوت ہوئے اور وہ ثقات، اثبات اور حفاظ جهابذہ میں سے تھے، اسی طرح علامہ صلاح صدیقی نے وافی میں، یافعی نے مرأۃ میں، علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں، ابن عمار حنبلی نے شذرات الذہب میں، ابن طغری نے الخوم الزاہرہ میں، ابن ندیم نے فہرست میں، خفاجی مصری نے شرع شفاء میں اور علامہ عینی نے نخب الافکار میں، امام طحاوی کو شفہ بارع فی الفقہ والحدیث، حافظ و ناقد حدیث، شیخ الحنفیہ، احمد الاعلام، شیخ الاسلام الامام العصر، بلا مدافعہ، علم فقہ، حدیث اختلاف العلماء، لغت، نحو وغیرہ میں یکتاں روزگار، حدیث و علل اور تاریخ و منسوخ میں بڑا علم اور یہ طولی رکھنے والا قرار دیا۔

محمد بن طبرانی، ابو بکر خطیب بغدادی، ابو عبد اللہ حمیدی، حافظ مزی وغیرہ نے مدح و شناکی، علامہ عینی نے امام طحاوی کی شفاقت، دیانت و فضیلت تامہ کو مجمع علیہ کہہ کر یہ بھی فرمایا کہ ”وہ قرآن و حدیث سے استنباط حکام اور تفقہ میں اپنے ہم من معاصرین اور شرکاء روایت اصحاب صحاح و سنن سے زیادہ اثبت و فائق تھے اور یہ بات ان دونوں کے کلام میں موازنہ کرنے سے واضح ہے اور ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق امام طحاوی کی تصانیف علوم عقلیہ و نقلیہ سے بھی ہو سکتی ہے، بالخصوص روایت حدیث، معرفت رجال اور کثرت شیوخ کے لحاظ سے تو یہ امر مقتین ہے کہ وہ بھی امام بخاری، امام مسلم اور دوسرے اصحاب صحاح و سنن کی طرح بڑے پایہ کے امام حدیث، ثبت ثقہ و جدت تھے۔“

امام طحاویؒ مجدد تھے:

حضرت الاستاذ معظم شاہ صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ علامہ ابن اثیر جزیری نے امام طحاوی کو مجدد کہا ہے، میں کہتا ہوں کہ وہ واقعی امام حدیث و مجتہد تھے اور شرح حدیث و بیان محامل حدیث و اصول واجوبہ کے لحاظ سے وہ مجدد بھی تھے، کیونکہ پہلے محمد شین صرف روایت حدیث متباہ و سند آکرتے تھے، معانی حدیث و محامل وغیرہ پر بحث نہیں کرتے تھے (امام طحاوی نے اس نے طرز میں لکھا اور اتنا سیر حاصل لکھا کہ حق ادا کر گئے)

فن رجال اور امام طحاویؒ

فن رجال میں ان کے کمال و سمعت علم کا اندازہ ان موقع میں ہوتا ہے جب وہ احادیث متعارضہ پر بحث کرتے ہیں، معانی الآثار،

مشکل الآثار اور تاریخ کبیر (فی الرجال) میں بکثرت اس کی مثالیں ملتی ہیں، افسوس ہے کہ امام طحاویؒ کی تاریخ کبیر اس وقت ناپید ہے مگر اس سے نقول اکابر محمدیین کی کتابوں میں موجود ہیں جن سے اس کی عظمت ظاہر ہوتی ہے (حاوی و مقدمہ امانی الاحبار ملخصاً)

جرح و تعدیل اور امام طحاوی:

جرح و تعدیل کے پارے میں امام طحاویؒ کی رائے بطور سند کتب جرح و تعدیل میں ذکر ہوئی ہے اور معانی الآثار میں بھی بکثرت روایات کی جرح و تعدیل پر انہوں نے کلام کیا ہے اور مستقل کتاب بھی لکھی جس کا ذکر اور پر ہوا اور "تفصیل المحدثین" کرائبی کے رد میں لکھی، ابو عبید کی کتاب السنة کی اغلاط پر مستقل تصنیف کی۔

حافظ ابن حجر کا تعصب:

لیکن نہ تو خود امام طحاویؒ کی تاریخ کبیر وغیرہ اس وقت موجود ہیں نہ ان کے اکابر تلامذہ کی کتابیں جن سے ان کے سب اقوال معلوم ہو سکتے، حافظ ابن حجر جو کچھ اوپر سے لیتے ہیں اس میں وہ حنفیہ کے ساتھ پوری عصیت بر تھے ہیں، چنانچہ خود ان کے تلمیذ حافظ سخاوی کو اپنی تعلیقات در رکا منہ میں متعدد جگہ اعتراض کرنا پڑا کہ حافظ ابن حجر جب بھی کسی حنفی عالم کا ذکر کرتے ہیں تو اس کو کم درجہ کا دکھلانے پر مجبور ہیں۔ اسی تعصب شدید کے باعث انہوں نے امام طحاویؒ کا ذکر نہ ان کے جلیل القدر شیوخ و اساتذہ کے حالات میں کیا اور نہ ان کے اعلیٰ درجہ کے تلامذہ و اصحاب کے حالات میں کیا۔

ابتدہ جن لوگوں میں کوئی کلام تھا ان کے ضمن میں ان کا ذکر ضرور کیا تا کہ ان کے ساتھ امام طحاویؒ کی قدر و منزلت بھی کم ہو جائے، پھر اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ یہ ہے کہ جن ضعیف روایات سے امام طحاویؒ نے کسی وجہ سے معدوے چند احادیث لے لی ہیں تو حافظ نے اس کو بڑھا چڑھا کر کہا کہ امام طحاویؒ نے ان سے بہت زیادہ روایت کی ہے اور بہت سے اعلیٰ درجہ کے ثقہ روایہ جن سے امام طحاویؒ نے بکثرت روایات لی ہیں ان کے حالات میں حافظ نے نہیں بتایا کہ یہ امام طحاویؒ کی روایۃ میں ہیں۔

اسی طرح تہذیب دلسان میں امام طحاویؒ کے اقوال جرح و تعدیل بھی صرف ضرور ٹکھیں کہیں لے لئے ہیں، حافظ ابن حجرؒ کی اسی روشن کے باعث حضرت شاہ صاحبؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جس تدریقصان رجال حنفیہ کو حافظ سے پہنچا ہے اور کسی سے نہیں پہنچا کیونکہ تہذیب الکمال مزی میں (جس کا خلاصہ تہذیب التہذیب للحافظ ہے) بکثرت آئندہ محمدیین کے حالات میں ان کے شیوخ و تلامذہ میں حنفی تھے، جن کا ذکر حافظ نے حذف کر دیا ہے، دوسری کتب کی نقول سے ان کا پتہ چلتا ہے، توقع ہے کہ تہذیب الکمال حیدر آباد سے جلد شائع ہو گی، تب موازنہ ہو سکے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مقدمہ امانی الاحبار:

مقدمہ امانی الاحبار میں معانی الآثار اور مشکل الآثار کے روایۃ پر امام طحاویؒ کے کلمات جرح و تعدیل کو یکجا کر دیا ہے جس سے ایک نظر میں امام موصوفؒ کی بالغ نظری و وسعت علم کا انداز ہو جاتا ہے۔

ناقہ دین امام طحاویؒ:

اوراق سابق میں تحریر ہوا کہ اکابر محمدیین نے امام طحاویؒ کی ہر طرح توثیق مدح کی ہے لیکن چند حضرات نے کچھ نقده بھی کیا ہے۔

امام نبیقی:

ان میں سے ایک تو امام نبیقی ہیں، ان کا نقد و جواب جواہر مھینہ میں پر تفصیل موجود ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ عبدال قادر نے فرمایا کہ امام نبیقی نے اپنی کتاب او سط معروف با آثار و سنن میں کہا کہ امام طحاوی کی کتاب (معانی الآثار) میں نے دیکھی تو اس میں کتنی ہی احادیث ضعیفہ کی اپنی رائے کی وجہ سے صحیح کر دی ہے اور کتنی ہی صحیح حدیثوں کو اپنی رائے کی وجہ سے ضعیف کہہ دیا ہے، شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے امام طحاوی کی کتاب دیکھی اور اپنے استاد قاضی القضاۃ علی الدین ماردینی کے فرمانے پر اس کی شرح لکھی، اس کی اسناد پر کلام کیا، اس کی احادیث و اسناد کو صحاح ستہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور دوسری کتب حفاظت حدیث کی روایت کردہ احادیث کے ساتھ مطابقت دی اور اس کا نام "الحاوی فی بیان الآثار الطحاوی" رکھا۔

حاشا وکلا! جوبات امام نبیقی نے ان کی کتاب مذکور کی طرف منسوب کی ہے وہ اس میں کہیں بھی نہیں ہے، اسی طرح صاحب کشف الظنون نے بھی کہا کہ امام نبیقی نے جو کچھ امام طحاویؓ کے بارے میں کہا ہے وہ بے بنیاد اتهام ہے اور وہ بھی ایسے شخص پر جس پر اکابر مشائخ حدیث نے اعتماد کیا ہے (مقدمہ امامی ص ۵۵)

علامہ ابن تیمیہ:

دوسرے ناقد علامہ ابن تیمیہ ہیں انہوں نے مسماج السنہ میں حدیث رد شمس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور طحاوی نے اس کو روایت کر دیا ہے کیونکہ وہ نقد حدیث کے ماہر نہ تھے اور ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح بھی اپنی رائے کی وجہ سے دیا کرتے تھے، ان کو دوسرے اہل علم کی طرح اسناد کی معرفت نہ تھی، اگرچہ وہ کثیر الحدیث تھے اور فقیہ و عالم تھے۔

علامہ نے حدیث مذکور کی روایت کی وجہ سے امام طحاوی پر نقد مذکور کیا ہے، حالانکہ اس کو روایت کرنے والے وہ تنہ انہیں ہیں بلکہ اور بہت سے محدثین متعدد میں و متاخرین نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور موضوع انہیں قرار دیا۔

علامہ ابن جوزی:

علامہ خفاجی مصری نے شرح شفاء میں کہا کہ اس حدیث کو بعض حضرات نے موضوع کہا ہے، حالانکہ حق کے خلاف ہے اور ان کو دھوکہ ابن جوزی کے کلام سے ہوا ہے حالانکہ ان کی کتاب میں بے جا تشدد ہے، ابن صلاح نے کہا ہے کہ انہوں نے بہت سی صحیح احادیث کو موضوعات میں داخل کر دیا ہے۔

پھر لکھا کہ اس حدیث کو تعدد طرق کی وجہ سے امام طحاویؓ نے صحیح قرار دیا ہے اور ان سے قبل بھی بہت سے آئندہ حدیث نے اس کو صحیح کہا ہے اور تجزیٰ تصحیح کی، مثلاً ابن شاہین، ابن منده، ابن مردویہ نے اور طبرانی نے حسن کہا، امام سیوطی نے مستقل رسالہ میں اس حدیث کی متعدد طرق سے روایت کی اور پوری طرح صحیح کی، لہذا معلوم ہوا کہ علامہ ابن تیمیہ اور ابن جوزی نے جو اس کو موضوع کہہ کر اعتراض کیا ہے وہ ان کی تجویزی غیر تحقیقی رائے ہے۔

حافظ ابن حجر:

امام طحاوی پر نقد کرنے والوں میں تیرے نمبر پر حافظ ابن حجر ہیں، انہوں نے سان لمیز ان میں ان کا ذکر لا متكلم فی قرار دیا پھر امام

بیہقی کا قول مذکور نقل کیا جس کا جواب گز رچکا۔

اس کے بعد مسلم بن قاسم اندر کی کے ایک قول سے امام طحاوی کو تم قرار دیا حالانکہ امام ذہبی نے میزن میں اس کو ضعیف کہا اور مشہبہ میں سے قرار دیا اور اسی مسلمہ نے امام بخاری پر الزام لگایا تھا کہ انہوں نے اپنے استاد علی بن مدینی کی کتاب العلل چرا کر نقل کرائی، پھر اس کی مدد سے جامع صحیح بخاری تالیف کی جس سے ان کی اتنی عظمت بڑھی، حافظ نے تہذیب میں اس اتهام کو ذکر کر کے کہا یہ واقعہ غلط ہے کیونکہ بے سند ہے، لیکن اسی شخص سے حافظ نے امام طحاوی پر تہمت نقل کی تو اس کو بے سند نہیں کہا اس کی تقدیط کی۔

امام طحاوی بڑے مجتہد تھے:

حضرت مولانا عبدالجی صاحب نے تعلیقات سدیہ میں فرمایا کہ امام طحاوی مجتہد تھے اور امام ابو یوسف[ؓ] و امام محمد کے طبق میں تھے ان کا مرتبہ ان دونوں سے کم نہیں تھا (مقدمہ امامی ص ۵۹)

تالیفات امام طحاوی[ؓ]

امام موصوف کی تمام تالیفات جمع و تحقیق اور کثرت فوائد کے لحاظ سے نہایت ممتاز و مقبول رہی ہیں، فقهاء مدققین اور علماء محققین نے ان کو ہمیشہ بڑی قدر کی نظر سے دیکھا ہے، لیکن پہبخت متاخرین کے مخدومین میں ان کا اعتماد یادہ رہا ہے، اسی لئے ان کی کتابیں بہت کم طبع ہو سکیں، ان میں سے مشہور و اہم تالیفات حسب ذیل ہیں۔

(۱) معانی الآثار:

حسب تحقیق ملا علی قاری یہ کتاب امام موصوف کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور اس کو بغور و انصاف مطالعہ کرنے والا حسب ارشاد حافظ عینی[ؓ] اس کو دوسری تمام کتب مشہورہ متداولہ مقبولہ پر ترجیح دے گا اور فرمایا کہ اس بات میں شک کرنے والا یا جاہل ہگایا متعصب، چنانچہ جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ پر تو اس کی ترجیح اس قدر واضح ہے کہ کوئی عالم و عاقل اس میں شک نہیں کر سکتا کیونکہ اس میں وجہ استباطات کا اظہار اور ناتح و منسوخ کی تجزیہ وغیرہ ایسے امور ہیں جو ان دونوں دوسری کتابوں میں نہیں ہیں۔

اگر کوئی کہے کہ اس میں کچھ ضعیف روایات بھی ہیں تو کہا جائے گا کہ کتب مذکورہ بھی اس سے خالی نہیں ہیں، باقی سنن دارقطنی، سنن دارمی اور سنن بیہقی وغیرہ کو تو کسی اعتبار سے بھی معانی الآثار کے برابر نہیں رکھا جا سکتا، چنانچہ اس کی خدمت نہیں ہوئی اور اس کے مضامین عالیہ و تحقیقات فالقة کو تمایاں نہیں کیا گیا اس لئے و مخفی خزانوں کی طرح اکثر لوگوں کی نگاہوں سے او جمل رہے، کم ہمت و کم فہم متاخرین نے اس کے مطالعہ و اسفادہ سے گریز کیا اور مخالفوں نے احناف و کتب احناف کے خلاف پروپگنڈے کا سلسلہ برابر جاری رکھا جس سے اس کے محاسن پوشیدہ رہے اور حق دار اپنے حق سے محروم رہے، اب خدا کا شکر ہے کہ ان دلی ہوئی چیزوں کے ابھرنے کا وقت و موقع آیا ہے۔ (والله المستعان)

علامہ ابن حزم اور معانی الآثار کی ترجیح موطأ مالک پر:

علامہ ابن حزم اندر کی ظاہری اپنی رائے پر جمود اور تشدید میں ضرب المثل ہیں کہ اپنے مخالف کی سخت الفاظ میں تجویل و تحقیق ان کا خاص شعار ہے حتیٰ کہ آئمہ و محدثین کبار کی بھی تردید کرتے ہیں تو نہایت درشت و نازی بالجوج میں کرتے ہیں، آئمہ احناف سے بھی بہت زیادہ تعصب رکھتے ہیں مگر باوجود اس کے امام طحاوی کی جلالت تدریس سے اس قدر متاثر ہیں کہ اپنی کتاب مراتب الدیانت میں مصنف طحاوی کو موطاء امام مالک پر ترجیح دی ہے، حالانکہ شاہ عبدالعزیز صاحب[ؒ] نے عجالۃ نافعہ میں موطاء امام مالک کو صحیحین (بخاری و مسلم) کی اصل و ام قرار دیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب اور معانی الآثار:

ہمارے حضرت شاہ صاحب قدس سرہ بھی شرح معانی الآثار مذکور کو سنن ابی داؤد کے درجہ میں فرمایا کرتے تھے، غرض یہ امر ناقابل انکار ہے کہ اس کا مرتبہ سنن اربعہ سے تو کسی طرح کم نہیں بلکہ ان میں سے اکثر پر اس کو ترجیح ہے۔

افسوس ہے کہ بعض حضرات نے علامہ ابن حزم کی ترجیح مذکور کو ان کی جلالت شان کے خلاف سمجھا اور لکھا ہے حالانکہ خاص اس معاملہ میں کوئی بات ایسی معلوم نہیں ہوئی۔ والعلم عند الله۔

معانی الآثار کے خصائص و مزایا:

یہاں ہم معانی الآثار کی چند خصوصیات، محاسن و مزایا بھی کرتے ہیں تاکہ تعارف کامل ہو جائے، اس کو مقدمہ امامی ص ۶۳ سے ترجمہ کیا جاتا ہے، جزی اللہ مؤلفہ خیر الجزاء

۱- اس میں بہت سی وہ صحیح احادیث ہیں جو دوسری کتب حدیث میں نہیں پائی جاتیں۔

۲- امام طحاوی اسانید حدیث پر کثرت نقل کرتے ہیں، اس لئے بیشتر احادیث مرویات وغیرہ سے اس میں مہم زیادات ملتی ہیں اور تعداد اسانید سے حدیث قوی ہو جاتی ہے، اور بھی ایسا ہوتا ہے کہ دوسروں نے ایک حدیث کو ضعیف سند سے نقل کیا تھا، امام طحاوی اس کو قوی سے سند سے لائے ہیں یا ان کے یہاں ایک طریق سے مردی تھی یہاں بہت سے طرق ذکر کئے اور اس سے محدث کو بہت سے نکات و فوائد مہمہ حاصل ہو جاتے ہیں کہیں ایسا ہوا ہے کہ دوسروں نے کسی حدیث کو بطریق تدليس روایت کیا تھا، امام طحاوی نے اس سے تدليس کا عیب ہٹادیا کہیں ایسا ہے کہ دوسروں نے حدیث کی روایت کسی ایسے راوی سے کی جو آخر عمر میں متصف ہے اختلاط ہو گیا تھا، امام طحاوی اس راوی سے قبل اختلاط کی روایت لاتے ہیں، کہیں ایسا ہوا ہے کہ دوسروں نے ایک حدیث کو مرسلاً، منقطع یا موقوف طریقہ سے روایت کیا تھا، امام نے اس کو بطریق اتصال و مرفع روایت کیا، اسی طرح امام اپنی کتاب میں دوسروں کے غیر منسوب رواۃ کی نسبت بتلادیتے ہیں، مہم کا تسلیمہ مشتبہ کی تمیز، محل کی تفسیر، اضطراب و شک راوی کا سبب بیان کر دیتے ہیں اور اسی قسم کے اور فوائد کیشہ متنوع اس میں ملیں گے۔

۳- معانی الآثار میں پر کثرت آثار صحابہ و تابعین و اقوال آئندہ ذکر کئے گئے جو امام طحاوی کے معاصر محدثین کی کتابوں میں نہیں ہوتے، پھر امام طحاوی آئندہ کا کلام حدیث درجال کی تصحیح، ترجیح یا تضعیف میں بھی نقل کرتے ہیں۔

۴- مسائل فقہ پر رجس باندھتے ہیں پھر احادیث لاتے ہیں اور ایسے دلیل استنباط ذکر کرتے ہیں کہ ان کی طرف اذہان کم متوجہ ہوتے ہیں۔

۵- پوری کتاب فقہی ابواب پر مرتب ہے لیکن بہت سے موقع نہایت لطیف طریقوں سے خصوصی مناسبات پیدا کر کے ایسی احادیث لاتے ہیں جو بظہار ان ابواب سے متعلق معلوم نہیں ہوتیں جیسے باب المیاہ میں حدیث "الملسلم لا ینجس" اور حدیث "بول اعرابی اور مسجد یا حدیث "قراءة فی الفجر" باب وقت الفجر میں وغیرہ۔

۶- اولہ احناف کے ساتھ دوسروں کے دلائل بھی ذکر کرتے ہیں، تمام اخبار و آثار پر سند و متن، روایت و نظر کے لحاظ سے مکمل بحث و تحقیق کرتے ہیں اور اس اعتبار سے یہ کتاب تفقہ و تعلیم طرق تفقہ اور ملکہ تفقہ کو ترقی دینے کے لئے بنے نظر و بے مثل ہے اس کے بعد بھی کوئی اسی نافع و مفید کتاب سے صرف نظر و تغافل برتے تو یہ عقل و انصاف سے بہت بعید ہے۔

معانی الآثار کے بہت سے شیوخ وہی ہیں جو مسلم شریف کے ہیں، ان کی بیشتر احادیث و اسناد وہی ہیں جو صحیح ست، مصنف ابن ابی شیبہ اور دیگر کتب حفاظ حدیث کی ہیں اور کتاب کے خصائص و محاسن کچھ اور پر لکھے گئے ان سے بھی کتاب مذکور کی مزید عظمت و افادیت واضح ہے۔

علامہ عینی (شارح بخاری و معانی الآثار) نے برسوں تک جامعہ مؤیدیہ مصر میں "معانی الآثار" کا درس دیا ہے، ملک مؤید بڑا عالم اور علم دوست بادشاہ تھا، علماء کو جمع کر کے علمی بحثیں کیا کرتا تھا، حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کے لئے خاص طور سے الگ الگ نمایاں مندوں میں بنوائی تھیں جن پر بیٹھ کر علماء درس حدیث دیا کرتے تھے، ایک مند کری معانی الآثار کے لئے مقرر کی تھی جس کے لئے علامہ عینی کو نامزد کیا تھا، چنانچہ آپ نے متلوں تک اس کا درس بڑی خوبی و تحقیق سے دیا، ظاہر ہے کہ ایک طرف دوسری امہات کتب بخاری مسلم وغیرہ کے شیوخ ملک مؤید کے مقرر کردہ بیٹھ کر درس دیتے ہوں گے اور دوسری طرف حفظیہ کی واحد کتاب معانی الآثار کا درس علامہ عینی دیتے ہوں گے تو علامہ عینی کا درس کس شان کا ہوتا ہوگا۔

علامہ عینی نے غالباً اسی زمانہ میں معانی الآثار کی دونوں شرحیں لکھیں جن ذکر آگے آتا ہے، آج بھی اس کی ضرورت ہے کہ "معانی الآثار" ہمارے دورہ حدیث کا باقاعدہ جزو بن کر اس کا درس بخاری و ترمذی کی طرح پوری تحقیق و تدقیق کے ساتھ دیا جائے، اگر ملک مؤید کے زمانہ میں اس کے درس کا اہتمام ضروری تھا تو آج اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے، کمالاً یخفي علی اهل العلم و البصیرۃ۔

اگر معانی الآثار کا درس اس کی شروح کو سامنے رکھ کر دیا جائے، طلبہ حدیث کو بدایت ہو کر الجواہر لقی، جامع مسانید امام اعظم، کتب امام ابو یوسف و کتب امام محمد، عمدة القاری، عقود الجواہر المدیفہ وغیرہ کا لازمی طور سے خارج اوقات درس میں مطالعہ کریں اور جہاں ضرورت ہو اساتذہ سے رجوع کریں تو ہمارے طلبہ صحیح معنی میں عالم حدیث ہو کر تکلیف اور جو کوئی آج محسوس ہو رہی ہے اس کا ازالہ ہو سکتا ہے۔

معانی الآثار کی شرح میں سے علامہ قرشی کی شرح "حاوی" اس لحاظ سے بہت زیادہ اہم ہے کہ اس کی احادیث کو صحاح ست و دیگر کتاب حدیث کی احادیث کے ساتھ مطابق دکھایا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس کا کچھ حصہ دارالكتب مصریہ میں موجود ہے، کاش پوری کتاب بھی کہیں ہو اور طبع ہو جائے۔

امام نیہقی نے جو اعتراضات امام طحاوی پر کئے تھے ان کے جواب میں قاضی القضاۃ شیخ علاء الدین ماردینی نے الجواہر لقی فی الرد علی نیہقی لکھی جس کا جواب آج تک کسی سے نہ ہو سکا، واقعی بے مثل تحقیقی کتاب ہے، دو جلدیں دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہیں اور سنن نیہقی کے ساتھ بھی شائع ہوئی ہے۔

اس میں مؤلف موصوف نے خاص طور سے بھی ثابت کیا ہے کہ جس قسم کے اعتراضات امام نیہقی نے امام طحاوی پر کئے ہیں، ان سب کے مرکب وہ خود ہیں اور امام طحاوی ان سے بری ہیں، مثلاً وہ اپنے مذہب کی تائید میں کوئی ضعیف السنہ حدیث لاتے ہیں اور اس کی توثیق کر دیتے ہیں اور ایک حدیث ہمارے مذہب کے موافق لاتے ہیں جس کی سند میں وہی شخص راوی ہوتا ہے جس کی اپنے معاملہ میں توثیق کر کچے تھے، لیکن دو چارورق کے بعد ہی یہاں اس کی تضعیف کر دیتے ہیں، بہ کثرت ایسا کرتے ہیں، اس وقت دونوں کتابیں مطبوعہ موجود ہیں جس کو شک ہو وہ دیکھ سکتا ہے، دوسری بہترین شرح حافظ عینی (شارح بخاری) کی مبانی الاخبار ہے جو دارالكتب مصریہ میں خود مؤلف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ۲ جلدیں میں موجود ہے اس میں رجال پر کلام نہیں ہے، کیونکہ اس کے لئے مؤلف موصوف نے مستقل کتاب معانی الاخبار لکھی تھی وہ بھی دو جلدیں میں ہے، حافظ عینی کی یہ عظیم الشان خدمت بھی شرح بخاری سے کم درج کی نہیں ہے۔ (حاوی علامہ کوثری)

تیسرا قابل ذکر شرح علامہ عینی کی ہی ہے "نخب الانکار فی شرح معانی الآثار" جس میں علامہ نے رجال پر بھی شرح معانی حدیث کے ذیل ہی میں بحث کی ہے جیسا کہ عمدة القاری "شرح بخاری" میں کی ہے، اس کا بھی قلمی نسخہ دارالكتب مصریہ میں ہے اور کچھ اجزاء استنبول کے کتب خانوں میں بھی ہیں، پوری کتاب ۸ صفحیں جلدیں میں ہے۔

چوتھی بہترین شرح خدا کے فضل بے پایاں سے وہ ہے جو حضرت العلام مولانا محمد یوسف صاحب دام ظلہم و فیضہم امامی الاخبار کے نام سے تالیف فرمائے ہیں جس کی ایک جلد شائع ہو چکی ہے ان کے پاس حافظ عینی کی شرح مذکورہ کے بھی کچھ حصے موجود ہیں جس سے توقع ہے کہ یہ

شرح تمام شروع سابقہ کا بہترین خلاصہ نبود ہوگا، اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو اس کے اتمام و تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائے و ما ذکر علی اللہ عزیز۔ علامہ کوثریؒ نے معانی الآثار کی تلخیص کرنے والوں میں حافظ مغرب علامہ ابن عبد البر مالکی اور حافظ زیلیعی حنفی (صاحب نصب الرایہ) کے اسماء گرامی تحریر فرمائے ہیں۔

۲- مشکل الآثار:

اس میں احادیث کے تضاد رفع کئے ہیں اور ان سے احکام کا اختراج کیا ہے، یہ آخری تصنیف ہے اتنیوں کے مکتبہ فیض اللہ شیخ الاسلام میں مکمل چھتیں مجلدات میں موجود ہے، حیدر آباد سے جو چار جلدیں طبع ہوئی ہیں وہ غالباً پوری کتاب کا نصف سے بھی کم حصہ ہے۔

علامہ کوثریؒ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے امام شافعیؒ کی "اختلاف الحدیث" اور ابن قتیبہ کی "مختلف الحدیث" دیکھی ہوں اور پھر امام طحاویؒ کی کتاب مذکور بھی دیکھیں تو وہ امام طحاویؒ کی جلالت قدر و سعیت علم کے زیادہ قابل ہوں گے۔

۳- اختلاف العلماء:

یہ تصنیف مکمل نہیں ہو سکی تا ۱۳۰ جزو حدیثی میں بیان کی جاتی ہے، علامہ کوثریؒ نے فرمایا کہ اس کی اصل میں نہیں دیکھ سکا البتہ اس کا خلاصہ جو ابو بکر رازی نے کیا ہے مکتبہ جاراللہ اتنیوں میں موجود ہے اس مختصر میں آئندہ اربعہ، صحابہ، عثمان تجی، او زاعی، ثوری، لیث بن سعد، ابن شبرمہ، ابن الیلسی، حسن بن حنفی وغیرہ مجتهد ہیں و کبار محدثین متقدیم کے اقوال ذکر کئے ہیں جن کی آراء آج مسائل خلافی میں معلوم ہو جائیں تو بہت بڑا علمی نفع ہو، کاش! وہ اصل یا یہ مختصر ہی شائع ہو جائے۔ (حاوی علامہ کوثری)

۴- کتاب احکام القرآن:

۲۰ جزو میں احکام القرآن پر تصنیف ہے قاضی عیاض نے اکمال میں فرمایا کہ امام طحاویؒ کی ایک ہزار ورق کی کتاب تفسیر قرآن میں ہے اور وہ ان کی احکام القرآن ہے۔ (حاوی)

۵- کتاب الشروط الکبیر:

۲۰ جزو کی کتاب ہے جس کا کچھ حصہ بعض مستشرقین یورپ نے طبع کرایا ہے، کچھ اجزاء قلمی اس کے اتنیوں کے کتاب خانوں میں ہیں، اس کے علاوہ ۲۶ الشروط الاوسط اور کے الشروط الصغری بھی ہیں اور ان سب سے امام طحاوی کا علم شروع و توثیق میں بھی کمال ظاہر ہے۔

۶- مختصر الامام الطحاوی:

فقہ حنفی میں سب سے پہلی نہایت معتمد اعلیٰ تصنیف ہے، اس میں امام عظیم واصحاب امام کے اقوال مع ترجیحات ذکر کئے ہیں، صحیح و طبع کے پورے اہتمام سے احیاء المعارف العمانیہ حیدر آباد نے ۱۳۷۰ھ میں شائع کر دی ہے، صفحات: ۲۷۸، اس کی بہت شروع لکھی گئیں سب سے اقدم و اہم اور درایت دروایت کے لحاظ سے مسٹحکم ابو بکر رازی بحاص کی شرح ہے جس کا کچھ حصہ دارالكتب المصریہ میں ہے اور باقی اجزاء اتنیوں کے کتب خانوں میں ہیں، مختصر المزنی کے طرز و ترتیب پر ہے جو فقه شافعیؒ کی مشہور کتاب ہے، امام طحاویؒ نے اس کے علاوہ فقه میں ۹- مختصر کبیر و ۱۰- مختصر صغير بھی لکھی ہیں۔

۱۱- نقص کتاب المدینین:

۵ جزو کی کتاب ہے جس میں کرامیہ کی کتاب المدینین کا بہترین رد کیا ہے کرامیہ کی کتاب بہت مختصر و خطرناک تھی اس میں اعداد سنت کو حدیث

کے خلاف موافق احمد کیا گیا تھا اور اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے سب رواۃ حدیث کو گرانے کی سعی کی تھی تاکہ صرف وہ اور اس کا مذہب زندہ رہے۔

١٢- الرد على أبي عبد الله:

كتاب النسب میں جو غلطیاں انہوں نے کی تھیں ان کی تصحیح امام طحاوی نے کی۔ (الجواہر المعبودۃ)

١٣-التاريخ الكبير:

ابن خلکان، ابن کثیر، یافعی، سیوطی، ملا علی قاری وغیرہ سب نے اس کا ذکر کیا ہے، ابن خلکان نے لکھا کہ میں نے اس کتاب کی تلاش میں انتہائی جبجو کی لیکن کامیابی نہ ہوئی، کتب رجال اس کی نقول سے بھری ہوئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت اہم اور معتمد ترین کتاب ہے۔

١٣-كتاب في النحل واحكامها:

چالیس جزو کی اہم کتاب ہے۔ (حاوی)

١٥-عقيدة الطحاوي:

علامہ کوثریؒ نے فرمایا کہ اس میں اہل سنت والجماعت کے عقائد بے لحاظ نہ ہب فقہاء مت (امام اعظم واصحاب امام) بیان کئے ہیں جس کی بہت سی شروع لکھی گئی ہیں (حاوی)

١٤- سنن الشافعی:

اس میں وہ سب احادیث جمع کر دی ہیں جو امام مزینی کے واسطے امام شافعی سے مروی ہیں، علامہ عینی نے کہا کہ ”مند امام شافعی“ گورواریت کرنے والے اکثر امام طحاوی کے واسطے ہیں اسی لئے سنن الشافعی کو سنن الطحاوی بھی کہا جاتا ہے۔

٧-شرح المغني:

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس سے بہت جگہ اخذ کیا ہے مثلاً باب اذا صلی فی الشوب الواحد فلیجعل علی عاتقیہ "میں کہا کہ طحاوی نے شرح المغزی میں اس پر باب قائم کیا ہے اور اس کی ممانعت حضرت ابن عمرؓ، پھر طاووس الخنی سے نقل کی ہے۔ (مقدمہ امامی الاخبار) ان کے علاوہ دوسری تالیفات یہ ہے، ۱۸۰ النواور الفقیہ ۱۰ جزو ہیں، ۱۹۰ النواور والحكایات تقریباً ۲۰ جزو ہیں، ۲۰ جزوی حکم ارض مکہ، جزوی قسم، ۲۱ الفقی و الغنائم ۲۲ کتاب الاشرب، ۱۲۳ الرد علی عیسیٰ بن ابیان، ۲۲ جزو فی الرزی، ۲۵ شرح الجامع الصیغراً لاما محمد، ۲۶ شرح الجامع الکبیر لـ، ۲۷ کتاب الحاضہ والاجلات، ۲۸ کتاب الوصایا، ۲۹ کتاب الفرقان، ۳۰ اخبار ابی حنیفہ واصحاب، ۳۱ کتاب التسویہ یہین حدثنا و اخبرنا، ۳۲ کتاب صحیح الآثار، ۳۳ اختلاف الروایات علی نذهب الکوفین، دورہ حدیث کے درسی سلسلہ کی مناسبت سے اصحاب صحاح ستہ اور امام طحاوی رحمہم اللہ کے حالات یکجا لکھنے کے بعد امام بخاریؓ کے سال وفات ۷۲۵ھ سے شروع کر کے اب دوسرے اکابر محدثین کے حالات پر ترتیب وفیات ذکر کئے جاتے ہیں۔ والله المیسر والمتمن۔

۸-حافظ عبد اللہ بن الحسن ابو محمد الجوہری، معروف به حافظ بدعلم ۲۵۷ھ

آپ امام اعظم کے مشہو شاگرد حافظ ابو عاصم النبلی کے مستقلی تھے، امام ترمذی، ابو داؤد، نسائی وابن ماجہ آپ کے حدیث میں شاگرد ہیں، ابن حبان نے کتاب الثقات میں آپ کو مستقیم الحدیث لکھا ہے، اگرچہ آپ کا ذکر حافظ ذہبی نے تذکرة الحفاظ میں نہیں کیا مگر حافظ

عبدالباقي بن قانع نے آپ کو حافظ حدیث کے لقب سے یاد کیا۔ (تہذیب التہذیب)

۹- امام ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن خالد بن فارس وہ ملی نیشا پوری، م ۲۵۸ھ

خراسان کے سب سے بڑے شیخ الحدیث تھے، حافظ ذہبی نے الذہبی شیخ الاسلام، حافظ نیشا پور لکھا اور ان کے طبقہ میں جس میں امام بخاری و مسلم بھی داخل ہیں سب سے پہلے آپ ہی کا ذکر کیا ہے، ۷۰۰ھ کے بعد پیدا ہوئے، طلب حدیث کے لئے تمام ممالک اسلامیہ کا تین بار سفر کیا اور بڑے بڑے شیوخ سے استفادہ کیا، تحصیل علم پر ذیروہ لاکھ روپے صرف کئے، حافظ ذہبی نے آپ کے اساتذہ میں حافظ عبد الرزاق (تمیز امام اعظم) عبد الرحمن بن مہدی، اسbat بن محمد، ابو داؤد طیلیسی کے نام لکھ کر بتایا کہ اسی درجہ کے دوسرے مشائخ حرمین، مصر و یمن وغیرہ سے استفادہ کر کے خصوصی امتیاز حاصل کیا، ثقہ اور تقویٰ، دیانت و متابعت سنت کے ساتھ علمی تفوق میں فرد کامل تھے، حسب تصریح امام احمد، امام زہری کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے، امام احمد نے اپنی اولاد و اصحاب کو حکم دیا تھا کہ آپ کی خدمت میں جا کر احادیث لکھیں، سید الحفاظ امام یحییٰ بن معین سے سعید بن منصور نے کہا کہ آپ امام زہری کی حدیثیں کیوں نہیں لکھتے؟ تو فرمایا کہ اس کام کو ہماری طرف سے محمد بن یحییٰ نے پورا کر دیا ہے۔

اس زمانہ کے مشائخ حدیث یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ”جس حدیث کو محمد بن یحییٰ نہ جانیں اس کا اعتبار نہیں“، حافظ فضل رازی نے آپ کو سرتاپا فائدہ کہا اور کہا کہ آپ نے کبھی کسی حدیث میں غلطی نہیں کی ابو حاتم نے امام اہل زمانہ، امام نسائی نے ثقہ، ثبت، احمد الاممہ فی الحدیث کہا، آپ کے تمیز حدیث حافظ ابن خزیمه آپ کو امام اہل مصر بلامافعہ کہتے تھے، امام ابو بکر بن ابی داؤد نے امیر المؤمنین فی الحدیث کہا، دارقطنی نے کہا کہ جس شخص کو سلف کے علم کے مقابلہ میں اپنی بے بضاعتی کا اندازہ لگانا ہوا س کو آپ کی تصنیف، عمل حدیث الزہری، کام مطالعہ کرنا چاہئے۔

تمام ارباب صحاح ستہ حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں لیکن امام مسلم نے اپنی صحیح میں آپ سے کوئی روایت نہیں لی اور امام بخاری نے ۳۲ حدیث آپ سے اپنی صحیح میں روایت کی ہیں اگرچہ کسی جگہ بھی محمد بن یحییٰ نام نہیں لیا صرف محمد کہایا و دوسری نسبتوں سے ذکر کیا جس کو علامہ خزر جی نے خلاصہ میں مذکور ہے، امام بخاری کے حالات میں ذہبی سے ان کے اختلاف کا واقعہ نقل ہو چکا ہے، درحقیقت جس طرح امام بخاری ”الایمان قول عمل“ میں تشدد تھے اسی طرح امام ذہبی تلفظ بالقرآن کو حادث مخلوق کہنے کے سخت مخالف تھے یا امام اعظم کی طرح اس قسم کے مسائل کلامیہ پر رائے زنی کو فتنوں کا فتح باب سمجھتے تھے جیسا کہ امام صاحب کے حالات میں گزر چکا ہے۔

امام ذہبی نے لوگوں کو روکا تھا کہ امام بخاری سے مسائل کلامیہ نہ پوچھیں مگر وہ نہ رکے اور امام بخاری نے جواب میں احتیاط نہ کی اور فتنے پا ہوئے جس کی وجہ سے امام ذہبی، امام بخاری سے ناراض ہو گئے، ادھر بغداد کے محمد شیخ نے بھی امام ذہبی کو لکھا کہ امام بخاری نے یہاں بھی ”تلفظ بالقرآن“ کے مسئلہ پر کلام کیا اور ہمارے منع کرنے پر نہیں رکے۔ (طبقات الشافعیہ للسکبی ترجمہ امام بخاری)

اس کے بعد امام ذہبی نے اعلان کر دیا کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کہئے وہ مبتدع ہے اور کوئی شخص بخاری کے پاس نہ جائے ورنہ وہ بھی متهم ہو گا، امام ذہبی کے اس اعلان کے بعد سواء امام مسلم اور احمد بن سلمہ کے سب لوگوں نے امام بخاری سے قطع تعلق کر لیا اور چونکہ امام ذہبی نے یہ بھی کہا تھا کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا قائل ہو وہ ہماری مجلس درس میں حاضر نہ ہو اور تصریح حافظ ذہبی (ترجمہ ابن الولید) امام مسلم بھی لفظ بالقرآن کی طرف منسوب تھے اس نے امام مسلم اسی وقت ذہبی کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے (کتاب الاسماء والصفات نہیں) اور ان کے دل میں بھی امام ذہبی کی طرف سے ناگواری کا اثر ہوا، تاہم یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام مسلم، امام ذہبی و امام بخاری کے باہمی اختلافات مذکور سے الگ رہی ہے اور بقول حافظ ابن حجر انہوں نے یہ بھی انصاف کیا کہ اپنی صحیح میں نہ امام ذہبی سے روایت کی نہ امام بخاری سے، جس

طرح امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم کے تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی اسی بناء پر امام بخاری کی حدیث کو ترک کر دیا تھا۔ یہاں سے یات بھی معلوم ہوئی کہ معمولی اختلافی مسائل میں شدد کرنا کسی طرح موزوں نہیں، اسی لئے نہ وہ شدد موزوں تھا جو امام بخاری نے بہت سے مسائل میں اختیار کیا اور نہ وہ شدد جو امام ذہلی نے مسئلہ مذکورہ میں کیا، آئندہ متبویں خصوصاً امام اعظم کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہوگا کہ ان حضرات کے یہاں ہر چیز کو اعتدال پر اور ہر معاملہ اپنی حدود میں رکھا جاتا تھا اور جہاں وہ مسائل جزئیہ میں متبوع و مقلد تھے، دوسرے امور و معاملات میں بھی صحیح رہنمائی کا حق ادا کر گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

۱۰- حافظ امام عبیاس بحرانی بن یزید بن ابی حبیب البصری، م ۲۵۸ھ

حافظ ذہبی نے آپ کو الامام الحافظ اور ان علماء میں لکھا جو علوم روایت و معرفت حدیث کے جامع تھے، آپ نے امام وکیع، سید الحفاظ، تجھی القطان، امام سفیان بن عیینہ، حافظ عبدالرزاق (تلامذہ امام اعظم) وغیرہ مشائخ سے حدیث حاصل کی اور آپ سے امام ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور دیگر آئندہ حدیث نے روایت کی، دارقطنی نے ثقہ، مامون اور ابو نعیم اصفہانی نے آپ کو حفاظ حدیث میں سے کہا، ایک مدت تک ہمدان کے قاضی رہے، ہمدان، بغداد و اصفہان میں درس حدیث دیا ہے۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔ (تذکرہ و تہذیب)

۱۱- حافظ ہارون بن الحسن بن محمد بن الہمد الہنی ابو القاسم الکوفی، م ۲۵۸ھ

امام بخاری، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے استاذ حدیث ہیں، امام بخاری نے جزء القرآن میں آپ سے روایت کی ہے، حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں اور علامہ خنزرجی نے خلاصہ تہذیب تہذیب الکمال میں "حافظ حدیث" لکھا ہے، امام نسائی نے ثقہ اور ابن حزم نے خیار عباد اللہ میں سے کہا۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔

۱۲- حافظ ابواللیث عبد اللہ بن سریج بن حجر البخاری، متوفی ۲۵۸ھ

مشہور حافظ حدیث امام ابو حفظ کبیر کے اصحاب و تلامذہ میں سے تھے، آپ کو دس ہزار احادیث نوک زبان یاد تھیں اور عبدالان آپ کی بہت تنظیم کرتے تھے، غنچار نے "تاریخ بخارا" میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ (تفہمہ نصب الرایہ)

۱۳- امام ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن عجمہ، م ۲۶۱ھ

مشہور محدث جو فن رجال میں امام احمد اور امام بیہقی بن معین کے ہمسر شمار کئے گئے ہیں، آپ کی تصانیف میں تاریخ رجال مشہور ہے جس کے حوالے کتابوں میں نقل ہوتے ہیں، آپ ہی کے حوالہ سے حافظ ابن ہمام نے فتح القدر ص ۳۲ ج ۱ (نوکشور) میں نقل کیا ہے کہ کوفہ میں پہنچنے والے صحابہ کی تعداد ۹۷ ہزار تھی، رحمہ اللہ تعالیٰ و بر مرضجع۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث)

۱۴- امام ابو بکر احمد بن عمر بن مہبر خصاف، متوفی ۲۶۱ھ، عمر ۸۰ سال

مشہور عالم جلیل، محدث و فقیہ، زائد و عارف، تلمیذ امام محمد و حسن (تلامذہ امام اعظم) ہیں۔ حدیث اپنے والد ماجد عاصم، ابو داؤد طیاری، مسدداً بن سرہ، علی بن المدینی، بیہقی الحماقی اور ابو نعیم فضل بن دکین (تلامذہ امام اعظم) سے روایت کی، حساب و علم الفرائض و معرفت مذہب حنفی میں خصوصی امتیاز رکھتے تھے، اپنے علم و فضل کو ذریعہ معاش نہیں بنایا، جو تھے سینا جانتے تھے اسی سے اپنی معاش حاصل کرتے تھے، جس سے خصاف کہلانے، خلیفہ مہتدی باللہ کے لئے کتاب الخراج لکھی، جب خلیفہ مذکور مقتول ہوا تو آپ کا مکان بھی لوٹا گیا اور آپ کی بعض اہم

تصانیف "مناسک الحج" وغیرہ بھی ضائع ہو گئیں۔

دوسری مشہور تصانیف یہ ہیں: کتاب الوصایا، کتاب الرضاع، کتاب الشروط الکبیر والصغری، کتاب الحاضر والسجلات، کتاب ادب القاضی، کتاب النفقات علی الاقارب، کتاب الحیل، کتاب احکام العصری، کتاب احکام الوقف، کتاب القصر واحکامہ، کتاب المسجد والقبر۔ (فوانیہ بیہیہ وحدائق) رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔

۱۵- حافظ ابو یوسف یعقوب بن شیبہ بصری مالکی م ۲۶۲ نزیل بغداد

کبار علماء حدیث میں سے تھے، نہایت عظیم مند معلل تالیف کیا تھا، جو پورا ہو جاتا تو دو سو مجلدات میں سما جاتا، اس کا صرف مندا بو ہر یہ دو سو جزو کا اور مند علی پائی جلدیں کا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۷۷۷)

حضرت علامہ کشمیری نے نقل کیا کہ جب بغدادی مسجد "خلیفہ رصافہ" میں تشریف لے گئے تو ان کی مجلس اماء میں ستر ہزار آدمی جمع ہو گئے، سات مبلغ تھے جو تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر لوگوں کو شیخ کا کلام پہنچاتے تھے۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔

۱۶- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد حفص بن الز بر قان (ابو حفص صغیر) م ۲۶۳

فقہ میں اپنے والد ماجد ابو حفظ کی سے تخصص حاصل کیا، حدیث ابوالولید طیاسی، حمیدی اور بیہنی بن معین وغیرہ سے حاصل کی، مدت تک طلب علم میں امام بخاری کے رفیق رہے، حافظ ذہبی نے لکھا کہ آپ شفہ، امام، متقدی، زائد، عالم رباني، قبیع سنت بزرگ تھے، آپ کے والد امام محمد کے کبار تلامذہ میں تھے، بخاری میں ان دونوں پر علماء احتیاف کی سیادت ختم تھی اور ان سے آئندہ حدیث و فقہ نے تفقہ حاصل کیا۔

حافظ ذہبی نے آپ کی تصانیف میں سے "الرود علی اهل الاهوا" اور "الرود علی اللفظیہ" ذکر کی ہیں، امام بخاری نیشاپور پہنچے اور امیر بخارا نے آپ کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا تو ابو حفص صغیر نے آپ کو بعض سرحدات بخارا کی طرف پہنچوادیا تھا، حبہم اللہ تعالیٰ (فوانیہ بیہیہ وحدائق)

۱- حافظ عصر امام ابو زرعہ عبد اللہ بن عبد الکریم بن یزید بن فرزخ الرازی

ولادت ۲۰۰ متوفی ۲۶۴

علم حدیث کے مشہور امام اور اس میں امام بخاری کے ہمسر بھی جاتے ہیں، امام مسلم، ترمذی، نسائی وابن ماجہ آپ کے شاگرد ہیں، امام طحاوی نے فرمایا کہ ابو حاتم، ابو زرعہ، ابن دارہ یہ عنیوں رے میں ایسے تھے جن کی نظر اس وقت روئے زمین پر نہ تھی۔

آپ نے طلب حدیث کے لئے بلاد اسلامیہ کا سفر کیا تھا، خود فرمایا کہ میں نے ابو بکر ابن شیبہ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں اور اتنی ہی ابراہیم بن موسیٰ رازی سے، ایک شخص نے حلف اٹھا لیا کہ اگر ابو زرعہ کو ایک لاکھ حدیثیں یاد نہ ہوں تو میری یوں کو ظلاق پہ، پھر ابو زرعہ سے اس کو بیان کیا تو فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو، خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث اس طرح یاد ہے جس طرح کسی کو قتل ہوالله یاد ہوتی ہے، ابو بکر بن ابی شیبہ آپ کے شیخ کا قول ہے کہ میں نے ابو زرعہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔

حافظ عبد اللہ بن وہب دیسوری کا بیان ہے کہ ایک موقعہ پر میں نے ابو زرعہ سے کہا کہ آپ کو حماد کی سند سے امام ابو حنیفہ کی کتنی حدیثیں یاد ہیں؟ تو اس نے پر آپ نے حدیثوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا مثلاً قب امام عظیم موفق ص ۹۶ ج ۱ میں ہے کہ امام صاحب دو ہزار حدیثیں صرف حماد کی روایت فرماتے تھے اور مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بھی معلوم ہا کہ امام صاحب کی روایات حدیثی یاد رکھنے کا بڑے بڑے محدثین کس قدر اہتمام کرتے تھے، ابو زرعہ اور ابو حاتم دونوں خالد زاد بھائی تھے، ابو حاتم نے بھی آپ کی بہت مدح و توصیف کی ہے۔ رحمہ اللہ درجۃ

واسعۃ۔ (امام ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۸۶)

۱۸- امام ابو عبد اللہ محمد بن شجاع شیخی بغدادی، ولادت ۱۸۱ھ، متوفی ۴۲۶ھ

مشہور محدث و فقید عراق، متورع، عابد، قاری اور بحر العلم تھے، فقه و حدیث میں تخصص امام حسن بن زیاد سے حاصل کیا اور دوسرے اکابر جن سے فقد و حدیث میں استفادہ کیا یہ ہیں، حسن بن ابی مالک، اسماعیل بن حماد الامام الاعظم، عبد اللہ بن داؤ و خریبی، معلی بن منصور، حبان صاحب امام اعظم، ابو عاصم النبیل، موسیٰ بن سلیمان جوز جانی، اسماعیل بن علیہ، کعب، واقدی، سیحی بن آدم، عبید اللہ بن موسیٰ وغیرہم، جن حضرات نے آپ سے فقه و حدیث میں خصوصی استفادہ کیا یہ ہیں: قاضی قاسم بن عسنان، احمد بن ابی عمران، (شیخ امام طحاوی) حافظ یعقوب ابن شیبہ السد وی، ذکریا بن سیحی نیشاپوری، ابو الحسن محمد بن ابریشم بن حیشی بغوی (مدون مسند امام حسن بن زیاد وغیرہ ہم)۔

شیخی نسبت ہے شیخ بن عمرو کی طرف، جس نے ابن الحنفی یا ابن الشافع لکھا غلطی کی، اسی طرح جس نے بھی لکھا وہ بھی غلط ہے، آپ نے تحصیل علم میں انتہائی جانفشاںی کی ہے، جس کی وجہ سے تمام علوم خصوصاً فقه و حدیث میں کامل و مکمل ہوئے اور بڑی شہرت پائی۔

شباء اہل علم:

علامہ سیمری رحمۃ اللہ علیہ نے فقد و حدیث، ورع و عبادت کے اعتبار سے عالی مرتبہ کہا، ذہبی نے سیر النبلاء میں کہا کہ آپ بمحور علم میں سے احمد الاعلام تھے، آپ کی کتاب المناسک ۲۰ جزو سے زیادہ کی ہے، ابن ندیم نے فہرست میں کہا کہ "اپنے زمانہ میں اپنے درجہ کے سب علماء سے ممتاز و فائق تھے، فقیہ، ورع اور پختہ رائے والے تھے، آپ نے امام اعظم ابو حنیفہ کی فقہ کے پٹ کھول دیئے، اس کو قوی جتوں سے مستحکم کیا، عمل نکالیں اور احادیث سے قوت دے کر دلوں میں رچایا" (یہی چیزیں معاندین کے لئے وجہ حسد و تعصب بن گئیں) چنانچہ کچھ ناقلين حدیث، کچھ حشوی خیال کے روایۃ اور کچھ عالی متعصیین مذاہب نے آپ پر بے جا اتهامات لگائے اور بدنام کرنے کی سعی، ان کو بعض ہمارے متاخرین علماء نے بھی کتابوں میں نقل کر دیا اور چونکہ یہ ایسے جلیل القدر امام پر کھلا ہوا ظلم تھا اس لئے ہمارے ذمہ اس کا دفاع ضروری تھا، اللہ تعالیٰ علامہ کوثریؒ کو جزائے خیر دے، انہوں نے اس طرف بھی توجہ کی اور "الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد و صاحبہ محمد بن شجاع" لکھ کر تمام غلط فہمیوں کا ازالہ فرمادیا، اس وقت میں اسی کے ضروری اقتباسات اردو میں پیش کر رہا ہوں)

علامہ موفق کی نے مناقب ص ۹۵ ج ۱ میں لکھا کہ "امام محمد بن شجاع نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زیادہ احادیث ذکر کی ہیں جن کی نظائر و متابعات صحابہؓ سے موجود ہیں، اور یہ حدیث و اثر، مرفوع و موقوف پر وسعت اطلاع کا بہت بڑا مرتبہ ہے، آپ جیسے حضرات ہی حدیث کے وجہ احتلاف روایات اور آراء صحابہؓ کے پورے واقف تھے، لہذا اجتہاد کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔

علامہ قرشی نے کہا کہ آپ اپنے وقت میں (یکتا) فقید اہل عراق اور فقه و حدیث میں سب سے زیادہ اوپنے مرتبہ پر فائز تھے، علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں لکھا کہ آپ کی تصانیف بکثرت ہیں، اگر کہا جائے کہ اہل حدیث نے آپ پر تشنج کی ہے اور ابن عدی سے ابن جوزی نے نقل کیا کہ تشبیہ کی تائید میں احادیث وضع کرتے تھے تو میں کہتا ہوں کہ ان کی تصانیف میں تو مشہد کے رد میں مستقل تصانیف موجود ہے پھر ایسا غلط الزام کس طرح درست ہو سکتا ہے، اور وہ اپنے وقت کے بڑے دیندار، عابد و فقیہ تھے۔

ملا علی قاری نے "طبقات حنفیہ" میں لکھا کہ آپ فقید اہل عراق اور فقه و حدیث میں فائق و ممتاز تھے، قراءۃ قرآن کے ساتھ برا شغف تھا اور ورع و عبادت میں مشہور تھے، حاکم نے لکھا کہ آپ کی کتاب المناسک کے ۲۰ جزو بکیر سے زیادہ ہیں، باریک خط سے ہے اور اس کے علاوہ یہ ہیں، تصحیح الآثار (بڑی مختتم کتاب ہے) کتاب النوادر، کتاب الصاریح، کتاب الرد علی المشبه، البیت کچھ میلان آپ کا معتزلہ کی طرف تھا۔

یہ میلان مذکور کا مغالطہ بھی قابل ذکر ہے، امام عظیم[ؑ] کے حالات میں وہ واقعہ ذکر کر چکا ہے کہ امام صاحب نے اپنے اصحاب کو کلام اللہ کے مخلوق وغیر مخلوق ہونے کے بارے میں ہر قسم کی شقوق پر کلام کرنے سے بہت سختی سے روک دیا تھا اور اس واقعہ کو نقل کرنے والے خود محمد بن شجاع بھی ہیں، اس لئے وہ بھی اس معاملہ میں غیر معمولی طور پر محظا ط تھے اور قطعاً سکوت کرتے تھے تاکہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں، اسی سکوت و وقوف کو مخالفوں نے میلان معتزلہ بنالیا تھا حالانکہ وہ معتزلہ (حشویہ) مشبه و مبتذلین سب کے سخت مخالف تھے۔

ابن عدی اور محمد بن شجاع:

امام محمد بن شجاع کے خلاف ابن عدی نے بھی کچھ لکھا ہے جس پر علامہ کوثری کو تبصرہ پڑھئے: فرمایا کہ ابن عدی کو امام عظیم اور آپ کے اصحاب سے بڑی سخت کدو رت و نفرت ہے کہ اپنی کتاب "کامل" میں کسی ایک کے متعلق بھی کوئی تعریف کا کلمہ نہیں لکھا اور جرح و نقہ، تشنیع و بہتان طرازی میں کسی نہیں کی، حالانکہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی عقائد و احکام سلامی میں قیادت امت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا جو خیر القرون سے اس زمانہ تک برابر رہی اور جب تک خدا چاہے گماںگوں کے علی الرغم باقی رہے گی، بلکہ کسی صاحب علم و فہم کو ان حضرات کے ہمارگ ک اجتہاد، فہم کتاب و سنت نیز اصول و فروع و عقائد میں ان کے ناطق فیصلوں کا لواہامانے کے بغیر چارہ نہیں، اسی لئے دوسرے مذاہب فقیہ بھی ان ہی طریقہ پر معمولی تغیرات کے ساتھ چلنے پر مجبور ہوئے اور تمام ہی ارباب مذاہب نے ان حضرات کے فضل و سبق اور تفوق و بالادستی کا اعتراف بھی کیا ہے، چند لوگوں کی مکاہرہ و عناد اور حق پوشی کی باتوں سے یہاں تعریض نہیں۔

اسی لئے علامہ ابن اثیر شافعی نے "جامع الاصول" میں صاف لکھا کہ اگر حق تعالیٰ کا کوئی سرخفی امام ابو عیینہ کے بارے میں نہ ہوتا تو آدمی امت محمد^{صلی اللہ علیہ وسلم} خدا کے دین میں آپ کو "مقتدا" نہ بنائی کہ قدیم زمانوں سے اب تک برابر آپ کے مذہب پر خدا کی بندگی کر رہے ہیں، پھر اپنے بعض اہل مذہب متعصّبین کی حرکات پر بڑے گھرے تاثر کے ساتھ افسوس کرتے ہیں کہ وہ ایسے عالی قدر امام جلیل کے خلاف شان با تیس کرتے ہیں، اس بارے میں کافی لکھا ہے اور یہ واقعہ بھی ہے کہ اقل درجہ میں نصف امت محمدیہ نے ہر زمانہ میں امام صاحب کا اتباع کیا ہے ورنہ ملکی قاری نے تو شرح مشکوٰۃ میں دوہتہائی کا اندازہ لکھا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و حکم۔

غرض ان حضرات کے خلاف طوفان و بہتان انٹھانا و رحقیقت امت محمدیہ کی توہین و تذلیل ہے جو کسی طرح موزوں و مناسب نہیں۔ اللهم الف بین قلوبنا و اصلاح ذات بیننا۔

ابن عدی کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ اکابر و شیوخ کے ماتحت رواۃ کے عیوب کی وجہ سے متعتم بناتے ہیں جیسا کہ ان کے اس عیب کی طرف علامہ ذہبی شافعی اور حافظ سخاوی شافعی نے بھی اشارات کئے ہیں، ابن عدی نے امام محمد بن شجاع کو اہل الرائے کا طعنہ دیا ہے جو دوسرے آئمہ حنفیہ کو بھی دیا گیا ہے اور اس کا جواب امام صاحب کے حالات میں آچکا ہے، متعصب ۲ کہا ہے مگر اس پر کوئی دلیل نہیں دی، بظاہر اپنے عیب کو ان کے آئمہ میں دیکھا ہے، امام شافعی کے بارے میں موہم اہانت کلمہ کا ذکر کیا ہے، اول تو اس کی سند میں انقطاع ہے، کیونکہ اس کے راوی موسیٰ بن الاشیب نے محمد بن شجاع کا زمانہ نہیں پایا، دوسرے یہ کہ امام شافعی نے ان کے استاد حسن بن زیاد کے بارے میں کچھ فرمادیا تھا، اس کے جواب میں شاید انہوں نے بھی ایسا کہہ دیا ہو، تیسرے یہ کہ امام محمد بن شجاع نے امام شافعی کے بارے میں اپنی پہلی رائے سے رجوع کر لیا تھا اور ان کے علم و فضل کے معرف ہو گئے تھے، اس لئے عفاء اللہ عما سلف ہمیں بھی سکوت کرنا چاہئے۔

رہاضع حدیث ۲ کا اتهام وہ بھی ہے دلیل و بے سند ہے اور ایسے بڑے امام محدث و فقیہ سے ایسی بری بات قطعاً صادر نہیں ہو سکتی اس لئے ابن ابی حاتم، عقیلی، ابن حبان وغیرہ کسی نے بھی آپ کے خلاف ایسا الزام ذکر نہیں کیا، اگر کچھ بھی اصلیت ہوتی تو وہ کیوں سکوت کرتے،

دوسرے جس موضوع حدیث کی وضع کی نسبت ابن عدی نے امام موصوف کے زمانہ سے بھی بہت پہلے سے چل رہی تھی، چنانچہ ابن قتیبہ نے "الاختلا فی اللفظ" ص ۳۵ پر اس حدیث کا بھی دوسری موضوع احادیث کے ساتھ ذکر کیا ہے اسی طرح ابن عساکر نے "تبیین کذب المفتری" ص ۳۶۹ میں اہوازی کارڈ کرتے ہوئے اس کی کتاب "البيان فی شرح عقود اہل الایمان" کا ذکر کیا ہے جس میں یہ سب روایات موضوع موجود تھیں، ایسی صورت میں ابن عدی کا ایک پرانی مشہور موضوع حدیث کو امام محمد بن شجاع کی طرف منسوب کر دینا کیا انصاف و دیانت ہے؟ والی اللہ المشتکی۔

اسی طرح تاریخ حاکم میں ایک روایات موضوع امام علی بن محمد شعرانی کے حوالہ سے محمد بن شجاع کی طرف منسوب کردی گئی ہے، حالانکہ شعرانی مذکور اور ابن شجاع کے درمیان اس قدر زمانہ ہے کہ تین راوی درمیان میں آتے ہیں وہ کون ہیں؟ اور ان کے نام کیوں نہیں لئے گئے، غرض کسی معین حدیث کے بارے میں کسی معتقد ذریعے سے نہیں ثابت کیا جاسکا کہ وہ ابن شجاع نے وضع کی ہے اور اس جھوٹ میں سچائی کا کوئی شایستہ بھی نہیں ہے۔

امام احمد اور امام محمد بن شجاع:

ابن عدی نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام احمد نے آپ کو مبتدع، صاحب ہوئی کہا، جیسا کہ وہ ان سب ہی لوگوں کو سمجھتے تھے جو مسئلہ خلق قرآن کے سلسلے میں کسی قسم کا توقف و سکوت کرتے تھے، علامہ ذہبی نے نقل کیا ہے کہ امام احمد، ابن علی اور اصحاب کو بھی کہتے تھے اور امام احمد کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو کہتے تھے کہ امام محمد نے کیا کارنما یا انعام دیا؟ ان کا مقصد یہ تھا کہ امام احمد نے تدوین مذہب کی طرف توجہ نہیں کی اور وفات سے تیرہ سال قبل سے روایت حدیث بند کر دی تھی، اسی لئے آپ کی مسند بھی آپ کی زندگی میں مہذب نہ ہو سکی گویا تحریر مذہب و تہذیب مسند دونوں ضروری امور تھے جو آپ نے انجام نہیں دیئے۔

رہا مسئلہ خلق قرآن میں امام احمد کا ابتلاء اس کو ابن شجاع اس لئے غیر اہم سمجھتے تھے کہ ان مسائل میں غلو و تشداد ان کو ناپسند تھا، غرض ان دونوں میں اور ان کے اصحاب میں اس قسم کی نوک جھونک چلا کرتی تھی ورنہ ظاہر ہے کہ امام احمد کے فخر کے لئے بھی کیا کم ہے کہ آپ کے جلیل القدر اصحاب نے آپ کے علوم نافعہ مفیدہ کی نشر و اشاعت کی جن سے ساری دنیا میں دین و علم کا نور پھیلا، رضی اللہ عنہم و رضوان علیہ۔

خطیب بغدادی نے بھی اپنی حسب عادت امام ابن شجاع پر کذب وغیرہ کا بیان نقل کیا ہے لیکن محمد بن احمد الآدمی اور ساجی کے ذریعہ اور یہ دونوں غیر اثقة ہیں، چونکہ امام محمد بن شجاع بہت بڑے محدث کثیر الروایت تھے، آپ کے شیوخ اور تلامذہ اصحاب کے ذکر کے لئے مستقل تالیف کی ضرورت ہے، کیونکہ آپ کے تلامذہ و اصحاب نے بھی آپ کے علوم و مؤلفات کو شرق و غرب میں پھیلایا ہے جو آپ کے خدمت حدیث و فقہ میں کمال اخلاق کی دلیل ہے۔

پچھاںی سال کی عمر میں نماز عصر کے سجدہ میں اچانک انقال ہوا، وصیت تھی کہ مجھے اسی مکان مسکونہ میں دفن کیا جائے کیونکہ اس کی کوئی ایتھر ایسی نہیں ہے جس پر میں نے بیٹھ کر قرآن مجید ختم نہ کیا ہو۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ (الامتاع، فوائد بہیہ وحدائق)

۱۹- حافظ محمد بن جماد الطہر انی ابو عبد اللہ الرازی (م ۲۴۰ھ)

محدث جلیل، تہران کے ساکن (جو اس وقت ایران کا پایہ تخت ہے) امام ابن ماجہ کے استاد تھے، حافظ ذہبی نے آپ کو محدث الحافظ الجوال فی الآفاق، العبد الصالح لکھا، عراق، شام و یمن میں تخلیل حدیث کی، آپ حافظ عبد الرزاق (تلمیذ امام اعظم) کے اصحاب میں سے تھے، حافظ حدیث اُنہ تھے۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔ (تذکرہ و تہذیب)

۲۰- حافظ عباس دوری بن محمد بن حاتم ابو الفضل الہاشمی (مک ۲۷۵ھ)

ذبی نے الحافظ الامام لکھا، امام یحییٰ بن معین کے خاص شاگردوں میں سے ہیں، امام ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے استاد ہیں، فن رجال میں بہت بڑی ضخیم کتاب ان کی یادگار ہے جس میں اپنے شیخ سید الحافظ و امام جرج و تعلیل یحییٰ بن معین کے اقوال جمع کئے ہیں، ذبی نے اس کتاب کی افادیت اور مصنف کی اعلیٰ بصیرت کا اعتراف کیا، رحم اللہ رحمۃ واسعة۔ (تمذکرۃ الحفاظ)

۲۱- حافظ ابو حاتم رازی محمد بن دریس بن المندز ر الخظلی ولادت ۱۹۵ھ متوفی ۲۷۵ھ

فن جرج و تعلیل کے بڑے امام اور حدیث میں امام بخاری کے درجہ میں تسلیم کئے گئے ہیں، نو عمری ہی میں طلب حدیث کے لئے دور رازمما لک کے پیدل سفر کئے، ابتدائی دور کے سات سالہ سفر میں ایک ہزار فرسخ یعنی تین ہزار میل طے کئے تھے، طلب علم کی راہ میں بہت زیادہ تکالیف اٹھائیں مگر ہمت و حوصلہ بلند تھا، بڑے مدارج پر پہنچ، آپ سے امام بخاری، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ کو تلمذ حاصل ہے، علامہ تاج الدین بکی نے طبقات الشافعیہ میں امام بخاری و ابن ماجہ کے تلمذ سے انکار کیا ہے مگر وہ صحیح نہیں، کیونکہ حافظ مزی نے تہذیب الكلام میں تصریح کی ہے کہ امام ابن ماجہ نے تفسیر میں آپ سے روایت کی ہے اور باب الایمان و باب فرائض الجد میں بھی آپ کی حدیثیں موجود ہیں۔

حافظ نے مقدمہ فتح الباری ص ۲۸۰ (میریہ) میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے شیخ ذبی اور ابو حاتم سے وہ روایات لی ہیں جن کا سامان ان کو دوسرے اساتذہ سے فوت ہو گیا تھا یا جو روایتیں ان کے علاوہ دوسرے علماء سے انہیں نہیں سن لیکی تھیں، ایک زمانہ تک امام بخاری، امام ابو زرعہ اور ابو حاتم کے باہم تعلقات نہایت خوشگوار ہے مگر تلفظ بالقرآن کے مسئلہ پر امام ذبی سے اختلاف کے بعد یہ دونوں حضرات امام بخاری سے بدظن ہو گئے تھے اور ترک روایت حدیث کی بات بھی اسی باعث ہے۔

تاریخ و رجال کے سلسلہ میں بھی ان دونوں نے امام بخاری کی بہت سی غلطیاں نکالی ہیں اور ابن ابی حاتم نے ان ہی دونوں حضرات سے استفادہ کر کے امام بخاری کی تاریخی اوہام پر مستقل کتاب بھی لکھی "کتاب خطاء البخاری" کے نام سے اور حافظ صالح جزرہ نے ابو زرعہ کی تنقید پر امام بخاری کی طرف سے غلطیاں ہو جانے کی کسی قدر معقول وجہ بھی پیش کی ہے، ان سب امور کو تفصیل و حسن ترتیب سے محترم مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی نے "امام ابن ماجہ اور علم حدیث" میں جمع کر دی ہے، ابن ابی حاتم رازی کی کتاب "بیان خطاء البخاری فی تاریخ دائرة المعارف حیدر آباد سے شائع ہو گئی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ امام بخاری کے اوہام پر جس طرز سے تنقید کی گئی یا ترک روایت تک نوبت پہنچی یہ سب امام بخاری کے عالی شخصیت کے شایان شان نہیں، اسی طرح جو کچھ امام بخاری کی طرف سے دفاع میں امام مسلم، ابو حاتم اور ابو زرعہ پر بے جا اتزامات لگائے گئے وہ بھی بے انصافی ہے، پوری احتیاط سے صحیح تنقید جس کے ساتھ مدارج و مراتب کا بھی پورا لحاظ ہو، بری نہیں بلکہ مفید ہے، ہمارے لئے یہ سب ہی حضرات مسْتَحْقِ صد احترام ہیں اور ان کی علمی خدمات لاکن صمد ہزار قدر۔ جزاهم اللہ عنا و عن سائر الامم المحرّمة خير الجزاء و رضى عنهم احسن الرضا

۲۲- الحافظ الفقيه ابو العباس احمد بن محمد بن عيسیٰ البرقی (مک ۲۸۰ھ)

فقہ ابو سلیمان جوز جانی سے حاصل کی، اسماعیل قاضی آپ کے علم و فضل کی وجہ سے بہت تعظیم کرتے تھے، آپ کی تالیفات میں سے "مسند ابی ہریرہ" ہے، حدیث تصحیح، مسدد بن مسدود اور ابو بکر بن ابی شیبہ سے سنی اور روایت کی، خطیب نے ثقہ، جنت، صلاح و عبادت میں

مشہور کہا اور اصحاب قاضی سعید بن اکتم سے بتایا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (تقدیر نصب الرایہ وجواہر مصیہ)

۲۳- حافظ ابو بکر بن ابی الدنیا عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی (م ۲۸۱ھ)

مشہور محدث ہیں، احمد دورتی، علی بن معبد جوہری (تلمیذ امام ابی یوسف) زہیر بن حرب (تلمیذ القطان، تلمیذ الامام العظیم) ابو عبید قاسم بن سلام (تلمیذ امام محمد) داؤد بن رشید خوارزمی، واقدی اور امام بخاری وابوداؤد وغیرہ سے فقہ حدیث حاصل کیا اور آپ کے تلامذہ میں ابن ماجہ وغیرہ ہیں، شہزادگان خلفائے عبایسہ اور خلیفہ معتقد باللہ کے بھی اتالیق و معلم خصوصی رہے، ابن ابی حاتم نے کہا کہ میں نے اپنے والد کی معیت میں آپ سے احادیث لکھیں اور والد نے ان کو صدقہ کیا ہے، آپ کی حدیثی تالیفات کتاب الدعا وغیرہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (تذکرہ و تہذیب و بستان)

۲۴- شیخ الشام حافظ ابو زرعد مشقی عبد الرحمن بن عمر و بن عبد اللہ النصری (م ۲۸۱ھ)

مشہور محدث رواۃ ابی داؤد میں سے ہیں، ابن ابی حاتم نے کہا کہ والد صاحب کے رفیق تھے، ان سے حدیث لکھی اور ہم نے بھی ان سے لکھی، صدقہ، ثقہ تھے، خلیل نے کہا کہ آپ حفاظ اثبات میں سے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (امانی الاحباج)

۲۵- حافظ ابو محمد حارث بن ابی اسامہ (م ۲۸۲ھ)

یزید بن ہارون، روح بن عاصم، علی بن عاصم، واقدی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، ابو حاتم، ابن حبان، دارقطنی وغیرہ نے توثیق کی ہے، آپ کی تالیفات میں سے مسند مشہور ہے جو عام مسانید کے خلاف شیوخ کے نام پر مرتب ہے جس کو مجسم کہنا چاہئے تھا، کیونکہ مسند وہ ہوتی ہیں جن کی ترتیب صحابہ کے نام پر ہو، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شین)

۲۶- شیخ ابو الفضل عبید اللہ بن واصل البخاری (م ۲۸۲ھ)

حافظ و محدثین حنفی میں سے بخارا کے مشہور محدث تھے، جن سے محدث حارثی نے حدیث حاصل کی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیر نصب الرایہ)

۲۷- شیخ ابو الحسن ابراہیم بن حرب عسکری (م ۲۸۲ھ)

مشہور محدث تھے، جنہوں نے مسند ابی ہریرہ مرتب کیا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔

۲۸- حافظ محمد بن النظر بن سلمة بن الجارود بن زید ابو بکر الجارودی الفقيہ الحنفی (م ۲۹۱ھ)

نیشاپور کے مشہور حنفی فقیہ اور بہت بڑے حافظ حدیث تھے، ان کا سارا خاندان علماء و فضلاء کا تھا اور سب حنفی تھے، کما صرح بدیکم علامہ قرشی نے جواہر مصیہ میں ان سب کے حالات لکھے ہیں جارود امام عظیم کے تلمیذ تھے اور صاحب ابی حنفیہ کہلاتے تھے، طلب حدیث میں نیشاپور سے وہ اور امام مسلم ساتھ روانہ ہوئے تھے، محدث حاکم نے تاریخ نیشاپور میں آپ کو حفظ حدیث، فضل و کمال اور مرمت و سیادت کے اعتبار سے شیخ وقت اور سرآمد علماء زمانہ لکھا ہے، فن حدیث میں امام تسلی اور حافظ ابن خزیم آپ کے شاگرد ہیں، ابن ابی حاتم نے لکھا کہ میں نے آپ سے ”رے“ میں سارے حدیث کیا تھا، آپ صدقہ اور حفاظ حدیث میں سے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تذکرہ، تہذیب و جواہر)

۲۹- شیخ ابو بکر احمد بن عمر و بن عبد الخالق بزرگ (م ۲۹۲ھ)

آپ نے علم حدیث ہدبۃ بن خالد (شیخ بخاری و مسلم) عبد الاعلیٰ بن حماد، حسن بن علی بن راشد وغیرہ سے حاصل کیا اور ابو اشیخ طبرانی،

عبد الباقی بن قانع و دیگر جلیل القدر محدثین آپ کے شاگرد ہیں، آپ کی مند بزار مشہور ہے جس کو مند کبیر بھی کہتے ہیں اور یہ مند معلل ہے جس میں علل حدیث پر بھی کلام کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شین)

۳۰- شیخ ابو مسلم ابراہیم بن عبد اللہ الکشی م ۲۹۲ھ

آپ کی سفن حدیث کی مشہور کتاب ہے جس میں ثلاثیات بہت ہیں جس طرح مسانید امام اعظم میں ثلاثیات بہت زیادہ ہیں، سفن مذکور کی تالیف سے فراغت پا کر آپ نے اس نعمت کے شکرانہ میں ہزار درہم غرباء کو صدقہ کئے اور اہل علم محدثین اور امراء ملک کی پر تکلف دعوت کی اس میں ایک ہزار درہم صرف کئے۔

آپ بغداد پنجے تو حدیث سñe والوں کا جم غیر جمع ہو گیا، سامعین کے علاوہ چالیس ہزار سے زیادہ صاحب دوایت قلم موجود تھے جو آپ کے فرمودات لکھ رہے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شین وابن ماجہ و علم حدیث)

۳۱- حافظ ابراہیم بن معقل بن الحجاج ابو سلحق النسفی حنفی م ۲۹۵ھ

بہت بڑے حافظ حدیث، نہایت نامور مصنف اور جلیل القدر فقیہ حنفی تھے، اختلاف مذاہب کی گہری بصیرت رکھتے تھے، زائد ورع، متفق و ضعیف تھے، آپ کی مشہور تصانیف "المسند الکبیر" اور "التفیر" ہیں، یہ سب حالات و اوصاف حافظہ ہیں، حافظ مستفری اور حافظ ابن ججر نے لکھے ہیں، اس کے علاوہ دوسرا بڑا امتیاز آپ کا یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کا سلسلہ جن چار کتاب محدثین (تلانہ امام بخاری) سے چلا، ان میں سے ایک آپ ہیں اور دوسرے حماد بن شاکر النفسی م ۳۱۳ھ بھی حنفی ہیں، حافظ ابن ججر نے فتح الباری کے شروع میں اپنا سلسلہ سندان چاروں حضرات تک بیان کیا ہے، ان میں تیسرا بزرگ محمد بن یوسف فربی م ۳۲۰ھ اور چوتھا ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بن قریشہ بزوی م ۳۲۹ھ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (لقدمة و امام ابن ماجہ و علم حدیث)

۳۲- شیخ محمد بن خلف المعروف، بکیع القاضی م ۳۰۶ھ

اقضیہ صحابہ و تابعین کے بہت بڑے عالم تھے، آپ کی کتاب "اخبار القضاۃ" اس موضوع پر بہت اہم و نافع ہے، علامہ کوثری علیہ نے "حسن القاضی" ص ۲۳ پر تحریر فرمایا کہ اقضیہ رسول اکرم ﷺ اور اقضیہ صحابہ و تابعین میں چونکہ بہت بڑا علم احکام و معاملات کا ہے، اس لئے اہل علم نے ہمیشہ احوال قضاۃ کی طرف توجہ کی ہے چنانچہ اقضیہ رسول اللہ ﷺ پر کتابیں تالیف ہوئیں پھر اقضیہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین بھی سفن سعید بن منصور، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور کتب ادب القضاۃ وغیرہ میں مدون ہوئے، مذکورہ بالا کتاب "اخبار القضاۃ" اس موضوع پر نہایت قابل قدر اور لا ائق فخر خدمت ہے کیونکہ اس میں صرف کسی ایک جگہ کے قضاۃ اور ان کے اقضیہ پر اکتفاء نہیں کی گئی بلکہ تمام قضاۃ بلاد اسلام کے حالات جمع کئے گئے ہیں یہ کتاب مصر میں اس وقت زیر طبع ہے، اگرچہ اس کی طباعت کی رفتار نہایت سست ہے۔ (یہ تحریر ۱۳۶۸ھ کی ہے، غالباً اب یہ کتاب مکمل طبع ہو گئی ہوگی)

۳۳- حافظ ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال تیمی موصی م ۳۰۷ھ

آپ نے حدیث علی بن الجعد، یحییٰ بن آدم و تلامذہ امام ابی یوسف اور دیگر جلیل القدر محدثین سے حاصل کی، آپ کے شاگرد ابن حبان، ابو حاتم، ابو بکر اسماعیلی وغیرہ ہیں، جہة اللہ علم حدیث کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے، آپ سے ثلاثیات بھی ہیں، ابن حبان نے ثقہ کہما، حافظ اسماعیل بن الفضل (تیمی) کا قول ہے کہ میں نے مند عدنی، مندا بن منیع وغیرہ مندات پڑھی ہیں لیکن وہ تمام مندیں نہیں ہیں امر مند

ابی یعلیٰ دریائے ناپیدا کنار ہے، آپ کی تالیفات میں علاوہ "منشد کبیر" ایک صحیح بھی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیم و بتان الحمد شیں)

۳۴- شیخ ابوالسخّن ابراہیم بن محمد بن سفیان حنفی نیشا پوری م ۳۰۸ھ

آپ مشہور زادہ فقیہ ایوب بن احسن نیشا پوری کے خواص اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے فدق کی تحصیل امام محمد سے کی تھی، آپ کا تعلق تلمذ امام مسلم سے بھی تھا اور اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہے ہیں، امام مسلم کی صحیح روایت کا سلسلہ بھی آپ سے ہی قائم ہوا، امام نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں لکھا کہ "استاد متصل کے ساتھ امام مسلم سے اس کی مسلسل روایت کا سلسلہ ان بلاد میں اور ان زمانوں میں صرف ابوالسخّن ابراہیم بن محمد بن سفیان کی روایت میں منحصر ہے۔

اگرچہ بلاد مغرب میں صحیح مسلم کے غیر مکمل حصہ کی روایت ابو محمد احمد بن علی قلائی سے بھی ہوئی ہے مگر مکمل کتاب کا قبول عام تمام ممالک میں صرف ابراہیم نیشا پوری موصوف کی روایت سے ہوا، محدث حاکم نیشا پوری نے آپ کو عباد مجتہدین اور مجاہد الدعویات لکھا، علامہ نووی نے السید الجلیل، فقیہ زادہ، مجتہد عابد لکھا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (امام ابن ماجہ اور علم حدیث)

۳۵- شیخ ابو محمد عبد اللہ بن علی بن الجارود م ۳۰۹ھ

محدث کبیر تھے، آپ کی کتاب "المقی" مشہور ہے، جو صحیح ابن خزیمہ پر مستخرج ہے، چونکہ اس میں اصول احادیث پر اکتفاء کیا ہے، اس لئے منشی نام رکھا گیا ہے۔ (بتان الحمد شیں)

۳۶- حافظ ابوالبشر محمد بن احمد حماد بن سعید بن مسلم انصاری رازی دولابی حنفی م ۳۱۰ھ

مشہور حافظ حدیث اور فن جرح و تتعديل کے امام ہیں، امام بخاری و نسائی سے بھی تلمذ ہے، حافظ مسلمہ بن قاسم نے کہا کہ آپ علم و روایت اور معرفت حدیث میں فائق تھے اور فقہ حنفی کے پیرو تھے، فن حدیث میں جن اکابر حفاظ حدیث نے آپ کی شاگردی کی ان میں ابن عدی، طبرانی، ابن المقری وغیرہ ہیں، ابن عدی وغیرہ نے حسب عادت بوجہ تعصب کچھ کلام کیا ہے مگر ان ہی میں سے دارقطنی نے ان کی تردید کی ہے اور لکھا کہ "لوگوں نے ان میں کلام کیا مگر ہمیں تو بجز خیر کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا"، آپ کی تالیفات مفیدہ میں سے زیادہ مشہور کتاب "الکنز والاسراء" ہے جو دو جلدوں میں دائرة المعارف حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیمہ و امام ابن ماجہ و علم حدیث)

۳۷- شیخ حماد بن شاکر التنسفی حنفی (م ۳۱۱ھ)

یہ دوسرے مشہور راوی صحیح بخاری ہیں جن سے کتاب مذکور کی روایت کا سلسلہ چلا ہے، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بجائے نسخی کے نسیوں لکھا ہے جو غلط اور وقایت ۲۹۰ھ میں ظاہر کی ہے، حافظ کوثری نے حافظ ابن نقد کی "التقلید" کے حوالے سے جزاً لکھا کہ سنہ وفات ۳۱۱ھ ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث)

۳۸- امام محمد بن اسحق بن خزیمہ اسلامی نیشا پوری شافعی (م ۳۱۲ھ)

مشہور محدث، ابن حبان کے شیخ ہیں، آپ کی صحیح اور صحیح ابن حبان صحاح ست کے بعد معتمد کتب حدیث بھی جاتی ہیں، اگرچہ صحیح ابن خزیمہ میں ایسی احادیث بھی ہیں جو بمشکل حسن کے درجہ میں ہیں، ان کی چند مثالیں بھی مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی عم فیضیم نے حاشہ دراسات المبیب (مطبوعہ کراچی ص ۱۳۲) میں بیان کی ہیں، صحیح مذکور کا اکثر حصہ تو بہت عرصہ سے معدوم ہے صرف، چوتھائی حصہ کا وجود بتایا جاتا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔

۳۹- شیخ ابو عوانہ یعقوب بن الحلق بن ابراہیم بن یزید شافعی (م ۳۱۶ھ)

اصل وطن اس فرائیں تھا پھر نیشاپور میں سکونت کی، دور دراز ممالک اسلامیہ کا سفر کر کے علم حدیث حاصل کیا تھا، فدق میں امام مزنی اور رینج (تلامذہ امام شافعی) کے شاگرد ہیں، حدیث میں امام مسلم، امام محمد بن یحییٰ ذہبی تلمیذ حافظ عبد الرزاق تلمیذ امام اعظم اور یوسف بن عبد الاعلیٰ کے شاگرد ہیں، آپ کے تلامذہ حدیث میں طبرانی، ابو بکر اسماعیل، ابو علی نیشاپوری اور دوسرے محدثین ہیں، آپ کی صحیح، صحیح مسلم پر مستخرج ہے۔
رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شین)

۴۰- شیخ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المندز رنیشاپوری (م ۳۱۸ھ)

مجتهد، فقیہ و محدث تھے، آپ کے مسائل چونکہ امام شافعی کے بہت سے مسائل کے ساتھ مطابق ہیں، اس لئے شیخ ابو اسحاق نے اپنے طبقات میں آپ کو شافعی لکھا ہے، آپ کی تمام تصانیف محققانہ و مجتہدانہ ہیں جن میں مندرجہ ذیل زیادہ مشہور ہیں:
”کتاب الاشراف فی مسائل الخلاف، کتاب المہموط، فقه میں، کتاب الاجماع، کتاب الفیہر، کتاب السنن، علم فقه، معرفت اختلافات علماء اور ان کے مأخذ و دلائل کی شناخت میں بہت ماہر تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شین)

۴۱- شیخ ابو عبد اللہ حسین بن اسماعیل بن محمد طبی محالی بغدادی م ۳۳۰ھ

بغداد کے محدثین و مشائخ میں سے ہیں، سانہ سال کوفہ کے قاضی رہے، ابو حذافہ کہی (تلیڈ امام مالک، عمر بن علی فلاں وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا، حافظ سفیان بن عینہ (تلیڈ امام اعظم) کے اصحاب میں سے بھی تقریباً ستر محدثین آپ کے استاد حدیث ہیں، دارقطنی وغیرہ محدثین آپ کے تلامذہ میں ہیں، مجلس اعلاء میں تقریباً دس ہزار آدمی حاضر ہوتے تھے اور قضاۓ کی ذمہ دار یوں کے ساتھ درس حدیث کا مشغله روزانہ جاری رہتا تھا، آپ کے امامی کا مجموعہ تقریباً ۱۶ جزو پر مشتمل تھا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شین)

۴۲- امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی حنفی م ۳۳۳ھ

مشائخ کبار میں سے بڑے محقق و مدقق اور متكلّمین کے امام عابد، زاہد، صاحب کرامات بزرگ تھے، آپ نے عقائد و کلام میں اعلیٰ مرتبہ کی تصانیف کیں، مثلاً کتاب التوحید، کتاب المقالات، کتاب اوہام، المعزز، رد الاصول الخمسہ ابی محمد باہمی، رد القرامط، مأخذ الشراح (فقہ) کتاب الجدل (اصول فقہ) تاویلات القرآن جو اپنے موضوع کی بنی نظیر تایف ہے آپ کا ایک باغ تھا جس میں خود کام کرتے تھے، اپنے مہماں کو باغ میں سے بے موسم پھل کھاتے تھے، لوگوں نے حیرت کی تو فرمایا کہ میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے کوئی گناہ نہیں کیا اس لئے جو چیز اس کے ذریعے سے چاہتا ہوں وہ حاصل ہو جاتی ہے۔

لوگوں نے بادشاہ کے مظالم سے نگر آکر آپ سے شکایت کی تو گھاس سے کمان اور تنگے سے تیر بنا کر اس ظالم بادشاہ کی طرف پھینکا، معلوم ہوا کہ اسی تاریخ میں قتل کیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق الحفیہ)

۴۳- ”حاکم شہید“، حافظ محمد بن محمد بن احمد بن عبد اللہ بن عبد الجید بن اسماعیل بن حاکم

مرزوی بلخی حنفی م ۳۳۴ھ

مشہور حافظ حدیث اور تبحر فقیہ تھے، سانہ ہزار احادیث آپ کو نوک زبان یاد تھیں، آپ نے حدیث محمد بن حدویہ (تلیڈ امام اعظم اور

محمد بن عصام وغیرہ سے حاصل کی اور آپ سے حاکم مسٹر داور آئندہ و حفاظ خراسان نے روایت کی، آپ کی تصانیف عالیہ میں سے "مشقی، کافی اور مختصر" وغیرہ ہیں جن میں سے پہلی دونوں تو بعد کتب امام محمد کے بطور اصول مذہب سمجھی جاتی ہیں، کافی میں آپ نے امام محمد کی مبسوط، جامع کبیر و صغير کو بحذف مکر مطول جمع کر دیا تھا، آپ کو کچھ لوگوں نے کوئی تہمت لگا کر شہید کر دیا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق)

۳۴- حافظ ابوالقاسم عبد اللہ بن محمد بن ابی العوام السعدی حنفی م ۳۳۵ھ

مشہور حافظ حدیث، امام نسائی، امام طحاوی اور ابو بشر دلابی کے تلمیذ حدیث ہیں، آپ کی تالیفات میں سے زیادہ مشہور مسند امام ابو حنیفہ (محملہ اہم ۷ اسانید امام اعظم) اور ایک تخلیق کتاب فضائل امام اعظم میں ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیمہ نصب الرایہ)

۳۵- حافظ ابو محمد قاسم بن اصح الغرطی م ۳۲۰ھ

مشہور حافظ حدیث سے ہیں، آپ نے حدیث کی اہم کتاب "نأخذ الحدیث و منسوخه" لکھی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔

۳۶- امام ابو الحسن عبد اللہ بن حسین کرخی حنفی ولادت ۲۶۰ھ م ۳۲۰ھ

مجتهدین فی المسائل سے جلیل القدر محدث و فقیہ تھے، کثیر الصوم، زاہد متورع اور بڑے مقنی تھے، تصانیف شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر وغیرہ، حدیث شیخ اسماعیل بن قاضی اور محمد بن عبد اللہ الحضری سے حاصل کی، آپ سے ابو حفص بن شاہین وغیرہ کبار محدثین نے روایت کی اور آپ کے تلامذہ ابو بکر رازی، بصاص، علامہ شاشی، علامہ تونی، علامہ دامغانی اور ابو الحسن قدوری وغیرہ ہوئے، عادت تھی کہ خود بازار سے سودا لاتے تھے اور ایسے دکان داروں سے خریدتے تھے جو آپ سے ناقف ہوں تاکہ ان کو آپ کے ساتھ کوئی رعایت نہ کرنی پڑے۔ (حدائق حنفیہ)

۳۷- حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد البخاری حنفی ولادت ۲۵۸ھ متوفی ۳۲۰ھ

امام، محدث اور جلیل القدر فقیہ تھے، شاہ ولی اللہ صاحب نے رسالہ انبتہ میں آپ کو اصحاب و جوہ میں شمار کیا ہے جن کا درجہ منتسب اور مجتهد فی المذہب کے درمیان ہے، مشہور تصانیف میں سے ایک تو مسند امام اعظم ہے جس میں آپ نے بڑی کثرت سے طریق حدیث جمع کئے ہیں، محدث ابن منده نے بھی اس سے بہ کثرت روایات لی ہیں اور ان کی رائے آپ کے بارے میں بہت اچھی تھی، کچھ لوگوں نے آپ پر تعصب سے کلام کیا ہے اور بڑا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے بخیری، اباء بن جعفر سے مسند امام ابو حنیفہ میں روایت کی ہیں اور اس امر کو نظر انداز کر دیا کہ جن احادیث میں ان سے روایت لی ہیں، ان کی روایت میں وہ منفرد نہیں ہیں، بلکہ ان روایات میں دوسرے بھی شریک ہیں اور یہ ایسا ہی ہے جس طرح امام ترمذی نے بھی محمد بن سعید مصلوب اور کلبی کے بارے میں کیا ہے لیکن تعصب کا براہو کہ وہ انہوں نہیں بہرا بنا دیتا ہے۔ (تقدیمہ نصب الرایہ)

ابن الجوزی سے نقل ہوا کہ ابو سعید رواس نے آپ کو میتم بوضع الحدیث کہا، اس پر علامہ قرشی نے لکھا کہ عبد اللہ بن محمد، ابن جوزی اور ابن سعید رواس سے بہت زیادہ بلند مرتبہ اور عالی منزلت ہیں، یعنی ان کو ایسے اکابر کی شان میں لب کشائی نہ چاہئے تھی۔ (جوہر مفسریہ ص ۲۹۰ ج ۱) دوسری کشف الآثار الشریفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ ہے، ملائی قاری نے لکھا ہے کہ آپ نے جب امام صاحب کا اماء کرایا تو اس وقت آپ کی مجلس اماء میں چار سو لکھنے والے تھے۔ (حدائق حنفیہ)

۳۸- امام ابو عمر واحمد بن محمد بن عبد الرحمن طبری حنفی م ۳۲۰ھ

بغداد کے کبار فقهاء حنفیہ و محدثین میں سے ہیں، اصول و فروع میں ماہر تھے، ملائی قاری نے آپ کو امام طحاوی اور امام ابو الحسن کرخی

کے طبقہ میں شمار کیا ہے، آپ نے امام محمد کی جامع صغیر و جامع کبیر کی شروع لکھیں۔ (حدائق حنفی)

۴۹- شیخ ابو الحسن ابراہیم بن حسن (عززی) نیشاپوری حنفی م ۳۲۷ھ

فقیہ فاضل اور محدث ثقہ تھے، ابو سعید عبد الرحمن بن حسن اور ابراہیم بن محمد نیشاپوری وغیرہ محدثین سے حدیث سنی اور آپ سے ابو عبد اللہ حاکم صاحب متدرب نے روایت کی اور آپ کا ذکر تاریخ نیشاپور میں کیا اور لکھا کہ آپ فقہاء اصحاب امام اعظم سے تھے، ابو سعد نے اپنی انساب میں آپ کا ذکر کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جوہر مصیہ ص ۳۶ ج ۱)

۵۰- شیخ ابو الحسن علی بن احمد بن محمد بن سلامہ ابی جعفر الطحاوی حنفی م ۳۵۱ھ

بڑے پایہ کے جلیل القدر فقیہ، محدث، عالم فاضل، جامع فروع و اصول اور امام طحاوی کے خلف ارشد تھے، کبار محدثین مثل ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی وغیرہ سے حدیث حاصل کی اور امام نسائی سے سنن کو روایت کرنے والوں میں سے ایک ممتاز شخصیت آپ کی بھی ہے، آپ کو ملا وہ حدیث و فقہ کے لغت، نحو وغیرہ بہت سے علوم میں امامت کا درج حاصل تھا، نہایت متقدی، عابدو زاہد تھے۔

علام ابوالحسن ابن تغزی بردنی نے الخوم الزاہرہ میں آپ کا ذکر اس طرح کیا ہے، آپ حدیث، فرقہ اختلاف علماء، علم احکام، لغت و نحو وغیرہ میں بلا مقابلہ اپنے وقت کے سلم امام تھے، آپ نے نہایت عمدہ کتابیں تصنیف فرمائیں اور آپ کبار فقہاء حنفیہ سے ہیں، آپ کے زمان میں امیر علی بن الانشید کے حکم سے جیزہ میں ایک شاندار مسجد تعمیر ہوئی جس کے ستون تنظیم بناء جام مذکور نے ایک کنیسہ سے حاصل کر کے لگوادیئے تھے، ان کی وجہ سے آپ نے تو رعایس جامع مسجد میں نماز ترک کر دی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جوہر مصیہ ص ۳۵۲ ج اوحدائق وغیرہ)

۵۱- شیخ ابو الحسن احمد بن عبد اللہ نیشاپوری حنفی قاضی الحرمین م ۳۵۱ھ

مشہور محدث و فقیہ، شیخ اصحاب ابی حنفیہ اور اپنے وقت کے سلم امام تھے، علوم کی تحصیل و تکمیل شیخ ابو الحسن کرخی اور ابو طاہر محمد دباس سے کی جو ابو حازن تلمیذ عیسیٰ بن ابیان تلمیذ امام محمد کے تلمیذ تھے، آپ سے ابو عبد اللہ حاکم نے روایت حدیث کی اور تاریخ میں آپ کا ذکر کیا، آپ تقریباً چالیس سال نیشاپور سے باہر رہ کر موصل، رملہ اور حرمن شریفین کے قاضی رہے۔ ۳۳۶ھ میں نیشاپور واپس لوٹے تو وہاں بھی قاضی رہے، ملا علی قاری نے طبقات حنفیہ میں لکھا کہ ایک دفعہ وزیر دربار علی بن عیسیٰ نے مجلس مناظرہ منعقد کی جس میں مسئلہ توریث ذوی الارحام پر اکابر علماء حنفیہ و شافعیہ نے بحث کی، آپ نے بھی اس میں حصہ لیا اور روز یکو آپ کے دلائل اس قدر پسند آئے کہ آپ سے لکھوا کر خلیفہ کو دھلانے، خلیفہ نے بھی آپ کی تحریر بے حد پسند کی، آپ کو حرمین کی قضا پر درکی اور کہا کہ جس طرح ہمارے حدود مملکت میں حرمن سے زیادہ معظم و محترم کوئی علاقہ نہیں ہے، اسی طرح آپ سے زیادہ صاحب فضل و مکال بھی کوئی دوسرا نہیں ہے، اس لئے آپ کے لئے حرمین کی قضا مناسب ہے۔

آپ نے خلیفہ پر زور دیا کہ جس طرح امیر المؤمنین نے اس مسئلہ کو عملی طور سے پسند کیا ہے مناسب ہے کہ اس کے عملی اجراء کا بھی حکم کیا جائے، چنانچہ خلیفہ نے اس کے اجراء کے احکام صادر کر دیئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ اجمعین۔ (جوہر مصیہ ص ۷۰ ج ۱)

۵۲- حافظ ابو الحسین عبد الباقی بن قانع بن مزروق بن والق حنفی م ۳۵۱ھ

فقہاء و محدثین حنفیہ میں سے ہیں اور مشاہیر حفاظ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو الحافظ العالم المصنف صاحب مجمم الصحابة، واسع الرحلہ، کثیر الحدیث لکھا، پھر آپ کے شیوخ کا ذکر کیا ہے۔

فن حدیث میں محدث دارقطنی، ابو علی بن شاذان، القاسم بن بشران اور وسرے اس طبقہ کے محدثین آپ کے شاگرد ہیں، دارقطنی

نے لکھا کہ گوآپ سے کبھی کوئی بھول چوک ہوئی ہے پھر بھی حافظ اچھا تھا، البتہ وفات سے صرف دوسال قبل قوت حافظہ پر اثر ہو گیا تھا، جس کو بعض لوگوں نے مطلقاً خرابی حافظہ بنائے کر کر دیا ہے۔

تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے نقل کیا کہ خطیب بغدادی نے کہا: "میں نہیں سمجھتا کہ ابن قانع کی تضعیف بر قانی نے کیوں کی، حالانکہ وہ اہل علم و روایت میں سے تھے اور ہمارے اکثر شیوخ ان کی تو شیق کرتے تھے البتہ صرف آخر عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔

مجمم الصحاپہ کے علاوہ وفیات پر بھی آپ کی ایک مشہور تصنیف ہے، جس کے حوالے اکتب رجال میں بہ کثرت آتے ہیں، آپ امام ابو بکر رازی بھاص صاحب "احکام القرآن" کے بھی فن حدیث میں استاد ہیں اور بہت خصوصی تعلق ان سے رکھتے تھے، چنانچہ احکام القرآن میں آپ سے بہ کثرت روایات موجود ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شیں، جواہر ابن ماجہ اور علم حدیث و تقدمہ)

۵۳- حافظ ابو علی سعید بن عثمان بن سعید (بن السکن) بغدادی مصری م ۳۵۳ھ

آپ کی صحیح بنا م "صحیح المتفقی" اور "السنن الصحاح الماثورة" مشہور ہے، لیکن اس کتاب کی اسانید مذوف ہیں، ابواب احکام پر مرتب ہے، خود لکھا ہے کہ "جو کچھ میں نے اپنی اس کتاب میں مجملًا ذکر کیا وہ صحیت کے لحاظ سے مجمع علیہ ہے اور اس کے بعد جو کچھ ذکر کیا ہے وہ آخر ہے کے مختارات ہیں جن کے نام بھی ذکر کر دیئے ہیں اور جن کی روایات کسی سے انفراد اے اور اس کی علت بھی میں نے بیان کر دی ہے اور انفراد بھی دیکھو، شفاء القائم المتفقی السکنی (الرسائل المسطرة طبع کراچی ص ۲۳)

۵۴- حافظ ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن معاذ بن سعید ترمیمی بستی شافعی م ۳۵۳ھ

کبار حفاظ حدیث میں تھے، آپ کی صحیح بہت مشہور ہے، جس کا نام "القاسم والأنواع" ہے خمامت ۲۳ جلد اور ترتیب اخترائی ہے، نہ ابواب پر ہے نہ مسانید کے طرز پر، بعض متاخرین نے اس کو ابواب فقیہ پر بھی بہترین ترتیب دے دی ہے اور اس عظیم القدر حدیثی خدمت کو ایک حنفی محدث نے انجام دیا ہے جس کا اسم گرامی امیر علماء الدین ابو الحسن علی بن جلبان بن عبد اللہ (الفارسی) الحنفی الفقيہ الخوی ہے (م ۷۳۹ھ)

کتاب کا نام "الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان" امیر موصوف نے مجمم کبیر طبرانی کو بھی ابواب پر مرتب کیا ہے حسب تصریح حافظ سنادی صحیح ابن حبان کے مکمل نسخے پائے جاتے ہیں، اور صحیح ابن خزیمہ کا اکثر حصہ مفقود ہے۔ (الرسائل ص ۹۸)

حافظ ابن حبان، امام نسائی، محدث ابو یعلی موصی حنفی، حسن بن سفیان اور حافظ ابو بکر بن خزیمہ کے تلمذ حدیث ہیں اور دوسرے علوم فقہ، افت، طب اور رنجوم میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے، صحیح کے علاوہ آپ کی تصنیف "تاریخ الثقات" بہت مشہور و متداوی ہے، اسی طرح کتاب الصعفاء بھی ہے اور دوسری تصنیف مفیدہ بھی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شیں)

۵۵- حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی م ۳۶۰ھ

آپ نے طلب علم کے لئے دور راز بلاد و ممالک اسلامیہ کا سفر کیا، علی بن عبدالعزیز بغوری، ابو زرعة دش Qi وغیرہ سے حدیث حاصل کی، آپ کی تصنیف میں سے معاجم ثلاث زیادہ مشہور ہیں، مجمم کبیر، مرویات صحابہ کی ترتیب پر تالیف ہوا، مجمم اوسط کی چھ جلدیں ہیں ہر جلد ضمیم اور بدتر ترتیب اسماء شیوخ مرتب ہے، تحقیقین اہل حدیث نے کہا کہ اس میں منکرات بہت ہیں، مجمم صغیر بھی شیوخ ہی کی ترتیب پر ہے ان کے علاوہ دوسری تصنیف یہ ہیں: "كتاب الدعا، كتاب المالك، كتاب عشرة النساء، كتاب دلائل النبوة، آپ علم حدیث میں کمال و سعیت رکھتے تھے، ابوالعباس احمد بن منصور شیرازی نے کہا کہ میں نے طبرانی سے تین لاکھ احادیث لکھی ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شیں)

۵۶-حافظ ابو محمد حسن بن عبد الرحمن بن خلاد، رامہر مزیٰ م ۳۶۰ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں آپ کی کتاب "المحدث الفاصل بین الراوی والواعی" فن اصول حدیث پر غالب اس سے پہلی جامع متفرقات اور مقبول و متدلول گرائ قدر علمی تصنیف ہے، اگرچہ کامل استیعاب اس میں بھی نہ تھا، اس کے قلمی نسخہ کتب خانہ اصفیہ حیدر آباد دکن اور کتب خانہ پیر جہنڈ و سندھ میں ہیں۔

اس کے بعد حاکم کی کتاب "علوم الحدیث" آئی پھر ابو نعیم اصحابی نے اس پر مستخرج لکھا، پھر خطیب بغدادی نے قوانین و اصول روایت پر "کفایہ" اور آداب روایت میں "الجامع و آداب الشیخ والسامع" لکھی، اسی طرح موصوف نے تمام فنون حدیث پر الگ الگ مفید تالیفات کیں، پھر قاضی عیاض مالکی نے "الماء" لکھی وغیرہ، رحمہ اللہ کلہم جمیعن رحمۃ واسعة۔ (الرسالۃ ص ۱۱۸، ابن ماجہ اور علم حدیث)

۷۵-شیخ ابو عبد اللہ محمد بن جعفر بن طرخان استرآبادی حنفی م ۳۶۰ھ

ابوسعد ادریسی نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ ایک جماعت محدثین نے آپ سے روایت حدیث کی ہے، فقهاء اہل رائے میں سے ثقہی الروایت تھے، ان کا قول تھا کہ قرآن کلام اللہ غیر مخلوق ہے، آپ کے والد ماجہ جعفر بن طرخان بھی کبار فقهاء اصحاب امام ابی حیفہ میں تھے جو حافظ ابو نعیم فضل بن دکین کے تلمیذ، ثقہی الحدیث اور صاحب تصنیف تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جوہر مرضیہ)

۵۷-حافظ ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بلخی هندووائی حنفی م ۳۶۲ھ

بلخ کے مشہور محدث و فقیہ، زاہد و عابد اور حل معضلات و مشکلات کے لئے کیتاے زمانہ تھے، اپنے خاص تفوق و برتری کی وجہ سے ابو حنفہ صغیر کہے جاتے تھے۔

مدت تک بلخ و مادراہ انہر میں درس حدیث دیا اور مندا فتاوی کو زینت دی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (حدائق)

۵۹-حدیث ابو عمر و اسماعیل بن نجید بن احمد بن یوسف بن خالد سلمی غیشا پوری م ۳۶۵ھ

شیخ نجید اور ابو عثمان جیری وغیرہ کے صحبت یافتہ بزرگ تھے، حدیث میں آپ کی تالیف "جزاء ابن نجید" ہے، آپ کے حسب ذیل ملقطات قیریہ منقول ہیں (۱) سالک پر جو حال وارد ہو (گودہ فی نفس برانہ ہو) اگر وہ نتیجہ میں مفید علم نہ ہو تو اس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ ہوتا ہے (۲) مقام عبودیت اس وقت حاصل ہوتا ہے جب سالک اپنے تمام افعال کو ریاء اور احوال کو محض دعویٰ سمجھے (۳) جس شخص کو مخلوق کے سامنے اپنا زوال جاہ شاق نہ ہو اس کے لئے دنیا اور اہل دنیا کو ترک کر دینا آسان ہو جاتا ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد میں)

۶۰-ابو الشیخ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان اصبهانی م ۳۶۹ھ

مشہور محدث ہیں، آپ کی کتاب السنۃ اور کتاب طبقات الحدیثین با صحابہ اہل علم کے لئے قیمتی سرمایہ ہیں۔ (الرسالۃ المستطرفة ص ۳۲)

۶۱-الحافظ الامام ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص بغدادی حنفی ولادت ۳۰۵ھ م ۳۷۰ھ

اصول، فقہ، حدیث وغیرہ میں مسلم استاد تھے، احادیث ابی داؤد، ابی شیبہ، عبد الرزاق و طیاسی کے گویا حافظ تھے، ان میں سے جن احادیث کو بھی کسی موقع پر ذکر کرنا چاہتے ہے تکف ذکر کرتے تھے، آپ کی تصنیف میں سے المفصل فی الاصول، شروح مختصر الطحاوی و مختصر الکرنخی و جامع کبیر اور تفسیر احکام القرآن آپ کے بنیظیرفضل و تفوق پر شاہد ہیں اور معرفت رجال میں غیر معمولی امتیاز اولادہ خلاف ہیں، آپ کے کلام سے ظاہر ہے۔ (تقدیم نصب الرأی)

حدیث میں حافظ عبدالباقي بن قانع وغیرہ محدثین کے شاگرد ہیں، احکام القرآن میں ان کے اقوال و روایات بہ کثرت لقل کرتے ہیں، دور راز بلا دو ممالک سے اہل علم آپ کی خدمت میں استفادہ کے لئے چھپتے تھے، ابو علی وابو احمد حاکم نے بھی آپ سے حدیث سنی ہیں، ابو بکر رازی اور جاصص دونوں نام سے زیادہ مشہور ہیں، خطیب نے لکھا کہ جاصص اپنے وقت کے امام اصحاب ایٰ حنفیہ تھے اور زہد میں مشہور تھے، عبدہ قضا بر بار پیش کیا گیا مگر اس کو قبول نہ کیا اور درس و تعلیم کے مشغله کو ترجیح دی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (جوہر، فوائد وحدائق)

۶۲- شیخ ابو بکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل ولادت ۱۷۳۵ھ

شہر جرجان میں اپنے وقت کے امام فقہ و حدیث تھے، آپ کی صحیح اسماعیلی متخرج بر صحیح بخاری مشہور ہے، اس کے علاوہ "مند کبیر" اور ایک مجمم بھی آپ کی ہے، بعض محدثین نے لکھا ہے کہ اسماعیلی کو درج اجتماعی حاصل تھا اور ہن و حافظ بھی بے نظیر تھا، اس لئے بخاری کے تابع ہو کر صرف ان کی مرویات و اسانید بیان کرنے کے زیادہ مناسب یہ تھا کہ سنن میں خود کوئی مستقل تالیف کرتے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بتان الحمد شیخ)

۶۳- شیخ ابو بکر محمد بن فضل بن جعفر بن رجب بن زرعه فضیلی کماری بخاری حنفی م ۱۷۳۵ھ

اپنے وقت کے امام کبیر، درایت و روایت میں معتمد تھے، کتب فتاویٰ آپ کے اقوال و فتاویٰ سے بھری ہوئی ہیں، آپ کو فتاویٰ لکھنے کی اجازت آپ کے مشائخ نے کم عمری ہی میں دے دی تھی جس پر فقیہہ لیٹھ ہندوانی وغیرہ کو بھی اعتراض ہوا مگر جب وہ آپ سے ملنے آئے اور پوری پوری رات آپ کو مطالعہ کتب میں مشغول دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ جب نیندا آتی ہے تو وضو کر کے پھر مطالعہ شروع کر دیتے ہیں تو کہا کہ اس لڑکے کو فتویٰ لکھنے کی اجازت دینا کسی طرح بے جا نہیں ہے۔

صاحب کرامات بھی تھے جب مہمان آتے تو ان کے سامنے غیر موسم کے پھل پیش کرتے اور فرماتے کہ چالیس سال سے میں نے کوئی حرام چیز ہاتھ میں نہیں پکڑی اور نہ حرام کے راستہ پر چلا ہوں نہ کوئی حرام چیز کھائی ہے، لہذا بخونص چاہے کہ ایسی کرامت پائے ویری طرح کرے۔

ملائی قاری نے طبقات الحنفیہ میں ذکر کیا کہ آپ کے والد نے آپ سے اور آپ کے بھائی سے کہا تھا کہ اگر تم مبسوط کو یاد کرو گے تو ایک ہزار اشرفی بطور انعام دوں گا، تو آپ نے اس کو حفظ کر لیا، والد ماجد نے مال تو آپ کے بھائی کو دیدیا اور آپ سے کہا کہ تمہیں مبسوط جیسی عظیم القدر کتاب کے حفظ کی نعمت ہی کافی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جوہر، فضیلی وحدائق حنفیہ)

۶۴- امام ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی حنفی م ۱۷۳۵ھ

علماء لیٹھ میں سے امام کبیر، فقیہہ جلیل اور محدث وحدید العصر تھے، آپ کو ایک لاکھ احادیث یاد تھیں اور امام ابو یوسف، امام محمد، امام وکیع امیر المؤمنین فی الحدیث، عبد اللہ بن مبارک وغیرہ اکابر کی بھی سب کتابیں یاد تھیں، قاضی خان نے لکھا ہے کہ آپ کے زدیک تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں، سفر میں ڈھیلے وغیرہ بھی اپنی مملوکہ زمین سے لے کر ساتھ رکھتے تھے کہ غیر مملوکہ زمین سے ڈھیلے لینے کی ضرورت نہ ہو، یہ پڑھیز گاری کا اعلیٰ نمونہ تھا، وفات پر اہل سمرقند نے رنج و غم کے باعث ایک ماہ تو دکانیں بند رکھیں اور مزید ایک ماہ بند رکھنے کا ارادہ تھا، مگر حاکم وقت نے سمجھا کہ کھلوا دیں، آپ کی تصانیف میں سے شرح جامع صغیر، تا رس النظائر، مختلف الروایۃ، نوادر الفقہ، بتان العارفین اور تفسیر قرآن مجید مشہور ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (حدائق الحنفیہ)

۶۵- حافظ ابو حامد احمد بن حسین بن علی فقیہہ مروزی (ابن طبری) حنفی م ۱۷۶۵ھ

مشہور حافظ حدیث، مفسر، متورع، ماہرا صول و فروع اور واقف مذہب امام اعظم تھے، خطیب نے لکھا کہ علماء مجتہدین و فقهاء متقدین

میں سے آپ جیسا کوئی حافظ حدیث اور ماہر آثار نہیں ہوا، روایت حدیث میں بڑے متقن و مثبت تھے، مدت تک خراسان کے قاضی القضاۃ رہے اور کثرت سے تصنیفات کیں، آپ کی تاریخ بدیع مشہور و معروف ہے، بر قافی نے آپ کو شفہ کہا اور یہ بھی کہا کہ آپ کے بارے میں سوا، خیر کے میں کچھ اور نہیں جانتا۔

حاکم نے تاریخ غیشا پور میں آپ کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ نے بخارا میں حدیث کا املاء کرایا ہے اور معرفت حدیث میں مرتع العلماء تھے۔ رحم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جو اہر مصیبہ و حدائق حفیہ)

۶۶- حافظ ابو نصر احمد بن محمد کلابازی حنفی م ۳۷۸

مشہور حافظ حدیث میں آپ نے رجال بخاری پر کتاب تالیف کی، دارقطنی آپ کے علم و فہم کے مذاج تھے، اپنے زمانہ میں تمام محدثین ماوراء النہر میں سے بڑے حافظ حدیث تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیم نصب الرایہ)

۶۷- حافظ ابو الحسن محمد بن المظفر بن موسی بغدادی حنفی م ۳۷۹

مشہور حافظ حدیث مؤلف مندادام اعظم ہیں، دارقطنی آپ کی جلالت قدر کے معرفت تھے، خطیب نے اساتذہ و تلامذہ حدیث ذکر کئے اور کہا کہ آپ حافظ حدیث، صادق الروایہ تھے، آپ سے دارقطنی، ابو حفص شاہین اور اس طبق کے دوسرے محدثین نے روایت حدیث کی، نیز خطیب نے ابو بکر بر قافی سے نقل کیا کہ دارقطنی نے حافظ محمد بن مظفر سے ایک ہزار حدیث اور ایک ہزار حدیث تکھیں اور محمد ابن عمر اساعیل قاضی سے نقل کیا کہ میں نے دارقطنی کو دیکھا کہ حافظ ابو الحسن محمد بن مظفر کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور عایت ادب سے آپ کی موجودگی میں کسی حدیث کی سند بھی نہیں بیان کرتے تھے، آپ سے اپنی کتابوں میں بہت سی روایات بھی لی ہیں۔

خطیب نے محدثین سے آپ کی توثیق بھی نقل کی اور یہ بھی کہ آپ پر علم حدیث کا علم و حفظ انتہاء کو پہنچا اور ہمیشہ شیوخ حدیث میں بلند مرتبہ شمار ہوئے، آخر میں محدث خوارزمی جامع المسانید نے فرمایا کہ یہ مندادام ہی آپ کے کمال علم حدیث، غیر معمولی حفظ و اتقان اور وسعت علم متون و طرق پر شاہید عدل ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جامع المسانید و تقدیمہ نصب الرایہ)

۶۸- حافظ ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد العدل بغدادی حنفی م ۳۸۰

مشہور حافظ حدیث، صاحب مندادام اعظم ہیں، خطیب نے تاریخ میں آپ کے اساتذہ و تلامذہ حدیث ذکر کئے ہیں، امام اعظم کا مند نمکوحر و فتحم کی ترتیب پر تالیف کیا، عدول، ثقات، واثبات میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیمہ و جامع المسانید)

۶۹- امام ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی دارقطنی (بغدادی) م ۳۸۵

مشہور امام حدیث شافعی المذاہب ہیں، حاکم، منذری، تمام رازی، ابو نعیم اصفہانی وغیرہ کے شاگرد ہیں، فن معرفت علیل حدیث و اسماء رجال میں بڑی شہرت پائی، مذاہب فقهاء سے بھی باخبر تھے، آپ کی تصنیف میں سے ایک کتاب الازمات ہے جو متدرک انجین کی طرح ہے، اس میں آپ نے وہ احادیث جمع کی ہیں جو شیخین کی شرائط کے مطابق ہیں اور ان کو ذکر کرنا چاہئے تھا، لیکن ان میں ذکر نہیں ہوئیں یہ کتاب مسانید کے طرز پر مرتب کی ہے، اس کے علاوہ آپ کی علیل اور سن بھی گراں قد رحمۃ شی تالیفات ہیں۔ وغیرہ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان و رسالہ)

۷۰- حافظ ابو حفظ عمر بن احمد بن عثمان بغدادی معروف ابن شاہین م ۳۸۵

مشہور حافظ حدیث ہیں، آپ کی کتاب النہ مقبول و معروف ہے اس کے علاوہ دوسری تصنیفیں بھی مفیدہ ہیں جن کی تعداد ۳۳۰ تک

بیان ہوئی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الرسالة المستطر ذص ۳۲)

۱۷۔ شیخ ابو الحسن علی معروف بزازم ۳۸۵ھ

آپ علی بن الضراء کے عمدہ محدثین میں سے ہیں استاد حدیث ہیں اور ابراہیم بن عبد الصمد ہاشمی کے شاگرد ہیں، آپ نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کیں جن میں سے ”جزء فضائل اہل الہیت“ زیادہ مشہور ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شین)

۲۷۔ حافظ ابو سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب البستی (الخطابی) م ۳۸۸ھ

مشہور حافظ و فقیہ ہیں، ابن الاعرابی اور اسماعیل بن محمد سفار اور اس طبقہ کے دوسرے محدثین سے علم حاصل کیا، حاکم وغیرہ آپ کے تلمذین ہیں، زیادہ قیام نیشاپور میں رہا اور وہیں تصنیف و تالیف و مشغول رہ، آپ کی مشہور تصنیف یہ ہیں، معالم السنن، غریب الحدیث، شرح اسماء حسنی، کتاب المعرفہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شین)

۳۷۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن الحنفی (بن مندہ) اصحابہ م ۳۹۶ھ

مشہور حافظ حدیث جنہوں نے تحصیل حدیث کے لئے دور راز بلا و ممالک کے سفروں سے شہرت پائی، آپ کی تصنیف مفیدہ بکثرت ہیں، ان میں سے ایک کتاب سنن پر بھی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الرسالة المستطر ذص ۳۲)

۴۷۔ شیخ ابو الحسن محمد بن احمد بن عبد الرحمن بن یحییٰ ابن جمیع متوفی ۴۰۲ھ

آپ نے ابوالعباس بن عقدہ، ابو عبد اللہ الحاتمی وغیرہ علماء سے حدیث حاصل کی اور حافظ عبدالغنی بن سعد، تمام رازی وغیرہ آپ کے شاگردوں میں ہیں، خطیب نے توثیق کی اور شام کے محدثین میں آپ کو سب سے زیادہ قوی الستد بتایا، آپ کی جمیع مشہور ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شین)

۵۷۔ شیخ ابو بکر محمد بن موسیٰ خوارزمی حنفی م ۴۰۳ھ

محمد ثقة، فقيہ تحریر، جامع فروع و اصول تھے، ملا علی قاری نے علامہ ابن اثیر کی مختصر غریب الحدیث سے نقل کیا کہ آپ پانچوں صدی کے مجددین امت محمدیہ میں سے ہیں، آپ عوام و خواص میں محظیم و محترم تھے اور کسی کا بدیہیہ و صدقہ قول نہ کرتے تھے، خطیب نے کہا کہ آپ سے ابو بکر برقلانی نے ہمارے لئے تحدیث کی اور برقلانی اکثر آپ کا ذکر خیر کرتے تھے، میں نے ایک دفعہ ان سے آپ کے مذهب فی الاصول کے بارے میں سوال کیا تو کہا کہ آپ فرمایا کرتے تھے:

”ہمارا دین بوڑھی عورتوں کا سادیں ہے اور ہم کسی بات میں کلام کرنے کے لائق نہیں، کئی بار آپ کو حکومت کے عہدے پیش کئے گئے مگر آپ نے قبول نہیں کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۶۷۔ حافظ ابو الفضل السليمانی احمد بن علی البیکندی حنفی م ۴۰۴ھ

مشہور حافظ حدیث، شیخ ماوراء النہر ہیں، آپ سے محدث جعفر مستقری خطیب نف نے علم حاصل کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (تقدیمه نصب الرایہ)

۷۷۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمودیہ بن نعیم الفضی معروف حاکم نیشاپوری م ۴۰۵ھ

مشہور محدث ہیں، آپ کے متدرک اور معرفۃ علوم الحدیث زیادہ مشہور و مفید ہیں، دوسری بعض تصنیف یہ ہیں، تاریخ نیشاپور،

کتاب مزکی الاخبار، المدخل الی علم الحجج، الاکیل، آپ کی تصانیف ذیہ ہزار جزو کے قریب پہنچتی ہیں، عہدہ قضاۓ پروفائز تھے اس لئے "حاکم" نام پڑ گیا تھا، علامہ ذہبی نے تاریخ میں لکھا کہ "آپ کی متدرک میں بقدر نصف کے وہ احادیث ہیں جو شیخین یا کسی ایک کی شرط پر ہیں اور چوتھائی وہ ہیں کہ ان کی اسناد درست ہیں، اگرچہ شروط مذکور پر نہیں، باقی ایک ربع ضعیف و منکر بلکہ موضوع بھی ہیں، میں نے تلمیص میں اس پر مطلع کر دیا ہے"، اسی وجہ سے علماء حدیث نے لکھا ہے کہ حاکم کی متدرک پر تلمیص ذہبی دیکھے بغیر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔

کہا جاتا ہے کہ حاکم کے وقت میں چار شخص چوٹی کے حدیث تھے، دارقطنی بغداد میں حاکم نیشاپور، ابو عبد اللہ بن مندہ اصفہان میں اور عبدالغنی مصر میں، پھر محققین علماء نے یہ تشریح کی کہ دارقطنی کو معرفت عمل حدیث میں حاکم کو فن تصنیف و حسن ترتیب میں ابن مندہ کو کثرت حدیث میں عبدالغنی کو معرفت اسباب میں تبحر حاصل تھا، حبهم اللہ تعالیٰ۔ (بتان المحمد شیں)

۸- حافظ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن بخاری "غنجار" حنفی م ۳۱۲ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں، آپ کی تاریخ بخاری بہت اہم تاریخی حدیثی خدمت ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (تقدیمہ نصب الرایہ)

۹- حافظ ابو القاسم تمام بن محمد ابی الحسین بن عبد اللہ بن جعفر اہمی رازی م ۳۱۳ھ

آپ معرفت رجال میں کامل مہارت رکھتے تھے، حدیث کی صحت و سقم بیان کرنے میں مشہور تھے، حفظ حدیث میں ضرب المشل تھے، آپ کی تصانیف میں "فوانی تمام رازی" زیادہ مشہور ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (بتان المحمد شیں)

۱۰- شیخ ابو الحسین محمد بن احمد بن طیب بن جعفر واسطی کماری حنفی م ۳۱۴ھ

مشہور فقیہ، عارف اور محدث عادل تھے، حدیث بکر بن احمد اور اس طبقہ کے دوسرے محدثین سے حاصل کی، فقہ میں ابو بکر رازی (ہلہذا امام کرخی) کے شاگرد ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۱/۲- حافظ ابو القاسم ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الطبری الرازی اللہ رکائی ۳۱۸ھ مشہور محدث و محقق گزرے ہیں۔

۱۱- شیخ ابو علی حسین بن خضر بن محمد بن یوسف نسفی حنفی م ۳۲۳ھ

محمد ثابتہ اور فقہ جید تھے، اپنے زمانہ کے مشہور جلیل القدر محدثین بخارا و بغداد و کوفہ و حریم میں سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے بکثرت محدثین نے روایت کی، آخر میں آپ سے ابو الحسن علی بن محمد بخاری نے حدیث سنی اور روایت کی، مدت تک بغدادہ کر تعلیم، تدریس و مناظرہ اہل باطل میں مشغول رہے، پھر بخارا کے قاضی ہوئے، آپ نے حدیث و فقہ میں مفید تصنیفات کیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق)

۱۲- حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب الخوارزمی (البرقانی) الشافعی م ۳۲۵ھ

حدیث میں آپ کی مستخرج علی الحسین ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الرسالة المستطرفة فص ۳۷)

۱۳- امام ابو الحسین احمد بن محمد بن احمد بن جعفر معروف بقدوری حنفی م ۳۲۸ھ

چوتھے طبقہ کے فقیہاء کبار میں سے ہیں جلیل القدر فقیہ اور محدث و ثقہ و صدق و ثقہ تھے، فقہ و حدیث ابو عبد اللہ محمد بن جرجانی (تلمیذ امام ابی بکر جصاص) سے حاصل کیا اور آپ کے تلامذہ میں خطیب بغدادی، قاضی القضاۃ ابو عبد اللہ دامغانی وغیرہ ہیں، آپ کے علمی حدیثی مناظرے شیخ ابو جہاد اسفاری فقیہ شافعی سے اکثر رہے ہیں، آپ کی تصانیف میں سے مختصر مبارک (قدوری) بہت مقبول و متداول ہوئی، اس

کے علاوہ یہ ہیں: شرح مختصر الکرخی، تحریر (سات جلد جن میں اصحاب حنفیہ و شافعیہ کے مسائل خلاف پر بحث کی ہے)، تقریب ایک جلد، مسائل الخلاف میں اصحاب ایک جلد (جس میں امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے مابین فروعی اختلاف کا ذکر کیا ہے) وغیرہ ذلک۔

خطیب نے کہا کہ میں نے آپ سے حدیث لکھی آپ صدوق تھے اور حدیث کی روایت کم کرتے تھے، اپنی غیر معمولی ذکاوت کی وجہ سے فقہ میں بڑا تفوق حاصل کیا، عراق میں ریاست مدھب حنفیہ آپ کی وجہ سے کمال پر پہنچی اور آپ کی بڑی قدر و رونزلت ہوئی، آپ کی تقریر و تحریر میں بڑی دل کشی تھی، ہمیشہ تلاوت قرآن کرتے تھے، سمعانی نے کہا کہ آپ فقیہ، صدوق تھے، مختصر تصنیف کی جو بہت مشہور ہے اور اس سے خدا نے لائعد ادھل علم کو فائدہ پہنچایا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جو اہر مصیہ وحدائق حنفیہ)

۸۲- حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن الحنفیہ بن موسی اصفہانی ولادت ۳۳۶ھ متوفی ۴۳۰ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں، بڑے بڑے مشائخ سے سامع حدیث کیا اور ان میں سے جن سے کامل استفادہ کیا یہ ہیں: "طبرانی، ابوالشخ، حافظ ابو بکر جعابی حنفی ابوعلی بن صواف، ابو بکر آجری، ابن خلاد نصیبی، فاروق بن عبد الکریم خطابی، خطیب بغدادی وغیرہ آپ کے خصوصی شاگردوں میں ہیں، خطیب نے آپ سے پوری بخاری شریف تین مجالس میں پڑھی، آپ کی مشہور و مفید ترین بڑی تالیفات یہ ہیں، حلیۃ الاولیاء، معرفۃ الصحابة، دلائل النبوة، مستخرج علی البخاری، مستخرج علی مسلم، تاریخ اصحابہ، صفة الجنة، کتاب الطب، فضائل الصحابة، کتاب المعتقد ان کے علاوہ چھوٹے رسائل و کتب بہت ہیں۔ (بتان الحمد شیخ)

یہاں یہ امر بھی لائق ذکر ہے کہ ابو نعیم اصفہانی با وجود اپنی جلالت قدرو خدمات عظیم المرتبت کے تعصب کی شان رکھتے تھے اور علماء نے اس وصف کی وجہ سے آپ کو دارقطنی، نبیقی اور خطیب کے ساتھ رکھا ہے، چنانچہ علامہ ابن جوزی نے منتظم میں لکھا کہ محدث اسماعیل بن ابی الفضل اصفہانی فرمایا کرتے تھے، تین حفاظت حدیث مجھ کو ان کے شدت تعصب اور قلت انصاف کی وجہ سے ناپسند ہیں، حاکم ابو عبد اللہ، ابو نعیم اصفہانی اور ابو بکر خطیب اور اسماعیل نے حج کہا وہ واقعی اہل معرفت سے تھے۔

حافظ ابن عبد الہادی نے تنقیح التحقیق میں کہا ہے کہ ہمارے مشائخ کا بیان ہے کہ جب دارقطنی مصراً اے اور لوگوں نے جہر بسم اللہ کے بارے میں تصنیف کی درخواست کی تھی آپ نے ایک جزو لکھا، پھر بعض مالکیہ نے آپ کو حلف دیا تو اعتراف کیا کہ جہر بسم اللہ میں کوئی حدیث نہیں ہے البتہ صحابہ سے دونوں طرح کے اقوال ثابت ہیں۔ (نصب الرایہ)

اسی لئے ابن جوزی کا یہ قول بھی حافظ عینی نے شرح ہدایہ میں نقل کیا کہ دارقطنی جب کسی کے طعن میں منفرد ہوں تو ان کا طعن غیر مقبول ہو گا، کیوں کہ ان کا تعصب سب کو معلوم ہے، امام نبیقی نے جو کچھ امام طحاوی پر تعصب و نا انسانی سے کلام کیا ہے اس پر علامہ قرشی نے جواہر مصیہ میں ضروری تبصرہ کر دیا ہے اور جو ہر نقی اکا کامل و مکمل جواب ہے۔

نیز علامہ زبیدی نے عقود الجواہر الحنفیہ میں لکھا کہ جو شخص "سن نبیقی" کا مطالعہ کرے گا وہ امام نبیقی کے تعصبات سے حیرت زدہ رہ جائے گا، حافظ ذہبی شافعی نے اپنے رسالہ "الرواۃ الثقات المحتکم فیہم بمالایو جب رواہم" میں لکھا کہ ابو بکر خطیب، ابو نعیم اصفہانی اور دوسرے بعض متاخرین علماء کا بڑا گناہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ انہوں نے اپنی تالیفات میں بعض احادیث موضوعہ تک نقل کر دی ہیں جو سن

اے یہ حافظ جعابی محمد عمر بن محمد سالم حنفی (م ۴۵۵ھ) علی حدیث اور تاریخ رجال کے بہت بڑے امام گزرے ہیں، جن کو چار لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں، دارقطنی نے ان سے بڑا استفادہ کیا ہے جیسا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی آپ کو دارقطنی کے بڑے اساتذہ میں ذکر کیا ہے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا مبسوط ترجیح لکھا ہے، حافظ جعابی امام حارثی بخاری (جامع مندا امام عظیم) کے تلمذ حدیث ہیں جو مشاہیر آخر احباب میں سے ہیں، حافظ ابن منده اور حافظ ابن عقدہ وغیرہ کبار حفاظ و محدثین بھی امام حارثی کے تلامذہ حدیث ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ ورضی عنہم اجمعین۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث) (ص ۲۳ وص ۱۱)

ہدئی پر بڑا ظلم ہے، خدا ہمیں اور ان کو معاف کرو۔

علامہ محمد معین سندھی نے دراسات المبیب میں لکھا کہ یہ دارقطنی ہیں جنہوں نے امام آنہم ابوحنیفہ پر طعن کر دیا ہے اور ان کی وجہ سے ان کے مذہب کے موافق احادیث کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے، ایسے ہی خطیب بھی حد سے بڑھ گئے، لیکن ان دونوں یا ان کے طریقہ پر چلنے والوں کو کون اہمیت دیتا ہے، جب کہ امام صاحب کی جلالت قدراً اور تویش پر اتفاق و اجماع ہو چکا ہے اور آپ کی منقبت عظیمہ سے کون انکار کر سکتا ہے جس سے آپ نے بخواحدیت صحیح ثریاتک کا علم حاصل کر لیا ہے۔

نیز خطیب کے ہی ہم مشرف علامہ ذہبی کی طرح شافعی المذہب حافظ حدیث محمد بن یوسف صالحی نے عقود الجمان میں لکھا کہ "تم خطیب کی ان باتوں سے جو انہوں نے امام ابوحنیفہ کی شان رفیع کے خلاف نقل کر دی ہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا، کیونکہ خطیب نے اگرچہ مادھیں امام عظیم کے اقوال بھی نقل کئے ہیں مگر اس کے بعد وہ امور نقل کئے جس نے ان کی کتاب کا مرتبہ بھی گردایا اور بڑا عجیب اس کو لگ گیا جس کی وجہ سے ہر چھوٹا
بڑا ان کو بدف و ملامت بنانے پر مجبور ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ خطیب نے وہ گندگی ڈالی ہے جس کو بہت سے دریافت کر بھی نہیں بھاکتے۔

علامہ جمال الدین مقدسی حنبلی م ۹۰۹ ہنے تنویر الصحیفہ میں لکھا کہ "امام ابوحنیفہ سے تعصباً رکھنے والوں میں سے دارقطنی کے علاوہ ابویعم بھی ہیں کہ انہوں نے حدیث الادلیاء میں امام صاحب کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ امام صاحب سے بہت کم درجہ کا علم و زہد رکھنے والوں کا ذکر کیا ہے، ان تمام ناگفتمنی امور کے ساتھ یہ بھی اعتراف کرنا ہے کہ باوجود اس کے بھی حافظ ابویعم نے امام صاحب کی احادیث مرویہ کو اہمیت دی ہے اور آپ کی روایت سے ایک مندرجی تالیف کیا۔

ای طرح امام زینیتی نے اپنی سفر میں امام صاحب کی مرویہ احادیث سے احتجاج کیا ہے، متدرک میں حاکم نے بھی آپ کی احادیث سے استشهاد کیا ہے اور آپ کو آنہم اسلام میں داخل کیا ہے اور معرفتہ علوم حدیث میں تو امام صاحب کو ان آنہم ثقات میں شمار کیا ہے جو تابعین و اتباع تابعین میں سے مشہور ہوئے اور جن کی احادیث حفظ و مذاکرہ کے لئے جمع کی جاتی رہی ہیں اور ان سے نیزان کے ذکر مبارک سے مشرق و مغرب کے لوگ برکت حاصل کرتے رہے ہیں۔ (ما تمس الیہ الحاجۃ)

۸۵- حفاظ ابوالعباس جعفر بن محمد بن سفی حنفی م ۳۳۲ھ

کبار حفاظ حدیث میں سے نصف کے خطیب، جید فقیہ، محدث مکثر و صدق تھے، تمام علاقہ ماوراء الہنہ میں آپ کا مثل نہیں تھا، حافظ غنجوار قاضی ابوعلی حسین نسفی، زاہد بن احمد سرسکی وغیرہ سے علم حاصل کیا، آپ سے ابو منصور سمعانی وغیرہ نے روایت حدیث کی، آپ کی بہت سی مفید تصانیف ہیں، حدیث میں "جموع" اور "معرفۃ الصحابة" زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (لتقدمہ، جواہر مرضیہ وحدائق)

۸۶- شیخ ابو عبد اللہ حسین بن علی بن محمد بن جعفر صیری حنفی ولادت ۱۳۵۰ھ متوفی ۱۳۳۶ھ

مشہور فیقر جلیل اور محدث صدق تھے، فقاً ابو بکر محمد خوارزمی سے، حدیث ابو الحسن دارقطنی اور ابو بکر محمد بن احمد جرجانی وغیرہ سے حاصل کی، آپ سے قاضی القضاۃ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن حسین وامغانی وغیرہ نے فقاً میں شخص حاصل کیا اور خطیب بغدادی وغیرہ نے حدیث روایت کی، آپ نے امام عظیم اور اصحاب امام کے مناقب میں نہایت اہم جلیل القدر تصنیف کی، مدت تک مدائی وغیرہ میں عہدہ قضا پر مستکن رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جواہر مرضیہ وحدائق حنفیہ)

۸۷- شیخ ابو جعفر محمد بن احمد بن محمد بن محمود سمنانی حنفی ولادت ۱۳۶۱ھ متوفی ۱۳۲۲ھ

محدث وفقیہ، ثقة، صدق تھے، حنفی المذہب، اشعری الاعتقاد تھے، حدیث میں نصر بن احمد بن خلیل اور دارقطنی وغیرہ کے شاگرد ہیں اور

خطیب بغدادی وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں، مدت تک موصل کے قاضی رہے، صاحب تصنیف مفیدہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق)

۸۸-حافظ ابو سعد السماعیل بن علی بن زنجویہ رازی حنفی م ۲۲۵

علم حدیث، معرفت رجال وفقہ حنفی کے امام تھے، معرفت خلاف بین الائمه المتبوعین کے بڑے بصیر تھے، آپ سے شیوخ زمانہ میں سے تین ہزار شیوخ نے تلمذ کیا، بڑے متقدی وزاہد تھے، ۲۷ سال میں کبھی کسی دوسرے کا کھانا نہیں لکھایا، نہ ان پر کسی کو کوئی احسان کرنے کی ضرورت پیش آئی، نہ حالت اقامت میں نہ سفر میں، فرمایا کرتے تھے کہ جس نے حدیث رسول ﷺ نہیں لکھی، اس کو صحیح معنی میں حلاوت اسلام نہیں ملی، بہت سی تصنیف کیں، تمام اوقات درس و تعلیم، ارشاد وہدایت نماز و تلاوت قرآن مجید پر صرف فرماتے تھے، ہمیشہ تجدی میں بسر کی، وفات کے وقت اس طرح متبرشم و خوش تھے جیسے کوئی سفر سے گھر لوٹ کر ہوتا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیمہ وجواہر مفہیم)

۸۹-شیخ خلیل بن عبد اللہ بن احمد (ابو علی) قزوینی م ۲۲۶

علم حدیث اور رجال کے بہت بڑے عالم تھے، علی بن احمد بن صالح قزوینی، ابو حفظ کتابی، حاکم اور اس طبقہ کے دوسرے بزرگوں سے سماع و حدیث روایت کی، آپ کی کتاب ”ارشاد فی معرفة الحمد شیعی“ راویوں کے حالات میں نہایت عمدہ کتاب ہے، لیکن اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ اس میں اوہام بھی ہیں جب تک دوسری کتابوں کی شہادت نہ مل جائے اس پر کلی اعتقاد نہ چاہئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شیعی)

۹۰-شیخ محمد اسماعیل محدث لاہوری حنفی م ۲۲۸

بخارا کے سادات عظام سے تھے جو سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں ۳۹۵ھ میں لاہور آ کر ساکن ہوئے، علوم تفسیر، فقه و حدیث کے امام اور علوم باطنی کے پیشوائے کامل تھے، واعظان اہل اسلام میں سب سے پہلے آپ ہی کالا ہور میں ورود ہوا اور آپ کے ارشادات وہدایت سے ہزاروں لوگ مشرف بہ سلام ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفی)

۹۱-شیخ الائمه شیخ عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح حلواوی بخاری حنفی م ۲۲۸

اپنے زمانہ کے امام کبیر، فاضل بے نظر، فقیہ کامل و محدث ثقہ تھے، مجتہدین فی المسائل میں آپ کا شمار ہے، حافظ محمد بن احمد غنجار ابو الحسن رازی وغیرہ سے حاصل کی، امام طحاویؒ کی شرح معانی الآثار کو ابو بکر محمد بن عمر بن حمدان سے روایت کیا اور آپ سے شمس الائمه سرخی اور فخر السلام بزودی وغیرہ نے فقه و حدیث حاصل کی، آپ کی تصنیف میں سے مبسوط اور کتاب النواز رزیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (فوائد بیہیہ وحدائق حنفی)

۹۲-شیخ ابو عثمان اسماعیل بن عبد الرحمن بن احمد بن اسماعیل بن ابراہیم الصابوی م ۲۲۹

ابوسعید عبد اللہ بن محمد رازی، ابو طاہر ابن خزیم، عبد الرحمن بن ابی شریح اور اس طبقہ کے دوسرے علماء و محدثین سے علم حاصل کیا، عبدالعزیز کتابی اور ابو بکر بن یحیی وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، یہیں آپ کو امام المسلمين اور شیخ الاسلام کہتے تھے، ستر سال تک برابر وعظ و نصیحت میں مشغول رہے، نیشاپور کی جامع مسجد میں بیس سال تک امامت و خطابت آپ ہی کے پروردہ ہی، آپ کی تصنیف میں سے ”کتاب الماتین“ مشہور ہے، اس میں دو احادیث، دو سو حکایات اور دو سو قطعات اشعار کے ہیں جو ہر حدیث کے مضمون کے مناسب لائے ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (بستان)

۹۳-حافظ ابو محمد عبدالعزیز بن محمد بن عاصم نسفی حنفی م ۲۵۶

حافظ حدیث، محدث ثقہ، فقیہ متقن تھے، سلفی نے کہا کہ میں نے آپ کی بابت موتمن ساجی سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ آپ مثل ابی

بکر خطیب و محمد بن علی صہوی کے حافظ حديث، جید الفہم، مرضی الخصال تھے، ابن منده نے کہا کہ آپ حفظ و اتقان میں یگانہ روزگار تھے، اور میں نے اپنے زمانہ میں آپ جیسا سریع الکتابت، سریع القراءۃ اور دقيق الحظ نہیں دیکھا، مدت تک حافظ جعفر مستغفری کی صحبت میں رہ کر بہ کثرت سائے حدیث و اخذ در وايت کیا اور بغداد جا کر محمد بن محمد بن غیلان سے بھی استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حدائق حفیہ)

۹۴- شیخ ابوالقاسم عبد الواحد بن علی بن برهان الدین عکبری حنفی م ۳۵۶ھ

محمد، فقیہ، متكلّم، نحوی، لغوی، مورخ و ادیب فاضل تھے، چنانچہ پہلے حنفی تھے، پھر حنفی ہوئے، اپنے زمانہ کے اجداد محدثین و فقہاء علم حاصل کیا، امام صاحب کے مذہب سے مدافعت میں بہت جری و قوی تھے، ان کے دلائل کی قوت مسلم تھی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق وغیرہ)

۹۵- حافظ ابو محمد علی بن حزم اندلسی ولادت ۳۸۳ھ م ۳۵۷ھ

آپ فارسی انسل تھے، قرطبه میں ولادت ہوئی، حفظ و ذکاوت اور وسعت مطالعہ میں بڑی شہرت پائی، پہلے شافعی تھے پھر داؤ د طاہری کا مسلک اختیار کر لیا تھا، قیاس سے منکر تھے، مختلف زبانوں میں مہارت تھی، علوم اسلامیہ کے علاوہ بلاغت و شاعری میں بھی تمام اہل اندلس پر فائق تھے، آپ کی تصانیف میں سے اخلقی و انجلی، کتاب الا حکام اور الفصل فی الملک و انخل زیادہ مشہور و متداول ہیں، آپ کی جلالت قادر بے شبه ہے، مگر چند کمزوریاں بھی آپ کی ایسی ہیں جو نظر انداز نہیں ہو سکتیں، مثلاً اپنی رائے پر انتہائی جمود، اپنے مخالف کی نہایت سخت الفاظ میں تجویل و تجھیق، حتیٰ کہ آئندہ متبویں اور اکابر محدثین بھی آپ کے نازیب یا کلمات اور غیر موزون تقدیم سے نفع سکے، اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ حاجج کی تلوار اور ابن حزم کی زبان یکساں تھی، اس کی وجہ خود انہوں نے ”مداواۃ الفوس“ میں یہ لکھی ہے کہ ”میری تلی بڑھ گئی تھی اس لئے میرے مزاج میں اس قدر تغیر پیدا ہو گیا کہ مجھے خود اس پر تعجب ہے۔

مقدمہ ابن اصلاح کی تلخیص میں حافظ ذہبی نے اور امام ترمذی کے تذکرہ میں حافظ ابن حجر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”ابن حزم“ اپنی علمی وسعت کے ساتھ امام ترمذی اور آپ کی تصنیف سے ناواقف تھے۔ (تذکرہ و تہذیب)

ابن حزم آئندہ احناف اور مذہب حنفی سے بہت زیادہ تعصب بر تھے ہیں، کافی دراز سانی بھی کی ہے اور نا انصافیاں کی ہیں، ہمارے حضرت شاہ صاحب نے ایک روز درس بخاری شریف میں فرمایا کہ صحیح مسلم کی ایک حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مکہ معظلمہ میں داخل ہوئے تو ایک سعی کی اور دوسرا سوار ہو کر، اس سے احناف نے استدلال کیا کہ آپ قارن تھے، اس حدیث پر ابن حزم گزرے تو تو جیہ کی ایک ہی سعی کے کہ کچھ شوط پیدل کئے تھے اور کچھ سوار ہو کر، میں نے اس توجیہ کی دبھیاں بکھیردیں ہیں اور صریح احادیث سے ثابت کیا ہے کہ پیدل اور سوار دو سعی مستقل الگ الگ ہوئی ہیں، پھر فرمایا کہ ابن حزم بنی کی طرح حق و باطل پر احتیال کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ حضرت العلام مولانا مفتی سید محمد مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند، امام محمد کی کتاب انج پر تعلیقات لکھ رہے ہیں جو ان شاء اللہ ادارہ احیاء المعارف الشعما نیہ حیدر آباد دکن سے شائع ہو گی، ان تعلیقات میں آپ کے سامنے محلی ابن حزم بھی ہے اور ان کی دراز دستیوں کا بوجہ احسن دفاع کیا ہے۔ نفعنا اللہ بعلوہ۔

حافظ ابن حزم نے شرح معانی الآثار طحاوی کو ابوداؤ دنسائی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (سیر النبلاء، ذہبی)

۹۶- حافظ ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن عبد اللہ بن موسی بن یہیہ ولادت ۳۸۳ھ متوفی ۳۵۸ھ

مشہور جلیل التدریس محدث تھے، بڑی بڑی گرانقدر تصانیف کیں، ان میں سے زیادہ اہم و تافع کتابیں یہ ہیں: ”سنن کبریٰ“ (۱۰ جلد)

معرفة السنن والآثار (۳ جلد) کتاب الاسماء والصفات (۲ جلد) دلائل النبوة (۳ جلد) کتاب الأخلاق فیات ۲ جلد، مناقب الشافعی، کتاب الدعوات الکبیر، کتاب الزہد، کتاب البعث والنشور، الترغیب والترہیب، الریعن کبری، الریعن صغیری، کتاب السراء یہ سب ایک جلد کی ہیں۔

امام الحرمین شافعی کا قول ہے کہ دنیا میں سوائے یہ حقیقی کے اور کسی شافعی کا احسان امام شافعی پر نہیں، کیونکہ یہ حقیقی نے اپنی تمام تصانیف میں امام شافعی کے مذهب کی تائید و تقویت کی ہے اور اسی وجہ سے ان کے مذهب کا رواج زیادہ ہوا، امام شافعی کے فقہ اور فتن حدیث و عمل میں پوری مہارت رکھتے تھے، باوجود اس علمی تحریر کے امام یہ حقیقی کے پاس جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ موجود نہ تھیں اور حدیث کی ان تینوں بلند پایۂ کتابوں کی احادیث پر آپ کو کما پیغمبیری اطلاع نہ تھی۔ (بستان الحمد شیخ)

حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک مقام پر حافظ نے فتح الباری میں یہ حقیقی کے جواب لے دیئے ہیں جو حقیقی کے خلاف ہیں، میں نے تقریباً ۲۱ سال ہوئے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کے یہاں سنن یہ حقیقی قلمی دیکھی تھی جواب بھی موجود ہے اس میں حقیقی کے موافق پایا تھا، یہ حقیقی اب طبع بھی ہو گئی ہے، لیکن اس میں حافظ کے موافق درج ہے، میرا خیال ہے کہ وہ نسخہ بھی غلط ہی ہو گا جو حافظ کے پیش نظر تھا اور اسی نے حافظ کو غلط فہمی ہوئی ہے، میں نے اب اس امر کے قرآن بھی لکھنے شروع کئے ہیں کہ قلمی نسخہ مذکورہ صحیح ہے۔ (یہ ملفوظ مبارک ۳۴۰ ہکا ہے)

حضرت شاہ صاحبؒ کاریمارک مذکور نہایت اہم ہے افسوس ہے کہ حضرتؒ کی وہ یادداشت ہمیں ابھی تک نہیں مل سکیں جس میں وہ قرآن تحریر فرمائے تھے، ضرورت ہے کہ فتح الباری سے مقام مذکور متعین کر کے ان موقع میں سنن یہ حقیقی کے دونوں مطبوعہ و قلمی نسخوں کا مقابلہ کیا جائے، پھر قلمی نسخہ کی صحت کے قرآن کا کھون لگایا جائے، ممکن ہے کچھ کامیابی ہو جائے ورنہ حضرتؒ کا ساتھ، وسعت مطالعہ اور بالغ نظری اب کہاں؟ خواب تھا جو کچھ دیکھا جو نہ افسانہ تھا۔

حضرتؒ کی علمی ریسرچ اور دورس تحقیقات و تدقیقات کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے، انوار الباری میں ایسی بہت سی چیزیں پیش ہوئی گی، ان شاء اللہ تعالیٰ و بیدہ التوفیق۔

امام یہ حقیقی نے بھی مسائل خلاف میں شوافع کی تائید میں حقیقی کے خلاف بہت تعصب سے کام لیا ہے ”الجواہر لائقی فی الرد علی اپیہقی کی دو جلدیں ابن ترکمانی حقیقی نے امام یہ حقیقی کا لا جواب روکھا ہے، جو ہر حقیقی عالم کو مطالعہ کرنا چاہئے، تمام جوابات محمد ثانیہ محققانہ ہیں، یہ کتاب سنن یہ حقیقی کے ساتھ بھی طبع ہوئی ہے اور الگ بھی دو جلدیں میں دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہوئی ہے۔

۹۔ شیخ حسین بن علی بن محمد بن علی دامغانی حقیقی، متوفی ۳۶۱ھ

مشہور محدث و فقیہ تھے، حدیث ابوالغناہم زینی وغیرہ سے پڑھی اور آپ سے قاضی ابوالحسن عمر بن علی قرشی نے روایت کی اور اپنے بھنجم شیوخ میں بھی آپ کی حدیث ذکر کی، (جو اہم مفتیہ)

۹۸۔ شیخ ابوالحسن علی بن حسین سندی حقیقی (م ۳۶۱ھ)

محمد جلیل و فقیہ نیبل تھے، فقه شیش الاممہ سرسخی سے اور حدیث ایک جماعت محمد شیخ سے حاصل کی، بخارا میں افتاء اور قضاء کی خدمات مدت تک انجام دیں، فتاویٰ قاضی خان وغیرہ مشہور کتاب فتاویٰ میں آپ کے اقوال نقل ہوئے ہیں، آپ کی تصانیف میں سے فتاویٰ میں ”نیف“ اور شرح جامع کبیر مشہور ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جو اہم وحدائق)

۹۹۔ حافظ یوسف بن عبد اللہ بن محمد عبد البر بن عاصم نمری قرطبی مالکی ولادت ۳۶۸ھ متوفی ۳۶۳ھ

مشہور جلیل القدر عالم و فاضل تھے، خطیب کے معاصر ہیں مگر ان سے پہلے طلب حدیث میں مشغول ہوئے اور بڑا مرتبہ پایا، حفظ و

اتقان میں لاثانی تھے، آپ کی کتاب ”التمہید“ نادرہ روزگار نہایت جلیل القدر علمی تصنیف ہے جس کی پندرہ جلدیں ہیں، محققین علماء کا فیصلہ ہے کہ آپ کا علمی پایہ خطیب بیہقی اور ابن حزم سے کہیں زیادہ بلند تھا، صدق، دیانت، حسن، اعتقاد، اتباع سنت و نزاہت انسان کے اعتبارے زمرة علماء میں آپ کا خاص امتیاز ہے۔

علامہ ابن حزم کے بر عکس آپ پہلے اصحاب نبوہ سے تھے، پھر تقلید اختیار کی اور مالکی ہوئے اور فقه شافعی کی طرف بھی میلان تھا، امام عظیم اور اصحاب امام کے بھی بڑے مذاہن میں سے ہیں اور ان کی طرف سے دفاع بھی کیا ہے۔

آپ کی کتاب ”الاستذکار“ موطاً کی بہترین شروح میں سے ہے، یہ بھی بحث حنفی بقدر ۱۵ جلد کے ہے، ان کے علاوہ دوسری مشہور و مقبول کتب یہ ہیں: جامع بیان العلم وفضلہ ۲ جلد، الدرر فی اختصار المغازی والسریر، العقل والعقلاء ما جاء فی اوصافهم، جمۃ الانساب، بہجۃ المجالس، الانتقام فضائل الشاشۃ الائمه الفقہاء، امام عظیم، امام مالک و امام شافعی کے مناقب میں بلند پایہ تصنیف ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بتان)

۱۰۰- حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی (خطیب بغدادی) شافعی م ۳۶۳ھ

گیارہ سال کی عمر سے طلب علم اور سماع حدیث کا سلسلہ شروع کیا اور دور دراز بلا و مالک کا سفر کر کے علم و فضل میں امتیاز حاصل کیا حافظ ابو نعیم اصحابی، ابو الحسن بن بشران وغیرہ سے استفادہ کیا، مکہ معظمہ میں صحیح بخاری کوستی کریمہ (بنت احمد المروزیہ راویہ بخاری) سے پانچ یوم میں ختم کیا اور شیخ اسماعیل بن احمد الضریاحیری نیشاپوری سے تین مجلس (سہ روز) میں بخاری ختم کی۔

آپ کی مشہور تصنیف یہ ہیں: جامع آداب الراوی والسامع، تاریخ بغداد، الکفاۃ فی آداب الروایہ، اشرف اصحاب الحدیث، الساق واللاحق، المحقق والمفترق، المؤتلف و مختلف، ان کے علاوہ اور بہت ہیں۔ (بتان الحمد شین)

تاریخ بغداد میں امام عظیم، امام احمد اور دوسرے اکابر و آئمہ و اہل علم کے خلاف جو کچھ اپنے جملی تعصب کی وجہ سے لکھ گئے ہیں، اس کو سنجیدہ طبقہ میں کسی وقت بھی پسند نہیں کیا گیا اور اس کے رد و جوابات بھی لکھے گئے، تانیب الخطیب، السہم المصیب وغیرہ کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں اور ان کے تعصب پر بھی کچھ لکھا ہے جو غالباً کافی ہے، اس سے قطع نظر آپ کی حدیثی، فقہی و تاریخی خدمات اور مفید تصنیفات ساری امت کی طرف سے مستحق ہزار قدر ولائق صد تحسین ہیں۔

۱۰۱- شیخ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبد الملک بن طلحہ بن محمد قشیری غیشاپوری (م ۳۶۵ھ)

بڑے عالم و محدث ہیں، زہد و تصوف میں زیادہ شہرت ہوئی، اپنے زمانہ کے بڑے بڑے محدثین سے سماع حدیث کیا، خطیب بغدادی وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، آپ کی مشہور تصنیف یہ ہیں: رسالہ قشیری، لطائف الاشارات، کتاب الجواہر، المنشی فی نکت اولی لشی، ایک طویل تفسیر بھی ہے جو بہترین تفاسیر میں شمار ہوتی، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (بتان الحمد شین)

۱۰۲- شیخ علی مخدوم جلابی غزنوی، هجویری معروف بہ داتا گنج بخش لاہوری حنفی (م ۳۶۵ھ)

آپ جامع علوم ظاہری و باطنی مشہور شیخ طریقت تھے، ”کشف الحجب“ آپ کی بنیظیر مشہور و مقبول عالم کتاب ہے، بڑے بڑے مشائخ مثلاً شیخ ابوالقاسم گورگانی، ابوسعید ابوالحسن ابوالقاسم قشیری محدث وغیرہ آپ کے شیوخ و اساتذہ میں ہیں، اپنے مشائخ کے ارشاد پر غزنی سے لاہور آ کر امامت کی دن کو درس علوم دینیہ اور شب کو تلقین ذکر کا مشغل تھا، ہزار ہا علماء و اولیاء نے استفادہ کیا۔

آپ نے کشف الحجب میں امام عظیم کی نسبت لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ ملک شام میں حضرت بلالؓ کی قبر کے سر ہانے سویا ہوا تھا کہ

اپنے آپ کو مکہ معظمه میں دیکھا، اتنے میں فخر موجودات سرورد عالم ﷺ باب بنی شیبہ سے تشریف لائے اور آپ نے ایک بوڑھے شخص کو بچوں کی طرح گود میں لیا ہے اور نہایت شفقت فرمائے ہیں، میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ یہ پیر روش بخت کون ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ امام ابوحنیفہ ہیں جو مسلمانان اہل سنت کے امام ہیں۔ لاہور میں آپ کے مزار مبارک پر شب و روز میلہ کی طرح اجتماع عموم و خواص رہتا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۱۰۳- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن حسین بن عبد الملک بن عبد الوہاب دام عقائد حنفی (م ۲۸۸ھ)

اپنے زمانہ کے فقیہ کامل اور محدث ثقہ تھے، آپ نے علامہ صیری (تملیئہ خوارزمی تلمذ بحاص) اور محدث محمد بن علی صوری وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، قاضی ابن ماکولا کے بعد بغداد کے ۳۰ سال تک قاضی رہے اور قاضی القضاۃ مشہور ہوئے، آپ کو دینی و دنیوی حشمت و جاہت میں امام ابو یوسف سے مشابہ صحابہ جاتا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۰۴- امام الحرمین ابوالمعالی عبد الملک بن یوسف ضیاء الدین نیشاپوری شافعی

ولادت ۳۱۹ھ متوفی ۵۲۸ھ

مشہور محدث و فقیہ، رئیس الشافعیہ گزرے ہی، بڑے مناظر و متكلم، بلند پایہ خطیب و داعظ تھے، آپ آئمہ حنفیہ اور مذهب حنفیہ سے بہت تعصباً رکھتے تھے اور تاریخی و فقہی لحاظ سے بہت ہی با تیس ان کی طرف غلط بھی منسوب کر دی ہیں، جن میں سے بعض باتوں کا ذکر ضمناً پہلے ہو چکا ہے، آپ کی تصانیف مشہور ہیں، ارشاد (مسائل کام میں) طبع ہو چکی ہے، النہایہ، رسالہ نظامیہ، البرہان (اصول فقہ میں) مغیث الحلقن فی اتباع الحق (طبع ہو چکی ہے) اس آخری کتاب میں فقہ شافعی کو فقہ حنفی پر ترجیح دی ہے اور فقہ حنفی اور آئمہ احتاف کے خلاف نامزوں الزامات عائد کئے ہیں، اس کے جواب میں علامہ کوثری نے رسالہ "احقاق الحق باطل الباطل فی مغیث الحلق" لکھا جو نہایت تحقیقی و علمی رد ہے، امام الحرمین کے ایک ایک قول کو ذکر کر کے اس کا رد کیا ہے اور علامہ سبیط ابن الجوزی حنفی (م ۶۵۳ھ) نے "الانصرار والترجح للمذهب الشافعی" لکھا جس میں وجہ دلائل ترجیح مذهب حنفی تحریر کئے ہیں اور کتاب مذکور کے آٹھویں باب میں ۲۷ مسائل مہمہ وہ لکھے ہیں جن میں امام اعظم نے کتاب اللہ اور سنت صحیح کا اتباع کیا ہے اور دوسرے آئمہ امام شافعی وغیرہ نے ان پر عمل نہیں کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔

۱۰۵- امام ابو الحسن علی بن محمد بن حسین بن عبد الکریم بن موسیٰ بزد وی حنفی (م ۲۸۶ھ)

فروع و اصول میں اپنے زمانہ کے امام آئمہ، شیخ حنفی، مرجع العلماء تھے، فقیہ کامل، محدث ثقہ اور حفظ مذهب میں ضرب المثل تھے، آپ کی مشہور و مقبول تصانیف میں سے یہ ہیں: مبسوط (۱۱ جلد) شرح جامع کبیر، شرح جامع صغیر اصول فقہ میں نہایت معتمد و معترف بہی کتاب، اصول بزد وی تفسیر قرآن مجید (۱۲۰ جزو کہ ہر جزو قرآن مجید کے جنم کے برابر ہے) غناء الفقة، کتاب الامالی (حدیث میں) عرصہ تک سرقد میں تدریس و قضاء کے فرائض انجام دیئے۔

آپ کے زمانہ میں ایک تاجر عالم شافعی المذهب آئے جو ہمیشہ مناظرے میں غالب آتے تھے اور ان کی وجہ سے بہت سے حنفی مذهب شافعی اختیار کر چکے تھے، آپ سے مناظرہ کے لئے کہا گیا مگر آپ مناظرہ کو ناپسند کرتے تھے، اولاً انکار کیا پھر لوگوں کے شدید اصرار پر خود ان عالم کے پاس تشریف لے گئے، عالم مذکور نے امام شافعی کے مناقب شمار کئے اور کہا کہ ہمارے امام کا حافظ اس قدر تھا کہ ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا اور ہر روز ایک ختم کرتے تھے، آپ نے فرمایا یہ تو آسان کام ہے، کیونکہ قرآن مجید تمام و کمال علم ہے اور اس کو یاد کر لینا اہل علم کے

لئے مناسب ہے، تم سرکاری دفتر کا حساب و کتاب لاؤ اور دوسال کے آمد و خرچ کی سب تفصیل پڑھ کر مجھے نہ اؤ، لوگوں نے ایسا ہی کیا آپ نے دفتر مذکور کو شاہی مہر لگوا کر ایک مقفل مکان میں محفوظ کرادیا اور حج کے لئے تشریف لے گئے، چھ ماہ کے بعد واپس ہوئے اور ایک بڑی مجلس میں دفتر مذکور منگلا کر شافعی عالم مذکور کے ہاتھ میں دیا، پھر آپ نے تمام دفتر کی چیزیں اپنی یاد سے نادیں جس میں ایک چیز بھی غلط نہ ہوئی (اس سے وہ عالم خت شرمندہ ہوئے اور دوسرے لوگ حیرت زدہ ہو گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۱۰۶- شیخ ابو الحسین قاضی القضاۃ محمد بن عبد اللہ بن حنفیہ (م ۳۸۳ھ)

اپنے وقت کے مشہور محدث و فقیر، مناظر و متکلم، طبیب اور عالم مذاہب فقیر تھے، حدیث ابوسعید صیرنی وغیرہ محدثین کیا رے حاصل کی، بغداد اور خراسان میں مدت تک درس حدیث دیا، مدرسہ سلطانیہ کے شیخ الحدیث اور نیشاپور کی قضاء کے عہدہ پر فائز رہے، آپ ایسے فقیر انفس جید الفہم، واسع المطالع تھے کہ امام الحرمین ابوالمعالی جوینی شافعی کے ساتھ مسائل خلاف میں بحث کرتے تو امام موصوف آپ کے حسن ایراد اور قوت فہم کی تعریف پر مجبور ہوتے تھے، محمد بن عبد الواحد دقاق اور عبد الوہاب بن النماطی وغیرہ آپ کے تلامذہ حدیث میں ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۱۰۷- شیخ ابو الحسن علی بن الحسن بن علی صندلی نیشاپوری حنفیہ (م ۳۸۳ھ)

مشہور محدث، فقیر و مناظر تھے، آپ نے حسین بن علی صیری (تمیذ خوارزمی، تلمیذ بصاص) سے علوم حاصل کئے، بڑے قبیع سنت اور معتزلہ کے مقابلہ میں کامیاب مناظر تھے، نیشاپور میں درس علوم دیا، شیخ ابو محمد جوینی شافعی اور امام ابوالمعالی جوینی شافعی سے بھی مسائل خلاف میں معرکہ آرائیاں رہی ہیں۔

ایک مرتبہ شیخ ابوالمعالی نے مشہور کیا کہ نکاح بغیر ولی کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور رسول اکرم ﷺ کے درمیان اختلاف ہے، کیونکہ حدیث میں نکاح بغیر ولی کو باطل کہا ہے اور امام ابوحنیفہ نے صحیح کہا، شیخ صندلی کو خبر ہوئی تو افسوس کیا کہ ایسا مغالطہ دیا گیا، چنانچہ پھر کسی نے آپ سے ذبح بغیر تسمیہ کا مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں امام شافعی اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اختلاف پیش آگیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں تولاً تا کلو امثال مذکور اسم اللہ علیہ وارد ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ کوئی حرج نہیں کھالیا جائے۔ (ابجاہر المضیہ)

اس فتح کے لطائف و ظرافت بھی چلتے تھے اور علماء احتلاف جواب و دفاع کے طور پر بھی کچھ کہہ دیتے تھے، ورنہ درحقیقت تحقیق و دلائل کا میدان دوسرا تھا، تحقیق و دیانت کی رو سے نہ امام اعظم کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے کسی حدیث صحیح غیر منسوخ کی مخالفت کی اور نہ امام شافعی وغیرہ دوسرے آئمہ متبوعین کے بارے میں کسی حدیث یا آیت قرآنی کی عدم مخالفت کا امکان ہو سکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ طرز تقدیم امام بخاری ایسے اکابر سے شروع ہوا، پھر امام الحرمین وغیرہ نے اس کی تقلید کی۔

امام بخاری نے جلد دوم ص ۱۰۳۲ (مطبوعہ رشیدیہ دہلی) باب فی الہبہ والشفعہ میں قال بعض الناس سے ترقی کر کے یہ بھی فرمایا کہ بعض الناس نے اس مسئلہ میں رسول اکرم ﷺ کی مخالفت کی ہے، جس کا مکمل و مدل جواب علامہ حافظ عینی وغیرہ نے دیا ہے اور اسی مقام پر حاشیہ میں بھی طبع شدہ ہے، ہم بھی اس موقع پر پہنچ کر غفتہ جوابات درج کریں گے، ان شاء اللہ۔

یہاں صرف یہ کہنا تھا کہ آئمہ متبوعین خصوصاً امام اعظم کے متعلق ایسے نازیبا جملے اور مغالطہ آمیز با تمیں کسی طرح موزوں و مناسب نہیں تھیں، خصوصاً جب کہ امام الحرمین اور امام بخاری کے اساتذہ و شیوخ کیا رہے امام صاحب کی زیادہ سے زیادہ مدح و توثیق و تعظیم و تکریم کی تھی، افسوس ہے کہ بعد کے کچھ لوگ افراط و تفریط میں پڑ گئے، عفاء اللہ عن اعنہم اجمعین، شیخ صندلی کی تصانیف میں سے تفسیر قرآن مجید بہت

بلند پایا ہے، جس کی تالیف نصف ہو سکی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة۔

۱۰۸- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر حمیدی اندلسی (م ۳۸۸ھ)

آئھ حافظ ابن عبد البر مالکی، خطیب اور ابن حزم کے تلمیذ ہیں اور ابن ماکو لامشہر محدث کے معاصرین و احباب سے ہیں، آپ نے ”جمع بین احسان“، ”لکھیں“ جس میں بخاری و مسلم کی احادیث کو مسانید صحابہ کے مطابق مرتب کیا ہے، دوسری تصنیف تاریخ اندلس، *الذهب المسیوک فی وعظ الملوك*، کتاب ذم النمیمہ وغیرہ ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (بستان الحمد شیخ)

۱۰۹- شمس الائمه ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل سر خسی حنفی (م ۳۹۰ھ)

مشہور جلیل القدر محدث و فقیہ، امام وقت، متكلم اصولی و مناظر تھے، علوم کی تحصیل شمس الائمه حلواوی سے بغداد میں کی اور آپ سے بہان الائمه عبد العزیز بن عمر، بن مازہ اور رکن الدین مسعود، بن الحسن وغیرہ فقهاء محدثین نے فقه و حدیث میں تخصص حاصل کیا، بڑے حق گوتھے، خاقان (بادشاہ وقت) کو بھی نصیحت کی جس کی وجہ سے اس نے ایک کنوئیں میں قید کر دیا، وہیں سے آپ نے اپنی مشہور و مقبول کتاب مبسوط کی ۱۵ جلدیں املاع کرائیں۔ حالانکہ آپ کے پاس مراجعت کے لئے کوئی کتاب بھی نہ تھی، کنویں کے اوپر تلامذہ بیٹھ کر لکھتے تھے، اسی طرح درس علوم فقه و حدیث کا بھی مشغله کنوئیں کے اندر سے جاری رکھتے تھے، ان ایام اسیروی میں ہی آپ نے شرح سیر کبیر اور ایک کتاب اصول فقہ لکھائی، آخر عمر میں فرغانہ رہ کر مبسوط کی تکمیل کی، ان کے علاوہ آپ نے مختصر الطحاوی اور امام محمد کی کتابوں کی شروع لکھیں۔

کسی نے آپ سے کہا کہ امام شافعی نے تین سو جزو یاد کئے تھے، اس پر آپ نے اپنی محفوظات کا حساب کیا تو وہ بارہ ہزار جزو نکلے، اس گرانقدر علمی شان کے ساتھ صاحب کرامات بزرگ تھے ان کے قصے کتابوں میں مذکور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (جواہر فوائد بیہیہ وحدائق)

۱۱۰- حافظ ابو القاسم عبید اللہ بن عبد اللہ بن احمد بن محمد نیشاپوری، حاکم حنفی (م ۳۹۰ھ)

حافظ، متقن، محدث اور خاندان علم وفضل سے تھے، آپ نے قاضی ابوالعلاء صاعد سے علوم حاصل کئے اور اپنے والد ماجد کے ذریعہ خاندانی سلسلہ سے بھی حدیث و فقہ میں تصنیف بھی کیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة۔ (تقدیم، جواہر مفہیم ص ۲۶۱ و ص ۲۳۸ ج ۱)

۱۱۱- حافظ ابو محمد حسن بن احمد بن محمد سمرقندی حنفی (م ۳۹۱ھ)

حافظ مستقری سے علوم کی تحصیل کی، ابو سعد نے کہا کہ اپنے زمانہ میں فن حدیث میں ان جیسے فضل و تفوق کا مشرق و مغرب میں کوئی نہ تھا، آپ کی کتاب ”بحر الاسانید من صحاح المسانید“، تین سو جزو میں نہایت گرانقدر حدیثی تالیف ہے، جس میں آپ نے ایک لاکھ احادیث جمع کیں، اگر یہ کتاب مرتب و مہذب ہو کر شائع ہو جاتی تو اسلام میں اس کی نظریتہ ہوتی جیسا کہ کتب طبقات میں لکھا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة۔ (تقدیم نصب الرایہ)

۱۱۲- شیخ ابو سعید محمد بن عبد الرحیم المعروف بے خواہرزادہ حنفی (م ۳۹۲ھ)

علوم کی تحصیل و تکمیل اپنے ماموں شیخ ابو الحسن قاضی علی بن الحسین اور ابو الحسن عبد الوہاب بن محمد کشانی سے کی، سمعانی نے لکھا کہ اپنے زمانہ میں اصحاب امام اعظم میں سے سب سے زیادہ طلب حدیث میں فائق تھے، بڑا مشغله سماع حدیث اور جمع و کتابت حدیث کا تھا، سمعانی نے لکھا کہ آپ کے والد عبد الرحیم (خواہرزادہ) ابھی امام وقت، عالم و فاضل تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة۔ (جواہر مفہیم ص ۲۹۶ ج اوس ۷۵ ج ۲)

۱۱۳- محمد بن محمد ابوالحامد الغزالی (ولادت ۲۵۰ھ متوفی ۵۰۵ھ)

مشہور عالم جلیل، شافعی المذهب، امام الحرمین ابوالمعالی جوینی کے فقہ میں شاگرد ہیں، بہت مفید علمی کتب میں تصنیف کیں مثل احیاء العلوم وغیرہ، علم وفقہ کے امام ہوئے، اپنے مذہب کے بھی پورے واقف تھے اور دوسرے مذاہب کے بھی (مراۃ الزمان ص ۳۹ ج ۸)

تحصیل علم سے فارغ ہو کر مدرسہ نظامیہ بغداد میں درس علوم دیا پھر ترک کر دیا، حج کے بعد دمشق پہنچے وہاں سال وہاں قیام کیا، وہاں سے قدس واشندریہ ہو کر اپنے وطن طوس پہنچے اور تصنیف میں مشغول ہوئے، احیاء العلوم کے علاوہ دوسری مشہور تصنیف یہ ہیں، البیط، الوسیط، الوجیز، الخلاصۃ، بدایۃ الہدایہ، المخول، المستصلی، تہافت الفلاسفہ، جواہر القرآن، کیمیائے سعادت، منہاج العابدین، المخذل من الصالل، القطاس المستقیم۔ (فائدہ بیہیہ ص ۲۲۳)

تمام کتب بہت نافع ہیں اور علماء کے لئے ضروری المطالعہ ہیں "مخول" میں امام اعظم پر تشیع کی ہے اور بے دلیل وجہت الزامات بھی لگائے ہیں ان سے تعصب ظاہر ہوتا ہے جو امام غزالی کی شان رفع اور علم و فضل کے مناسب نہیں تھا، جس کے جواب میں علامہ امیر کاتب اتفاقی حنفی وغیرہ نے بھی کسی قدر درشت لہجہ اختیار کیا ہے، مگر ہمارا خیال ہے کہ اس قدر تشدید یا تعصب کا رنگ امام الحرمین کے تلمذ و مصاہد کا اثر تھا جیسا کہ امام بخاری بھی امام صاحب کے بارے میں شیخ حمیدی اور ابو نعیم خزانی وغیرہ سے متاثر ہو گئے تھے، اور خدا کا شکر ہے کہ امام غزالی پر بعد کو وہ اثرات نہیں رہے، جیسا کہ علامہ کوثری نے بھی یہی رائے قائم کی ہے اور اسی لئے ان کا خیال ہے کہ امام غزالی نے بعد میں امام صاحب کی مدح کر کے تلافی ماقات کی ہے، واللہ اعلم و علمہ اتم و الحکم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(فائدہ) علامہ ملا علی قاری نے طبقات میں لکھا ہے کہ متواتی تین محمد والے نام کے شوانع میں اور امام غزالی اور شمس الدین جزری ہیں اور حفیہ میں علامہ رضی الدین صاحب الحجیط ہیں، حضرت مولانا عبدالحکیم لکھنؤی قدس سرہ نے فرمایا کہ حفیہ میں ایسے بہت ہیں اور چارا کا بر حفیہ کے نام اور لکھے ہیں، پھر لکھا کہ ایک تو نی عالم ایکن ابوالبرکات سے ایسے بھی ہوئے ہیں جن کے نام و نسب میں متواتی ۱۴۷ محدث جمع ہیں، آپ نے اپنا نام عاشق النبی رکھا تھا اور مدینہ طیبہ میں مجاورت اختیار فرمائی تھی اور وہ ہیں ۲۳۷ھ میں وفات پائی، رضی اللہ عنہ۔ (فائدہ بیہیہ ص ۲۲۳)

۱۱۴- مسنند ہرات شیخ نصر بن حامد بن ابراہیم حنفی (بقيقة المسندین) (ولادت ۳۱۹ھ متوفی ۱۰۵۱ھ)

مشہور محدث تھے طویل عمر پائی، ساری عمر حدیث کے ساتھ اشتغال رکھا اور بہ کثرت روایت کی اپنے زمانہ کے مشہور مشائخ حدیث اپنے والد ماجد ابوالنصر اور دادا جان ابوالعباس ابراہیم اور نانا ابوالمنظفر منصور بن اسماعیل حنفی وغیرہ سے علم حدیث میں مختص ہوئے (ان سب مشائخ کے حالات بھی جواہر میں مذکور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (لقدمة جواہر)

۱۱۵- حافظ ابو زکریا یحییٰ بن مندہ ابراہیم بن ولید اصحابہ الرضا (متوفی ۱۱۵۱ھ)

مشہور حفاظ حدیث میں سے ہیں آپ نے "اجراء" تالیف کئے تھے، جزء کی اصطلاح محدثین کے یہاں یہ ہے کہ ایک شخص صحابہ اور بعد صحابہ میں سے احادیث مرویہ کو یک جا کیا جائے اور کبھی کسی خاص موضوع پر احادیث جمع کر دی جاتی ہیں، جیسے جزء القراءة، جزء رفع اليدین وغیرہ، ابن مندہ مشہور اجزاء یہ ہیں، جزء من روی ہو وابو وجده، جزء فی آخر الصحابة ہوتا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الرسالة ص ۶۷)

۱۱۶- شمس الائمه بکر بن محمد بن علی بن فضل بن حسن زرنجری (ولادت ۳۲۷ھ متوفی ۵۱۲ھ)

محمد جلیل، فقیدہ کامل، حفظ مذہب میں ممتاز تھے، اپنے زمانہ کے کبار محدثین سے فن حدیث میں مختص ہوئے، شمس الائمه زرنجری

اور ابوحنیفہ اصغر کے لقب سے مشہور ہوئے، حدیثیں اس قدر یاد تھیں کہ کوئی ایک جملہ پڑھتا تو آپ بغیر مراجعت پوری حدیث سنادیتے تھے، حدیث و فقہ کے علاوہ تاریخ و حساب میں بھی خوب دخل تھا۔

کبار علماء و محدثین نے آپ سے حدیث و فقہ میں تلمذ کیا، کثیر التصانیف تھے، عمر بڑی ہوئی اس لئے حدیث و فقہ کی بہت زیادہ اشاعت کی۔ (حدائق حنفیہ)

۱۱- الشیخ الامام محمد بن مسعود الفراء بغوی شافعی، ولادت ۳۳۵ھ متوفی ۵۱۶ھ

مشہور محدث و مفسر و قاری ہیں، مصائیح النبی آپ کی جلیل القدر حدیثی خدمت ہے جس میں ۱۳۸۲ حدیث ہیں، اس کی شرح مشکلاۃ المصائیح ہمارے مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے، بڑے زاہد، عابد و نفس کش تھے، ہمیشہ خشک روٹی پانی میں ترکر کے کھایا کرتے تھے، آخر عمر میں علماء و اطباء کے اصرار پر کچھ رونگزی ہوتی کھانے لگے تھے، دوسری خاص تالیفات یہ ہیں: تفسیر معالم التنزیل، شرح السنۃ، فتاوی بغوی۔
رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بتان المحدثین وغیرہ)

۱۲- مند سمر قدیش شیخ الحنفی حنفی، متوفی ۵۱۸ھ

مشہور محدث و فقیر خاندان علم و فضل سے تھے، بڑی عمر ہوئی، اکثر حصہ خطابت اور روایت و درس حدیث میں گزارا، سمعانی نے آپ کا ذکر کبار محدثین میں کیا، اپنے زمانہ کے کبار محدثین سے علم حاصل کیا اور آپ کے بھی بڑے بڑے محدثین شاگرد ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیمه وجواہ رس ۱۳۸۱ج)

۱۳- شیخ ابوالمعالی مسعود بن حسین بن حسن بن محمد بن ابراہیم کشانی حنفی (متوفی ۵۲۰ھ)

شیخ کبیر، امام جلیل اور محدث بے نظیر تھے، نوازل و نواذر میں مرجع علماء وقت تھے، فقد امام سرخی سے حدیث ابوالقاسم عبید اللہ بن خطیب وغیرہ سے حاصل کی، آپ سے امام صدر شہید وغیرہ نے روایت کی، مدت تک سمر قدیش کے خطیب رہے، نیز تحدیث املاء اور تدریس علوم میں مشغول رہے، مختصر مسعودی آپ کی مشہور تصنیف ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۱۴- الشیخ الحمدث ابوعبد اللہ حسین بن محمد بن خرسونجی حنفی (متوفی ۵۲۲ھ)

مشہور و ممتاز محدث و فقیر تھے، آپ نے ابوعلی بن شازان اور ابوالقاسم بن بشران کے اصحاب سے پہ کثرت روایت حدیث کی ہے، آپ نے مندادام اعظم تالیف کی جو جامع المسانید (مرتبہ محدث خوارزمی) کا دسوال مند ہے، حافظ ابن حجر نے آپ کے ساتھ عجیب معاملہ کیا کہ آپ کے مندقاضی مارستان کو روایت کرنے کے سلسلے میں لکھ دیا کہ ان کا کوئی مندب نہیں ہے، لیکن عافظ کے تلمیذ رشید حافظ سخاوی نے اس کی روایت ذریعہ تدمیری، میدومی، نجیب، ابن الجوزی، جامع قاضی مارستان تک متصل کر دی جس سے حافظ ابن حجر کی جسارت داد طلب ہو گئی۔ (تقدیمه نصب الرایہ، وجواہ مرضیہ و رسالہ مستظرفہ)

۱۵- امام ابوالحکیم ابراہیم بن اسماعیل صغراً (متوفی ۵۲۳ھ)

امام وقت فقیرہ و محدث تھے، بڑے عابد، زاہد اور پرہیزگار تھے، فخر الدین قاضی خاں وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، کتاب تلخیص النہایہ اور کتاب السنۃ والجماعۃ وغیرہ تصنیف کیس، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حدائق حنفیہ)

۱۲۲- شیخ ابوالحسن رزین بن معاویۃ العبد ربی السر قسطنی اندلسی مالکی (م ۵۳۵ھ)

مشہور محدث ہیں، آپ نے اصول ست یعنی صحاح ثلاثہ (موطاً، بخاری مسلم اور سنن ثلاثہ، ابو داؤد، ترمذی و سنانی کو کیجا کیا جس کا نام الجرید للصحاب و السنن رکھا، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (الرسالت المستطرفة ص ۱۲۲)

۱۲۳- شیخ ابو محمد عمر بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ معروف بے صدر شہید حنفی (م ۵۳۶ھ)

مشہور آئندہ کبار و محدثین فقہاء میں سے جامع فروع و اصول عالم تھے، مسائل خلاف اور علم جدل و مناظرہ میں یکتا تھے، علماء ماوراء النہر و خراسان میں بڑے بلند پایا تھے، حتیٰ کے شاہان و امراء بھی تعظیم کرتے تھے، مدت تک تدریس و تصنیف میں مشغول رہ، صاحب محیط، صاحب بدایہ وغیرہ نے آپ کی شاگردی کی، مشہور تصانیف یہ ہیں: فتاویٰ کبریٰ و صغیریٰ، شرح ادب القضاۃ خصاف، شرح جامع صغیر، ملاعلیٰ قاری نے لکھا کہ آپ نے جامع صغیر کی تین شرح لکھیں، مطول، متوسط و مختصر۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق الحفیہ)

۱۲۴- امام طاہر بن احمد بخاری حنفی (م ۵۳۲ھ)

ماوراء النہر کے شیخ الحفیہ تھے، ابن کمال پاشا نے مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے، آپ کی کتاب خلاصۃ الفتاویٰ زیادہ مشہور ہے جس کی وجہ سے آپ کو صاحب خلاصہ کہتے تھے، کتاب خزانۃ الواقعات اور کتاب نصاب بھی بہت مشہور و مقبول ہیں۔ (حدائق الحفیہ)

۱۲۵- امام محمد بن محمد سرسی حنفی (م ۵۳۳ھ)

جلیل القدر محدث و فقیہ اور علوم عقلیہ کے ماہر تھے، مشہور کتاب محیط تصنیف کی، مرض الموت میں ۲۰۰ دینار نکال کر وصیت کی کہ میرے بعد فقہاء میں تقسیم ہوں، درحقیقت محیط چار کتابیں ہیں، محیط بکیر ۲ جلد میں، دوسری ۱۰ جلد میں، تیسرا ۲ جلد میں چوتھی ۲ جلد میں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق)

۱۲۶- شیخ ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض تکھصی سبیطی (م ۵۳۳ھ)

مشہور محدث جلیل ہیں، آپ کی کتاب مشارق الانوار علی صحاح الآثار گویا موطاً و صحیحین کی شرح ہے، دوسری اہم ترین گرافقدر تاییفات الشفاء، بتعريف حقوق المصطفیٰ، اکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم، جامع التاریخ، غذیۃ الکاتب و بغیۃ الطالب وغیرہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شین)

۱۲۷- حافظ قاضی ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن محمد بن احمد بن العربي اندلسی (م ۵۳۶ھ)

آپ اندلس کے آخری عالم اور آخری حافظ حدیث ہیں، مشرقی بلاد کا سفر کیا اور ہر ملک کے اکابر علماء سے تحصیل علوم کی، اشبیلیہ کی قضاۃ کے ساتھ درس و تصنیف کی خدمات بھی انجام دیتے تھے، آپ کی کچھ مشہور تصانیف یہ ہیں، عارضۃ الاجوڑی فی شرح جامع الترمذی، کتاب النیرین فی شرح الحجۃ، عواصم و تواصم، کتاب الساعیات، کتاب امسالات وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شین)

۱۲۸- شیخ ابوالمعالی محمد بن نصر بن منصور بن علی عامری مدینی حنفی (م ۵۵۵ھ)

مشہور محدث و فقیہ تھے، امام محمد بزوہ دی اور علی بن محمد بزوہ دی وغیرہ سے تحصیل علوم کی، محدث سمعانی شافعی نے کہا میں نے آپ سے ابو

العباس مستغفری کی دلائل النبوة کو نا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحفیہ)

۱۲۹- حافظ شیر ویہ دیلمی ہمدانی (متوفی ۵۵۸ھ)

اپنے زمانہ کے اکابر علماء سے علم حدیث حاصل کیا، آپ کی حدیثی تایفات فردوس، مشارق، نبیهات اور جامع صغیر کے طرز پر ہے، یعنی احادیث کو حروفِ جنگی کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بتان الحمد شین)

۱۳۰- امام ابوالمفاخر شمس الاول ائمہ عبد الغفور بن لقمان بن محمد کردری حنفی (متوفی ۵۶۲ھ)

بڑے زادہ و عابد اور اپنے زمانہ کے امام حنفی تھے، سلطان عادل نور الدین محمود بن زنگی کے عہد میں حلب کے قاضی رہے، بہت مفید علمی تصنیف کیں، مثلاً شرح تجربہ، شرح جامع صغیر (جس میں شرح جامع کبیر کے طرز پر ہر باب کی اصل لکھ کر اس پر تجزیہ مسائل کی ہے) کتاب اصول فقہ، کتاب مفید و مزید، شرح جامع کبیر، شرح زیادات، حیرۃ الفقہاء۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جوہر مفیہ و حدائق الحفیہ)

۱۳۱- الحمد ث الجوال الشیخ ابو محمد عبد الخالق بن اسد الدمشقی حنفی (متوفی ۵۶۳ھ)

بڑے محدث و حافظ حدیث تھے، طلب حدیث وفقہ کے بھی بغداد، ہمان واصہان وغیرہ کے سفر کئے، اپنے ہاتھ سے کتب حدیث و فتنہ کرتے تھے، دمشق کے مدرسہ صادویہ میں درس علوم دیتے اور وعظ و تذکرہ بھی کرتے تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدیم و جواہر)

۱۳۲- شیخ ابو منصور جعفر بن عبد اللہ بن ابی جعفر بن قاضی القضاۃ، ابی عبد اللہ دام عانی حنفی (متوفی ۵۶۸ھ)

فقیر فاضل و محدث کامل تھے، شیخ ابو الخطاب محفوظ بن احمد الكلوڈی اور ابوز کریم مجیبی بن عبد الوہاب بن مندہ اصہانی سے بہ کثرت احادیث سنیں اور روایت کیں، شفہ صدقہ تھے، آپ کا پورا خانوادہ علم و فضل کا گھوارہ تھا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جوہر مفیہ)

۱۳۳- الحمد ث الفاضل محمود بن ابی سعد زنجی ابن السفر الترکی الملک العادل ابوالقاسم نور الدین حنفی (متوفی ۵۶۹ھ)

علامہ ابن اثیر نے کہا کہ فقہ حنفی کے بڑے عالم و عارف اور بے تعصب تھے، ابن الجوزی نے کہا کہ حنفی تھے مگر مذہب شافعی و مالک کی بھی رعایت کرتے تھے، حلب اور دمشق میں درس حدیث دیا، سب سے پہلے دنیا کا دارالحدیث آپ نے ہی تعمیر کرایا اور بہت بڑی تعداد میں کتابیں اس کے لئے وقف کیں، ابن عساکر نے لکھا کہ میں نے آپ کی قبر کے پاس دعا میں قبول ہونے کا تجربہ کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جوہر مفیہ)

۱۳۴- حافظ ابوالقاسم علی بن احسن بن ہبۃ اللہ بن عبد اللہ بن الحسین

معروف با بن عساکر مشقی شافعی (متوفی ۵۷۱ھ)

خاتم جہاندہ حفاظ حدیث اور صاحب تصنیف جلیل تھے، مثلاً تاریخ دمشق اور حدیث میں "ثواب المصائب بالولد" لکھی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالة المستطرفة للتلائی ص ۲۹)

۱/۱۳۵- شیخ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر عمر بن ابی عیسیٰ احمد بن عمر بن محمد بن یعنی اصفہانی (متوفی ۵۸۱ھ)

بلند پایہ محدث تھے، معرفت مغل حدیث اور علم رجال و رواۃ حدیث میں ممتاز بلکہ یگانہ عصر تھے، حافظ مجیبی بن عبد الوہاب بن مندہ اور حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی وغیرہ سے تحصیل حدیث کی اور اس فن میں حافظ عبد الغنی مقدسی وغیرہ آپ کے تلمیذ ہیں، فن حدیث میں بہت

سی نافع تصانیف یادگار چھوڑیں، مثلاً نزہۃ الحفاظ، کتاب تتمیم معرفۃ الصحابة (یہ گویا کتاب ابی نعیم کا ذیل ہے) کتاب لطوالات، کتاب اللطائف، کتاب احوال اصحاب وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بتان الحمد شیخ ص ۱۲۷)

۱۳۵- الشیخ الحمد ث ابو محمد عبد الحق الاشبلی (م ۵۸۲، ۵۸۲ھ)

مشہور جلیل القدر حافظ حدیث، حاذق علل، عارف رجال، صاحب تصنیف کثیرہ ہیں، آپ کی نہایت جامع حدیثی تالیف "الاحکام الشرعیة الکبریٰ" (۲ جلد) ہے، الاحکام الوسطی (۲ جلد) الاحکام الصغری، اجمعین ائمۃ، المحتان من الحدیث وغیرہ۔ (الرسالة المعتبر ذص ۱۲۶، ۱۲۷)

۱۳۶- شیخ ابو نصر احمد بن محمد بن عمر عتبی حنفی (م ۵۸۲ھ)

بڑے تبحر عالم فاضل اجل تھے، دور دراز سے تشنگان علوم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید ہوتے تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، شرح زیادات (اس میں آپ نے اس قدر تحقیق و تدقیق کی کہ علماء نے اس کو بے نظیر قرار دیا، شرح جامع صغیر، شرح جامع کبیر، جواں الفقہ معروف بـ فتویٰ عتبیہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۳۷- حافظ ابو بکر زین الدین محمد بن ابی عثمان الحازمی ہمدانی شافعی (م ۵۸۳ھ)

بڑے حافظ حدیث تھے، آپ کی مشہور تصنیف کتاب الاعتبار فی الناج و المنسوخ مِن الاخبار ہے جودا زۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہو گئی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الرسالة ص ۲۸)

۱۳۸- ملک العلماء ابو بکر علاء الدین بن مسعود بن احمد کاشانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ

جلیل القدر محدث و فقیہ تھے، مشہور ہے کہ آپ نے شیخ علاء الدین محمد بن احمد سمرقندی کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادة علوم کیا اور شیخ موصوف کی مشہور کتاب "تحفۃ الفقیہاء" پڑھی تو اس کی شرح "بدائع الصنائع" لکھی جو فقه حنفی کی نہایت بلند پایہ اور بقول حضرت الاستاد علامہ کشمیری قدس سرہ، فقید انفس بنانے والی کتاب ہے، اس کو آپ کے شیخ نے نہایت پسند کیا اور خوش ہو کر اپنی بیٹی فاطمہ کو آپ کی زوجیت میں دیا جو نہایت حسین و حبیل، عالمہ، فاضل اور فرقہ و حدیث میں مختص تھیں، روم کے بادشاہ ان کے حسن و جمال اور فضل و مکال کا شہرہ سن کر خواستگار تھے، مہر کی جگہ شرح مذکور کو رکھا، اگر کسی جگہ فتویٰ میں آپ غلطی کرتے تو آپ کی یہی زوجہ محترمہ اصلاح کرتی تھیں، اہم فتاویٰ پر والدو شوہر کے ساتھ ان کے دستخط بھی ضرور ہوتے تھے، بدائع کے علاوہ "السلطان لمبین فی اصول الدین" بھی آپ کی بہت عمدہ تصنیف ہے۔

ابن عدیم نے نقل کیا کہ جب علامہ کاشانی دمشق پہنچے تو وہاں کے بڑے بڑے فقیہاء و محدثین آپ سے علمی مسائل میں گفتگو کے لئے آئے، آپ نے فرمایا کہ میں کسی ایسے مسئلہ میں بحث نہ کروں گا جس میں امام صاحب یا آپ کے اصحاب میں سے کسی کا قول موجود ہو، اس کے علاوہ جس مسئلہ میں چاہو گفتگو کرو، ان لوگوں نے بہت سے مسائل چھیڑے مگر آپ نے ہر ایک میں بتا دیا کہ اس کی طرف ہمارے اصحاب میں فلاں گئے ہیں، حتیٰ کہ وہ لوگ عاجز ہو گئے اور کوئی مسئلہ ایسا نہ بتا سکے جس میں اصحاب امام میں سے کسی نہ کسی کا قول نہ ہو، وہ سب آپ کے تبحر علمی و وسعت نظر کے قابل ہو کر واپس ہوئے۔

۱۳۹- قاضی القضاۃ ابو سعد شیخ مظہر بن حسین بن سعد بن علی بن بندار یزدی حنفی م ۵۹۱ھ

فقیر جلیل و محدث یگانہ تھے، آپ کے آباء اجداد بھی آئندہ عصر تھے، جامعہ صغیر زعفرانی کی شرح، تہذیب، لکھی اور امام طحاوی کی "مشکل

الآثار، کو شخص کیا، تو اور ابی الحیث کو مختصر کیا، علامہ سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا کہ آپ کی تحریکی و سرپرستی میں بارہ مدارس تھے جن میں بارہ سو طلبہ پڑھتے تھے، مشکل الائمار کو علامہ محدث قاضی یوسف بن موسیٰ حنفی م ۷۴۷ھ نے بھی شخص کیا تھا جو دائرۃ المعارف سے چھپ گیا ہے۔

۱۲۰- ابوالمفائز شیخ حسن بن منصور بن محمود اور جندی فرغانی معروف بـ قاضی خاں حنفی (م ۵۹۲ھ)

اپنے زمانہ کے محدث کبیر اور مجتہد بـ نظیر تھے، معافی و فیقہ کے ماہر غواص اور فروع و اصول کے بحیرہ کیا تھا اس تھے، ابن کمال پاشا نے آپ کو طبقہ مجتہدین فی المسائل میں شمار کیا ہے، آپ کی تصانیف میں سے فتاویٰ قاضی خاں (۲ جلد حنفی) بہت مقبول و متداول ہے، حافظ قاسم بن قسطلو بغا نے تصحیح القدو ری میں لکھا کہ جس مسئلہ کی تصحیح قاضی خاں کریں وہ غیر کی تصحیح پر مقدم ہے کیونکہ آپ فقیہ انس فیض تھے، اس کے علاوہ آپ کی تصانیف یہ ہیں، کتاب امامی، کتاب محاضر، شرح زیادات، شرح جامع صغیر (حنفیم جلد) شرح ادب القصاء وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جو اہر وحدائق)

نوٹ: ہمارے مخدوم و محترم مولانا مشیت اللہ صاحب بجوری مرحوم کے خاندان کا سلسلہ نسب ابوالمفائز قاضی خاں سے ملتا ہے آپ کا شجرہ نسب راقم الحروف کے والد ماجد پیر شبیر علی صاحب مرحوم نے مرتب کیا تھا جو شجرہ نسب کے بڑے ماہر تھے، مولانا مرحوم کا خاندان علم و فضل، تقویٰ و دیانت میں مشہور ہے اور قاضی محلہ بجوری میں آباد ہے۔

۱۲۱- شیخ ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل مرغینانی حنفی (متوفی ۵۹۳ھ)

جلیل القدر محدث و فقیہ و مفسر جامع علوم و فنون، صاحب ورع و زہد تھے، علم خلاف کے ماہ و حاذق اور عارف مذاہب تھے، ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب ترجیح میں گناہے، لیکن دوسرے علماء آپ کو مجتہدین فی المذہب کے زمرے میں شمار کرتے ہیں جس میں امام ابو یوسف و امام محمد تھے، آپ کی تصانیف میں سے نہایت مشہور، مقبول اور داخل درس نظامی کتاب ہدایۃ المبتدی ہے جس کو آپ نے مختصر قدوری اور جامع صغیر کا انتخاب کر کے جامع صغیر کی ترتیب پر لکھا، پھر اس کی شرح کفایۃ المحتی ۸۰ جلدوں میں لکھی، دوسری تصانیف میں منشی الجمیس و المزید، مناسک الحج، نشر المذہب، مختارات النوازل، کتاب الفرائض۔ (جو اہر مضیہ وحدائق)

آپ کی کتاب ہدایۃ نسب احادیث کی تحریج بھی کی، شیخ جمال الدین زیلیعی حنفی کی تحریج موسومہ "نصب الرایہ فی تحریج احادیث الہدایۃ" احادیث احکام مذاہب اربعہ کی نہایت جامع کتاب ہے جس کی ہرمذہب کو ضرورت ہے، یہ کتاب بہترین تعلیقات تصحیح و تقدیمہ کے ساتھ چار حصیم جلدوں میں اعلیٰ کاغذ پر ۱۹۳۸ء میں مجلس علمی ڈا جمیل (سورت) کی طرف سے مصر میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے جس سے علماء بلاد عربیہ اسلامیہ و ہندو پاک وغیرہ سب نے اتفاق کیا، حافظ ابن حجر نے نصب الرایہ کی تلحیص کی تھی جس کا نام "الدرایۃ فی تلحیص نصب الرایہ" رکھا، مگر حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ جیسی تو قع حافظ کے فضل و کمال سے تھی ایسی نہیں ہے بلکہ بہت سی بہترین اور تصحیحی نقول ترک کر دیں جس سے کتاب مذکور بے وقت ہو گئی، یہ درایہ دو مرتبہ ہندوستان میں طبع ہوئی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔

۱۲۲- حافظ جمال الدین ابوالفرج عبد الرحمن بن ابی الحسن علی بن محمد بن علی (بن الجوزی) حنفی م ۵۹۳ھ

مشہور محدث و واعظ و خطیب تھے، آپ کی تصانیف کی تعداد اڑھائی سو سے اور پر تقلیل ہوئی ہے، چند مشہور یہ ہیں: المختظم (مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد) اخبا الحفاظ (ایک سو حفاظ کا تذکرہ، قلمی نسخہ کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں ہے اور اس میں صرف حفاظ حدیث کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ دوسرے علوم و فنون کے حفاظ بھی ہیں) التحقیق فی احادیث الخلاف، مناقب امام احمد، تلکیس البیس وغیرہ، علامہ ابن جوزی کی علمی خدمات نہایت قابل قدر ہیں مگر ان میں بھی ایک گونہ تشدد اور تعصب تھا جس پر علماء حق نے نکری کی ہے، مثلاً تلکیس البیس میں آپ نے ہر

مذہب و فرقہ کو ملزم ٹھرا یا ہے اور صوفیہ و مشائخ کے تو دشمن معلوم ہوتے ہیں، حتیٰ کہ شیخ جیلانی کی شان میں بھی سوء ادب سے پیش آئے۔ اسی طرح امام اعظم وغیرہ سے تعصُّب برتا ہے جس کے علامہ سبط ابن الجوزی حنفی کو اپنی تاریخ "مرأۃ الزمان" میں لکھتا پڑا کہ "خطیب پر چندال تجَب نہیں کر اس نے ایک جماعت علماء کو مطعون کیا ہے لیکن ناتاجان (ابوالفرج ابن الجوزی) پر تجَب ہے کہ انہوں نے بھی خطیب کی پیروی کی اور ایسے قبیح فعل کا ارتکاب کیا۔" پھر لکھا کہ "امام اعظم ابوحنیفہ سے تعصُّب رکھنے والوں سے یہی دارقطنی اور ابوحنیفہ اصحابی بھی ہیں، چنانچہ ابوحنیفہ نے حلیہ میں امام صاحب کا ذکر نہیں کیا اور ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو آپ سے علم و زہد میں مکتر ہیں۔"

ابن جوزی نے المختشم میں بھی بن معین کی طرف نسبت کر کے نقل کر دیا کہ "ابوحنیفہ سے حدیث روایت نہ کی، ان کی حدیث قبل اعتماد نہیں۔" حالانکہ یہ نسبت قطعاً غلط اور بے سند ہے، ابن معین کو تو بعض علماء نے حنفی کے حق میں بہت زیادہ حمایت کرنے والا اور تعصُّب تک لکھ دیا ہے پھر وہ امام اعظم کے پارے میں اسی غیر معقول بات کیوں کہتے، پھر اسناد قویہ سے جو اقوال ان کے منقول ہوئے ہیں، سب امام صاحب کی ادھر و تعظیم و توہن کے ہیں، غالباً یہاں بجائے امام شافعی کے امام صاحب کا نام لکھ دیا ہے، کیونکہ ابن معین امام شافعی پر ہی جرح کیا کرتے تھے نہ کہ امام اعظم پر۔

حافظ ذہبی نے میزان میں ترجمہ ابان بن یزید العطار کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابن جوزی نے آپ کو ضعفاء میں لکھا ہے اور ان لوگوں کے اقوال ذکر نہیں کئے جنہوں نے آپ کی توثیق کی تھی اور یہ ابن جوزی کی کتاب کے عیوب میں سے ہے کہ جرح توبہ کی نقل کر دیتے ہیں اور توثیق سے سکوت کر لیتے ہیں، صاحب کشف الظنون نے کہا کہ المختشم اور امام کثیرہ اور اغلاط صرسیح کا مجموعہ ہے۔ عفاء اللہ عنہ و عنہم جمعین و وقفنا لاما يحب و ريرضي۔

۱۲۳- شیخ ابو الحسن حسن بن خطیر نعمانی ابو علی فارسی حنفی، م ۵۹۸ھ

جلیل القدر محدث، فقیر، مفسر، عالم ہیں، ہدیت و هندس و طب و تاریخ اور فاضل علوم عربیت تھے، ابن تجارتے آپ کے کمالات گنانے لئے، مدحت تک قاهرہ میں مقیم رہ کر درس علوم دیا، امام اعظم کے مذہب کی نشر و حمایت میں بھی کافی حصہ لیا، تفسیر قرآن مجید لکھی اور حمیدی کی "جمع میں احسین" کی شرح "حجۃ النام" لکھی، نیز ایک کتاب "اختلاف صحابہ و تابعین و فقهاء امصار" پر تصنیف فرمائی۔ رحمہ اللہ درحمة واسحة۔

۱۲۴- امام حسام الدین علی بن احمد بن علی الرازی حنفی، م ۵۹۸ھ

بڑے محدث و فقیر، امام وقت تھے، ابن عسا کرنے تاریخ میں لکھا کہ آپ نے دمشق میں اقامت کی، مدرسہ صادریہ میں درس علوم دیا، امام اعظم کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے، مسائل خلاف کے بڑے کامیاب مناظر تھے، حلب گئے تو وہاں کے بڑے علماء بحث مسائل کے لئے جمع ہوئے، آپ نے ہر مسئلہ خلافی کے ادلہ مذاہب غیر بیان کئے اور ان کے بہترین جوابات بھی دیئے جس سے وہ آپ کے علمی تفوق کے معرفہ ہو کر لوئے، محدث عمر بن بدر موصیٰ آپ کے تلامذہ حدیث میں ہیں، مشہور تصانیف یہ ہیں۔

اخلاصۃ الدلائل فی تنقیح المسائل (جو مختصر قدوری کی نہایت نیس شرح ہے) اس کتاب کو آپ کے تلمیذ علامہ قرشی صاحب جواہر مفسریہ نے حفظ یاد کیا اور اس کی احادیث کی تخریج و شرح ایک مختینم مجدد میں کی، سلواد الہموم وغیرہ۔ رحمہ اللہ درحمة واسحة۔ (جواہر مفسریہ وحدائق حنفیہ)

۱۲۵- امام ابوالفضل محمد بن یوسف بن محمد غزنوی ثم بغدادی حنفی، م ۵۹۹ھ

اکابر محدثین و روایۃ مندوین اور مشہور قراء و مدرسین سے تھے، حدیث کی روایت حافظ ابو سعد بغدادی اور ابوالفضل ابن ناصر وغیرہ کی اور اور آپ سے منذری وغیرہ اور شیخ رشید الدین عطار نے روایت کی اور اپنے مجمم الشیوخ میں آپ کا ذکر کیا، جامع عبد الرزاق قاهرہ

میں درس حدیث دیا۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔ (جوہر مضی وحدائق حفیہ)

۱۲۶- شیخ احمد بن عبدالرشید بن حسین بخاری (قوام الدین) حنفی، م ۵۹۹ھ

علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی جو امام فاضل شیخ کبیر، حدیث، ثقہ اور تبحر فی العلوم تھے، صاحب ہدایہ نے آپ سے بہ سند متصل یہ حدیث روایت کی کہ اسکی کوئی چیز نہیں جو بده کے روز شروع کی جائے اور پوری نہ ہو، فوائد یہیہ میں ہے کہ اگرچہ اس حدیث کی صحت میں بعض محدثین کو کلام ہے مگر جلد اور بخت و خوبی کسی کام کے انجام پانے کی حکمت یہ ہے کہ دوسری احادیث سے مستبط ہوتا ہے کہ بده کے روز کاظہ و عصر کا درمیان کا وقت اجابت دعا کا وقت ہے، لہذا اگر بده کے روز وقت مذکورہ میں کوئی کام شروع کیا جائے اور دعا جلد پورے ہونے اور حسن انجام کی کی جائے تو اس کے قبول کی امید غالب ہے، آپ نے امام محمد کی جامع صغیر کی شرح لکھی ہے، رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔ (جوہر وحدائق)

۱۲۷- شیخ ابو شجاع عمر بن محمد بن عبد اللہ بن نصر بسطامی، ثم بلخی حنفی

حافظ حدیث، مفسر، فقیہ، ادیب و شاعر تھے، صاحب ہدایہ کے استاد تھے تمام علوم و فنون میں بی طولی رکھتے تھے، عبدالکریم محمد سمعانی شافعی نے اپنی کتاب "انساب" میں لکھا کہ میں نے آپ سے مرو، بلخ، ہرات، بخارا اور سمرقند میں حدیث سنی اور آپ کے علوم سے استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔ (جوہر وحدائق)

۱۲۸- شیخ محمد بن عبد اللہ صالحی قاضی مرو، معروف بہ قاضی سدید حنفی

محمد و فقیر، کثیر العبادة، حسن المناظر، جمال ظاہر دباطن سے مزین تھے، حدیث میں سید محمد بن ابی شجاع علوی سمرقندی وغیرہ کے تلمیذ تھے، اپنے استاد کی جگہ درس و خطاب و قضاہ میں نیابت کی، سمعانی شافعی نے بھی آپ سے روایت کی اور اپنے مشائخ میں آپ کو بیان کیا۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔ (جوہر وحدائق)

۱۲۹- حافظ ابو محمد عبد الغنی بن عبد الواحد بن علی بن سرور المقدسی الجما عیلی حنبیلی، م ۶۰۰ھ

ولادت ۵۳۱ھ، علامہ موفق جما عیلی سے چار ماہ بڑے تھے جو ان کے پھوپھی زاد بھائی تھے، حدیث میں ۵۶۰ھ میں دونوں تحصیل علم کے سلسلہ میں بغداد پہنچ، حافظ موصوف کو حدیث سے زیادہ شغف تھا اور موفق کو فقہ کے ساتھ دونوں اپنے زمانہ کے جلیل القدر حدیث و فقیہ ہوئے، حافظ کی سب سے زیادہ مشہور کتاب "الكمال فی معرفة الرجال" ہے، جس میں رجال صحاح ستہ کو دس جلدیوں میں مرتب کیا، اس کا خلاصہ حافظ مزی شافعی نے کیا اور تہذیب الکمال نام رکھا، جس کا خلاصہ حافظ ابن حجر نے کیا اور تہذیب التہذیب نام رکھا۔

آپ بہت سے مصائب و پریشانیوں سے بھی دوچار ہوئے، مثلاً اصحابہاں گئے وہاں حافظ ابی نعیم کی کتاب معرفۃ الصحاۃ دیکھی تو ۱۹۰ غلطیاں پکڑیں، اپناء خندی نے اس پر مشتعل ہو کر آپ کو قتل کرنا چاہا، آپ وہاں سے فتح لکھے۔

اصیحان سے موصل گئے تو وہاں عقیلی کی کتاب "الجرح والتعديل" پڑھی اس میں امام اعظم کے حالات پڑھ کر برداشت نہ کر سکے اور کتاب میں سے وہ اوراق کاٹ دیئے، لوگوں نے تفتیش کی اور وہ اوراق نہ پائے تو آپ کو ملزم قرار دیا اور قتل کے درپے ہوئے، واعظ نے آپ کو ان سے چھڑایا، پھر دمشق اور مصر گئے تو وہاں بھی اسی قسم کے ابتلاء پیش آئے۔

بڑے زاہد و عابد تھے، دن رات میں تین سور کعت پڑھتے تھے اکثر روزہ رکھتے تھے، بڑے بھی تھے، جب کوئی دولت ملتی، رات کے وقت اس کو لے کر نکلتے اور بیواؤں، قبیلوں کے گھروں میں خاموشی سے پھینک آتے، خود پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے، کثرت مطالعہ کی وجہ سے

بینائی ضعیف ہو گئی تھی، علم حدیث میں کتابے زمانہ تھے۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔ (مرآۃ الزماں ص ۱۹۵ ج ۸)

۱۵۰- محمد بن ابی شیر جزری مجدد الدین مبارک بن محمد موصی شافعی، م ۶۰۶ھ

آپ نے ”النہایہ فی غریب الحدیث“ (۳ جلد) لکھی، علامہ سیوطی نے کہا کہ غریب الحدیث کے موضوع پر بہترین جامع کتاب ہے اگرچہ بہت سا حصہ پھر بھی باقی رہ گیا ہے، صفوی ارمومی نے اس کا ذیل لکھا ہے جس کو ہم نہ دیکھ سکے، میں نے اس کی تبلیغی شروع کی ہے اور زیادات بھی کی ہیں، یہ کتاب سیوطی کی نہایہ کے ساتھ حاشیہ پر طبع ہو گئی ہے، اس کے علاوہ آپ کی مشہور کتاب ”جامع الاصول میں احادیث الرسول“ ہے جس میں اصول ست (موطاء، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی) کو محدث زرین کے طرز پر جمع کیا ہے اور اس پر زیادات بھی پکشہت ہیں، یہ دس اجزاء ہیں (مؤلف) یہ کتاب بھی ۵ جلدیں میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ (الرسائل ص ۱۲۸ و ۱۳۲)

۱۵۱- شیخ ابوالمحامد محمود بن احمد بن ابی الحسن حنفی، م ۷۰۷ھ

جامع معقول و منقول اور محدث شہیر، خمس الآئمہ کروری کے استاد تھے، ”خلاص الحقائق“ آپ کی وہ تصنیف ہے جس کے بارے میں علامہ حافظ ابن قطلو بغا نے کہا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے وہ ایسی کتاب ہے کہ زمانہ کی آنکھوں نے اس کا مثل نہیں دیکھا اس کے علاوہ سلک الجواہر نشر از وہرا اور خلاصۃ المقامات تصنیف کیں، رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔ (حدائق الحفیہ)

۱۵۲- شیخ ابوہاشم عبدالمطلب بن فضل بلخی ثم حلبی حنفی، م ۷۱۲ھ

فقیہ و محدث، حلب میں رئیس علمائے احთاف تھے، حدیث کی روایت عمر بسطامی اور ابو سعد سمعانی وغیرہ سے کی اور مدتد تک درس علوم واقفاء میں مشغول رہے۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔ (حدائق الحفیہ)

۱۵۳- مند الشام شیخ تاج الدین ابوالیمن زید بن حسن کندی حنفی، م ۷۱۳ھ

اپنے وقت کے بڑے محدث و فقیہ تھے برداشت ابن عدیم سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، ابن تجارت نے لکھا کہ آپ ہمان پہنچ اور وہاں چند سال میں فقہ حنفی میں کمال پیدا کیا، سعد رازی آپ کے اساتذہ میں ہیں، آپ کے حالات کتب تاریخ رجال میں مفصل ملتے تھے، جامع علوم تھے، شاہان وقت، علماء اور عوام کی نظر وہ میں بہت باوقعت و عزت تھے۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔ (جوہر مصیہ وحدائق الحفیہ)

۱۵۴- شیخ ابوالغناہم سعید بن سلیمان کندی حنفی، م ۷۱۶ھ

مشہور محدث کامل، فقیہ جيد اور عالم باعمل تھے، حدیث میں ایک دو جزو مسمی ”شیخ المعارف و انس المعارف“ تصنیف کیا اور قاہرہ میں اس سے تحدیث کی۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔ (تقدیم نصب الرایہ وحدائق حفیہ)

۱۵۵- حافظ ابوحسن علی بن محمد بن عبد الملک حمیری کتابی معروف بہ ابن القطان م ۷۲۸، ۷۱۸ھ

مشہور حافظ حدیث و تاقد رجال ہیں، آپ نے شیخ ابو محمد عبد الحق بن عبد الرحمن الشبلی م ۷۵۸ کی کتاب ”الحکام الشرعیہ الکبریٰ“ پر لقدر کیا اور بیان الوہم والایہام الواقعین فی کتاب اللہ حکام کے نام سے کتاب لکھی جس کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا کہ ”یہ کتاب آپ کے حفظ و قوت فہم پر دلیل ہے، لیکن بعض رجال کے احوال میں آپ سے بے انصافی و زیادتی ہوئی ہے مثلاً آپ نے هشام بن عروہ وغیرہ کی تضعیف کی ہے۔“

ابن قطان کے نقد مذکور پر شیخ عبدالحق کے تلمیز رشید حافظ، ناقد و محقق ابو عبد اللہ محمد بن الامام تھی، بن المواق نے بھی اپنی ایک کتاب میں تعقب کیا ہے۔ (الرسالہ ۱۸۵)

ابن قطان نے امام اعظم پر بھی جرح کی ہے اور امام ابو یوسف کو بھی مجھول کہہ دیا یہ سب ہی بقول ذہبی آپ کے وصف تعلق کے کرشمے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔

۱۵۶- شیخ زین الدین عمر بن زید بن بدر بن سعید موصیٰ حنفیٰ، متوفیٰ ۶۱۹ھ

شیخ کامل، حافظ حدیث، فقیرہ فاضل تھے علم حدیث میں ایک کتاب "المغنى" نہایت تحقیق و تدقیق سے حسب ترتیب ابواب بحذف اسانید تصنیف کی جس کو آپ کی زندگی میں علماء نے آپ سے پڑھا اور بہت مقبول ہوتی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۱/۱۵۷- حافظ ابو حفظ ضیاء الدین عمر بن بدر بن سعید موصیٰ حنفیٰ، م ۶۲۲، ۶۳۲ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں آپ کی کتاب "المغنى عن الحفظ والكتاب في قولهم لم يصح شئ في هذا الباب" علامہ سخاوی نے فتح المغیث میں اور علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں کتاب مذکور کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس پر کچھ لوگوں کے اتفاقاً و اتفاقاً بھی ہونے ہیں اس کے علاوہ آپ کی تصانیف یہ ہیں: العقیدۃ الصحیحۃ فی الموضوعات الصریحۃ، استباط المعنین من العلل والتاریخ لابن معین، معرفۃ الموقف علی الموقف (جس میں وہ روایات جمع کی ہیں جن کو اصحاب الموضوعات نے موضوعات میں ذکر کیا ہے اور وہ حضور اکرم ﷺ کے سوا صحابہ یا تابعین وغیرہم سے ثابت ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (رسالہ جواہر مصیر وحدائق حنفیہ)

۲/۱۵۷- محدث ابو القاسم عبد الکریم بن محمد قزوینی رافعی شافعیٰ، م ۶۲۳ھ

مولف تاریخ قزوین و تحریج مندا رافعی۔

۱۵۸- ملک معظم شرف الدین عیسیٰ بن مالک عادل سیف الدین ابی بکر بن الیوب حنفیٰ، م ۶۲۳ھ

برے عالم فاضل، محدث، فقیرہ، اویب، لغوی، شاعر اور مرد مجاہد تھے، مرآۃ الزمان میں علامہ سبط ابن الجوزی نے آپ کے حالات مفصل ذکر کئے ہیں آپ نے فقہا سے امام اعظم کا نہ ہب صاحبین کے اقوال سے الگ کرایا جو دس جلد میں مرتب کیا ان سب کو آپ نے حفظ یاد کیا اور سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے، جامع کبیر امام محمد کو بھی حفظ کیا اور اس کی شرح خود کھٹکی ہے، اسی طرح مسعودی کے بھی حافظ تھے، مسند احمد کو پڑھا اور یاد کیا اس کو علماء سے ابواب فقیرہ پر مرتب کرنے کو کہا، آپ نے حدیث کی روایت بھی کی ہے، برے محبت علم و علماء تھے، ہمیشہ علماء، فضلاء سے اپنی مجلس کو مزین رکھتے تھے، آپ کا خاندان شاہی اور آباء و اجداد سب شافعی تھے، صرف آپ اور پھر آپ کی اولاد نے حنفی نہ ہب اختیار کیا تھا، والد ماجد ابو بکر بن ابواب شافعی کو آپ کے حنفی ہونے پر اعتراض بھی تھا مگر آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

آپ نے خطیب کے رد میں "اَلْهُمَّ الْمُصِيبُ" تیار کیا جو بہت معقول مدلل رہے، عرصہ ہوا اسکو کتب خانہ اعزازیہ دیوبند کے مالک فاضل محترم مولانا سید احمد صاحب عم فیضہم نے طبع کرا کر شائع کر دیا ہے جس کا مطالعہ ہر حنفی عالم کو ضرور کرنا چاہئے، کچھ حالات ہم امام محمد کی تصنیف جامع کبیر کے بیان میں بھی لکھا آئے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جوہر، حدائق و مرآۃ الزمان)

۱۵۹- حافظ ابن نقطہ معین الدین ابو بکر محمد بن عبد الغنی بن ابی بکر بن شجاع بغدادی حنبیلی، م ۶۲۹ھ

آپ نے امیر ابونصر ابن مأکولا کی کتاب "الاکمال فی رفع الاء تیاب عن المولف وال مختلف من الاسماء والکنی والانساب" کا جود و جلد میں نہایت معتمد و مفید تالیف ہے ذیل لکھا، جو یقیناً دو شیخ اصل ہے، حافظہ ہی نے لکھا کہ یہ کتاب حفظ امامت پر دلیل ہے اس کے علاوہ دوسری مشہور تصنیف یہ ہے: "التقیید لعرفۃ رجال السنن والمسانید" پھر ابن القطب کی کتاب پر علام الدین مغلطائی حنفی وغیرہ نے لکھا۔ (الرسالہ ص ۹۷)

۱۶۰- الامام المنسد ابو علی حسن بن مبارک زبیدی حنفی، م ۶۲۹ھ

آپ نے حدیث ابوالوقت عبدالاول وغیرہ سے سنی بڑی عمر پائی، ایک زمانہ تک روایت حدیث کرتے رہے، ابن تیار نے لکھا کہ میں نے آپ سے حدیث لکھی ہے، آپ فاضل عالم، امین، متدين، صالح، حسن الطریقہ، مرضی الخصال تھے، فیض، حدیث، تاریخ و ادب میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جواہر مفہیہ، تقدیر نصب الرایہ)

۱۶۱- شیخ عبید اللہ بن ابراہیم بن احمد الحبوبی العبادی معروف بہ "ابی حنفیہ ثانی"، م ۶۳۰ھ

حافظہ ہی نے "المولف وال مختلف" میں لکھا کہ آپ عالم انشر ق اور شیخ الحنفیہ تھے، آپ کا نسب حضرت عبادہ بن حامیت صحابی سے متصل ہے اس لئے عبادی کہلانے، علم اپنے زمانہ کے اکابر محدثین زریحی، قاضی خان اور جزری وغیرہ سے حاصل کیا ہے، معرفت مذہب و خلاف میں بے شک تھے، شرح جامع صغیر اور کتاب الفروق آپ کی مشہور تصنیف سے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جواہر وحدائق)

۱۶۲- محدث ابن اشیر جزری محمد بن محمد بن عبد الواحد الشیبانی الموصلى الشافعی، م ۶۳۰ھ

آپ نے کتاب الانساب سمعانی (جو ۸ جلد میں اور نادر الوجود ہے) کو مختصر کیا، زیادات بھی کیں، اور اغلاط پر تنبیہ کی، اس کا نام "اباب" رکھا (۳ جلد) پھر اس کا خلاصہ علامہ سیوطی نے کیا اور زیادات بھی کیں، اس کا نام "اباب الانباب فی تحریر الانساب" ہے (ایک جلد) آپ محدث مبارک بن محمد صاحب التھاہی و جامع الاصول کے بھائی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الرسالہ ص ۱۰۳)

۱۶۳- شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عمرو یہ بکری سہروردی شافعی، م ۶۳۲ھ

مشہور و معروف شیخ طریقت صاحب سلسلہ سہروردیہ ہیں، آپ نے مشیخ تالیف کیا جس میں اپنے شیوخ حدیث کا تذکرہ کیا اور عوارف المعارف بھی آپ کی مشہور مقبول و نافع کتاب ہے وغیرہ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الرسالہ ص ۱۱۷)

۱۶۴- شیخ الامام العلامہ محمود بن احمد الحصیری جمال الدین البخاری حنفی، م ۶۳۶ھ

فقہ و حدیث کے امام تھے، شام پنجھ اور نوریہ میں درس حدیث دیا، ان پر اس وقت مذہبی حنفی کی ریاست ختم ہوئی، بہت مفید علمی کتابیں تصنیف کیں، جامع کبیر و سیر کبیر کی شرح بھی لکھی، ملک معظم نے آپ سے جامع کبیر وغیرہ پڑھی اور علامہ سبیط ابن جوزی نے جامع صغیر اور تدویری پڑھی، ان کتابوں پر ہی آپ نے سبیط موصوف کو فتوح و علوم اور خاص طور سے معرفة احادیث و مذاہب کی سند لکھ کر دی، بہ کثرت خیرات و صدقات کرتے، رقیق القلب، عاقل، عتمی، عفیف تھے، ملک معظم عیسیٰ بن عادل (مصنف لسم المعتبر) اور ان کا بیٹا ملک داؤد بن المعتزم عیسیٰ ناصر آپ کا بے حد احترام و اکرام کرتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (مراۃ الزمان، سلطان ابن الجوزی ص ۲۰۷ و ج ۲ و جواہر مفہیہ)

۱۶۵- شمس الاممہ محمد بن عبد الصفار بن محمد کردی عبادی حنفی، م ۶۳۲ھ

امام محقق، فاضل مدقق، فقیہ محدث، عارف مذاہب، ماہر اصول فقه تھے، اپنے زمانہ کے کبار محدثین سے علوم حاصل کئے اور بڑے

بڑے محدثین و فقیہوں نے آپ کی شاگردی کی، خصوصیت سے علم اصول فقہ کا آپ نے احیاء کیا جو قاضی ابو زید دبوی کے بعد سے مضمحل دے جان ہو گیا تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسحة۔ (جو اہر مفہیہ وحدائق)

۱۶۶- حافظ ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمن بن مقدسی حنبلی م ۶۲۳ھ

حافظ حدیث، ثقہ، زائد و درع تھے، آپ نے کتاب ”الاحادیث الجیاد الخوارہ“ مہالیس فی الحسن اداحدہ، لکھی جو ابواب پر نہیں بلکہ حروف حججی سے مسائب پر ۸۶ جزو میں مرتب کی، تاہم غیر مکمل رہی، اس میں آپ نے صحت کا التزام کیا اور وہ احادیث ذکر کیں جن کی آپ سے پہلے کسی نے صحیح نہیں کی تھی، آپ کی صحیح بھی مسلم ہو چکی ہے جو محدودے چند احادیث کے جن پر تعقب کیا گیا۔

علامہ ابن تیمیہ اور زکریٰ وغیرہ نے کہا کہ آپ کی صحیح، حاکم کی صحیح سے اعلیٰ ہے اور آپ کی صحیح ترمذی و ابن حبان کی صحیح کے قریب ہے، بقول ابن عبدالهادی غلطی اس میں کم ہے اس لئے یہ صحیح حاکم کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس میں بہت سی احادیث بظاہر موضوع کے درجہ کی بھی آگئی ہیں، جس کی وجہ سے اس کا درجہ دوسری صحاح سے گرگیا، واللہ اعلم و عالم اتم و حکم۔ (الرسالہ م ۲۳)

۱۶۷- حافظ تلقی الدین ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان بن موسی شہر زوری ابن الصلاح شافعی م ۶۲۴ھ، ۶۲۳ھ

مشہور محدث ہیں آپ کی کتاب مقدمہ ابن الصلاح بہت متداول و مقبول و متأثر ہے، ”طرق حدیث الرحمۃ“ حدیث میں ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسحة۔ (الرسالہ م ۹۲)

۱۶۸- شیخ حسام الدین اخیس کی حنفی، م ۶۲۳ھ

مشہور محدث و فقیہ و اصولی تھے، آپ کی کتاب ”فتح حسای“ اصول فقہ کی بہترین مقبول و متداول داخل درس ہے جس کی شرح اکابر علماء و محققین نے کیں، امیر کاتب اتفاقی کی تبیین زیادہ مشہور ہے۔

آپ نے امام غزالی کی ”محجول“ کی تردید میں جو امام عظیم کی تشیع پر مشتمل ہے ایک نیس رسالہ ۶ فضول میں لکھا، اس میں آپ نے امام غزالی کا ایک قول لے کر مدلل تردید کی اور امام صاحب کے مناقب جلیلہ بھی ذکر کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسحة۔ (حدائق حنفیہ)

۱۶۹- الشیخ الامام ابو الفضل حسن بن محمد بن حسن بن حیدر قرشی عمری صنعاوی حنفی، م ۶۵۰ھ

تمام علوم میں بصرتے گر علم حدیث، فقہ و لغت میں امام زمانہ تھے، ولادت لاہور کی ہے طلب علم کے لئے بغداد گئے وہاں مدت تک رہے، تحصیل علم سے فارغ ہو کر درس و تصنیف میں مشغول رہے، پھر مکہ مظہر حاضر ہو کر عراق آئے اور خلیفہ وقت کی طرف سے سفیر ہو کر ہندوستان آئے، کئی سال بعد بغداد واپس ہوئے اور دوبارہ سفیر ہو کر ہند آئے، آپ کی مشہور تصانیف میں سے یہ ہیں، مصباح الدجی میں احادیث المصطفیٰ، الشیخ المنیرہ من الصحاح المأثورہ، مشارق الانوار النبویہ میں صحاح الاخبار المصطفویہ، تبیین الموضوعات، دفیات الصحابة، شرح صحیح البخاری، التکملہ (لغت میں صحاح جوہری کی اغلاط کی صحیح کی) نیز ”مجموع البحرين“ ۱۲ جلد لغت میں نہایت جامع کتاب تالیف کی وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسحة۔ (جو اہر وحدائق)

۱۷۰- شیخ محمد بن احمد بن عباد بن ملک داؤ د بن حسن داؤ دخلاطی حنفی، م ۶۵۲ھ

محمد شہیر و فقیہ جید تھے، تلمیخ جامع بکیر، تعلیق صحیح مسلم، مختصر منہ امام ابی حنیفہ تالیف کیں، آپ سے قاضی القضاۃ احمد سروجی نے

تلخیص پڑھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حفیہ)

۱۷۱-شیخ ابوالمظفر شمس الدین یوسف بن فرغلی بن عبد اللہ بغدادی حنفی (سبط ابن الجوزی) م ۶۵۳ھ
مشہور محدث، مورخ اور فاضل اجل تھے، علامہ ابن جوزی حنفی صاحب منتظم کے نواسے تھے، آپ بھی پہلے حنفی تھے پھر جب شیخ
جمال الدین محمود حسیری مشہور محدث و فقیہ کی خدمت میں رہ کر ترقی کیا اور ملک معظم عیسیٰ حنفی (شاہ دمشق و صاحب ائمہ المصیب) کے مصاحب
ہوئے تو حنفی مذهب اختیار کر لیا کیونکہ نیک موصوف مذهب حنفی کے بڑے شیفہ و شیدائی تھے۔

علامہ سبط ابن جوزی بڑے محقق اور حق گو تھے، آپ نے اپنے نانا جان ابن جوزی کی روشن پر بھی احتجاج کیا ہے جو عصب کی وجہ سے
انہوں نے امام عظیم کے خلاف اختیار کی تھی، حالانکہ ابن جوزی آپ کے اساتذہ میں بھی ہیں، آپ کی مشہور تصنیف یہ ہے: اللوامع فی احادیث
الختصر والجامع، منتہی المسؤول فی سیرۃ الرسول، شرح جامع کبیر، الانصار والترجح للحمد مذهب الحسن، (ترجح مذهب حنفی میں محققة تصنیف ہے شائع ہو چکی
ہے، ایثار الانصار، تفسیر قرآن مجید (۲۹ جلد) مناقب امام عظیم مرآۃ الزمان ۳۰ جلد) اس کی دو جلدیں حیدر آباد سے شائع ہوئی ہیں۔

آپ نے دمشق و مصر میں درس حدیث دیا، آپ کا وعظ بڑا پر تاثیر تھا، ملوک، امراء عوام و خواص سب آپ کی مجلس وعظ سے مستفید
ہوتے تھے، منقول ہے کہ مشہور محدث شیخ موفق الدین بن قدامہ حنفی بھی آپ کے وعظ میں شرکت فرماتے تھے، جس روز آپ کا وعظ ہوتا رہا
ہی سے لوگ جامع مسجد دمشق میں آکر سوتے تھے، آپ کی ہر مجلس وعظ میں بکثرت لوگ تائب ہوتے تھے اور بہت سے کافر قبول اسلام سے
مشرف ہوتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جواہر مصیب، فوائد و حدائق)

۱۷۲-شیخ ابوالمویید الخطیب محمد بن محمود بن الحسن خوارزمی حنفی م ۶۵۵ھ، ۶۶۵ھ

مشہور محدث و فقیہ تھے، اپنے زمانہ کے کبار محدثین و فقہاء علوم و فنون کی صحیح کی، خوارزم کے قاضی رہے اور دمشق و بغداد میں حدیث
شریف اور دوسرے علوم کا درس دیا، "جامع المسانید" آپ کی نہایت گرانقدر تصنیف میں سے ہے، جس میں آپ نے امام عظیم کی پندرہ
مسانید کو جمع کیا، محققان ابحاث لکھے اور آخر میں تمام رواۃ جامع المسانید پر کلام کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جواہر، فوائد، حدائق)

۱۷۳-حافظہ زکی الدین ابو محمد عبدالعزیز بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد منذری م ۶۵۶ھ

مشہور محدث تھے، آپ کی کتاب "الترغیب والترہیب" (۲ جلد) معروف و متدوّل ہے، جس کا خلاصہ ابن حجر نے کیا ہے، اور وہ بھی
حال ہی میں مالیگاؤں کے ایک مفید علمی ادارہ سے شائع ہو گیا ہے مگر اس زمانہ شیوخ شریف و فساد میں "ترغیب و ترہیب" کا اختصار شائع کرنا مفید
نہیں، دوسرے اغلاط طباعت کی کثرت نے بھی کتاب مذکور کی افادیت کو کم کر دیا ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ منذری کی اصل کتاب ہی کو کامل
صحت کے ساتھ شائع کیا جائے۔ حمہم اللہ تعالیٰ وفقنا اللہ لما سمجھ و پڑھی۔

۱۷۴-شیخ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورشی حنفی، متوفی ۶۶۱ھ

مشہور امام وقت، محقق مدقق، محدث و فقیہ تھے، آپ کی تصنیف پر کثرت ہیں جن میں سے "الیسر" شرح مصائب النبی بغوری زیادہ
مشہور ہے، نیز مطلب الناسک فی علم الناسک ۲۰ باب میں لکھی جس میں تمام مناسک حج میں احادیث سے استدلال کیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ
واسعة۔ (حدائق حفیہ)

لہ یہ کتاب ۲ جلد غنیم میں دائرۃ المعارف حیدر آباد سے شائع ہو گئی ہے جس کا مطالعہ ہر عالم کے لئے نہایت ضروری ہے۔

۵۷۔ شیخ محمد بن سلیمان بن حسن بن حسین بلخی (ابن القیب) حنفی، م ۶۶۸ھ

جامع علوم، حدث، مفسر، فقیہ تھے، مدت تک جامع ازہر قاہرہ میں اقامت کی اور مدرسہ عاشوریہ میں درس حدیث و دیگر علوم دیتے رہے۔ تفسیر میں ایک کتاب "التحریر والتحیر لاقوال آئمہ الشیرفی معانی کلام ایسع البصیر" ۹۹ جلد میں تصنیف کی جس میں ۵۰۵ تفاسیر کا خلاصہ درج کیا، علامہ شعرانی نے کہا کہ میں نے اس سے بڑی کوئی تفسیر نہیں دیکھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفی)

۵۸۔ شیخ ابوالولید محمد بن سعید بن ہشام شاطبی حنفی، متوفی ۶۷۵ھ

مشہور محدث شیخ کمال الدین پدر دعیم اور ان کے صاحبزادے قاضی القضاۃ مجدد الدین سے تحصیل کی اور شام کے مشہور مدرسہ اقبالیہ میں مدت تک درس علوم دیا پہلے ماکی تھے، پھر حنفی مذہب اختیار کر لیا۔ (حدائق حنفی)

۵۹۔ محدث الشام مجی الدین ابو زکریا یا یحییٰ بن شرف الدین نووی، شافعی متوفی ۶۷۶ھ

مشہور محدث، شارح مسلم امام وقت تھے، آپ کی تمام تصانیف نہایت نافع علمی خزانے ہیں، مثلاً شرح مسلم کے علاوہ کتاب "الہندیب الاسماء واللغات" بھی بہت اہم ہے جس میں آپ نے وہ تمام الفاظ جمع کر دیئے ہیں جو منحصر مرنی، مہذب، وسیط، تنقیہ، جیز اور روضہ میں ہیں، ان چھ کتابوں میں وہ تمام لغات جمع ہیں جن کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس میں آپ نے مزید نام صردوں، عورتوں، ملائکہ اور جن وغیرہم کے بڑھادیئے ہیں۔

کتاب مذکور کے دو حصے ہیں، ایک حصے میں اسماء ہیں دوسرے میں لغات ان کے علاوہ بعض دوسری تصانیف نافعہ ہیں، الروضہ، شرح المہذب، کتاب الاذکار، التقریب فی احوال الحدیث، ریاض الصالحین، شرح بخاری (ایک جلد طبع شدہ) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الرسالہ الحضرتی)

۶۰۔ شیخ ابوالفضل محمد بن محمد برہان نسفی حنفی، م ۶۸۶ھ

اپنے زمانہ کے امام، فاضل، اجل، مفسر، محدث، فقیہ، اصولی و متکلم تھے، علم خلاف میں ایک مقدمہ لکھا، علم کلام میں مشہور درسی کتاب "عقائد نسفی" تصنیف کی (جس کی افتخار اپنی وغیرہ نے شروع کی تھیں، امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر کو شخص کیا، کشف الظنون میں جو عقائد نسفي کو ابو حفظ عمر نسفي کی طرف منسوب کیا ہے وہ غلط ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفی)

۶۱۔ امام حافظ الدین ابوفضل محمد بن محمد بن نصر بخاری حنفی، م ۶۹۳ھ

بڑے محدث و جامع العلوم تھے، شیخ الآئمہ محمد بن عبد اللہ بن ابراهیم محبوبی وغیرہ سے حدیث وفقہ اور دوسرے علوم کی تحصیل کی، آپ سے ابوالعلاء بخاری نے حدیث کا سماع کیا اور انہوں نے اپنے مجمع الشیوخ میں آپ کا ذکر کیا ہے، آپ محدث، عالم، عابد، زادہ، شیخ وقت، محقق و مدقق تھے، مدت تک درس علوم دیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جوہر و حدائق)

۶۲۔ حافظ محبت الدین ابوالعباس احمد بن عبد اللہ بن محمد طبری مکی شافعی، م ۶۹۴ھ

بڑے حافظ حدیث، فقیہ حرم، محدث حجاز تھے، آپ کی کتاب سیرۃ میں بہت مشہور ہے جس میں احادیث مع اسناد روایت کی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الرسالہ)

۱۸۱-شیخ ابو محمد عبد اللہ بن سعد بن ابی جمرہ، متوفی ۶۹۸ھ

اپنے وقت کے عارفین و اکابر اولیاء میں سے صاحب کرامات بزرگ تھے، آپ کی بڑی کرامت یہ ہے جس کو خود ہی بیان فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کبھی نافرمانی نہیں کی، آپ کی کتاب ”بہجۃ النفس“، مختصر شروح بخاری میں ممتاز ہے جس میں آپ نے بخاری شریف سے تقریباً ۱۳۰۰ احادیث کا انتخاب کر کے ان کی شرح کی ہے اور گہرے علوم و معارف و تعلق حقيقة درج کئے ہیں، ۲۰ جلد میں شائع ہوئی تھی اب نادر ہے۔

الحمد للہ اس کا ایک نسخہ رقم الحروف کو کافی تلاش وجہتو کے بعد گزشتہ سال مکہ معظمه (زادہ اللہ شرفا و رحمۃ) گراں قیمت پر دستیاب ہوا، اس کے مضمایں ”انوار الباری“ میں پیش کئے جائیں گے، آپ کے ارشد تلامذہ ابو عبد اللہ بن الحجاج ہیں جو مدحہب مائلی کی مشہور کتاب ”الدخل“ کے مصنف ہیں، انہوں نے آپ کے حالات و کرامات کا مجموعہ بھی تالیف کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بتان المحمدین)

۱۸۲-الامام الحافظ الجمال ابوالعباس احمد بن محمد بن عبد اللہ الطاہری حنفی ولادت ۶۲۶ھ

بڑے محدث و حافظ حدیث تھے، طلب حدیث کے لئے بہت سے بلاد و ممالک کے سفر کئے، اکابر محدثین سے تحصیل کی اور بہ کثرت روایت کی، اپنے ہاتھ سے احادیث کی بہت کتابیں لکھیں، محدث فخر بخاری کے ”مشیحہ“ کی ۵ جلدوں میں تحریج بھی کی ہے، آپ کے بھائی شیخ ابراہیم محمد ظاہری بھی اپنے زمانہ کے بڑے محدث تھے، صاحب جواہر مفسیہ علامہ قریشی بھی ان کے تلمیذ حدیث ہیں، آپ نے ظاہر قاہرہ کے ایک زاویہ میں اقامت اختیار کی تھی اس لئے ظاہری مشہور ہوئے، ابن حزم وغیرہ کی طرح ظاہری نہیں تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدیمہ جواہر مفسیہ)

۱۸۳-المحدث الكبير شیخ ابو محمد علی بن زکریا بن مسعود الصماری مجتہد حنفی، م ۶۹۸ھ

بڑے محدث، صاحب تصنیف تھے، آپ نے ”الباب فی الجمیع میں السنۃ والکتاب“ اور ”آثار الطحاوی“ کی شروع لکھیں، آپ کے صاحبزادے محمد بن علی بن زکریا مجتہد بھی محدث ہوئے ہیں، جامعہ معظمه قدس میں درس علوم دیا ہے اور مدحہب حنفی کے اصحاب حدیث و فقہ میں ممتاز تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدیمہ نقشب الرایہ و جواہر مفسیہ)

۱۸۴-شیخ ابوالعباس شہاب الدین احمد بن فرج بن احمد بن محمد الشبلی شافعی، م ۶۹۹ھ

بڑے محدث گزرے ہیں، آپ کی تصنیف میں سے ”منظومة فی القاب الحدیث“ مشہور ہے جس کو قصیدہ غرامیہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ ”غرامی صحیح“ سے شروع کیا ہے، اس کی متعدد شروح اہل علم نے لکھی ہیں، مثلاً حافظ قاسم بن قطلو بغا حنفی اور بدرا اللہ بن محمد بن ابی بکر بن جماعہ وغیرہ نے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۱۷۶)

۱۸۵-امام شمس الدین فرضی محمود بن ابی بکر ابوالعلاء بن علی کلابازی بخاری حنفی م ۷۰۰ھ

اپنے زمانہ کے مشہور و ممتاز امام محدث، عارف رجال حدیث، علوم کے بجز اخراً اور جامع معقول و منقول تھے، طلب حدیث کے لئے دور دراز ممالک و بلاد کے سفر کئے، آپ کے مشائخ حدیث سات سو سے زیادہ ہیں، خود بھی حدیث کی روایت و کتابت بہ کثرت کی ہے، حافظ ذہبی نے کہا کہ ”آپ علم فراتضی میں راس العلماء اور حدیث و رجال کے بڑے عالم، جامع کمالات و فضائل، خوش خط، واسع الرحلہ تھے، علم مشتبه النسبہ میں ایک بڑی کتاب تالیف کی جس سے میں نے بھی بہت کچھ نقل و استفادہ کیا ہے۔“

شیخ محدث ابو حیان انگلی نے بیان فرمایا کہ ہمارے پاس قاہرہ میں طلب حدیث کے سلسلہ میں شیخ محدث ابو العلاء محمود بن ابی بکر بخاری فرضی آئے تھے، آپ رجل صالح، حسن الاخلاق، لطیف المزاج تھے، ہم سب ساتھ ہی طلب حدیث میں پھرا کرتے تھے، آپ کا طریقہ تھا کہ جب کہیں کسی تورانی صورت حسین و جمیل آدمی کو دیکھتے تو فرماتے کہ یہ شرط بخاری پڑھج ہے۔

آپ نے مختصر سراجی کی شرح "صور اسرائیج"، لکھی جو نہایت نصیس اور اولہ نماہب مختلف پر مشتمل ہے، پھر اس کو مختصر کر کے منہاج لکھی، ایک کتاب سنستہ کے بارے میں بھی تصنیف کی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جو اہر مرضیہ وحدائق حنفیہ)

۱۸۶- شیخ ابو العباس احمد بن مسعود بن عبد الرحمن قونوی حنفی

آنہ کہا رہا عیان فقہا محدثین سے تھے دمشق میں سکونت کی، جامع بکری شرح "القریر" چار جلدیں میں لکھی، ناکمل رہی، جس کو آپ کے صاحبزادے ابو الحasan محمود قونوی نے مکمل کیا، عقیدہ طحا ویہ کی بھی شرح کی، آپ نے علوم کی تحصیل و تحریک شیخ جلال الدین عمر جنازی (تمکید شیخ عبدالعزیز بخاری) سے کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جو اہر مرضیہ وحدائق حنفیہ ص ۱۸۷)

۱۸۷- قاضی ابو عاصم محمد بن احمد عامری دمشقی حنفی

مشہور محدث و فقیہ تھے، دمشق کے امام و قاضی رہے ہیں، آپ کی تصانیف میں سے بہترین میں جلد میں اہم یادگار ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جو اہر وحدائق)

۱۸۸- الشیخ الشمس السروجی احمد بن ابراہیم بن عبد الغنی حنفی، م ۱۰۷ھ

اکابر محدثین و فقہاء میں سے تھے، آپ کی تصانیف میں سے شرح ہدایہ زیادہ مشہور ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ (لقدمة نصب الرایہ للحدیث الکوثری)

۱۸۹/۱- شیخ الاسلام ابو الفتح تقی الدین محمد بن علی بن ذہب بن مطیع قشیری من غلوطی،

ولادت ۲۲۵ھ متوفی ۳۰۲ھ

ابن دقيق العید کے نام سے مشہور امام حدیث ہیں، مالکی و شافعی مذهب کے بڑے عالم تھے، آپ کی تصانیف کثیرہ تافعہ میں سے "المام في احادیث الاحکام" اور اس کا مختصر الامام الجمیل بای احادیث الاحکام" نیز چہل حدیث تسانی، شرح العمدہ، الاقتراب، اربعین فی روایۃ عن رب العالمین (احادیث قدیسہ میں) طبقات الحفاظ زیادہ مشہور ہیں، آپ نے مذهب مالکی کی تحصیل اپنے والد ماجد سے اور فقہ شافعی کی شیخ عز الدین بن عبد السلام سے کی تھی، بڑے زادہ عابد، متفق، صاحب خوارق و کرامات عالم ربانی تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان الحمد میں وغیرہ)

۱۸۹/۲- شیخ الاسلام تقی الدین بن دقيق العید، م ۱۰۲ھ

مؤلف طبقات الحفاظ، الامام، شرح العمدہ، وغیرہ (مقدمہ ابن ماجہ اردو ۱۴۲۹)

۱۹۰- شیخ ابو محمد عبد المؤمن خلف بن ابی الحسن ودمیاطی شافعی، م ۱۰۵ھ

دمیاط ملک مصر کا ایک شہر ہے، اول دمیاط میں فقہ کی تحصیل پوری طرح کی، اس کے بعد علم حدیث کی تحصیل و تحریک کی، حافظہ زکی الدین منذری صاحب "الترغیب والترہیب" م ۲۵۶ھ وغیرہ آپ کے اساتذہ حدیث میں ہیں، ابو حیان اور تقی الدین سکنی وغیرہ آپ کے تلامذہ

میں ہیں، آپ کی مشہور تصنیف یہ ہیں، **معجم دمیاطی** (یہ معجم شیوخ ہے اس کی چار جلدیں ہیں جن میں تیرہ سو اشخاص کے حالات درج ہیں، کتاب اخیل، کتاب الصلوٰۃ الوضطی، ان کے علاوہ سیرت میں ایک کتاب نہایت محققانہ لکھی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان الحمد شیخ)

۱۹۱- امام ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی ۱۰۷۵ھ

مشہور و مقبول و متدوال کتب تفسیر و فقہدارک التنزیل اور کنز الدقائق وغیرہ کے مصنف ہیں، ابن کمال پاشا نے آپ کو چھٹے طبق میں شارکی ہے جو روایات ضعیفہ کو قویٰ سے تمیز کر سکتے ہیں، علوم کی تحصیل شیخ الاسلام کردی کروری اور احمد بن محمد عتابی وغیرہ سے کی اور آپ سے علامہ سغناٰتی وغیرہ نے سماع کیا، دوسری بعض تصنیف یہ ہیں، وافی اور اس کی شرح، کافی (جو بہایہ و شروحہ ہدایہ کے درجہ کی ہیں) المنا، (اصول فقہ میں) اور اس کی شرح کشف الامراء، **مسختی** فی شرح المنظومہ، المترافق اصول الدین، العجمدہ، بڑے زابد و عابد متفق تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۹۲- قاضی القضاۃ شیخ ابوالعباس احمد بن عبد الرحمن بن ابراہیم بن ابی الحسن سروجی حنفی، ۱۰۷۵ھ

م ۱۰۷۵ھ

بلند پایہ محدث و فقیہ و مفتی و اصولی اور جامع معقول و منقول تھے، مدت تک مصر کے قاضی القضاۃ و مفتی رہے اور درس علوم دیا، شیخ علاء الدین ماردنی صاحب جوہر تی وغیرہ نے آپ کی شاگردی کی، آپ نے ہدایہ کی شرح "غاية السروجی" کتاب الایمان تک ۲ جلدیں میں بغایث تحقیق و تدقیق لکھی، دوسری تصنیف یہ ہیں، الجیۃ الواضحة فی ان البسلمة لیست من الفاتحۃ، ادب القضاۃ، فتاویٰ سروجیہ، کتاب المذاک، فحیات النساء فی اصول الشوابی الاموات وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر وحدائق)

۱۹۳- الشیخ الامام حسام الدین حسین بن علی بن الحجاج بن علی سغناٰتی حنفی، ۱۰۷۵ھ

بڑے درجہ کے محدث و فقیہ و نحوی تھے، اکابر وقت سے علوم حاصل کئے اور بغداد میں مدرسہ مشہد امام اعظم میں درس علوم دیا، علامہ کا کی (صاحب معراج الدرایہ شرح ہدایہ) اور سید جلال الدین کرمانی (صاحب کفایہ) آپ کے تلمذہ میں ہیں، نوجوانی ہی کی عمر سے افقاء کی خدمات انجام دیں، آپ نے ہدایہ کی شرح نہایہ مبسوط تصنیف کی، دوسری تصنیف یہ ہیں، التمهید فی قواعد التوحید (لل مکھوی) کافی شرح اصول بزوہی، شرح منتخب اخیس کتی، حضرت مولانا عبد الحی صاحب نے لکھا کہ میں نے نہایہ مذکور کا مطالعہ کیا ہے، جو اس طبق شروحہ ہدایہ ہے اور مسائل کثیرہ و فروع لطیفہ پر مشتمل ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مفہیہ، فوائد وحدائق)

۱۹۴- شیخ ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ الطاہری حنفی، ۱۰۷۵ھ

بلند پایہ محدث و فقیہ تھے، آپ سے صاحب جواہر مفہیہ نے بھی حدیث میں تلمذ کیا ہے، قاہرہ (مصر سے باہمیں کے کنارے پر سکونت تھی اس لئے طاہری کہلانے، کیونکہ طاہر قاہرہ سے نواحی قاہرہ مراد ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مفہیہ ص ۳۶ ج ۱)

۱۹۵- الشیخ الامام العارف العلامہ ابوالفتح نصر بن سلیمان مجھی حنفی، ۱۰۷۵ھ

اکابر وقت سے تحصیل علوم کی اور درس حدیث دیا، علامہ قرشی صاحب الجواہر نے لکھا کہ میں نے بھی آپ سے بخاری شریف آپ کے زاویہ خارج باب نصر میں پڑھی ہے، علامہ ابن تیمیہ کے اختلاف کے دور آپ نے بھی موصوف پر خات تقدیم کی تھی جس پر علامہ نے ۰۲۷۵ھ میں آپ کے نام ۲۳ صفحات کا ایک طویل خط لکھا جس کی ابتداء علامہ شیخ العارف، قدوۃ سالک و ناسک افاض اللہ علیہما برکات انفسہ ایسے

الغاظ کی اور یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین و دنیا کی ظاہری و باطنی نعمتوں سے نوازا ہے اور اپنی معرفت کا نور بخشنا ہے، مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی ہے پھر مسائل خلاف پر روشی ڈالی ہے اور اپنے نظریات کی تائید میں دلائل لکھے ہیں، اگرچہ یہ بھی نقل ہوا ہے کہ آپ نے باوجود اس طویل خط کے بھی علامہ کی طرف سے اپنی رائے نہیں بد لی بلکہ آپ کا روایہ پہلے سے کچھ زیادہ ہی سخت ہو گیا۔ واللہ اعلم۔ (جو اہر مصیہ و امام ابن تیمیہ طبع مدارس، ص ۳۲۵)

۱۹۶- حافظ ابوالعباس تقی الدین احمد بن شہاب الدین عبد الحليم بن مجد الدین بن تیمیہ

حرانی حنفی ولادت ۶۶۱ھ، متوفی ۷۲۸ھ

مشہور و معروف جلیل القدر عالم تبحر، جامع معقول و منقول حافظ حدیث، امام وقت تھے، وسعت معلومات، کثرت مطالعہ اور حفظ و ذکاء مفرط میں بے مثل تھے، نہایت جری، حق گوا اور مجاهد فی سبیل اللہ تھے، آپ کے جداً مجدد الدین ابن تیمیہ ۶۵۶ھ کی حدیث میں تالیف المصنف مکن احادیث الاحکام بہت زیادہ مشہور ہے جس کی شرح علامہ شوکانی م ۲۵۰ھ نے نیلا الا وطار لکھی جو آخر جلدیوں میں ہے مصر سے چھپی ہے اور اس کا مختصر بھی ۲ جلد میں شائع ہو چکا ہے علامہ ابن تیمیہ کے شیوخ حدیث، اکابر آئمہ محدثین تھے، جن میں سے ۲۲ مشائخ کا ذکر کتاب امام ابن تیمیہ مطبوعہ مدارس میں کیا گیا ہے، آپ کے اساتذہ حدیث میں محمد بن احناف بھی تھے، مثلاً (۱) شیخ ابو بکر بن عمر بن یوسف مزی خنفی (م ۵۹۳) (۲) قاضی القضاۃ شمس الدین ابو محمد عبدالله بن اشیخ شرف الدین او زاعی خنفی (م ۵۹۵) (۳) شیخ برہان الدین ابو الحسن ابراہیم بن اشیخ صفی الدین قرشی خنفی (م ۵۹۹) (۴) اور شیخ زین الدین ابو الحسن ابراہیم بن احمد معروف بابن السدید انصاری خنفی (م ۷۷۵) قابل ذکر ہیں۔

آپ کی تصنیف نہایت گرانقدر نافع و مفید ہیں، بعض مسائل میں آپ نے تفرد کے ساتھ تشدید کیا جس کی وجہ سے آپ کی سخت مخالفت ہوئی، مناظرے ہوئے، ہنگامے ہوئے اور آپ کوئی بار قید و بند کے مصائب برداشت کرنے پڑے جن کی تفصیلات کتب تاریخ میں عموماً ہر ہر مورخ نے اپنے نقطہ نظر کی آمیزش کے ساتھ لکھی ہیں۔

آپ باوجود آئمہ اور دوسرے اکابر تقدیم میں کے ساتھ پوری عقیدت رکھنے کے بھی عدم تقید کے میلانات رکھتے تھے، جن سے غیر مقلدین زمانہ نے فائدہ اٹھایا، جس طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی بھی ابتدائی دور کی بعض تحریرات سے ان لوگوں نے استناد کیا ہے علامہ ابن تیمیہ اور آپ کے تبعین کے بعض اہم تفردات حسب ذیل ہیں۔

ا: جہت باری کا مسئلہ:

سب سے پہلے اختلاف کا جو ہنگامہ ہوا وہ ۶۹۰ھ میں علامہ ابن تیمیہ کی جامع دمشق کی تقریر پر ہوا جس میں آپ نے صفات باری کے مسئلہ پر روشی ڈالی اور شاعرہ کے نظریات و عقائد پر سخت تقید کی، اس سے علماء شافعیہ سخت برافروختہ ہو گئے، مصر و شام میں شوافع کی تعداد بہت زیادہ تھی، حکومت کے بھی بڑے عہدوں پر فائز تھے، چاروں نماہب میں سے ثانی قاضی القضاۃ کا پہلا درجہ تھا وہ سب امام ابو الحسن اشعری کے پیرو تھے۔

اشعری و حنفی ایک زمانہ سے باہم دست و گریبان رہتے تھے، امام غزالی کے بعد امام رازی نے اشاعرہ کے مذهب کو بہت مضبوط بنادیا تھا اسی لئے حکومت نے بھی اشاعرہ کے مذهب کو صحیح مان لیا تھا اور حنابلہ کو اپنے عقائد پیش کرنے کی اجازت نہ تھی، اشاعرہ و حنابلہ میں بڑا اختلاف جہت باری کے مسئلہ پر تھا، حنابلہ اس کے قائل تھے کہ خدا عرش پر ہے اور قرآن و حدیث سے اس کو ثابت کرتے تھے، اس کے بارے میں بھی نیز دوسری صفات کے معاملہ میں بھی تاویل کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اشاعرہ یہ کہتے تھے کہ اس طرح ماننے سے خدا کی تجسم لازم آتی ہے اور

خدا کو حسم ماننے سے وہ حادث ہو جاتا ہے، وہ کہتے تھے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے، اس کے لئے کوئی ایک جگہ متعین کرنا غلط ہے، اس کے لئے ن فوق ہے ن تحت نہ کوئی خاص جہت اور اسی جہت کے مسئلہ کی وجہ سے وہ اشاعرہ حنابلہ کو "خشونی"^۱ کہتے تھے۔ (امام ابن تیمیہ مطبوعہ مدارس ص ۷۷)

غرض یہی..... جہت باری اور صفات کا مسئلہ سب سے پہلے اختلاف کا سبب ہنا اور ان مسائل کو طے کرنے کے لئے متعدد مجالس مناظرہ منعقد ہوئیں جن میں حسب بیان افضل العلاماء محمد یوسف صاحب کوں عمری ایم اے مصطفیٰ کتاب مذکور، بعض تو بے نتیجہ ختم ہوئیں اور بعض میں علامہ ابن تیمیہ ہی کی جیت ہوئی، مگر تمیں یہ عرض کرتا ہے کہ ان بہت سی صحیح مجالس کے مناظروں کے بعد حسب بیان محترم افضل العلاماء صاحب کھلی عدالت میں علامہ کے خلاف مقدمہ قائم ہوا جس میں حکومت کی طرف سے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن عدالان شافعی (م ۲۹۷) نے علامہ کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا عرش پر ہے اور الگلیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے اور خدا آواز و حروف کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کے بعد کہا کہ کیا ایسا شخص سخت ترین سزا کا مستحق نہیں ہے؟ تو اس پر کری عدالت پر منسکن قاضی القضاۃ شیخ زین الدین علی بن حکیم نویری مالکی (م ۱۸۷ھ) نے علامہ سے مخاطب ہو کر کہا کہا کے نیقہ! اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟

علامہ نے اس پر پہلے طویل خطبہ اپنی حسب عادت دینا شروع کیا جس پر عدالت نے کہا کہ آپ خطبہ دینے کے لئے نہیں بلائے گئے ہیں اس وقت آپ الزامات کا جواب دیں تو اس پر علامہ کو غصہ آگیا اور آپ نے صرف اتنی بات پر قاضی مالکی کو یہ الزام دے کر کہ وہ اس مقدمہ میں میرے حریف و مقابل مبنے ہوئے اپنا بیان اور جواب عدالت میں دینے سے قطعی انکار کر دیا اور عدالت نے (محجور ہو کر) آپ کو محبوس کرنے کا فیصلہ دیا، اس واقعہ سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ مختلف مجالس مناظرات اور ان کی بحثوں سے علامہ بھی تسلی ہو چکے تھے اور اپنے بہت سے دلائل کی قوت و ضعف سے بھی آگاہ ہو چکے تھے، ورنہ ہر جگہ جیتنے والے اور قوی دلائل والے کے لئے تو اس سے بہتر موقع نہیں تھا کہ وہ اپنے دلائل حکومت کے کاغذات میں ریکارڈ کرا دیتا، اگر کسی عدالت سے بھی ایک فیصلہ علامہ کی موافقت میں ہو جاتا تو اختلاف کی بڑی خلیج پٹ جاتی اور علامہ کی مخالفت بہت کم ہو جاتی۔

ان چیزوں سے نیز علامہ اور مقابل کے دلائل کی کتابوں میں پڑھنے کے بعد ہم یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہیں کہ ان چند احتالی مسائل میں علامہ اور ان کے پیروؤں کی طرف سے بے جا شدہ ہو گیا ہے اور ایسے ہی مسائل میں ہمارے اکابر حضرت شاہ صاحب^۲ (علامہ کشمیری)^۳ وغیرہ کی یہ رائے ہے کہ علامہ نے اپنی کہی اور دوسروں کی جس طرح ان کی علمی شان رفیع کے لئے مناسب تھا نہیں سنی ورنہ ضرور ان مسائل میں بھی اعتدال کی راہ نکل آتی اور اتنے ہنگاموں اور اختلافات تک نوبت نہ آپنی، دوسری صدی کے بعد کی اس قسم کی تمام شورشوں پر نظر کرتے ہوئے امام اعظم^۴ کے اس فیصلہ کی لکنی قدر ہوتی ہے جس سے آپ نے اپنے تمام اصحاب و تلامذہ کو تہایت تحری سے کلامی مسائل میں دراندازی اور غلو سے روک دیا تھا، صرف یہی ایک طریقہ تھا، جس سے اس امت مرحومہ کے علماء و عوام کا اتحاد و اتفاق اور چیلن و امن کے ساتھ زندگی بسرا کر سکتے اور دوسرے اہم ترین مسائل زندگی میں سر برآتی کر سکتے تھے، لیکن افسوس ہے کہ ایسی بزرگ و برتر شخصیت پر جو امت مرحومہ کے لئے سرتاپار حمت و شفقت مجسم تھی "بری السیف علی الامة" کا الزام لگایا گیا، یہاں یہ چند سطریں علامہ ابن تیمیہ کے بارے میں بغیر سابق ارادہ کے لکھی گئیں، کیونکہ ان طولانی بحثوں کا اس مقدمہ میں کوئی موقع محل نہیں ہے البتہ انوار الباری میں ان سب مسائل پر اپنے موقع پر سیر حاصل بحثیں ہوں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ وہو المستعان۔

۲: شیخ اکبر اور دوسرے قائلین وحدۃ الوجود سے سخت انحراف و اختلاف۔

۳: مسئلہ طلاقات ثلاٹ کو بمنزلہ طلاق واحد قرار دیتے ہیں اور حرمت نکاح تحلیل میں بھی بہت شدید کیا۔

۴: بعد وفات کسی کی ذات سے توسل کر کے دعا مانگنا حتیٰ کے رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارک سے بھی ان کے نزدیک توسل جائز نہیں۔

۵: اسی طرح کسی کے جاہ و مرتبہ کے واسطے سے بھی خدا سے دعا کرنا جائز نہیں۔

۶: زیارت قبور کے لئے شدر حال (یعنی سفر شرعی کرنا) جائز نہیں حتیٰ کے سید الانبیاء رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی نیت سے بھی اگر مدینہ طلبی کا سفر ہو تو اس کو علامہ نے ناجائز قرار دیا ہے۔

ان سائل میں علماء وقت نے آپ کا خلاف کیا، مستقل کتابیں ترددیں میں لکھی گئیں لیکن علماء بن یمیہ میں جہاں میںیوں کمالات تھے، یہ کی بھی تھی کہ وہ اپنی ہی کہتے تھے، دوسرے کی نہیں سنتے تھے، ہمارے حضرت شاہ صاحب علامہ کشمیری بھی جو علامہ کے فضل و تبحر علمی کے بے حد مدار تھا اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کے اقوال درس بخاری کے وقت نقل کیا کرتے تھے، فرماتے تھے کہ علامہ میں یہ کمی تھی کہ اپنی ہی کہتے تھے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ مولوی شاء اللہ صاحب امر ترسی امر ترسی دیوبند آئے تو مجھ سے پوچھنے لگے کہ ابن یمیہ کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا کہ اپنی خوب دھنتے ہیں دوسرے کی نہیں سنتے، انہوں نے اس پر میری تائید کی اور ہاتھ گھما کر کہا ”زور، زور“ پھر فرمایا کہ جہاں بولتے ہیں حدیث اور معموق و فلسفہ کا دریا بہادیتے ہیں مگر دوسرے کی بالکل نہیں سنتے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ روضہ اطہر رسول اللہ ﷺ کا عرش سے افضل ہے اور مدفن مبارک کے علاوہ باقی مدینہ مفضل ہے، بیت اللہ سے جیسا کہ اکثر علماء کی رائے ہے مگر صرف ابن یمیہ اس میں متوقف ہیں، مجاہد سے مرسل صحیح مردی ہے کہ روز قیامت جب خدا کی جگہ عرش پر ہو گی تو آنحضرت ﷺ دوسرے طرف ہوں گے عرش پر۔

ایک دفعہ فرمایا کہ ابن یمیہ کو پہاڑ ہیں علم کے اور دریائے ناپیدا کنار ہیں مگر عربیت اور تجھی نہیں ہے، اسی لئے سیبو یہ کی سترہ غلطیاں نکالی ہیں، میرا خیال ہے کہ خود ہی غلط تمجھے ہیں، فلسفہ بھی بہت زیادہ جانتے ہیں بلکہ معموقات کا اس قدر مطالعہ اور استحضار کم کی کا ہوا ہوگا، مگر ناقل ہیں، حاذق نہیں ہیں، بعض اوقات کچھ بات کو اختیار کر لیتے ہیں جو حاذق کی شان نہیں۔ واللہ اعلم و عالم اتم و حکم۔

علامہ ابن یمیہ کی مشہور مطبوعہ تصانیف یہ ہیں: فتاویٰ ابن یمیہ ۵ جلد، اقامۃ الدلیل علی بطلان التخلیل، الصالِمُ الْمَسْلُولُ عَلَى شَأْنِ الرَّسُولِ الْجَوَابُ الْفَصِحُ لِمَنْ بَدَلَ دِينَ أَسْعَ ۲۲ جلد، مثہاج النَّبِيِّ فِي نَفْعِ كَامِ الشِّیعَةِ وَالْقَدْرِ ۴ جلد، در، تعارض اعقل و احقل (منہاج النَّبِيِّ پر تھجیہ ہے) مجموع الرسائل الکبریٰ ۲ جلد، مجموع الرسائل ۲ جلد، مجموع الرسائل والسائل ۵ جلد، ارواعی المخطوبین، اقتداء الصراط المستقیم، کتاب النبوت، تلخیص کتاب الاستغاش المعروف بالرد علی الجبری (مسئلہ استغاش میں شیخ نور الدین بکری کی تردید) مجموع الرسائل الکبریٰ ۳ جلد، قاعدة جلیلۃ فی التوسل والوسیلة مجموع تفسیر علامہ ابن یمیہ ان کے علاوہ دوسرے بہت سے رسائل مطبوعہ اور کتب و رسائل قلمی بھی ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ کلہم جمعین، آپ کے مشہور تلامذہ علامہ ابن قیم وغیرہ کے حالات آگے آئیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۷- شیخ محمد بن عثمان بن ابی الحسن عبدالوہاب الصاری معروف با بن الحریری حنفی م ۲۸۷ھ

جلیل القدر محدث تھے، اکابر محدثین سے تحصیل و تکمیل کی، صاحب جواہر مفسری نے لکھا کہ آپ نے متعدد ارس میں درس علوم دیا اور تحدیث کی ہے، بڑے رعب و جلال والے تھے اور خواص و عوام میں بڑی مقبول تھیست تھی، میں نے بھی آپ سے حدیث پڑھی ہے اور استفادہ کیا ہے، مجھ پر بڑی شفقت و احسان کرتے، دمشق کے قاضی القضاۃ بھی رہے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جوہر مفسری)

۸- شیخ عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان ماروینی حنفی، م ۲۳۱ھ

بڑے محدث، مفسر، فقیہ، لغوی، ادیب، شیخ وقت اور مرجح علماء و عوام تھے، درس حدیث و افتاء و تالیف کتب آپ کے خاص مشاغل تھے، جامع کیبر کی بھی شرح لکھی ہے، علامہ قریشی مصنف ”اب جواہر المفسری“ وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جوہر مفسری و مذاق الحفی)

۱۹۹- الشیخ الامام علاء الدین علی بن بلبان فارسی حنفی، م ۳۱۷ھ

جلیل القدر محدث و فقیہ امام وقت تھے، درس علوم، جمع و تالیف کی کتب اور افتاء کی گرائیں قدر خدمات میں زندگی بسر کی تخلص الخاطی کی شرح لکھی، محدث ابن حبان کی تقاضیں و انواع کو مرتب کیا جس کا نام ”الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان“ رکھا، نیز طبرانی کو بہترین طریق پر ابواب فقیر سے مرتب کیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جوہر و تقدیمہ)

۲۰۰- قاضی القضاۃ شیخ علی بن احمد بن عبد الواحد بن المنعم طرطوسی حنفی، م ۳۲۷ھ

مشہور محدث و فقیہ تھے، مدت تک درس علوم و افتاء کی خدمت کی، بڑے زادہ و عابد اور پہ کثرت تلاوت کرتے تھے، نیز کم سے کم وقت میں ختم کر لیتے ہیں، نقل ہے کہ تین گھنٹے اور چالیس منٹ میں تراویع میں پورا قرآن مجید ختم کر لیتے تھے، بڑے بڑے لوگ ان کا قرآن مجید سنن کو جمع ہوتے تھے، یا آپ کی کرامت تھی اور اس طرح تیزی کے ساتھ اور جلد ختم کرنے کے واقعات اور بھی بعض بزرگوں سے نقل ہوئے ہیں، بعض حضرات چار ختم دن میں اور چار شب میں کرتے تھے جیسا کہ امام نووی اور صاحب اتقان وغیرہ نے لکھا ہے۔ (جوہر مضی و حدائق حنفیہ)

۲۰۱- المحدث الکبیر ابن المہندس الشہیر محمد بن ابراہیم بن غنام الشروطی الحنفی، م ۳۳۷ھ

بڑے محدث تھے، کبار حفاظ حدیث اور ابو الحسن علی بن البخاری وغیرہ سے حدیث حاصل کی، بہت خوش خط بھی تھے، بہت سی کتابیں نقل کیں اور تہذیب الکمال مزمی کوئی بار لکھا، درس حدیث دیا ہے، علامہ قرشی نے لکھا ہے، کہ جب قاہرہ آئے تھے تو میں نے بھی آپ سے حدیث سنی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدیمہ و جواہر)

۲۰۲- شیخ شمس الدین محمد بن عثمان اصفہانی معروف با بن ابی حمی حنفی، م ۳۲۷ھ

اپنے زمانہ کے امام حدیث اور فقیہہ فاضل تھے، مدت تک اقبالیہ میں درس علوم دیا اور مدرسہ شریفہ نبویہ مدینہ طیبہ نیز دمشق میں درس حدیث دیا ہے، مذاہب میں ایک کتاب ”فک“ بہت مفید لکھی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۰۳- حافظ قطب الدین عبد الکریم بن عبده النور بن منیر بن عبد الکریم حلی حنفی، م ۳۵۷ھ

امام عصر و محدث کامل تھے، اکابر محدثین زمانہ سے حدیث سنی اور بہ کثرت روایت کی حتیٰ کے حفاظ و نقاذ حدیث میں شمار ہوتے، بڑے بڑے مدارس میں درس حدیث دیا ہے، اپنی کتابیں عاریثہ دینے میں بھی بڑے وسیع الحصول تھے، کتاب الاهتمام جملیں الامام شرح بخاری شریف ۲۰ جلد، شرح سیرہ عبدالغنی اور ”القدر المعنی فی الكلام علی بعض احادیث الحکی“ تصنیف فرمائیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جوہر مضی و حدائق)

۲۰۴- حافظ امین الدین محمد بن ابراہیم والی حنفی، م ۳۵۷ھ

امام و شیخ وقت اور محدث کامل تھے، کثرت سے حدیث حاصل کی اور کثرت سے روایت بھی کی اور جمع و تالیف و عمر بسر کی، صاحب جواہر علامہ قرشی نے لکھا کہ میں نے بھی آپ کے قاہرہ کے قیام میں پہ کثرت احادیث سنی ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (جوہر و تقدیمہ)

۲۰۵- امام ابو الحسن علی بن بلبان بن عبد اللہ فارسی حنفی، م ۳۹۷ھ

محدث کبیر، فقیہہ کامل، نحوی اور اصول و فروع کے بڑے تبحر عالم تھے، حدیث و دمیاطی، محمد بن علی بن صاعد اور ابن عساکر وغیرہ سے حاصل کی،

آپ نے صحیح ابن حبان اور صحیح طبرانی کو ابواب پر مرتب کیا، جامع کبیر کی شرح تصنیف کی، خلاطی کی تلخیص جامع کبیر کی بھی تحفۃ الحریص کے نام سے ایک بڑی شرح تصنیف کی، ایک کتاب سیرت میں سیرت لطیفہ اور ایک کتاب جامع مسائل مناسک تالیف کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جوہر وحدائق)

۲۰۶- شیخ ابو عبد اللہ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب عمری تبریزی شافعی[ؒ]، م ۲۰۷ھ

اپنے وقت کے محدث علام اور فضاحت و بلاغت کے امام تھے، آپ کی تصانیف میں سے سب سے زیادہ مشہور شرح "مشکلۃ المصالح"، حدیث کی نہایت مقبول و متداول کتاب ہے، ہندوستان میں تو ایک مدت تک صرف مشکلۃ شریف اور مشارق الانوار ہی درس حدیث کا معراج کمال رہی ہیں اور اب بھی جب کہ صحاح ستہ مکمل فن حدیث کے لئے ضروری ولازمی قرار پا چکی ہیں، مشکلۃ شریف بھی دورہ حدیث سے قبل ضرور پڑھائی جاتی ہے اس لئے صحاح ستہ کے بعد اس کی شرح کا اہتمام ہر دور کے علماء کبار نے کیا ہے، چنانچہ محدث کبیر ماعلیٰ قاری حنفی نے "مرقاۃ المفاسیح شرح مشکلۃ المصالح"، لکھی جو طبع ہوئی تھی مگر اب عرصہ سے نایاب و نادر الوجود ہے۔

علامہ طیبی نے "طبی شرح مشکلۃ"، شیخ محمد دہلوی[ؒ] نے عربی میں لمعات شرح مشکلۃ اور فارسی میں اسلعۃ اللمعات لکھیں، مولانا نواب قطب الدین خان دہلوی[ؒ] نے "مظاہر حق" اور استاد محرم مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی عم فیضہم شیخ الحدیث جامع اشرفیہ نیلاند لاہور سابق استاد تفسیر و حدیث دارالعلوم دیوبند (تمیذ خاص علامہ کشیری قدس سرہ) نے "تعليق الصیح"، لکھی ہے، آپ نے رجال مشکلۃ کے حالات بھی "امکال فی اسماء الرجال" میں لکھے ہیں جو مشکلۃ شریف کے ساتھ آخر میں طبع ہو گئی ہے، اس کے باہم ثانی میں آپ نے آئندہ اصحاب اصول کے حالات بھی لکھے ہیں جن میں آپ کے تعصب کارنگ جھلکتا ہے، ہم حصہ اول میں اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ ومن ذا الذي يرضى سجایاہ کلها؟ رحمهم الله تعالى و رضی عنہم و رضوا عنہ۔

۲۰۷- حافظ جمال الدین ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحمن حلی و مشتی مزی شافعی[ؒ]، م ۲۲۷ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں، آپ نے اطراف صحاح ستہ پر ایک کتاب تالیف کی نیز الکمال فی اسماء الرجال کے بعد (جورجال صحیح ستہ پر سب سے پہلی اور حافظ عبد المغنى مقدمی م ۲۰۰ھ کی تالیف ہے) آپ کی کتاب "تهذیب الکمال" معرفۃ رجال صحاح میں بے نظیر ہے جس کی حافظ ذہبی نے دو تلخیص کیں، ایک کا نام "ذہبۃ التہذیب" اور دوسری کا نام "الکاشف رکھا" پھر حافظ ابن حجر عسقلانی نے تلخیص کی اور تہذیب التہذیب نام رکھا (جو ۱۲ جلد میں حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہے اور تہذیب مذکور کو مختصر کر کے تقریب التہذیب بنائی (وہ بھی بلضو مطبع نوکشور سے چھپ چکی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (فوائد بیہیہ، رسالہ مسطر فہ وغیرہ)

۲۰۸- شیخ ابو محمد عثمان بن علی بن مجین زیلیعی حنفی[ؒ]، م ۲۳۷ھ

ہڑے محدث و فقیہ، شجوی، فرضی تھے، م ۲۰۵ھ میں قاہرہ آئے، تدریس، افتاء اور تنقید و تحقیق علمی میں مشغول ہوئے اور عاء زمانہ میں خاص امتیاز پایا، ہڑے ہڑے علماء نے آپ سے استفادہ کیا، فقہ کی مشہور درستی کتاب "کنز الدقائق" کی نہایت محققانہ شرح لکھی جو "تبیین الحقائق" کے نام سے موسم ہے، جامع کبیر کی بھی آپ نے شرح لکھی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جوہر وحدائق)

۲۰۹- الحافظ الشمس السروجی محمد بن علی بن ایک حنفی[ؒ]، م ۲۳۷ھ

مشہور حافظ حدیث گزرے ہیں، دیوال تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیمہ نصب الرایہ للحمدۃ الکوثری)

۲۱۰- شیخ احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ ماروینی حنفی، م ۷۲۳ھ

بڑے محدث و فقیہ تھے، حدیث و میاضی اور ابن صواف سے پڑھی اور روایت کی، مدت تک درس علوم و افقاء میں مشغول رہے، اہن ترکمانی کے نام سے بھی مشہور ہوئے، مگر اس نام کے ساتھ بہت زیادہ شہرت شیخ علاء الدین جو ہر قی کی ہے، حدیث، فقہ، اصول فقہ، فرائض، بہیت منطق و نحو و فیرہ میں بہت اعلیٰ تحقیق سے کتابیں تصنیف کیں، جامع کبیر اور ہدایہ کی بھی شرح لکھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق وجواہر)

۲۱۱- شیخ برہان الدین بن علی بن احمد بن سبط بن عبد الحق واسطی حنفی، م ۷۲۴ھ

اپنے وقت کے مشہور امام، محدث، فقیہ، عارف غوامض، مذہب اور ولایت مصر کے قاضی القضاۃ تھے، حدیث اپنے جداً محدث اور ابن البخاری وغیرہ سے پڑھی، مدت تک درس حدیث دیا، اہل باطل سے مناظرے کئے، سن کبیر یعنی کی تلمیخی کی اور ہدایہ کی شرح لکھی، رحمہ اللہ تعالیٰ (حدائق حنفی)

۲۱۲- شیخ اشیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف بن علی بن حیان اندلسی شافعی، م ۷۲۵ھ

مشہور محدث، مفسر، لغوی، نحوی، صاحب تصانیف کثیرہ تھے، حدیث میں آپ کی تساعدیات بھی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (ارسلان المعلز ذریعہ ۸۸)

۲۱۳- صدر الشریعۃ امام عبد اللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ محمود بن صدر

الشریعۃ احمد بن جمال الدین حنفی م ۷۲۷ھ

اپنے وقت کے امام متفق علیہ اور علامہ مختلف الیہ (علماء وعوام کے مادی و لمبا) جامع معقول و منقول، محدث جلیل و فقیہ بے مثل تھے، علم تفسیر و حدیث، علم خلاف و جدل، نحو، لغت، ادب، کلام و منطق وغیرہ کے تبحر عالم تھے، آپ کے جداً محدث صدر الشریعۃ اکبر سے مشہور ہوئے تھے تو آپ صدر الشریعۃ اصنفر کھلانے اور اپنے دادا جان بی کے نقش قدم پر تقبید نفاس عالیہ و جمع فوائد جلیلہ علمیہ میں منہک و مشغول رہتے تھے، آپ کا نسب حضرت عبادہ بن صامت صحابی رسول اکرم ﷺ سے ملتا ہے، علم اپنے دادا تاج الشریعۃ وغیرہ اکابر علماء وقت سے حاصل کیا تھا، آپ نے وقاریہ (مشہور فقیہی کتاب کی نہایت اعلیٰ شرح لکھی جو بہت مقبول و متداول اور داخل درس ہے پھر وقاریہ کو مختصر کر کے نقاہیہ ترتیب دی، اصول فقہ میں "تنقیح"، لکھی، پھر اس کی شرح توضیح لکھی ان کے علاوہ دوسری اہم تصانیف یہ ہیں، المقدمات، الاربعہ، تعدلیل العلوم فی اقسام العلوم الحقلیہ، الوضاح (علم معانی میں کتاب الشرط، کتاب المحاضرہ، وغیرہ جن کی شرح بعد کے علماء نے لکھیں، مذکارات علوم وسائل کے حل میں بڑے ماہر تھے، اس لئے ان کو تمام تصانیف سے نفع عظیم ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جوہر وحدائق)

۲۱۴- حافظ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی شافعی (م ۷۲۸ھ)

نہایت مشہور و معروف حافظ حدیث اور بلند پایہ مورخ تھے، آپ بی نے تہذیب الکمال مزی کی تلمیخی کر کے تہذیب الہدیہ بیب اور کاشف ترتیب دیں اور حفاظ حدیث کو تذکرۃ الحفاظ میں بر ترتیب طبقات جمع کیا جو ۷ جلد میں دائرة المعارف حیدر آباد سے عرضہ واشائع ہو چکی ہے۔

اسی طرح سیر اعلام الديماء وغیرہ اہم کتابیں لکھیں، اگرچہ حفاظ حدیث کے تذکرے اور محدثین نے بھی لکھے ہیں مگر تذکرۃ الحفاظ نہایت نافع اہم کتاب ہے بعد کو اس کے ذیول اور ضمیمے بھی لکھے گئے جو ذیول تذکرۃ الحفاظ کے نام سے محدث کوثری حنفی کی نہایت گرانقدر علمی تحقیقات و تعلیقات کے ساتھ مشق سے شائع ہوئے۔

جس طرح حافظ ابن حجر عسقلانی کے یہاں بڑا عصر حنفی شافعی کے تعصب کا تھا اسی طرح حافظ ذہبی کے یہاں اشعری، ماتریدی کی

تفرق ملتی ہے اور بہت سے خفیٰ حفاظ حدیث کا تذکرہ آپ نظر انداز کر دیا ہے تاہم آپ کے علمی احسانات سے ہم سب کی گرد نہیں جھکی ہوئی ہیں، آپ نے امام عظیم اور آپ کے اصحاب کے مناقب میں بھی ایک کتاب لکھی جس کا ذکر آپ نے "الكافر فی اسماء الرجال" میں بھی امام صاحب کے ترجمہ میں کیا ہے، یہ کتاب بھی چھپ چکی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۲۱۵- شیخ محمد بن محمد بن احمد معروف لقوام الدین کا کی حنفی، م ۷۹۷ھ

مشہور محدث، فقیہ اور عالم تبحر تھے، علوم کی تحصیل و تکمیل شیخ علاء الدین عبدالعزیز بخاری وغیرہ سے کی، شیخ حسام الدین سفتاتی سے ہدایہ پڑھی ہے، جامع ماردین قاہرہ میں قیام کر کے درس علوم و افقاء میں مشغول رہے۔ ہدایہ کی شرح معراج الدرایہ لکھی اور ایک کتاب نہایت اہم "عیون المذاہب" تالیف کی جس میں آئندہ اربعہ کے اقوال جمع کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفی)

۲۱۶- حافظ علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم ماردینی حنفی، م ۷۹۷ھ

جلیل القدر حافظ حدیث، مشہور مفسر، فقیہ و اصولی اور جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے، فرانس، حساب، تاریخ، شعروادب و عربی میں بھی کامل تھے، مدت تک ولایت مصر کے قاضی رہے، ابن ترکمانی سے زیادہ مشہور ہوئے، نہایت گراس قدر تصنیف کیں، اہم یہ ہیں: ۱) الجواہر الفقیہ فی الرد علی الشیعی (یہ کتاب محدث نہیں کے رد میں بے نظیر ہیں جس کا جواب آج تک کسی سے نہ ہو سکا، دائرة المعارف سے سنن نہیں کے ساتھ بھی چھپی ہے اور علیحدہ بھی دو جلد میں شائع ہوئی ہے، ہر محدث عالم کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے، ۲) المختب فی الحدیث، ۳) المولف، المخلف، ۴) کتاب الفضفاء والمحترکین (کاش یہ نہایت قیمتی کتب بھی شائع ہوں) ۵) بہجۃ الاعاریب بہجۃ القرآن من الغریب، ۶) مختصر رسالہ قشیری، ۷) مختصر علوم الحدیث ابن صلاح۔

ان کے علاوہ ہدایہ کو مختصر کر کے کفاری لکھی، پھر اس کی شرح کی مگر پوری نہ کر سکے جس کو آپ کے صاحبزادے قاضی القضاۃ عبد اللہ بن علی ماردینی نے پورا کیا، صاحب جواہر مفسیہ علامہ محدث قرشی بھی آپ کے تلامذہ حدیث میں ہیں، آپ ہی سے حافظ جمال الدین زیطی (صاحب نصب الرایہ) حافظ زین الدین عراقی اور محدث عبدال قادر قرشی نے فن حدیث کی تحصیل و تکمیل کی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (دیوالی تذکرۃ الحفاظ جواہر مفسیہ و حدائق حنفیہ)

۲۱۷- حافظ ابن الوائی عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم حنفی، م ۷۹۷ھ

حافظ حنفی میں سے ہیں "طبقات حسینی" میں آپ کا تذکرہ ہے۔ (لقدمة نصب الرایہ للمحدث الکوثری ص ۳۶)

۲۱۸- حافظ ابن القیم ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد بن حزیر حنفی

ولادت ۱۹۵ھ

علامہ ابن تیمیہ، کے طبقہ اول کے تلامذہ میں سے ہیں، آپ دوسرے تلامذہ سے عمر میں کم تھے اور شاگردی کا زمانہ بھی کم پایا، یعنی تقریباً ۱۲ سال مگر علامہ کے کمالات سے بہت زیادہ مستفید ہوئے اس لئے دوسرے تلامذہ سے علم و فضل میں متاز ہوئے، آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ علامہ کے علمی و عملی کمالات کا مظہر تھے بلکہ یوں کہتا چاہئے کہ دونوں ایک روح اور دو قالب تھے۔

آپ کو تصنیف و تالیف کا بہترین سلیقہ تھا، بقول محترم افضل العلاماء صاحب کوکن مؤلف کتاب ”ابن تیمیہ“ علامہ کے مزاج میں حدت بہت زیادہ تھی، اور اپنے دل و دماغ کی تیزی اور قلم کی روائی میں کسی ایک موضوع پر پھر کر گفتگو نہیں کرتے تھے اور خمنی مباحثت کو بیک وقت سمجھنے کے عادی تھے، (امام ابن تیمیہ ص ۷۵۷) حافظ ابن قیم کے اساتذہ میں ایک شیخ صفو الدین ہندی بھی تھے جو امام ابن تیمیہ کے حریف تھے اور ان سے مناظرے بھی کئے تھے، آپ نے فن اصول کی تعلیم ان ہی سے حاصل کی تھی جب ۱۵۷ھ میں شیخ صفو الدین کا انتقال ہو گیا تو امام ابن تیمیہ کی صحبت میں رہنے لگے تھے۔ (امام ابن تیمیہ ص ۷۵۷)

جب ۲۶۷ھ میں زیارت قبور، توسل، وسیلہ و استغاثہ کے مسائل کی وجہ سے ہنگامہ ہوا تو حافظ ابن قیم نے اپنے استاد (ابن تیمیہ) کے خیالات ہی کی پر زور حمایت کی جس کی وجہ سے حکومت نے آپ کو بھی قید کر دیا تھا، استاد کی وفات کے بعد ۲۸۷ھ میں آپ کو قید سے رہائی ملی، حافظ صاحب مدرسہ صدریہ کے مدرسہ اور مسجد مدرسہ جوزیہ کے امام تھے درس و امامت سے جو وقت بچتا تھا اس کو تصنیف و تالیف پر صرف کرتے تھے۔ حافظ صاحب اپنی مذہبی شدت کے باوجود نہایت خلیق و منکر المراج تھے، ان میں اپنے استاد کی حدت و شدت نہیں تھی، مخالفین کے ساتھ وہ اچھی طرح پیش آتے تھے، اس وصف میں وہ اپنے استاد سے بالکل ممتاز تھے۔ (کتاب مذکور ص ۶۵۹)

حافظ ابن قیم کی تقریر و تحریر دونوں مربوط اور حشو وزائد سے پاک ہوتی تھیں، ان کی اور امام ابن تیمیہ کی تصنیفات میں سب سے بڑا فرق یہی ہے کہ حافظ صاحب کی تصنیفات میں تکرار نہیں ہوتی تھی، امام صاحب کی تصنیفات کا یہ حال نہیں ہے (ایضاً ص ۶۵۹)

حافظ ابن قیم کے مطالعہ میں آئندہ احتجاف کی کتابیں بھی رہی ہیں بلکہ ان سے نقل بھی کرتے ہیں، مثلاً مندادی غنیمہ حسن بن زیادہ سے حدیث قرب قیامت کی اعلام الموقعن ص ۳۳۷ (مطبوعہ اشرف المطابع دہلی) میں نقل کی ہے، اس کے علاوہ امام عظیم کے حالات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے امام عظیم کی طرف سے دفاع بھی کیا ہے نیزان کا اور حافظ ابن قیم کا طرز تحقیق نر احمد ثانہ نہیں بلکہ آئندہ احتجاف کی طرف فقیہانہ ہے، چنانچہ حافظ ابن قیم نے تہذیب السنن الی داؤ میں حدیث قلتین کے متروک العمل ہونے پر بڑی سیر حاصل بحث کی ہے، اور بہت سے دلائل سے اس کا ناقابل قبول ہونا ثابت کیا ہے، فقهاء خصوصاً آئندہ احتجاف حدیث قلتین، حدیث جہر آمین، حدیث خیار مجلس اور حدیث مصراء وغیرہ روایات کو تعامل و توارث سلف کی روشنی میں جانچتے تھے جب کہ ارباب روایت صرف صحیت سند پر مدار رکھتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفا ص ۸۵ ج ۲ میں لکھا کہ اتفاق سلف اور ان کا توارث فدق کی اصل عظیم ہے، امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ جب حضور اکرم ﷺ سے و مختلف حدیثیں ما ثور ہوں تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ایوب کرہ و عمرؑ نے کس پر عمل کیا اور کس کو ترک کیا ہے، حق ان کے تعامل کے مطابق ہو گا محدث نقیہ امام ابو داؤ د نے لکھا کہ جب وو حدیث متعارض ہوں تو دیکھنا چاہئے کہ صحابہؓ نے کس پر عمل کیا ہے۔ افسوس ہے کہ غیر فقیہ محدثین نے اس اصول کو نظر انداز کر دیا اور صرف اس احادیث میں اوچی نجی نکال کر اپنے علم کے موافق مسائل پیدا کئے اور اختلافات میں اضافہ کیا، حافظ ابن قیم کی مشہور تصانیف یہ ہیں: زاد المعاو (۲ جلد)، تہذیب السنن الی داؤ، مدارج السالکین، (۳ جلد) اعلام الموقعن (۲ جلد) بداع الفوائد (۲ جلد)، روضۃ الحسین و زہہۃ المشتا قین شفاء العلیل فی القضاء والقدر، الطہ النبوی، کتاب الرود، مختصر الصواعق المرسلة (۲ جلد) مفتاح دارۃ السعادة، بدایۃ الحیاری، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔

۲۱۹- حافظ ابو الحسن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام معروف تقی الدین سکلی شافعی ۵۶۷ھ

آپ مشہور محدث ابو حیان انڈی کے تلمیذ ہیں، علامہ ابن تیمیہ کے زبردست مخالفین میں سے رہے ہیں، متعدد رسائل اور نظمیں ان کے متعلق لکھیں ہیں، ان کے علاوہ آپ کی دوسری تالیفات اسلامیہ بالاولیہ وغیرہ ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ الرسالۃ المستطر فص ۶۹ میں آپ کو بقیۃ الجتہدین لکھا۔

۲۲۰- امیر کاتب عمید بن امیر عمر و بن امیر غازی اتقانی فارانی حنفی ولادت ۶۸۵ھ

آپ کی کنیت ابوحنیفہ اور لقب قوام الدین تھا، اپنے زمانہ کے اکابر محدثین والل فضل تے تحصیل علوم کی، حدیث، فقہ، لغت و عربیت کے امام تھے، آپ نے ۱۶۷ھ میں سفر حج کے وقت منتخب حسامی کی شرح تمیین لکھی، ہدایہ کی شرح غایہ البیان و تأویرۃ القرآن تصنیف کی، مت تک مدرسہ مشہد امام اعظم میں درس علوم دیا اور قضاء و افتاء میں بھی مشغول رہے۔

۲۷۷ھ میں دمشق گئے اور حافظہ بھی کی وفات پر ظاہریہ میں مدرسہ دارالحدیث کے مدرس ہوئے، علماء شوافع سے آپ کے مشاجرات معارضات اور مناظرے رہے ہیں، آپ مخالفین کے رد و جواب میں شدت و سختی سے کام لیتے تھے اس لئے آپ کو متعصب بھی کہا گیا ہے، بات یہ تھی کہ آپ غیروں کی بیجاز یادتی برداشت نہ کرتے تھے، اس لئے آپ نے جو کچھ ان کے متعلق لکھا وہ جوابی و دفاعی قدم تھا اس لئے ان غیروں کو زیادہ متعصب اور ”البادی اظلم“ کے قaudہ سے بڑا ظالم بھی کہنا چاہئے۔

آپ نے غایت البیان کی بحث حروف المعانی میں لکھا کہ ”غزالی نے مخول میں امام ابوحنیفہ پر چند اثرات بے دلیل لگائے ہیں، اگر کتاب کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم ان کا ایسا رد لکھتے کہ اس سے ان کی روح ان چیزوں سے تو بہ کر لیتی جوان کے ہاتھ وزبان نے کئے تھے، واللہ! ہم امام غزالی کا انتہائی احترام اور بڑی عقیدت رکھتے تھے کیونکہ انہوں نے احیاء العلوم میں مشائخ کے اقوال جمع کئے ہیں لیکن جب یہ دیکھا کہ وہ اکابر امت پر بے دلیل و برهان طعن و تشنیع کرتے ہیں تو اس سے ہماری عقیدت مذکورہ مجرور ہو گئی۔

آخر تمیین میں اپنی علمی کاوشوں اور تحقیقی و مدقائقی جاں فشائیوں کی دادطلب کرتے ہوئے لکھا کہ ”اگر میرے اسلاف کرام زندہ ہوتے، تو مجھ کو منصف تھہرا تے، امام اعظم فرماتے کہ تم نے اچھی کوشش کی، امام ابو یوسف فرماتے تم نے بیان و دلیل کی روشنی دکھائی، امام محمد فرماتے تم نے بہتر کام کیا، امام زفر فرماتے تم نے پختہ کاری سے کام لیا، امام حسن بن زیاد فرماتے تم نے گہرائی کی باتیں لکھیں، ابو حفص فرماتے تم نے اپنے مطالعہ میں وقت نظر سے کام لیا، ابو منصور کہتے ہیں حق بات کو ثابت کیا، امام طحاوی فرماتے، صحیح و پچی بات کی، امام کرخی فرماتے تمہاری باتوں میں خدا نے برکت دی، بحاص فرماتے خوب پختہ دلائل بیان کئے، ابو زید دبوسی کہتے تمہیں حق و ثواب کی توفیق ملی، شمس الائمه فرماتے تمہیں اپنا مقصود حاصل ہوا، فخر الاسلام فرماتے تم نے مہارت فن کا ثبوت دیا، ششم الدین نسفي کہتے تم غالب آئے، صاحب ہدایہ فرماتے تم نے سمندر کی غواسی کی اور صحیح سلامت نکل آئے، صاحب محیط فرماتے تم اپنے دعویٰ میں کامیاب ہوئے، محببی کہتے کہ تمہارا شمار فصحاء عرب میں ہوا“۔

ہر شخص جو غیر معمولی محنت و کاؤش کسی کام میں کرتا ہے اپنے بڑوں سے اس کی دادطلب کرتا ہے زبان سے نہ کہے تو دل میں ضرور اس کی خواہش ہوتی ہے، اس لئے اس کو تفویق و تعالیٰ پر محمول کرنا درست نہیں، اس لئے ہم نے اس کو یہاں نقل بھی کر دیا ہے۔ رحم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جواہر، حدائق، فوائد بیہیہ)

۲۲۱- حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف بن محمد بن الیوب بن موسی زیلیعی حنفی، م ۶۷۷ھ

زمیع جبلہ کے ساحل پر ایک شہر ہے، اسی کی طرف آپ کے شیخ فخر الدین زیلیعی صاحب تمیین الحقائق شرح کنز الدقاائق (۲۲ مجلدات کبیرہ) کی بھی نسبت ہے، جہاں اور بھی بہت سے حنفی علماء ہوئے ہیں جن کے تراجم فلامد اختر فی دفیاۃ اعیان الدہر میں ہیں، شیخ ترقی الدین بن فہد کی نے ذیل تذکر الحفاظہ بھی میں لکھا ہے کہ حافظ زیلیعی نے فقہ میں تخصص کیا، معاصرین سے ممتاز ہوئے، نظر و مطالعہ برابر کرتے رہے اور طلب حدیث میں بھی اسی طرح منہمک ہوئے پوری طرف صرف ہمت کی تحریک میں مختص ہوئے، تالیف و جمع حدیث کا اشتغال رہا، ساعت حدیث ایک جماعت اصحاب نجیب حرانی اور ان کے بعد کے اکابر محدثین سے کیا پھر علامہ ابن فہد نے بہت سے محدثین کے نام بھی لکھے۔

شیخ تقی الدین ابو بکر حسینی نے "طبقات سیدیہ" میں لکھا کہ حافظ زبیعی نے اصحاب نجیب سے حدیث سنی اور فخر زبیعی و قاضی علاء الدین ترمذی وغیرہ سے علوم کی تحصیل و تعمیل کی، مطالعہ کتب حدیث میں پورا انہاں کیا یہاں تک کے حدیث ہدایہ اور کشف کی تحریج کی اور ان کا استیعاب بتام و مکمال کیا۔

حافظ ابن حجر نے در کامنہ میں لکھا کہ مجھ سے ہمارے شیخ عراقی ذکر کرتے تھے کہ وہ اور حافظ زبیعی کتب حدیث کے مطالعہ میں شریک تھے، عراقی نے احیاء کی احادیث اور ان احادیث کی تحریج کا ارادہ کیا تھا جن کی طرف امام ترمذی نے ابواب میں اشارہ کیا ہے اور حافظ زبیعی نے احادیث ہدایہ و کشف کی تحریج کا بیڑھا لھایا تھا، ہر ایک دوسرے کی اعانت کرتا تھا اور زبیعی کی تحریج احادیث ہدایہ سے محدث زرگشی نے تحریج احادیث رافی میں بہت زیادہ مددی ہے۔

استاذ محترم محقق عصر علامہ کوثری نے تعلیقات ذیل ابن فہد میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ خود حافظ ابن حجر بھی اپنی تخاریج میں حافظ زبیعی کی تخاریج سے اسی طرح بکثرت استفادہ کرتے ہیں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب نے بھی فوائد یہی میں لکھا کہ بعد کو تمام شارحین ہدایہ نے آپ کی تحریج سے مددی ہے، بلکہ حافظ ابن حجر نے بھی تحریج احادیث "شرح الوجيز" وغیرہ میں مددی ہے۔

علامہ کوثری کو بہت سے حفاظ شافعیہ کی متعصبانہ روشن سے شکوہ تھا، خصوصاً حافظ ابن حجر سے کہ حافظ زبیعی کے طرز و طریق کے بر عکس حفیظ کا حق کم کرتے ہیں اور بے ضرورت بھی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی تالیفات خصوصاً فتح الباری میں ان کا معمول ہے کہ وہ حفیظ کے موافق حدیث کو اس کے باب میں جان بوجھ کرنے میں لاتے پھر اس کو غیر مظاہن میں ذکر کرتے ہیں تاکہ حفیظ سے اتفاق نہ کر سکیں۔

حضرت الاستاذ علامہ کشمیری نے ارشاد فرمایا کہ حافظ زبیعی جس طرح اکابر محدثین و حفاظ میں سے تھے اسی طرح وہ مشائخ صوفیہ والیاء کاملین سے تھے جن کے نفوں مجاہدات و ریاضات سے مزکی و پاکیزہ ہو جاتے ہیں اور ان کے آثار ترکیہ فسیلی سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے مذہب کے لئے قطعاً کوئی تعصیب نہیں کرتے تھے اور مقابل و مخالف کے ساتھ بھی غالباً انصاف سے چیش آتے تھے، اور ان کی بے تعصیبی اور سلامت صدر کا اعتراف غیروں نے بھی کیا ہے اور یہ وصف و امتیاز حافظ تقی الدین بن دقیق العید شافعی میں بھی تھا کیونکہ وہ بھی اکابر صوفیہ میں سے اور صاحب کرامات تھے، وہ بھی اپنے مذہب کے لئے کوئی تعصیب نہیں کرتے تھے، بلکہ بسا اوقات اپنی تحقیق سے حفیظ کے افادہ اور تائید کا بھی قصد کرتے ہیں اور کسی کے حق کو کم کرنے کا توان کے یہاں سوال ہی نہیں، اس سے ان کی شخصیت بہت بلند ہے پھر فرمایا کہ اسی طریقہ کے ہمارے یہاں شیخ محقق بن ہمام صاحب فتح القدر بھی ہیں، البته حافظ ابن حجر کی شان دوسری ہے، وہ ہمیشہ حفیظ کی کمزوریوں اور گرفت کے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور کبھی اپنی بحث و تحقیق میں ایسی بات نہیں آنے دیں گے جس سے حفیظ کو فائدہ پہنچ جائے، وقت گزاری کے لئے ایک بات کہہ جائیں گے، حالانکہ اس بات کو وہ خود بھی خلاف موقع جانتے ہیں، یہ طریقہ ان کی جلالت قدر کے شایان شان نہیں۔

یہاں اس بات کے ذکر سے یہ مقصد ہرگز نہیں کہ حافظ ابن حجر کی جلالت قدر اور ان کے مرتبہ عالی کو کم دکھایا جائے بلکہ چند حقائق و واقعات

۱۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب "الاسیر فی اصول الفیر" میں اصل تحریج احادیث کشف کو تو حافظ ابن حجر کی تالیف قرار دیا اور جو کچھ اوصاف و فضائل اس کے لکھنے گئے ہیں وہ سب بھی تحریج ابن حجر کے ساتھ لگائیے اور اس کی تلخیص کو زبیعی کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ یہ بات عقل و نقل کی رو سے غلط ہے۔

نقل تو اپر نقل ہوئی، عقولاً اس لئے کہ حافظ ابن حجر حافظ زبیعی کی وقوفات سے گیارہ سال بعد پیدا ہوئے ہیں، پھر کس طرح علمن تھا کہ اصل کتاب کو ادنیٰ حجر بعد کو لکھتے اور اس کی تلخیص ان سے پہلے زبیعی کر گئے، اس غلطی پر حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب نے فوائد یہی میں مندرجہ کیا ہے، جس طرف مولانا موصوف نے نواب صاحب مرحوم کی اور بھی بے شمار اغلاط تہہ تراجم و دویات کی گنائی ہیں، ہندستان میں حافظ ابن حجر کی درایہ تلخیص نصب الاریہ بھی دوبار چھپی ہے اور ایک بار اس کو بھی زبیعی کی طرف منسوب کیا گیا۔

مقصد یہی ہوگا کہ اصل تو حافظ ابن حجر کی ہے اور یہ تلخیص زبیعی کی ہے یا یہ بتلانا ہوگا کہ نصب الاریہ زبیعی کی مشہور کتاب یہی مختصر کم جیشیت کتاب ہے۔
والله اعلم و عالمہ اتم و حکم۔

کا اظہار حض اس لئے کیا ہے کہ ناواقف صحیح صور تحال پر بصیرت و نظر ہو اور وہ ہر شخص کے مرتبہ اور طرز و طریق کو پہچان سکے (اقادہ السيد امیر مولانا البوری عم فیضہم فی مقدمة نصب الرایہ)

نصب الرایہ کے خصائص اور امتیازی فضائل بھی محترم مولانا بنوری نے مقدمہ میں حسب عادت بڑی خوبی و وضاحت سے بیان کئے ہیں، تذکرہ چونکہ نہایت طویل ہو گیا اس لئے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۲۲۲- حافظ علاء الدین مغلطائی (بکری) بن قیچ بن عبد اللہ ترکی مصری حنفی

ولادت ۶۸۹ھ، م ۷۲۵ھ

اپنے زمانہ کے مشہور و معروف امام حدیث اور اس کے فتوں کے حافظ و عارف کامل تھے علم فقہ، انساب وغیرہ میں علامہ زمان محقق و مدقق، صاحب تصانیف کثیرہ نافعہ تھے، نقل ہے کہ ایک سو سے زیادہ کتابیں آپ نے تصنیف کیں جن میں سے تکونج شرح بخاری، شرح ابن ماجہ، شرح ابی داؤد والزہر الہبام فی السیرۃ النبویہ بہت مشہور ہیں۔

حافظ ابن حجر نے در کامنہ میں آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ نے ذیل تہذیب الکمال بھی لکھا تھا جو اصل تہذیب الکمال کے برابر تھا، پھر اس کو دو جلد میں مختصر کیا پھر ایک جلد میں مختصر کیا اور اس میں صرف حافظہ مزید پر اعتراضات باقی رکھے لیکن اکثر اعتراضات مزید پر پروار نہیں ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدیمہ وحدائق)

حافظ نے پھر یہ بھی لکھا کہ ”آپ علم انساب کے نہ صرف عالم تھے بلکہ اس کی بہت اچھی معرفت رکھتے تھے، لیکن دوسرے متعلقات حدیث کا علم درمیانی درجہ کا تھا، آپ نے بخاری کی شرح لکھی اور ایک حصہ ابو داؤد اور ایک حصہ ابن ماجہ کی بھی شرح کی، مہبہت کو ابھلپ فقہ پر مرتب کیا جس کو میں نے خود ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا، اسی طرح بیان الوہم لابن القطان کو مرتب کیا اور زوائد ابن حبان علی الحسین تصنیف کی، ابن نقطہ اور بعد کے حضرات نے مشتبہ میں جو کچھ لکھا تھا اس پر ذیل لکھا، ”ذیل المؤتلف وال مختلف“، اور ان کے علاوہ آپ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں ۶۸۲ھ کو وفات ہوئی۔

یہ تو حافظ نے لکھا اور چند امور اور بھی حسب عادت تنتیص کے لئے لکھ گئے، مگر حاشیہ در کامنہ میں تحریر ہے کہ آپ سے بلقینی، عراقی دمیری اور مجدد اسماعیل حنفی وغیرہ نے اخذ علم کیا اور آپ کے زمانہ میں فن حدیث کی ریاست و سیاست آپ پر کامل ہوئی، اسی طرح علامہ صحفی اور ابن رافع وغیرہ نے بھی آپ کے مناقب و فضائل ذکر کئے ہیں۔

غرض حافظ مغلطائی مشہور و مسلم حدیث جلیل اور حافظ حدیث ہیں، آپ کے تلامذہ میں بہ کثرت کبار محدثین ہیں اور آپ کی تصانیف دنیا میں موجود ہیں جو آپ کے بلند پایہ محدث ہونے پر بڑی شہادت ہیں، مگر حافظ ان کے علم متعلقات حدیث کو صرف درجہ کا بتارہ ہے ہیں، اتنے بڑے علم کا اگر کوئی غیر حنفی ہوتا تو تعریفوں کے پل باندھ دیتے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

(الكتاب الضامن لاحناف القرن الثامن للمحدث العلام مولانا المفتى السيدی مهدی حسن عم فیضہ)

۲۲۳- شیخ ابو حفظ سراج الدین عمر بن الحنفی بن احمد غزنوی ہندی حنفی

ولادت ۶۳۷ھ، م ۷۰۳ھ

اپنے وقت کے امام و مقتدا، حدیث و فقیہ، علامہ بے نظیر، غیر معمولی ذکی و فہیم، مناظر و متکلم مشہور تھے، اکابر محدثین و فقهاء زمانہ شیخ و جیہ

الدین دہلوی، شمس الدین خطیب دہلوی، ملک العلماء سراج الدین شریخ رکن الدین بدایوی سے علوم کی تفصیل و تکمیل کی اور مصر جا کر وہاں کے قاضی القضاۃ ہوئے، کثیرالتصانیف تھے جن میں سے بعض یہ ہیں: اللوامع فی شرح جمع الجواہر، شرح عقیدۃ الطحاوی، شرح زیادات، شرح جامع صغیر، شرح تائیہ ابن القارض، کتاب الخلاف، کتاب التصوف، شرح بدایہ مسمی تو شخ، الشامل (فقہ) زبدۃ الاحکام فی اختلاف الاعلام، شرح بدایع الاصول شرح المغنى، الغرة المدیفہ فی ترجیح مذهب ابی حنفیہ، لطائف الاسرار، عدة الناسک فی المناسک، لواحۃ الانوار فی الرد علی العارفین۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (فوائد بیہیہ، در رکامنہ، حدائق حنفیہ)

۲۲۳- شیخ ابن ربوہ محمد بن احمد بن عبد العزیز قونوی مشقی حنفی م ۶۷۵

بڑے عالم، محدث، مفسر، فقیہ، لغوی، جامعہ فنون تھے متعدد مدارس مشہورہ میں درس علوم و افتاء کی خدمات انجام دیں، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، الدر الممیر فی حل اشکال الکبیر، قدس الاسرار فی اختصار المنار، المواہب المکیۃ فی شرح فرائض السراجیہ، شرح المنار، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (جوہر ص ۱۵۱ ج ۲ وحدائق در رکامنہ)

۲۲۴- حافظ ابوالمحاسن حسینی مشقی (م ۶۷۵)

مشہور حافظ حدیث ہیں جن کا ذیل تذکرہ الحفاظ ذہبی ہے، اس میں آپ نے ان حفاظ حدیث کا تذکرہ لکھا ہے جو حافظ ذہبی سے رہ گئے تھے، یہ کتاب دمشق سے شائع ہو چکی ہے، اس ذیل کے علاوہ تذکرہ الحفاظ کا ایک ذیل حافظ تیقی الدین بن فہد (م ۱۷۵) نے بھی لکھا تھا جس کا نام "لخط الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ" ہے۔

اس کے علاوہ تذکرہ الحفاظ کا ایک ذیل علامہ سیوطی نے بھی لکھا ہے جس میں حافظ ذہبی سے اپنے زمانہ تک کے حفاظ حدیث کو ذکر کر دیا ہے یہ تینوں ذیول یعنی حسین، ابن فہد اور سیوطی کے مجموعہ تذکرہ الحفاظ کے نام سے محدث کوثری کی صحیح تعلیق کے ساتھ مشقی سے ایک ضخیم جلد میں شائع ہو گئے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۵۰)

۲۲۵- ابوالبقاء قاضی محمد بن عبد اللہ بشلی مشقی حنفی ولادت ۱۰۷۵ م ۶۷۵

محدث، فقیہ، عالم فاضل تھے، حافظ ذہبی اور مزی سے علم حاصل کیا اور روایت حدیث بھی کی، ایک نسیس کتاب "آکام المرجان فی احکام الجان"، لکھی جس میں جنات کے حالات و اخبار مع کیفیت پیدائش وغیرہ ایسی تفصیل و تحقیق سے تحریر کئے کہ آج تک ایسی کوئی اور کتاب تالیف نہیں ہوئی حافظ سیوطی نے اس کو تخصیص کیا اور کچھ اپنی طرف سے اضافات بھی کئے، اس کا نام آکام المرجان فی اخبار الجان رکھا، اس کے علاوہ محاسن الوسائل اے معرفۃ الاولائل اور کلادۃ الخری فی تفسیر سورۃ الکوثر اور ایک کتاب آداب حمام میں تصنیف کی، ۱۵۵ م ۶۷۵ سے آخر تک طرابلس کے قاضی بھی رہے، حافظ ذہبی نے اجمیع شخص میں آپ کا ذکر کیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الدر رکامنہ وحدائق حنفیہ)

۲۲۶- شیخ محمد بن محمد بن امام فخر الدین رازی جمال الدین اقصراوی حنفی م ۷۰۰

بڑے محقق عالم حدیث و فقد و دیگر فنون تھے، امام فخر الدین رازی آپ کے جدا مجدد تھے، لیکن وہ شافعی تھے اور آپ اور آپ کے والد حنفی تھے، آپ نے مدرسہ قرامان میں درس علوم و فنون دیا ہے، مدرسہ کے مالک نے شرط کی تھی کہ اس مدرسہ کا مدرس وہ ہوگا جس کو علاوہ دیگر علوم و فنون میں کمال کے صحاب جو ہری حفظ یاد ہوگی، یہ شرط آپ کے اندر پائی گئی، اس لئے آپ ہی کا انتخاب مدرسہ مذکور کے لئے ہوا، آپ نے تفسیر کشاف کے حواشی لکھے، معانی و بیان میں شرح ایضاح لکھی اور علم طب کی مشہور و معروف اعلیٰ درجہ کی کتاب "موجز" بھی آپ ہی کی

تصنیف ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۲۲۸- علامہ تاج الدین ابوالنصر عبدالوہاب بن نقی الدین علی بن عبدالکافی بن تمام انصاری سکلی شافعی مائے ۷۵

مشہور محدث و فاضل مورخ تھے آپ کی تصانیف جلیلہ نافعہ میں سے ”طبقات الشافعیۃ الکبریٰ“ نہایت مشہور و مقبول و متداول ہے، جس میں آپ نے بہترین طرز تحقیق سے علماء شافعیہ کے حالات جمع کر دیئے ہیں اس تفصیل و اہتمام کے ساتھ لکھی ہوئی کوئی دوسری کتاب طبقات میں نہیں ہے تاہم غلطی سے سوا انبیاء علیہم السلام کے کون معصوم ہے؟ آپ سے بھی غلطی ہوئی ہے، مثلاً آپ نے اپنی طبقات میں لکھا کہ ابو حاتم سے امام بخاری وابن ماجہ کا روایت کرنا ثابت نہیں، حالانکہ یہ بات خلاف تحقیق ہے، حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں تصریح کی کہ ابن ماجہ نے بنی قفسیر میں ان سے روایت کی اور سنن ابن ماجہ باب الایمان و باب فرائض الجد میں ان سے روایات موجود ہیں، اسی طرح بخاری میں بھی ان کی روایت موجود ہے اور حافظ ابن حجر نے بھی مقدمہ فتح الباری ص ۳۸۰ میں اعتراف کیا ہے کہ ان سے اور امام ذہبی اور امام بخاری نے صرف وہی روایت لی ہیں جن کا سماع دوسرے علماء سے نہ مل سکی تھیں۔

طبقات الشافعیہ عرصہ ہوا، مصر سے جنائی کاغذ پر چھپ کر شائع ہوئی تھی اور اب بہترین سفید کاغذ پر بھی چھپ گئی ہے، لیکن افسوس ہے کہ طبقات حنفیہ میں اب تک کوئی بڑی اہم کتاب نہ چھپ سکی، کاش! کفوی کی طبقات الحنفیہ ہی چھپ جائے، و ما ذلک علی اللہ بعزیز۔

۲۲۹- شیخ ابوالمحاسن (ابن السراج) محمود بن احمد بن مسعود بن عبد الرحمن قونوی حنفی

مائے ۷۵، ۷۶، ۷۷

فاضل محدث و فقیہ و اصولی تھے، اکابر عصر سے علوم کی تحریک و تکمیل کی اور خاتونیہ، ریحانیہ وغیرہ مشہور مدارس میں درس علوم دیا، دمشق کے قاضی بھی رہے، بہت سی مفید علمی کتابیں تصنیف کیں جن میں بعض یہ ہیں، مشرق الانوار، مشکل الآثار، مقدمة فی رفع الیدین، المعتمد مختصر مندادی حنفیہ، المعتقد شرح البغیۃ فی الفتاویٰ (۲ مجلد) خلاصۃ النہایہ مختصر شرح الہدایہ للبغایی، التقریر شرح تحریر القدوی (۲۳ مجلد) الزبدۃ شرح العمدہ، تہذیب احکام القرآن المنہجی فی شرح المغنی (اصول فقه میں ۳ جلد) المقدمة شرح العقاہد، حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب نے فوائد بہبیہ میں تحریر فرمایا کہ میں نے آپ کا مقدمہ رفع الیدین میں مطالعہ کیا، بہت نیسیں رسالہ ہے جس میں آپ نے رفع یہ دین کی وجہ سے عدم فساد صلوٰۃ کی تحقیق اور سکھول کی روایت فساد کا شذوذ ثابت کیا ہے، فوائد میں ملاعلیٰ قاریٰ سے سن وفات ۸۱۷ھ نقل کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (درر کامن، جواہر مفتیہ، فوائد بہبیہ)

۲۳۰- حافظ عماد الدین ابوالفرد اعاصیہ عیل بن عمر بن کثیر قرشی مشقی شافعی مائے ۷۴

مشہور و معروف محدث، مفسر و مورخ تھے، حدیث میں آپ کی تالیف ”جامع المسانید والسنن الہادی لاقوم سنن“ ہے، جس میں آپ نے ترتیب حروف بجم سے ہر صاحب روایت صحابی کا ترجیح ذکر کیا ہے، پھر اس کی تمام روایات مرویہ اصول ست، مسند امام احمد، مسند بیزار، مسند بیانی، یعلیٰ، مجعم کبیر وغیرہ جمع کر دی ہیں جس میں بہت سے علمی حدیثی فوائد بڑھائے ہیں، حافظ ذہبی نے بجم مختص میں آپ کو امام، مفتی، محدث بارع، فقیہ متقن، محدث متقن، مفسر اور صاحب تصانیف مفیدہ لکھا ہے، تعجب ہے کہ ایسے محدثین، متقن، اور حافظ حدیث صاحب مسند کبیر بھی حافظ کے دیمارک سے نفع سکے۔

حافظ ابن حجر نے درر کامنہ ص ۳۷۳ ج ۱ میں آپ کا ذکر کیا ہے اس میں اس مسند کبیر کا ذکر نہیں کیا اور با وجود فتن حدیث میں آپ کی

جلالت قدر کے ایک ریمارک بھی کر دیا ہے، لکھا ہے کہ آپ تحریک عوایی اور تمیز عالی و منازل وغیرہ امور میں محدثین کے طریقہ پر نہیں تھے، بلکہ محدثین فقہائیں سے تھے اگرچہ کتاب ابن الصلاح کا اختصار بھی کیا ہے۔

تفسیر میں ۲ جلد کی کتاب چھپ چکی ہے باور تاریخ میں البدایہ والٹہایہ ۱۲ جلد میں طبع ہو چکی ہے، یہ سب کتابیں نہایت مفید علمی ذخائر ہیں، آپ نے اپنے بھائی شیخ عبدالوہاب سے پڑھا، شیخ ابوالحاج حمزی شافعی سے تحریک کی جو آپ کے خبر بھی تھا، اور علامہ ابن تیمیہ کی بھی شاگردی کی اور باوجود شافعی ہونے کے علامہ موصوف سے بر تعلق تھا، حتیٰ کہ طلاق اور دیگر مسائل میں علامہ ہی کے خیالات کی تائید کی جس سے تکالیف بھی اٹھائیں۔

علامہ ابن تیمیہ کا جب انتقال ہوا تو اپنے خسر کے ساتھ قید خانہ جا کر ان کے چہرے سے چادر انداز کر پیشانی کا بوسہ دیا اور اب آپ کی قبر بھی ان کے پہلو میں ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الرسالة المستطرفة وغیرہ)

۲۳۱- حافظ ابو محمد مجید الدین عبد القادر بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفا القرشی

خلفی ولادت ۶۹۶ھ، م ۷۵۷ھ

مشہور و معروف محدث، فقیہ، مورخ اور جامع معقول و منقول تھے، حدیث کی تحریک اپنے زمانہ کے مشاہیر اساتذہ حدیث سے کی، حافظ دمیاطی نے بھی آپ کو حدیث کی سند دی تھی، علامہ ابن فہد نے آپ کا تذکرہ لحظ الاحاظہ ذیل تذکرۃ الحفاظ میں الامام العلامۃ الحافظ سے شروع کیا اور لکھا کہ آپ فقہ میں مختص ہوئے، افتاء کیا اور علوم کا درس دیا ہے، تصنیف و تالیف میں بھی فائق ہوئے، بڑے بڑے حفاظ حدیث و فضلاء عصر نے آپ سے حدیث حاصل کی، علامہ کفوی نے طبقات میں آپ کو عالم، فاضل جامع العلوم لکھا۔

آپ کی مشہور و اہم تصانیف یہ ہیں، العتایی فی تجزیۃ احادیث الہدایہ، مختصر فی علوم الحدیث، الطرق والوسائل الی معرفۃ احادیث خلاصۃ الدلائل، المخاوی فی بیان آثار الطحاوی، تہذیب الاسماء الواقعۃ فی الہدایہ والخلاصۃ، الاعتماد فی شرح الاعتقاد، کتاب فی المؤلف قلوبہم، الوفیات، الجواہر المفضیۃ فی طبقات الحکیمیہ، الدر المدیفہ فی الرد علی ابن ابی شہیۃ فیہا اور رد علی ابن حدیفۃ، اوہام الہدایہ، شرح الخلاصۃ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۲۳)

۲۳۲- شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن سعید کرمانی ثم البعد ادی شافعی

ولادت ۷۱۷ھ م ۸۶۷ھ

حدیث، تفسیر، فقہ، معانی و عربیہ کے امام تھے، بڑے زاہد و عابد اور تارک الدنیا تھے، فقراء سے بہت مانوس ہوتے تھے، اہل دنیا کی طرف کوئی توجہ نہ کرتے تھے، آپ کے گھر پر سلاطین و امراء حاضر ہوتے اور دعا و نصیحت کی درخواست کرتے تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، الکوکب الدراری شرح صحیح البخاری جس سے حافظ ابن حجر اور حافظ عینی نے بھی اخذ و استفادہ کیا ہے، ۱۔ شرح المواقف، ۲۔ شرح الفوائد الغیاثیہ (معانی و بیان میں) ۳۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی، ۵۔ ایک رسائلہ مسئلہ محل میں۔

بغداد کو وطن بنالیا تھا، آخر عمر میں حج کو گئے تھے، واپسی میں بغداد کے راست میں مقام روضہ مہنا میں انتقال ہوا، وہاں سے نعش بغداد لائی گئی اور شیخ ابوالحسن شیرازی کے پہلو میں دفن ہوئے، جہاں آپ نے زندگی ہی میں اپنے لئے جگہ متعین کر دی تھی۔

آپ کی شرح بخاری تین شروح سابقہ سے مأخوذه ہے، ایک شرح مغلطائی حنفی، دوسری شرح خطابی شافعی کی، تیسرا شرح ابن بطال ماکنی کی، علامہ کرمانی نے آخر شرح میں لکھا ہے کہ جب زمانہ قیام مکہ معظمه میں اس شرح کو مکمل کر رہا تھا تو ملزم مبارک کو چھٹ کر کعبہ معظمه

کے واسطے سے رب البيت جل مجدہ کی بارگاہ میں درخواست کرتا تھا کہ اس خدمت کو حسن قبول عطا فرما اور حضور اکرم ﷺ کی جانب میں اشرف و سائل و احسن وسائل ہو، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ معلوم نہیں وسیله واسطہ کے خلاف سخت تشدید کرنے والے محدث کرمائی کے بارے میں فرمائیں گے؟ ریحمنا اللہ وایا ہم۔ (بستان الحمد شیں و مقدمہ لامع الدراری)

۲۳۳۔ شیخ محمد بن محمود اکمل الدین بابڑی حنفیؒ م ۸۶۷ھ

امام حنفی، مدقق، حافظ حدیث، فقیہ، لغوی، نحوی، جامع علوم و فنون تھے، اپنے زمانہ کے اکابر محدثین و علماء فنون سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی اور سید شریف جرجانی، فتاویٰ اور بدر الدین محمود بن اسرائیل وغیرہ نے آپ سے علوم کی تکمیل کی، کئی بار عہدہ قضا پیش ہوا اگر قبول نہ کیا ہمیشہ درس و تدریس، تصنیف و تالیف میں مشغول رہے، آپ کی مشہور تصنیف یہ ہیں، شرح مشارق الانوار، شرح بدایہ مسکی بعتایہ، شرح مختصر ابن حاجب، شرح منار، شرح فرائض سراجیہ، شرح تلخیص جامع خلاطی، شرح تحرید طوی، حواشی تفسیر کشف، شرح کتاب الوصیۃ امام اعظم ابوحنیفہ، شرح اصول بزد و دی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفی)

۲۳۴۔ علامہ میر سید علی ہمدانی حنفیؒ م ۸۶۷ھ

مظہر علوم ظاہری و باطنی، محدث و فقیہ کامل، صاحب کرامات و خوارق تھے، ایک سوت سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں، م ۸۰۷ھ میں سات سورقات و سادات عظام کے ساتھ ہمدان سے کشمیر تشریف لائے، مجلہ علاء الدین پورہ میں قیام فرمایا، جہاں اب آپ کی خانقاہ ہے، قطب الدین شاہ والی کشمیر کمال عقیدت کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، کشمیر میں آپ کی وجہ سے اسلام کو بڑی تقویت ہوئی، تین بار کشمیر تشریف لائے، اور تین ہی بار ساری دنیا کی سیاست کی آخر میں جب کشمیر سے رحلت کی تو تہرسال کی عمر میں میدان کیبر پنج کر انتقال فرمایا اور غسل مبارک کو ختلان میں لے جا کر دفن کیا گیا۔

آپ کی مشہور تصنیف یہ ہیں، مجمع الاحادیث، شرح اسماء حنفی، شرح نصوص الحکم، ذخیرۃ الملوك، مرأۃ التائبین، آداب المریدین، اور اد نقیہ، وقت وفات زبان مبارک پر بسم اللہ الرحمن الرحیم جاری ہوا اور یہی آخری کلام آپ کا سنہ وفات ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفی)

۲۳۵۔ شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن الیاس قونوی حنفیؒ م ۸۸۷ھ

فاضل اجل، محدث و فقیہ، جامع فروع و اصول تھے، علامہ قاسم بن قطلوبغا نے ابن حبیب سے نقل کیا کہ شمس الدین محمد اپنے وقت کے علم و عمل میں امام اور طریقہ میں خیر اہل زمانہ، علامہ العلماء اور قدوة الزہاد تھے، کیا رائے سے علم حاصل کیا اور اسی جید تصنیف کیں جو آپ کے تبحر علم و وقت فہم پر شاہد ہیں، مثلاً مجمع البحرین، شرح عمدۃ الفسی، درر المخار، شرح تلخیص المفتاح، آپ نے امام نووی کی کتاب منہاج شریع صحیح مسلم اور کتاب مفصل رختری کو مختصر کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفی)

۲۳۶۔ شیخ بدر الدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ زرکشی شافعیؒ م ۹۲۷ھ

مشہور محدث و فقیہ و مفسر تھے، حافظ علاء الدین مغلطائی حنفی کے شاگردوں میں ہیں، شیخ جمال الدین اسنوفیؒ سے فن حدیث میں استفادہ کیا ہے، حافظ ابن کثیر اور اوزاعیؒ سے بھی بسیار حدیث و تفقہ کیا ہے، بڑے صاحب تصنیف تھے، مشہور یہ ہیں: تحریک احادیث الرافی (۵ جلد) انعام الرافی (۲۰ جلد) تفتح الفاظ الجامع اسحاق، ایک دوسری شرح بخاری میں جو طویل ہے اور شرح ابن ملکن کا خلاصہ ہے اور بہت سے مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے، شرح جمع الجوامع (۲ جلد) شرح منہاج (۱۰ جلد) شرح مختصر المنہاج (۲ جلد) تحرید (اصول فقہ) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بستان الحمد شیں)

۲۳۷- حفاظ زین الدین عبد الرحمن بن احمد بن حسین بن محمد بغدادی شم مشقی حنبلی م (۹۵۷ھ)
یہ مشہور حافظ حدیث ”ابن رجب حنبلی“ ہیں جنہوں نے کتاب العلل ترمذی کی شرح لکھی، نیز آپ کی شرح جامع ترمذی اور ایک حصہ بخاری کی شرح تیز طبقات الحنابلہ زیادہ مشہور ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة (الرسالة المسطر فص ۱۲۱)

۲۳۸- علامہ مجد الدین اسماعیل بن ابراہیم بن محمد بن علی بلیسی حنفی م ۸۰۲ھ

محمد عبد الرحمن بن حافظ مزی اور عبد الرحمن بن عبد الہادی اور بہت سے اکابر محدثین سے حدیث حاصل کی، اسی طرح فقا اصول فرائض، حساب و ادب وغیرہ میں بھی بڑا تحریخا، آپ کی تصانیف میں سے مختصر انساب الرشاطی مشہور ہیں، قاہرہ کے نائب گورنر اور قاضی القضاۃ بھی رہے۔

مقریزی نے کہا کہ آپ نے بکثرت اشعار کئے ہیں، بڑے ادیب تھے اور آپ کا فضل و کمال غیر معمولی تھا میں ان کی صحبت میں برسر رہا ہوں اور استفادہ بھی کیا ہے، بڑے ہر دل عزیز تھے، اگرچہ بر سراقدار ہو کر اس میں کمی آگئی تھی، بقول شاعر

تولا هالیس لہ عدو وفارقه والیس لہ صدیق

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیمہ و شذر رات الذهب)

۲۳۹- علامہ جمال الدین یوسف بن موسی الملطفی حنفی م ۸۰۳ھ

بڑے عالم تھے، پہلے حلب میں علم حاصل کیا پھر مصر جا کر اکابر علماء عصر سے تکمیل کی، حدیث عزیز بن جماعہ اور مغلطانی وغیرہ سے پڑھی، پھر درس علوم و افتاء میں مشغول ہوئے، کشاف اور فقہ حنفی کے پورے حافظ و عارف تھے، آپ کی تصانیف میں سے المعتصر مشہور ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیمہ و شذر رات الذهب)

۲۴۰- شیخ الاسلام حافظ سراج الدین ابو حفص عمر بن رسلاں بن نصر بلقینی شافعی م ۸۰۵ھ

مشہور جلیل القدر محدث تھے، آپ کی اہم تالیف کتاب ”ابن جمع بین رجال الحسنین“ ہے، (رسالہ) سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، بارہ سال کی عمر تک نحو، فقہ و اصول کی بہت سی کتابیں یاد کر لیں اور پھر مصر جا کر علماء عصر سے علوم کی تحصیل کی، حافظ مزی و ذہبی سے اجازت درس و روایت حاصل کی، افتاء دار العدل اور قضاۃ دمشق کی خدمات انجام دیں، ترمذی کی دو شریحیں لکھیں، حفظ و اتحصار میں اعتموبہ روزگار تھے، برہان الدین محدث نے کہا کہ میں نے آپ سے زیادہ فقہی جزئیات اور احادیث احکام کا حافظ نہیں دیکھا، ایک ایک حدیث پر صحیح سے ظہر تک تقریر کرتے تھے اور پھر بھی بسا اوقات بات ناکمل رہتی تھی، حافظ ابن حجر نے آپ سے دلائل الدینۃ للنبیقی وغیرہ پڑھی ہے۔ (رحمہ اللہ تعالیٰ، شذر رات)

۲۴۱- حافظ ابوالفضل زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی شافعی م ۸۰۶ھ

مشہور حافظ حدیث ہیں، آپ نے احادیث احیاء کی تحریخ کی اور اس کو ایک جلد میں مختصر کیا، حافظ نور الدین شیخی صاحب مجمع الزوائد بھی آپ کے شاگرد ہیں، آپ ہی نے ان کو تصنیف و تحریخ کے طریقے سمجھائے اور ان میں ماہر بنایا، پھر شیخی کثرت ممارست کی وجہ سے استحضار متون میں بڑھ گئے تھے، جس سے بعض ناواقف لوگوں نے کہہ دیا کہ شیخی عراقی سے زیادہ حافظ ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ حفظ حقیقت میں معرفت و علم کا نام ہے، رئٹنے اور یاد کرنے کا نہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (شذر رات الذهب)

۲۲۲- حافظ ابو الحسن نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان شیعی شافعی م ۸۰۵ھ

مشہور حافظ حدیث، حافظ زین الدین عراقی کے شاگرد ہیں، مجمع الزوائد و منبع الفوائد (۱۰ جلد مطبوعہ) آپ کی بہت مقبول و نافع تالیف ہے، اس میں آپ نے زوائد معاجم ثلاثہ طبرانی، مسند احمد، مسند بزار اور مسند ابی یعلیٰ کو جمع کر دیا ہے، اسانید حذف کر دی ہیں، نیز آپ نے ثقات ابن حبان اور ثقات عجیلی کو جمع کیا اور ان کو حروف مجسم پر مرتب کیا، حلیہ کو ابواب پر مرتب کیا۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ میں نے نصف کے قریب مجمع الزوائد آپ سے پڑھی ہے اور دوسری کتابیں بھی حدیث کی پڑھی ہیں وہ میرے علم حدیث کے تقدم کا اظہار فرمایا کرتے تھے، جزاہ اللہ عنی خیرا، میں نے مجمع الزوائد کے اوہام ایک کتاب میں جمع کرنے شروع کئے تھے، پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ بات آپ کونا گوارہ ہے تو میں نے اس کو آپ کی رعایت سے ترک کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (شذرات الذہب)

۲۲۳- شیخ عز الدین محمد بن خلیل بن ہلال حاضری حلی حنفی متوفی م ۸۲۳ھ

بڑے محدث تھے، دمشق و قاہرہ کے کئی سفر کئے اور وہاں کے کبار محدثین و فقهاء سے تحصیل و تکمیل کی، اپنے شہر کے قاضی ہوئے، درس و افقاء میں مشغول رہے، محمود السیرت، مشکور الطریقہ تھے، شیخ برہان الدین محدث نے کہا کہ تمام ملک شام میں ان جیسا نہیں تھا، اور نہ قاہرہ میں ان کا سا جامع العلوم، تواضع، مدنی، ذکر و تلاوة کے ساتھ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (شذرات الذہب)

۲۲۴- حافظ ولی الدین ابو زرعہ احمد بن عبد الرحیم عراقی شافعی م ۸۲۶ھ

صاحب شذرات نے آپ کو امام بن الامام، حافظ بن الحافظ اور شیخ الاسلام کہا، فن حدیث میں کئی عملہ کتابیں تصنیف کیں، جامع طولانی وغیرہ میں درس علوم بھی دیا ہے، امسلسل بالادلیہ بھی آپ کی تالیفات حدیثیہ سے ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الرسالة و شذرات)

۲۲۵- علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ الدیری المقدسی حنفی م ۸۲۷ھ

ابن الدیری سے مشہور تھے، اکابر عصر سے تکمیل علوم و فنون کی، مفتی شرح اور مرجع عوام و خواص ہوئے، قاہرہ میں قاضی حنفی رہے اور بڑی شان و شوکت اور عزم و حوصلہ سے قضاء کا دور گزارا، جامعہ موبیدیہ کی بنیامن کامل ہوئی تو اس کی مشیخت آپ کو پرداہوئی اور آپ نے باقی عمر درس و افقاء میں بسر کی، آپ کی تالیفات میں سے المسائل الشریفۃ فی ادلة مذهب الامام ابی حیفۃ بہت اہم کتاب ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (شذرات و تقدمہ)

۲۲۶- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر بن عمر بن ابی بکر القرشی دمیٹی م ۸۲۸ھ

بڑے عالم محدث تھے، درس کے ساتھ تجارت بھی کرتے تھے، قاہرہ میں پارچہ بانی کارخانہ کھولا جس کے جل جانے سے بڑا نقصان ہوا، مقروض ہو گئے، پھر ہندوستان آئے، شہر احمد آباد میں آباد ہوئے، سلطان وقت نے ان کی بڑی عزت کی اور بہت اچھے حالات میں زندگی بسر کی، علم حدیث میں تعطیق المصائب فی ابواب الجامع اسحی لکھی اور علم و ادب وغیرہ میں بھی اچھی کتابیں لکھیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (بتان الحمد شیخ)

۲۲۷- شیخ ابو حفظ سرانج الدین عمر بن علی بن فارسی مصری حنفی متوفی م ۸۲۹ھ

بڑے محدث، امام عصر و فقیہ تھے، منہب میں کہا کہ آپ شیخ الاسلام اور اپنے زمانہ کے ممتاز تین فرد تھے، درس و افقاء میں مشغول رہے، آپ کے زمانہ میں مذهب حنفیہ کی ریاست آپ پر فتحی ہوئی، اکثر اہل علم نے آپ سے استفادہ کیا اور دیار مصر میں آپ ہی پر فتویٰ کامدار تھا، باوجود واسطہ حسن قبول و وجہت علم و فضل کے سادہ لباس پہننے تھے اور بازار سے ضرورت کی چیزیں خود خرید کر لاتے تھے، مختلف مدارس قاہرہ میں درس دیا، تواضع کی وجہ

سے درس کے لئے گدھے پر سوار ہو کر جاتے تھے، گھوڑے کی سواری نہ کرتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب، ابن حادی، ص ۱۸۹)

۲۲۸-علامہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ ائمہ بر مادی شافعی م ۸۳۱

مشہور محدث ہوئے الملاعِم الحجج فی شرح الجامع الحجج لکھی جو کرمانی وزیر کشی کا منتخب ہے، چند فوائد مقدمہ شرح حافظ ابن حجر سے بھی لئے ہیں، اصول فقہ میں الفیہ لکھی جو بہت ممتاز و نافع ہے، اس کی شرح بھی لکھی جس میں تمام فن کا استیعاب کیا ہے، اور اکثر حصہ میں اصولیوں کے مذہب کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے، اس کتاب کا بیشتر حصہ رکشی کی البحرا الحجیط سے مانوذہ ہے (رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بتان الحدیثین))

۲۲۹-شیخ شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف بن عمر جزری شافعی م ۸۳۳

ابن جزری کے نام سے مشہور محدث ہیں، آپ کی تصنیف میں سے حسن حسین زیادہ مشہور ہے، دوسری کتب یہ ہیں، الجمال فی اماء الرجال، الہدایہ فی علوم الروایہ والہدایہ، توضیح المعنی (۳ جلد) المسند فیما یتعلق بمسند احمد وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بتان الحدیثین)

۲۵۰-شیخ نظام الدین سیکی بن یوسف بن عیسیٰ سیرامی مصری حنفی م ۸۳۳

درستہ الظاہر بر قوق کے شیخ الشیوخ تھے، جامع العلوم والفنون تھے، امام وقت، متین، بہت باعزت، بارعب وقار تھے، بڑے محقق، مناظر، جری، رائج العقیدہ، کثیر العبادۃ تھے، افتاء و درس کے صدر نشین تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۷۰ ج ۷)

۲۵۱-شیخ یعقوب بن اوریس بن عبد اللہ دروی حنفی م ۸۳۳

اپنے زمانہ کے جامع معقول و منقول علامہ محقق تھے، مصانع کی شرح لکھی، ہدایہ کے حواشی لکھے، زیادہ قیام شہر بلارنڈہ میں کیا اور وہاں درس و افتاء و تصنیف میں مشغول رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۷۰ ج ۷)

۲۵۲-شیخ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد بن روی بن الفزی حنفی م ۸۳۲

علامہ سیوطی نے کہا کہ اکابر علماء عصر سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی، بر صد کے قاضی رہے، شیخ ابن عربی کے انتساب اور فصوص پڑھانے کی وجہ سے بعض لوگوں نے انگشت نمائی کی، قاہرہ گئے تو نضلاء عصر نے جمع ہو کر آپ سے مذاکرات و مباحثات کئے اور آپ کے فضل و تفوق کے قائل ہوئے، ایک کتاب اصول میں لکھی جس میں تیس سال مصروف رہے، آپ سے ہمارے شیخ علامہ کا تجھی نے بہت استفادہ کیا، اور وہ آپ کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۲۰۹ ج ۷)

۲۵۳-اشیخ الحدیث ابوالفتح شہاب الدین احمد بن عثمان بن محمد عبد اللہ کلوتاتی کرمانی حنفی م ۸۳۵

”امہل الصافی“ میں آپ کو المسند الحمر الحدیث لکھا، نیز لکھا کہ آپ نے علم حدیث کی طرف بہت توجہ کی، مشائخ وقت سے بکثرت حدیث سنی اور پڑھی، حدیث سے شغف کا یہ عالم تھا کہ صحیح بخاری تقریباً پچاس بار مشائخ سے پڑھی، پھر برہما بر س تک بکثرت دوسروں کو بھی حدیث پڑھائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تفہمہ و شذرات الذہب ص ۲۱۲ ج ۷)

۲۵۴-شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ابی بکر محمد بن اسماعیل بن سلیم بوصیری شافعی م ۸۳۰

حافظ عراقی اور حافظ ابن حجر کے خاص تلامذہ میں سے تھے، بہت خاموش طبیعت، بڑے عابد تھے، مگر مزاج میں سختی تھی، مشہور تصنیف

یہ ہیں: زوائد مسانید عشرہ (مندابی داؤ دطیائی، مندابی بکر حمیدی، مندابی مسروہ، مند محمد بن سعی الحدی، مند اخلاق بن راہوی، مندابی بکر بن ابی شہیۃ، مند احمد بن شیع، مند عبد بن حمید، مند الحارث بن ابی اسامہ، مندابی یعلیٰ موصی) زوائد اسنن الکبیر تہجی، زوائد تغییب و تہجیب، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (الرسالہ ص ۱۳۹ و شدرات الذہب ۲۳۳ ج ۷)

۲۵۵-شیخ علاؤ الدین محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن بخاری حنفی م ۸۲۱ھ

امام عصر و علامہ وقت تھے، مختلف بلاد و ممالک کے سفر طلب علم کے لئے کئے اور کبار علماء سے استفادہ کیا، حتیٰ کے جامع معقول مตقول ہوئے، ہندوستان آئے اور یہاں کے ملوک و امراء نے بھی آپ کے غیر معمولی علم و فضل کی وجہ سے انتہائی عزت کی، پھر مکہ معظمہ پہنچے، عرصہ تک قیام کیا، پھر مصر گئے اور وہیں سکونت کی اور مندرس کے صدر نشین ہوئے، چنانچہ ہر خوب کے اکثر علماء نے آپ سے علم و جاہ و مال کا استفادہ کیا، قاہرہ میں آپ کی بڑی عزت و عظمت تھی، ملوک و امراء کے پاس قطعانہ جاتے تھے، بلکہ وہی آپ کے پاس آتے تھے، آپ اپنے درس وغیرہ مشاغل اور اسرار بالمعروف و نہیٰ عن المکر سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شدرات ص ۲۳۱ ج ۷)

۲۵۶-شیخ شمس الدین محمد بن زین الدین عبدالرحمن علی قہہنی حنفی م ۸۲۹ھ

اپنے والد ماجد قاضی زین الدین علی کے زمانہ میں افقاء دارالعدل اور شخونیہ میں درس حدیث کی خدمات سنجال لی تھیں، پھر دوسرے مشہور مدارس میں بھی درس حدیث و فقد دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شدرات ص ۲۶۵ ج ۷)

۲۵۷-الشیخ الحدیث قاضی عز الدین عبدالرحیم بن قاضی ناصر الدین علی بن حسین حنفی م ۸۵۱ھ

امام عصر، مند وقت، حدیث و مؤرخ شہیر، معروف بن فرات تھے، اکابر علماء عصر سے علوم کی تحصیل کی اور آپ سے بھی بڑے بڑے نے تحصیل کی جن کے اسماء احوال مشیحہ تخریج امام حدیث سراج الدین عمر بن فہد میں مذکور ہیں، علامہ ابن تخری بردنی نے ذکر کیا کہ آپ نے مجھ کو اپنی تمام مسموعات و مردیات کی اجازت دی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدیمه و شدرات ص ۲۶۹ ج ۷)

۲۵۸-حافظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد شافعی

ولادت ۳۷۷ھ م ۸۵۲

مشہور حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی، والد ماجد کا صغری بن ہی میں انتقال ہو گیا تھا، بڑے ہو کر قرآن مجید حفظ کیا اور پہلے شعر و شاعری سے دلچسپی رہی، پھر حدیث کی طرف متوجہ ہوئے، مصر اور باہر کے علماء عصر سے پورا استفادہ کیا، سراج بلقینی، حافظ ابن المقین، حافظ عراثی، حافظ نور الدین شیخی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ فطری شاعر، کبیٰ حدیث اور بے تکلف فقیر تھے، معرفت رجال، معرفت عالی و تعالیٰ اور علم علل احادیث میں درجہ کمال پر تھے، آپ سے اکثر علماء مصر و نواحی مصر نے استفادہ کیا، خانقاہ بیہر میں تقریباً بیس سال درس دیا ہے، پھر جب منصب قضاۓ سے معزول ہوئے تو دارالحدیث کالمیہ کی طرف منتقل ہو گئے تھے، پھر مکر رقضاء شافعیہ پر فائز ہوئے حتیٰ کے آخر عمر میں خود اس سے مستغفی ہوئے اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: تعلیق تعلیق (جس میں تعلیقات بخاری کو موصول کیا، یہ آپ کی پہلی تصنیف ہے) فتح الباری شرح بخاری الاحتفال فی بیان احوال الرجال (اس میں تہذیب الکمال پر اضافہ ہے) تحرید الفیر میں صحیح بخاری، تقریب الغریب، اتحاف المہر،

باطرافق العشر، تہذیب تہذیب الکمال، (۱۲ جلد مطبوعہ حیدر آباد) تقریب التہذیب، تعلیل المفہوم، برجال الانہا الاربعة اصحاب المذاہب، الاصحابہ فی تحریر الصحابة، لسان المیزان، طبقات الحفاظ (۲ جلد) در رکامنہ، قضاۃ مصر، الکاف الشاف فی تحریر احادیث الکشاف درایہ تلخیص نصب الرایہ، توالی التائیس بمعانی ابن اور لیں، بلوغ المرام بادلۃ الاحکام، مختصر البدایہ والنہایۃ لابن کثیر الجامع المؤس، الکثیر الحبیر، تحریر تج احادیث الاذکار (فوائد النہایۃ ص ۱۶) وغیرہ وغیرہ۔

تصنیف و تالیف کے اس قدر وسیع کام کے ساتھ کثیر الصوم، کثیر العبادة تھے اور طلبہ کو درس بھی برابر دیتے رہے، آپ کا ایک دیوان مجموعہ اشعار بھی ہے جس سے دو شعر ذکر کئے جاتے ہیں۔

انزلتہ بر رضا الغرام فؤادی	احبیت وقاد اکنجم طالع
ان ملت نحو الکوکب الوقاد	وانا الشہاب فلا تعاند عاذلی

(شدرات الذهب ص ۷۰ ج)

آپ کے علم و فضل سے دنیاۓ علم کو گرفتار فوائد و منافع حاصل ہوئے اور اگر آپ کے اندر حنفی شافعی کا تعصب نہ ہوتا تو آپ سے بھی زیادہ فیض ہوتا، آپ کے اس تعصب سے حسب تصریح حضرت الاستاذ شاہ صاحب، رجال حنفی محدثین و فقہاء کو بہت زیادہ نقصان پہنچا اس لئے کہ آئمہ احناف جو آپ کے درجہ کے یا آپ سے بھی علم حدیث و رجال میں فائق تھے، ان کی تصانیف ہم تک نہ پہنچ سکیں اور جر، و تعلیل کے معاملہ میں جو اعتدال محدثین احناف کی تحقیقات عالیہ کی روشنی میں حاصل ہو سکتا تھا، وہ ان کی کتابوں میں موجود نہ ہونے سے مقصود ہوا، مثلاً طحاوی نے جیسا کہ ان کے تذکرہ میں بھی ہم لکھا ہے ہیں کہ کئی اہم کتابیں لکھی تھیں، بعض کتاب المحدثین کرابلیسی (۵ جزو) اور الرد علی ابی عبد فیما انھطا فی فی کتاب النسبة اور تاریخ کبیر (جس سے کتب رجال میں اقوال نقل ہوئے ہیں اور ابن خلکان نے انتہائی تلاش و جستجو اس کو حاصل کرنے کی کی تھی، ان سب کتابوں کا ذکر ابن ندیم، ملکی قاری، ابن کثیر، سیوطی، یافعی وغیرہ نے کیا ہے مگر وہ اب تک گویا کتم عدم میں ہیں، شیخ قاسم بن قطلو بغا حنفی جو اگرچہ حافظ ابن حجر کے تلامذہ میں ہیں مگر ان کے وسعت علم حدیث و کثرت مطالعہ کا یہ حال ہے کہ درایہ تلخیص نصب الرایہ میں حافظ ابن حجر نے جن احادیث کو لکھ دیا ہے کہ مجھ کو نہیں ملیں، حافظ قاسم موصوف نے منیۃ الاممی کے آخر میں ان سب کی بھی تحریر کر دی ہے، آپ کی کتاب "ثقات الرجال" (۲۳ جلد) اور رجال شرح معانی الآثار، اسی طرح علامہ کفوی کی طبقات حنفیہ وغیرہ اب تک شائع نہ ہو سکیں اور مطبوعہ میں زیادہ حصہ حافظ ابن حجر کی کتابوں کا ہے جن کے بارے میں ابھی حضرت شاہ صاحبؒ کی رائے ذکر ہوئی۔

شاید کوئی کہے کہ اس قسم کا حکم حافظ پر لگانا (کہ وہ حنفی و شافعی کا تعصب رکھتے تھے یا اس کا مظاہرہ اپنی کتابوں میں کرتے تھے، تمہارا تعصب ہے، اس لئے یہاں چند اقوال دوسروں کے بھی نقل کرتا ہوں۔

حافظ سخاوی شافعی نے (جو حافظ ابن حجر کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں، تعلیقات در رکامنہ میں لکھا کہ حافظ ابن حجر کی حنفی عالم کا ذکر بغیر اس کی حق تلفی کئے اور بغیر اس کی شان گرانے کرہی نہیں سکتے، شیخ حسام الدین سفتاقی حنفی (م ۱۴۷ھ) کا ترجمہ حافظ سخاوی نے حاشیہ در رکامنہ میں اپنی طرف سے بڑھایا اور لکھا کہ ہمارے شیخ (حافظ ابن حجر) نے حنفیہ کے بارے میں اپنی عادت کے مطابق عمل کرتے ہوئے آپ کا ذکر حذف کر دیا، حالانکہ یا اپنے علم و فضل کی وہ سے مستحق ذکر تھے، اور ابن رافع نے بھی المخار من تاریخ بغداد میں آپ کا ذکر کیا ہے۔

علامہ محبت بن شحنة نے حافظ ابن حجر کے بارے میں کہا کہ کسی حنفی متقدم یا متاخر کے حق میں بھی ان کے کلام پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ان کا تعصب ان کے حق میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا اور اسی شدید تعصب کے تحت امام طحاوی کا ذکر ان ثقات اثبات مشاہیر رجال کے تراجم میں نہیں کیا جن سے امام طحاوی نے علم حاصل کیا جائیں گے اسی طحاوی سے حاصل کیا تھا، بجز ان کے جن کے تلمیذ یا استاذ امام طحاوی ہونے کی زیادہ شہرت دوسری

کتب رجال کے ذریعہ ہو چکی تھی، البتا ایسے کم درجہ کے عام روایات کے ضمن میں امام طحاوی کی استاذی شاگردی کا ذکر ضرور کرتے ہیں، جن میں کوئی کلام کیا گیا ہے، بلکہ ایسا بھی کیا ہے کہ کسی ضعیف راوی سے امام طحاوی نے اگر صرف محدودے چند مواقع میں روایت لے لی ہے تو اس کو حافظ ابن حجر نے لکھ دیا ہے کہ اکثر عنہ الطحاوی جدا "یعنی امام طحاوی نے اسے بڑی کثرت سے روایت کی ہے اور اعلیٰ درجہ کے ثقہ، ثابت، جمیع روایات سے امام طحاوی نے بکثرت روایت بھی کی ہو گئی تو ان کے تراجم و حالات میں اس امر کا ذکر بھی نہیں کریں گے کہ ان سے امام طحاوی نے بھی روایت کی ہے۔

یہ تو ان موقع کا معاملہ ہے جہاں تعصباً سے کام لینے کی ضرورت تھی، لیکن جہاں روایات پر جرح و تعدیل حافظ ابن حجر کی موافقت و تائید میں تھی وہاں امام طحاوی کے اقوال تہذیب اور سان دونوں میں ذکر کئے ہیں، مثلاً یوسف بن خالد سمعتی کو گراتا ہے تو امام طحاوی کا قول بھی تضعیف میں نقل کر دیا ہے، اس سلسلے میں مقدمہ امامی الاحبار ص ۳۸ میں مفصل کلام کیا ہے ہم نے مختصر نقل کیا ہے۔ واللہ المصتعان۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک روز درس بخاری میں فرمایا کہ "حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی نے قیام میلاد کو قوموں السید کم کی وجہ سے مستحب لکھا ہے، گویا موبہوم کو تین پر قیاس کر لیا، یہ حال ہے تفقہ نہ ہونے کی وجہ سے اجلہ محدثین کا حافظ ابن حجر پہاڑ حدیث ہیں، مگر فرقہ میں درک نہیں ہے۔"

۲۵۹- الا میر سیف الدین ابو محمد تخبری برش بن عبد اللہ جلائی مؤیدی حنفی م ۸۵۲ھ

فاضل محدث تھے، خصوصیت سے اسماء الرجال میں بہت ممتاز تھے، فقه، تاریخ، ادب اور فنون شہسواری میں بھی مشہور تھے، عربی و ترکی دونوں زبان کے فصح و ماهر تھے، بڑے بہادر، جری، اہل علم اور اصحاب خیر سے محبت کرتے تھے، متواضع تھے، آواز بہت بلند تھی، احادیث کی بڑی کتابیں اکابر محدثین زمانہ سے پڑھی تھیں، مثلاً صحیح بخاری قاضی محبت الدین غبلی سے، صحیح مسلم زکشی سے، سنن نسائی شہاب کلوتائی خنی سے، سنن ابن ماجہ شمس الدین مصری سے، سنن ابی داؤد حافظ ابن حجر سے، غرض حدیث وغیرہ علوم کی غیر محصور کتابیں لاتعداد علماء داعیان سے پڑھی تھیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسحة۔ (شذرات الذہب لابن عمار غبلی ص ۲۷۳ ج ۲)

۲۶۰- الا امام العلامۃ الکبیر شیخ الحفاظ شیخ الاسلام بدر الدین عینی محمود بن احمد قاہری حنفی

ولادت ۱۲۷ھ م ۸۵۵ھ

اپنے زمانہ کے امام معقول و منقول، عارف کامل فروع و اصول، مصنف تصنیفات جلیلہ، محدث محقق، فقیہ مدقق، مورخ جلیل و ادیب نبیل تھے، طلب علم کے لئے دور راز بلاد کے سفر کئے اور اکابر داعیان وقت سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی، آپ نے مجمع الشیوخ میں اپنے اساتذہ کے حالات جمع کئے ہیں، مثلاً حافظ زین الدین عراقی سے بخاری اور المام ابن دیقق العید پڑھی، حافظ سراج الدین بلقینی سے محسن الاصطلاح و تضمین مقدمہ ابن صلاح پڑھیں، مسند الدیار الامریقی الدین محمد بن محمد دموی سے صحاح ستہ، دارمی، مسند عبد بن حمید، مع ثک اول مسند احمد پڑھیں، حافظ نور الدین بیشی سے بھی تمام کتب حدیث پڑھیں، حافظ قطب الدین طبی سے معاجم شلاش طبرانی، حافظ شرف الدین محمد بن محمد اشرف الکویک سے شفاء قاضی عیاض اور مسند امام عظیم حافظ زین الدین تغزی بن یوسف ترکمانی سے شرح معانی الآثار اور مصانع السنہ پڑھیں، اسی طرح تجھب بن کشم او مسند الدنیا بخار و مسند کبیر ابن زبیدی وغیرہ سے تحصیل حدیث کی، حافظ سخاوی شافعی نے لکھا کہ عجائب و لطائف میں یہ ہے کہ عینی ابن کشک سے بخار اور ابن زبیدی سے روایت حدیث کرتے ہیں اور یہ چاروں محدث حنفی ہیں۔

و میگر اساتذہ:

حدیث کے علاوہ وسرے علوم کی تکمیل بھی بڑے بڑوں سے کی، مثلاً ملک العلماء فی المعقول والمنقول علامہ الشرق علاء الدین علی

بن احمد سیرامی سے بداعیہ، کشاف، تلوع و شرح المختیح وغیرہ، شیخ جمال الدین بن یوسف ملطی سے اصول بزدؤی، منتخب، الاصول وغیرہ، علامہ حسام الدین رہاوی سے ان کی تصنیف "البخاری الآخرة في المذهب الاربع" وغیرہ شیخ میکائیل سے قدوری، مجمع البحرین وغیرہ پڑھیں، اسی طرح شیخ سراج عمر، شیخ ذوالنون اور شیخ رکن الدین احمد بن محمد بن عبد المؤمن قاضی قدم سے استفادہ علوم کیا، شیخ رکن الدین نے بخاری کی شرح اسلوب بدیع پر کی تھی جس کے بارے میں حافظ ابن حجر کو اعتراف تھا کہ میں ان کے طرز پر تھوڑا سا بھی لکھنے سے عاجز ہوں۔

درس حدیث:

آپ نے "جامعہ مؤیدیہ" قاہرہ میں تقریباً چالیس سال درس حدث دیا ہے، دوسرے مختلف مدارس میں جو درس دیا وہ اس کے علاوہ ہے، ملک مؤید خود عالم تھا اور علماء سے علمی ابحاث میں بچپن لیتا تھا، اسی نے یہ اہتمام کیا تھا کہ اپنے جامعہ مؤیدیہ میں امام طحاوی کی شرح معانی الآثار کے لئے بھی ایک کرسی یا منصب مخصوص کی تھی جس طرح باقی صحاجت کے لئے کریاں مخصوص تھیں اور اس کرسی کے لئے حافظ عینی کو متین کیا تھا کہ آپ اس پر بینخ کر شرح معانی الآثار کا درس بھی بخاری وغیرہ کی طرح دیا کریں چنانچہ آپ نے ایک مدت مددہ تک اس کا درس پوری شان تحقیق سے دیا ہے، غالباً چالیس سال کی مدت جو قل ہوئی ہے وہ بھی اسی کے درس کی ہوگی، واللہ اعلم۔

حافظ ابن حجر:

حافظ ابن حجر آپ سے بارہ سال چھوٹے تھے، آپ دونوں میں اگرچہ معاصرانہ منافت تھی، مگر پھر بھی حافظ ابن حجر نے آپ سے استفادہ کیا ہے، بلکہ وہ حدیث صحیح مسلم کی اور حدیث مسلم کی اور ایک حدیث منداہم کی آپ سے سنی ہیں اور ان کی تحریخ بھی بلدانیات میں کی ہے، نیز المجمع الموسع کے طبقہ ثالثہ میں آپ کو اپنے شیوخ میں بھی شمار کیا ہے۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں جن میں سے چند نمایاں شخصیات ہیں ہیں: الحقوی کمال الدین ابن الہام حنفی، حافظ قاسم بن قسطلو بغا حنفی حافظ سخاوی شافعی، حافظ ابن زریق محدث الدیار الشامی، قاضی القضاۃ عز الدین احمد بن ابراہیم کتابی حنبلی، شیخ کمال الدین شمشی مالکی، البدرونی حنبلی، جمال الدین یوسف بن تغزی بردنی ظاہری مورخ شہیر وغیرہ، حافظ سیوطی شافعی بھی بطور اجازۃ عامۃ جس طرح حافظ ابن حجر کے تلمذ ہیں، آپ کے بھی ہیں، لیکن آپ سے روایت مولفات بواسطہ ابن قسطلو بغا ہی کرتے ہیں۔

آپ کا بلند علمی مقام:

حدیث، فقہ، اصول، تاریخ و عربیت کے مسلم امام تھے، استحضار احادیث احکام اور معرفت عمل احادیث و اسانید و متون میں یگانہ روزگار، موازنہ اولہ مسائل خلافیہ فقهاء میں بڑے مبصر، مذاہب سلف کے بڑے ماہرواقف، انہمہ کبار امت کی مشاہیر و شواذ آراء کا شخص کرنے والے پھر ان تمام مالیہا و ماعلیہا کو پیش نظر کر کر بحث و نظر کا حق ادا کرنے والے تھے کہ اس سے آگے بحث و تدقیق کی گنجائش باقی نہ رہتی تھی۔ اپنی تمام مولفات میں بسط والیضاح مطالب اس حد تک کر دیتے تھے کہ دوسرے مظاہن میں ان کی تلاش سے بے نیاز کر دیتے تھے، حل مشکلات و کشف معکولات کے لئے آپ مرجع عوام و خاص تھے، اور آپ کافتوںی شریعت کا آخری فیصلہ سمجھا جاتا تھا، آپ کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والے آپ کے اس تمام فضل و تفوق کی تصدیق کریں گے۔

مذہب سنتی میں آپ بڑے پختہ اور متصلب تھے اور خود بڑے درجہ کے فقیہ بھی تھے، جیسے بڑے درجہ کے محدث تھے، بخلاف حافظ ابن

حجر کے وہ بہت بڑے محدث ضرور تھے، مگر اس درجہ کے فقیہ نہیں تھے، ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ اور چونکہ حافظ عینی غیر معمولی و سعیت علم و نظر کی وجہ سے نہایت قوی دلائل سے دلائل خصوم کا معارضہ کرتے تھے جس میں جوابی طور پر کہیں کچھ شدت بھی رونما ہو جاتی تھی، اس لئے مخالفین نے آپؒ کو تعصب کا الزم لگایا اور اس کو ہمارے بعض اکابر مولانا عبدالحی صاحب وغیرہ نے بھی ذکر کر دیا ہے حالانکہ یہ دوسروں کے خلاف تعصب نہیں تھا بلکہ اپنے مذہب پر تصلب تھا، جو کسی طرح مذموم نہیں، البتہ اگر مدافعت و جوابی اقدام کو بطور مشاکلت و مہاذبت اور جزاء سیاسیہ سیاسیہ ملہا کے قاعدہ سے تعصب کا نام دیا جائے تو مفہا مقصہ نہیں، والبادی اظلم۔

شناع امام اشل:

شیخ ابوالمعال الحسینی نے غاییۃ الامانی میں لکھا کہ ”آپ امام، عالم، علامہ، متقن، شیخ العصر، استاذ الدہر، محدث زمان، منفرد بالروایہ، والدرایہ، ججۃ اللہ علی المعاندین، آیت کبریٰ علی المبتدعین تھے، صحیح بخاری کی ایسی شرح لکھی جس کی سابق میں نظیر نہیں، ایسی ہی دوسری تصنیفات مفیدہ لکھیں، آپ، علم، زہد عبادت و درع کے اعتبار سے مشاہیر عصر میں سے تھے اور حدیث و فقہ میں آپ کو یہ طولی حاصل تھا۔“

ابوالحسن نے امنہل الصافی میں لکھا کہ آپ معقول و منقول میں بڑی دست گاہ رکھتے تھے، آپ کی تنقیص کوئی صاف ستری پوزیشن والا نہیں کر سکتا، کم کوئی علم ایسا ہو گا جس میں آپ کو پوری معرفت نہ ہو، آپ کی تصنیفات بڑے فوائد علمی کی حامل ہیں، آپ کے کلام میں رہنم و نورانیت ہے، بڑے خوش خط تھے اور تیز نویس تھے، ابتدائی زمانہ میں پوری کتاب قدوری ایک رات میں لکھی اور آپ کے مسودات، مہیہات کی طرح صاف و خوش خط ہوتے تھے، حافظ سخاوی شافعی نے ”الترمسیوک“ میں لکھا کہ آپ امام، عالم، علامہ، حافظ تاریخ و لغت، جامع فنون تھے، مطالعہ و کتابت سے کسی وقت نہیں تھکتے تھے، کثیر التصانیف تھے، میرے علم میں ہمارے شیخ کے بعد آپ سے زیادہ تصانیف والا کوئی نہیں ہے، آپ کے قلم کی جواہریاں تقریر سے بڑی ہوئی ہیں۔

آپ کے دور کے مشہور ادیب و شاعر محمد بن حسن نوابی شافعی نے آپ کی مدح میں یہ دو شعر لکھی

لقد حضرت یا قاضی القضاۃ مناقبا وانسی علیک الناس شرقاً و مغرباً

یقصر عنہا منطقی و بیانی فلا زلت محموداً اب کل لسان

غرض جن علماء مصنفین نے بھی آپ کے حالات لکھے ہیں سب ہی نے آپ کی امامت، وسعة علم و تفوق کا اعتراف کیا ہے۔ ملک اشرف برہائی کے زمانہ میں آپ کو عہدہ قضاۃ کے ساتھ عہدہ احتساب اور جیلوں کی نگرانی بھی پرداز ہوئی اور بقول سخاوی یہ تینوں عہدے ایک شخص میں پہلے جمع نہیں ہوئے تھے، وجہ یہ تھی کہ ملک موصوف آپ سے نہایت مانوس تھا اور آپ کے علم و فضل و مدد وین کی نہایت قدر کرتا تھا، حتیٰ کہ بعض اوقات آپ کو راتوں میں بھی علمی استفادہ کے لئے اپنے پاس روک لیتا تھا، وہ کہا کرتا تھا کہ اگر علامہ عینی کی صحبت نہیں نصیب نہ ہوتی تو ہمارے اسلام میں نقص رہتا۔

بناء مدرسہ و وقف کتب:

آپ نے ۸۲۲ھ میں منصب قضاۓ سکندویشی حاصل کی، جیلوں کی نگرانی کے منصب سے بھی ۸۵۳ھ میں دنکش ہو گئے اور ایک مدرسہ اپنی جائے سکونت سے قریب جامع ازہر شریف سے متصل تعمیر کرایا جس کے طلبہ کے واسطہ اپنی مملوکہ کتابیں بھی وقف فرمائیں اس کے بعد باقی کتابیں دارالکتب المصریہ میں داخل ہوئیں۔

لہ محمود آپ کا نام بھی ہے

تالیفات: آپ کی تصانیف بکثرت ہیں جن میں کچھ زیادہ مشہور یہ ہیں: (۱) عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری (۲۰ جلد) (۲) نخب الافکار شرح معانی الآثار طحاوی (۸ جلد) بخط مؤلف، احادیث احکام پر نہایت اعلیٰ قیمتی مباحث کا ذخیرہ ہے جس سے کوئی فریق علماء وفقہا کا مستغی نہیں ہو سکتا، رجال کے حالات بھی صلب کتاب میں عمدۃ القاری کی طرح ساتھ ساتھ دیئے ہیں (۳) مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار (۶ جلد) بخط مؤلف اس میں رجال پر کلام نہیں ہے) (۴) معانی الاخبار فی رجال معانی الآثار (۲ جلد) الگ ہیں جن میں رجال پر کلام کیا ہے، علم رجال میں نہایت نافع اور ترتیب کے لحاظ سے سب سے بہتر کیونکہ آپ نے صحابہ، تابعین و تبع تابعین کو ایک جگہ نہیں کیا بلکہ سب کے طبقات الگ الگ بنائے کر حالات لکھے ہیں۔

یہ دونوں شخصیں دارالکتب مصر یہ میں قلمی موجود ہیں، حافظ عینی کی یہ حدیثی خدمت بھی شرح بخاری سے کم درجہ کی نہیں ہے، الحمد للہ علی احسانہ کے نخب الافکار مذکور کا اکثر حصہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب شیخ امبلغین نظام الدین دہلی کو میسر ہوا اور آپ اس کی روشن میں "امانی الاخبار شرح معانی الآثار" لکھ رہے جس کی جلد اول شائع ہو چکی ہے اور اب گویا شرح معانی الآثار کی بہترین تحقیق شرح وجود میں آگئی، رقم المروف نے مقدمہ انوار الباری میں بھی اس سے استفادہ کیا ہے اور آئندہ انوار الباری میں بھی اس کی تحقیقات عالیہ پیش کی جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۵) شرح سنن ابی داؤد (۲ جلد) بہترین شردوح میں سے ہے جس میں احادیث احکام اور تراجم رجال پر سیر حال بحثیں ہیں مگر افسوس ہے کہ ناکمل ہے (۶) تتمیل الاطراف (ایک جلد)، اس سے آپ کے تبحر علمی و مهارت فنی کا پتہ لگتا ہے (۷) کشف اللاتام عن سیرۃ ابن ہشام (یہ بھی مکمل نہ ہو سکی) (۸) بنایہ شرح ہدایہ (۱۰ جلد)، تجزیٰ تجزیٰ احادیث احکام میں کمال درجہ کا توسعہ کیا ہے اور علماء امصار کے نماہب کے بھی تمام کمال بیان ہوئے ہیں کہ فتح القدر ابن ہمام میں بھی وہ بات نہیں (۹) الدرر الزاهرہ فی شرح البخاری الزخرہ فی المذہب الاربعة للمرہبی (۱۰) غرر الافکار شرح درر البخاری فی المذہب الاربعة للفزیری (۱۱) مسجیح شرح الجمیع (۱۲) رمز الحقائق شرح کنز الدقائق (۱۳) الوسیط فی مختصر المحيط (۱۴) منہ السلوک شرح تحفۃ الملوك (۱۵) اعلم الصیب شرح الکلم الطیب لابن تیمیہ (۱۶) تحفۃ الملوك فی الموعظ والرقائق (۱۷) زین المجالس (۱۸) حواشی تفسیر کشاف (۱۹) حواشی تفسیر ابی الیاث (۲۰) حواشی تفسیر بغوی (۲۱) شرح المنار (۲۲) طبقات الحفییہ (۲۳) مجمع الشیوخ (۲۴) عقد الجمان فی تاریخ الزمان (۲۵) مجلدات کیرہ موجود مکتبہ شیخ الاسلام (۲۵) مختصر تاریخ الکبیر المذکور (۸ مجلد) (۲۶) مختصر المختصر فی التاریخ (۳ مجلد) (۲۷) تاریخ الالکاسره (۲۸) طبقات اشعراء (۲۹) سیر الانبیاء (۳۰) مختصر تاریخ ابن عساکر (۳۱) شرح شوابہ الصغری والکبیر (۳۲) کتاب العروض وغیرہ۔

حافظ عینی اور شعر:

حافظ ابن حجر کی طرح حافظ عینی کا کوئی مشہور و مقبول دیوان شعر نہیں ہے آپ نے اشعار لکھے ضرور ہیں جن میں بعض اوپنچے درج کے بھی ہیں، مثلاً دونوں شعر جو بتان الحمد شیئن میں حافظ ابن حجر کے تذکرہ میں نقل ہوئے ہیں (اگرچہ ان کی نسبت دوسروں کی طرف بھی کردی گئی ہے، مثلاً معتبر مورخین نے ان ہی کے تسلیم کئے ہیں، تاہم باوجود اعلیٰ درجہ کے ادب لغوی و ماہر فن و عروض ہونے کے بھی فطری مناسبت آپ کو شعر سے نہیں تھی اور ممکن ہے کہ اس سے کچھ انقباض طبع بھی ہو، جیسا کہ بہت سے اکابر کو ہوا ہے، ہمارے شیخ بلیسی حنفی قاضی مصر (م ۸۰۲ھ) جن کا ذکر گزر چکا ہے بڑے اوپنچے درجے کے شاعر تھے مگر ساتھ ہی شعر کے بارے میں اپنے دل کی بات اس طرح کہہ گئی

یعنی شعرو شاعری کے کمال کو ہرگز اونچے درجہ کی فضیلت کی چیز مت سمجھو! شعر تو دل و دماغ کو محنت و کاؤش میں ڈالنا اور (بیشتہ) مجموعہ شروع فساد ہے، دیکھوا شعر میں اگر کسی کی بھجوکی توفیق و اتهام کا رتکاب ہوا (جو حرام ہے) مریئہ لکھا تو توحہ کی شکل اختیار کی (جعمل جاہلیت ہے) کسی محبوب کو عتاب کیا، تو اس سے خواہ بخواہ دلوں میں کینہ کی پیدائش ہوتی ہے (وہ بھی خدا اور بندوں کو مبغوض) کسی کے لئے مدحیہ قصیدہ لکھا، تو وہ بھی سوال ہی کی ایک مہذب شکل ہے (جو قابل نفرت ہے)

موازنہ عمدة القاری و فتح الباری:

علامہ محدث کوثری نے مقدمہ عمدة القاری میں "مزایا شرح البدر العینی" کے عنوان سے لکھا ہے کہ وہ تمام شروع بخاری سے نقل و تحقیق اور فوائد علمیہ کی بحث و تجھیص میں زیادہ جامع و اوسع ہے جہاں امام بخاری حدیث کا ایک مکڑا ذکر کرتے ہیں، حافظ عینی اس کو پورا ذکر کر کرتے ہیں اور بخاری میں جس جگہ اس کے اجزاء آئے ہیں ان سب کی تعین اور نشانہ ہی کرتے ہیں اختلاف رواۃ بھی ذکر کرتے ہیں، رجال پر بھی کلام کا حق ادا کرتے ہیں، ضبط اسماء و انساب بھی کرتے ہیں، حدیث کے لغات و اعراب و مکمل بحث کرتے ہیں اسلوب بدیع پر وجوہ معانی و بیان بھی لاتے ہیں، پھر حدیث سے استنباط احکام اور گرائی قدر فوائد اخذ کرنے میں خوب توسع اور ہمہ گیری کی شان سے چلتے ہیں، لطائف اسناد علوم و نزول مدنی و شامی وغیرہ بھی ذکر کرتے ہیں، مسائل خلافیہ پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے مذاہب فقهاء سے متعلقہ تمام احادیث کی تجزیہ کرتے ہیں جو ان ہی کے وسعت علم حدیث کے شایان شان ہے پھر ادله مذاہب میں مقارنة و محاکمه بھی اپنی صواب دیدے کرتے ہیں، اسلئے واجوبہ کے عنوان میں فقه حدیث سے مواضع اخذ و رد کی تعین کرتے ہیں، ساتھ ہی قدیم شروع بخاری سے اہم علمی حدیثی فوائد کا بہترین انتقاء کامل استقصاء کے ساتھ کیا ہے۔

غرض تمام اطراف و جواب ملحوظ رکھ کر احادیث بخاری کی شرح کی ہے اور ہر طریقہ سے ان کی بسط و ایضاً حکم ادا کیا ہے جو شخص معمولی طریقہ سے استفادہ چاہے وہ بھی فائز المرم ہوگا اور جو منقول سے چاہے تو وہ بھی کامیاب، پھر یہ کہ سہولت و استفادہ کے لئے ہر قسم کی بحث و تحقیق کے عنوانات الگ الگ قائم کر دیئے ہیں۔

پھر ان سب خوبیوں پر ایک خاص خوبی یہ بھی حاصل ہوئی کہ حافظ عینی نے تالیف عمدة القاری کے وقت برہان بن خضر (تمیذ حافظ ابن حجر) کے ذریعہ فتح الباری کا ایک ایک جزو حاصل کر کے مطالعہ کیا اور ضرورت کے موقع میں اس پر انتقادات بھی کئے اور جن مواضع میں دونوں شرحوں کے نقول میں تفاق ہے وہ درحقیقت دونوں کے مراجع کے تفاق سے ہے کہ دونوں کے سامنے وہ قدیم کتب موجود تھیں جس کے بارے میں غلط فہمی سے یہ سمجھ لیا گیا کہ حافظ عینی نے وہ عبارتیں فتح الباری سے نقل کر لی ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے اور کتاب سابقہ کی مراجعت سے اصل حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حافظ عینی نے عمدة القاری کو ۸۲۱ھ میں شروع کر کے ۸۲۷ھ میں پورا کیا یعنی فتح الباری کی تتمیل سے پانچ سال بعد، اور حافظ ابن حجر اور ان کے اصحاب کے سامنے جب عمدة القاری آئی تو وہ اس کے بے نظیر کمالات و مزایا کو دیکھ کر سخت حیرت و استعجاب میں پڑ گئے اور اصحاب حافظ الدنیا نے کچھ تواضع و حافظ کے شائع کئے جن کی وجہ سے فتح الباری کا پایہ فضیلت نیچانہ ہوا اور کچھ حافظ عینی پر نکتہ چینی کر کے اس کے مرتبہ کو گھٹانے کی سعی کی، نیز حافظ عینی کے انتقادات و اعتراضات کے جواب و رد کا ارادہ کیا اور ایک کتاب لکھنی شروع کی جس کا نام انتقاد اللاعتراض، رکھا، اس میں اوپر اعتراضات نقل کرتے تھے اور یہ جوابات کی جگہ بیاض چھوڑتے تھے، کچھ جوابات لکھ پائے تھے اور اکثر باقی تھے کہ وفات ہو گئی، اسی طرح بعض مواضع شرح میں بھی کچھ اصلاحات کیں۔

اوپر ذکر ہوا ہے کہ حافظ عینی نے ۷۸۲ھ میں عمدة القاری کو پورا کر لیا تھا اور حافظ ابن حجر کی وفات ۸۵۲ھ میں ہوئی، لہذا پانچ سال گزرنے پر بھی حافظ انتقال کا کشہ حصہ ناکمل چھوڑ گئے والا کمال اللہ وحدہ۔

بہرحال یہ تو امر واقع کا اظہار یا مقطع کی جن گسترانہ بات تھی، اس میں شک نہیں کہ دونوں ہی شریں اپنے درجہ میں ہمارے لئے منت عظیمیہ اور علوم و معارف سنت کا گنجینہ ہیں اور ہمارے قلوب میں دونوں کے لئے انتہائی قدر و منزلت ہے۔ حراہما اللہ عنہ و عن سائر الامم خیر الجزاء و رضی عنہما احسن الرضا۔

یہ تمام تفصیل جو اوپر نقل ہوئی محقق و محدث علامہ کوثری قدس سرہ کے طفیل میں پیش کر رہا ہوں، یہ خلاصہ ہے تکمیل تذہیب التاج الجلینی فی ترجمہ بدرا العینی کا جو بطور مقدمہ عمدة القاری مصر سے چھا ہے، اصل کتاب التاج الجلینی کے مطالعہ وزیرات کا ابھی تک ہمیں بھی اشتیاق ہی ہیں، گویا یہ ہم نے خلاصہ الخلاصہ پیش کیا ہے، جس کی نقل راقم الحروف کے محبت و محسن قدیم مولانا حکیم محمد یوسف اسکی بنارسی دام اضافہ ہم نے خود تکلیف فرمایا اور اپنے نسخے سے لکھ کر ارسال فرمائی، کیونکہ کتاب خانہ دارالعلوم میں عمدة القاری کا یہ نسخہ مطبوعہ جدید موجود نہیں ہے میں محترم حکیم صاحب کا نہایت شکر گزار ہوں۔

۲۶۱- شیخ عز الدین عبد السلام بن احمد بن عبد المنعم بن محمد بن احمد قیلوی بغدادی حنفی م ۸۵۹ھ

امام و علامہ عصر تھے، علامہ برہان بقائی نے ”عنوان الزمان“ میں کہا کہ آپ ۷۸۰ھ میں پیدا ہوئے، پہلے فقہ، اصول، نحو و معانی وغیرہ کی بہت زیادہ کتابیں حفظ کیں، پھر بخاری وغیرہ کتب احادیث اکابر محدثین سے پڑھیں، اول اکابر فقهاء حنبلہ سے فقه حنبلی میں تخصص حاصل کیا، پھر فقه شافعی میں رسیرج و تحقیق کی، پھر فقد حنفی کے گرویدہ ہوئے، مجمع البحرین حفظ یاد کی اور دوسرے فقهاء حنفی سے استفادہ کے بعد شیخ ضیاء الدین ہروی حنفی سے نقہ حنفی تمام و کمال حاصل کیا اور بہت سے علوم غیر مخصوص علماء کی خدمت میں رہ کر حاصل کیے، اوزنجان کا سفر کیا اور تصوف میں شیخ یار علی سیواسی سے مستفید ہوئے، حلب و بیت المقدس رہ کر مقتدا نے وقت شیخ شہاب الدین بن ہائم کی خدمت میں رہے، پھر قاہرہ جا کر حدیث شیخ ولی عراقی، جمال حنبلی اور شمس شامی وغیرہ سے بھی حاصل کی اور وہاں کئی جگہ پر درس بھی دیا، لوگوں نے آپ سے بہت زیادہ دینی و علمی لفظ حاصل کیا، حافظ قاسم بن قطلو بغا جیسے اکابر آپ کے تلامذہ میں ہیں، بڑے زاہد، عابد، عفیف، قناعت پسند بزرگ تھے، آپ کے اشعار میں سے دو شعر اکثر نقل ہوئے ہیں۔

شرابک المختوم فی ایہ

قبل انقضاض العمر فی ایہ

(شدرات ص ۲۹۲ ج ۷)

۲۶۲- شیخ کمال الدین بن الہمام محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید حنفی م ۸۶۱ھ

امام عصر، علامہ دوراں، محدث علام، فقیہ الكلام، جامع اصول و فروع، اصولی مفسر، کلامی، نحوی، منطقی جدلی تھے، ابن نجیم نے بحر الرائق میں آپ کو اہل ترجیح تکھا اور بعض روسرے علماء نے اہل اجتہاد سے شمار کیا ہے اور یہی رائے قوی ہے جس کی شاہد آپ کی تصانیف و تالیفات ہیں۔ (فواہدہ بیہیہ) آپ نے حدیث ابوذر عراقی، شمس شامی وغیرہ سے سنی، معقولات میں کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے، آپ کے اقران میں سے شیخ برہان ابناس نے کہا کہ میں نے دین کے نج و دلائل طلب کئے تو معلوم ہوا کہ ابن ہمام سے بڑھ کر ان کا عالم ہمارے شہر میں کوئی نہ تھا۔ آپ ارباب احوال و اصحاب کشف و کرامات میں سے تھے، نماز ہلکی پڑھتے تھے، جیسی ابدال پڑھتے تھے، ایک مدت تک افتاء بھی کیا،

آپ کی تصانیف میں سے فتح القدر، شرح ہدایہ نہایت محققانہ بے نظیر کتاب ہے، دوسری تالیفات اصول فقہ میں اخیر بھی بہت عمدہ لا جواب ہے، عقاید میں مسایرہ اور فقہ میں زاد الفقیر لکھی (زاد الفقیر مع تعلیقات حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب دام ظلہم مہاجر مدینی، مجلس علمی ڈا بھیل سے شائع ہوئی تھی، ایک رسالہ عرب سبحان اللہ و بنو محمدہ سبحان اللہ العظیم میں لکھا، وغیرہ۔

آپ کی تمام تصانیف ایسے علمی ابحاث و فوائد پر مشتمل ہیں جو دوسری کتابوں میں بہت کم ملتے ہیں تحریر کی شرح آپ کے تکمیل خاص ابن امیر الحاج طبی نے کی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (فوائد، شذات وحدائق)

۲۶۳- شیخ یعقوب بن اور لیس بن عبد اللہ نکدی حنفیؒ م ۸۶۳ھ

محمد شہیر، ماہر اصول و فروع اور جامع و منقول تھے، علوم کی تحصیل محمد بن حمزہ قاری وغیرہ سے کی، بلاد شام و مصر گئے تو سب جگہ علماء و فضلا، نامدار نے آپ کے فضل و کمال کا اعتراف کیا، آپ نے شرح مصانع السنۃ اور حواشی ہدایہ لکھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفی)

۲۶۴- شیخ ابوالسعادت سعد الدین بن الشمس الدیری نابی حنفیؒ م ۸۶۸ھ

بڑے محدث، فقیہ و مفتی تھے، حدیث برہان ابراہیم بن زین عبد الرحیم بن جماعہ سے روایت کی، استحضار مسائل، فہم معانی تزییل اور حفظ متون احادیث میں اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے، مدت تک درس و افتاء میں مشغول رہے، ۸۳۲ھ میں مصر کے دارالقضاۃ حنفیہ کے متولی ہوئے، حافظ شمس الدین سخاوی نے آپ کے ترجمہ میں لکھا کہ میں نے آپ سے بہت کچھ پڑھا ہے، تصانیف یہ ہیں، تکملہ شرح ہدایہ سروجی (۷ جلد) منظومہ نعمانیہ (اس میں عجیب و غریب فوائد ہیں) شرح عقائد نسفی وغیرہ، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیمه وحدائق)

۲۶۵- شیخ شرف الدین یحییٰ بن محمد بن محمد بن مخلوف المناوی شافعیؒ م ۱۷۸ھ

بڑے محدث تھے، علامہ سیوطی نے حسن الحاضرہ میں لکھا کہ وہ ہمارے شیخ تھے، شیخ ولی الدین عراقی سے فقہ، اصول اور حدیث کی تحصیل کی، پھر درس و افتاء میں مشغول ہوئے، آپ کی تصانیف میں سے شرح مختصر المزنی اور حاشیہ نور الروض و مختصر الروض من الانف للسہیلی مشہور و معروف ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الرسالة المنظرۃ و شذر رات الذہب)

۲۶۶- حافظ تقدیم الدین بن فہد متوفی ۱۷۸ھ

بڑے محدث تھے، آپ نے حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ کا ذیل لکھا جو لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ کے نام سے مشق میں چھپ کر شائع ہو گیا ہے، آپ کے صاحبزادے نجم الدین عمر بن فہد (م ۸۸۵ھ) نے تذکرہ الحفاظ اور لحظ الحفاظ دونوں کے اشخاص کو بجا طبقات کے حروف تجھی پر مرتب کر کے ایک نئی کتاب بنادی ہے اور نام تذکرہ الحفاظ ہی رکھا۔

آپ کے علاوہ حسینی دمشقی (م ۱۵۷ھ) نے بھی ذیل تذکرۃ الحفاظ لکھا اور علامہ سیوطی نے بھی طبقات الحفاظ کے نام سے ذہبی کے تذکرہ الحفاظ کی تلخیص کی، حسینی، ابن فہد اور سیوطی تینوں کے مذکورہ بالاذیوال مجموعہ ”تذکرہ الحفاظ“ کے نام سے محدث کوثریؒ کی صحیح تعلیق کے ساتھ مشق سے ایک ضخیم جلد میں شائع ہو گئے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (ابن ماجہ و علم حدیث مولانا نعمانی عم فیضہم)

۲۶۷- شیخ احمد بن محمد بن حسن بن علیؒ بن یحییٰ بن اشمنی حنفیؒ م ۸۷۲ھ

بڑے تبحر محدث و فقیہ و مفسر تھے، پہلے اپنے والد ماجد اور دادا کی طرح مالکی تھے، پھر حنفی ہو گئے تھے، حدیث ولی الدین عراقی سے

حاصل کی، تمام علوم و فنون میں اپنے معاصرین سے فائز ہوئے، حافظ سخاوی نے مدت تک آپ سے پڑھا ہے، علامہ سیوطی بھی آپ کے تلمذ حديث ہیں اور ایک جزو حدیث مسلسل بالحاة کی آپ سے روایت کر کے اس کی تخریج بھی کی ہے اور بغایہ الوعاۃ فی طبقات الحاثۃ میں آپ کی انتہائی درج و ثناء کی ہے، مثلاً لکھا کہ آپ علم تفسیر کے دریائے سچیت اور کشاف و قائق تھے، حدیث کی روایت و درایت اور حل مشکلات و فتح مغلقات میں تنہا آپ ہی مرجع و معتمد تھے، فقد میں وہ درج تھا کہ امام اعظم آپ کو دیکھتے تو انعام و اکرام کرتے، کلام میں ایسے بلند پایہ کہ اشعری آپ کو اپنے پاس بٹھاتے اور خوش ہوتے، اسی طرح دوسرے علوم میں تشویق لکھ کر چند اشعار مدحیہ بہت ہی شاندار لکھے ہیں جو صاحب شذرات نے نقل کئے ہیں، آپ کی تصانیف یہ ہیں: کمال الدرایہ شرح الوقایہ (جس سے آپ کے احادیث احکام سے متعلق غیر معمولی وسعت علم و تبحر کا اندازہ ہوتا ہے) شرح المغنى لابن ہشام، حاشیہ شفاء شرح نظم الخجہ فی الحدیث، ارفق المسالک لتأدیۃ المناسک، حمیم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (لقدمة، شذرات، حدائق)

۲۶۸- المولی علاء الدین علی بن محمد بسطامی ہروی رازی حنفی م ۸۷۵ھ

امام فخر الدین رازی شافعی کی اولاد میں سے بڑے پایہ کے حنفی عالم ہوئے ہیں، ابتداء عمر سے ہی تصنیف کا شوق تھا، اسی لئے مصنفک (چھوٹے مصنف) مشہور ہوئے، اکابر علماء سے تمام علوم و فنون میں کامل دستگاہ پائی، ہر روز ایک جزو تصنیف کر لیتے تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: شرح المصالح للبغوی، شرح الکشاف، حاشیہ تلویح، حاشیہ شرح وقایہ، حاشیہ شرح عقائد، شرح الارشاد، شرح الباب، شرح المطول وغيرہ۔ حمیم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (شذرات الذہب ص ۳۱۹ ج ۷)

۲۶۹- حافظ حدیث علامہ زین الدین ابوالعدل قاسم بن قطلو بغا مصري حنفی م ۸۷۹ھ

امام عصر، محدث اعظم، فقیہ کامل، جامع علوم و فنون، استحضار مذاہب میں بے نظیر تھے، مناظرہ اور اسکات خصم میں یہ طویل رکھتے تھے، حفظ قرآن مجید و دیگر کتب علوم و فنون سے فارغ ہو کر اکابر علماء و محدثین عصر سے تکمیل، آپ کے خاص اساتذہ یہ ہیں: حافظ بدرا الدین عینی حنفی، حافظ ابن البهائم حنفی، حافظ ابن حجر شافعی، سراج قاری الہدایہ حنفی، عز بن عبدالسلام بغدادی حنفی، عبد اللطیف کرمانی وغیرہ، مگر سب سے زیادہ آپ حافظ ابن ہمام کی خدمت میں رہے اور زیادہ سے زیادہ علوم کا استفادہ ان سے کیا، آپ کے تلامذہ میں سخاوی وغیرہ مشہور ہیں، آپ کی مشہور تصانیف حسب ذیل ہیں، ورنہ یوں ستر سے زیادہ توقفہ و حدیث ہی میں آپ کی تالیف قیسہ ہیں۔

(۱) شرح مصالح النساء (۲) تخریج احادیث الاختیار (۳) رجال شرح معانی الآثار (۴) تخریج احادیث اصول المبردی (۵) تخریج احادیث الفرائض (۶) تخریج احادیث شرح القدوی للاقطع (۷) ثقات الرجال (۸) تخفیف الحیاء بما فات من تخاریج الاحیاء (۹) منیۃ الاممی فی ما فات من تخریج احادیث الہدایۃ للزبیعی (ای کے آخر میں ان احادیث کی بھی تخریج چھپ گئی ہے جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے درایہ تکمیل نصب الرایہ میں "لم اجده" کا ریمارک کیا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا علم و مطالعہ حدیث حافظ الدنیا ابن حجر سے بھی بڑھا ہوا تھا (۱۰) تخریج احادیث تفسیر ابن الیث (۱۱) شرح مختصر المنار (۱۲) شرح مجمع البحرين (۱۳) شرح دررالبحار (۱۴) مجم (۱۵) شرح مخطوطۃ ابن الجرzi فی علم الحدیث (۱۶) تعلیق تفسیر البیضاوی (۱۷) ترجیع الجوہر لتعی (۱۸) حاشیہ فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث (۱۹) حاشیہ مشارق الانوار (۲۰) تعلیقات نجۃۃ الفکر (۲۱) امامی مساتیدابی حنفیہ (۲۲) حاشیہ تلویح (۲۳) مجموعۃ القتاوی (۲۴) تاریخ ابی یعلی خلیلی (م ۳۳۶) کو جس میں محمد شین و علماء کے حالات ابو یعلی نے ترتیب بلاد سے اپنے زمانہ تک کے ذکر کئے تھے، ان کو علامہ قاسم بن قطلو بغا نے ترتیب حروف سے مرتب کیا، آپ کی اس خدمت کی نشاندہی علامہ کتابی (م ۱۳۲۵ھ) نے الرسالۃ المستظر فیہ (مطبوعہ کراچی) میں کی ہے، جزاہ اللہ خیرا۔

علامہ برہان بقائی نے عنوان الزمان میں کتب مذکورہ بالا میں اکثر کا ذکر کیا ہے پھر لکھا کہ ان کے علاوہ بہت سی گرفتاریات ہیں جن میں سے اکثر اب تک ابتدائی مسودات اور یادداشتیں کی صورت میں غیر مرتب موجود ہیں، یہ بھی لکھا کہ آپ نے ایسی عالی ہمتی سے علوم کی تحصیل میں جدوجہد کی کہ بہت ہی جلد آپ کا شہرہ ہو گیا اور جگہ جگہ آپ کے علم و فضل کا چرچا پھیل گیا، حتیٰ کہ آپ کے اساتذہ و مشائخ نے بھی آپ کی بہت زیادہ تعریف کی۔

اس کو نقل کرنے کے بعد صاحب شذرات نے اضافہ کیا کہ آپ سے اس قدر کثیر تعداد میں علماء نے استفادہ علوم کیا کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا اور خلاصہ یہ ہے کہ آپ حسنات دہر میں سے تھے۔ حمایہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔

افسوس ہے کہ ایسے ایسے جلیل القدر محدثین احتراف کا تذکرہ ہماری موجودہ مطبوعہ کتب احتراف میں بہت ہی مختصر ہے، بتان المحدثین میں تو اس محدث عظیم المرتبت کا ذکر ہی نہیں، جیسا حافظ زیلیعی حنفی، حافظ عینی حنفی وغیرہ کبار محدثین کا نہیں ہے، فوائد بیہیہ میں بطور تعلیق بہت ہی مختصر ہے کہ اور ۳-۵ تصانیف ذکر کیں، مؤلف حدائق حنفیہ نے حسب عادت کچھ بہتر مواد جمع کر دیا ہے پھر بھی اس سے زیادہ شذرات الذہب میں ایک ضمیلی عالم نے لکھا ہے۔

اس سلسلہ میں مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ اگر تمام مطبوعہ ذخیرہ سے ہی محدثین احتراف کے حالات جمع کر لئے جائیں تو ”طبقات حنفیہ“ میں بہت اچھی کتاب تیار ہو سکتی ہے، جو طبقات شافعیہ، مالکیہ و حنبلیہ سے کسی طرح کم نہ ہوگی، اس میں شک نہیں کہ بہت ہی بڑی اہم علمی خدمت ہے ”تذکرہ محدثین“ چونکہ احتراف کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، اس لئے اس میں سب ہی حضرات کا مختصر تعارف کراوینا مناسب ہوا، تاہم یہ رعایت بھی اس میں بخوبی ہے کہ محدثین احتراف کے تذکرے چونکہ عربی و اردو میں اب تک کم سے کم آئے ہی، ان کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جائے تاکہ اس کی کسی کسی قدر تلافی ہو جائے اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ لکھنے والوں کی دل تکشی نے ہی اس کی کا احساس بیجا کرایا تھا، ورنہ واقع و حقیقت کے اعتبار سے وہ دوسروں سے کم نہیں ہیں۔

علامہ کتابی کی مذکورہ بالا کتاب محدثین کی علمی خدمات کے سرسری جائزہ کے لئے نہایت گرفتاریاتی ہے، جس میں تقریباً پانچ سو محدثین کا ذکر آگیا ہے، مگر افسوس ہے کہ اس میں محدثین احتراف کی بڑی کثرت نظر انداز ہو گئی ہے اور ان کی خدمات بھی، اس کتاب کو محترم مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی جیسے باہمی مصنف اگر پھر سے مرتب کریں اور اس کی کی تلافی کر دیں تو اس کتاب کی افادیت کو چار چاند لگ سکتے ہیں، وما توفیقنا الا بالله الغنی الکریم، رقم الحروف کا خیال ہے کہ یہ خدمت درحقیقت صرف حفیت کی خدمت نہیں بلکہ مجموعی اعتبار سے پورے فن حدیث ہی کی خدمت ہو گی کہ قصر حدیث کے جو گوشے محدثین احتراف کے تذکرہ کروں سے خالی چھوڑ دیئے گئے ہیں وہ اپنی جگہوں پر آباد ہو کر پورے قصر کی زیب وزیست بڑھادیں گے اور پھر تمام محدثین کرام کی ایک کامل و مکمل تاریخ سامنے ہو جائے گی۔ لانرید الا الاصلاح ما استطعنا وما توفیقنا الا بالله العلی العظیم۔

۲۷۰ ص شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن امیر الحاج حلی حنفی م ۸۷۹ھ

علماء حنفیہ میں سے حلب کے جلیل القدر عالم حدیث، تفسیر و فقہ اور امام وقت علماء و مصنف تھے، آپ کی تصانیف فاخرہ بہت مشہور ہیں، مثلاً شرح التحریر لابن الجہام (اصول فقہ میں ۲۳ مجلد) جو تجزیہ احادیث، بیان طرق احادیث و مخزین میں سے بھری ہوئی ہیں اور اس سے آپ کے وسعت علم حدیث پر پوری روشنی پڑتی ہے، آپ سے بڑے بڑوں نے علم حاصل کیا اور آپ کی شاگردی پر فخر کیا ہے۔ حمایہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة والرسالة ص ۱۶۰ اوشذرات ص ۳۲۸)

۲۱- شیخ امین الدین یحییٰ بن محمد اقصرائی حنفی م ۸۷۹ھ

بڑے جلیل القدر عالم تھے، علامہ سیوطی کی حسن الحاضرہ میں ہے کہ آپ قاہرہ میں اپنے زمانہ کے الحفیہ تھے، ولادت ۹۰۷ھ کے پچھے بعد ہوئی اور ریاست مذہب حنفی آپ کے زمانہ میں آپ ہی پرمنتی ہوئی، حمایم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۳۲۸ ج ۷)

۲۲- شیخ محی الدین ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان بن سعد بن مسعود رومی برعمی حنفی م ۸۷۹ھ

بڑے محدث، مفسر، نحوی، لغوی و ادیب اور نہایت واسع العلم تھے، کافیہ سے بڑا شاغف تھا، اس لئے کافیجی مشہور ہو گئے تھے، علامہ سیوطی نے آپ کو بغیر الوعاۃ میں شیخنا العلامہ، استاذ الالا ساتذہ لکھا، کبار علماء و مشائخ سے علوم عقلیہ و نقليہ حاصل کئے، علوم حدیث پر بھی بڑی نظر تھی، مشتعلین حدیث سے بڑا تعلق و محبت رکھتے تھے، اہل بدعت سے سخت تنفس تھے، بڑے عابد زادہ تھے، فن حدیث میں، الخصر فی علوم الحدیث اور تفسیر میں الخصر فی علوم التفسیر لکھی، مسائل نحو میں بڑا اکمال تھا، شرح قواعد الاعرب اور شرح کلمتی المشہادة مختصر مگر بہت نافع و گرانقدر تالیفات کیں، ایک روز اپنے بڑے تلامذہ سے زید قائم کا اعراب پوچھ بیٹھے اور پھر ۱۱۳۱ھ میں اس بارے میں لکھوائی۔ حمایم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۲۷ ج ۷)

۲۳- شیخ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر قطلو بغا بلکتری قاہری حنفی م ۸۸۱ھ

بڑے محدث، مفسر و فقیہ تھے، علامہ سیوطی نے حسن الحاضرہ و طبقات الخاتمة میں آپ کو شیخنا الامام العلامہ سیف الدین حنفی نے لکھا، آپ کے شیخ و استاذ ابن ہمام نے آپ کو محقق الدیار المصریہ لکھا اور سالک طریق سلف، عابد، صاحب خیر اور اہل دنیا سے تنفس کہا، ہمیشہ درس علوم کا مشغله رکھتے تھے، فتویٰ سے احتراز کرتے، جامعہ منصوریہ وغیرہ میں تفسیر و فقہ کا درس دیا ہے، مدرستہ العینی میں درس حدیث کے لئے آپ سے بہت اصرار کیا گیا، مگر معدورت کی، تو شیخ ابن ہشام پر آپ کا بڑا طویل حاشیہ ہے جو بہت زیادہ فوائد علمیہ پر مشتمل ہے، شیخ ابن ہمام حج کو گئے تو اپنی جگہ مشخیہ الشیخوں میں معین کیا تھا۔ حمایم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۳۲ ج ۷)

۲۴- شیخ عبدالعزیز بن عبد الرحمن بن عمر العقیلی حلی معرف ابن العدیم حنفی،

ولادت ۸۸۲ھ متوفی ۸۱۱ھ

ولادت قاہرہ میں ہوئی، آپ کا سب خاندان علم و فضل کا گھوارہ ہے اور سلسلہ نسب ابو جراوہ خادم خاص حضرت علیؑ سے ملتا ہے، آپ کے اجداد میں سے شیخ بیت اللہ بن احمد نے اس خاندان میں سب سے پہلے قضاۓ کا منصب سنبھالا، بڑے عالم و محدث تھے جنہوں نے ”الخلاف بین ابی حدیفة و صاحبیہ“، جیسی اہم گرانقدر کتاب لکھی، پھر کمال الدین ابن العدیم (م ۲۶۰ھ) اپنے وقت کے امام و رئیس الحفیہ علامہ محدث و مورخ اعظم ہوئے، جنہوں نے بغیر الطلب فی تاریخ حلب تمیں جلدیں میں لکھی، نیز حدیث و فقہ و ادب میں بھی گرانقدر تالیفات کیں، لکھا ہے کہ اپنے فضائل و کمالات کے اعتبار سے عدیم الغیر تھے، پھر مجدد الدین عبدالرحمن (م ۷۷۶ھ) بھی بڑے عالم و محدث عارف مذہب ہوئے، آپ نے جامع حاکم میں خطبہ دیا اور طاہریہ میں درس علوم دیا۔

ان کے بعد احمد بن ابراہیم بھی بڑے محدث ہوئے، جن سے ۸۳۵ھ میں حافظ ابن حجر نے حدیث پڑھی ہے، درمیان میں اور بھی جتنے آپ کے سلسلے کے آبا و اجداد گزرے وہ سب علماء ذوی القدر اور قاضی القضاۃ حلب ہوئے، آپ بھی امام وقت و علامہ روزگار محدث تجوہ و فقیہہ جید ہوئے، حافظ عراقی، برماڈی اور ابن جزری ایسے اکابر محدثین نے آپ کو حدیث پڑھائی اور حدیث و فقہ شائع کرنے کی اجازت و سند

دی، آپ کو اپنے پردادا کے مثل ہونے کی وجہ سے ”ابن عدیم“ کہا جاتا تھا۔ حمّہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (فوانیں بہیہ ص ۱۷۸ شذرات وحدائق)

۲۷-الموالی محمد بن قطب الدین از نقی حنفی م ۸۸۵ھ

امام عصر، عالم باعمل، جامع علوم نقلیہ، عقليہ، مولی فتاویٰ کے تلمیذ خاص تھے، ہر علم و فن میں ماہر و کامل ہوئے، اپنے سب اقران پر فوکیت لے گئے، مسلک تصوف میں بھی باکمال ہوئے، شریعت و طریقت و حقیقت کو جمع کیا اور مفتاح الغیب صدر الدین قونوی کی اعلیٰ درجہ کی شرح لکھی نیز خصوص صدر قونوی کی بھی شرح کی۔ حمّہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۲۳ ج ۷)

۲۸-مولی خرو محمد بن قراموز رومی حنفی م ۸۸۵ھ

امام وقت، علامہ زماں، صاحب تصنیف، محدث و فقیہ و اصولی تھے، آپ کے والد ماجد امراء و دولت سے تھے اور نو مسلم تھے، آپ نے اکابر علماء عصر سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی، مطہول پر حواشی لکھے اور مدرسہ شاہ ملک مدنیہ اور نہ میں مدرس ہوئے پھر مدرسہ حلیبیہ میں مدرس ہوئے اور سلطان محمد خان دوبارہ تخت سلطنت پر بیٹھئے تو آپ کی تخلوہ اور روزنہ ایک سودہم کردی تھی، پھر قسطنطینیہ فتح ہوا تو آپ کو وہاں کا قاضی بھی بنادیا گیا اور جامع ایاصوفیا میں بھی درس علوم دینے لگے۔

معمولی سادہ لباس پہننے تھے، چھوٹا عمائدہ باندھتے تھے، بہت ہی متواضع منکر المزاج تھے، لا تعداد خدام و غلام تھے، مگر انہا کام خود کرتے تھے اور نہایت خوش اخلاق، ملساڑ تھے، سلطان محمد آپ کی بڑی عزت کرتا تھا اور آپ پر فخر کرتا اور اپنے وزراء سے کہا کرتا تھا کہ یہ اس زمانہ کے ابوحنیفہ ہیں۔

با وجود قضاۓ افقاء تدریس کے مشاغل نہیں کے روزانہ رو و رق کتب سلف سے نہایت خوش خط نقل کیا کرتے تھے، آپ کی تصنیف یہ ہیں، حواشی معطول، حواشی تکویح، حواشی تفسیر بیضاوی، مرقاۃ الوصول فی علم الاصول، شرح مرقاۃ مذکور، الدرر والغرر وغیرہ، حمّہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات ص ۳۲۲ ج ۷)

۲۹-شیخ عز الدین عبد اللطیف بن عبدالعزیز بن امین الدین حنفی م ۸۸۵ھ

ابن فرشتہ اور ابن ملک کے نام سے بڑے عالم و فاضل محدث گزرے ہیں، دقائیق و مشکلات کو حل کرنے میں ماہر کامل تھے، بہت مفید علمی تصنیف کیں، مثلاً حدیث میں مبارق الازہار، شرح مشارق الانوار، اصول فقہ میں شرح مجتمع البحرین و شرح وقاریہ اور ایک رسالہ علم تصوف میں۔ حمّہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات وحدائق حنفیہ)

۳۰-الموالی شمس الدین احمد بن موسی الشہیر ”بالخیالی“، حنفی م ۸۸۶ھ

بڑے محقق مدقق عالم، جامع معقول و منقول تھے، درس و تالیف آپ کے بہترین مشاغل تھے، شرح عقائد پر آپ کے حواشی نہایت مشہور و مقبول و متدبول ہوئے، اس میں بعض مضمایں ایسے دقيق و دشوار ہیں کہ بڑے بڑے فضلاء ان کو حل کرنے سے عاجز ہوتے ہیں لیکن حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب سیالکوئی نے ان کا بھی بہترین حل کر دیا ہے۔

اوائل شرح تحرید پر بھی حواشی لکھے، صرف ۳۳ سال عمر ہوئی، بڑے بڑے عابدو زاہد تھے، صوفیہ کے طریقہ پر ذکر واذ کار میں بھی مشغول ہوتے تھے، دن رات میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے، علامہ ابن عمار حنفی نے آپ کو امام علامہ لکھا، حمّہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (شذرات الذہب ص ۳۲۲ وحدائق حنفیہ)

۲۷۹- شیخ شمس الدین احمد بن اسماعیل بن محمد کورانی حنفی م ۸۹۳ھ

مولیٰ فاضل کے نام محدث کبیر مشہور تھے، اپنے زمانہ کے اکابر علماء کے علوم کی تحصیل و تمجیل کر کے یگانہ روزگار ہوئے، شہر بروسائیں مدرسہ مراد خان غازی میں درس علوم دیا، پھر منصب قضاۃ و افتاء پر بھی فائز ہوئے، ۱۸۶ھ میں آپ نے ایک تفسیر "غاییۃ الامانی فی تفسیر الكلام الربانی" لکھی جس میں زختری اور بیضاوی پر اکثر جگہ مواخذات کئے، پھر ۱۸۷ھ میں شہراور نہ میں صحیح بخاری کی شرح الکوثر الجاری علی ریاض البخاری، لکھی اس میں اکثر مواضع میں کرمانی اور حافظ ابن حجر پر اعتراضات کئے، بڑے عابد، زاہد، شب زندہ دار تھے، نقل ہے کہ رات کو بالکل نہ سوتے تھا اور روزانہ ایک ختم قرآن مجید ہر شب میں کرتے تھے۔ حبہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۲۸۰- شیخ شہاب الدین العباس احمد بن محمد بن علیسی زروق فارسی م ۸۹۳ھ

اپنے زمانہ کے مشہور محدث اور متاخرین صوفیہ کرام کے ان کے محققین میں سے ہیں جنہوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا ہے، شیخ شہاب الدین قسطلانی وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں، آپ کی تصانیف سے حاشیہ بخاری، شرح قرطیبی، شرح اسماء حسنی، قواعد التصوف (قواعد الطریقۃ فی الجمیع بین الشریعۃ والحقیقت) کشف الظنوں، حواویث الوقت وغیرہ ہیں۔ حبہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (بستان المحمدین)

۲۸۱- حافظ ابوالحیر شمس الدین محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابی بکر السنیawai شافعی م ۹۰۲ھ ولادت ۸۳۱ھ

مشہور و معروف محدث علام تھے، ابتداء عمر میں حفاظ قرآن مجید کے بعد بہت سے علوم و فنون کی کتابیں یاد کیں، دوسرے علوم کے ساتھ حدیث، فقہ، قرأت تاریخ و عربیت میں ممتاز مقام حاصل کیا، چار سو سے زیادہ کتابوں سے اخذ علوم کیا، حافظ ابن حجر کے مخصوص تلامذہ و اصحاب میں سے تھے، صحیح بخاری کو ۱۲۰ اعلماء سے روایت کرتے تھے، تحصیل علم کے لئے دور دراز بلاد و امصار کے سفر کئے، آپ کے اور رسول اکرم ﷺ کے درمیان روایت حدیث کے صرف دس واسطے ہیں۔

کئی بار حج کے لئے حاضر ہوئے، اور حج ۸۷۰ھ کے بعد ایک عرصہ کے لئے مجاورت مکہ معظمه اختیار فرمائی اور وہاں بھی درس میں مشغول ہوئے پھر ۸۵۵ھ میں حج کیا اور دوسال مکہ مظعمہ میں اور تین ماہ مدینہ طیبہ میں اقامت کی، پھر ۸۹۲ھ میں حج کیا اور دوسال رہے پھر ۹۶ھ میں حج کے لئے حاضر ہوئے اور درمیان ۹۸ھ تک قیام فرمایا کہ مدینہ طیبہ پہنچے وہاں چند ماہ اور رمضان گزار کر مکہ معظمه واپس ہوئے اور ایک مدت رہ کر پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے پھر وقت وفات تک وہیں رہے (تفصیل میں نے اس لئے دی ہے کہ اس زمانہ کے اکابر و علماء کا حریم سے تعلق اور وہاں کے قیام کا طور و طریق معلوم ہو)

آپ سے غیر محصور علماء نے تحصیل علوم کی، آپ کی تصانیف اعلیٰ درجہ کی تحقیقاتی اور نہایت مفید ہیں، پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ کے اندر مذہبی تعصُّب نہیں تھا، طبیعت نہایت ہی الناصف پسند تھی، اسی لئے اپنے شیخ عظیم حافظ ابن حجر تک کے تعصُّب کو بھی برداشت نہ کر سکے اور صراحة سے فرمائے کہ ہمارے شیخ نے حنفیہ کے ساتھ تعصُّب و تنگ نظری کا معاملہ کیا ہے جس کا ذکر حافظ ابن حجر کے حالات میں پہلے ہو چکا ہے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: فتح المغیث بشرح الفیہ الحدیث (جو بہترین جامع تحقیقی تصنیف ہے) الضوء الملائم لائل القرن التاسع (جلد) اس میں آپ نے خود اپنا تذکرہ بھی حسب عادت محدثین کیا ہے، القاصد الحسن فی الاحادیث الجاریۃ علی لالستہ (جو علامہ سیوطی کی الجواہر المشتری سے زیادہ جامع واقن ہے)۔ القول البدیع فی الصلة علی الحبیب الشفیعی، الاعلان بالتوسع علی من ذم علم التوریخ (نهایت نفیس اعلیٰ تالیف ہے) التاریخ البحیر (حروف سمجھ میں مرتب ہے) تخلیص تاریخ الیمن، تحریر المیزان، عمدة القاری، والسامع فی ختم اصح الجامع وغیرہ۔

علم جرج و تعدل میں بھی بڑے عالم و فاضل تھے، حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حافظ ذہبی کے بعد ان کے طرز و طریق پر چلنے والے صرف آپ ہی ہوتے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (شذرات الذہب ص ۱۵۵ ج ۸)

۲۸۲- الشیخ العالم الحمد ث راجح بن داؤد بن محمد حنفی م ۹۰۲ھ

صوبہ گجرات کے بڑے عالم و محدث تھے، اکابر علماء سے تحصیل کی اور حریم جا کر وہاں کے محدثین سے بھی استفادہ کیا، حافظ سخاوی نے الضوء الامان مع میں آپ کا ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ مجھ سے بھی شرح الفہیۃ الحدیث پڑھی ہے اور میں نے ان کو اجازت روایت حدیث لکھ کر دی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۱۱)

۲۸۳- حافظ جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن محمد بن الشیخ ہمام الدین سیوطی شافعی

م ۹۱۱ھ ولادت ۸۲۹ھ

مشہور مند محقق، محدث علام مدقق، صاحب مولفات فائقہ تافعہ تھے، پانچ سال کچھ ماہ کے تھے کہ سائیہ پدری سے محروم ہو گئے، حسب وصیت والدہ ماجد چند بزرگوں کی سرپستی میں آئے جن میں سے شیخ کمال بن الہمام حنفی بھی تھے، انہوں نے آپ کا وظیفہ شخونیہ سے کرا دیا اور آپ کی طرف پوری توجہ کی، ۸ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید سے فارغ ہو کر فنون کی کتابیں حفظ کیں، شیخ شمس سیرامی اور شیخ شمس مرزا بانی حنفی سے بہت سی درسی و غیر درسی کتابیں پڑھیں، علامہ بلقیسی، علامہ شرف النادری اور محقق الدیار المصری یہ سیف الدین محمد بن محمد حنفی نیز علامہ شمسی و علامہ کافی کے حلقات میں درس سے بھی مددوں استفادہ کیا۔

غرض پوری طرح تحصیل و تکمیل کے بعد درس تالیف میں مشغول ہوئے اور بہترین مفید تالیفات کیں جن شمار پانچ سو سے اوپر کیا گیا ہے، نہایت سریع التالیف تھے اپنے زمانہ میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے، خود فرمایا کہ ”مجھے دلا کھا احادیث یاد ہیں اور اگر اس سے زیادہ مجھے ملتیں تو ان کو بھی یاد کرتا، شاید اس وقت اس سے زیادہ دنیا میں موجود نہیں ہیں“۔

چالیس سال کی عمر ہو کر ترک و تجربہ اختیار کی، ایک طرف گوشہ نشین ہو کر درس و افتاء بھی چھوڑ کر صرف عبادت و تالیف کا شغل رکھا، تمام دنخواہی تعلقات ختم کر دیئے تھے، امراء و اغفاریاء آپ کی زیارت کے لئے آتے اور ہدایا و اموال پیش کرتے، مگر آپ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرتے تھے، سلطان غوری نے ایک خصی غلام اور ایک ہزار اشرفی بھیجی تو اشرفیاں واپس کر دی اور غلام کو آزاد کر کے جمیرہ نبویہ (علی صاحبها الف السلام و تحيیہ) کا خادم بنادیا، سلطان کے قاصد سے کہا کہ آئندہ کوئی ہدیہ ہمارے پاس نہ آئے خدا نے ہمیں ان ہدایا و تھائف دنیا سے مستغنی کر دیا ہے، بادشاہ نے کئی بار ملاقات کے لئے بلایا، مگر آپ نہ گئے، کئی بار حضور اکرم ﷺ کو آپ نے دوسروں نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کو یا شیخ السنہ، یا شیخ الحدیث کہہ کر خطاب فرمایا۔

شیخ عبدال قادر شاذلی نے آپ سے یقظ میں بھی زیارت کا واقعہ اور اسی طرح خطاب فرمانا نقل کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میں اہل جنت سے ہوں؟ ارشاد فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا، کیا بغیر کسی عتاب کے؟ ارشاد فرمایا تمہارے لئے یہ بھی کہیں؟ شاذلی نے دریافت کیا کہ کتنی بار آپ کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت مبارکہ بیداری میں ہوئی ہے؟ فرمایا ستر سے زیادہ مرتبہ۔ آپ کے خادم خاص محمد بن علی جبک سے یہ واقعہ بھی نقل ہوا ہے کہ ایک روز قیلوہ کے وقت فرمایا کہ اگر تم میرے مرنے سے پہلے اس راز کو افشا نہ کرو تو آج عصر کی نماز مکہ میں پڑھوادوں؟ عرض کیا ضرور! فرمایا آنکھیں بند کرلو! اور ہاتھ پکڑ کر تقریباً ۲۸ قدم چل کر فرمایا اب

آنکھیں کھول دو تو ہم باب معلات پر تھے، حرم پہنچ کر طواف کیا، زمزم پیا، فرمایا کہ اس سے کچھ تعجب مت کرو کہ ہمارے لئے طلی ارض ہوا بلکہ زیادہ تعجب اس کا ہے کہ مصر کے بہت سے مجاورین حرم ہمارے متعارف یہاں موجود ہیں، مگر ہمیں نہ پہچان سکے، پھر فرمایا، اگر تم چاہو تو ساتھ چلو یا حاجیوں کے ساتھ آ جانا، عرض کیا ساتھ چلوں گا، باب معلات تک گئے، پھر فرمایا آنکھیں بند کر لو اور مجھے صرف سات قدم دوڑا یا، آنکھیں کھولیں تو مصر میں تھے، آپ کے مناقب، کرامات اور صحیح پیش گوئیاں بکثرت ہیں، مگر سب سے بڑی کرامت آپ کی تالیفات ہیں جو اکثر مشہور و معروف ہیں، بستان الحمد شیں میں آپ کی مسلسلات صغری کا الرسالۃ المستظر فہ میں جیادا مسلسلات اور مسلسلات کبریٰ کا ذکر ہے جس میں ۸۵ حدیث ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة و جعلنا مدد و من مددنی جنات النعیم (شد رات الذہب ص ۱۵۷ ج ۸)

۲۸۳-السید الشریف نور الدین ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن احمد سمهودی شافعی م ۹۱۱ھ
بڑے محدث، عالم و مورخ تھے، آپ کی "الوفایہ بحسب حضرۃ المصطفیٰ اور وفاء الوفاء با خیار دار المصطفیٰ" وغیرہ نہایت قابل قدر علمی، تاریخی تالیفات ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة (الرسال ص ۱۶۲)

۲۸۴-شیخ عبدالبر بن محمد بن محب الدین محمد بن محمد بن محمود ابو البرکات مصری حنفی م ۹۲۱ھ
خاندانی لقب ابن شحن، اصل وطن حلب تھا، پھر قاہرہ مصر کی سکونت اختیار کی، اکابر محدثین سے حدیث حاصل کی، علامہ زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفی کی بھی شادگردی کی اور محدث کامل، فقیہ فاضل، جامع معقول و منقول ہوئے، آپ کی تصنیف میں سے شرح منظومة ابن دہبان اور الزخاری الشافی فی الالغاز الحکیم زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة (حدائق حنفیہ)

۲۸۵-شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی مصری شافعی م ۹۲۳ھ
محدث بزرگ اور واعظ بے نظیر تھے، آپ کی تصنیف میں سے ارشاد الساری الی شرح البخاری کی بڑی شہرت ہوئی جو حقیقت میں عمدۃ القاری اور فتح الباری کا خلاصہ ہے اور وہ قسطلانی کے نام سے بھی معروف ہے، حافظ سخاوی اور شیخ الاسلام زکریا النصاری وغیرہ آپ کے اساتذہ میں ہیں، دوسری تصنیف یہ ہیں: الاساعد فی مختصر الارشاد (شرح مذکور کا خلاصہ) شرح الشاطری، المواہب اللہ نیہی بائیحی احمد یہ (جس کی مشہور شرح علامہ زرقانی نے ۸ مجلہ کبیر میں کی ہے، اطائف الاشارات فی عشرات القراءات، الروض الزاهر وغیرہ، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة (بستان الحمد شیں)

۲۸۶-شیخ خزرجی متوفی بعد ۹۲۳ھ

مشہور محدثین میں سے ہیں، آپ نے حافظ ذہبی کی تذہیب تہذیب الکمال کا خلاصہ کیا، جو درحقیقت نہ صرف اس کے بلکہ تہذیب الکمال مزی شافعی اور الکمال فی اسماء الرجال مقدسی حنبلی کے بھی مطالب کا بہترین خلاصہ ہے، اس لئے آپ کا خلاصہ نہایت مقبول و مرجع علماء ہوا ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔

۲۸۷-محدث میر جمال الدین عطاء اللہ حسینی حنفی م ۹۳۰ھ

جامع علوم نقلیہ و عقلیہ، خصوصاً علم حدیث و سیر میں بے مثال تھے، صاحب روضۃ الصفا نے آپ کے مناقب لکھے ہیں، ایک زمانہ تک مدرسہ سلطانیہ میں درس علوم دیا اور ہفتہ میں ایک بار جامع مسجد دارالسلطنت ہرات میں وعظ فرماتے تھے، آپ کی تصنیف میں سے روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی وآلہ والاصحاب نہایت عمدہ معتبر اور مشہور لاثانی کتاب ہے جس کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث

دہلوی نے ”بخارا نافعہ“ میں تحریر فرمایا کہ اگر کوئی صحیح نسخہ روضۃ الا حباب میر جمال الدین محدث حنفی کا دستیاب ہو جائے تو تمام تصانیف سے بہتر ہے جو سیر میں تصنیف ہوئی ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة (حدائق حنفیہ)

۲۸۹- شیخ یعقوب بن سید علی حنفیؒ م ۹۳۱ھ

اپنے زمانہ کے فاضل اجل اور فائق اقران تھے، مدت تک بروسا، اور نہ اور قسطنطینیہ میں درس علوم دیا، کتاب شرعتہ الاسلام کی نہایت محققانہ عمدہ شرح ”مفاتیح الجنان“، لکھی جس میں فوائد نادرہ لٹائف عجیب اور مسائل فہمیہ اور مسائل حدیثیہ جمع کئے، گلستان کی شرح بھی عربی میں لکھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة (حدائق)

۲۹۰- شیخ پاشا جلیلی بکاتی حنفیؒ م ۹۳۹ھ

مولیٰ مؤیدزادہ کے موالی میں سے تھے، علم کی طرف توجہ کی اور یہاں تک ترقی کی کہ دارالحدیث مدینہ منورہ میں درس دیا، بڑے فاضل اور حلیم و کریم تھے، ترکی میں اشعار لکھتے تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة (شذرات الذہب ص ۲۳۲ ج ۸)

۲۹۱- المولی الشہیر بامیر حسن احمد حنفیؒ م ۹۳۶ھ

فاضل محدث تھے، آپ بھی موالی روم میں سے تھے، علم کی طرف متوجہ ہوئے، خاص امتیاز حاصل کیا، تدریسی لائن میں ترقی کر کے دارالحدیث اور نہ مدرس ہوئے اور ہمیشہ علم سے شغل رکھا، متعدد تصانیف بھی کیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة (شذرات الذہب ص ۲۳۲ ج ۸)

۲۹۲- مولیٰ محمد شاہ بن المولی الحاج حسن الرومی حنفیؒ م ۹۳۹ھ

فاضل محدث، لظم و نشر عربی کے ماہر تھے، قسطنطینیہ کے متعدد بڑے مدارس میں درس علوم دیا، ثلاثیات بخاری و قدوری کی شرح لکھیں، تمام اوقات علم میں مشغول رہ کر گزارے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة (شذرات الذہب ص ۲۳۲ ج ۸)

۲۹۳- شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان رومی (ابن کمال پاشا) حنفیؒ م ۹۳۰ھ

محدث کبیر، علامہ زماں، محقق شہیر صاحب تفسیر و تصانیف کشیرہ، موالی روم سے تھے، آپ کے دادا امراء دولت عثمانی میں سے تھے، لیکن آپ نے علمی مشاغل سے دچکی لی جس کی وجہ خود بیان کی کہ ”ایک دفعہ سلطان بازیز یہ خان کے دربار میں تھے، وزیر دربار ابراہیم پاشا موجود تھے اور ایک امیر کبیر احمد بک دربار میں آئے ہوئے تھے، جن سے بڑا اس وقت کوئی امیر باحتیثت تھا، اسی اثناء میں ایک عالم معمولی وضع لباس میں آئے اور امیر نہ کوئے بھی اوپر کی منڈ پر بیٹھے، مجھے حیرت ہوئی کہ ایسے معمولی آدمی کو اتنی عزت کیسے ملی، اپنے ایک رفتق سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کہا کہ ایک عالم مدرس ہیں مولیٰ لطفی، میں نے کہ ان کا روزینہ کیا ہے، کہا ۳۰ درم (جس طرح آج کل ماہوار تنخواہ ہوتی ہے، اس زمانہ میں روزانہ وظیفہ یا روزینہ ملتا تھا) میں نے کہا کہ اس قدر معمولی مرتبہ کا آدمی ایسے بڑے امر کبیر نواب و رئیس سے اوپنچے مقام میں کیسے پہنچا؟ کہا کہ علماء دین کی عزت اسی طرح ہے اور اگر یہ خود کہیں دوسرا کم درجہ کی منڈ پر بیٹھ جاتے تو یہ نواب صاحب اور روزیر دربار بھی اس بات کو ناپسند کرتے، ابن کمال پاشا کا ہی بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد میں نے سوچا کہ ان نواب صاحب کے عالی مرتبہ پر تو میں کسی طرح بھی نہیں پہنچ سکتا، اس لئے علم ہی کی طرف توجہ کرنی چاہئے، میں ان ہی مولیٰ لطفی کی خدمت میں گیا اور تحصیل علم میں لگ گیا۔“

بھیل کے بعد متعدد مدارس میں درس علوم دیا، جنی کے سب سے بڑے جامعہ سلطان بازیز یہ خان اور نہ میں بھی مدرس ہوئے، پھر

وہاں کے قاضی ہو گئے، پھر اور نہ کے دارالحدیث کے شیخ بنے اور بطور پیش ان ایک سو درم عثمانی روزانہ ملنے لگے، پھر قسطنطینیہ کے آخر وقت تک مفتی رہے، شقائق میں ہے کہ بڑے جید عالم تھے، سارے اوقات علمی مشغله میں صرف کرتے، دن رات مطالعہ کرتے اور حاصل مطالعہ کو قائم بند کرتے تھے، ان کا قلم کسی بھی وقت لکھنے سے نہیں تحکما تھا، بہترین تصانیف مباحثہ مہمہ اور علوم عامضہ پر چھوڑ گئے ہیں، تمیں سو کے قریب کتابیں لکھیں، ایک تفسیر نہایت اعلیٰ لکھی جس سے صاحب تفسیر مشہور ہوئے، صحیح بخاری پر تعلیقات لکھیں، تفسیر کشاف و بیضاوی پر حواشی تحریر فرمائے، سورہ ملک کی تفسیر فارسی میں بھی لکھی، خواجهزادہ کی تہافت الفلاسفہ پر بھی حواشی لکھئے، اسی طرح معانی، بیان، فرائض، علم کلام، تاریخ وغیرہ میں بہت سی مفید کتابیں تصویف کیں، بلکہ طبقاتِ تحریر میں ہے کہ ہر فن میں ضرور کچھ لکھا ہے، تمام علماء واکابر نے آپ کے علم و فضل و تفوق تسلیم کیا ہے اور علامہ کفوی نے آپ کو اصحاب ترجیح میں شمار کیا ہے، آپ فصاحت و بلاعث میں بھی بے نظیر تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة (شد رات الذہب ص ۲۳۸ ج ۸ وحدات حنفیہ)

۲۹۳- شیخ اسماعیل شروانی حنفی م ۹۲۲ھ

امام عصر، علامہ محقق مدقق، صالح زادہ، عارف باللہ تھے، علوم کی تحصیل و تکمیل اکابر علماء عصر شیخ جلال الدین دوانی وغیرہ سے کی شقائق میں ہے کہ بڑے باوقار، بارع، عزالت نشین بزرگ تھے، علوم ظاہرہ میں بھی آپ کو فضل عظیم حاصل تھا، تفسیر بیضاوی کا حاشیہ لکھا اور مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کر لی تھی وہیں آپ تفسیر بیضاوی اور بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة (شد رات الذہب ص ۲۲۷ ج ۸)

۲۹۴- شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن یوسف الشامی دمشقی صالحی شافعی م ۹۲۲ھ

بڑے محدث جلیل تھے، آپ کی اسیرۃ نبویہ بہت مشہور ہے، جس کو ہزار کتابوں کی مدد سے لکھا ہے، ہمیشہ تجدی میں بسر کی، مہمانوں کے لئے خود کھانا پکاتے تھے، علامہ شعرانی نے ذیل طبقات میں آپ کا مفصل تذکرہ لکھا، آپ کی دوسری تصانیف قیمه یہ ہیں: (۱) عقود الجمآن فی مناقب العثمانی یہ امام اعظم کے مناقب میں نہایت جامع و مفصل کتاب ہے، علامہ شبلی کی سیرۃ العثمانی کا عامم مأخذ بھی یہی ہے، اس میں آپ نے حدیث لوكان العلم بالثر یا التناولہ ناس من ابناء فارس کا مصدق خاص امام ابوحنیفہ کو قرار دیا ہے جس طرح علامہ سیوطی نے بھی کیا ہے (۲) روا ابن ابی شیبہ میں مستقل تالیف شروع کی تھی جو سیرۃ شامیہ مذکورہ کے غیر معمولی انسناک کی وجہ سے ناکمل روگئی، اس میں آپ نے محدث ابن ابی شیبہ کے ان اعتراضات کے جواب لکھے تھے جو انہوں نے امام صاحب پر وارد کئے تھے (۳) الفوائد الجموعیہ فی بیان لاحادیث الموضوع (۴) الجامع الوجيز للغات القرآن المعزیز (۵) مرشد السالک الی الفیہ ابن مالک (۶) کشف اللبس فی رد الشیش (۷) عین الاصابہ فی معرفۃ الصحابة وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة (الرسالة المستطرفة وشد رات الذہب ص ۲۵۰ ج ۸)

۲۹۵- شیخ محی الدین محمد بن بہاؤ الدین بن لطف اللہ الصوفی حنفی م ۹۵۲ھ

امام، علامہ، محقق، محدث صوفی تھے، مولیٰ مصلح الدین قسطلانی وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی، بڑے عالم علوم شرعیہ، ماہر علوم عقلیہ، عارف تفسیر و حدیث، زادہ، ورع اور جامع شریعت و حقیقت تھے، تصانیف یہ ہیں: شرح اسماء حسنی، تفسیر قرآن مجید، شرح فقہ اکبر (جس میں آپ نے مسائل کلام و تصور کو جمع کیا) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة (شد رات الذہب ص ۲۹۳ ج ۸)

۲۹۶- شیخ شہاب الدین محمد بن احمد بن ابراہیم بن محمد انطاکی حلی حنفی م ۹۵۳ھ

امام، علامہ، محدث، حلب جامع الفردی میں درس حدیث و دیگر علوم عربی ترکی زبان میں دیتے تھے، مذکور طیف تالیف کی، شیخ شہاب

الدین قسطلاني وغیرہ کے تلامذہ حدیث میں ہیں، زہد و صلاح میں بے نظیر تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (شذرات الذهب)

۲۹۸- مند الشام حافظ شمس الدین محمد بن علی معروف بے ابن طولون مشقی صالحی حنفی م ۹۵۳ھ

بڑے محدث، فقیہ، نحوی و مورخ تھے، شذرات میں امام، علامہ، مند مورخ لکھا، مدرسہ شیخ الاسلام ابی عمر میں درس علوم دیتے رہے، خاص طور سے حدیث و نحو کی تحصیل کے لئے دور و دور سے طلبہ آپ کے پاس آتے تھے، آپ کے تمام اوقات درس و افاؤہ اور تالیف کتب میں مشغول تھے، بڑے بڑوں نے آپ سے استفادہ کیا، جیسے الشہاب الطیبی شیخ الوعاظ والحمد شیخ علاء بن عماد الدین، نجم بہنسی خطیب دمشق، شیخ اسماعیل نابلسی مفتی الشافعیہ، زین بن سلطان مفتی الحنفیہ، شہاب عیاذی مفتی شافعیہ، شہاب بن ابی الوفاء مفتی حنابلہ، قاضی اکمل بن مقلح وغیرہم۔

تقریباً پانچ سو کتب و رسائل تالیف کئے چند مشہور یہ ہیں: اعلام السالمین عن کتب سید المرسلین (طبع ہو چکی ہے) الفہرست الاوسط الالائی المنشارہ فی الاحادیث المتواترة وغیرہ، افسوس ہے کہ ایسے اکابر علماء محدثین احناف کا ذکر بھی بستان الحمد شیخ یا فوائد یہیہ اور حدائق حنفی وغیرہ میں نہیں ہے، آپ کے اشعار میں بھی تصوف کی چاشنی موجود ہے مثالی

ارحم محبک یا رضا، ترحم من الله العلی فحدیث دمعی من جفاک مسلسل بالاول اور
میلو عن الدنیا والذاتها فانها لیست بموجودہ
واتبعوا الحق كما ينبغي فانها الانفاس معدود
فاطیب الماء کول من نحلہ وافخر الملبوس من دودہ
رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة۔ (تقدیم نصب الرایہ، شذرات الذهب ص ۲۹۸ ج ۸)

۲۹۹- شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلی حنفی م ۹۵۶ھ

امام، علامہ، محدث، مفسر تھے، فقہ و اصول اور علم قرأت میں بھی یہ طولی رکھتے تھے، اپنے زمانے کے اکابر علماء محمد شیخ سے تحصیل کی، شرح معنیۃ المصلی و ملتقی الابحر تالیف کی، ساری عمر درس علم، تصنیف و عبادات میں مشغول رہے، مشکلات فتاویٰ میں مرجع العلماء تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة۔ (شذرات ص ۳۰۸ ج ۸)

۳۰۰- شیخ یحییٰ بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم جندي مدینی حنفی م ۹۶۳ھ

بڑے عالم فاضل، محدث عالی الانتداب تھے، مدینہ طیبہ میں قاضی الحنفیہ رہے، قاہرہ گئے تو وہاں کے تمام اہل علم نے آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی، ابن حبیلی نے کہا کہ میں نے حج سے لوٹ کر آپ کی زیارت مدینہ طیبہ میں کی اور آپ سے برکت حاصل کی، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة۔ (شذرات ص ۳۲۰ ج ۸)

۳۰۱- شہاب الدین ابوالعباس احمد بن علی المز جاجی حنفی م ۹۶۳ھ

امام عصر، علامہ محدث و فقیہ جید تھے، ایک جماعت محمد شیخ کبار سے تحصیل حدیث کی اور آپ سے بھی اکابر علماء و محمد شیخ میں مثل علامہ مجتہد حافظ ابو الحسن شمس الدین علی، شریف خاتم بن احمد ابدل وغیرہ اور غیر محصور لوگوں نے استفادہ کیا، تمام علمائے وقت آپ کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے تھے، علوم باطنی سے بھی مزین تھے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة۔ (شذرات ص ۳۲۱ ج ۸)

٣٠٢- شیخ عبدالاول بن علاء الحسینی جو پوری حنفی م ۹۶۸ھ

مشہور محدث، فقیر، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے، علم باطن میں حضرت سید محمد گیسورداز کے سلسلہ میں تھے، اکثر علوم میں تصانیف کیں، حدیث میں فیض الباری شرح صحیح البخاری نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھی، رسالہ فرائض سراجی کونظم کر کے اس کی شرح بھی کی، فارسی زبان میں ایک نہایت اہم رسالہ نفس و متعلقات نفس کی تحقیق میں لکھا، سیر میں ایک کتاب فیروز آبادی کی سفر السعادت سے منتخب کر کے تحریر کی، بہت سی کتب پر حواشی و شروعات لکھیں، مثلاً فتوحات مکہ، مطول وغیرہ پر رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر، جدائی حنفیہ)

٣٠٣- شیخ زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد المعروف بابن حکیم حنفی م ۹۷۰ھ

امام علامہ، بحروفہ مامہ، وحید دہر، قرید عصر، عمدۃ العلماء، قدوۃ الفضلا، ختم المحققین و امتحنین تھے، آپ نے حافظ قاسم بن قطلوبغا حنفی وغیرہ سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی، بہت سی کتب و رسائل لکھے، مشہور یہ ہیں: الاشباه والنظائر، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، شرح المنار، لب الاصول مختصر تحریر الاصول لابن ہمام، الفوائد الزینیہ فی فتاوی الحنفیہ، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ جامع الفصولین وغیرہ، آپ کی سب کتابیں بہترین نوادر علمی تحقیقات و تدقیقات کی حامل ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (شدرات الذہب ص ۳۵۸ ج ۸)

٣٠٤- شیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی شافعی م ۹۷۳ھ

شیخ عبدالرؤف منادی نے طبقات میں آپ کے بارے میں لکھا کہ وہ ہمارے شیخ، امام، عامل، عابد، زائد، فقیر، محدث، اصولی، صوفی، محمد بن حنفیہ کی ذریت سے تھے، ابتداء عمر ہی میں حفظ قرآن مجید کے بعد، بہت سی کتب فنون مختلفہ حفظ کر لی تھیں اور مصر میں رہ کر تکمیل کی، حدیث کی بہت سی کتابیں مشائخ وقت سے پڑھیں، فن حدیث سے بہت ہی شغف تھا، لیکن باوجود اس کے آپ کے اندر محدثین کا جمود نہیں تھا، بلکہ فقیرہ انظر تھے، اقوال سلف اور مذاہب خلف پر پوری نظر تھی، فلاسفہ کی تئیص و تحقیر کو روکتے تھے اور ان کی مذمت کرنے والوں سے نفرت کرتے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ عقولاء ہیں، تصوف کی طرف متوجہ ہوئے، تو اس سے بھی حظ و افر حاصل کیا، بڑی ریاضتیں کیں، برسوں تک شب و روز جا گے ہیں، کئی کئی روز تک فاقہ کرتے اور ہمیشہ روزہ رکھتے، عشاء کے بعد سے مجلس ذکر شروع کر کے فجر تک مسلسل رکھتے تھے، سیدی علی الخواص، صوفی، شناوری وغیرہ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے، آپ کی تصانیف جلیلہ میں سے چند یہ ہیں۔

میزان، مختصر الفتوحات و سنن یہنی، مختصر مذکرة القرطبی، البحر الموردنی المیثاق والعبود، البدر الممیر فی غریب احادیث البشیر الذیر (تقریباً ۳۳ سو احادیث حروف مجمع کی ترتیب پر جمع کیں) کشف الغمہ عن جمیع الامم، مشارق الانوار القدیمة فی العہود الحمدیہ، الیوقیت و ابجواہرنی عقائد الاكابر، لواحق الانوار، الکبریت الاحمری علوم الکشف الاكبر وغیرہ۔

آپ نے علم تصوف و حقائق میں سیدی علی الخواص اپنے شیخ و مرشد سے پورا استفادہ کیا ہے جو اسی تھے، مگر علم حقائق وغیرہ کے تبحر عارف تھے ان کے حالات، کشوف و کرامات عجیب و غریب تھے، لوگوں پر کوئی بلا آتی تھی تو اس کے زائل ہونے تک نہ بات کرتے تھے، نہ کھاتے پینتے نہ سوتے تھے، آپ کا قول تھا کہ جو فقیر زمین کے حصوں کی سعادت و شقاوتوں کو نہیں جانتا وہ بہائم کے درجہ میں ہے، نیز فرمایا کرتے تھے کہ کسی فقیر پر بھی نکیر کرنے والے کی بات پر دھیان نہ دینا ورنہ تم خدا کی نظر کرم سے محروم ہو جاؤ گے اور اس کی ناخوشی کے مستحق ہو جاؤ گے، علامہ شعرانی اور سیدی علی الخواص دونوں نے امام اعظمؐ کی بڑی مدح کی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (شدرات الذہب ص ۲۳۳ ج ۸)

۳۰۵-شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن علی بن حجر یشمی شافعی م ۹۷۳ھ
 امام، علامہ بجز اخر، ولادت ۹۰۹ھ میں ہوئی، اکابر علماء مصر سے تحصیل علوم کی، ۲۰ سال سے کم عمر میں تمام علوم و فنون کے جامع و تبحر ہوئے ۹۳۳ھ میں مکہ معظمه حاضر ہوئے، حج کے بعد مقیم رہے، پھر لوٹ کر اپنے اہل و عیال کے ساتھ آخر ۹۳۷ھ میں مکہ معظمه آگئے اور حج کر کے وہیں کی سکونت اختیار فرمائی، درس افتاء اور تایف میں مشغول ہوئے۔

آپ سے غیر محصور علماء نے استقدامہ علوم کیا اور سب آپ کے انتساب تلمذ پر فخر کرتے تھے، ہمارے شیخ المشائخ برہان ابن الأحدب نے بھی آپ کی شاگردی کی ہے، خلاصہ یہ کہ آپ شیخ الاسلام، خاتمة العلماء الاعلام، بحربکر اس، امام الحرمین، واحد العصر، ثانی القطر، ثالث الشمس والبدر تھے، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

شرح المحتلۃ، شرح المنهاج، الصواعق الْحُرَقَة، کف الرعاع محربات اللہبہ دو السماع، الزواجر عن اقتراف الکبائر، تصحیح الاملوک لشیخ القویمین مسائل تعلیم، الاحکام فی قواطع الاسلام، شرح مختصر الروض، الخیرات الحسان فی مناقب العثمان وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (شذرات م ۲۳۷)

۳۰۶-شیخ مکہ علی بن حسام الدین بن عبد الملک بن قاضی خان مقتی برہانپوری حنفی م ۹۷۵ھ
 شیخ وقت، امام علی مقام، محدث بکیر تھے، بندو حرمین کے اکابر سے تحصیل حدیث و دیگر علوم کی، پھر علم باطنی سے بھی عظیم حاصل کیا، حتیٰ کے شیخ ابن حجر کی مفتی حرم محترم نے (جو علوم طاہری میں آپ کے استاد بھی تھے) آپ کی خدمت میں رسم ارادت بجالا کر آپ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

علامہ شعرائی نے طبقات کبریٰ میں لکھا کہ میں نے مکہ معظمه کے زمانہ قیام ۹۲۷ھ میں آپ سے ملاقاتیں کی ہیں، بڑے عالم، متورع، زاہد تھے اور اس قدر نجیف البدن کے فاقوں کی کثرت سے صرف چند چھٹاں کگشت آپ کے پدن پر باقی رہ گیا تھا، اکثر خاموش رہتے، حرم میں صرف نماز کے لئے آتے اور فوراً واپس ہو جاتے میں ان کی جائے قیام پر گیا تو وہاں صوفیہ و فقراء صادقین کا ایک گروہ ان کے پاس جمع دیکھا، ہر فقیر اگر خلوت خانہ میں متوجہ الی اللہ تھا، کوئی مراقب، کوئی ذاکر اور کوئی علمی مطالعہ میں مشغول، میں نے مکہ معظمه میں اس جیسی عجیب چیز اور کوئی نہ دیکھی۔

مکہ معظمه ہی کی سکونت و مجاورت مستقل طور سے اختیار فرمائی تھی، جب تک ہندوستان رہے، یہاں بہت معظم و محترم رہے، حتیٰ کے سلطان محمود فرط عقیدت سے وضو کے وقت آپ کے ہاتھوں اور پاؤں پر پانی ڈالتا تھا، پھر مکہ معظمه کے قیام میں وہاں کے عوام و خاص، امراء و سلاطین بھی ایسی ہی عزت کرتے تھے۔

آپ نے کم و بیش ایک سو کتابیں تصنیف کیں جن میں سب سے بڑی شہرت "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال" کو حاصل ہوئی، علامہ سیوطی نے جامع صغیر، اس کے ذیل زیادة الجامع اور جامع کبیر (جمع الجوامع) تینوں جوامع میں اپنے نزدیک تمام احادیث قویٰ فعلی کو جمع کیا تھا، جو ترتیب حروف و مسانید پر تحریکیں، شیخ علی مقتی نے ان سب کو ابواب فقیہ پر جمع کیا اور اس طرح علامہ سیوطی کی محنت کو زیادہ کارآمد اور مضید اہل علم بنادیا، اسی لئے شیخ ابوالحسن بکری نے لکھا کہ علامہ سیوطی نے ساری دنیا پر احسان کیا تھا اور سیوطی پر علی مقتی کا احسان ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ شیخ علی مقتی کا احسان سیوطی سے بھی زیادہ ساری دنیا نے علم پر ہے، کنز العمال بڑی تقطیع پر عرضہ ہوا، حیدر آباد سے چھپی تھی اور اب تقطیع صغير پر زیر طبع ہے۔

آپ نے سید محمد بن یوسف جو پوری کے دعویٰ مہدویت کے ابطال میں بھی کتاب لکھی، شیخ محمدث دہلوی نے زاد المتقین میں آپ کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے "شیخ مکہ" آپ کی تاریخ ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نہجۃ الجنواد طر وحدائق حنفیہ)

۳۰۷-شیخ محمد سعید بن مولانا خواجہ خراسانی حنفی م ۹۸۱ھ

محدث بکیر، میر کلاں کے نام سے مشہور تھے، علوم کی تحصیل و تکمیل کبار علماء و محدثین سے کی، مکہ معظمه میں ایک مدت تک قیام کیا اور ملا

علی قاری حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوہ سے بھی استفادہ کی، عالم کبیر اور محدث محقق تھے، تمام عمر درس و افادة حدیث و دیگر علوم میں بسرگی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطرص ۳۳۱ ج ۲)

۳۰۸-شیخ محی الدین محمد آفندی بن پیر علی برکلی رومی حنفیؒ م ۹۸۱ھ

عالم، فاضل محدث و فقیہ، جامع معقول و منقول تھے، کبار علماء زمانہ سے علوم کی تحریک و تکمیل کی اور آپ سے بھی کثیر تعداد علماء و فضلاء نے استفادہ کیا، آپ کی تصانیف میں سے "الطریقتہ الحمد" یہ "نہایت مشہور و مقبول ہے اس کے علاوہ مختصر کافیہ، شرح بیضاوی، حواشی شرح و قایہ اور کتاب الفرانض آپ کی علمی بلند پایہ یادگار ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۳۰۹-خطیب المفسرین شیخ محمد بن محمد بن مصطفیٰ العمادی اسکلیبی معروف بہ ابی السعد حنفیؒ

ولادت ۹۸۲ھ متوفی ۹۸۶ھ ملک روم کے قصبہ اسکلیب کے رہنے والے بہت بڑے امام، علامہ، مفسر، فقیہ و محدث تھے، آپ کی تحقیقات عالیہ اور جوابات شافعیہ تمام علوم میں نہایت مشہور و معروف ہوئے، آپ نے رشحال قلم نے علوم و حقائق کے دریا بھائے آپ کے فضائل و مناقب شرق و غرب میں شائع و ذائع ہوئے اور آپ کے درس علوم کی چار دانگ عالم میں شہرت ہوئی، درس و افتاء و قضاء کی غیر معمولی مصروفیت کے باعث آپ تصانیف کی طرف بہت کم توجہ کر سکے، تاہم آپ نے ایک تفسیر "ارشاد لعقل اسلام" الی مزایا الکتاب القديم، لکھی جو ہزار تصانیف پر بھاری ہے اس میں بہترین گروہ قدر لطائف، نکات، فوائد و اشارات جمع کئے ہیں، فصاحت و بلاعث اور اونچے معیار کی عربیت کے اعتبار سے تفسیر کشف و بیضاوی سے فائق ہے، مفسرین احناف میں سے علامہ آلوی بغدادی حنفی کی مشہور تفسیر روح المعانی کے بعد آپ کی تفسیر بیان ووضاحت مقاصدنظم و عبارت کلام مجید و شرح لطائف و مزایا معانی فرقان حید میں لاثانی ہے، جس طرح امام رازی جصاص حنفی کی تفسیر احکام القرآن دلائل و احکام کی پختگی و استحکام و کثرت فوائد حدیثیہ میں بے نظیر ہے۔

ان کے مقابلہ کی کثرت فوائد حدیثیہ کے لحاظ سے مفسرین شافعیہ میں سے علامہ ابن کثیر شافعی کی تفسیر اور دلائل عقلیہ و شرعیہ سے حل مشکلات قرآن کے اعتبار سے امام فخر الدین رازی شافعی کی تفسیر بکیر ہے، علامہ ابن کثیر آیات احکام کے تحت بکثرت تولاتے ہیں، مگر علامہ رازی بصاص کی طرح حدیثی و فقیہی ابحاث سے تعریض نہیں کرتے جن کی شدید ضرورت تھی۔

ایک حنفی عالم کے لئے ان پانچوں تفاسیر کا مطالعہ نہایت ضروری ہے تاکہ مطالب و معانی تزییل پر حاوی ہو سکے، اسی کے ساتھ دور حاضر کی تفاسیر میں سے تفسیر الجواہر طباطباوی اور تفسیر المنار علامہ رشید رضا مرحوم کا مطالعہ بھی ضروری ہے، مگر اکثر جگہ نقد حدیث میں علامہ طباطباوی کا قلم بہک گیا ہے جس طرح علامہ رشید رضا مرحوم اپنے خصوصی نظریات کے تحت تفسیری مباحثت میں جمہور سلف کے نقاط اعتماد سے ہٹ گئے ہیں، غرض اس بات کو ہرگز نظر اندازنا کیجئے کہ جہاں بڑے بڑوں کے علوم سے ہزار علمی فوائد آپ کو حاصل ہوں گے وہاں ان کے تفریقات یا خصوصی نظریات سے بھی آگاہ رہیئے تاکہ آپ سلف کے جادہ اعتماد اور کتاب و سنت کی راہ مستقیم سے دور نہ ہوں۔

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اردو کا دامن بہترین معتمد علمی فوائد و حواشی تفسیر یہ سے مالا مال ہو چکا ہے، خصوصاً حضرت شیخ المشائخ مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی اور حضرت مولانا شیرام صاحب عثمانی کے تفسیری فوائد تمام معتمد تفاسیر کا بہترین انتخاب ہیں گویا، بخور تفاسیر کو ایک کوزہ میں کھہ دست کر دیا ہے، حضرت علامہ عثمانی نے ان فوائد کے تحریر کے وقت مشکلات میں حضرت امام العصر علامہ کشمیری سے بھی پورا استفادہ کیا ہے، حضرت علامہ مرحوم ایک مفصل تفسیر بھی لکھنا چاہتے تھے مگر افسوس ہے کہ دوسری علمی و سیاسی مصروفیات کی وجہ سے نہ لکھ سکے، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اس استطرادی فائدہ کے بعد پھر علامہ ابوالسعود کی خدمت میں آجائیے! آپ سلطنت عثمانیہ کے قاضی القضاۃ بھی رہے ۹۲۳ھ میں

روم الیٰ میں عساکر منصور کی قضا بھی آپ کو تقویض ہوئی اور سلطان وقت کو امر و نبی کے خطاب کرنے کا بھی حق آپ کو حاصل ہوا، پھر ۹۵۱ھ سے قسطنطینیہ میں افقاء کا منصب حاصل ہوا، جس پر تیس سال تک قائم رہے، علامہ ابن حماد جنبلی نے شدرات الذهب میں آپ کے علم و فضل کی بہت زیادہ مدح کی ہے۔

آپ بلند پایہ شاعر بھی تھے، کسی شیعی شاعر نے اہل سنت پر طعن کیا تھا

نحن اناس قد غداد أبنا، حب على بن أبي طالب يعيينا الناس على حبه، فلعنة الله على القاتب
تواس کے جواب میں آپ نے یہ دو شعر کہے

ماعييكم هذا ولکنه، بغض الذی لقب بالصاحب وقولکم فيه وفي بنته، فلعنة الله على الكاذب
شیعی نے کہا تھا کہ ہم کو اہل سنت حب علیؑ کی وجہ سے عیب لگاتے ہیں، لہذا عیب لگانے والوں پر لعنت۔

آپ نے فرمایا کہ تمہیں حب علیؑ کا عیب کس نے لگایا، حب علیؑ میں تو ہم بھی تمہارے ساتھ شریک ہیں، البتہ تمہارا عیب تو صاحب رسول ﷺ سے بغض ہے اور ان کے نیزان کی صاجز ادی کے بارے میں جھوٹی باتوں کا افترا ہے، لہذا جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (شدرات الذهب، حدائق حقيقة)

۳۱۰-مولانا کلاں اولاد خواجہ کو، ہی حنفیٰ م ۹۸۳ھ

محمد اجل، فقید فاضل، بحر خار علوم و فنون تھے، حدیث اور علم دریہ کی تحصیل زبدۃ الحکیمین میرک شاہ (تملیز محدث سید جمال الدین صاحب روضۃ الاحباب) سے کی، حج کو گئے حر میں شریفین کے مشائخ سے بھی استفادۂ علوم ظاہری و باطنی کیا، ہندوستان واپس ہو کر سلطان جہانگیر کے استاد ہوئے اور بکثرت علماء نے آپ سے حدیث پڑھی، محمدث شہیر ملا علی قاری حنفی نے بھی آپ سے مکملۃ شریف پڑھی ہے، کما صرح بہ فی المرقاۃ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حقيقة)

۳۱۱-شیخ عبداللہ بن سعد اللہ المتقی سندی مہاجر مدینی حنفیٰ م ۹۸۳ھ

اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم حدیث و تفسیر تھے، سنده، گجرات اور حر میں شریفین کے علماء کبار سے استفادہ کیا، پھر ان سب مقامات میں درس علوم و اقادۂ کیا، جمع المناسک، لفظ النساک اور حاشیہ عوارف المعارف آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۰۵)

۳۱۲-ملک الحمد شین الشیخ الجلیل محمد بن طاہر بن علی گجراتی پٹنی حنفیٰ متوفی ۹۸۶ھ، ولادت ۹۱۳ھ

بڑے محدث، لغوی اور جامع اعلوم، بحر الفتوح تھے، علامہ حضری نے انور اسافر میں لکھا کہ صلاح و تقویٰ کے پیکر، علوم و فنون کے ماہرو حاذق علماء گجرات میں سب سے بڑے عالم حدیث تھے، ورشہ میں بڑی دولت میں تھی جو سب طلب و علماء پر صرف کی، اغذیاء کو طلب علم کی رغبت دلاتے اور فقراء کی مع ان کے اہل و عیال کے مالی سرپرستی کرتے تھے تاکہ بے قلری سے طلب علم کر سکیں، اپنے زمانہ کے فتنہ مہدویت کے خلاف اپنے شیخ علی متقی کی طرح بڑے عزم و حوصلہ سے کام کیا، عہد کیا تھا کہ جب تک اس بدعت کا استیصال صوبہ گجرات وغیرہ سے نہ ہو گا، سرپر عمامہ نہیں رکھیں گے۔

۹۸۰ھ میں شہنشاہ اکبر تیموری نے گجرات کو فتح کیا تو آپ سے قبیہ پٹن جا کر ملاقات کی اور اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر گلزار پاندھ کر کھا کر آپ کے ترک دستار کا سبب میں نے سن لیا ہے اور آپ کے ارادہ کے موافق نصرت دین مجھ پر فرض ہے، گجرات کی حکومت خان عظیم مرزا عزیز الدین کو پردکی جس کی اعانت سے شیخ موصوف نے مدد دیت اور اکثر روم بدعت کو ختم کیا مگر کچھ عرصہ کے بعد جب

صوبہ گجرات خان خانان عبدالرحیم شیعی کے تحت آگیا تو پھر اس کی حمایت سے فرقہ مہددیہ نے زور پکڑا۔

شیخ نے اس صورت حال سے متأثر ہو کر پھر دستار تاری اور ۹۸۶ھ میں آگرہ کا عزم کیا کہ سلطان اکبر سے مل کر سب حال کہیں، شیخ وجیہ الدین علوی وغیرہ نے آپ کو سفر سے روکا کہ سفر دور دراز پر خطر ہے، مگر آپ نہ مانے، آپ کے پیچھے فرقہ مہددیہ کے لوگ بھی چھپ کر نکلے اور اجیں کے قریب پہنچ کر آپ پر یورش کر کے شہید کر دیا، وہاں سے آپ کی لغش کو پہن لا کر دفن کیا گیا، اخبار الاخبار میں بھی آپ کے حالات پر تفصیل لکھے ہیں، آپ کی تصانیف جلیلۃ النافعہ میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں:

جمع بحوار الانوار فی غرائب المتریل و لطائف الاخبار (۲ مجلد بزرگ) اس میں آپ نے غریب الحدیث اور اس کے متعلق تالیف شدہ مواد کو جمع کر دیا ہے جس سے وہ گویا صحاح ستہ کی اس اعتبار سے بہترین شرح ہو گئی ہے، تذکرۃ الموضوعات، قانون الموضوعات فی ذکر الضعفاء والوضاعین المخفی فی اسماء الرجال وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطرص ۲۹۹ ج ۳، تقدیم نصب الرایہ وحدائق)

۳۱۳- اشیخ الحمد ث عبد المعنی بن الحسن بن عبد اللہ باکشیر مکی ہندی ۹۸۹ھ

۹۰۵ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، وہیں علوم کی تحصیل کی، بڑے محدث ہوئے، پھر ہندوستان میں آکر احمد آباد میں سکونت کی، شیخ عبدالقادر حضرتی ہندی (۱۰۳۸ھ) نے بھی آپ سے حدیث پڑھی ہے اور اپنی کتاب النور السافر میں آپ کا تذکرہ کیا ہے، آپ نے ایک کتاب اسماء الرجال بخاری پڑھی، عربی میں آپ کے اشعار بھی بڑے اونچے درج کے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطرص ۲۱۲ ج ۳)

۳۱۴- شیخ محمود بن سلیمان کفوی حنفی ۹۹۰ھ

فاضل قبور، جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے، اپنے زمانہ کے اکابر محدثین و اہل علم سے تحصیل کی، مدت تک تالیف و تصنیف اور درس و تدریس علوم میں مشغول رہے اور ایک کتاب نہایت عمدہ مشاہیر حنفیہ کے تذکرہ میں "کتاب اعلام الاخیار من فقهاء مذهب العثمان المختار" کھی جو بطبقات کفوی کے نام سے بھی مشہور ہے، اس میں امام اعظم سے اپنے زمانہ تک کے علماء احتراف کے حالات ولادت، وفات، تلمذ، تالیفات آثار و حکایات جمع کئے، کتاب مذکور کا قلمی نسخہ ریاست نوک کے کتب خانہ میں ہے، کاش! کوئی صاحب خیر اس کی اشاعت کا فخر اور اجر و ثواب حاصل کرے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (فوانیہ بہیہہ وحدائق حنفیہ)

۳۱۵- شیخ عبدالنبی بن احمد بن عبد القدوس گنگوہی حنفی ۹۹۱ھ

بڑے محدث علامہ تھے، مسئلہ، سماع و وحدۃ الوجود اور بہت سی رسوم مشائخ میں اپنے خاندان کے خلاف کیا اور تکالیف اٹھائیں، شہنشاہ اکبر آپ کی بہت تعظیم کرتا تھا اور آپ کے مکان پر حدیث سننے کے لئے حاضر ہوتا تھا اور آپ کے اشاروں پر چلتا تھا، لیکن بعد میں کچھ حاشیہ نشینوں نے اکبر کو آپ سے اور دوسرے اہل صلاح و مشائخ سے بدظن کر دیا تھا، آپ کی تصانیف یہ ہیں: ولطائف النبی، فی الادعیۃ الماثورۃ، سنن الہدی فی متابعة امدادی، ایک رسالہ اپنے والد کے رو میں باہت حرمۃ ساعی اور قفال مروزی نے امام اعظم پر طعن کیا تھا، اس کے رو میں بھی ایک رسالہ لکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطرص ۲۱۹ ج ۳)

۳۱۶- شیخ رحمت اللہ بن عبد اللہ بن ابراہیم العمری سندھی مہاجر مدینی حنفی ۹۹۲ھ

مشہور محدث و فقیہ تھے، پہلے سندھ کے علماء سے علوم کی تحصیل کی پھر گجرات اور حرمین شریفین کے محدثین علماء سے استفادہ کیا، گجرات میں بھی برسوں اقامہ کی اور درس علوم دیا، آپ سے غیر مخصوص علماء نے علم حاصل کیا، مناسک حج میں متعدد گرانقدر کتابیں تصنیف کیں، مثلاً کتاب

المسک (جس کی شرح ملائی قاری نے المسک المحتسط فی المسک المتوسط لکھی) نسخہ صغير (اس کی شرح ملائی قاری نے ہدایۃ السالک فی نہایۃ السالک لکھی) تلخیص تنزیہ اشریعۃ عن الاحادیث الموضوع (جو بہترین خلاصہ ہے) رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۱۲ ج ۲)

۳۱- قاضی عبد اللہ بن ابراہیم العمری السندھی حنفی م ۹۹۶ھ

بڑے محدث، شیخ وقت اور فقیہ تھے، اکابر علماء عصر سے علوم کی تحریک کی، مدت تک درس علوم دیا، گجرات جا کر شیخ علی بن حسام الدین متفق برہانپوری کی خدمت میں رہے، شیخ متفق کا وہاں بڑا شہر اور قبول تھا، سلطان وقت بہادر شاہ گجراتی ان کا نہایت معتقد تھا اور دل و جان سے ان کی زیارت کا مشتاق تھا، مگر شیخ متفق اس کو اپنی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت نہ دیتے تھے، قاضی صاحب موصوف نے شیخ کی خدمت میں سفارش کی تو فرمایا کہ یہ کیونکر ہو گا کہ میں اس کو اسر بالمعروف اور نہیں عن الممنکر نہ کروں، بہادر شاہ نے کہا کہ حاضری کی اجازت دیں اور جو چاہیں حکم فرمائیں، اس پر شیخ نے اجازت دی، بادشاہ حاضر ہوا اور دست بوئی کی، پھر ایک لاکھ تک (سکہ رانج الوقت) شیخ کی خدمت میں بھیجے جو شیخ نے قاضی صاحب موصوف کو عطا کر دیئے، ان سے قاضی صاحب نے حریم شریفین کا سفر کیا اور آخر عمر تک مدینہ طیبہ میں مقیم رہے۔

آپ علم کی خدمت جہۃ اللہ کرتے تھے، درس کے علاوہ تصحیح کتب کا بڑا اہتمام کرتے تھے، ایک نسبت مبتکلا شریف کا اپنے ہاتھ سے نہایت عمدہ صحت کے ساتھ لکھا تھا اور اس پر نہایت مفید حواشی بھی لکھے تھے، بہت سے علماء نے آپ سے اس کو پڑھا، حواشی میں آپ نے مذہب حنفی کا اثبات قوی دلائل سے کیا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مبتکلا کو حنفی بنادیا ہے یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ساری عمر میں جس کام سے امید نجات اخروی ہے وہ مبتکلا کی تصحیح ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق حنفیہ)

۳۲- شیخ جمال الدین محمد بن صدیق زبیدی سہمنی حنفی م ۹۹۶ھ

النور اسافر میں ہے کہ امام وقت، عالم بزر، علم کے شوق میں دور دراز کا سفر کرنے والے، محقق، مدقق، زبید کے کبار علماء واصحاب درس و اجلہ مفتیین میں سے تھے، امام اعظم کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھے، اپنے وقت کے بے مثال عالم تھے اور ان اطراف میں اپنے بعد بھی اپنا مثل نہیں چھوڑا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (شدرات الذہب ص ۲۳۸ ج ۸)

۳۳- شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین علوی گجراتی حنفی م ۹۹۸، ۹۹۷ھ، ولادت ۹۱۱ھ

محمد وفیہ یکتا نے زمانہ تھے، درس و تصنیف میں اقران پر فاقہ ہوئے، علوم باطنی شیخ وقت سید محمد غوث صاحب گوالیاری صاحب جواہر خمسہ کی خدمت میں رہ کر حاصل کئے اور ان کی خدمت میں پہنچنے کا بھی عجیب واقعہ ہے کہ علماء نے ان کے رسالہ معراج نامہ کے مضامین پر مفترض ہو کر ان کی مکفیری اور قتل کے محضر نامہ پر سب نے حتیٰ کے شیخ علی متفق نے بھی دستخط کر کے بادشاہ وقت کے پاس بھیج دیا، بادشاہ نے کہا کہ جب تک شیخ وجیہ الدین کی مہر یا دستخط اس محضر نامہ پر نہ ہونگے، قتل کا حکم نہ کیا جائے گا اور اس کو آپ کے پاس بھیج دیا، آپ تحقیق حال کے لئے سید صاحب موصوف کی خدمت میں گئے تو دیکھتے ہی ان کے گرویدہ حال و قال ہو گئے اور محضر نامہ پھاڑ کر پھینک دیا، علماء سے کہا کہ تم نے سید صاحب کا مطلب سمجھنے میں غلطی کی، چونکہ سید صاحب کو عالم واقع میں معراج ہو چکی تھی، اس لئے مغلوب حال ہو کر یہ باتیں لکھ دی تھیں، اس سے مقصود ظاہر شریعت کی مخالفت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

تمام عمر درس علوم اور افاؤدہ ظاہری و باطنی و تصنیف میں بس کی، امراء و اغذیاء سے یک سور ہتے تھے، بہت قناعت پسند تھے، آپ کی مشہور تصنیف یہ ہیں: شرح نجہ (اصول حدیث میں) حاشیہ بیضاوی، حاشیہ اصول بزودی، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ شرح وقاری، حاشیہ مطول، حاشیہ شرح

عقائد، حاشیہ شرح مقاصد، حاشیہ شرح مواقف وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۸۵ ج ۳ وحدائق حنفیہ)

۳۲۰-شیخ عبداللہ نیازی سرہندیؒ م ۱۰۰۰ھ

شیخ کبیر عالم محدث تھے، اپنے وطن میں علوم کی تحصیل کی، پھر حریم شریفین جا کر وہاں کے آئندہ عصر سے بھی حدیث حاصل کی، ایک عرصہ تک گجرات و دکن میں اصحاب شیخ محمد بن یوسف جو پوری مدعی مہدویت کے ساتھ رہے اور ان کے طریق ترک و تجربید اور امر بالمعروف و نہی منکر کو پسند کیا، مگر پھر سرہند آکر گوشہ عزلت اختیار کیا اور محمد جو پوری کی مہدویت کے عقیدہ سے بھی رجوع کر لیا تھا اور تائب ہو گئے تھے، دور حاضر کے ایک عالم کے قلم سے مهدی جو پوری کی تائید میں کافی لکھا گیا اور اس کی صداقت کے ثبوت میں شیخ نیازی جیسے اکابر علماء کا اتباع بھی پیش کیا گیا، حالانکہ یہ حضرات آخر میں اس عقیدہ سے تائب بھی ہو گئے تھے۔

دوسرے یہ کہ اگر کچھ علماء نے اس کا اتباع کر لیا تھا تو بہت سے آئندہ عصر وَاکا بر محدثین زمانہ شیخ علی مقتی وغیرہ نے اس کے بطلان کا بھی تو بر ملا اظہار کیا تھا ان کو کس طرح نظر انداز کیا جاسکتا ہے، مهدی جو پوری کے اصول و عقائد مذہب ابو راجح محمد شاہ بجهان پوری نے ہدیہ مہدویہ میں فرقہ مہدویہ کی کتابوں سے نقل کئے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

(۱) مهدی جو پوری مهدی موعود ہیں۔

(۲) وہ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے بھی افضل ہیں۔

(۳) وہ مرتبہ میں سید الانبیاء ﷺ کے برابر ہیں، اگرچہ دین میں ان کے تابع ہیں۔

(۴) قرآن و حدیث میں جوبات مہدی جو پوری کے قول و فعل کے خلاف ہو وہ صحیح نہیں۔

(۵) اس کے قول کی تاویل حرام ہے خواہ وہ کہیں ہی مخالف عقل ہو۔

(۶) صرف محمد جو پوری اور سیدنا محمد ﷺ کامل مسلمان ہیں، باقی سب انبیاء بھی ناقص الاسلام ہیں، وغیرہ۔

شیخ نیازی کی متعدد تصانیف ہیں، القرۃ الی اللہ والی النبی ﷺ، مرآۃ الصفاء اور الصراط المستقیم وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔

(نزہۃ الخواطر ص ۱۱۲ ج ۳ و مہر جہاں تاب)

۳۲۱-شیخ اسماعل حنفی آفندی

بڑے محدث، مفسر، فقیہ اور عارف کامل تھے، سراج العلماء اور زبدہ الفضلاء کہلانے، آپ نے شیخ عثمان نزیل قسطنطینیہ کی خواہش پر تفسیر روح البیان ۶ جلد میں تصنیف کی جس میں امام اعظمؐ کے مذہب کی تائید میں دلائل جمع کئے اور آیات قرآنی کی قفسیر سے بھی مذہب حنفی کی تائید کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۳۲۲-شیخ عبدالوهاب مقتی بن شیخ ولی اللہ مندوی براہانپوری مہاجر کی حنفیؒ م ۱۰۰۰ھ ولادت ۹۳۳ھ

بڑے محدث علامہ فقیہ فہامہ تھے، صغرین ہی سے علم و تصور کا شوق ہوا، اس نے تحصیل علم و سلوک کے لئے گجرات و دکن، سیلوان، سراندیپ وغیرہ کے سفر کئے اور وہاں کے علماء و فضلاء و مشائخ سے خوب فیض یاب ہو کر بیس سال کی عمر میں مکہ معظمه حاضر ہوئے اور بغداد ج شیخ علی مقتیؐ کی خدمت میں ۱۲ سال رہے اور حدیث و فقہ و دیگر علوم میں فاضل اجل، علوم تصور میں عارف کامل و ولی اکمل ہوئے، پھر بعد وفات حضرت شیخ علی مقتیؐ کے ان کے خلیفہ و جانشین ہو کر ۲۶ سال تک مکہ معظمه میں نشر علوم ظاہری و باطنی میں مصروف رہے، ان چالیس سالہ قیام مکہ معظمه میں کوئی حج آپ سے فوت نہیں ہوا۔

تفسیر و حدیث کے درس سے زیادہ شغف تھا اور ہر شخص کو اس کی زبان میں سمجھاتے تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی مکہ معظمه حاضر ہو کر آپ سے حدیث پڑھی ہے، ان کے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا، آپ کے حالات پوری تفصیل سے اپنی کتاب زاد المتقین اور اخبار الاخبار میں لکھے ہیں۔

زاد المتقین میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں کسی نے عرض کیا کہ امام شافعی کا مذہب، ظاہر حدیث کے زیادہ مطابق معلوم ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ حقیقت میں اس طرح نہیں ہے، وجہ یہ ہے کہ خنی مذہب کی کتابیں جو مادراء انہر اور ہندوستان میں رائج ہیں، ان میں اکثر احکام کے ساتھ قیاس اور دلائل عقلیہ کو نقل کیا گیا ہے، لیکن یہاں ایسی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، جن میں ہر قول خنی کے ساتھ صحیح نقل کی گئی ہے بلکہ بعض علماء خنی نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ ہر ایک مطلب پر آیت اور حدیث استدلال میں پیش کی ہے، حتیٰ کہ اس بات کے کہنے کا موقعہ جاتا ہے کہ امام شافعی ہی اصحاب رائے میں سے یہ خنی نہیں، چنانچہ اس دعویٰ کی تصدیق شیخ ابن ہمام کی شرح ہدایہ، شمنی کی شرح مختصر الوقایہ نیز مواعیب الرحمن اور اس کی شرح سے (جو بعض علماء مصر نے تصنیف کی ہیں) بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

پھر فرمایا کہ تم لوگوں کو ایسا خیال مخلوقہ کے مطالعہ سے ہوا ہو گا کیونکہ اس کی اکثر احادیث شافعی مذہب کے موافق ہیں، اس کے شافعی مصنف نے اپنی جستجو تلاش کے موافق احادیث جمع کی ہیں، لیکن خنی مذہب کے ثبوت میں اور دوسری احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں جو زیادہ راجح ہیں۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ اعتقاد صدق و حقانیت مذہب خنی کا بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ گوایے اصحاب و تلامذہ مہیا ہوئے تھے جو کمال علم و فضل، حدیث و فقہ، زہد و دیانت، تقدم و قرب زمانہ سلف کے لحاظ سے نہایت اونچے درجہ پر فائز تھے، اس کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے جو امام اعظم اور آپ کے اصحاب کے مناقب میں تالیف ہوئی ہیں، تاکہ حقیقت حال منکشف ہو، چونکہ امام ابوحنیفہ ٹھہریت بلند مرتبہ پر تھے، اس لئے آپ کے حاسد بھی بہت تھے جو آپ پر طعن کرتے تھے "ہر کہ فاضل ترجیح دو، مشہور مقولہ ہے۔"

شیخ عبدالوہاب سے غیر محصور علماء و مشائخ نے فیوض ظاہری و باطنی حاصل کئے اور مشائخ حرمین آپ کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ آپ شیخ ابوالعباس موسیٰ کے نقش قدم پر ہیں۔

شیخ محدث دہلوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجھ سے ایک بڑے عربی شیخ نے بیان کیا کہ میں نے یمن کا بھی سفر کیا، تمام مشائخ و صوفیہ کا متفقہ فیصلہ تھا کہ آپ اپنے وقت کے قطب مکہ تھے۔ رحم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطرص ۲۶۶ ج ۵ وحدات الحنفیہ)

۳۲۳- شیخ ابراہیم بن داؤد ابوالکارم القادری اکبر آبادیؒ م ۱۰۰۱ھ

بڑے محدث و فقیہ و عالم عربیت تھے، پہلے اپنے وطن سابق مالکپورہ میں اساتذہ عصر سے علوم کی تحصیل کی، پھر بغداد کر حدیث و تفسیر میں تخصص کیا، پھر حریم شریفین گئے اور شیخ علی بن حسام الدین متغیر خنی اور دوسرے شیوخ سے استفادہ کیا، مصر جا کر شیخ محمد بن ابی الحسن بکری وغیرہ سے حدیث حاصل کی اور ۲۲ سال تک وہاں درس علوم دیا، اس عرصہ میں بھی ہر سال حج کے لئے جاتے رہے، پھر ہندوستان واپس ہوئے اور اکبر آباد (اگرہ) میں سکونت کی، یکسو ہو کر درس، افادہ و تذکیر میں مشغول ہوئے۔

بدایوی نے منتخب التواریخ میں لکھا کہ آپ بڑے زاہد، عابد و متقی تھے، ساری عمر علوم دینیہ خصوصاً حدیث کے درس میں گزار دی، امر بالمعروف اور نبی عن المنکر بڑی جرأت سے کرتے تھے، دنیا داروں سے دور رہتے تھے، ایک دفعہ شہنشاہ اکبر نے آپ کو عبادت خانہ میں بلا یا تو شاہ کے سامنے جا کر شاہی رسوم آداب و تحسیمات کچھ ادا نہیں کئے اور اس کے سامنے وعظ کہا جس میں اس کو بے جھجک ترغیب و تہیب کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطرص ۲۶۷ ج ۵)

۳۲۳- شیخ یعقوب بن الحسن الصری کشمیری حنفی متوفی ۱۰۰۳ھ ولادت ۹۰۸ھ

بڑے محدث، فقیہ اور جامع علوم ظاہری و باطنی تھے، اپنے وطن کشمیر کے علماء سے تحصیل و تکمیل علوم کی، پھر حریم شریفین گئے اور شیخ شہاب الدین احمد بن حجر شافعی کی شافعی سے حدیث حاصل کی، پھر بغداد کروہاں کے مشائخ سے بھی استفادہ کیا، تصنیفہ باطنی کے لئے سرفقد گئے، شیخ حسین خوارزمی کی خدمت میں رہ کران سے خرقہ خلافت حاصل کیا، کشمیر واپس ہو کر درس و ارشاد میں مشغول ہوئے، پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ سرفقد گئے اور حسب ہدایت پیر و مرشد موصوف حریم شریفین حاضر ہوئے اور ہاں سے بغداد گئے اور امام اعظم ابوحنیفہ کا بجہ مبارک حاصل کر کے کشمیر واپس ہوئے اور درس و تصنیف میں مصروف ہو گئے۔

آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: شرح صحیح البخاری، مغازی النبوة، مناسک حج، تفسیر قرآن مجید، حاشیہ توضیح وتلویح، رواجح، مقامات مرشد، مسلک الاخیار، جواہر حمسہ، بطریق نہجۃ مولا ناجامی (شرح رباعیات وغیرہ)۔

آپ سے بکثرت اکابر علماء و صلحاء نے اکتساب علوم ظاہری و باطنی کیا، حضرت اقدس مجدد صاحب سرہندی قدس سرہ نے بھی آپ سے حدیث پڑھی ہے، آپ کے مشہور دو شعر جو حقیقت و شریعت کا نچوڑ ہیں ذکر کئے جاتے ہیں۔

در ہر چہ یتم آل رخ نیکواست جلوہ گر در صد ہزار آئینہ یک رواست جلوہ گر
خلقے بہر طرف شدہ سرگشته بہر دوست دیں طرفہ ترکہ دوست بہر سو است جلوہ گر
رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطرس ۲۳۸ ج ۵ وحدائق الحفیہ)

۳۲۴- شیخ طاہر بن یوسف بن رکن الدین سندھی م ۱۰۰۲ھ

بڑے محدث علامہ کبیر تھے، ہندوستان کے مختلف علاقوں کے علماء و محدثین سے استفادہ کیا اور آپ سے بھی بکثرت علماء نے استفادہ کیا۔ آپ نے بہت سے علوم میں تصانیف کیں جن میں سے مشہور یہ ہیں:

تلخیص شرح اسماء رجال البخاری لکرمانی، مجمع البحرين (تفسیر حسب مذاق اہل تصوف) مختصر قوت القلوب للملکی، منتخب المواهب اللذیہ للقطلانی، مختصر تفسیر المدارک، ان کے علاوہ ایک کتاب نہایت مفید لکھی ریاض الصالحین جس کے ایک روضہ میں احادیث صحیحہ، دوسرے میں مقالات اکابر صوفیہ اور تیسرے میں ملفوظات اکابر اہل توحید و مشائخ جمع کئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطرس ۱۸۵ ج ۵)

۳۲۵- شیخ محمد بن عبد اللہ بن احمد خطیب تمہوتاشی غزی حنفی م ۱۰۰۳ھ

اپنے زمانہ کے محدث کبیر و فقیہ بے نظیر تھے، پہلے اپنے شہر غزہ کے علماء کبار سے علوم کی تحصیل کی، پھر قاہرہ جا کر شیخ زین بن نجیم مصری حنفی صاحب البحار الرائق شرح کنز الدقاقيق وغیرہ سے استفادہ کیا اور امام کبیر اور مرجع العلماء ہوئے، آپ کی تصانیف میں سے تنور الابصار فقہ میں نہایت مشہور ہے، جس میں آپ نے نہایت درجہ میں تحقیق و تدقیق کی وادوی ہے اور اس کی شرح خود بھی لکھی ہے، منیع الغفار جس پر شیخ الاسلام خیر الدین رملی نے حواشی لکھے۔

اسی طرح دوسری محققانہ تصانیف کیں، جن میں سے مشہور یہ ہیں، رسالہ کراہت فاتحہ خلف الامام، رسالہ شرح مشکلات مسائل میں رسالہ شرح تصوف میں، شرح زاد الفقیر ابن ہمام، معین المفتی، تحفۃ الاقران (منظومہ فقیہہ) اور اس کی شرح مواہب الرحمن، رسالہ عصمت انبیاء رسالہ عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق الحفیہ ص ۳۹۵)

۳۲۷۔ الشیخ الامام خواجہ محمد عبد الباقی بن عبد السلام الجشی الکابلی ثم الدہلوی حنفی م ۱۰۱۲ھ، ۱۰۱۲ء

مشہور و معروف سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ اعظم، قطب الاقطاب اور علوم ظاہری و باطنی میں آئیہ من آیات اللہ تھے، خواجہ باقی بالله کے نام نامی سے زیادہ مشہور ہوئے، کابل میں پیدا ہوئے، حضرت مولانا محمد صادق حلوائی سے علوم فقہ و حدیث و تفسیر وغیرہ کی تحریکی کی اور ان کے ساتھ ہی ماوراء النہر گئے، ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہے، آخر میں کشمیر پہنچے اور شیخ وقت بابا ولی کبروی کی خدمت میں رہے اور نفحات ربانیہ سے بہرہ اندوڑ ہوئے، ان کی وفات کے بعد پھر کچھ مدت تلاش مشائخ میں سیاحت بلاد کی اور اسی اثناء میں شیخ المشائخ خواجہ عبداللہ الاحرار کی روح مبارک نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم فرمائی اور اس کی تحریک بھی روحانی طریق پر کرادی، اس کے بعد آپ پھر ماوراء النہر کی طرف لوئے تو حضرت شیخ محمد امکنگی قدس سرہ کی خدمت میں باریاب ہوئے، جنہوں نے صرف تین روز میں آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا کہ ہندوستان کی طرف رخصت فرمادیا۔

ایک سال آپ نے لاہور میں گزارا، وہاں آپ سے بکثرت علماء و صوفیہ نے استفادہ ظاہری و باطنی کیا، وہاں سے دہلی تشریف لائے، مسجد قلعہ فیروز شاہ میں قیام فرمایا اور تاوفات وہیں رہے۔

نہایت متواضع، منکسر المزاج تھے، اپنے تمام اصحاب کو قیام تعظیمی سے روک دیا تھا اور سب کے ساتھ مساویانہ برداشت فرماتے تھے، تواضع و مسکنت کی وجہ سے زمین پر بے تکلف بیٹھتے تھے، اپنے احوال و مکالات کا حد درجہ اخفا فرماتے تھے، مریدین و زائرین سے انتہائی شفقت و ملاحظت سے پیش آتے، نہایت کم گو، کم خوراک و کم خواب تھے، صرف حل مسائل مشکلہ و بیان حقائق و معارف کے وقت مندرج ہوتے تھے، آپ کے تصریفات عجیب و غریب تھے، آپ کی پہلی ہی نظر سے سالک کے احوال یکدم بدل جاتے تھے اور اس پر ذوق و شوق کا غلبہ ہو جاتا تھا، آپ کی پہلی ہی تلقین ذکر سے اطائف جاری ہو جاتے تھے، آپ کی شفقت و رافت ہرجاندار کے ساتھ عام تھی۔

ایک مرتبہ سردی کے ایام میں شب کے کسی حصہ میں کسی ضرورت سے اٹھے، واپس ہو کر دیکھا کہ آپ کے لحاف میں ایک بیلی سورہی ہے تو آپ نے اس کو اٹھانے کیا اور صبح تک الگ بیٹھ کر وہ سردی کی رات گزار دی، کسی انسان کی تکلیف تو دیکھی ہی نہ سکتے تھے، زمانہ قیام لاہور میں قحط کی وجہ سے ایک مدت تک لوگ فاقہ و بھوک کاشکار ہوئے، تو آپ نے بھی اس تمام مدت میں کچھ نہ کھایا اور جو کھانا آپ کے پاس آتا ان کو بھوکوں پر تقسیم کر دیتے تھے، لاہور سے دہلی کا سفر کیا تو راستے میں ایک معدود رکودیکھا، خود سوار سے اتر کر اس کو سوار کیا اور دہلی تک خود پیدل چلے، چہرہ پر نقاب ڈال لی تھی، تاکہ کوئی پہچان نہ سکے، جب قیام گاہ سے قریب تر ہوئے تو اس کو اتارا اور خود سوار ہوئے تاکہ اس صورت حال سے بھی کوئی واقف نہ ہو۔

امام اعظم کے حالات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ایک فاسق فاجر پڑھی تھا اور آپ نے اس کو جیل سے چھڑایا تھا، اسی طرح آپ کے پڑھوں میں ایک نوجوان بدکردار اور بدآطوار تھا، آپ بھی امام صاحب کی طرح اس کی بداعلاقوں کو برداشت فرماتے تھے، ایک دفعہ آپ کے ایک مرید خاص خواجہ حسام الدین صاحب دہلوی نے اس کو تنبیہ کرنے کے خیال سے حکام وقت سے اس کی شکایت کر دی، انہوں نے اس کو پکڑ کر جیل بھیج دیا، آپ کو خبر ہوئی تو بے چین ہو گئے اور خواجہ حسام الدین صاحب پر عتاب فرمایا، انہوں نے معدرت پیش کی کہ ایسا فاسق ہے، کبائی کا مرتكب ہے وغیرہ، آپ نے فرمایا "ہاں بھائی! تم چونکہ اہل صلاح و تقویٰ ہو، تم نے اس کے فتن و فجور کو دیکھ لیا، ورنہ ہمیں تو کوئی فرق اس کے اور اپنے درمیان نظر نہیں آتا، اس لئے ہم سے تو نہیں ہو سکتا کہ اپنے کو بھول کر حکام سے اس کی شکایت کریں" پھر اس کو جیل سے چھڑانے کی سعی کی، اب وہ جیل سے نکل کر آیا تو اپنے گناہوں سے بھی تائب ہو چکا تھا اور اولیاء و صلحاء میں سے ہوا۔

آپ کی عادت مبارک تھی کہ جب کبھی آپ کے اصحاب میں سے کسی سے کوئی لغزش و معصیت صادر ہو جاتی تو فرماتے "یدِ حقیقت"

ہماری ہی لغزش ہے جو دوسروں سے بطریق انکاس ظاہر ہوئی ہے۔

عبادات و معاملات میں نہایت محتاط تھے، حتیٰ کے ابتداء احوال میں امام کے پیچھے قراءۃ فاتحہ بھی کرتے تھے، ایک روز حضرت امام عظیم گو خواب میں دیکھا، انہوں نے فرمایا کہ یا شخ! میری فقہہ پر عمل کرنے والے بڑے بڑے اولیاء اللہ اور علماء امت مرحومہ میں ہیں اور سب نے بالاتفاق امام کے پیچھے قراءۃ فاتحہ کو موقوف رکھا ہے، لہذا آپ کے لئے بھی وہی طریق مناسب ہے، اس کے بعد آپ نے اس امر میں احتیاط کو ترک فرمادیا۔

آپ کے کمالات ظاہری و باطنی، مدارج و محسن کا احصاء و شوار ہے ایک سب سے بڑی کرامت آپ کی یہ ہے کہ آپ سے پہلے ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کو عام شہرت و مقبولیت نہ تھی، آپ کی وجہ سے صرف تین چار سال کے اندر اس کو کمال شہرت حاصل ہوئی، بڑے بڑے اصحاب کمال نے آپ سے استفادہ کیا اور سلسلہ مذکورہ دوسرے سلسلوں سے بڑھ گیا۔

اگرچہ آپ سے حضرت شیخ محمد دہلوی، شیخ تاج الدین بن نظام الدین بدھشی اور شیخ الہداد دہلوی وغیرہ نے بھی کمالات ظاہری و باطنی حاصل کئے، مگر آپ کے سب سے بڑے خلیفہ امام طریقہ مجددیہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ ہوئے جن کے انوار و برکات کی روشنی شرق و غرب، برو بحر میں پھیلی۔

آپ کی عمر مبارک چالیس سال چار ماہ ہوئی جس میں تقریباً چار سال دہلی میں قیام فرمایا اور وہاں شب و روز درس علوم نبوت و تلقین حقائق سلوک و معرفت فرماتے رہے۔

آپ کا معمول تھا کہ روزانہ بعد عشاء سے نماز تہجد تک دو بار قرآن مجید کا ختم فرماتے، بعد نماز تہجد فجر تک ۲۱ مرتبہ سورہ یسین شریف پڑھتے تھے اور صحیح کو فرماتے کہ بار الہا! رات کو کیا ہوا کہ اتنی جلدی گزر گئی۔

آپ کی تصانیف میں سے رسائل بدیعہ، مکاتیب علیہ و اشعار رائقة ہیں جن میں سے "سلسلۃ الاحزار" بھی ہے، اس میں آپ نے رباعیات مشتملة حقائق و معارف الہیہ کی بہترین شرح فارسی میں کی ہے، آپ کا مزار مبارک دہلی میں صدر بازار کے عقب میں قدم شریف کے قریب ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطرس ۱۹۶ ج ۵، حدائق حنفیہ ص ۳۹۸ تذکرہ علماء ہند)

۳۲۸- الشیخ الامام علی بن سلطان محمد ہروی معروف به ملا علی قاری حنفی م ۱۰۱۴ھ

مشہور و معروف و حید عصر، فرید دہر، محدث و فقیہ، جامع معقول و منقول تھے، سنہ ہزار کے سرے پر پہنچ کر درجہ مجددیت پر فائز ہوئے، ہرات میں پیدا ہوئے اور مکہ مظہمہ میں حاضر ہو کر علامہ محقق مدقق، تبحر فی علوم الحدیث و الفقہ احمد بن حجر الشیعی مکی، علامہ ابو الحسن بکری، شیخ عبد اللہ سندی، شیخ قطب الدین مکی وغیرہ اعلام سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں، مرقاۃ شرح مشکلاۃ، شرح نقاۃ (مخصر الوقایہ) شرح موطا امام محمد، شرح مند الامام العظیم، اربعین فی النکاح، اربعین فی فضائل القرآن، رسالہ فی ترکیب لا الہ الا اللہ، رسالہ فی قراءۃ البسمة، اول سورۃ البراءۃ، فراند القلائد فی تخریج احادیث، شرح العقائد، المصنوع فی معرفۃ الموضوع، نور القاری شرح صحیح البخاری، شرح صحیح مسلم، جمع الوسائل شرح الشماکل للترمذی، شرح جامع الصیغ للسیوطی، شرح حسن حسین، شرح اربعین نووی، شرح ثلاثیات البخاری، الاحادیث القدسیۃ، تذکرۃ الموضوعات، تفسیر قرآن مجید و جمایلیں حاشیہ تفسیر جلالیں، شرح شفاء قاضی عیاض، شرح الحجۃ، شرح الشاطبیہ، شرح الجزریہ، اعراب القاری، شرح عین العلم، شرح فقہ اکبر، شرح مناسک الحج، تذکرۃ العبارۃ لحسین الاشارہ، التد ہین للترمذین، الابتداء فی الاقداء، حاشیہ موائب الدنیۃ، حاشیہ بدء الامالی، رسالہ فی صلوٰۃ الجنائز فی المسجد، مشرب الوردی فی مذهب المهدی، بہجۃ الانسان فی منہج الحیوان، رسالہ فی حکم سب الشیخین وغیرہا من الصحابة، الشمار الحجیۃ فی اسماء الحفییۃ، نزہۃ الناطر الفاتر فی مناقب الشیخ عبد القادر، الناموس فی

تلخیص القاموس وغیرہ، آپ نے امام مالک کے مسئلہ ارسال کے خلاف اور امام شافعی واصحاب امام شافعی کے بھی بہت سے مسائل کے خلاف حدیثی فقہی دلائل و برائین جمع فرمائنا ہیت انصاف و دیانت سے کلام کیا ہے۔

آپ کی تمام کتابیں اپنے اپنے موضوع میں مجموعہ نفائس و فرائد ہیں، خصوصاً شرح مشکوٰۃ شرح نقایہ (مختصر الوقایہ) احادیث احکام کا نہایت گرانقدر مجموعہ ہیں، مرقاۃ بہت مدت ہوئی ۵ بڑی جلدیوں میں چھپی تھی، اب نادر و نایاب ہے ۶۷۵ روپیہ میں بھی اس کا ایک نسخہ نہیں ملتا گذشتہ سال راقم الحروف سے مکمل معظمه کے بعض احباب و تاجران کتب نے بڑی خواہش ظاہر کی تھی کہ ہندوستان سے چند نسخے اس کے فراہم کر کے وہاں بھیجے جائیں، مگر باوجود سعی بسیار یہاں سے کوئی نسخہ دستیاب نہ ہو سکا۔

شرح نقایہ کتب فقه میں نہایت اہم درجہ رکھتی ہے، حضرت علامہ محقق کشمیری قدس سرہ نے اپنی وفات سے چند سال قبل اپنے تلمیذ رشید جناب مولانا سید احمد صاحب مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند کو خاص طور سے متوجہ کیا تھا کہ اس کو شائع کریں اور ان کو بڑی تمنا تھی کہ کتاب مذکور طبع ہو دا خل دارس نصاب مدارس عربیہ ہو جائے، فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتاب ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے کہ فقہ حنفی کے مسائل احادیث صحیح سے مبرہن نہیں ہیں، ملا علی قاری نے تمام مسائل پر محدثانہ کلام کیا ہے یہ بھی فرمایا کہ یہ کتاب اگر میری زندگی میں شائع ہو گئی تو تمام مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل کرانے کی سعی کروں گا۔

حضرت الاستاذ العلام مولانا اعزاز علی صاحب اس کا ایک مکمل نسخہ (جو غالباً روس کا مطبوعہ تھا) ججاز سے لائے اور تحریثیہ فرمایا، مولانا سید احمد صاحب موصوف نے حضرت شاہ صاحب کے ارشاد بلکہ حکم پر حیدر آباد وکن کے ایک سرکاری اسکول کی ملازمت ترک فرمائکر اس کی اشاعت کا اہتمام کیا اور اسی سے ان کی موجودہ کتب خانہ اور تجارتی لائن کی بنیاد پڑی جس کے لئے حضرت شاہ صاحب ہی نے یہ پیش گوئی بھی فرمائی تھی کہ تم اس کام میں ملازمت سے زیادہ اچھے رہو گے، حالانکہ وہ اسکول کا لجھ ہونے والا تھا اور اب موصوف کی تخلوٰہ ۶۰۵ سور و پیہ ماہوار ہو جاتی مگر خود موصوف ہی کا بیان ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی پیش گوئی صادق ہوئی اور مجھے اس کام میں ملازمت سے بدرجہ ایک منافع حاصل ہوئے۔ کتاب مذکور کی جلد اول وفات سے صرف چند یا میام قبل تیار ہو گئی، مولوی صاحب موصوف نے پیش کی تو حضرت نے نہایت سرست کا اظہار فرمایا اور چند مشہور مدارس کو خطوط بھی لکھوائے کے داخل درس کی جائے، جامعہ ڈا بھیل، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور پنجاب کے بعد مدارس میں داخل نصاب ہوئی، بعد کو دوسری جلد بھی چھپی جواب نایاب ہے، افسوس ہے کہ تیسرا وچھپی جلد نہ چھپ سکی، دارالعلوم دیوبند میں بھی کچھ عرصہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نے پڑھائی، پڑھنے والے ایک وقت میں چار سوتک ہوئے ہیں مگر افسوس کہ مستقل طور سے داخل درس نہ ہو گئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ ”مذہب حنفی ہی میں وہ نہایت عمدہ طریقہ ہے جو بہ نسبت دوسرے تمام طریقوں کے حدیث و سنت کے اس تمام ذخیرہ سے جو امام بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں جمع ہو کر ملک ہوا، زیادہ مطابق ہے۔“

نیز حضرت علامہ کشمیری کے اس ارشاد کی روشنی میں کہ ”آنکہ احتفاف کے اکثر مسائل احادیث صحیح معمول سلف کے موافق ہیں اور دوسرے مذاہب میں تخصیصات و مستثنیات زیادہ ہیں“، ضرورت ہے کہ ہم اپنے درس و مطالعہ کے زادی یہاں نظر کو بدیں، تمام مسائل کی تحقیق و تخلیق محدثانہ نقطہ نظر سے کرنے کے عادی ہوں اور بغیر کسی ادنیٰ مرغوبیت کے اپنوں وغیروں کی کتابوں سے مستقید ہوں۔

جیسا کہ امام بخاری کے حالات میں ذکر ہوا، صحیح بخاری کی تالیف سے قبل اکابر محدثین کی تقریباً ایک سو کتابیں احادیث و آثار کی مدون ہو چکی تھیں جن میں مسانید امام اعظم، موطاً امام مالک، مسنداً امام شافعی، مسنداً امام احمد، مصنف ابن البیشہ، مصنف عبد الرزاق وغیرہ ہیں اور وہ سب بعد کو آنے والی کتب صحاح کے لئے بکری اصول و امہات کے ہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں صحیح مجروہ کا التزام کیا اور اپنے اجتہاد کے موافق احادیث کی تخریج کا اہتمام زیادہ فرمایا، دوسرے اصحاب صحاح

نے دوسرے مجتہدین وائے کے موافق بھی احادیث و آثار جمع کئے، امام طحاوی حنفی نے اس دور میں خصوصیت سے شرح معانی الآثار و مشکل الآثار وغیرہ لکھ کر محمد بن احمد، محققان، فقیہانہ طرز کو ترقی دی، پھر علامہ ابو بکر بحاص حنفی، علامہ خطابی، شافعی، علامہ ابن عبد البر مالکی، علامہ تقي الدین بن دقیق العید، علامہ مارديني حنفی، علامہ زیلمی حنفی، علامہ عینی حنفی، علامہ ابن حجر شافعی، علامہ ابن همام حنفی، علامہ قاسم بن قسطلو بغا حنفی، علامہ ابن قیم، علامہ سیوطی شافعی، ملا علی قاری حنفی وغیرہ محدثین کیا جانے اپنے مخصوص محدثانہ طرز سے علم حدیث کے دامن کو مالا مال کیا۔

ہمارا یقین ہے کہ اگر پورے ذخیرہ حدیث سے صحیح طور سے استفادہ کیا جائے تو حضرت شاہ صاحب دہلوی اور حضرت شاہ صاحب کشمیری کے ارشادات کی صداقت و حقانیت میں ادنیٰ شک و شبہ باقی نہ رہے گا، واللہ اعلم و عالم و اتم و حکم۔

۳۲۹- الشیخ العلامۃ ابو الفھائل المفتی عبدالکریم نہروانی گجراتی حنفی مہاجر مکیٰ م ۱۰۱۳ھ

محمد وفیقہ جلیل، فضل و کمال میں یکتا نے روزگار تھے، احمد آباد میں پیدا ہوئے، شہر نہروانہ (گجرات) کے مشہو علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، جس میں علاء الدین نہروانی اور مفتی قطب الدین محمد نہروانی پیدا ہوئے، شہر نہروانہ (گجرات) کے اکابر علماء میں سے تھے) اپنے والد ماجد کے سلسلہ مکہ معظمه حاضر ہوئے اور وہیں نشونما پائی، اپنے پچھا مفتی قطب الدین سے فقہ وغیرہ کی تحصیل کی اور شیخ عبداللہ سندی و علامہ فہامہ زبدۃ الحقیقین شیخ احمد بن حجر شیخی کی وغیرہ سے فن حدیث میں مخصوص حاصل کیا، مکہ معظمه کے مفتی و خطیب اور مدرس سلطانیہ مرادیہ کے سر پرست ہوئے، بہت سی گرائدور تالیفات کیں مثلاً: النہرا الجاری علی البخاری، اعلام العلماء الاعلام بناء المسجد الحرام وغیرہ مکہ معظمه کے مشہور قبرستان معلقة میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۲۲ ج ۵)

۳۳۰- العلامۃ فیض محمد حنفی اندجانی م ۱۰۲۳ھ

جامع معقول و منقول محدث و فقیہ تھے، اور بڑے امیر کبیر صاحب جاہ و منال دنیوی بھی تھے، مدت تک لاہور میں درس تفسیر و حدیث و فقہ دیا ہے، آپ سے بکثرت علماء و فضلاء روزگار نے استفادہ علوم و فنون کیا ہے ما ثرا الامراء اور گلزار ابراہیم میں آپ کے مفصل حالات مذکور ہیں، آپ کی یہ فارسی ربائی بہت مشہور ہے۔

عاشق ہوس وصال درسدارو صوفی زرقی و خرق در بددارو
من بندہ آس کسم کہ فارغ زہمہ دائم دل گرم و دیدہ تر دارو
رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۱۲ ج ۵)

۳۳۱- الشیخ العلام خواجہ جوہرنات کشمیری حنفیٰ م ۱۰۲۶ھ

محمد شہیر عالم کبیر تھے، آپ کی ولایت و علمی جلالت قدر مسلم و مشہور ہے، علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل مدرسہ سلطان قطب الدین میں کی، جو متصل مسجد صراف کdal تھا، پھر حج و زیارات کے لئے حر میں شریفین حاضر ہوئے تو وہاں کے کبار مشائخ وقت علامہ شہاب الدین احمد بن حجر شیخی کی شافعی (شارح مکملۃ وصاہب الخیرات الحسان فی مناقب العمان) اور علامہ علی قاری حنفی کی وغیرہ سے بھی حدیث حاصل کی، کشمیر و اپس ہو کر ایک گوشہ عبادت و ریاضت اختیار کیا، وہیں افادۂ علوم ظاہری و باطنی فرماتے رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق)

۳۳۲- الشیخ العلامہ احمد بن العلامۃ الشمس محمد بن شیخ الاسلام احمد الشسلی حنفیٰ م ۱۰۲۷ھ

علامہ محمد مجھی نے لکھا کہ آپ امام مجتہد، اپنے زمانہ کے رأس الحمد شین و رئیس الفقهاء تھے، آپ کو درس و اشاعت حدیث سے بڑا

شغف تھا، اس کی روایت میں محتاط، اس کے طرق و تقيیدات کے بڑے عالم و عارف تھے، علم فقہ و فرائض میں بھی حظ و افر رکھتے تھے، زو فہم، وسیع معلومات والے تھے، مصر میں پیدا ہوئے، وہیں نشوونما پائی۔

علوم کی تحصیل اپنے والد ما جدار شیخ جمال یوسف بن قاضی زکریا وغیرہ سے کی اور آپ سے شیخ شہاب الدین احمد سیوری، شیخ حسن شربنالی، شیخ عمر الدفری، شیخ شمس محمد بابلی، شیخ زین الدین بن شیخ الاسلام قاضی زکریا وغیرہم نے تلمذ کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (خلاصۃ الازل للمولیٰ محمد مجتبی ص ۲۸۲ ج ۱)

۳۳۳- الشیخ العلامہ محمد عاشق بن عمر ہندی حنفیؒ م ۱۰۳۲ھ

مشہور صاحب فضل و کمال محدث و فقیہ تھے، حدیث میں شیخ عبداللہ بن شمس الدین النصاری سلطان پوری معروف بـ مخدوم الملک بن شمس الدین کے تلمیذ خاص تھے، آپ نے شہل ترمذی کی نہایت عمدہ شرح تصنیف کی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (زینۃ الخواطر و مداد ان الحفیہ)

۳۳۴- الشیخ الاجل الامام العارف بحر الحقائق والاسرار والمعارف الامام الربانی

محمد دالalf الشانی قدس سرہ م ۱۰۳۲ھ ولادت ۱۷۹ھ

آپ کا نام نامی و نسب شیخ احمد بن عبد الواحد بن زین العابدین فاروقی ہے، سرہند شریف میں پیدا ہوئے، محدث کامل، فقیہ فاضل، جامع کمالات ظاہری و باطنی، قطب الاقطاب، مظہر تجلیات رباني، محیی السنۃ، ماجی بدعت و ضلالات تھے، پہلے قرآن مجید حفظ کیا، پھر اپنے والد ما جد سے علوم و فنون کی تحصیل کی، پھر سیالکوٹ جا کر فاضل محقق شیخ کمال الدین کشمیری سے کتب معقول نہایت تحقیق سے پڑھیں اور علوم و حدیث کی تحصیل حضرت شیخ یعقوب محدث کشمیری سے کی جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، نیز کتب حدیث کی اجازت روایت قاضی بہلوں بدخشی سے بھی حاصل کی۔

کے اسال کی عمر میں تحصیل جملہ علوم و فنون سے فارغ ہو کر درس و تصنیف میں مشغول ہوئے اور اسی زمانہ میں اشاعت نبوت اور نہ ہب شیعہ امامیہ وغیرہ میں رسائل لکھے، طریقت و سلوک میں پہلے اپنے والد ما جد سے چاروں سلسلوں کی اجازت و خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۱۰۰ھ میں والد ما جد کی وفات کے بعد حج و زیارات حرمین شریفین کے ارادہ سے دہلی پہنچ توہاں حضرت شیخ عظم واجل خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی زیارت و بیعت سے مشرف ہوئے، ان کی خدمت میں رہ کر طریقہ نقشبندیہ میں چند ہیروز کے اشتغال سے آپ نے قطبیت و فردیت کے مدارج عالیہ تک عروج فرمایا اور خود حضرت شیخ موصوفؒ نے آپ کو قرب و نہایت وصولی الی اللہ کے مدارج کی تحصیل و تکمیل کی بشارت سنائی اور خرقہ خلافت پہنچا کر ارشاد طالبین کی اجازت مرحمت فرمادی۔

حضرت شیخ آپ کی نہایت تعظیم و تکریم فرماتے، غیر معمولی مدح و ثناء کرتے اور آپ کی ذات با برکات پر خرکرتے تھے ایک روز اپنے اصحاب کی مجلس میں فرمایا کہ ”شیخ احمد نامی ایک مرد سرہند سے کثیر العلم اور قوی العمل آیا ہے، چند روز اس نے فقیر کے ساتھ نشت و برخاست کی ہے، اس عرصہ میں بہت سے عجائب و غرائب حالات اس کے دیکھے گئے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک آفتاً ہو گا جس سے سارا جہاں روشن ہو گا۔“ ایک دفعہ فرمایا کہ ”شیخ احمد ایک ایسا سورج ہے جس کے سایہ میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں۔“

یہ مکاشفات عالیہ اس ذات عالی مقام کے تھے جس کے حالات میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ کس طرح شیخ المشائخ عبید اللہ الاحرار کی روح پر فتوح سے اپنی اعلیٰ ترین روحانی قوت مقناطیسی کے ذریعہ سارے کمالات و مراتب عالیہ جذب کرنے تھے اور حضرت شیخ محمد املنکیؒ سے تین ہی روز کے قلیل عرصہ میں خرقہ خلافت حاصل فرمایا تھا، ان کی روحانی بصیرت نے جو کچھ دیکھا تھا، اسی طرح دنیا والوں نے بھی تھوڑے دن بعد دیکھ لیا کہ آپ کی شہرت دور و نزدیک پھیلی، آپ کا آستانہ فیض بڑے بڑے اصحاب کمال کا بجا و ماوی ہوا، اکابر علماء و مشائخ

زمانہ، امراء و روساء عالم ترک و تاجیک تک سے آپ کے حضور میں باریاب ہو کر بہرہ میاب ہوئے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تاہم بخشد خدائے بخشدہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی ابتداء میں آپ سے کچھ بدظن ہوئے تھے، پھر آپ کے کمالات علمی و عملی کے منعقد ہو گئے تھے، مولانا سیالکوٹی نے ہی آپ کو سب سے پہلے مجدد الف ثانی کا خطاب دیا اور حضرت شیخ عبدالحق نے اخبار الاخبار میں لکھا کہ: جونز اع ہزار سال سے علماء اعلام و صوفیاء کرام میں چلا آتا تھا وہ آپ نے اتحاد یا اور مورد حدیث صد کے ہوئے جس میں بشارت ہے کہ میری امت میں ایک شخص ہو گا جس کو صد کہا جائے گا، اس کی شفاقت سے اتنے اتنے لوگ جنت میں داخل ہونگے (رواه السیوطی فی جمع الجواع) اس حدیث میں حضرت مجدد صاحب کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے اور خود مجدد صاحب نے اپنے حق میں لکھا ہے۔ الحمد لله الذي جعلی صلة بین البحرين۔

سرہند شریف میں قیام فرمائے کہ آپ نے مسدار شاد کو زینت دی اور کتب حدیث، تفسیر، فقہ و تصوف وغیرہ کا درس دیتے رہے، جلیل القدر کتابیں تالیف فرمائیں، جن میں سے مشہور یہ ہیں: مکتوبات ۳ جلد ضخیم (جن میں ۵۲۶ مکاتیب عالیہ ہیں) یہ سب مکاتیب حقائق و معارف الہیہ و علوم نبوت کے بحور ناپیدا کنار ہیں، معارف لدنیہ، مکاشفات غیبیہ، آداب المریدین، رسالہ و دشیعہ، المبداء و المعاو، رسالہ تمہلیلیہ، رسالہ اثبات نبوت، تعلیقات عوارف المعارف سہروردی۔

کچھ لوگ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کے بعض ارشادات عالیہ کے معانی و مطالب کو غلط سمجھنے کی وجہ سے آپ کے خلاف ہو گئے تھے اور انہوں نے شہنشاہ جہانگیر تک بھی شکایات پہنچائیں، جس پر سلطان نے آپ کو بلا کر گفتگو کی، آپ نے اس کو مطمئن کر دیا تو ان لوگوں نے سلطان کو آپ کے خلاف بھڑکانے کے لئے کہا کہ آپ نے حضور ظل سبحانی کو تعظیمی سجدہ نہیں کیا، بلکہ معمولی تواضع کا بھی اظہار نہیں کیا، سلطان نے اس بات سے متاثر ہو کر آپ کو قلعہ گوالیار میں محبوس کر دیا۔

شاہجہان کو آپ سے بڑی عقیدت تھی اس پر آپ کی قید و بند شاق گزری اور رہائی کیلئے سعی کی، آپ کے پاس افضل خان اور مفتی عبدالرحمٰن کو چند کتب فقہ کے ساتھ بھیجا اور کہلا دیا کے بروئے فقة اسلامی سلطان وقت کے لئے سجدہ تعظیمی کی گنجائش ہے، آپ اس کو گوارا کریں تو میں ذمہ دار ہوں کہ پھر آپ کو حکومت کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی، آپ نے جواب میں فرمادیا کہ جواز کی گنجائش بطور رخصت ہے اور عزیمت یہی ہے کہ غیر اللہ کو کسی حال میں سجدہ نہ کیا جائے، اس لئے میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔

چنانچہ آپ تین سال تک قید رہے، پھر جہانگیر نے آپ کو جیل سے آزاد کیا، مگر یہ شرط کی کہ آپ لشکر سلطانی کے ساتھ رہنے کے پابند ہوں گے، آٹھ سال آپ نے اس تقدیم کے بھی شان تسلیم و رضا سے گزارے، اس تمام عرصہ میں آپ سے سلطان اور دوسرے امراء و خواص برابر مستفید ہوتے رہے۔

سلطان جہانگیر کی وفات کے بعد شاہجہان تخت سلطنت پر آئے تو انہوں نے آپ کو تمام قیود سے آزاد کر کے سرہند شریف لے جانے کی

لہ حضرت شیخ محدث کو جو کچھ اختلاف تھا وہ حضرت امام ربانی کے بعض مکاتیب کی عبارات سے متعلق تھا جو تمام تر سلوک و حقائق سے تعلق رکھتی ہیں، تلقید یا نہ یہی تعصب سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا، لیکن نواب صدیق حسن صاحب کو وہاں بھی بھی رنگ نظر آیا، یا کچھ تاں کرا دھر لے جانے کی سعی نامشکور فرمائی، یہ بڑی تکلیف دہ بات ہے کہ ایسے اکابر امت کے بارے میں بھی اس قدر غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا جائے، حضرت شیخ محدث کا وہ رسالہ جس میں حضرت مجدد صاحب کے متعلق اپنے اشتباہات و اعتراضات بے تکلف پوری وضاحت سے لکھ دیئے تھے، شائع شدہ ہے اور حضرت مجدد نے جو جوابات دیئے، وہ بھی مکتوبات امام ربانی کی زینت ہیں، ان کو پڑھ کر ہر شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ نواب صاحب نے ایک بے بنیاد بات اپنی قنیت پر سے لکھی دی ہے، نواب صاحب کی علمی خدمات کی ہمارے دل میں بڑی قدر ہے، یہاں بضرورت ان کی لفڑی کا ذکر ہو گیا، اس نے ان کی کس رسالہ ہرگز مقصود نہیں۔

اجازت دی، جہاں آپ نے اپنی عمر شریف کا باقی حصہ بھی درس علوم ظاہری و افائدہ فیوض باطنی میں بسر فرمایا، آپ کے مکاتیب شریفہ کا عرصہ ہوا عربی ترجمہ ہو کر کئی شخصیم جلدیوں میں طبع ہو کر شائع ہوا تھا جواب نایاب ہے، راقم الحروف نے اس کو ایک محدودی بزرگ مقیم و تاجر کے مظہر کے پاس ۱۳۷۹ھ میں دیکھا تھا اور اس وقت خریدنے کے خیال سے حریمین شریفین کے تجارتی مکاتیب میں تلاش بھی کیا، مگر میسر نہ ہوا، کاش! اس کی اشاعت پھر مقرر ہو۔

مکاتیب فارسیہ کی اشاعت بہترین صحت و طباعت کے ساتھ اعلیٰ کاغذ پر امر ترسے ہوئی تھی، وہ بھی اب عرصہ سے نایاب ہے، کوئی باہم تاجر کتب اگر اس کو فوٹو آفٹ کے ذریعہ طبع کرادے تو نہایت گرانقدر علمی و دینی خدمت ہے، مکمل اردو ترجمہ کی اشاعت بھی نہایت ضروری ہے، واللہ امیر لکل عسیر۔

حضرت امام ربانی محدث العزیز کے مفصل حالات زندگی و سوانح حیات مستقل کتابوں میں شائع ہو چکے ہیں، ابن ندیم نے لکھا تھا کہ امام عظیم[ؑ] کے علوم و کمالات ظاہری سے شرق و غرب، برو بھر میں دور و نزدیک سب جگہ روشنی پھیلی، راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت امام ربانی کے علوم و کمالات باطنی سے شرق و غرب، برو بھر میں دور و نزدیک کے تمام خطے جگہ گاٹھے۔

درحقیقت آپ آسمان رسالت کے نیرا عظیم سرورد دنیم (ارواحت افادہ) ﷺ کے صدقہ و طفیل میں اس امت محمدیہ کے لئے کیسے کیسے علم وہدایت کے سورج، چاند ستارے ہر دوسرے آئے اور آئندہ بھی آتے رہیں گے۔ اس احسان عظیم عیم کا شکر کسی زبان و قلم سے ادا نہیں ہو سکتا۔

شکر نعمتھائے تو چند انکہ نعمتھائے تو غدر تقصیرات ما چند آنکہ تقصرات ما

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔

۳۳۵- الشیخ محی الدین عبد القادر احمد آبادی حنفی بن الشیخ عبداللہ العیدروس شافعی م ۱۰۳۸ھ

جامع معقول و منقول عالم و فاضل تھے، کثرت سے تصانیف کیں، آپ کی کتاب ”الثور السافری فی اخبار القرن العاشر“ بہت مشہور ہے، دوسری تصانیف یہ ہیں: مختصر البخاری، المختب لمصطفی فی اخبار مولانا المصطفی، الدرالشیعین فی بیان الہم من الدین، الحدائق الحضرہ فی سیرۃ النبی واصحابہ العشرہ اتحاف الحضرۃ العزیزہ بعیون السیرۃ الوجیزہ، الحواشی الرشیقة علی العروۃ الوشیقة، الانموذج اللطیف فی اہل بدر الشریف، اساباب النجاة والنیجاح فی اذکار المساء والصباح وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفی، نزہۃ الخواطر تذکرہ علماء ہند)

۳۳۶- الشیخ الامام الحمد ث ابوالمحبد عبد الحق بن سیف الدین البخاری الدہلوی حنفی م ۱۰۵۲ھ

مشہور محدث علام، جامع علوم ظاہری و باطنی تھے، آپ نے سب سے پہلے ہندوستان میں علم حدیث کی ہر خطے میں اشاعت کی، علوم حدیث کے بڑے تبحر عالم اور ماہر ناقہ تھے، پہلے تمام علوم کی تکمیل ہندوستان میں کی، پھر عقووان شباب ہی میں حریمین شریفین حاضر ہو کر وہاں مدت تک قیام فرمایا، وہاں کے اکابر اولیا و علماء سے کمالات ظاہری و باطنی کا استفادہ کیا، خصوصیت سے فن حدیث میں تخصص کا درجہ شیخ ملا علی قاری حنفی اور شیخ عبدالوہاب متقدی تلمیذ حضرت شیخ علی متقدی سے حاصل کیا، ہندوستان واپس ہو کر درس و ارشاد اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے، آپ کی حدیثی تالیفات سے فارسی شرح مشکلۃ شریف ”اعقۃ اللمعات“ اور عربی شرح ”لمعات الشیخ“ نہایت اہم ہیں، اشعة اللمعات چار جلدیوں میں مطبع توکلشور سے چھپی تھی، جس کے اڑھائی ہزار صفحات میں شیخ محدث نے شرح مشکلۃ کا حق ادا کر دیا ہے، اس کے ابتداء میں ایک مقدمہ بھی ہے جو علم حدیث، اقسام حدیث اور حالات آنکہ حدیث وغیرہ پر نہایت محققانہ تالیف ہے۔

الشیخة اللمعات کے قلمی نسخہ بھی ہندوستان میں کئی جگہ ہیں، ان میں سے ”حبیب گنج“ کا نسخہ سب سے قدیم ہے، اس کے خاتمه پر

حضرت شیخ محدث کے اپنے ہاتھ کی تحریر بھی ہے، اس نسخہ کو بارہ سور و پیسے میں خریدا گیا تھا جس کی کتابوں کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

دوسری شرح عربی دو جلدوں میں ہے اور اس میں شیخ محدث نے صرف وہ ابحاث مہم و تقدیم درج کی ہیں جو عام افہام سے بالاتر تھیں، نیز اس میں فقہ حنفی کے مسائل کی تطبیق احادیث صحیح سے کی گئی ہے اور نہایت گرانقدر محدثانہ محققانہ کلام کیا ہے، خود فرمایا کہ اس شرح کا مطالعہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت امام عظیم اپنے مسائل میں احادیث و آثار کا تنقیح اس قدر کرتے ہیں کہ اصحاب الظواہر میں شمار کرنے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے اور ان کے مقابلہ میں امام شافعی کو اصحاب الرائے میں شمار کرنا پڑے گا، اس کے شروع میں بھی نہایت جامع و نافع مقدمہ ہے، جو علیحدہ شائع بھی ہو گیا ہے، مگر افسوس ہے کہ لمعات ابھی تک شائع نہ ہو سکی، اس کے قلمی نسخہ باکی پور، رام پور، علی گڑھ، دہلی اور حیدر آباد کن وغیرہ میں ہیں کاش وہ شرح طبع ہو کر مشکلاۃ شریف کے ساتھ داخل نصاب مدارس عربیہ ہو کر پڑھائی جائے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے "الخط بذکر الصحاح الستة" میں حضرت شیخ محدث اور آپ کے صاحبزادہ شیخ نور الحق وغیرہ کے لئے کلمات مدح لکھ کر یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ ان اصحاب صلاح کا طرز تحدیث فقہا کے طریق پر تھا، محدثین کے نہیں، اگرچہ فوائد کثیرہ دینی و علمی سے خالی نہیں۔ غالباً نواب صاحب نے "مطالعہ لمعات" کی تکلیف گوارنیٹس کی، ورنہ ایسا نہ لکھتے یا احتجاف کی حدیثی خدمات کو گرانے کے لئے ضروری سمجھا ہو گا کہ کوئی تو اعتراض کا پہلو ضرور نکال لیا جائے۔

حضرت شیخ محدث نے فن رجال میں بھی کئی اہم کتابیں لکھیں، مثلاً الامال فی اسماء الرجال، اور اسماء الرجال والرواة المذکورین فی المثلوۃ، شرح اسماء الرجال البخاری یہ کتابیں بھی شائع نہیں ہوئیں، اسماء الرجال کا قلمی نسخہ باکی پور کے کتب خانہ میں ہے۔

آپ کی دوسری گرانقدر تالیفات یہ ہیں: *التعليق الحاوی على تفسير البهاؤی*، زبدۃ الآثار، رسالہ اقسام حدیث، ما ثبت بالشیخ فی ایام السنه، شرح سفر السعادۃ، شرح فتح الغیب، مدارج النبوۃ، جذب القلوب الی دیار الحکوب، مرج البحرین، فتح المنان فی مناقب العثمان، اخبار الاخبار، عقائد میں سمجھیل الایمان و تقویۃ الایمان نہایت اہم تالیف ہیں، فقد میں فتح المنان فی تائید مذهب العثمان لکھی جس میں آپ نے احادیث کو مختلف عنوانات کے تحت جمع کیا ہے، پھر چاروں آئندہ کے مأخذ پر بحث کی ہے اور امام عظیم کے مأخذ کو دورے مأخذ پر ترجیح دی ہے، اس کا قلمی نسخہ کتاب خانہ آصفیہ میں موجود ہے، اسی طرح "الفوائد" اور ہدایۃ المناک ای طریق المناک نہایت محققانہ لکھیں۔

آپ کے مجموعہ مکاتیب و رسائل میں بھی بڑا علمی ذخیرہ ہے، شعروخن کا ذوق آپ کا خاندانی ورثتھا، حق تلخیص کرتے تھے، آپ کے اشعار کا مجموعی شمار پانچ لاکھ تک کیا گیا ہے، مزار مبارک دہلی قطب صاحب میں حوض شمشی کے کنارہ واقع ہے، بعض اصحاب باطن نے وہاں عجیب و غریب کشش و لمبستگی اور فیوض برکات کے حصول کا ذکر کیا ہے۔

آپ کے مفصل حالات نہایت تحقیق سے محترم مولانا خلیق احمد صاحب نظامی استاذ شعبۃ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے لکھے ہیں جو حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نام سے اعلیٰ کاغذ پر بہترین کتاب و طباعت سے مزین ہو کر ندوۃ المصنفوں دہلی سے شائع ہو گئے ہیں۔
رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر، حدائق وحیات شیخ محدث)

۷۳۔ الشیخ ابو حامد سیدی العربي بن ابی المحاسن سیدی یوسف بن محمد الفاسی ۱۰۵۲ھ

مشہور محدث آپ نے حافظ ابن حجر کے مشہور رسالہ اصول حدیث نسبہ کو منظوم کیا جس کا نام "عقد الدرنی نظم نسبہ الفکر" رکھا اور اس کی شرح بھی لکھی، واضح ہو کہ نسبہ الفکر کو بہت سے محدثین کبار نے نظم کیا ہے، اور اس کی شروع لکھی ہیں، مثلاً شیخ کمال الدین بن الحسن شمشی مالکی م ۸۲۱ نے نظم کیا ہے اور اس کی شرح ان کے صاحبزادے شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن محمد شمشی مصری مالکی ثم حنفی ۸۷۲ھ نے کی جو شارح

معنی ابن ہشام اور مجشی شفابھی ہیں۔

شرح و تعلیقات نجہبہ میں سے حافظ قاسم بن قطلو بغا حنفی کی تعلیقات، علامہ مدث ملا علی قاری حنفی کی شرح الخجہ اور شیخ ابو الحسن محمد صادق بن عبد البادی السندي المدنی حنفی ۱۱۳۸ھ کی شرح خاص طور پر قابل ذکر ہیں، کیونکہ محمد شین احناف کی حدیثی خدمات کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے بلکہ ان کی حدیث دانی کو بھی مغلکوں بنانے کی سعی برابر کی جاتی رہی ہے، والی اللہ المشتکی وہو المستعان۔ رحمہم اللہ کلہم رحمة واسعة (الرسالت المستطر فص ۱۷۵، ۱۷۶)

۳۳۸- الشیخ العلامۃ الحمد ش حیدر پتو بن خواجہ فیروز کشمیری حنفی م ۱۰۵۷ھ

بڑے محدث، فقیہ، صاحب دروغ و تقویٰ، بیع سنت عالم تھے، سات سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید وابتدائی کتب سے فارغ ہوتے ہی ایتاء سنت کا شوق و جذبہ رفیق زندگی بن گیا تھا بابا نصیب سے پھر مولانا الحمد ش جو ہر نات سے علوم کی تحصیل کرتے رہے پھر دہلی جا کر حضرت شیخ محدث دہلوی سے علوم حدیث و تفسیر و فقہ وغیرہ کی تکمیل کی اور صاحب فتویٰ و عالم بے نظر ہو کر کشمیر واپس ہوئے وہاں درس و ارشاد کی مند کو زینت دی، بڑے مستغنى مزان و متوكل بزرگ تھے والی کشمیر نے تمیں مرتبہ آپ کی خدمت میں خود حاضر ہو کر کشمیر کی قضا پیش کی مگر آپ نے اس کو رد کر دیا، جب اس کے لئے طرح طرح سے آپ پر دباؤ ڈالے گئے تو کشمیر سے کہیں جا کر روپوش ہو گئے، دوسرا شخص منصب قضا پر مقرر ہو گیا تو آپ کشمیر واپس آئے اور آخر عمر تک درس و افادہ میں مشغول رہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة۔ (حدائق و زہرۃ الخواطر)

۳۳۹- شیخ احمد شہاب بن محمد خفاجی مصری حنفی م ۱۰۶۹ھ

بڑے محدث، فقیہ اور جامع معقول و منقول تھے، علوم عربی میں اپنے ماموں شیخ ابو بکر شنوائی سے، حدیث و فقہ میں شیخ الاسلام محمد رملی، شیخ نور الدین علی زیادی اور خاتمة الحفاظ ابراہیم علقمی و علی بن قائم مقدسی وغیرہ سے تلمذ کیا، اپنے والد ماجد کے ساتھ حریمین شریفین جا کر وہاں کے بھی اکابر و علماء و محدثین شیخ علی بن جارالله وغیرہ سے مستفید ہوئے پھر قطبیہ جا کر درس علوم میں مشغول رہے، مشہور تصانیف یہ ہیں: حواشی تفسیر بیضاوی (۸ جلد میں) شرح شفاء (۲ جلد میں) شرح درۃ الغواص حریری، حواشی رضی، شفاء العلیل نیما فی کلام العرب من الدليل، دیوان الادب، طراز المجالس، رسائل الرعیان وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۳۴۰- شیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجمی مصری حنفی م ۱۰۷۰ھ

علامہ محقق، محدث کبیر و فقیہ بے نظر تھے علوم کی تحصیل و تکمیل اپنے زمانے کے اکابر علماء شیخ شرف الدین بلقعنی، شیخ شہاب الدین شعی، شیخ امین الدین بن عبد العال، شیخ ابو الفیض سلمی وغیرہ سے کی اور ان حضرات سے درس علوم و افتاء کی اجازت سے مستند ہو کر جلد ہی بڑی شهرت حاصل کر لی تھی، آپ کی تصانیف میں سے الاشابة والنظائر بے نظر کتاب ہے اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق جزئیات فقیہہ کا سمندر ہے، اسی لئے یہ دونوں کتابیں علماء حنفیہ کا مأخذ و مرجع اور مایہ ناز علمی خزینے ہیں۔

آپ کی فتح لغفار شرح المنار، مختصر تحریر الاصول مسمی پلب الاصول، تعلیقات ہدایہ اور حاشیہ جامع الفصو لین، مجموعہ فتاویٰ چالیس رسائل متفرق مسائل میں سب ہی نہایت محققانہ و مدققا نہ تایفات ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة۔ (حدائق حنفیہ وغیرہ)

۳۴۱- الشیخ الحمد ش العارف العلام محمد بن الامام الربانی مجدد الالف ثانی حنفی م ۱۰۷۰ھ

۱۰۰۵ھ میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے، بڑے محدث و فقیہ، عارف کامل، صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے، علوم نقلیہ رسمیہ کی

تحصیل و تکمیل اپنے والد ماجد حضرت امام ربانی قدس سرہ سے کی، علم حدیث کی سند بھی آپ سے اور شیخ عبدالرحمٰن رمزی سے حاصل کی، حضرت امام ربانی قدس سرہ کی خدمت و محبت میں کافی وقت گزار کرانے سے طریقت میں بھی کمال حاصل کیا، حضرت امام قدس سرہ نے آپ کی طرف توجہ خاص فرمائی، یہاں تک کہ آخر عمر میں آپ کی وجہ سے درس بھی ترک فرمادیا تھا، فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ بچہ علماء رائخیں میں سے ہے، اور آپ کو خرقہ خلافت پہنایا، خانون الرحمۃ کے لقب سے مشرف فرمایا۔

باوجود ان کمالات ظاہری و باطنی کے آپ نے حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کی وفات پر مند خلافت اپنے بھائی شیخ محمد معصوم صاحبؒ کے لئے چھوڑ دی تھی اور خود حرمین شریفین چلے گئے، حج و زیارت کے بعد ۱۹۰۴ھ میں واپس ہو کر باقی عمر درس و تلقین میں گزاری۔ آپ کی تصانیف حاشیہ مشکوٰۃ شریف، رسالہ تحقیق اشارہ فی المشہدین، حاشیہ خیالی شرح عقائد وغیرہ ہیں۔ (حدائق) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

۳۲۲- الشیخ ایوب بن احمد بن ایوب الاستاذ الکبیر الخلوقی مشقی حنفیؒ م ۱۷۰۱ھ

بڑے محدث، جامع علوم و فنون، جامع شریعت و طریقت تھے، علوم حدیث آپ نے محدث شہیر معمراًبراہیم بن الاحدب سے حاصل کئے اور عارف باللہ احمد العالی سے طریق خلوتی حاصل کر کے شیخ وقت ہوئے، بڑے صاحب کشوف و کرامات تھے، آپ کو شیخ اکبر ابن عربی کی لسان کہا جاتا تھا، ایک دفعہ خواب میں شیخ اکبر کو دیکھا کہ ان کے دروازہ پر چالیس دربار ہیں، لیکن آپ داخل ہوئے تو کسی نے نہ روکا، شیخ کی خدمت میں پہنچے تو فرمایا کہ ”اے ایوب! تم میرے نقش قدم پر ہو، تمہارے سوا کوئی اس طرح میرے پاس نہیں آیا، حضور اکرم ﷺ کی زیارت مبارکہ سے مشرف ہوئے، اس وقت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حضرات عشرہ مبشرہ بھی حاضر تھے، حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا ”ایوب سے کہہ دو کہ وہ زمانہ بہت مبارک ہے جس میں آپ ہیں“۔

ہمیشہ اور ہر وقت کلمہ توحید ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا اور درکھتے تھے جو آپ کے رُگ و پے میں سرایت کر گیا تھا، حتیٰ کے سوتے میں بھی آپ کے سانس کے ساتھ کلمہ مبارک سن جاتا تھا، فرماتے تھے کہ اگر مجھے شروع سے معلوم ہو جاتا کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ میں اتنے اسرار ہیں تو میں کوئی علم طلب نہ کرتا، حالانکہ آپ اسی ۸۰ علوم و فنون میں مہارت رکھتے تھے، آپ نے رسالہ اسمائیہ میں لکھا کہ سب سے زیاد سریع الاشر اور نتیجہ خیز و در لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَوْ قرآن سورہ اخلاص ہے۔

آپ نے بہت سے رسائل لکھے جو سب نہایت تحقیقی اور علوم و حقائق کے خزانے ہیں، مثلاً ذخیرۃ الفتح، عقلیۃ التفریید، ذخیرۃ الانوار، سیرۃ الافکار، رسالتہ تحقیقین وغیرہ ایک جزو میں اپنے مشائخ حدیث جمع کئے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدیم و خلاصہ الارض ۳۲۸ ج ۱)

۳۲۳- شیخ محمد آفندی بن تاج الدین بن احمد محاسنی مشقی حنفیؒ م ۱۷۰۲ھ

مشہور محدث، فقیہ و ادیب تھے، جامع سلطان سلیم کے خطیب رہے، پھر جامع بنی امیہ کے امام و خطیب ہوئے اور جامع مذکور کے قبہ مغربیہ میں حدیث کا درس دیتے رہے، صحیح مسلم پر تعلیقات لکھیں، آپ سے بہت سے علماء مشق مثل علامہ محقق شیخ علاء الدین حسکفی مفتی شام وغیرہ نے استفادہ علوم کیا، آپ کا کلام نظم و نثر نہایت فصح و بلغ ہوتا تھا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ)

۳۲۴- شیخ نور الحق بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفیؒ م ۱۷۰۳ھ

مشہور محدث فقیہ، فاضل قبیر، جامع کمالات صوری و معنوی تھے، علوم ظاہری و کمالات باطنی کی تحصیل و تکمیل اپنے والد ماجد سے کی، پھر درس و افتاء میں مشغول ہوئے، گرفتار تصانیف کیں، مثلاً تیسیر القاری فی شرح صحیح البخاری (۶ تینیں جلد میں) شرح صحیح مسلم، شرح شامل

الترمذی، رسالہ اثبات اشارہ تشهد، زبدۃ فی التاریخ، تعلیقات شرح المطاع، تعلیقات علی العهد یہ وغیرہ۔ تیسیر القاری ۱۲۹۸ھ میں نواب محمود علی خان صاحب والی ریاست لوک کی توجہ والی امداد سے چھپی تھی، اس کے حاشیہ پر شیخ الاسلام (سبط شیخ محدث دہلوی) کی شرح اور علامہ حافظ دراز پشاوری کی شرح بھی طبع ہوئی تھی، یہ تینوں تالیفات نہایت محققانہ طرز کی ہیں، اب یہ کتاب نایاب ہے۔ شاہجہان ایام شاہزادگی سے ہی آپ کے علم و فضل سے خوب واقف تھا، اس لئے اپنے دور شہنشاہی میں آپ کو اکبر آباد (آگرہ) کا قاضی و مفتی مقرر کر دیا تھا، آپ کا دور قضاء امانت و دیانت اور فعل خصومات کے اعتبار سے نہایت معقول و شاندار رہا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (مقدمة لامع ص ۱۲۲ احمدائق حنفی و نزہۃ الخواطر)

۳۲۵- الشیخ محمد معصوم بن الامام الربانی مجدد الالف الشانی قدس سرہ م ۱۰۸۰ھ، ۷۷۹ھ، ۱۰۸۰ھ
مشہور و معروف محدث و فقیہ اور شیخ طریقت تھے، قرآن مجید صرف تین ماہ میں حفظ کر لیا تھا، پھر اکثر علوم کی تحصیل حضرت والد ماجد قدس سرہ سے کی اور ان کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہ کر کمالات طریقة نقشبندیہ کی تحریک کی، آپ حضرت مجدد صاحب کے اخلاق و عادات و کمالات کے ممثلاں کامل تھے، آپ کو حضرت مجدد صاحب نے مقامات عالیہ قیومیت وغیرہ سے سرفراز ہونے کی بشارت دی اور جن مراتب عالیہ پر آپ پہنچے، حضرت مجدد صاحب کے اصحاب و خلفاء میں سے کوئی ان تک نہیں پہنچا، حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کی وفات پر آپ ہی مندار شاد پر رونق افروز ہوئے اور تمام اوقات درس علوم و افادہ فیوض باطنیہ میں بسر کئے، بیضاوی شریف، مشکوہ شریف، بدایہ عضدی و تکویح کادرس اکثر دیا کرتے تھے، ہزاروں ہزار لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا اور آپ کے خلفاء کی تعداد بھی سات ہزار تک نقل ہوئی ہے، نیز بعض حضرات نے آپ کی توجہ سے درجہ ولادیت پر پہنچنے والی کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ لکھی ہے۔

امراء و سلطین کی مجالس سے بے حد نفوذ تھے، حتیٰ کے شاہجہان باوجود اشتیاق بسیار کے آپ کی صحبت سے محروم رہا البتہ اور انگریز عالمگیر آپ کی بیعت اور کچھ صحبت سے بھی مشرف ہوئے۔

آپ کے مکاتیب عالیہ بھی تین جلدیوں میں مدون ہوئے جو حضرت امام ربانی کے مکتبات مبارکہ کی طرح حقائق علوم نبوت، غوامض اسرار شریعت اور لطائف و دقائق طریقت کا گراں قدر مجموع ہیں، اکثر مکاتیب میں مکتبات حضرت امام ربانی کے مغلقات و مشکلات کا بھی حل کیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق حنفیہ)

۳۲۶- الشیخ معین الدین بن خواجہ محمود نقشبندی کشمیری حنفی م ۱۰۸۵ھ

مشاخچ و علماء کشمیر میں سے اتباع شریعت، ترویج سنت و ازالہ بدعتات و رسوم غیر شرعیہ میں اپنے وقت کے بنیظیر عالم تھے، حدیث و فقہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی شاگردی کی اور مدت تک ان کی خدمت میں رہے تھے، کشمیر میں مرجع علماء و فضلاء ہوئے اور درس علوم و آفادہ فیوض باطنی میں زندگی بسر کی، مجموعہ فتاویٰ نقشبندیہ کنز السعادۃ (فقہ میں) الرضوانی (سیر و سلوک و بیان خوارق و کرامات والد ماجد میں) آپ کی یادگاریں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق حنفیہ)

۳۲۷- شیخ محمد بن علی بن محمد بن علی حسکلفی حنفی م ۱۰۸۸ھ

مشہور محدث و فقیہ جامع معقول و منقول، صاحب تصنیف کشیرہ تھے، احادیث و مرویات کے بڑے حافظ تھے، آپ کے فضل و کمال کی شہادت آپ کے مشائخ و اساتذہ اور ہمصردوں نے بھی دی ہے، خصوصیت سے آپ کے شیخ خیر الدین رملی نے آپ کے کمال درایت و

روایت کی بڑی تعریف کی ہے، آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں: تعلیقات بخاری (۳۰ جزو) حواشی تفسیر بیضاوی، الدر المختار (فقد کی مشہور و متداول کتاب) شرح ملکی الابحر، شرح المنار، شرح قطر، مختصر فتاویٰ صوفیہ، حواشی درود غیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حفیہ)

۳۲۸- شیخ ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد بن بیری مفتی مکہ مکرمہ حنفی م ۱۰۹۲ھ

آپ ”بیری زادہ“ کے نام سے مشہور ہوئے، محدث کامل، فقیر فاضل، تبحر فی العلوم اور علم فتویٰ میں یکاں زمانہ تھے، تمام اوقات مطالعہ کتب اور درس و تصنیف وغیرہ میں مشغول رہتے تھے، ستروں سے زیادہ تصانیف عالیہ یادگار چھوڑیں ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں۔

شرح موطا امام محمد (۲ جلد) عمدۃ ذوی البصائر حاشیہ الاشباه والنظائر، شرح صحیح قدوری شیخ قاسم، شرح المنک الصغر ملا علی قاری، رسالہ در بیان جواز عمرہ درا شہر حج، شرح منظومہ ابن شحن، رسالہ در بارہ اشارہ سبایہ، رسالہ در عدم جواز تلقین (اس رسالہ میں آپ نے اپنے ہم عصر علماء کی بیان فروغ وغیرہ کا مدلل روکیا ہے) ولادت مدینہ طیبہ میں ہوئی تھی، وفات مکہ معظمہ میں ہوئی اور معلقة میں قریب مرقد مبارک حضرت ام المؤمنین خدیجہؓ دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حفیہ)

۳۲۹- شیخ داؤ مشکوٰۃ کشمیری حنفی م ۱۰۹۷ھ

کشمیر کے اکابر محدثین و فقهاء میں سے تھے، آپ نے شیخ حیدر بن فیروز کشمیر سے علوم حدیث و فقہ وغیرہ کی تحصیل و تکمیل کی، طریقت کے کمالات شیخ نفیب الدین سے حاصل کئے، حضرت خواجہ محمود بخاری سے بھی فیوض کشیرہ لئے اور ان سب حضرات کی خدمت میں ایک مدت گزار کر علم و معرفت میں کامل ہوئے، ”مشکوٰۃ“، مشہور ہوئے، کیونکہ پوری مشکوٰۃ شریف آپ کو متناو سندا حفظ تھی۔

آپ نے اسرار الابرار (سدادت کشمیر کے حالات میں) لکھی، اسرار الاشجار اور کتاب منطق الطیر شیخ عطاءؒ کو منظوم کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۵۰- شیخ یحییٰ بن الامام الربانی مجدد الالف الشانی قدس سرہ حنفی م ۱۰۹۸ھ

حضرت مجدد صاحبؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں، محدث، فقیہ، علام، ربانیین سے ہیں، ۲۱۰۲ھ میں ولادت ہوئی، علوم کی تحصیل و تکمیل اپنے مبلغے بھائی، شیخ محمد معصوم صاحبؒ اور بڑے بھائی شیخ محمد سعید صاحبؒ سے کی، پھر درس و افادہ میں مشغول ہوئے اور بہت سی تصانیف بھی کیں۔ آپ کا نکاح حضرت خواجہ عبداللہ بن حضرت شیخ المشائخ خواجہ باقی باللہ نقشبندی قدس اسرارہما کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ ”الیائع الجنی“ میں ہے کہ آپ نے مسئلہ اشارہ تشبید میں اپنے والد ماجد اور بھائیوں کی مخالفت کی، یعنی ازروئے حدیث صحیح اس کے ثبوت کو نفی و انکار کے مقابلہ میں ترجیح دی اور یقیناً حضرت مجدد صاحبؒ اور دوسرے حضرات بھی اگر حدیث ثابت صحیح سے مطلع ہو جاتے تو اپنی رائے بدل دیتے۔ حمّم اللہ کلہم رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ۲۳۵ ج ۵)

۳۵۱- الشیخ ابو یوسف یعقوب البنانی لاہوری حنفی م ۱۰۹۸ھ

مشہور محدث، فقیہ و جامع معقول و منقول تھے، شاہجہان اور عالمگیر کے دور میں آپ ناظر محکم عدیلہ رہے، باوجود اس کے درس و تصنیف میں بھی مشغول رہتے تھے، آپ کے درس سے بکثرت علماء و طلبہ نے استفادہ کیا، علوم حدیث میں بڑی دست گاہ تھی، اشادرس میں فاضل سیالکوٰۃ پر تعریضات کرتے تھے، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

حاشیہ بیضاوی شریف، الحیر الجاری فی شرح صحیح البخاری، المعلم فی شرح صحیح الامام مسلم، المصطفیٰ فی شرح الموطأ، شرح تہذیب الكلام،

شرح الحسامی، شرح شرعتہ الاسلام، اساس العلوم (حدیث میں) حاشیہ رضی، حاشیہ عضدی، ان کے علاوہ دوسری کتب درسیہ پر بھی تعلیقات ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نہایۃ الخواطر ص ۳۲۹ ج ۵)

۳۵۲- الشیخ محمد شیخ الاسلام فخر الدین بن محبت اللہ بن نور اللہ دہلوی حنفی

محمد جلیل القدر، فضلائے عصر میں ممتاز، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نواسہ ہیں، آپ نے بخاری شریف کی شرح لکھی تھی جو تیسرا القاری کے حاشیہ پر چھپی ہے، اس میں نہایت محققانہ محدثانہ ابحاث ہیں، آپ سلطان محمد شاہ کے زمانہ سے نادر شاہ کے ابتدائی دور تک دہلی میں صدرالصدور امور مذہبی کے عہدہ پر فائز رہے، پھر حلّت فرمائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (مقدمہ لامع ص ۱۲۷)

۳۵۳- شیخ محمد شمسنگرف گناہی کشمیری حنفی

حضرت بابا عنان گناہی کی اولاد میں سے محدث بکیر، فقیر فاضل اور جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے، علامہ مفتی فیروز کے چپا تھے، اپنے شہر کے علماء و محدثین سے تحصیل علوم کے بعد حر میں شریفین تشریف لے گئے، وہاں زبدۃ الحقائقین، محدث شہیر علامہ ابن حجر عسکری سے حدیث کی اجازت حاصل کی اور کشمیر واپس ہو کر درس و ارشاد میں مشغول ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ و تذکرہ علماء ہند)

۳۵۴- شیخ زین الدین علی تبور، رائے نواری کشمیری حنفی

علماء کشمیر میں سے محدث کامل و فقیہہ فاضل تھے، حضرت شیخ یعقوب صرفی اور ملائیش الدین یاہی سے علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد حضرت مخدوم شیخ ہمزہ سے بیعت کی اور معارف و حقائق تصوف سے بھی حظ و افر حاصل کیا اوس ط عمر میں تمام و کمال فقر و زہد کی زندگی اختیار کی، پھر حر میں شریفین حاضر ہوئے اور وہاں شیخ ابن حجر عسکری سے اجازت حدیث لے کر کشمیر واپس آئے اور تمام زندگی نشر و افادہ علوم ظاہری و باطنی میں بسر کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ و تذکرہ)

۳۵۵- شیخ علی بن جاراللہ قرشی خالدی حنفی

حضرت خالد بن ولیدؑ کی اولاد میں سے محدث کامل، فقیر فاضل، مفتی و خطیب مکہ معظمہ تھے، حرم شریف میں بیٹھ کر تمام دن درس حدیث و تفسیر و فقہ اور افتاء کی خدمات انجام دیتے تھے، خصوصیت سے بخاری شریف کا درس نہایت محققانہ شان سے ہوتا تھا، بڑے فتح و بلیغ مقرر و خطیب تھے، اپنے خاندان میں سے صرف آپ کے والد اور آپ ہی حنفی تھے، باقی سب شافعی مذہب کے پیرو تھے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے صحیح بخاری شریف وغیرہ کتاب صحاح آپ سے پڑھی تھیں، شیخ علی مقتی اور شیخ عبدالوہاب مقتی سے بڑی محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۳۵۶- الشیخ المحدث حسن بن علی الجیمی المکی، حنفی م ۱۱۳ھ

مشہور محدث و فقیر تھے، آپ کی اسناد مرویات "کفاۃ المستخلع" کی دو جلدیں میں ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدمہ نصب الرای ص ۲۸)

۳۵۷- الشیخ محمد عظیم بن سیف الدین بن الشیخ محمد معصوم العمری سرہندی حنفی م ۱۱۳ھ

بڑے محدث و فقیر تھے، علوم کی تحصیل اپنے پچا جان شیخ فرخ شاہ بن الشیخ محمد سعید سرہندی اور والد ماجد سے کی اور طریقت میں بھی اپنے والد بزرگوار سے استفادہ کیا، آپ کی نہایت محققانہ مفید شرح صحیح بخاری پر ہے جس کا نام فیض الباری ہے، ۲۸ سال کی عمر میں وفات

ہوئی اور اپنے والد ماجد کے قریب سر ہند شریف میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (ہدایہ احمدیہ، نزہۃ الخواطر)

۳۵۸- الشیخ مبارک بن فخر الدین الحسینی الواسطی بالگرامی حنفیؒ م ۱۱۱۵ھ

محمدث کبیر وجامع علوم و فنون تھے، پہلے بلکرم میں تحصیل کی، پھر دہلی گئے اور علامہ خواجہ عبد اللہ بن شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی بالله نقشبندی قدس سرہ اور شیخ نور الحق بن شیخ محمدث دہلوی وغیرہ سے علوم کی تکمیل اور حدیث کی سند حاصل کی ۱۰۶۲ھ میں اپنے وطن واپس ہو کر درس و افادہ میں مشغول ہوئے۔

نہایت و قور، بارع ب اور امر معروف و نبی منکر میں جری تھے، ان کی موجودگی میں کسی شخص کو ارتکاب منہیات شرع کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر)

۳۵۹- الشیخ الحمد فرخ شاہ بن الشیخ محمد سعید بن الامام الربانی قدس سرہ، حنفیؒ م ۱۱۲۲ھ

اپنے والد ماجد کی تیسری اولاد ہیں لیکن علم و فضل میں سب سے بڑھ کر اور درس و افادہ علوم و ظاہر و باطن میں سب سے بڑے تھے، اپنے والد ماجد سے علوم کی تحصیل اور خصوصیت سے حدیث و فقہ اور تصوف میں مراتب عالیہ کی تکمیل کی، حافظ نہایت قوی تھا، بڑے ذہین و ذکری تھے، مبادثہ سے بھی رغبت تھی، علوم حدیث سے عشق تھا، ہر میں شریفین حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر ہندوستان واپس ہوئے اور درس و افادہ میں منہمک ہو گئے۔

”الیاع الحنفی“ میں ہے کہ آپ کو ستر ہزار حدیث متن و سند کے ساتھ یاد تھیں جن کے رجال پر پوری بصیرت سے جرح و تعدیل کر سکتے تھے، احکام فہریہ پر بڑی نظر تھی اور ایک درجہ کا اجتہاد حاصل تھا، باوجود اس کے نہایت حیرت ہے کہ آپ نے ایک رسالہ منع اشارہ تشدید میں لکھا ہے۔

فقہ و حدیث میں آپ کے بہت سے رسائل ہیں اور اپنے جدا مجدد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی طرف سے مدافعت میں بھی رسائل لکھے ہیں، مثلاً القول الفاصل میں الحق و الباطل و کشف الغطاء عن وجہ الخطا، نیز رسالہ حرمت غنائم، رسالہ عقائد رسالہ فی الحقيقة الحمدیہ، حاشیہ حاشیہ عبدالحکیم علی الحنفی وغیرہ لکھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (نزہۃ الخواطر)

۳۶۰- شیخ عنایت اللہ شاہ کشمیری حنفیؒ م ۱۱۲۵ھ

بڑے محدث، فقیہ، متقدی، متورع اور جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل اپنے وقت کے اکابر شیوخ سے کی ہمیشہ علوم حدیث، تفسیر و فقہ وغیرہ کا درس دیتے تھے، خصوصیت سے درس بخاری شریف کی محدثانہ تحقیق کے لحاظ سے بے نظیر شہرت ہوئی۔

نقل ہے کہ ۳۶۲ دفعہ مکمل بخاری شریف کو پوری تحقیق سے پڑھایا حدیث اور اس کے طرق اسانید کی واقفیت آپ کو بدرجہ کمال حاصل تھی، مثنوی مولانا روم کو بھی پڑھنے پڑھانے کے نہایت دلدادہ تھے، علوم باطن میں مشائخ وقت سے خرقہائے خلاف حاصل کئے، تمام عمر درس و دععظ میں بسر کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق الحفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۶۱- الشیخ العلامہ احمد بن ابی سعید بن عبد الرزاق صدقی حنفیؒ م ۱۱۳۰ھ

مشہور محدث و فقیہ، جامع معقول و منقول ”ملائجیون“ کے نام سے زیادہ معروف، شہنشاہ اور نگزیب عالمگیر کے استاذ محترم تھے، نبا حضرت ابو بکر صدقیؒ سے متصل اور قصبه ایٹھی کے ساکن تھے، سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا پھر تحصیل علوم و فنون میں مشغول ہوئے، قوت جا فاظ بے نظیر تھی جو کتابیں دیکھتے تھے، یاد ہو جاتی تھیں، اکثر درسی کتابیں شیخ محمد صادق ترکھی سے اور کچھ مولانا ناطف اللہ صاحب

جہاں آبادی سے پڑھیں، فراغت کے بعد مند صدارت مدرس کو زینت بخشی اور اپنے وطن میں پڑھاتے رہے، چالیس سال کی عمر میں اجمیر شریف ہو کر دہلی پہنچ، وہاں بھی کافی مدت اقامت کی، درس و افادہ کرتے رہے، ۵۵ سال کی عمر میں شریفین حاضر ہونے، وہاں بھی ایک مدت اقامت کی، وہاں کی برکات ظاہری و باطنی سے دل بھر کر سیرابی کی، ۲۵ سال بعد واپس ہو کر بلا دکن میں سلطان عالمگیر کے ساتھ ۶ سال گزارے، ۱۱۱۲ھ میں پھر حرمین شریفین حاضری دی، ایک سال اپنے والد ماجد کی طرف سے، دوسرے سال والدہ ماجدہ کی جانب سے بھی مناسک حج ادا کئے اور صحیحین کا درس نہایت تحقیق و اتقان کے ساتھ بغیر مراعات کتب و شروح دیا، پھر ۱۱۱۲ھ میں ہندوستان واپس ہو کر اپنے وطن میں دو سال قیام کیا، اس زمانہ میں طریق سلوک و تصوف کی طرف زیادہ توجہ فرمائی اور حضرت شیخ نیشن بن عبدالرزاق قادری سے خرق خلافت حاصل کیا، پھر اپنے اصحاب و مریدین کے ساتھ دہلی تشریف لائے، قیام فرمایا کہ درس و افادہ میں مشغول ہوئے۔

شاہ عالم بن عالمگیر بلا دکن سے لوئے تو آپ نے اجمیر جا کر ان کا استقبال کیا، ان کے ساتھ لا ہو رگئے، وہاں بھی ایک مدت گزاری، شاہ عالم کی وفات پر دہلی واپس ہوئے اور وفات تک دہلی میں مقیم رہے، شاہ فرخ سیرے نے بھی آپ کی بڑی قدر و منزلت کی۔ علاوه افادہ علوم ظاہری و مکالات باطنی ہر وقت لوگوں کی دنیوی ضرورتوں میں بھی امداد فرماتے تھے اور امراء و سلاطین کے یہاں ان کے لئے سفارش کرتے تھے، باوجود کبریٰ کے بھی عوام سے رابطہ اور درس و افادہ کا مشغله آخروقت تک قائم رکھا۔

آپ کی تصانیف نہایت مشہور و مقبول ہوئیں، جن میں چند یہ ہیں: تفسیر احمدی، جو آپ کے ابتدائی دور کی تصنیف ہے (اس کو آپ نے ۱۰۶۳ھ پورا کیا، نور الانوار فی شرح المنار) یہ کتاب مدینہ منورہ کے قیام میں صرف دو ماہ کے اندر لکھی، السوانح (یہ لوائح جامی کے طرز پر ہے جس کو آپ نے دوسرے سفر جاہز میں تصنیف کیا، مناقب الادالیاء (آخری زمانہ قیام امیثھی میں تصنیف کی، اس کا تتمہ آپ کے صاحزادے شیخ عبدالقدار نے لکھا، آداب احمدی (سیر و سلوک میں ابتداء عمر میں لکھی) آپ کی وفات دہلی میں ہوئی وہیں دفن ہوئے تھے، مگر پہلاں روز کے بعد آپ کو امیثھی لے کر آپ کے مدرس میں دفن کیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حقيقة و نزہۃ الخواطر)

۳۶۲- الشیخ الامام العلامہ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد البهادی سندي حنفی م ۱۱۳۸ھ، ۱۱۳۹ھ

جلیل القدر محدث و فقیہ، شیخ ابو الحسن سندي بکر کے نام سے مشہور ہوئے، پہلے اپنے بلا دندھ کے علماء و مشائخ سے علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی پھر مدینہ طیبہ کو ہجرت کی اور وہاں کے اجلہ شیوخ سے استفادہ کیا، حرم شریف نبوی میں درس حدیث دیتے تھے، علم و فضل و ذکاء و صلاح میں بڑی شہرت پائی، نہایت نافع تالیفات کیں، مثلاً حواشی صحاح ستہ، حاشیہ منڈ امام احمد، حاشیہ فتح القدیر، حاشیہ جمع الجواہر مع شرح اذکار الامام النووی وغیرہ۔

سلک الدرر اور تاریخ جبرتی میں ہے کہ مدینہ طیبہ میں جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے جنازہ کو امراء و حکام نے اٹھا کر مسجد نبوی میں پہنچایا اور تمام ساکنان مدینہ پاک نے اظہار غم والم کیا، بازار بند ہوئے، بے شمار لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی اور بقعیج میں دفن ہوئے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمة نصب الرایہ و نزہۃ الخواطر ص ۴۵، ۴۶)

۳۶۳- شیخ کلیم اللہ بن نور اللہ بن محمد صالح الحمدہ صدیقی جہاں آبادی حنفی، م ۱۱۳۰ھ

کبار مشائخ چشت میں سے بڑے محدث و علامہ وقت تھے، اول علماء دہلی سے تحصیل علوم و فنون کی، پھر جاہز تشریف لے گئے اور ایک مدت طویلہ وہاں رہ کر استفادہ تکمیل و علوم ظاہری کے ساتھ طریقہ چشتیہ شیخ بیہقی بن محمود گھراٹی مدنی سے طریقہ نقشبندیہ میر محترم سے (جن کا سلسلہ خواجہ عبید اللہ احرار سے متصل تھا) اور طریقہ قادریہ شیخ محمد غیاث کے سلسلہ سے حاصل کیا، پھر ہندوستان واپس ہو کر دہلی میں قیام کر کے

درس و افادہ میں مشغول ہوئے۔

آپ کی تصنیف قیمہ یہ ہیں: تفسیر قرآن مجید، شکلکوں، المرقع فی الرقی، التسیر، سوا، اسبیل، العشرۃ الکاملہ، کتاب الرد علی الشیعہ، مجموعۃ المکاتیب، شرح قانون اشیخ الرئیس وغیرہ، بڑے متکل وزاہد تھے، سلاطین و امراء کے ہدایا و تحائف سے سخت اجتناب کرتے تھے، اپنا ذاتی مکان جو بڑی حیثیت کا تھا کرایہ پر دے دیا تھا اس کی آمدی سے گزر اوقات کرتے تھے، معمولی کرایہ کا مکان لے کر رہا تھا کی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفی و نزہۃ الخواطر)

۳۶۳- شیخ ابوالطیب محمد بن عبد القادر السندي المدنی حنفی م ۱۱۲۰ھ

بڑے محدث جلیل القدر تھے، پہلے اپنے بلاد سنده کے علماء، و مشائخ سے علوم کی تحصیل کی، پھر حجاز جا کر حج و زیارت سے مشرف ہوئے، مدینہ طیبہ (زادہ اللہ شرفاء میں سکونت اختیار کی)، شیخ حسن بن علی بھی سے صحاح ستہ پڑھیں، شیخ محمد سعید کوئی قرشی نقشبندی اور شیخ احمد البنا سے بھی اجازت حاصل کی۔

تمام عمر درس علوم و افادہ کمالات میں مشغول رہے، صدق و صلاح، تقویٰ و طہارت کا پیکر مجسم تھے، حنفی المسلک، نقشبندی الطریقہ تھے، جامع ترمذی کی عربی میں بہترین شرح لکھی جس کی ابتداء اس طرح کی: الحمد لله الذي شید ارکان الدين الحنفی بكتابه المبین الخ در مختار پڑھی بہت گرانقدر حاشیہ لکھا۔

آپ سے مدینہ طیبہ کے بکثرت علماء و کبار محدثین نے حدیث پڑھی، مثلاً شیخ عبدالرحمٰن بن عبد الکریم انصاری مدنی، شیخ عبد اللہ بن ابراہیم البری مدنی، شیخ محمد بن علی الشرداوی مدنی، شیخ یوسف بن عبد الکریم مدنی وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تکملہ تقدمة نصب الرایہ ص ۳۹ و نزہۃ الخواطر ص ۱۳۴)

۳۶۵- شیخ عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی دمشقی حنفی م ۱۱۲۳ھ

محدث و فقیہ فاضل تھے، علوم کی تحصیل و تکمیل اپنے بلاد کے اکابر و علماء، و مشائخ سے کی اور آپ کے فیض علم سے بکثرت علماء، و مشائخ مستفید ہوئے، کتاب ذخائر المواریث فی الدالۃ علی مواضع الدیث، کتاب تہایۃ المراد شرح ہدیۃ ابن العماد، خلاصۃ التحقیق فی مسائل التقلید و التدقیق، اللولوالمکنون فی الاخبار عما سکون، عایۃ الوجازہ فی تکرار الصلوٰۃ علی الاجازہ وغیرہ تصنیف کیں، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (امام ابن ماجہ اور علم حدیث اردو ص ۲۳۳ و حدائق الحنفیہ)

۳۶۶- شیخ محمد افضل بن الشیخ محمد معصوم بن الامام الربانی قدس سرہ حنفی م ۱۱۲۶ھ

محدث شفیق، فاضل تبحر فی العلوم، اولیائے کبار سے تھے، حضرت شیخ عبدالاحد بن شیخ محمد سعید سرہنڈی خلیفہ شیخ احمد سعید سے علم ظاہرو باطن حاصل کیا، پھر حریمین شریفین حاضر ہو کر شیخ سالم بن عبد اللہ البصری کی کی صحبت میں رہے، اور استفادہ کیا، شیخ جنتہ اللہ نقشبندی سے بھی دس سال تک اکتساب فیوض و برکات کیا تھا۔

تجاز سے واپس ہو کر دہلی میں سکونت اختیار کی، مدرسہ غازی الدین خان میں درس علوم دیا، آپ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حضرت مرزا صاحب جان جاناں، شیخ گدائلی اور دوسرے بہت سے علماء نے حدیث حاصل کی، حضرت شیخ الشاخن مولا نا غلام علی صاحب نقشبندی قدس سرہ نے ”مقامات مظہریہ“ میں تحریر فرمایا کہ:

آپ "حضرت شیخ عبدالاحد قدس سرہ کی خدمت میں بارہ سال رہے، پھر حریمین شریفین میں شیخ سالم سے استفادہ کیا، واپس ہو کر دہلی صدارت علم کی اور نہایت قناعت و عفاف کے ساتھ زندگی بسر کی، آپ کی خدمت میں جتنے روپے پیش کئے جاتے تھے، ان سے علمی کتابیں خرید کر طلبہ کے لئے وقف فرمادیتے تھے، ایک دفعہ پندرہ ہزار کی رقم خطیر آتی تو اس کو بھی اسی طرح صرف کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائقِ حنفیہ و نہجۃ الخواطر)

۳۶- شیخ تاج الدین قلعی بن قاضی عبدالحسن حنفی م ۱۱۲۸ھ

جلیل القدر محدث اور فقیہہ فاضل مفتی مکہ معظمہ تھے، بہت سے مشائخ حدیث کی خدمت میں رہے اور سب نے آپ کو اجازت دی، لیکن زیادہ استفادہ آپ نے شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے کیا، آپ نے کتب حدیث کو بحث و تشقیح کے ساتھ ان سے پڑھا اور حسین کو بھی حدیث نجیبی سے اسی طرح پڑھا، ان کے علاوہ شیخ صالح زنجانی، شیخ احمد خنکی اور شیخ احمد قطان وغیرہ سے فقه و حدیث میں استفادہ کیا، شیخ ابراہیم کردی سے احادیث خصوصاً حدیث مسلسل بالاولیہ کی اجازت حاصل کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے "انسان العین" میں لکھا ہے کہ جب آپ صحیح بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے تو میں بھی کئی دن تک درس میں حاضر ہوا اور آپ سے کتب صحاح ستہ موطأ امام مالک، منڈارمی اور کتاب الآثار امام محمد کو کہیں کہیں سے سنا اور آپ سے سب کتابوں کی اجازت حاصل کی اور جب ۱۱۲۳ھ میں "زیارت نبوی" سے واپس ہوا تو سب سے پہلے آپ ہی سے حدیث مسلسل بالاولیہ کو برداشت شیخ ابراہیم سن۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائقِ حنفیہ)

۳۷- شیخ محمد بن احمد عقیلہ مکی حنفی م ۱۱۵۰ھ

مشہور محدث ہیں، حدیث نجیبی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، آپ کی گرانقدر تصنیف آپ کی جلالت قدر پرشاہد ہیں، مثلاً المسلطات عده اثبات، الدرر المنظوم (۵ مجلدات میں تفسیر القرآن بالماثور، الزیادة والا حسان فی علوم القرآن) (جس میں "اتقان" کی تہذیب کی ہے اور بہت سے علوم قرآن کا اضافہ کیا ہے، آپ کی اکثر مؤلفات استنبول کے مکتبہ علی باشا الحکیم میں موجود ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدمن لنصب الرایہ)

۳۸- الشیخ الامام العلامہ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی حنفی م ۱۱۵۵ھ

بڑے محدث اور ہندوستان کے ارباب فضل و مکمال واساتذہ مشہورین میں سے جامع معقول و منقول بجز خار علوم تھے، بچپن ہی سے علم کا شوق بے نہایت تھا، گلستان سعدی اپنی والدہ ماجدہ سے سات روز میں پڑھی، کتب درسیہ مولانا احمد بن سلیمان گجراتی اور فرید الدین صاحب احمد آبادی سے پڑھی، حدیث شیخ محمد بن جعفر حنفی بخاری سے پڑھی اور انہی سے طریقہ سلوک میں بھی استفادہ کیا، تمام کمالات و فضائل اور کثرت درس افادہ میں بے نظیر شخصیت کے مالک ہوئے۔

آپ کے خاص عقیدت مندا کرم الدین گجراتی نے آپ کے درس و افراحت کے لئے ایک مدرسہ احمد آباد میں تعمیر کرایا جس پر ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ صرف کیا اور طلبہ کے مصارف کے لئے کئی دیہات بھی وقف کئے۔

شیخ موصوف نہایت متوكل، متورع، زاہد و عابد تھے، شب میں دوبار اٹھ کر نوافل پڑھتے تھے، اور ہر بار سونے سے قبل ایک ہزار بار تہلیل کرتے اور ہزار بار درود شریف پڑھتے تھے، امراء و سلاطین کے بُدایا، تھائف اور روزینوں سے سخت اجتناب کرتے تھے، آپ کی تصنیف قیمہ ہیں: تفسیر کلام اللہ، حاشیہ تفسیر بیضاوی، نور القاری، شرح صحیح البخاری، شرح الوقایہ، حاشیہ شرح موافق، حل المعاقد، حاشیہ شرح القاصد، شرح فصوص الحکم، حاشیہ شرح المطالع، حاشیہ تلویح، حاشیہ عضدی، المعلول حاشیہ المطلول، شرح تہذیب، المنطق (جو آپ کی

تمام تصانیف میں سے زیادہ ادق ہے) وغیرہ، آپ کی سب چھوٹی بڑی تصانیف تقریباً ڈیڑھویں، ۹۱ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۷۰- الشیخ الامام الحمد ث صفة اللہ بن مدینۃ اللہ بن زین العابدین حنفی م ۱۱۶۱ھ

خبر آباد کے علماء محمد شین میں سے جلیل القدر عالم ربانی، کتب درسیہ شیخ قطب الدین سے پڑھیں، پھر حریمین شریفین حاضر ہوئے اور کئی سال وہاں قیام فرمائیں شیخ ابو طاہر مربن ابراہیم کردی مدینی سے حدیث حاصل کی اور وطن واپس آکر منطق و فلسفہ کا درس قطعاً نہیں دیا، بلکہ صرف حدیث و تفسیر کا درس اختیار کیا، بہت سے علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر)

۳۷۱- الشیخ العلام محمد معین بن محمد امین بن طالب اللہ سندی حنفی م ۱۱۶۱ھ

حدیث، کلام و عربیت کے بڑے فاضل جلیل تھے، شیخ عنایۃ اللہ سندی سے تحصیل علم کی، پھر دہلی جا کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ سے تکمیل کی، اپنے وطن واپس ہو کر طریقت میں شیخ ابو القاسم نقشبندی سے استفادہ کیا اور حضرت علامہ سید عبداللطیف کی خدمت میں رہ کر فیوض کثیرہ علم و معرفت کے حاصل کئے، نہایت ذکی و فہیم، حدیث و کلام کے ماہر تھے، بہت اچھے شاعر تھے، وجد و سماع اور نغموں سے دل کو خاص لگاؤ تھا، حتیٰ کے حالت وجد و سماع ہی میں وفات بھی ہوئی، آپ کا میلان شیعیت اور عدم تقليد کی طرف بھی تھا۔

حضرت علامہ شیخ محمد ہاشم سندی سے علمی میدان میں مقابلے مبارکے رہے ہیں، آپ کی نہایت مشہور تصنیف "دراسات اللبیب فی الاسوة الحسنة بالجیب" ہے جو پہلے لاہور سے چھپی تھی اور اب "لجنة احیاء الادب السندی" کراچی سے نہایت عمدہ ناپ سے حضرت العلامہ عبد الرشید نعمانی دام فیضہم کی نہایت مفید تعلیقات کے ساتھ شائع ہوئی ہے اس میں بارہ دراسات ہیں جن میں نہایت قیمتی حدیثی فقہی ابحاث ہیں، ایک دراسہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر بھی روکیا ہے ایک میں تقليد کی اس صورت کو حرام کہا ہے کہ حدیث صحیح کے ہوتے ہوئے کسی امام کا قول مخالف اختیار کیا جائے اور یہ بیشک صحیح ہے، ناس قسم کی تقليد مقلدین آئمہ اربعہ کرتے ہیں ایک دراسہ میں بتایا ہے کہ اگر اجماع کسی حدیث صحیح کے معارض ہو تو کیا کیا جائے، ایک میں بتایا کہ اگر اقوال آئمہ اربعہ کسی حدیث صحیح کے معارض ہو تو کیا کیا جائے، ایک دراسہ میں ظاہریہ اور اسباب طواہر کا فرق دکھلایا ہے، دسویں دراسہ میں بتایا کہ متفق علیہ احادیث مفید طن ہیں یا مفید قطعیت، گیارہویں دراسہ میں اس قول کا رد کیا کہ احادیث صحیحین کے برابر غیر صحیحین کی احادیث نہیں ہو سکتیں، بارہویں دراسہ میں امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے مذہب کے بارے میں نہایت ادب کا معاملہ کرنے پر زور دیا ہے (اور جو کچھ ان پر جرح کی گئی ہے اس کا بڑی شدت سے رد کیا ہے، امام اعظم کے قول کو دوسرے تابعین کے اقوال پر ترجیح دیتے ہیں، علامہ ابن تیمیہ کے بہت بڑے مخالف تھے ان پرحتی سے رد کرتے ہیں اور علامہ ابن قیم کے مذاہ ہیں۔

دراسات اللبیب کے جن مقامات میں آپ سے اغلاط و مسامحات ہوئے ہیں ان کی صحیح و نقد کا فرض نہایت خوش اسلوبی سے مولانا نعماں نے تعلیقات میں انجام دیا ہے، اور ان کا مستقل روعلامہ مخدوم عبد الملطیف سندی نے "ذب ذبابات الدراسات" کے نام سے لکھا تھا، جس کی جلد اول ضمیم بجھے مذکور سے شائع ہو گئی ہے، اور دوسرا زیرطبع ہے، اہل علم کے لئے ان کتابوں کا مطالعہ نہایت ضروری و مفید ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر و کلمۃ عن الدراسات شیخ عبد الرشید نعمانی وغیرہ)

۳۷۲- الشیخ الامام الحمد ث محمد حیات بن ابراہیم سندی مدینی حنفی متوفی ۱۱۶۳ھ

بڑے محدث شہیر، عالم کبیر تھے، ابتداء میں علوم کی تحصیل شیخ محمد معین سندی سے کی، پھر حریمین شریفین حاضر ہو کر مدینہ طیبہ میں سکونت

کی اور شیخ کبیر الحسن سندھی مدینی حنفی کی خدمت و صحبت میں رہ پڑے، ان سے علوم حدیث وغیرہ کی تکمیل کی اور ان کی وفات پر ۲۲ سال تک ان کی جائشی کی، آپ کو شیخ عبداللہ بن سالم بصری کی، شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدینی اور شیخ حسن بن علی نسیعی وغیرہم نے بھی اجازت حدیث دی اور آپ سے بکثرت مشاہیر علماء و مشائخ سے استفادہ کیا، تصانیف یہ ہیں۔

تحفة الامام فی العمل بحدیث النبی علیہ السلام، رسالتہ فی النہی عن عشق صور المردد و النسوان، الایقاف علی اسباب، الاختلاف رسالتہ فی ابطال الضرائج وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۰۱)

۳۷۳- الشیخ الامام العلامہ عبداللہ بن محمد الاماںی حنفیؒ م ۱۱۶ھ

مشہور محدث تھے، آپ نے بخاری شریف کی شرح ”نجاح القاری فی شرح البخاری“ ۳۰ جلدوں میں، مسلم شریف کی شرح ”غاية المعمم بشرح صحيح مسلم“ ۷ جلدوں میں لکھی تھی، شرح مسلم نصف تک پہنچی تھی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیم نصب الرایص ص ۲۸)

۳۷۴- شیخ عبدالولی ترکستانی کشمیری حنفیؒ م ۱۱۷ھ

بڑے علامہ محدث اور ولی کامل تھے، اپنے وطن طرحان (ترکستان) سے مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور اداء مناسک حج کے بعد مدینہ منور حاضر ہوئے وہاں مدرسہ دارالشفاء میں حضرت شیخ ابو الحسن سندھی حنفی شارح صحاح سنت کے حلقة درس حدیث سے استفادہ کیا، اور ان سے اجازت لے کر کشمیر تشریف لائے اور وہیں سکونت اختیار کی، درس و ارشاد میں مشغول رہے، شیخ الاسلام مولانا قوام الدین محمد کشمیری اور دوسرے بہت سے علماء مسلماء نے آپ سے علوم کی تکمیل کی۔

آپ کو شہزادہ بلخ کی تہبیت میں شہید کیا گیا، نقل ہے کہ آپ کا سترن سے جدا ہو گیا تھا، مگر تمام رات اس سے ذکر اللہ کی آواز آتی رہی، صبح کے وقت خاموش ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۷۵- الشیخ العلامہ الحمد بن محمد ہاشم بن عبد الرحمن سندھی حنفیؒ م ۱۱۷ھ

مشہور محدث و فقیہ عالم عربیت تھے، اول علوم کی تکمیل اپنے وطن میں شیخ ضیاء الدین سندھی سے کی، پھر حجاز پہنچنے کے باوجود زیارت سے فارغ ہو کر شیخ عبدال قادر بکی مفتی احتفاف مکہ معظمہ سے حدیث و فقہ کی تکمیل کی اور صاحب کمالات باہرہ ہوئے، مندرجہ درس و افتاء سنگھائی اور تصانیف قیمہ کیں، شیخ محمد معین صاحب دراسات سے آپ کے مباحثات و مناظرات رہے ہیں۔ تصانیف یہ ہیں:

ترتیب صحیح البخاری علی ترتیب الصحابة، کشف الرین فی مسئلہ رفع الدین (اس میں آپ نے ثابت کیا کہ احادیث منع مقبول صحیح ہیں) کتاب فی فرائض الاسلام، حیاة القلوب فی زیادہ الحبوب، بذل القوۃ فی سی النبوة، جنة النعیم فی فضائل القرآن الکریم، فاکہۃ البستان، فی تنقیح الحلال والحرام وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۶۳)

۳۷۶- الشیخ العلامہ محمد بن الحسن المعروف بہ ”ابن ہمات“ حنفیؒ م ۱۱۷ھ

جلیل القدر محدث و فقیہ تھے، تخریج احادیث کی طرف زیادہ توجہ فرمائی چنانچہ آپ نے احادیث بیضاوی شریف کی تخریج کی جس کا نام ”تحفۃ الراؤی فی تخریج احادیث البیضاوی“ رکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (تقدیم نصب الرایص ص ۲۸)

۳۷۷- الشیخ الامام ججۃ الاسلام الشاہ ولی اللہ احمد بن الشاہ عبد الرحیم الدہلوی حنفیؒ م ۱۱۷ھ

ہندوستان کے ماہینا ز مشہور و معروف محدث جلیل و فقیہ نبیل، جامع معقول و منقول تھے، آپ نے علوم کی تکمیل و تکمیل اپنے والد ماجد

سے کی وس سال کی عمر کافیہ کی شرح لکھنی شروع کی، ۱۲۱ سال کی عمر میں نکاح کیا، اسی عمر میں حضرت والد ماجد سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور علوم و فنون کی تکمیل میں لگے، حتیٰ کے ۲۵ سال کی عمر میں مکمل فراغت حاصل کی، اشنا، تحصیل میں اپنے زمانہ کے امام حدیث، شیخ محمد افضل سیالکوئی کی خدمت میں آتے جاتے رہے اور علوم و حدیث میں ان سے استفادہ کیا پھر تقریباً بارہ سال تک درس کا مشغله رکھا، ۱۱۳۳ھ میں شیخ عبد اللہ بارہوی اور شیخ محمد عاشق وغیرہ کی معیت میں حرمین شریفین حاضر ہوئے۔

وہاں دو سال قیام فرمایا اور وہاں کے علماء کبار و مشائخ سے استفادہ کیا، خصوصیت سے شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی شافعی کی خدمت میں رہ کر حدیث پڑھی اور ان کے خاص خیالات و نظریات سے بھی متاثر ہوئے۔

علامہ محقق کوثری حنفی کا خیال ہے کہ آپ کے ابتدائی نظریات و تحقیقات میں شیخ موصوف ہی کے صحبت کے اثرات ہیں، جو رفتہ رفتہ اعتدال کی طرف آئے اور فیوض الحرمین آپ نے پوری صراحة کے ساتھ اعلان فرمادیا کہ ”افق الطرق بالسنة الصحیحہ، طریقہ ائیقہ مذہب حنفی ہی ہے۔“ جس سے معاندین مذہب حنفی کی وہ تمام مسائل مشوّمیہ خاک میں مل گئیں جو الاصناف، عقد الجید اور جنت اللہ وغیرہ کی بعض عبارتوں کی بنیاد پر کی گئی تھیں۔

علامہ کوثری نے یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ کا اصول مذاہب ائمہ مجتہدین کے بارے میں یہ فرمانا کہ وہ متاخرین کے ساختہ پرداختہ ہیں متفقین سے منقول نہیں واقعہ کے خلاف ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ کے مطابع میں وہ کتب متفقین نہیں ہیں جن میں اصول مذاہب کی نقل آئندہ متفقین سے موجود ہے، مثلاً شیخ عیسیٰ بن ابیان کی ”الحج الکبیر“، اور ”الحج اصیغیر“، ابو بکر رازی کی ”الفصول فی الاصول“، علامہ اتقانی کی ”الشامل“، اسی طرح شروع کتب ظاہرہ الروایۃ وغیرہ کہ ان سب میں وہ اصول مذہب مذکور ہیں جو خود ہمارے ائمہ سے منقول ہیں، علامہ کوثری نے حضرت شاہ صاحبؒ کے اس طریق فکر پر بھی نقد کیا ہے کہ دربارہ احکام و فروع صرف متون احادیث کو پیش نظر کھا جائے اور ان کی اسانید پر نظر نہ کی جائے کوثری صاحب فرماتے ہیں کہ اہل علم کسی وقت بھی اسانید حدیث سے قطع نظر نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں، حتیٰ کے صحیحین کی اسانید پر بھی نظر ضروری ہے چہ جائیکہ دوسری کتاب صحاح اور کتب سخن وغیرہ اور جب دربارہ احتجاج فی الفروع اسانید میں نظر ضروری ہے تو باب اعتقاد میں بدرجہ اولیٰ اس کی ضرورت و اہمیت ہے۔

اسی طرح علامہ کوثری نے حضرت شاہ صاحبؒ کی اور بھی کئی باتوں پر تنقید کی ہے جو ”حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی“ کے آخر میں ص۹۵ تا ص۹۹ شائع ہوئی ہے، ہم جانتے ہیں کہ علامہ کوثری حضرت شاہ صاحب کے بہت بڑے مدح بھی ہیں اور آپ کے علم و فضل، کمالات اور گرانقدر علی، اصلاحی خدمات کے بھی ہماری طرح معترف ہیں، اس لئے ان کے نقد کو کسی غلط جذبہ پر محمول نہیں کر سکتے، اکابر اہل علم خود فیصلہ کریں گے کہ کس کی تحقیق کہاں تک درست ہے۔

ہم نے محدث ابو بکر بن ابی شیبہ کے حالات میں لکھا تھا کہ امام عظیمؐ کے بارے میں ان کے نقد کا ہم پوری فراخدلی سے استقبال کرتے ہیں کیونکہ ہم امام صاحب کو انہیاء علیہم السلام کی طرح معصوم نہیں مانتے، لیکن تنقید کے لئے ہماری شرط اول یہ ضرور ہے کہ پوری بصیرت سے حسن نیت کے ساتھ اور بے شائیہ تعصب ہو، انہیاء علیہم السلام کی طرح دوسروں کو میعارحق نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے ہر قول فعل کو حق سمجھنا ضروری ہو البتہ مجموعی حدیث سے حق پر بہت سوں کو کہا جا سکتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب خود مقلدا اور حنفی تھے جیسا کہ انہوں نے خود اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے، یہ تحریر خدا بخش لا بھریری میں صحیح بخاری کے ایک نسخہ پر ہے جو حضرت شاہ صاحب کے درس میں رہی ہے، اس میں آپ کے ایک تلمیذ محمد بن پیر محمد بن الشیخ الی المفت نے پڑھا ہے، تلمیذ مذکور نے درس بخاری کے ختم کی تاریخ ۶ شوال ۱۱۵۹ھ لکھی ہے، جمنا کے قریب جامع فیروزی میں ختم ہونا لکھا ہے، اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے اپنے ہاتھ سے اپنی سند امام بخاری تک لکھ کر تلمیذ مذکور کے لئے سند اجازت تحدیث لکھی اور آخر میں اپنے نام کے ساتھ یہ کلمات لکھے۔

العمری نسأ، الدہلوی وطن، الاشعری عقیدة، الصوفی، طریقة، الحنفی عملاً، والحنفی والشافعی مدرس، خادم الشفیر والحدیث والفقہ والعربیة
والکلام ۱۱۵۹ شوال ۲۳

اس تحریر کے نیچے حضرت شاہ رفع الدین صاحب دہلوی نے یہ عبارت لکھی کہ ”بیشک یہ تحریر بالامیرے والد محترم کے قلم سے لکھی ہوئی ہے، اسی نسخہ مذکورہ پر ایک اور تحریر بھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سلطان شاہ عالم نے ایک عالم محمد ناصح کو مامور کیا تھا کہ نسخہ مذکورہ کو اول سے آخر تک حرکات لگا کر مشکل کریں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور دوسرے صحیح نسخے اس کا مقابلہ کر کے صحیح بھی کی، تحریر مذکور کو رقم الحروف نے ”الخیر الکثیر“ کے مقدمہ عربیہ میں بھی نقل کر دیا تھا، مجلس علمی ڈا جہیل سے ۱۳۵۳ھ میں شائع ہوئی تھی۔

تقلید کی ضرورت پر بحث فرماتے ہوئے حضرت شاہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ بالغہ س ۱۵۳ اج ا میں تصریح فرمائی ہے کہ مذاہب اربعہ کی تقلید کے جواز پر کل امت مرحومہ یا اس کے معتمد حضرات کا اجتماع ہو چکا ہے، اور تقلید ائمہ اربعہ میں کھلی مصالح شرعیہ موجود ہیں، خصوصاً اس زمانہ میں کہ ہمیں کوتاہ ہیں، ہوائے نفسانی کا غالبہ ہے اور ہر شخص اپنی رائے کو دوسروں کے مقابلہ میں ترجیح دیتا ہے۔

پھر تحریر فرمایا کہ ابن حزم نے جو تقلید کو حرام کہا ہے وہ صرف ان لوگوں کے حق میں صحیح ہو سکتا ہے جو خود اجتہاد کی صلاحیت رکھتے ہوں اور احادیث رسول اکرم ﷺ کا علم پورا پورا رکھتے ہوں، ناخ و منسوخ سے واقف ہوں وغیرہ، یا ان جاہل لوگوں کے حق میں صحیح ہو سکتا ہے جو کسی کی تقلید اس عقیدہ سے کرتے ہوں کہ اس شخص سے کوئی غلطی و خطأ ممکن ہی نہیں اور وہ اس کی تقلید کسی مسئلہ میں بھی چھوڑنے پر تیار نہ ہوں، خواہ اس کے خلاف بڑی سے بڑی دلیل بھی ثابت ہو جائے، یا ان لوگوں کے حق میں صحیح ہے جو مثلاً حنفی ہونے کی وجہ سے کسی شافعی سے تحقیق مسائل جائز نہ سمجھتا ہو یا بر عکس یا حنفی شافعی امام کے پیچھے اقداء کو جائز نہ سمجھتا ہو یا بر عکس، لیکن تقلید کو اس شخص کے حق میں نادرست نہیں کہہ سکتے جو دینی امور کا مأخذ نبی اکرم ﷺ کے اقوال کو سمجھتا ہو اور حلال و حرام صرف ان ہی چیزوں کو سمجھتا ہو جن کو خدا اور رسول خدا ﷺ نے حلال و حرام کیا ہے، پھر اگر ایسا شخص بے علمی کی وجہ سے کی عالم دین و قیع سنت سمجھ کر اتباع کرے اور غلطی کے وقت صحیح بات کو تسلیم کرنے کے لئے بھی ہر وقت تیار ہو تو ایسے شخص کی تقلید پر نکیر کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ افتاء واستفتاء کا طریقہ عہد نبوت سے اب تک برابر چلا آرہا ہے، ضرورت صرف اس کی ہے کہ ہم کسی فقیہ کو موجی الیہ یا معصوم نہ سمجھیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تجزیع علی کلام الفقهاء اور تسع الفاظ حدیث کے اصول پر بحث کی ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ قاعدہ مستخرجه امام کی وجہ سے کسی حدیث کا رد کر دینا مناسب نہیں جس طرح حدیث مصراء کو رد کر دیا گیا کیونکہ حدیث کی رعایت کسی قاعدہ مستخرجه کے مقابلہ میں زیادہ ضروری ہے۔

یہاں رد حدیث مصراء سے حضرت شاہ صاحبؒ کا روئے سخن چونکہ حنفی کی طرف ہے، اس لئے اس کے جواب کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے، ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ (علامہ کشمیری) نے درس بخاری شریف میں ارشاد فرمایا تھا کہ مسئلہ مصراء میں حدیث ابی ہریرہؓ کے ترک کر دینے کا طعنہ ہمیشہ حنفی کو دیا گیا ہے اور ان کے خلاف یہ بہت بڑا الزام ہے، پھر فرمایا کہ امام طحاوی وغیرہ احتف نے جو جوابات دیئے ہیں وہ مجھے اپنے مذاق پر پسند نہیں ہیں، میرے نزدیک جواب یہ ہے کہ حدیث مذکور ہمارے مسلم کے خلاف نہیں ہے نہ تم نے اس کو ترک کیا، کیونکہ فتح القدير کے باب الاقالہ میں یہ تفصیل ہے کہ خرید و فروخت میں دھوکہ و فریب کبھی قولی ہوتا ہے اور کبھی فعلی، پس اگر قولی ہو تو اقالہ ذریعہ قضاۓ قاضی واجب ہو گا اور اگر فعلی ہو تو دیانتہ اقالہ واجب ہو گا، کیونکہ ایسے دھوکے پوشیدہ ہوتے ہیں، اور قضاۓ قاضی ظاہری امور پر چلتی ہے، لہذا التصریہ کی صورت میں بھی قضاۓ تو اقالہ نہ ہو گا، مگر دیانتہ ضروری ہے اور صاع تمہر کا دینا ضمان نہیں ہے، بلکہ بطور مرتوت و حسن معاشرت ہے، کیونکہ مشتری نے دو دھکا فائدہ حاصل کیا ہے۔ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ نے قضاۓ دیانت کے فرق کی کچھ اور مثالیں بھی اس موقع

پر ذکر فرمائیں جن کی تفصیل ان شاء اللہ انواری میں اپنے موقع پر ذکر کی جائے گی۔

یہاں مختصر آیہ دکھانا تھا کہ احتجاف پر ایسے بڑوں کے بڑے اتزامات و اعتراضات بھی زیادہ وزن دار پاناقابل جواب نہیں ہیں لیکن ان کے لئے حضرت علامہ کشمیری ایسے کملاء و حذاق محدثین احتجاف کی ضرورت ہے۔ کثرا اللہ امثالہم و نفعنا بعلوهم آمين۔

آپ کی تصانیف جلیلہ قیمه بہت ہیں جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہیں: فتح الرحمن فی ترجمة القرآن، الزهراوین، (تفسیر سورہ بقرہ وآل عمران) الفوز الكبير فی اصول التفسیر، تاویل الاحادیث المصطفی فی شرح الموطا، المسوی شرح الموطا، شرح تراجم ابواب البخاری، انسان العین فی مشائخ الحرمین جۃ اللہ البالغ (اصول دین و اسرار شریعت پر بنظر جامع کتاب ہے) اس سے پہلے امام غزالی نے احیاء العلوم میں شیخ عز الدین عبدالسلام مقدسی نے "القواعد الکبریٰ" میں شیخ اکبر نے "فتوات مکیہ" میں شیخ ابن العربي نے "الکبریٰ الاحمر" شیخ صدر الدین قونوی نے اپنی تالیفات میں شیخ عبدالوهاب شعرانی نے "المیزان" میں بھی علم اسرار شریعت اور علم حقائق و معارف کا بہترین مودودجع کیا تھا، ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء (جو اپنے باب میں بنظر ہے) فقرہ العینین فی تفصیل الشیخین، الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف، عقد الجید فی احکام الجتھاد و التقلید، البدور البازغہ، الطاف القدسی، القول الجميل، الانتباہ فی سلاسل اولیاء الله، الہمعات، اللمعات، السطعات، الہوا من، شفاء القلوب، الخیر الکثیر، تفہیمات الہبیہ، فیوض الحرمین وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق)

۳۷۸- شیخ محمد بن محمد احسانی الطرا بلسی السندری حنفی م ۷۱۱ھ

بڑے محدث و فقیہ تھے، آپ نے ایک کتاب "اللکشf الالہی عن شدید الضعف وال موضوع الواہی" تالیف کی جس میں شدید الضعف، موضوع اور واہی احادیث جمع کیں، حروف مجسم کی ترتیب سے اس میں احادیث کو مرتب کیا اور ہر حرف کے ماتحت تین فصول قائم کیں، ہر قسم کو الگ فصل میں لکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (الرسالۃ المستطر فص ۱۲۶)

۳۷۹- الشیخ المحدث المفتی اخوند ملا ابوالوفا کشمیری حنفی م ۷۱۱ھ

اکابر فقہاء محدثین کشمیر میں سے تھے، مولانا محمد اشرف چرخی اور شیخ امان اللہ بن ثیر الدین کشمیری سے علوم کی تحصیل کی اور اخراج مسائل فقیہ میں زیادہ شہرت پائی، مفتی کشمیر کے عہدہ پر فائز رہے اور بڑی تحقیق سے مسائل فقیہی کو چار جلدیوں میں جمع کیا، ایک رسالہ خصائص نبویہ میں "نوادر المفوہة" کے نام سے لکھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۸۰- شیخ ابوالیمن نور الدین عبد اللہ اسکداری صوفی حنفی م ۱۱۸۲ھ

اپنے زمانہ کے مشہور محدث و فقیہ اور فاضل محقق تھے، نزیل مدینہ منورہ اور شیخ طائف نقشبندیہ تھے، آپ کی تالیفات میں سے مختصر صحیح مسلم وغیرہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۳۸۱- الشیخ الامام المحدث ابوالحسن بن محمد صادق السندي حنفی م ۷۱۱۸ھ

آپ ابوالحسن سندي صغیر کے نام سے مشہور تھے، وطن سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں ساکن ہوئے اور مدت تک شیخ محمد حیات سندي کی خدمت میں رہ کر علوم و مکالات حاصل کئے، پھر اسی بقعہ مبارکہ میں صدر نشین من درس و ارشاد ہوئے۔

آپ کی تصانیف سے "شرح جامع الاصول" اور "مختار الاطوار فی اطوار المختار" زیادہ مشہور ہیں، بڑی کثرت سے علماء و مشائخ نے

استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر)

۳۸۲- الشیخ الحمدث محمد امین ولی اللہی کشمیری دہلوی حنفیٰ م ۱۱۸۷ھ

اجلہ اصحاب شاہ ولی اللہ سے تھے اور آپ ہی کی نسبت سے مشہور ہوئے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے اساتذہ میں ہیں جیسا کہ خود شاہ صاحب نے ”مجالنافع“ میں لکھا ہے، آپ کی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بعض رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر)

۳۸۳- شیخ محمد بن احمد بن سالم بن سلیمان النابلسی السفارینی الحنبليٰ م ۱۱۸۸ھ

مشہور محدث ہیں، آپ نے مثلاً ثیات مسند امام احمد کی شرح ایک ضخیم جلد میں لکھی جس کا نام نفائیت الصدر المکمل بشرح مثلاً ثیات المسند رکھا ان مثلاً ثیات کی تعداد ۳۶۳ ہے، صاحب الرسالہ المستظر ف نے وحدانیت سے عشرات تک کی تفصیل لکھی ہے جس میں ہر قسم کی روایات مرویہ کتب حدیث کی تعداد لکھی ہے۔

واحدانیات وہ احادیث ہیں جن کی روایت میں راوی اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہو اور واحدانیات میں صرف الواحدانیات لا بلی حنفیہ الامام کا ذکر کیا ہے، جن کو شیخ محدث ابو منشہ عبد الکریم بن عبد الصمد طبری مقری شافعی نے ایک جزء میں جمع کیا تھا، پھر شنائیات میں صرف الشنائیات المالک فی الموطأ کا ذکر کیا ہے، حالانکہ مسانید امام اعظم وغیرہ میں بھی بکثرت شنائیات موجود ہیں، پھر مثلاً ثیات کے ذیل میں صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث کی مثلاً ثیات کی تعداد لکھی ہے، اس میں بھی امام اعظم کے مسانید وغیرہ کی مثلاً ثیات کی تعداد کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ (الرسالہ المستظر فص ۸۲)

۳۸۴- الشیخ الامام الحدیث شمس الدین حبیب اللہ مرزا جان جاناں دہلوی حنفیٰ م ۱۱۹۵ھ

جلیل القدر محدث اور عالی مراتب شیخ طریقت تھے، پہلے شیخ نور محمد بدایوی خلیفہ حضرت شیخ سیف الدین (خلیفہ حضرت شیخ محمد معصوم) کی خدمت میں ۲۳ سال رہ کر طریقہ نقشبندیہ کی تحصیل کی اور شیخ نے آپ کو ولادیت کبریٰ کی بشارت اور ارشاد و تلقین کی اجازت دی، لیکن آپ نے شیخ کی زندگی میں ان سے جدا ہونا پسند نہ کیا بلکہ بعد وفات بھی ان کی قبر مبارک کے قریب ۶ سال گزارے، پھر شیخ محمد افضل یا الکوئی کی خدمت میں رہ کر مطولاً اور حدیث پڑھی اور ان سے بکثرت استفادہ کیا، پھر مسند درس کو زینت دی اور ایک مدت اس مشغله میں گزار کر غلبہ حال میں ترک درس کر دیا، شیخ سعد اللہ دہلوی کی خدمت میں ۱۲ سال رہے، پھر شیخ محمد عابد سندی کی خدمت میں ۱۱ سال گزارے، ان کی وفات پر پھر مسند درس و ارشاد پر بیٹھے، گویا تقریباً ۳۰ سال مشائخ کی صحبت میں رہے اور ۳۵ سال درس و افادہ میں مشغول رہے۔

آپ کی ذکاوت، فطانت، کرامات، مکاشفات، ورع و زہد اور اتباع سنت کے واقعات عجیب و غریب ہیں، عام دعوتوں اور متعارف مجالس صوفیہ سے اجتناب فرماتے تھے، اپنا ذاتی مکان نہیں بنایا، کرایہ کے مکان میں بسر کی، پکا ہوا کھانا خرید کرتا اول فرماتے، کپڑوں کا صرف ایک جوڑا رکھتے تھے، ہدایا و تحائف قبول نہیں کرتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ رد ہدیہ یہ ضرور منوع ہے لیکن قبول ہدیہ بھی واجب نہیں، اکثر لوگ مشتبہ مال سے ہدیہ دیتے ہیں، پھر قبول نہ کرنے پر معرض ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ الشائخ مولانا غلام علی شاہ صاحب قدس سرہ نے ”مقامات مظہریہ“ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان محمد شاہ نے اپنے وزیر قمر الدین خان کو آپ کی خدمت میں بھیجا اور کھلایا کہ خدا نے مجھ کو برا املک عطا کیا ہے، آپ کو حضورت ہو مجھ سے طلب فرمائیجئے! آپ نے جواب میں فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے متعال الدنیا قلیل پس جب ساری دنیا کے ساز و سامان اور دولت بھی متاع قلیل ہے، تو تمہارے ہاتھ

میں تو صرف ایک چھوٹا سا ملکرا دنیا کا ہے، لہذا ہم فقراء اس اقل قلیل کی وجہ سے بادشا ہوں کے سامنے نہیں جھک سکتے۔

نظام الملک آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تیس ہزار روپے پیش کئے، قبول نہ فرمائے، اس نے کہا آپ کو ضرورت نہیں تو مساکین کو تقسیم کراؤ بجھے گا، فرمایا میں تمہارا امین نہیں ہوں، تم چاہو تو یہاں سے باہر جا کر خود تقسیم کر دینا۔

آپ خفی المسلط تھے، لیکن چند مسائل میں ترک مذہب بھی کیا اور فرماتے تھے کہ کسی حدیث کی قوت کی وجہ سے اگر مذہب پر عمل نہ کیا جائے تو اس سے خروج عن المذہب نہیں ہوتا، تشهد میں اشارہ مسجد بھی کرتے تھے، اور اس بارے میں اپنے شیخ المشائخ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تحقیق کے خلاف کرنے سے بھی باک نہیں کیا، آپ کی تصانیف میں مجموعہ مکاتیب، دیوان شعر فارسی، خریظہ جواہر وغیرہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر وحدائق حنفیہ)

۳۸۵- شیخ غلام علی آزاد بن سید نوع وسطی بلگرامی حنفی م ۱۲۰۰ھ

بڑے محقق عالم، محدث و مورخ تھے، کتب درسیہ علامہ میر طفیل محمد بلگرامی سے پڑھیں اور حدیث، لغت، سیرہ نبوی و فنون ادب کی تحریکیں علامہ محدث میر عبدالجلیل بلگرامی سے کی، نیزا جازت صحاح ستہ وغیرہ شیخ محمد حیات مدنی حنفی سے بھی حاصل ہوئی، آپ کی تصانیف یہ ہیں: فضوء الداراري، شرح صحیح البخاري (کتاب الزکوة تک عربی میں) آثار الکرام تاریخ بلگرام، سجۃ المرجان فی آثار ہندوستان، روضۃ الاولیاء، تسلیۃ الغوادی فی قصائد آزاد، یہ بیضاۓ ذکرہ شعراً وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۸۶- العلامۃ الحمدۃ السید ابراہیم بن محمد کمال الدین بن محمد بن حسین مشقی حنفی

اپنے زمانہ کے علامہ محقق، محدث جلیل تھے، علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور دوسرے اکابر اہل علم و فضل سے کی اور تمام عمر درس و ارشاد میں گزار دی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۳۸۷- الشیخ العلامۃ الحمدۃ فخر الدین بن محبت اللہ بن نور الحق بن الشیخ الحمدۃ الدہلوی حنفی
بڑے محدث و فقیہ تھے، اپنے آباً اجاداً کی طرح حدیث و فقہ کے درس و تصنیف سے شغل رکھا اور مسلم شریف و حسن حسین کی شرح فارسی میں لکھی، عین العلم بھی آپ کی تصنیف ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۸۸- الشیخ محمد بن محمد بن محمد عبد الرزاق (الشہیر بہ) مرتضی الحسینی الواسطی الزبیدی ثم المصری حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ

جلیل القدر محدث و فقیہ، امام لغت، جامع معقول و منقول تھے، ۱۱۲۵ھ بلگرام میں پیدا ہوئے پہلے اپنے شہر کے علماء سے تحصیل کی، پھر سندیلہ خیر آباد پہنچ وہاں سے دہلی جا کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ سے بھی استفادہ فرمایا، اس کے بعد ۱۱۶۲ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے، حج و زیارات سے فارغ ہو کر تحریک علوم کی خانی، علم حدیث کی طرف خاص توجہ فرمائی، حجاز و مصر وغیرہ کے تقریباً ایک سو علامہ مشائخ سے کمالات کی تحصیل فرمائی اور مذاہب اربعہ کے مشائخ نے آپ کو اجازت درس و تحدیث عطا فرمائی، پھر آپ نے ایک مدت تک زبید میں قیام فرمایا جس سے زبیدی مشہور ہوئے، اس کے بعد مصر شریف لے گئے، وہاں مندرجہ درس و تصنیف کو زینت دی، بے شمار لوگوں کو علوم و حدیث و تفسیر سے فیضیاب کیا، حتیٰ کے سلطان ٹرکی عبدالحمید خان اور ان کے وزراء کو بھی ان کی استدعا پر حدیث نبوی پڑھا کر مر و جہ اجازت دی، اسی طرح دوسرے ملوک حجاز، ہند، یمن، شام، عراق و ملوک غرب و سوڈان وغیرہ نے بھی آپ سے بذریعہ مکاتب آپ سے اجازت حدیث طلب کی اور آپ نے اجازت دی۔

جامع از ہر کے علماء و فضلاء نے آپ سے حدیث پڑھنے کی درخواست کی اور آپ نے اس کو منظور فرمایا کہ ہر ہفتہ میں جمعرات اور پیر کا دن درس حدیث کے لئے مقرر فرمایا، اکثر آپ اونچ کتب پڑھا کر اجازت دیتے تھے۔

غرض تیرہوین صدی کے محمد شین میں سے آپ کا مقام بہت بلند تھا اور شہرت و مقبولیت بے نظیر حاصل ہوئی، آپ کی تصانیف عالیہ بہت زیادہ ہیں، خصوصاً حدیث و فقہ اور لغت کی نادر روزگار تالیفات ہیں، چنانچہ لغت میں تاج العروس شرح قاموس (۱۰ مجلدات کبیر میں) نہایت مشہور، مقبول و معتمد بے نظیر کتاب ہے، اس کے علاوہ حدیث، فقہ وغیرہ کی تالیفات یہ ہیں:

عقود الجواہر المذیفہ فی اولۃ مذاہب الامام ابی حنیفہ (اس میں آپ نے امام اعظم کے مذهب کی موافقت احادیث صحاح ستہ کے ساتھ دھکلائی ہے، اس باب میں لاٹانی تالیف ہے، ۲ جلد میں اسکندریہ مصر سے ۱۲۹۲ھ میں چھپی تھی، اب نایاب ہے، الحمد للہ راقم الحروف کو تلاش بسیار پر ۱۳۷۴ھ میں ایک نسخہ مکمل معظمه سے حاصل ہوا، الازہار الممتازہ فی الاحادیث المتواترہ، القول الحججی فی مراتب التعذیل والتجزیع، التجییر فی حدیث امسسل بالکبیر، الامالی الحفییہ، بلغۃ الاریب فی مصطلح اثار الحبیب، اعلام الاعلام بمناسک حج بیت اللہ الحرام، درالضرع فی تاویل حدیث ام زرع، تجزیع حدیث شیعیتی ہوو، المواہب الجلییہ فیما یتعلق بحدیث الاولیہ، تجزیع حدیث نعم الداوم اخیل، عقد الجمان فی بیان شعب الایمان، مخ الفیوضات، الوفیہ فیما فی سورۃ الرحمٰن مم اسرار الصفة الالہیہ طبقات الحفاظ، اتحاف السادة المتقین، بشرح اسرار احیاء علوم الدین (۲۰ جلد) حسن الحاضرہ فی آداب الجھن و المناصرہ، کشف العطا عن الصلة الوسطی وغیرہ، حدائق حنفیہ میں ۶۶ کتابوں کے نام گناہ وغیرہ ذالک لکھا، الرسالۃ المستظر فی مص ۱۷ میں آپ کی تصانیف، التعلیقۃ الجدلیۃ عن مسلسلات ابن عقیلہ، کا بھی ذکر کیا ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحبؒ نے بھی الحافظ البلاعی میں آپ کا ذکر تفصیل سے کیا ہے، بہت مدح کی، لکھا کہ "فقیر سے علم میں علماء ہند میں سے اس عظیم الشان مرتبہ و مقبولیت کے علماء کم ہیں جن کی سلاطین و امراء نے بھی اتنی عزت کی ہو اور اس کثرت سے شیوخ عالی تبار و تلامذہ نامدار اور اتنی کثرت سے تصانیف ان کی ہوں، نیز لکھا کہ آپ کے آباء اجداد بھی سب علماء و مشائخ، حفاظ اور معلم و مکرم زماں ہوئے ہیں اور لکھا کہ ایک سو سے زیادہ آپ کی تصانیف ہیں اور اکثر تصانیف آپ کی حدیث، فقہ، اصول لغت و تصوف اور سیر وغیرہ کی ہیں جو سب کی سب تاریخ ہیں۔ میرے پاس بھی ۷۱ کتابیں آپ کی موجود ہیں، پھر ان کے نام گنائے ہیں، لیکن نواب صاحب نے آپ کی خاص تصانیف "عقود الجواہر" کا ذکر نہیں کیا جس کو ہم نے اس کی خاص حدیثی اہمیت کے پیش نظر سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔

آخر عمر میں آپ نے عوام و خواص کے غیر معمولی رجوع سے نگ آکر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی، درس بھی ترک کر دیا اور گھر کے دروازے بند کر دیئے تھے، اسی حالت میں مرض طاعون سے وفات ہوئی، آپ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔
(حدائق حنفیہ و زہبۃ الخواطر)

۳۸۹- الشیخ الحمد ث خیر الدین بن محمد زاہد السوری حنفی م ۱۲۰۶ھ

شہر سوت میں پیدا ہوئے اور وہیں کے علماء کبار سے علم حاصل کیا، شیخ نور اللہ سے طریق تقبیہ بندی میں بیعت کی پھر حریم شریفین حاضر ہو کر حج و زیارت سے مشرف ہوئے، شیخ محمد حیات سندی مدنی حنفی سے حدیث پڑھی اور سوت واپس آکر درس داشاعت حدیث شریف میں پچاس سال گزارے، آپ کی تصانیف شواہد التجدید، ارشاد الطالبین اور سائل سلوک ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (زنہۃ الخواطر ص ۱۶۱ ج ۷)

۳۹۰- الشیخ الحمد ث المفتی قوام الدین بن محمد بن سعد الدین کشمیری حنفی م ۱۲۱۹ھ

بڑے حدیث، مفتی و فقیہ تھے، اپنے زمانہ کے کبار علماء و محدثین سے علم حاصل کیا اور صغرنی میں ہی محسود اقران ہوئے، خانقاہ حضرت

شاہ سید محمد امین اویسی میں درس علوم دیا، پھر کشمیر کے قاضی و مفتی اور شیخ الاسلام ہوئے، آپ کی تصنیف "الصحابۃ السلطانیہ" مشہور ہے جس میں آپ نے سائنس علوم میں افادات لکھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ و زہبۃ الخواطر)

۳۹۱- الشیخ الحمدث العلامۃ رفع الدین بن فرید الدین مراد آبادی حنفی م ۱۲۲۳ھ

مشہور محدث تھے، اولًا، اپنے شہر مراد آباد میں علماء و مشائخ سے علوم کی تحصیل کی، پھر وہ بھی جا کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں ایک مدت رہ کر حدیث پڑھی اور مراد آباد واپس ہو کر درس و افادہ میں مشغول ہوئے، پھر ۱۲۰۱ھ میں حریم شریفین کے دوران سفر میں شیخ محدث خیر الدین سورتی سے سورت میں ملے، ان سے بخاری شریف پڑھی اور اجازت حاصل کی، بعد رسورت سے جہاز "سفینۃ الرسول" میں سوار ہوئے جو شیخ ولی الدین بن غلام محمد برہان پوری کی ملکیت تھا اور خود شیخ موصوف بھی آپ کے ساتھ عام جماز ہوئے، جماز پہنچ کر حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں کے مدین و مشائخ سے بھی فیوض کثیر حاصل کئے۔ ۱۲۰۳ھ میں واپس ہو کر درس و تصنیف میں مشغول ہوئے، آپ کی مشہور تصنیف یہ ہے:

شرح اربعین نووی، شرح غذیۃ الطالبین، کتاب الاذکار، تذکرۃ المشائخ، تذکرۃ الملوك، تاریخ الافاغنة، ترجمۃ عین العلم، قصر الآمال بذکر الحال والمال، سلوالکیب بذکر الحبیب، کنز الحساب، کتاب فی احوال الحرمین، الافادات العزیزیہ (جس میں آپ نے وہ تمام مکاتیب جمع فرمائے جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ نے آپ کو لکھے تھے اور ان میں نہایت عجیب و غریب فوائد تفسیریہ ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (زہبۃ الخواطر و حدائق حنفیہ)

۳۹۲- الشیخ الحمدث الکبیر عبدالباسط بن رستم علی صدیقی قنوجی حنفی م ۱۲۲۳ھ

اپنے زمانہ کے علامہ محدث، جامع معقول و منقول، استاذ الاستاذ اور شیخ المشائخ تھے، دور دور سے اہل علم آپ سے استفادہ کے لئے حاضر ہوتے تھے، فرانس کے بے نظیر عالم تھے، درس و افادہ و تصنیف میں اوقات عزیز بسر کئے مشہور تصنیف یہ ہے:

نظم الآلی فی شرح ثلاثیات بخاری، انتخاب الحسنات فی ترجمہ احادیث دلائل الحیرات، اربعون حدیث شنائیا، الحبل المتنی فی شرح اربعین، عجیب البیان فی اسرار القرآن، تفسیر ذوالفقار خانی، المنازل الائمه عشریہ فی طبقات الاولیاء (نہایت نافع کتاب ہے جس میں آپ نے بارہویں صدی تک کے حالات جمع کئے) شرح خلاصۃ الحساب للعامی وغیرہ۔ (حدائق حنفیہ و زہبۃ الخواطر)

۳۹۳- الشیخ الحمدث الفقیہ محمد ہبۃ اللہ البعلی حنفی م ۱۲۲۴ھ

بڑے محدث، علامہ فہامہ تھے، نہایت مفید گراں قدر تصنیف کیں، جن میں سے زیادہ مشہور یہ ہی، حدیقتہ الریاضین فی طبقات مشائخنا المسند میں التحقیق الباهرنی شرح الاشباه والنظائر (پانچ حصیم جلدیں میں) رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (تقدير نصب الرایس ۲۸)

۳۹۴- الشیخ الامام الحمدث الاعلام قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی م ۱۲۲۵ھ

مشہور و معروف جلیل القدر مفسر، محدث، فقیہ، محقق، مدقق، جامع معقول و منقول تھے، علم تفسیر، کلام، فقہ و اصول اور تصوف میں نہایت بلند مرتبہ پرفائز تھے، حدیث و فقہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ سے پڑھی تھی، حدیثی و فقہی تجوہ اور دقت نظر کے اعتبار سے اگر آپ کو "ٹھاڈی وقت" کہا جائے تو زیادہ موزوں ہے، اتحارہ سال کی عمر میں تمام علوم ظاہری سے فارغ ہو کر حضرت شیخ محمد عابد سنانی" سے بیعت سلوک کی اور تمام سلوک پچاس توجہ میں حاصل فرمالیا، فنا، قلب کی وجہ سے درجہ شرف بقالیا، پھر انہی کے فرمائے پر حضرت مرزا صاحب مظہر

جان جاتاں قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آخری مقامات طریقہ نقشبندیہ مجددیہ تک پہنچ گئے اور ان کی بارگاہ فیض علم الہدی کا لقب پایا، منامات مبارکہ میں حضرت شیخ عبدال قادر جیلانیؒ اور اپنے جدا مجدد حضرت شیخ جلال الدین عثمانیؒ سے بھی روحانی تربیت و بشارات ملیں۔ حضرت مرزا صاحبؒ آپ کو نہایت قدرو منزالت کی نظر سے دیکھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ فرشتے بھی آپ کی تعظیم بجالاتے ہیں، آپ باوجود مشغولیت قضاۓ درس و تصنیف اور شغل ذکر و مراقبہ کے بھی روزانہ ایک سورکعات نفل اور تہجد میں ایک منزل تلاوت قرآن مجید پر موازنیت پر فرماتے تھے، آپ کی تصانیف جلیلہ یہ ہیں:

تفسیر مظہری (۱۰ جلد ضمیم) جو بہترین کاغذ و طباعت کے ساتھ ندوۃ المصنفین دہلی سے مکمل شائع ہو چکی ہے، ایک کتاب مبسوط حدیث میں (۲ جلد) ایک مبسوط کتاب فدق میں جس میں ہر مسئلہ کے مآخذ و دلائل اور مختارات آئندہ اربعہ جمع کئے، ایک مستقل رسالہ بیان اقوی المذاہب میں جس کا نام ”الأخذ بالاقوی“ رکھا تھا، مالا بد منہ، السیف المسلط (رد شیعہ میں) ارشاد الطالبین (سلوک میں) تذكرة الموتی والقبور، تذكرة المعاد، حقیقتہ الاسلام، رسالتہ فی حکم الغنا، رسالتہ فی حرمة الحجہ، رسالتہ فی العشر والخراب، شہاب ثاقب، وصیت نامہ وغیرہ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق نزہۃ الخواطر ص ۱۱۲)

۳۹۵- الشیخ صفی بن عزیز بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین سرہندی حنفی م ۱۲۲۶ھ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد میں سے بڑے درجہ کے محدث، جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، مناصب حکومت کو ٹھکر کر ہمیشہ درس و مطالعہ کتب حدیث و تفسیر اور اشغال و اور اوسسلسلہ میں مشغول رہ کر زندگی بسرگی، لکھنؤ میں وفات ہوئی، صاحب کرامات و خوارق تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر)

۳۹۶- الشیخ سلام اللہ بن شیخ الاسلام بن عبد الصمد فخر الدین حنفی م ۱۲۲۹ھ

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی اولاد میں سے حضرت شیخ الاسلام شارح بخاری کے صاحبزادے، بڑے محدث، فیقیہ و محقق علامہ عصر تھے، علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور دوسرے علماء کبار سے کی اور درس و افادہ میں مشغول ہوئے، آپ کی تصانیف میں سے کمالین حاشیہ تفسیر جلالیں محلی شرح الموطاء ترجمہ صحیح بخاری (فارسی میں) شرح شامل ترمذی، رسالہ اصول علم حدیث، خلاصة المناقب فی فضائل الالیں، رسالہ اشارہ تشهید زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر ص ۲۰ ج ۷)

۳۹۷- الشیخ الامام المفسر الحمد شاہ عبدال قادر بن الشاہ ولی اللہ دہلوی حنفی م ۱۲۳۰ھ

ہندوستان کی ماہی ناز مشہور و معروف شخصیت، جلیل القدر محدث و مفسر تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ سے علوم کی تحصیل و سمجھیل کی اور حضرت شیخ عبدالعدل دہلویؒ سے طریق سلوک میں رہنمائی حاصل کی، علم و عمل، زہد و تقویٰ اور اخلاق عالیہ کے پیکر مجسم تھے، اکبری مسجد دہلی میں درس و افادہ کیا اور آپ سے شیخ عبدالحکیم بن بہتۃ اللہ بڈھانویؒ، حضرت مولانا اسماعیل شہید، شیخ فضل حق بن فضل امام خیر آبادیؒ، مرزا حسن علی شافعی لکھنؤیؒ، حضرت شاہ محمد الحنفی اور دوسرے علماء کبار و مشائخ نے استفادہ کیا۔

آپ کی سب سے بڑی علمی خدمت قرآن مجید کا باححا و اترجمہ اور تفسیر موضع القرآن ہے جس کو باوجود اختصار جامعیت اور حسن ادا مطالب قرآنی کے لئے بطور مجذہ و آیہ من آیات اللہ تسلیم کیا گیا ہے، ہمارے حضرت العلام شاہ صاحب کشمیریؒ بھی اس کی نہایت مدح فرماتے تھے اور ان کی تمنا تھی کہ اس ترجمہ و تفسیر کی طباعت و طبع کے اعلیٰ اہتمام کے ساتھ ہو۔

”مہر جہاں تاب“ میں ہے کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے خواب میں دیکھا تھا کہ قرآن مجید ان پر نازل ہوا، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بیان کیا تو فرمایا ”اگرچہ وحی حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسليمات کے بعد منقطع ہو چکی، مگر رؤیا حق ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ حق تعالیٰ تمہیں ایسی خدمت قرآن مجید کی توفیق بخشنیں گے جس کی پہلے نظر نہ ہوگی، چنانچہ تعبیر مذکور صحیح ہوئی اور ترجمہ تفسیر موضع القرآن کی صورت میں اس کا ظہور ہوا۔

یہ بھی عجیب سی بات ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے حضرت شاہ شاء اللہؒ کی صاحبزادی کے لٹن سے چار صاحبزادے تھے، سب سے بڑے حضرت شاہ عبدالعزیز، پھر رفع الدین، پھر شاہ عبدالقادر اور سب سے چھوٹے شاہ عبدالغنی (والد حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ) یکن وفات میں صورت بالکل بر عکس ہو گئی کہ سب سے پہلے حضرت شاہ عبدالغنیؒ کی وفات ہوئی، پھر حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی پھر حضرت شاہ رفع الدینؒ کی اور سب کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

یہ سب بھائی تحریر علم و فضل اور افادہ و افاضہ کی جہت سے نامور فضلاۓ عصر ہوئے، بجز حضرت شاہ عبدالغنیؒ کے ان کی وفات عنوان شبابؒ ہی میں ہو گئی تھی جس کا تاریخ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی خدمات جلیلہ سے مقدور تھا۔

مصنف تحفۃ الاحوذی (علامہ محترم شیخ عبدالرحمن مبارک پوریؒ) نے مقدمہ کے ص ۲۷ پر ترویج علوم قرآن و حدیث کرنے والے مشاہیر زمانہ محدثین کے ذکر میں حضرت شاہ عبدالغنیؒ بن شاہ ولی اللہ مذکور کا بھی ذکر کیا ہے جو خلاف تحقیق ہے، اس زمرہ میں حضرت شاہ عبدالغنیؒ مجددی دہلویؒ (تمیید و جانشین خاص حضرت شاہ محمد امتحنؒ) کا ذکر آنا چاہئے تھے، مگر علامہ محقق نے ان کے ذکر کو یوں نظر انداز کر کے دوسری جگہ حضرت شاہ محمد امتحن صاحبؒ کے تلمذہ میں ذکر کیا جہاں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ حضرت شاہ محمد امتحن صاحبؒ نے بھرت کے وقت اپنا جانشین حضرت مولانا نذیر حسین صاحبؒ کو بنایا تھا، حالانکہ حضرت شاہ صاحبؒ کے اخض تلمذہ میں سرفہرست نام نامی حضرت شاہ عبدالغنیؒ مجددی ہی کا نقل ہوتا آیا ہے، واللہ اعلم و علمہ اتم و حکم، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

۳۹۸- الشیخ الحمد ث العلامہ السيد احمد الطھاوی حنفی م ۱۲۳۳ھ

جلیل القدر محدث و فقیہ تھے، مدت تک مصر کے مفتی اعظم رہے، دریافت کا حاشیہ نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھا، عرصہ ہوا، مصر سے چھپ کر شائع ہوا تھا، اس میں آپ نے امام اعظمؐ کے مناقب میں صحیح ترین اقوال اور مسٹحکم روایات سے لکھے تھے، جن سے علامہ شافعیؒ نے بھی رو المختار میں بہت سچے نقل کیا ہے، اس کے سوا، اور بھی بہت سے رسائل و کتب تالیف کیں، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفی)

۳۹۹- الشیخ الامام الحمد ث الشاہ رفع الدین بن الشاہ ولی اللہ حنفی م ۱۲۳۳ھ

مشہور و معروف محدث، فقیہ، متکلم و اصولی، جامع معقول و منقول تھے، آپ نے بھی اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے پڑھا اور علم طریقت شیخ وقت مولانا محمد عاشق پھلتی سے حاصل کیا۔ بیس سال کی عمر ہی سے درس و افقاء میں مشغول ہوئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی زندگی ہی میں صاحب تصنیف و مرجع علماء آفاق ہو گئے تھے، بلکہ ان کے ضعف بصارت اور بحوم امراض کے زمانہ میں تدریس میں بھی نیابت کی جس کی وجہ سے طالبین علوم کا بہت زیادہ تجویم آپ کے پاس رہا، حضرت شاہ صاحب موصوف نے بھی آپ کے علم و فضل اور خصوصیات درس و تصنیف کی مدح اپنے بعض مکاتیب میں کی ہے، آپ کی تصنیف یہ ہیں:

اردو ترجمہ لفظی قرآن مجید، رسالہ شرح اربعین کافات، و منع الباطل فی بعض غواصی المسائل (جو علم حقائق میں نہایت اہم تالیف ہے)، اسرار لمجہ، تکمیل الصناعة (یا تکمیل الاذہان علم معقول میں نہایت عالی قدر لائق درس تصنیف ہے، رسالہ فی مقدمة العلم، رسالہ فی

التاریخ، رسالہ اثبات شق القمر بطال برائیں الحکمیہ علی اصول الحکماء آثار قیامت، رسالہ عقد انامل، رسالہ امور عامہ، حاشیہ میرزاہ رسالہ، رسالہ تحقیق الواو وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ و زہرۃ الخواطر)

۳۰۰- سراج الہند اشیخ الامام الحمد لشیخ العلام الشاہ عبدالعزیز بن الشاہ ولی اللہ درہلوی حنفی م ۱۲۳۹ھ

سید العلماں وابن سید العلماں محدث شہیر، وفقیہ تھے، نہ ولادت بعد د غلام علیم ۱۱۵۹ھ ہے، حفظ قرآن مجید کے بعد علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ سے کی ۱۶ سال کی عمر کو پہنچ تھے کہ حضرت والد ماجد کی وفات کی اور آپ نے علوم کی تتمیل شیخ نور اللہ بڑھانوی، شیخ محمد امین کشمیری اور شیخ محمد عاشق چھلتی سے کی، یہ سب حضرات شاہ ولی اللہ کے جلیل القدر خلفاء و تلامذہ تھے۔

آپ سے آپ کے بھائیوں شاہ عبدالقادر، شاہ رفع الدین، شاہ عبدالغنی نے اور شیخ عبدالحی بڑھانوی، مفتی آلبی بخش کاندھلوی، شیخ قمر الدین سونی پتی وغیرہ نے پڑھا، آپ نے اپنے نواسے شاہ محمد الحنفی بن الشیخ محمد افضل عمر درہلوی کو بمنزلہ اولاد پالا تھا، درس تفسیر کے وقت وہی قرأت کرتے تھے ان کے اور شاہ اسماعیل کے لئے آپ یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے الحمد لله الذي وھب لى على الكبر اسماعیل و اسحق، شاہ الحنفی نے اگرچہ حدیث کی کتابیں شاہ عبدالقادر سے پڑھیں، مگر حدیث کی سند و اجازت آپ سے بھی اجازت حاصل کی اور آپ نے ان کو اپنی جگہ مسند درس و ارشاد پر بھایا اور اپنی تمام کتابیں بھی ان کو عطا فرمائیں اور ان کے جانشین حضرت شاہ عبدالغنی مجددی ہوئے جن کے سلسلہ تلمذہ سے تمام علماء دیوبند وغیرہ وابستہ ہیں، آپ کا قدوراز، بدن صحیف، رنگ گندم گوں، آنکھیں بڑی، داڑھی گھنی تھی، خط شمع نہایت عمده لکھتے تھے، فن تیر اندازی اور شہسواری میں بھی باہر تھے، بیتلاء امراض کثیرہ ہونے کی وجہ سے ۲۵ سال ہی کی عمر سے صحت خراب رہی، باوجود اس کے درس، افادہ تصنیف کے مشاغل ۱۵ سال کی عمر سے آخر وقت تک جاری رہے اور اسی ۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

آپ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں: تفسیر فتح العزیز (حال شدہ مرض وضعف میں املا کرائی تھی، اس کی بہت سی مجلدات کبیرہ تھیں، مگر ۱۸۵۱ء کے ہنگاموں میں اکثر حصہ ضائع ہو گیا اور اب صرف سورۂ بقرہ و پارہ عم کی تفسیر موجود ہے) فتاویٰ عزیزی، تفہاشاء عشریہ (رد شیعہ) میں بتان الحمد شیخ (اس میں تقریباً ایک سو محدثین کے مختصر تذکرے اور کتب حدیث کا ذکر ہے) البیالۃ النافعہ (اصول حدیث میں مختصر رسالہ میزان البلاغہ، میزان الكلام، السراج الجلیل فی مسئلۃ التفصیل، سرا شہادتیں، رسالۃ فی الانساب، رسالۃ فی الرؤیا، حاشیہ میرزاہ رسالہ، حاشیہ میرزاہ ملا جلال، حاشیہ شرح بدایۃ الحکمة للشیرازی وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ص ۲۷۰، زہرۃ الخواطر ص ۲۶۸ ج ۷)

۳۰۱- اشیخ العلامۃ المحاہدی سبیل اللہ مولانا شاہ اسماعیل بن الشاہ عبدالغنی م ۱۲۳۶ھ

مشہور و معروف محدث، متکلم، جامع معقول و منقول عالم رباني تھے، ولادت ۱۱۹۳ھ میں ہوئی، اپنے چچا حضرت شاہ عبدالقادر سے علوم کی تتمیل کی اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ رفع الدین صاحب سے بھی استفادہ کیا، ایک مدت ان حضرات کی خدمت میں گزاری، پھر حضرت مولانا سید احمد شہید بریلوی قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر طریق سلوک طے کیا، ان کے ساتھ ۱۲۳۷ء میں حریم شریفین حاضر ہوئے اور ساتھ ہی واپس آئے۔

حضرت سید صاحب سے ارشاد پر ۲ سال تک بہت سے دیہات و شہروں کا دورہ کر کے لوگوں کو شرعی احکام اور جہاد فی سبیل اللہ کی تلقین کی، پھر ۱۲۳۱ء میں اپنے پیر و مرشد کے ساتھ جہاد پر نکلے اور چند سال مسلسل معرکہ کھائے جہاد و قتال میں شرکت و رہنمائی کے بعد ۱۲۳۶ء میں بمقام بالا کوٹ جام شہادت نوش کیا اور مسلمانان ہند کو بھولا ہوا سبق یاد دلا گئے۔

حضرت مولانا شہیدؒ کی چند معدود وسائل میں اپنی مجتہدانہ رائے و تحقیق تھی جو اپنے اکابر کی تحقیق سے کچھ مختلف تھی، باوجود اس کے وہ بلاشک و تردود ہمارے مقندا اور رہنماؤ پیشوائیں، اور ان کی خدمات جلیلہ اس قابل ہیں کہ آب زرے لکھی جائیں، اس مختصر تذکرہ میں ان کا ذکر نہیں سما سکتا، بڑی بڑی مستقل کتابیں ان کے سوانح حیات سے مزین ہو چکی ہیں۔

آپ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں: "عقبات" جس میں آپ نے تجلیات اور عالم مثال کے متعلق سیر حاصل ابحاث درج کی ہیں، یہ کتاب عرصہ ہوادیوبند سے شائع ہوئی تھی، لیکن مدت سے نادر و نایاب تھی، اب بہت عمدہ ناٹپ سے سفید گلیز کاغذ پر مجلس عملی ڈا بھیل (حال کراچی) کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہو گئی ہے، **الصراط المستقیم** (تصوف میں بنیظیر کتاب ہے جس میں طریق سلوک راہ نبوت و راہ ولایت اور طریق ذکر و اشغال کی تفصیلات نہایت دلنشیں پیرا یہ میں بیان ہوئی ہیں) منصب امامت (نبوۃ و امامت کی تحقیق میں لا جواب ہے) رسالہ درمبحث امکان نظریہ و اقتداء نظریہ رسالہ عربی اصول فقه میں، رسالہ ردا شرائک و بدیع میں، تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین، رسالہ منطق (جس میں آپ نے دعویٰ کیا کہ شکل رابع اجلی البدیہیات سے ہے اور شکل اول اس کے خلاف ہے اور اس دعویٰ کو دلائل سے ثابت فرمایا، تقویۃ الایمان (جو سب سے زیادہ مشہور ہے اور اس کی وجہ سے آپ کے خلاف محااذ بنائے گئے، ہمارے اکابر علماء دیوبند نے اس کی قلمی و لسانی تائید کی تو ان کو بھی ہدف سب و شتم بنایا گیا۔ رحمہ اللہ درجہ واسعہ۔ (نزہۃ الخواطر ص ۵۶ ج ۷)

۳۰۲- الشیخ الامام الحدیث ابوسعید بن صفی بن عزیز بن محمد علیسی دہلوی حنفی م ۱۲۵۰ھ

حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب قدس سرہ کی اولاد میں سے محدث کامل و شیخ معظم تھے، ولادت ۱۱۹۶ھ مقام رام پور ہوئی، حفظ قرآن مجید کے بعد کتب درسیہ حضرت مفتی شرف الدین رام پوری اور حضرت مولانا شاہ رفع الدن صاحب دہلوی سے پڑھیں اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے بھی حدیث فقہ کی سند حاصل کی، علوم ظاہری میں کمال حاصل کرنے کے بعد علم باطن کی طرف توجہ فرمائی، پہلے اپنے والد ماجد سے استفادہ کیا، پھر ان کی اجازت سے شیخ وقت شاہ درگاہی رام پوری کی صحبت میں رہے اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا، اس کے بعد مزید ترقی راہ سلوک کے شوق میں دہلی تشریف لے گئے اور حضرت قاضی شاہ اللہ صاحب پانی پی کو خط لکھ کر شیخ کامل کے لئے مشورہ طلب کیا، حضرت قاضی صاحب نے تحریر فرمایا کہ اس وقت شاہ غلام علی صاحب سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔

اس پر آپ شاہ صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مزید کمالات باطنی حاصل کر کے خرقہ خلافت پہنا اور اپنے شیخ کی مند افاضہ پر جلوہ افروز ہو کر خلق خدا کو لفظ عظیم پہنچایا، آپ سے بے نہایت خوارق و کرامات ظاہر ہوئے، آخر عمر میں ۱۲۳۹ھ میں حج و زیارات مقدسہ کے لئے حر میں شریفین حاضر ہوئے، آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالغنی صاحب تھے، مکہ معظمہ پہنچنے تو وہاں کے علماء کہار نے آپ کا استقبال کیا اور خاص طور سے شیخ عبداللہ سراج مفتی احناف، شیخ عمر مفتی شافعیہ اور شیخ محمد عابد سندي وغیرہم نے آپ کی قدر و منزلت کی۔

واپسی میں ٹونک پہنچنے تھے کہ دم آخر ہو گیا، چون سال کی عمر میں خاص عید الفطر کے روز آپ کی وفات ہوئی، نواب ریاست ٹونک وزیر الدولہ اور دوسرے ارکان دولت امراء و عوام نے بڑے اجتماع کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی، پھر آپ کے صاحبزادے، شاہ عبدالغنی آپ کی لغش مبارک کوتا بوت میں رکھ کر دہلی لائے اور حضرت شاہ غلام علی صاحب و حضرت مرزا صاحب مظہر جان جاناں کے پہلو میں دفن کیا۔ رحمہ اللہ درجہ واسعہ۔ (حدائق حنفیہ و نزہۃ الخواطر ص ۱۲ ج ۷)

۳۰۳- الشیخ الحدیث (قاضی ابو عبد اللہ) محمد بن علی بن محمد الشوکانی الیمنی الصنعاوی م ۱۲۵۵ھ

بڑے محدث شہیر، مقندا و پیشوائے فرقہ اہل حدیث گزرے ہیں، اکابر علماء و محدثین زمانہ سے علوم کی تحصیل کی جن میں سے بعض شیخ

محمد حیات سندی مدینی حنفی اور شیخ ابو الحسن سند حنفی کے شاگرد تھے، تحصیل کمالات کے بعد آپ سے بکثرت علماء نے استفادہ کیا، ۱۴۰۹ھ میں آپ منصور باللہ علی بن عباس کی طرف سے صنعاہ بن کے قاضی القضاۃ بھی مقرر ہوئے تھے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے کہ آپ علوم دینیہ میں مرتبہ اجتہاد رکھتے تھے، اسی لئے کسی کی تقليد نہ کرتے تھے اور باوجود مرتبہ اجتہاد کے اپنی تالیفات میں کسی جگہ دائرہ مذاہب اربعہ سے باہر نہیں ہوئے، الا ماشاء اللہ اور اس خلاف میں بھی ایک جماعت سلف اور اکابر اہل حدیث کی آپ کے ساتھ ہے، دلائل کے ساتھ تخلیص مذاہب اور پھر محل خلاف میں آپ کی ترجیح قابل دید ہے۔

آپ نواب صاحب موصوف کے ایک دوسرا سطون سے شیخ بھی ہیں، آپ کی زیادہ مشہور تصانیف یہ ہیں: فتح القدر (تفیر ۲ جلد) نیل الاول طار شرح مشتملی الاخبار (۵ جلد) الدر الریبیہ، شرح الدرداری المفسیہ، ارشاد السائل ای و لیل المسائل، تخفیۃ الداکرین شرح حسن حسین، الفتح الربانی فی فتاوی الشوکانی، ارشاد الغول فی تحقیق الحق من علم الاصول (اس میں چاروں مذاہب کے اصول فقة ایک مجلہ ضخیم میں جمع کئے) الفوائد الجمودی فی الاحادیث الموضوع (اس کتاب کو سب سے پہلے مولانا عبد الحجی لکھنؤی ہندوستان میں لائے، چھپ چکی ہے، لیکن مولانا موصوف نے اپنی کتاب ظفر الامانی میں تنبیہ کی ہے کہ اس میں شوکانی نے بہت سی وہ احادیث بھی جمع کر دی ہیں جو موضوع کے درجہ کوئی پہنچتیں، بلکہ احادیث صحاب و حسان کو بھی موضوعات کی لڑی میں پروردیا ہے۔ (الرسالة المستطرفة ص ۱۲۵)

نواب صاحب نے آخر میں لکھا ہے کہ اس آخری دور میں جو کچھ کوشش ترویج شرع شریف تجدید احکام اسلام، احیاء سنن اور امارات فتن کے لئے آپ سے صادر ہوئی، ہمارا مگان ہے کہ کسی دوسرے سے نہیں ہوئی، ربہم اللہ تعالیٰ۔ (اتحاف النبلا نواب صدیق حسن خان ص ۱۴۰۹)

۳۰۳- الشیخ الامام الحمد بن عابد بن احمد علی بن یعقوب الحافظ اسندي المدینی حنفی م ۱۲۵ھ

بڑے محدث، فقیہ، محقق مدقق اور جامع معقول و منقول تھے، آپ کے دادا جان نے مع اپنے قبیلہ کے عرب کو بھرت کی تھی، تاہم آپ کی پیدائش شہر سیون (سندھ) میں ہوئی اور اپنے پچاٹ شیخ محمد حسین بن محمد مراد سے کتب دریسہ پڑھیں پھر کبار علماء یمن و حجاز سے تکمیل کی یمن کے مشہور شہر زبید میں عرصہ تک قیام کیا، امام یمن کے طبیب شاہی رہے اور وزیر مملکت کی صاحبزادی سے نکاح کیا، ایک بار امام یمن کی طرف سے بطور سفارت ملک مصر کے پاس گئے جس سے وہاں بھی آپ کا تعارف و تعلق ہوا، وہاں سے حر میں شریفین کی حاضری سے مشرف ہوئے، پھر اپنے وطن سندھ کے قصبہ نواری آکر کچھ عرصہ اقامت کی اور جلد ہی پھر حجاز کی حاضری کا استیاق ہوا، پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور وہاں کے علماء و عوام میں بڑی عزت پائی، والی مصر کی طرف سے بھی آپ مدینہ طیبہ کے رئیس العلماء کے عہدہ پر فائز ہوئے، عبادت، ریاضت، نشر علوم نبوت و اقامت سنت میں آخرین مشغول رہ کر دیں وفات پائی اور بقیع میں مدفن ہوئے۔

آپ کی تصانیف جلیلہ مشہورہ یہ ہیں: المواہب اللطیفہ علی مسندا امام ابی حنیفہ، طوایع الانوار علی الدر المختار (بڑی جامع کتاب ہے جس میں اکثر فروع مذہب اصحاب امام اعظم کا استیقا، اور مسائل واقعات و فتاوی کا استیعاب کیا ہے) شرح تیرالوصول لابن الربيع الحافظ الشیبانی، شرح بلوغ المرام حصر الشاروفی اسناید محمد عابد (جس میں بڑی بسط و شرح سے اسناید کا بیان ہے) آپ کے عربی اشعار بھی نہایت بلند پایہ ہیں جن کا نمونہ زہرۃ الخواطر میں لقل ہوا ہے۔ ربہم اللہ درحمۃ واسعۃ۔ (حدائق حنفیہ ص ۲۷۳، زہرۃ الخواطر ص ۲۲۶ ج ۷)

۳۰۴- الشیخ العلامۃ السيد محمد امین بن عمر والشہیر بابن عابد بن شامی حنفی م ۱۲۶ھ

مشہور محدث، فقیہ، محقق و جامع معقول و منقول عالم تھے، علوم کی تحصیل شیخ سعید جلی اور شیخ ابراہیم جلی سے کی، فقة کی نہایت مقبول و متداول کتاب رد المحتار شرح در مختار معروف بـ "شامی" تصنیف فرمائی جو پانچ ضخیم جلدوں میں ہے اور کئی بار چھپ کر شائع ہو چکی ہے، اس پر

بزادہ فتاویٰ حنفیٰ کا ہے، اس کے علاوہ بہت سی مفید علمی کتابیں شفاء العلیل وغیرہ تصنیف کیں۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔ (حدائق)

۲۰۶- الشیخ الامام المسند الحسن بن محمد افضل بن احمد بن محمد دہلوی مکی حنفیٰ م ۱۲۶۲ھ

حضرت شاہ اسحاق صاحب موصوف حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے نواسے ہیں جن کے توسط و سند سے ہندوستان کے موجودہ تمام حدیثیٰ سلسلے وابستہ ہیں، آپ کی ولادت ۱۱۹۶ھ یا ۱۷۹۷ھ میں بمقام دہلی میں ہوئی، اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی آغوش تربیت میں پلے، پڑھے، کافی تک کتابیں حضرت شیخ عبدالحکیم بڑھانویٰ سے پڑھیں، باقی سب اوپر کتابیں مع کتب فتوح و حدیث حضرت شاہ عبدالقدار صاحب سے پڑھیں اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے بھی اجازت حدیث حاصل فرمائے سلسلہ سندان سے متصل کیا ہے، چنانچہ حضرت ناتاجان موصوف کے بعد ان کی جگہ مسند درس حدیث پر بھی آپ ہی متمکن ہوئے اور ایک عرصہ تک افادہ کرتے رہے، اس کے بعد ۱۲۴۰ھ میں حریم شریفین حاضر ہوئے جو زیارت مقدسہ سے فارغ ہو کر وہاں کے شیخ محدث عمر بن عبد الکریم بن عبد الرسول مکی، م ۱۲۳۷ھ سے سند حدیث حاصل کی۔

پھر ہندوستان واپس ہو کر رسولہ سال تک دہلی میں درس حدیث، تفسیر وغیرہ دیتے رہے، اس کے بعد پھر کم معظمه کو ۱۲۵۸ھ میں بھرت فرمائی اور اپنے ساتھ اپنے بھائی حضرت مولانا یعقوب صاحب اور تمام متعلقین کو بھی لے گئے، وہیں آخر عمر تک مقیم رہے، درس و افادہ فرماتے رہے، آپ کے کبار تلامذہ کے اماء گرامی صاحب نزہۃ الخواطر نے حسب ذیل ترتیب والقاب سے ذکر کئے ہیں۔

(۱) شیخ محدث عبدالغنی بن ابی سعید الغمری الدہلوی الہمہا جرالی المدینۃ المنورۃ۔

(۲) السید نذر حسین بن جواد علی الحسینی الدہلوی (۳) شیخ عبدالرحمن بن محمد الانصاری الپائی پتی (۴) السید عالم علی المراد آبادی (۵) الشیخ عبدالقيوم بن عبدالحکیم الصدقی البرہانوی (۶) الشیخ قطب الدین بن محی الدین الدہلوی (۷) شیخ احمد علی بن لطف اللہ السہار پوری (۸) الشیخ عبدالجلیل الشہید الکولی (۹) امفتی عنایت احمد الکاکوروی (۱۰) الشیخ احمد اللہ بن دلیل اللہ الانانی وغیرہ، جن سے اکثر علم حدیث کے فاضل ہوئے اور ان سے بھی بکثرت علم حدیث کا سلسلہ جاری ہوا، حتیٰ کہ ہندوستان میں اس کے سوا اور کوئی سلسلہ سند حدیث کا باقی نہ رہا۔ و ذلك فضل الله یوتیه من یشاء۔

شیخ شمس الحق لدهیانویٰ نے تذکرہ النبیاء میں نقل کیا ہے کہ شیخ عبدالدد راجح مکی آپ کی موت کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اگر آپ اور زندہ رہتے اور میں اپنی تمام عمر بھی آپ سے حدیث پڑھتا رہتا، تب بھی ان سب علوم و حقائق حدیث کو حاصل نہ کر سکتا جو آپ کو حاصل تھے، شیخ عمر بن عبد الکریم بھی آپ کے کمال علم حدیث و رجال کی شہادت دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آپ کی طرف سے آپ کے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی برکات منتقل ہوئی تھیں، شیخ نذر حسین صاحب فرماتے تھے کہ مجھے آپ سے زیادہ برتر و افضل عالم کی صحبت نہیں ملی اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

برائے رہبری قوم فاق دوبارہ آمد امعیل و الحلق

ایک شیخ اعظم، عالی مرتبہ محدث مسند بلکہ شیخ الحدیثین کی بیان منقبت کے موقع پر کلمہ رہبری، قوم فاق، مذاق علم و ادب پر بہت بار ہے، شاید الحلق کی رعایت قافیہ سے مجبوری ہوئی، رحمہم اللہ کاظم رحمۃ واسعة۔

کم مظعمہ میں بحالت روزہ، روز دوشنبہ ۲۲ ربیعہ کو وفات ہوئی اور معلاۃ میں حضرت سیدہ ام المؤمنین خدیجہ علیہما کی قبر مبارک کے قریب دفن ہوئے (نزہۃ الخواطرس اہنے وحدائق حنفیہ)

۲۰۷- الشیخ محمد احسن معروف بہ حافظ دراز بن حافظ محمد صدیق خوشابی پشاوری حنفیٰ م ۱۲۶۲ھ

علم حدیث، تفسیر و فقہ میں یگانہ روزگار اور جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے، اکثر علوم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کئے جو بہت بڑی عالمہ فاضلہ

تھیں، تمام عمر مندادا فواد پر متمکن رہ کر درس و تالیف میں بس رکی، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں: شیخ الباری شرح صحیح البخاری (زبان فارسی میں نہایت محققانہ شرح الحکمی) تفسیر سورہ یوسف، سورہ الحج وغیرہ، حاشیہ قاضی مبارک وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (نوبتہ الخواطر ص ۲۲۲ ج ۷ وحدائق)

۳۰۸- الشیخ الحمد ث طیب بن احمد رفیقی کشمیری حنفی متوفی ۱۲۶۵ھ

مشہور محدث اور اپنے زمانہ کے شیخ الاسلام والملین، قطب العارفین تھے، علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل اس زمانہ کے اکابر علماء و مشائخ سے کی، اور آپ سے بھی ایک جم غیرعلماء و فضلاء نے استفادہ کیا، حدیث، فقہ، سلوک و معرفت میں نہایت نافع تصانیف کیں، لوگوں سے الگ رہتے، قائم اللیل، صائم النہار تھے، آخر عمر میں مسجد میں مختلف ہو گئے تھے، مدحہب حنفی کی حمایت میں بہت سائی رہتے تھے، صاحب کرامات و خوارق تھے، آپ کے چنانچہ پر ایک لاکھ سے زیادہ آدمی حاضر ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (حدائق و نوبتہ الخواطر ص ۲۲۲ ج ۷)

۳۰۹- شیخ غلام مجی الدین بگوی حنفی م ۱۲۷۳ھ

بڑے محدث، صاحب کمالات صوری و معنوی ہوئی، آپ نے چھوٹی عمر میں صرف ماہ رمضان میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا اور صبح کو وقت چاشت تک ایک پارہ روزانہ یاد کر لیا کرتے تھے، نہایت قوی حافظ تھا، دبلي جا کر علوم کی تحصیل کی اور حضرت شاہ احلق صاحبؒ سے حدیث پڑھی اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی آپ کو سند حدیث عطا فرمائی یہ بھی فرمایا کہ تم سے لوگوں کو بڑا فیض پہنچ گا اور تم وطن جا کر کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے لوگوں میں تفرقہ ہو۔

آپ نے مسجد حکیماں لاہور میں تیس سال قیام فرمایا کہ درس علوم دیا پھر استرخاء کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور اپنے گھر موضع بگا (علاقہ بہیرہ ضلع سرگودھا پاکستان) میں قیام فرمایا، وہاں بھی آخر عمر تک درس و افادہ جاری رہا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (حدائق حنفیہ)

۳۱۰- الشیخ الحمد ث رضا بن محمد بن مصطفیٰ رفیقی کشمیری حنفی، متوفی ۱۲۷۶ھ

بڑے محدث، مفسر، صوفی، کثیر العبادة، جامع شریعت و طریقت، صاحب کرامات و مکاشفات تھے، اپنے والد بزرگوار، نانا اور دنوں چچا سے حدیث و فقہ کی تحصیل کی، پھر درس و افادہ میں مشغول ہوئے، نہایت متواضع اور حليم الطبع تھے، ملاقات کے وقت سر پر چھوٹے بڑے، مال دار یا غریب کو خود پہلے سلام کرتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (نوبتہ الخواطر ص ۸ ج ۷ وحدائق حنفیہ)

۳۱۱- الشیخ الحمد ث شیخ المشائخ الشاہ احمد سعید بن الشاہ ابی سعید الدہلوی الحمد دی حنفی م ۱۲۷۷ھ

بڑے محدث عالم اور شیخ المشائخ سلسلہ نقشبندیہ تھے، رام پور میں پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد اور دوسرے اکابر سے علوم حاصل کئے، لکھنؤ تشریف لے گئے، وہاں کے علماء سے بھی استفادہ کیا، پھر دبلي پہنچ کر شیخ فضل امام خیر آبادی اور شیخ رشید الدین دہلوی وغیرہ سے مستفید ہوئے، اسی اثناء میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، حضرت شاہ عبدال قادر صاحبؒ اور حضرت شاہ رفع الدین صاحبؒ کی مجالس درس وغیرہ سے بھی استفادہ فرماتے رہے، چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے صحاح ستہ، حصن حصین، دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت و سند بھی حاصل کی۔

حضرت شاہ قطب الاقطاب شاہ غلام علی صاحبؒ کی خدمت و صحبت مبارکہ سے مشرف ہوئے، بیعت کی اور آپ سے رسالہ قشیریہ،

اہ حضرت شاہ صاحب سلسلہ نقشبندیہ کے بڑے رکن رکیں اور عالم جلیل، محدث کبیر تھے، آپ کی جلالت قدر اور ولایت کاملہ پر سب متفق ہیں، آپ کی ولادت بیالہ (بنجاب) میں ۱۱۵۶ھ میں ہوئی تھی، پہلے اپنے وطن اور قریبی شہروں میں تحصیل علم کی ۲۲ سال کی عمر سے ہی حضرت مرزا صاحب مظہر جان جاناں دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک مدت دراز اذکار و اشغال اور اخذ سلوک و طریقت میں لزاری اور اس سلسلہ کے اعلیٰ مراحت کمال کو پہنچ، (باقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عوارف، احیاء العلوم، فنون عین الحیات، مثنوی معنوی، مکتوبات امام ربانی (قدس سرہ) وغیرہ پڑھیں۔

حضرت شاہ صاحب موصوف آپ سے بے انتہاء محبت فرماتے تھے، آپ کو علوم ظاہر و باطن سے مالا مال کیا اور کمالات حال و قال کا فرد جامع بنادیا، آپ اپنے والد ماجد کی وفات پر ان کے جانشین ہوئے اور حضرت شاہ صاحب موصوف کی سند ارشاد کو بھی زیست دی، اس لئے دور دراز مقامات تک کے علماء، مشائخ و عوام نے آپ سے استفادہ کیا۔

اسی حال میں آپ کی عمر شریف ۷۵ برس کو پہنچی تھی کہ ۱۸۵۴ء بمطابق ۱۲۷۳ھ میں انگریزوں کی سامراجیت کے خلاف علم جہاد بلند ہوا، جس میں علماء و مشائخ نے خاص طور سے حصہ لیا اور ان کے ساتھ عام مسلمانوں نے بھی جگہ جگہ جان کی بازی لگائی، مگر افسوس کہ یہم ناکام ہوئی اور انگریزی راج نے اقتدار کے نشہ میں ہندوستانی رعایا کو اپنے انتہائی سفا کا نہ مظالم کا تختہ مشق بنایا، پھر خصوصیت سے ساکنان دہلی تو سب سے زیادہ مصائب و آلام کا شکار بنے ہوئے تھے۔

ان طوفانی ہنگاموں کے وقت بھی چار ماہ تک آپ اپنی خانقاہ دہلی میں اپنے مشاغل طیبہ میں نہایت مستقل مزاوجی کے ساتھ مضر و فر رہے مگر تا کہ؟ انگریزوں نے آپ پر بھی برٹش حکومت کے خلاف بغاوت کا فتویٰ دینے کی فرد جرم لگادی اور اس کی سزا میں آپ کو اور آپ کے پورے خاندان و متعلقین کو بھی تہہ تنقیح کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

تاریخ میں ہے کہ اس موقع پر رئیس الافاعنہ نے (جس سے برٹش حکومت کو اپنا اقتدار بھانے میں مدد ملی تھی) آپ کے بارے میں خاص طور سے سفارش کی اور حکومت کو اقدام سے روکا، اس پر آپ نے مع اپنے خاندان کے دہلی کو چھوڑ کر حریم شریفین کا عزم کیا، رئیس مذکور نے حکومت سے پاسپورٹ حاصل کرایا اور آپ کے لئے سامان سفر بھی مہیا کیا۔ جس سے آپ مع اہل و عیال بعافیت تمام مکہ معظمہ حاضر ہو کر حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، اس کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور آخر وقت تک وہیں اقامت فرمائی، آپ دہلی سے آخر محرم ۱۲۷۳ھ میں روانہ ہو کر شوال ۱۲۷۴ھ میں مکہ معظمہ پہنچے تھے۔

آپ کی تصانیف یہ ہیں: الفوائد الصاباطی فی اثبات الرابط، تصحیح المسائل فی الرد علی مائة مسائل، الاتہار الاربعہ فی شرح الطریق الپشتی و القادریۃ ونقشبندیۃ ولیجودیہ وغیرہ، آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی، اور جنۃ البیقیع میں قربی قبۃ حضرت سیدنا عثمان محفوظ مدفن ہیں۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۰۰ ج ۷ وحدائق حنفیہ)

۳۱۲- الشیخ الحمد ش یعقوب بن محمد افضل العمری دہلوی حنفی م ۱۲۸۲ھ

حضرت شاہ احلق صاحب کے چھوٹے بھائی اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے نواسے، صاحب فضل و کمال محدث و فقیہ تھے، آپ نے بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) حضرت مرتضیٰ صاحبؒ کی وفات پر آپ کے جانشین ہوئے، آپ کی بارگاہ فیض سے عرب و عجم کے بکثرت علماء، مشائخ و عوام نے فیض پایا۔ معمول تھا کہ ذکر نفی و اثبات روزانہ دس ہزار بار کرتے تھے اور ذکر اسماں ذات، استغفار، درود شریف کا درود تہذیب وقت اور یحیٰ و مقدار تھا، صبح کی نماز کے بعد اس پارے قرآن مجید کی تلاوت معمول تھا، زہد و قناعت، تسلیم و رضا، توکل و ایثار، ترک و تحریر کی اعلیٰ مثال تھے، نکاح نہیں کیا، گھر نہیں بنایا، جو کچھ آمدی ہوتی تھی، فقراء و مسکھتیں پر صرف فرمادیت تھے، لباس سادہ تھا، لذیذ کھانوں سے مجتنب رہتے تھے، صبح کو تلاوت قرآن مجید کے بعد اشراق تک سالکین کی طرف متوجہ ہوتے اور القاء نسبت فرماتے، نماز اشراق کے بعد دو پھر تک درس حدیث و تفسیر دیتے تھے، تھوڑی غذا کھا کر کچھ دریغہ لولہ فرماتے، پھر نماز ظہر کے بعد سے عصر تک درس حدیث و فقہ و تصور میں مشغول رہتے، نماز عصر کے بعد بھی صبح کی طرح اپنے اصحاب و مسٹر شدین کو توجہ دیتے تھے۔ پوری رات عبادات میں بس فرماتے، صرف تھوڑی دیر کے لئے مصلیہ پڑھتے تھے، آپ اکثر بیٹھ کر احتیاطی حالت میں ہوتے تھے، پیر پھیلا کر سونے کو پسند نہ کرتے تھے جتنی کے آپ کی موت بھی اسی حالت میں ہوئی۔

آپ کی خانقاہ میں تقریباً پانچ سو آدمی ہر وقت موجود ہوتے تھے، جو آپ کے مطبع سے کھانا کھاتے تھے، آپ کی مجلس میں کسی کی نسبت نہ ہو سکتی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ براہی کے ساتھ ذکر کئے جانے کا سختیں میں ہوں۔

امر معروف و نبی مسکر میں کسی کی رو رعایت نہ فرماتے تھے، آپ کی تصانیف میں سے القامات المغلبر یہ اور ایضاً حطیقہ زیادہ مشہور ہیں، آپ کی وفات ۲۲ صفر ۱۲۷۰ھ کو ہوئی۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۵۶ جلد ۷)

اپنے نانا جان کی آغوش تربیت سے استفادہ کیا اور جلا لین وغیرہ آپ سے پڑھیں، باقی کتب درسیہ حضرت رفع الدین صاحبؒ سے پڑھ کر درس و سلوک وغیرہ کی اجازت نانا جان سے بھی حاصل کی۔

آپ نے ایک مدت تک دہلی میں درس و افادہ فرمایا، پھر ۱۲۵۸ھ میں اپنے بڑے بھائی شاہ الحلق صاحبؒ کے مکہ معظمه کو ہجرت فرمائی اور وہیں اقامت کی، بکثرت علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۵۳۲ ج ۷)

۳۱۳- الشیخ العلامۃ المفتی صدر الدین بن لطف اللہ لکشمیری ثم الدہلوی حنفیٰ م ۱۲۸۵ھ

مشہور محدث، فقیہ، مفتی، جامع معقول و منقول تھے، علوم کی تحصیل شیخ فضل حق امام خیر آبادی اور شاہ رفع الدین صاحبؒ سے کی، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے بھی استفادہ کیا اور حضرت شاہ الحلق صاحب سے بھی اجازت حدیث حاصل کی۔

آپ بڑے صاحب جاہ و ریاست، یگانہ روزگار اور نادرہ عصر تھے، حکومت دیوانی کی طرف سے صدر الصدور کے عہدہ پر فائز تھے، بجز شاہ دہلی کے تمام وزراء، اعیان حکومت، امراء، علماء وغیرہ آپ کے یہاں آمد و رفت رکھتے تھے، لیکن ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۳ھ میں دوسروں کی طرح آپ پر بھی برٹش حکومت کے خلاف بغاوت کا فتویٰ دینے کی فرد جرم لگی اور اس کی سزا میں آپ کی تمام املاک و جائیداد، گاؤں، گراوں ضبط ہو گئے، بلکہ حکومت نے آپ کا عظیم الشان کتب خانہ بھی (جس کی مالیت تین لاکھ روپے تھی) ضبط کر کے نیلام کر دیا، بعد کو جائیداد غیر منقولہ و توواگزار ہو گئی تھی مگر کتب خانہ کا کچھ بدل نہ ملا، آپ کی تصنیف یہ ہیں: منتہی المقال فی شرح حدیث لاشد الرحال (جو آپ نے علامہ تیمیہ و ابن حزم کے اس مسئلہ کے جواب میں بزرگ عربی نہایت تحقیق سے لکھا کہ قبور انبیاء و اولیاء کی زیارت واسطے سفر کرنا حرام ہے، جس طرح اسی مسئلہ میں دوسرے فقهاء و محدثین ابن حجر عسکری، تقي الدین سیکی، قسطلانی وغیرہ نے بھی ان دونوں کا رد کیا ہے) الدر المفضود فی حکم امرأۃ المفقود، مجموعہ فتاویٰ وغیرہ، آپ اردو، فارسی و عربی کے بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (حدائق و نزہۃ الخواطر)

۳۱۴- الشیخ الفاضل العلامہ عبدالحکیم بن امین اللہ لکھنؤی حنفیٰ م ۱۲۸۵ھ

مشہور محدث، فقیہ، محقق، مدقق، جامع معقول و منقول تھے حفظ قرآن مجید کے بعد ابتدائی علوم اپنے والد ماجد سے پڑھے، پھر اپنے چچا مفتی یوسف بن محمد اصغر لکھنؤی اور اپنے نانا مفتی ظہور اللہ صاحب وغیرہ سے تکمیل کی اور شیخ حسین احمد ملیح آبادی (تمکید حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث پڑھی، ۱۲۶۰ھ میں باندا تشریف لے گئے، جہاں آپ کو نواب ذوالفقار الدولہ نے اپنے مدرسہ کا مدرس مقرر کیا، چار سال کے بعد وہاں سے اپنے وطن واپس ہوئے اور ایک سال کے بعد جو پور تشریف لے گئے، وہاں کے رئیس حاجی محمد امام بخش نے اپنے مدرسہ امامیہ حنفیہ کا مدرس بنایا، وہاں آپ نے ۹ سال تک درس دیا اور کشیر تعداد میں لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا، وطن واپس ہو کر ایک سال قیام فرمایا، پھر حیدر آباد کن جا کر روزہ مختار الملک کے مدرسہ عالیہ دارالعلوم میں دو سال درس و افادہ کیا، ۱۲۷۹ھ میں آپ نے حر میں شریفین کا سفر فرمایا، وہاں کے علماء کبار نے آپ کی نہایت قدر و منزلت کی اور حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی مہاجر مدینی، مولانا عبدالرشید مجددی وغیرہ نے آپ کو حدیث کی اجازت دی۔ ۱۲۸۰ھ میں حیدر آباد واپس ہوئے تو وزیر موصوف نے آپ کو عدالت دیوانی کی نظمات پر دیکی، جس کو آپ نے نہایت خیر و خوبی سے انجام دیا۔

آپ کی تصنیف بہت ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: الساقیہ شرح الہدایہ (نامکمل) حاشیہ شرح الوقایہ (نامکمل) ایقاد المصالح فی التراویح، القول الحسن فیما یتعلق بالنوافل والسنن، اقوال الاربعہ، حل المعاقد فی شرح العقائد، نور الایمان فی آثار حبیب الرحمن، قمر الاقمار حاشیہ تور الانوار، کشف الکوہ لحل حاشیہ بحر العلوم، کشف الاشتباہ، محل محمد اللہ، حل الغیسی وغیرہ۔

مشہور و معروف علامہ فہمہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنؤی آپ کے صاحبزادہ بلند اقبال ہیں جن کا ذکر گرامی آگئے گا۔
رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۲۷ ج ۷ وحدائق حفیہ)

۲۱۵- الشیخ الحمد ش احمد الدین بن نور حیات بگوی حنفی متوفی ۱۲۸۶ھ

محمدث، فقیہ، فاضل اجل، جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، کتب درسیہ اپنے بڑے بھائی علامہ غلام مجی الدین وغیرہ سے پڑھیں، پھر حضرت شاہ الحلق صاحب سے بھی حدیث پڑھی، چودہ سال دہلی میں قیام فرمایا اور تمام علوم و فنون میں ماہر و تبحر ہوئے۔

پنجاب واپس ہو کر مندرجہ حدیث و تفسیر وغیرہ کو زینت دی اور خلق خدا کو فائدہ پہنچایا، ریاضت و مجاہدہ بدرجہ کمال تھا، رات کا اکثر حصہ ذکر و مراقبہ میں گزارتے تھے، چلتے پھرتے صحت و مرض ہر حالت میں طلباء کو اس باقی پڑھاتے، مقبولین بارگاہ خداوندی میں سے اور مستجاب الدعوات تھے، جو بات زبان سے نکل جاتی وہ پوری ہو جاتی تھی، طلباء سے نہایت محبت و شفقت فرماتے، حتیٰ کہ اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کی دادخود تیار کر کے پلاتے تھے۔

کبھی آپ لاہور میں قیام فرمائے اور آپ کے بھائی بگہ میں اور کبھی آپ وہاں تشریف لے جاتے اور بھائی لاہور میں رہ کر درس دیتے تھے، اس طرح دونوں بھائیوں نے ہزاروں ہزار طلباء کو فیض علم سے بھرہ و رکیا۔

۱۳ سال اپنے بھائی سے چھوٹے تھے اور اتنے ہی سال ان کے بعد زندہ رہ، حاشیہ خیالی، حاشیہ شرح جامی وغیر تصنیف ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۳۶ ج ۷ وحدائق حفیہ)

۲۱۶- الشیخ الحمد ش عبدالرشید بن الشیخ احمد سعید مجددی دہلوی مہاجر مدینی حنفی م ۱۲۸۷

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ندویہ کی اولاد میں نامور عالم محمدث تھے، حفظ، قرآن مجید کے بعد علوم کی تحصیل مولانا حبیب اللہ صاحب اور مولانا فیض احمد صاحب وغیرہ سے کی، پھر صحاح سہ حضرت شاہ الحلق صاحب سے پڑھیں، اپنے والد ماجد حضرت شاہ احمد سعید صاحب کی خدمت میں رہ کر باطنی فیوض حاصل کرتے رہے اور ان کے ساتھ ۱۲۸۷ھ میں حریم شریفین حاضر ہوئے، حج و زیارت مقدسہ کے بعد مدینہ طیبہ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی، حضرت والد ماجد قدس سرہ کی وفات ۱۲۸۷ھ میں ہوئی تو ان کی مندرجہ وارشاد پر بیٹھے اور شیخ وقت ہوئے۔ بڑے عابد، زاہد، متّقی، کثیر البرکاء، خوش اخلاق، خاموشی پسند، صاحب معارف و مواجهہ تھے، کچھ عرصہ کے بعد مکہ مععظمہ تشریف لے گئے، وہاں بھی تعلیم و تربیت طالبین و سالکین میں مشغول رہے، پھر وہیں لے اذی الحجہ ۱۲۸۷ھ کو وفات ہوئی، حضرت سید ناام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کے سامنے دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۱ ج ۷)

۲۱۷- الشیخ الحمد ش قطب الدین بن مجی الدین دہلوی حنفی م ۱۲۸۹

حدیث و فقہ کے بڑے تبحر عالم اور جامع معقول و منقول تھے، کتب حدیث و اصول حضرت شاہ الحلق صاحب سے پڑھیں، طویل مدت تک ان کی خدمت میں رہے، نیز علماء حریمین شریفین سے حدیث فقہی استفادات کے اور سب سے اجازت حدیث حاصل کی، آپ کے درس، فتاویٰ اور تصنیفات قیمہ سے بکثرت علماء و عوام نے استفادہ کیا، بڑے زاہد، عابد، متورع، عالم ربانی تھے۔

علمی مباحث میں مذاکرات و مناظروں سے دلچسپ تھی، غیر مقلدین کے رد اور بدعت و شرک کے خلاف تیز گام تھے، اپنے زمانہ کے مشہور عالم مولانا نذری صاحب دہلوی کے رد میں کتابیں لکھیں، کیونکہ موصوف نے مذہب حنفی کے خلاف لکھا تھا، آپ اکثر تیسرے چوتھے سال

حج کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور آپ کی وفات بھی مکہ معظمہ میں ہوئی۔

آپ کی تصانیف میں سے نہایت مشہور و مقبول کتاب مظاہر حق اردو ترجمہ و شرح مشکوٰۃ شریف ہے، دوسری تصانیف یہ ہیں: جامع التفاسیر (۲ جلد) ظفر جلیل (ترجمہ شرح حسن حسین) مظہر جمیل، مجمع الخیر، جامع الحسنات، خلاصہ جامع صغیر، ہادی الناظرین، تحفہ سلطان، معدن الجواہر وظیفہ مسنونہ، تحفۃ الزوجین، احکام الفتحی، فلاح دارین، تنویر الحق، تو قیر الحق، آداب الصالحین، الطہ الغوی، تحفۃ العرب والجم، احکام العیدین، رسالہ مناسک، تنبیہ النساء، حقیقتہ الایمان، خلاصہ النصائح، گلزار جنت، تذکرۃ الصیام وغیرہ، رحمہ اللہ درجۃ واسعة (حدائق حنفیہ و زہرۃ الخواطر ص ۳۸۷ جلدے) مظاہر حق مذکور ادارہ اسلامیات دیوبند سے مظاہر حق جدید کے نام سے فاضل محترم مولانا عبداللہ جاوید (فاضل دیوبند) کی تعلیقات اور تہییل و تزیین سے مکمل ہو کر قسط و ارشائی ہو رہی ہے۔

۲۱۸- اشیخ الامام الحمدث الشاہ عبدالغنی بن الشاہ الی سعید مجددی حنفی م ۱۲۹۶ھ

مشہور و معروف محدث، مفسر، فقیہ، جامع اصناف علوم، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ذریت میں ہیں، آپ کی ولادت دہلی میں ہوئی، حفاظ قرآن مجید کے بعد علوم درسیہ مولانا حبیب اللہ دہلوی سے پڑھے، حدیث شاہ اخلاق صاحب سے پڑھی، نیز اپنے والد ماجد سے بھی موطاً امام محمد اور مولانا مخصوص اللہ بن شاہ رفع الدین سے مشکوٰۃ پڑھی تھی، والد ماجد ہی سے طریقت میں رجوع فرمایا اور ان کے ساتھ ۱۲۲۹ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے، حج و زیارت سے مشرف ہوئے اور وہاں شیخ محمد عبدالسدی سے بخاری شریف پڑھی اور ابو زائد اسماعیل بن اوریس رومی سے بھی سند حدیث حاصل کی، ہندوستان واپس ہو کر درس حدیث و افادہ میں مشغول ہوئے، آپ سے بکثرت علماء نے استفادہ کیا، آپ ہی سے حضرت مولانا گنگوہی وغیرہ نے حدیث پڑھی۔

۱۲۴۳ھ میں جب انگریزوں کے خلاف ہنگامے ہوئے اور بالآخر ان کا تسلط دہلی وغیرہ پر ہو گیا تو آپ نے مع اپنے اہل و عیال کے ارض مقدس حجاز کی طرف ہجرت فرمائی، مکہ معظمہ حاضر ہوئے، پھر مدینہ طیبہ پہنچے اور وہیں اقامت فرمائی کر عبادت اور درس و افادہ میں مشغول ہو گئے، علم و عمل، زہد و تقویٰ، صدق و امانت، اخلاص و انبات اللہ، نیتی اللہ و دوام مراقبہ، حسن خلق و احسان الی اخلاق وغیرہ میں فرد وحید و یکتا نے زمانہ تھے، اہل ہند و عرب آپ کی جلالت قدر اور ولایت کاملہ پر تفقی ہیں۔

قیام مدینہ منورہ میں بھی ہزار اس ہزار علماء آپ کے علوم ظاہری و باطنی سے فیض یاب ہوئے، آپ سے سند حدیث حاصل کرتے اور بیعت ہو کر خاندان نقشبندیہ میں داخل ہو کر سعادت دارین حاصل کرتے تھے، شیخ حرم نبوی (علی صاحبہا الف الف تحيات و تسیمات) آپ کی بے تعظیم کرتے تھے، حتیٰ کے نماز کے وقت آپ کو دیکھ لیتے تو آپ ہی کو امام بناتے تھے، مگر چونکہ کسر نفسی سے وہاں کی امامت آپ پر بار ہوتی تھی، اس لئے یہ مأمور کر لیا تھا کہ عین تکبیر کے وقت مسجد میں تشریف لاتے تھے، آپ کی تصانیف میں سے ”انجاح الحاجہ فی شرح سنن ابن ماجہ“ مشہور ہے (زہرۃ الخواطر ص ۲۸۹ وحدائق حنفیہ)

ارواح ثلاثہ ص ۱۱۵، ۱۱۲ میں حضرت گنگوہی سے نقل ہے، فرمایا، میرے استاذ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب فرماتے تھے کہ ”جس قدر نفس سے دوری ہے اسی قدر قرب حق تعالیٰ ہے“

ایک دفعہ فرمایا کہ میرے استاذ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کا تقویٰ بہت بڑھا ہوا تھا، سینکڑوں مرید تھے اور ان میں سے اکثر امراء اور بڑے آدمی تھے، مگر آپ کے ہاں اکثر فاقہ رہتا تھا، ایک دفعہ آپ کے یہاں کئی روز کا فاقہ تھا، خادمہ کسی بچے کو گود میں لے کر باہر نکلی تو دیکھا گیا کہ بچہ کا چہرہ بھی فاقہ کے سبب مر جھایا ہوا ہے، مفتی صدر الدین صاحب نے اس صورت حال کو دیکھا تو بڑا صدمہ ہوا اور گھر سے تین سور و پے

بھجوائے آپ نے واپس کر دیئے، مفتی صاحب خود لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ صدر الصدور ہے، رشوت لیتا ہوگا، اس لئے عرض ہے کہ یہ روپے میری تxonah کے ہیں، قبول فرمائجئے! آپ نے فرمایا کہ رشوت کا تو مجھے تمہارے متعلق وسرے بھی نہیں گزرا، لیکن میں تمہاری ملازمت کو بھی اچھا نہیں سمجھتا، اس لئے ان کو لینے سے معدور ہوں۔

آپ کو تحقیق سے معلوم ہوا کہ خادمہ نے گھر کے فاقہ کا راز افشاء کیا ہے، تو اس کو بلا کر فرمایا کہ ”نیک بخت! اگر فاقہ کی تھیں برداشت نہیں ہے تو اور گھر دیکھ لو، مگر خدا کے لئے ہمارا راز افشا نہ کرو۔“

ایک دفعہ حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ شاہ الحلق صاحب کے شاگردوں میں سے تین شخص نہایت متقدم تھے، اول درجہ کے مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی، دوسرے درجہ کے حضرت شاہ عبدالغفاری صاحب، تیسرا درجہ کے نواب قطب الدین خان صاحب اور اس پر ایک قصہ بیان فرمایا جو ارجواح ٹیکسٹ ۱۳۷ پر درج ہے۔

امیر شاہ خان صاحب راوی ہیں کہ مولوی عبدالقیوم فرماتے تھے کہ مولوی عبدالرب صاحب کے والد مولوی عبدالحق صاحب شاہ الحلق صاحب کے شاگرد اور مولوی نذر حسین صاحب کے خسر تھے، مولوی نذر حسین صاحب نے ان سے حدیث پڑھی ہے اور شاہ الحلق صاحب سے نہیں پڑھی جب شاہ صاحب ہجرت کرنے لگے تو، نواب قطب الدین صاحب نے شاہ صاحب سے سفارش کی کہ مولوی نذر حسین صاحب کو حدیث کی سند دے دیجئے کیونکہ اس وقت مولوی نذر حسین صاحب اور نواب صاحب میں بہت دوستی تھی، شاہ صاحب نے ان کی سفارش پر ان سے ہر کتاب کے ابتداء کی کچھ حدیثیں سن کر ان کو قطب صاحب میں حدیث کی سند دی، (ارجواح ٹیکسٹ ۱۲۰)

اس کے بعد حضرت تھانوی کا حاشیہ بھی ہے کہ ”ایسی سند، سند برکت ہے، اجازت نہیں، بظاہر یہ واقعہ بہ سند متصل ثقہات سے مردی ہے اور جس صورت سے سند حاصل ہوئی، اس کو زیادہ سے زیادہ سند برکت کہا جا سکتا ہے، مگر صاحب تحفۃ الاخوڈی نے مقدمہ میں اتنی سی بات پر دعویٰ کر دیا ہے کہ شاہ الحلق صاحب نے ہجرت کے وقت مولانا نذر حسین صاحب کو اپنا جائشیں بنایا تھا، پھر غاییہ المقصود کا مقدمہ دیکھا گیا تو اس میں مولانا نامش الحلق صاحب عظیم آبادی نے اس سے بھی آگے بڑھ چڑھ کر لکھا ہے کہ مولانا نذر حسین صاحب نے صحافتہ وغیرہ شاہ الحلق صاحب سے پڑھیں اور ان سے وہ علوم حاصل کے جو شاہ الحلق صاحب کے کسی دوسرے شاگرد نے آپ سے حاصل نہیں کئے اور مراتب کمال کو پہنچ اور شاہ صاحب کے خلیفہ ہوئے نیز شاہ صاحب کی موجودگی میں فتویٰ دیتے اور لوگوں کے جھگڑے چکاتے تھے اور حضرت شاہ صاحب آپ کے فتوؤں سے بہت خوش ہوتے اور ان کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے، پھر یہ بھی لکھا ہے کہ جس سال شاہ صاحب نے ہجرت کی، یعنی ۱۲۵۸ھ میں اسی میں آپ کو حدیث کی اجازت ملی ہے اور آپ کو خلیفہ بنایا۔ (غاہیۃ المقصود جلد اول ص ۱۰ ج ۱۳)

مذکورہ بالاعبارت کے آخری جملہ سے بھی اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ عطاہ سند کا واقعہ وقت ہجرت کا ہے اور اسی کو بڑھا چڑھا کر حضرت شاہ الحلق صاحب سے قدیم اور باقاعدہ تلمذ، صحافتہ وغیرہ بڑھنا ان کی طرف سے تحسین فتاویٰ و قضاء خصومات، پھر اور زیادہ ترقی کر کے بہ نسبت حضرت شاہ صاحب کے اور دوسرے سب تلامذہ سے زیادہ سے استفادہ کرنا اور ان کے خلافت و جانشینی کے دعاویٰ بے دلیل و بے سند لکھ دیئے گئے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و حکم۔ حمیم اللہ کلہم رحمۃ واسعة

۳۱۹- الشیخ العلامہ محمد بن احمد اللہ العمری التھانوی حنفی م ۱۲۹۶

مشہور محدث بزرگ ہیں، تھانہ بھون میں ولادت ہوئی اور مولانا عبد الرحیم تھانوی و شیخ قلندر بخش حسینی جلال آبادی سے پڑھا، پھر

لہ حضرت حاجی احمد اللہ صاحب قدس سرہ نے بھی آپ سے پڑھا ہے، بڑے عالم بزرگ تھے، حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے نقل فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب موصوف فرمایا کرتے تھے کہ مولانا قلندر بخش صاحب روزانہ شب میں حضرت سرور کائنات کی زیارت مبارکہ سے مشرف ہوتے تھے، ۱۲۶۰ھ میں وفات پائی (نزہۃ الخواطر ص ۳۹۰ ج ۷)

وہی تشریف لے گئے اور علوم متعارفہ حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتی اور علامہ نفضل حق خیر آبادی سے پڑھے، اس کے بعد حضرت شاہ امتحن صاحب کی خدمت میں رہے اور حدیث پڑھی، نہایت ذکی، زود فہم، قوی الحافظ اور شیریں کلام تھے، پہلے حضرت سید صاحب شہید بریلوی سے بیعت کی پھر بڑے ہو کر حضرت شیخ نور محمد صاحب جھنجانا نوی کی خدمت اقدس میں رہے اور طریقت کے مراتب کمال کو پہنچے، ایک بڑی مدت انوکھے میں قیام فرمائے وارشاد میں مشغول رہے، پھر اپنے وطن تشریف لا کر باقی عمر ارشاد و تلقین میں بسر کی۔

حضرت شاہ حاجی امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر کی اور حضرت حافظ محمد ضامن صاحب تھانوی شہید آپ کے پیر بھائی تھے، ایک زمانہ تک تینوں ایک جگہ رہے تھے اور باہم محبت و تعلق اور بے تکلفی تھی، حضرت تھانوی نے فرمایا کہ جب حضرت حاجی صاحب یہاں خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں تشریف رکھتے تھے، تو ایک کچھ ای میں کچھ پہنچنے کچھ کشمکش میں ہوئی رکھتے تھے، صبح کے وقت مولانا شیخ محمد صاحب حضرت حافظ محمد ضامن صاحب آپ اور حضرت حاجی صاحب مل کر کھایا کرتے تھے اور آپ میں چھینا جھپٹی بھی ہوتی تھی، بھاگے بھاگے پھرتے تھے، حالانکہ اس وقت مشائخ اس مسجد کو ”دکانِ معرفت“ کہتے تھے اور تینوں کو اقطاب ملاشی سمجھتے تھے، حضرت حاجی صاحب دہلی کے شہزادوں میں اور علماء میں بزرگ مشہور تھے، مگر پیر بھائیوں سے اس قدر بے تکلفی برتبے تھے۔ (ارواح ملاشی ص ۱۳۲)

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب کی تصانیف یہ ہیں: المقطاں فی اثر ابن عباس، ولائل الاذکار فی اثبات الجہر بالاسرار، الارشاد الحمدی، المکاتبۃ الحمدیہ، المناظرۃ الحمدیہ (افلاک میں خرق والیام ثابت کیا ہے) تفصیل الحنین، حوای شرح العقامہ۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔ (زہرۃ الخواطر ص ۳۲۲ ج ۷)

۳۲۰۔ الشیخ الامام العلامۃ الکبیر محمد قاسم بن اسد علی الصدقی النانوتی حنفی م ۱۲۹۷ھ

مشہور عالم، محدث جلیل، فقیر نبیل، جامع معقول و منقول اور عالم ربانی تھے،ولادت ۱۲۸۸ھ میں مقام قصبہ نانوتہ ہوئی، ابتدائی تعلیم سہارپور میں حاصل کی، پھر دہلی تشریف لے گئے اور تمام کتب درسیہ مع فنون عصریہ حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتی سے پڑھیں، پھر حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی کی خدمت میں رہ کر علوم حدیث کی تحصیل کی، سواء ابو داؤد کے (کروہ حضرت مولانا احمد علی صاحب سے پڑھی) تمام صحائف حضرت شاہ صاحب موصوف سے پڑھیں۔

طریقت میں حضرت قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحب سے استفادہ تام کیا، عالم اجل اور شیخ زمانہ ہوئے، مگر اپنے احوال کا نہایت اخفاء کرتے تھے، آپ کے لباس، طرز بود و باش یا کسی بات سے یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ اتنے بڑے صاحب کمالات ظاہر و باطن ہیں، اسی لئے ذریعہ معاش بھی آپ نے درس و تعلیم وغیرہ کو نہیں بنایا، بلکہ تصحیح کتب مطبعی سے جو تھوڑی بہت یافت ہوتی، اسی پر قناعت فرماتے تھے، جس کا اندازہ اس زمانہ میں دس بارہ روپیہ کا تھا، بلکہ مالک مطبع نے اضافہ بھی چاہا تو خود ہی منع فرمادیتے تھے کہ میرے گزارہ کے لئے زیادہ کی ضرورت نہیں، پہلے آپ نے حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارپوری کے مطبع احمد دہلی میں کام کیا، اس وقت مولانا بخاری شریف طبع کرنے کے لئے اسکی تصحیح و تکمیل کر رہے تھے، مولانا موصوف نے اس کے آخری پانچ پارے آپ کو تصحیح و تکمیل کے لئے پرد کئے، جن کا تکمیل اس لئے بھی اہم و دشوار تھا کہ امام بخاری نے اس کے بہت سے مقامات میں امام اعظم ابوحنیفہ پر اعتراضات کئے ہیں، آپ نے نہایت تحقیق و تدقیق سے اس خدمت کو انجام دیا اور بڑی خوش اسلوبی سے مذہب حنفی کی تائید و توثیق کی۔

آپ نے حر میں شریفین کا سفر تین بار کیا، صاحب زہرۃ الخواطر میں آخری سفر کا ذکر نہیں کیا، پہلا سفر ۱۲۷۷ھ میں کیا، حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے جس سے بیعت و استفاضہ کا تعلق آپ کا قبلہ ہجرت ہی سے تھا، حر میں شریفین سے واپس ہو کر آپ نے کچھ عرصہ مذشی ممتاز علی صاحب کے مطبع میرٹھ میں تصحیح کی خدمات انجام دیں اور وہ گویا آپ کا دوسرا مستقر تھا۔

سوانح قائمی پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہنگامہ ۱۸۵ء سے قبل ہی دیوبند کو اپناوطن ثانی بنالیا تھا، تھانہ بھون کی "دوکان معرفت" کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، دیوبند کی مسجد جھٹتے گویا اسی طرز کی دکان علم و معرفت تھی، جس کے ابتدائی ارکان ثلاثة حضرت نانوتوی، مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندی اور حضرت شیخ حاجی عابد حسین دیوبندی تھے، پھر اسی مجلس انس (یاد دوکان علم و معرفت) کے رکن حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی (والد ماجد حضرت شیخ البند) اور حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب دیوبندی (والد ماجد حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب) و مولانا حبیب الرحمن صاحب و مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی وغیرہ) اور دوسرے مقامی حضرات بھی ہوتے گئے اور اسی تبرک مسجد اور اس کی مجلس انس کے تاریخی فیصلوں کی روشنی میں دارالعلوم دیوبند کی تاسیس اور اس کے مشہور زمانہ علمی، دینی و سیاسی محیر العقول کا رنامے عالم ظہور میں آئے۔

حضرت مولانا نانوتوی نے میرٹھ سے دارالعلوم کے لئے پہلے مدرس مولانا محمود صاحب کو منتخب فرمائی، روپے ماہوار مشاہر مقرر فرمایا، پھر قیام دارالعلوم کے تیر سے سال ۱۲۸۵ھ میں دوسرے مدرس حضرت مولانا سید احمد صاحب دہلوی کا تقرر ہوا، تیرسا تقریر حضرت نانوتوی کے ارشاد پر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کا ہوا، جو اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد ملازمت پر اجیسیر تشریف لے گئے تھے اور کچھ عرصہ بعد مکمل تعلیم کے ذیلی اسپکٹر ہو چکے تھے، دارالعلوم کا دورتائی شروع ہوا تو حضرت نانوتوی نے ان کو صدر مدرسی کے لئے طلب فرمایا اور انہوں نے بھی کمال ایشار فرمائی، مدرس مولانا دیوبند کی طرح اس طرح میرٹھ سے سرپرستی فرمانے کے بعد آپ خود بھی مستقل طور سے دیوبندی تشریف لے آئے تھے۔

دوسر اس فرج ۱۲۸۵ھ میں فرمایا اور واپس ہو کر درس و افادہ میں مشغول رہے، آپ چونکہ فن مناظرہ اہل کتاب میں بھی کیتا تھے، مشہور عیسائی پادری تارا چند سے وہی میں آپ نے مناظرہ کیا تو اس نے لا جواب ہو کر راہ فرار اختیار کی، ۱۲۹۳ھ میں بمقام چاند پور ضلع شاہجهان پورا ایک میلہ خداشناکی منعقد ہوا تو اس میں بھی آپ نے تمام مذاہب کے علماء و عوام کے سامنے روشنیت و شرک اور حقانیت مذہب اسلام پر لا جواب دے بے مثال تقریریں فرمائیں، ۱۲۹۴ھ میں عیسائیوں سے تحریف انجیل کے متعلق بحث ہوئی اور عیسائی پادری اپنی کتابیں چھوڑ کر مجلس مناظرہ سے فرار ہو گئے، اسی سال میں پنڈت دیانند سرسوتی بانی تحریک آریہ سماج سے بھی بحثوں کا آغاز ہوا اور وہ لا جواب ہوئے۔

تیرسا سفر جاگ بھی اسی سال میں ہوا، جس سے آپ ۱۲۹۵ھ میں واپس ہوئے اور اسی سال شعبان میں آپ کو رُز کی سے خبر ملی کہ پنڈت دیانند نے مذہب اسلام پر اعتراضات کئے ہیں اہل رُز کی نے نہایت اصرار سے آپ کو بلا یا، علالت کے باوجود آپ نے رُز کی کا سفر کیا اور وہاں قیام فرمائیں کہ کو مناظرہ کے لئے ہر طرح آمادہ کرنے کی سعی کی مگر وہ تیار نہ ہوئے اور رُز کی سے بھاگ گئے، آپ نے مجتمع عام میں ان اعتراضات کا جواب دیا پھر واپس ہو کر انقصار اسلام اور قبلہ نما، تحریر فرمایا جن میں تمام اعتراضات کے بہترین جوابات دیئے، اس کے بعد پنڈت جی نے کچھ عرصہ بعد میرٹھ پہنچ کر بھی کچھ اعتراضات کئے اور آپ نے وہاں پہنچ کر ان کو بحث و گفتگو کے لئے آمادہ کرنا چاہا مگر وہ تیار نہ ہوئے اور وہاں سے بھاگ نکلے۔

آپ کی علالت کا سلسلہ تقریباً دو سال تک جاری رہا اور اس علالت کے زمانہ میں برابر علمی اسفار، تصانیف وغیرہ کا سلسلہ بھی جاری رہا، ۷ جمادی الاولی ۱۲۹۷ھ روز پنجشنبہ کو ۲۹ سال کی عمر میں بمقام دیوبند آپ کی وفات ہوئی، جس کے صرف دو روز بعد سہار نپور میں آپ کے استاد حضرت مولانا احمد علی صاحب محدثؒ کی وفات ہوئی۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعة وجعلنا معمم۔

آپ کے خصوصی تلامذہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب حضرت مولانا شیخ البند محمود حسن صاحب، مولانا فخر الحسن گنگوہی، مولانا محمد حسن صاحب امرد ہوئی وغیرہ تھے، آپ کی مجسم علمی یادگار دارالعلوم دیوبند ہے، نبی یادگار حضرت مولانا محمد احمد صاحب صدر مہتمم دارالعلوم

(والد ماجد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مفتیم دارالعلوم) تھے جن کا ذکر خیر آگے آئے گا۔

آپ کی تیسرا نہایت اہم علمی یادگار حکمت قاسمیہ ہے جس کے بارے میں حضرت علامہ شیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ فلسفہ و سائنس اگر پانچ سو برس بھی چکر کھائے گا تو حضرت مولانا نانوتویؒ کے قائم کئے ہوئے دلائل حقانیت اسلام پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، حکمت قاسمیہ آپ کی تمام تصانیف عالیہ کا نہایت گرانقدر سرمایہ اور اہل علم و فہم کے لئے گنج گرانہایہ ہے، کاش آپ کی تمام کتابوں کی کامل تصحیح تسلیم و تینیں، عنوان بندی وغیرہ ہو کرنے طور طریق سے اشاعت کا سروسامان ہو۔

اس اہم علمی کام کی انجام دہی کے لئے آپ کے خصوصی تلامذہ یا حضرت شیخ الہند کے خصوصی تلامذہ الحق و انس تھے یا اب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دام ظہیم کر سکتے ہیں مگر ان پر دارالعلوم جیسے عظیم الشان ادارہ کی ادارتی ذمہ داریاں اور علمی اسفار وغیرہ کا اس قدر بارہے کہ بظاہر اس پر سکون مخصوص علمی کام کیلئے وقت نکالنا نہایت دشوار ہے۔

رائق الحروف بھی ایک مدت سے آپ کی کتابوں کا مطالعہ اور سعی فہم اپنی زندگی کا جزو و مقصد بنائے ہوئے ہے اور بساط بھر کچھ خدمت بھی کی ہے اور کر رہا ہے، مگر اب کے "انوار الباری" کے کام کی ذمہ داری بھی پوری طرح عامد ہو چکی ہے، نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سلسلہ کتب تک باقی رہ سکے گا۔ والامر بید اللہ، اسئلہ التوفیق لما یحب و یرضی۔

حضرت نانوتویؒ کی نہایت اہم تصانیف یہ ہیں: آب حیات، ہدیۃ الشیعہ، قبلہ نما، انتصار الاسلام، ججۃ الاسلام، تقریر دلپذیر، مصباح التراویح، مباحثہ شاہ بھان پور، تحذیر الناس، مجموع جوابات مخدورات عشر (یامناظرہ عجیبہ) تویش الكلام، قاسم العلوم (مجموعہ مکاتیب عالیہ) وغیرہ۔ حضرت العلامہ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی نے سوانح قاسمی کی تین جلدیں لکھ کر قاسمی برادری پر احسان عظیم کیا ہے جو دارالعلوم کی طرف سے شائع ہو چکی ہے، لیکن نہایت افسوس ہے کہ پوچھی جلد مرتب نہ ہو سکی جس میں "آخر قاسمی" یعنی تمام تصانیف قاسمی کا مکمل و مفصل تعارف کرایا جاتا اور اس فرض کی انجام دہی کی طرف دوسرے اہل علم کو توجہ کر کے سوانح قاسمی کو مکمل کرنا چاہئے، حضرت نانوتویؒ کی زندگی کے بہت سے عجیب و غریب واقعات "ارواح ثلاثہ" میں بھی شائع ہو چکے ہیں وہ بھی جزو سوانح ہونے چاہئیں۔

۳۲۱- الشیخ الحمد ث الفقیہ احمد علی بن لطف اللہ السہار نپوری حنفی م ۱۲۹۷ھ

کبار محدثین و نقہاء میں سے تھے، سہارنپور کے علماء سے ابتدائی تحصیل کے بعد دہلی تشریف لے گئے، حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ سے پڑھا اور حدیث شیخ وجیہ الدین سہارنپوری سے پڑھی جو شیخ عبدالحکی بڑھانوی (تمیز شاہ عبدالقاوو) کے تلمیز تھے، پھر حر میں شریفین حاضر ہوئے، بیت اللہ سے مشرف ہو کر صحاح ستہ حضرت شاہ اکٹھن صاحب مہاجر کیلئے پڑھیں، ان سے اجازت حدیث حاصل کر کے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور ہندوستان واپس ہو کر من درس حدیث کو زینت بخشی، ساری عمر صحاح ستہ کا درس دیتے رہے اور ان کی تصحیح فرمائی، خاص طور پر بخاری شریف کے تصحیح و تکشیہ پربڑی توجہ صرف کی، دس سال اس خدمت میں گزارے، آپ نے علم کو ذریعہ معاش نہیں بنایا، اس لئے تجارت و مطبعی مشاغل اختیار کئے تھے۔

آپ نے بہت سے علمی رسائل بھی تصنیف فرمائے تھے، مثلاً الدلیل القراءۃ للمرقدی وغیرہ، ہنگامہ ۷۵ء میں آپ کا دہلی کامیٹی بر باد ہو گیا تھا، اس لئے آپ سہارنپور تشریف لے آئے اور مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارنپور میں درس حدیث دیتے تھے، ۷۲ء سال کی عمر میں حضرت نانوتویؒ کی وفات سے دو روز بعد انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعة۔ (حدائق، نزہۃ و مقدمہ او جزالک)

۳۲۲- الشیخ الحمد ث امفتی عبد القیوم بن عبدالحکی صدقی بڑھانوی حنفی م ۱۲۹۹ھ

بڑے محدث، فقیہ تھے، حفظ قرآن مجید کے بعد کتب درسیہ شیخ نصیر الدین دہلوی (سبط الشیخ رفع الدین) لکھنؤی، خواجہ نصیر حسینی دہلوی

اور شاہ یعقوب بن افضل سے پڑھیں، کتاب فقہ و حدیث حضرت شاہ اسحق بن افضل سے پڑھیں اور ان کی صاحبزادی سے آپ کا عقد بھی ہوا، بیعت کا شرف حضرت سید صاحب بریلوی سے حاصل ہوا اور تربیت حضرت شیخ محمد عظیم کی خدمت میں ایک مدت تک نوٹک میں رہ کر حاصل کی جو حضرت سید صاحب کے اصحاب میں سے تھے۔

حجاز تشریف لے گئے تھے، واپسی میں مع اہل و عیال کے بھوپال سے گزرے تو سکندر بیگم والیہ بھوپال نے آپ کو روک لیا اور بھوپال کی اقامت پر آمادہ کر کے افتاء کی خدمت پر دیکی، بہت سی جا گیریں دیں، چنانچہ آپ و ہیں ساکن ہو گئے، درس علوم قرآن و حدیث اور افتاء آپ کے مشاغل تھے، بہت سے خوارق آپ سے ظاہر ہوئے، تعبیر خواب میں بھی بے نظیر تھے جس طرح فرمادیتے تھے، اسی طرح ہوتا تھا، گویا آپ حضرت شاہ عبدالعزیز کے خاندان کا باقیہ اور اس کے کمالات کا بہترین نمونہ تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۲۹۷ ج ۷)

۳۲۳- الفاضلة المحمدة امۃ الغفور بنت الشاہ اسحق بن افضل دہلوی

علوم حدیث و فقہ کی بڑی علامہ فاضلہ تھیں، علوم کی تحصیل آپ نے اپنے والد ماجد سے ایک مدت تک کی، پھر آپ کا نکاح حضرت مولانا عبد القیوم بڑھانوی ثم بھوپالی سے ہو گیا تھا جن کا تذکرہ ابھی گزرا ہے۔

نقل ہے کہ باوجود اپنے غیر معمولی فضل و کمال کے جب کبھی مولانا کو کوئی مشکل فقہ و حدیث میں پیش آتی تھی، آپ کے پاس تشریف لے جاتے اور آپ سے استفادہ کر کے حل کر لیتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۹۰ ج ۷)

۳۲۴- الشیخ المحدث العلامہ تھور علی بن مظہر علی الحسینی نگینوی حنفی

مشہور عالم محدث و فقیہ تھے، اپنے شہر کے علماء سے تحصیل کے بعد لکھنؤ گئے اور وہاں شیخ مخدوم حسینی لکھنؤی سے حدیث پڑھ کر اجازت حاصل کی وہ شاہ ولی اللہ اور شیخ فاخر بن سعیجی ال آبادی کے شاگرد تھے، پھر درس و افادہ میں زندگی بسر کی، آپ سے بکثرت علماء نے حدیث پڑھی، مثلاً قاضی بشیر الدین عثمانی قنوجی، سید محمد مخدوم بن ظہیر الدین حسینی لکھنؤی وغیرہ نے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (نزہۃ الخواطر ص ۱۱۲ ج ۷)

۳۲۵- حضرت مولانا محمد یعقوب بن مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی حنفی م ۱۳۰۲ھ

مشہور علامہ محدث، صاحب کشف و کرامات، دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مدرس اول و شیخ الحدیث تھے، آپ کے والد ماجد دہلی کالج میں صدر مدرس رہے، حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی اور سنکڑوں علماء و فضلاء کے استاذ تھے، حسب تحقیق مولانا عبد اللہ صاحب سندھی، حضرت مولانا شاہ محمد اسحق صاحب نے ہندوستان سے حریم شریفین کو ہجرت فرمائی تو ہندوستان کو برش سامراج سے نجات دلانے کی سعی کے واسطے جو بورڈ قائم کیا تھا، اس کے ایک خاص رکن وہ بھی تھے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے کی تھی، بخاری و مسلم بھی آپ نے مولانا موصوف سے پڑھی تھیں، آپ نے حضرت مولانا کے ارشاد پر بڑی ملازمت ترک کر کے دارالعلوم دیوبند کی مدرسی صرف چھپس ۲۵ روپے ماہانہ پر قبول فرمائی۔

آپ کا دور صدارت تقریباً ۱۹ اسال رہا، اکابر علماء و فضلاء، آپ کے تلمذ سے مشرف ہوئے، مثلاً حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم درالعلوم وغیرہ۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۳۲۶- حضرت مولانا محمد مظہر بن حافظ لطف علی نانوتوی حنفی م ۱۳۰۲ھ

مشہور و معروف محدث، علامہ، مجاهد فی سبیل اللہ اور مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم سہارپور کے سب سے پہلے صدر مدرس و شیخ الحدیث تھے،

علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد اور حضرت استاذ العلماء مولانا مملوک علی صاحب سے کی اور حدیث حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی سے پڑھی، اجmir کالج میں ملازم رہے، وہاں سے آگرہ کالج تبادلہ ہوا، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مردانہ وار حصہ لیا، جہاد شامی تحریک میں شریک تھے، پیر میں گولی لگی، کچھ دن بریلی میں رہے، معافی عام پر ظاہر ہوئے۔

ماہ ربیعہ ۱۲۸۲ھ میں مولانا سعادت علی سہاپوری نے مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم جاری کیا، جس میں آپ نے صدارت کی، حدیث و فقہ کے تبحر عالم تھے، آپ کے چھوٹے بھائی مولانا محمد احسن نانوتوی نے جب مولوی خرم علی بہبوری کے ورثا سے دریخار کا اردو ترجمہ اشاعت کی غرض سے خریدا تو اس کے بقیہ ترجمہ اور صحیح وغیرہ میں آپ ان کے شریک و معاون رہے، آپ نہایت متین، پرهیزگار، منکسر احمد انج تھے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب وغیرہ بڑے بڑے ممتاز علماء آپ کے تلامذہ میں ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (ترجمہ تذکرہ علماء ہند مطبوعہ کراچی ص ۵۰۲)

۳۲۷-حضرت مولانا ابوالحسنات عبدالحکیم بن مولانا عبدالحليم فرنگی محلی حنفی م ۱۳۰۳ھ

۱۲۶۳ھ میں پیدا ہوئے، علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی اور یہ اسال کی عمر میں فارغ ہو کر درس و تصنیف میں مشغول ہو گئے، ۱۲۷۹ھ میں حرمین شریفین میں حاضر ہوئے، شیخ محمد سید احمد حلان شیخ الشافعیہ مکہ معظمہ سے ان تمام علوم کی اجازت حاصل کی جن کی اجازت ان کو اپنے شیوخ سے حاصل تھی، ایک عالم نے آپ کے علمی فیوض و برکات اور درس و تصنیف کے بحیرے کا استفادہ کیا، بہت تھوڑی عمر میں اتنے کام کر گئے کہ حیرت ہوتی ہے، عمر صرف چالیس سال کی ہوئی، آپ کی تمام تصانیف نہایت گراں قد علمی جواہر سے مرصع ہیں جن میں سے چند مشہور یہ ہیں:

عدمة الرعاية حاشية شرح وقاية، الرفع والتميل في الجرح والتعديل، القول الجازم، في سقوط الحد بنكاح المحارم، نفي المفتي والسائل، مجمع متفرقات المسائل، النافع الكبير لمن يطلع الجامع الصغير، طرب الامائل في تراجم الافالض، زجر الناس على انكار اثر بن عباس، امام الكلام فيما يتعلّق بالقراءة خلف الامام، دافع الوساوس في اثر ابن عباس، لطبيات البيانات على وجوه الانبياء في الطبقات، الآثار المرفوعة في الاخبار الموضوعة، الفوائد البهية في تراجم الحفيفي، احكام القطرة في احكام البسملة، تحفة الاخبار في احياء سنته سید الابرار، الكلام المبرور في رد المقول المنظور، ابراز الغنی، تذكرة الراشد (یہ دونوں کتابیں نواب صادق حسن خان صاحب کے رد اور ان کی تصانیف کے اغلاط کے بیان میں ہیں، دونوں شائع شدہ ہیں، تذکرہ بہت ضخیم ہے، جنم تقریباً پانچ سو صفحات) وغیرہ (مقدمة عدمة الرعاية میں ۷۸ کتابوں کے نام تحریر ہیں) رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (ترجمہ تذکرہ علماء ہند ۲۸۷)

میر سید شریف جرجانی حنفی متوفی ۸۱۶ھ کی ایک کتاب مختصر جامع علوم حدیث میں ہے اس کی شرح بھی آپ نے کی ہے جس کا نام ”ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی“ ہے۔ (الرسالة المستطرفة فص ۲۷)

حضرت علامہ کوثری نے تقدیم نصب الایم ۲۹ پر لکھا کہ ”شیخ محمد عبدالحکیم لکھنؤی“ اپنے زمانہ میں احادیث کے بہت بڑے عالم تھے، لیکن آپ کی کچھ آراء شاذہ بھی ہیں جو نہ ہب میں درج قبول سے نازل ہیں، دوسرے یہ کہ بعض کتب جرج کی خفیہ جارحانہ منصوبہ بندیوں پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے آپ ان سے متاثر ہو گئے تھے، اس تاثر کو اور بھی اصل صورت حالات سے واقف لوگوں نے آپ کے علم و فضل کے منصب عالی سے فروت پایا۔ والله اعلم وعلمه اتم واحکم۔

۳۲۸-مولوی سید صدیق حسن خان بن مولوی آل حسن قنوجی م ۱۳۰۷ھ

تفسیر، حدیث و فقہ نیز دوسرے علوم کی تصانیف میں شہرت یافتہ علماء اہل حدیث میں سے بڑے مرتبہ و مقبولیت کو پہنچ، قنوج میں پیدا

ہوئے، کتب دریسہ مفتی صدر الدین خان دہلوی سے تفسیر و حدیث بیکن و ہند کے دوسرے علماء نیز شیخ محمد یعقوب دہلوی برخوردار شاہ محمد الحنفی صاحب سے پڑھی اور مطالعہ اس سے کافی ترقی کی، پھر ۱۲۸۸ھ میں رئیسہ بھوپال سے عقد ہوا تو دنیوی اعزاز میں بھی غیر معمولی ترقی ہوئی، آپ کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

ابجد العلوم، اتحاف المتبلاء، بدور الابله، حصول الماسن علم الاصول، الخطبة بذكر الصحاح الستة، رياض البجنة في تراجم اهل السنة، عون الباري، محل ادلة ابن خارji، فتح البيان في مقاصد القرآن، فتح المغبيت لفقه الحديث وغيره (ترجمة تذكرة علماء هندus ۲۵۰ مطبوعہ پاکستان ہشدار یکل سوسائٹی کراچی)

آپ کی تصانیف احوال رجال میں سنین و نیات وغیرہ کی انگلاظ بکثرت ہیں، جن پر حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنؤی نے اپنی تصانیف میں تعقب کیا تھا، لیکن بجائے ان انگلاظ کے اعتراف و اصلاح کی طرف متوجہ ہونے کے، الشامولوی عبدالحی صاحب کو موردا الزامات قرار دیا گیا اور آپ کے رد میں ایک رسالہ بنام ”شفاء العی“، لکھوا کر شائع کیا گیا، اس کے رد میں مولانا موصوف کو مستقل رسالہ ”ابراز الفی الواقع فی شفاء العی“، لکھ کر شائع کرنا پڑا، اس کے بعد پھر تواب صاحب کی طرف سے ابرا ز الفی کے رد میں بھی ایک بڑا رسالہ بنام ”تبصرۃ الناقد بر وکید الحاسد“، شائع کیا گیا، مولانا موصوف نے اس کا جواب نہایت تفصیل سے لکھا جو تذکرہ الراشد بر تبصرۃ الناقد“ کے نام سے پانچ صفحات پر مطبع انوار محمدی لکھنؤے چھپ کر شائع ہوا اور اب بھی اگر چنان در ہے گرمل جاتا ہے۔

مولانا موصوف نے ان دونوں کتابوں میں نہایت تحقیق سے نواب صاحب کی کتابوں (الاتحاف، الحلط، الاکسی فی اصول الفیر وغیرہ) کی انглаط فاہشہ اور مزاعومات فاسدہ سے پردے اٹھائے ہیں جن سے نہایت علمی، تاریخی حقائق روشنی میں آگئے ہیں، علماء خصوصاً جو حضرات نواب صاحب کی کتابوں سے بھی استفادہ چاہیں دونوں کتابوں سے مستغثی نہیں ہو سکتے۔

دونوں کتابوں کی عبارت حضرت مولانا کی دوسری تالیفات کی طرح نہایت سلیس سہل ہونے کے ساتھ، معاصرانہ چشمک، مناظر انداز اور اس دور کے رد و تنقید کا بھی ایک دلچسپ نمونہ ہے، حضرت مولانا نے میسیوں اغلاط فاحشہ سنن وفات کے دکھا کر سب سے زیادہ اعتماد قدر یمارک نواب صاحب کی چند قبل اعتراف اقصیٰ عادات پر کیا ہے جن میں سے چند ایک کی طرف اشارہ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) نواب صاحب تقلید ائمہ و مجتهدین کے سخت مخالف ہو کر بھی بہت سے مسائل میں علامہ ابن تیمیہؓ ان کے تلامذہ اور شوکانی وغیرہ کی تقلید جامد کرتے ہیں، حالانکہ ان لوگوں کی پوزیشن ان آئمہ متبویین کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے جیسے بولنے والے انسان کے مقابلہ میں چڑیوں و پرندوں کی ہوتی ہے، (ابراز الفی ص ۸) (یعنی اپنی جگہ پر یہ حضرات کتنے ہی بڑے علم و فضل کے مالک ہوں، مگر ان آئمہ متبویین کے مقابلہ و خلاف پر ان کا بولنا بالکل بے معنی ہے)

حضرت مولانا مصطفیٰ نے اس سلسلہ میں عند مسائل بھی بطور مثال لکھے ہیں، مثلاً عدم اترک نماز کرنے والے کے لئے نماز کی قضاۓ درست نہ ہونا (جس کو بعض طاہریہ ابن حزم وغیرہ نے اختیار کیا اور علامہ شوکانی نے بھی ان کی اتباع کی) پھر حضرت مولانا نے اس مسئلہ کی غلطی پر دلائل بھی قائم کئے ہیں اور اپنی تائید میں حافظ حدیث علامہ ابن عبد البر کی تحقیق استذکار شرح موطاً امام مالک سے نقل کی ہے، یا سفر زیارت مبارکہ قبر شریف رسول اکرم ﷺ کو نواب صاحب نے علامہ ابن تیمیہ کے اتباع میں ناجائز کہا اور اپنی کتاب ”رحلة الصداق إلى البيت العتيق“، میں ائمہ اربعہ (متبویین) اور جمہور علماء کا مذہب غلط نقل کیا، پھر جو خلاف شد رحال بقصد الزیارة میں منقول تھا اس کو نفس زیارت کے مسئلہ سے خلط ملط کر دیا۔

مولانا نے "اسعی المشكور" میں اس مسئلہ پر نہایت محققانہ بحث کی ہے، جس کا خلاصہ ہم انوار الباری میں اپنے موقع پر ذکر کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ یا اموال تجارت میں زکوٰۃ واجب نہ ہونے کا مسئلہ کیا اس کو بھی نواب صاحب نے علامہ شوکانی کی تقلید جامد میں اختیار کیا ہے، جس کا بطلان ظاہر ہے۔

(۲) ایک عادت نواب صاحب کی یہ بھی ہے کہ اپنی رائے کے موافق جو بات ہو، خواہ وہ اختلافی ہو، لیکن اس کو مجع علیہ بتلاتے ہیں اور خود بھی جانتے ہیں کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، مثلاً اپنی مشہور کتاب ابجد العلوم میں امام اعظم ابوحنیفؓ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ اہل حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آپ نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا، اگرچہ حنفیہ کا خیال ہے کہ بعض صحابہ آپ کے زمانہ میں موجود تھے۔

حالانکہ یہ امر اتفاقی ہرگز نہیں ہے، کیونکہ بہت سے کبار محدثین نے امام صاحب کا صحابہ کو دیکھنا نقل کیا ہے اور خود نواب صاحب نے بھی الحط میں حافظ سیوطی شافعی سے تابعیت امام نقل کی ہے (کیا بغیر صحابی کو دیکھئے ہوئے تابعیت ثابت ہو سکتی ہے یا علامہ سیوطی محدث نہ تھے؟) پھر نواب صاحب نے معاصرت کو بھی مشکوک کر دیا، حالانکہ امام صاحب کی پیدائش ۸۰ھ میں تو شبہ ہی نہیں (اگرچہ) اس سے قبل کے بھی اقوال ہیں جو، ہم امام صاحبؓ کے حالات میں لکھا آئے ہیں، اور وہ بالاتفاق تمام محدثین فقہاء، مورخین و عقلااء، صحابہ و تابعین کا دور تھا، اکثر محدثین، فقہاء امام صاحب کی روایۃ صحابہ کے قائل ہیں، صرف روایۃ میں اختلاف ہے، تو پھر معاصرت کے قائل صرف حنفیہ کیے ہوئے ہیں، یہی عادت علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کی بھی ہے، والناس علی دین ملوکہم۔ (ابراز الفی ص ۱۰)

(۳) نواب صاحب کے کلام میں تعارض بکثرت پایا جاتا ہے، حتیٰ کہ ایک ہی تالیف میں اور دو قریب کے صفحوں میں بلکہ ایک ہی صفحہ کے اندر بھی ہے۔

(۴) نواب صاحب نقل میں غیر محتاط ہیں کسی بات کا غلط ہونا ظاہر و باہر ہوتا ہے، پھر بھی نقل کر دیتے ہیں، تراجم و طبقات میں ایسا بہت ہے (ابراز الفی ص ۱۱) نواب صاحب کے یہاں تحریر حالات محدثین وغیرہم میں بیجاریمارک اور جذبہ عدم تقلید کے تحت تعصب کارنگ بھی ملتا ہے، جیسا کہ اتحاف العبداء المتقین میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؓ کی طرف حدیث رجال فارس کے تحت امام اعظمؓ کا تذکرہ چھوڑ کر صرف امام بخاری کا ذکر منسوب کیا ہے اور نواب صاحب نے حضرت شاہ صاحب کی کتاب کا نام بھی نہیں لکھا ہے، حالانکہ وہ تحقیق کلمات طیبات (مطبوعہ مجتبائی) کے ص ۱۶۸ پر ضمن مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؓ موجود ہے اور وہاں حضرت شاہ صاحبؓ نے اس حدیث کے تحت امام اعظمؓ ہی کو اولاداً داخل کیا ہے، پھر امام بخاری کا ذکر کیا ہے۔

باوجود ان سب باتوں کے نواب صاحب کی علمی تصنیف کی افادیت اور آپ کے فضائل و کمالات سے کسی طرح انکار نہیں، نہایت عظیم الشان علمی خدمات کر گئے ہیں اور اس دور کے بہت سے مت指控 غیر مقلدین کی نسبت سے بھی وہ سانحیمت تھے، عفوا اللہ عن اونا عنہ، و رحمه اللہ رحمۃ واسعة

۳۲۹- شیخ المشائخ احمد ضیاء الدین بن مصطفیٰ الکمشنا نوی حنفیؓ م ۱۳۱۱ھ

بڑے محدث جلیل تھے، آپ نے ”راموز احادیث الرسول ﷺ“، ایک صحنیم جلد میں تالیف کی، پھر اس کی شرح ”لوامع العقول“ پائی مجلدات میں تصنیف کی، ان کے علاوہ تقریباً پچاس تالیفات آپ کی اور بھی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (تقدیمه نصب الرای ص ۲۹)

۳۳۰- مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری حنفیؓ م ۱۳۱۱ھ

حضرت مجدد صاحب سرہندی قدس سرہ کی اولاد میں سے مفسر، محدث و فقیہ تھے، اساتذہ وقت سے علوم کی تحریکی، حضرت شاہ احمد سعید مجددی قدس سرہ سے بیعت ہوئے، درس و افادہ میں مشغول رہے، نواب کلب علی خان صاحب والی رام پور نے ریاست کی طرف سے چار سور و پیہ وظیفہ مقرر کر دیا تھا، آپ کی تصنیف میں سے ”انصار الحق“، بہت مشہور ہے جو مولانا نذری حسین صاحب دہلوی کی کتاب معیار الحق کے جواب میں لکھی تھی رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (تذکرہ علمائے ہندار دو ص ۵۶۰)

۲۳۱-حضرت مولانا محمد احسن بن حافظ لطف علی بن حافظ محمد حسن نانو توی حنفی م ۱۳۱۲ھ

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کر کے دہلی گئے اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی، مولانا مملوک علی صاحب، مولانا احمد علی صاحب سہار پوری وغیرہ سے تکمیل کی، پھر بنا رس کالج اور بریلی کالج میں عربی و فارسی کے پروفیسر رہے، بریلی میں مطبع صدیق قائم کیا، جس سے بہت سی دینی علمی کتابیں شائع ہوئیں، ۱۳۸۹ میں ایک مدرسہ مصباح التہذیب کے نام سے بریلی میں جاری کیا جواب بھی مصباح العلوم کے نام سے موجود ہے۔

آپ نے بہت سی علمی کتابیں لکھیں، مثلاً زاد الحمد رات، مفید الطالبین، مذاق الاعارفین، احسن المسائل، تہذیب الایمان، حمایت الاسلام، کشف، مسلک مردار یہ، رسالہ اصول جرثیل، رسالہ عروض، نکات نماز وغیرہ۔

ان کے علاوہ آپ نے غایۃ الاوطار (ترجمہ درختار) ججۃ اللہ البالغ، ازالۃ الخفاء، شفاء، قاضی عیاض، کنز الحقائق، فتح الیمن، خلاصہ الحساب، قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین، فتاویٰ عزیزی، وغیرہ کو مرتب و مہذب کیا، آپ کی وفات دیوبند میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (ترجمہ تذکرہ علماء ہند ص ۱۷۸)

۲۳۲-حضرت مولانا فضل الرحمن بن محمد فیاض گنج مراد آبادی حنفی م ۱۳۱۳ھ

آپ حضرت مخدوم شیخ محمد ملانوال مصباح العاشقین کی اولاد میں سے نہایت مشہور و معروف عالم ربانی تھے، آپ نے قصہ گنج مراد آباد ضلع اناوی میں سکونت کر لی تھی، جو آپ کے آپائی وطن ملانوال سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے، ۱۲۰۸ھ کی ولادت مبارکہ ہے، علوم مروجه درسی اور فقه و حدیث کی تعلیم آپ نے اپنے زمانہ کے اکابر و مشاہیر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، مرزا حسن علی کبیر محدث لکھنؤی اور حضرت شاہ محمد احتجت صاحب سے حاصل کیا۔

زہد و انتقاء اور ابیاع فقه و حدیث میں ضرب المثل تھے، حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی اور حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی سے کمالات سلوک حاصل کئے اور اشغال باطنی میں اس قدر انہا کے ساری عمر ہا کہ درس و تصنیف کی طرف توجہ ہو سکی۔

(حضرت مولانا تھانوی بھی کانپور کے زمانہ قیام میں دوبار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، ان کی تفصیل اردو اخلاق خلاش میں چھپ چکی ہے، محترم مولانا ابو الحسن صاحب ندوی نے "تذکرہ مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی" لکھا ہے جو اپنے اکابر کے تذکروں میں گرانقدر اضافہ ہے)۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (ترجمہ علمائے ہند ص ۳۲۹)

۲۳۳-حضرت مولانا قاری عبد الرحمن بن قاری محمدی پانی پتی حنفی م ۱۳۱۳ھ

بڑے محدث علامہ تھے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، اس کے بعد مولانا سید محمد حاجی قاسم، مولانا رشید الدین خان اور مولانا مملوک علی صاحب سے پڑھا، صحاح ستہ کی سند حضرت شاہ محمد احتجت صاحب سے حاصل کی، امر وہ جا کر مولانا قاری امام الدین صاحب سے علم تراثات و سلوک کی تخلیقی کی صحاح ستہ کو بڑی احتیاط و عظمت کے ساتھ پڑھاتے تھے، آپ کے شاگردوں، مستفیدوں اور مسترشدوں کی تعداد دارہ شمار سے باہر ہے، ۲ ربيع الثانی ۱۳۱۲ھ کو تقریباً ۶۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی (درس حدیث دارالعلوم دیوبند و جامعہ ابھیل) جو حضرت گنگوہی کے علوم ظاہری و فیوض باطنی سے فیض یاب اور نہایت تیغ سنت بزرگ تھے، بیان فرماتے تھے کہ حضرت قاری قدیم طرز و طریق کے نہایت دلدادہ اور جدید تمدن کی

چیزوں سے نفور تھے، حتیٰ کے ہم لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سند حدیث لکھوانے کی غرض سے ہولڈر پیش کیا (جو اس وقت بجائے کلک کے نیانیارانج ہوا تھا) تو اس کو ہاتھ سے جھٹک دیا اور فرمایا کہ ”تم لوگوں میں نچیریت اشراب کر گئی ہے“ پھر کلک منگوا کر سند لکھی۔ یہ واقعہ رقم الحروف نے خود مولانا مرحوم سے بزمائی قیام ڈا بھیل ساتھا۔ ع خدارحمت کند آں بندگان پاک طینت را۔ (ترجمہ اردو تذکرہ علماء ہندص ۷۷۸)

۳۳۳۔ حضرت مولانا الحاج حافظ حکیم سید فخر الحسن گنگوہی حنفی م ۱۳۱۴ھ تقریباً

آپ حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کے اخض تلامذہ میں سے تھے، زیادہ مدت کا پور میں قیام فرمایا وہاں مطب کا مشغله تھا، حدیث کے بہت بڑے جلیل القدر عالم تھے، سن ابن ماجہ کا حاشیہ لکھا جو مشہور و متداول ہے اور کئی بار چھپ چکا ہے اس میں آپ نے علامہ سیوطی اور حضرت شیخ عبدالغنی مجددی دہلویؒ کی شروح ابن ماجہ کو مزید اضافوں کے ساتھ جمع فرمادیا ہے، سن ابن داؤد کا حاشیہ ”العلق الحمود“ کے نام سے نہایت تحقیق سے لکھا، ابو داؤد کے ساتھ یہی حاشیہ چھپتا ہے۔

بظاہر درس کا مشغله نہیں رہا، مطب کی مصروفیات اور وہ بھی کاپور جیسے بڑے شہر میں، ان حالات میں اس قدر عظیم الشان علمی حدیثی تصنیفی خدمات کر جاتا تھا کورا الصدر شیخین معظمین کی برکات و کرامات سے ہے۔

جس طرح ہمارے معظم و محترم مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بجنوریؒ (تمیذ خاص حضرت نانوتوی قدس سرہ) نے بھی باوجود غیر معمولی مصروفیت مطب اور بغیر علمی درسی مشغله کے، علم کلام و عقائد کے نہایت اہم دقيق مسائل پر اور رد شیعہ وغیرہ میں بڑی تحقیق سے فصح و بلغ عربی و فارسی زبان میں کتابیں تالیف فرمائیں (جو شائع ہونے کے بعد اب نادر ہو چکی ہیں) اس دورانِ حطاط میں اس قسم کے نمونے اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ ان حضرات کے اعلیٰ روحانی و باطنی کمالات و فضائل کے اظہار کے لئے غیری کر شئے تھے۔

افسر ہے کہ حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ کے مفصل حالات کسی کتاب میں اب تک شائع نہیں ہوئے، جن سے آپ کی زندگی کے حالات پر مزید روشنی ملتی، چند باتیں آپ کے حقیقی بھتیجے جناب مولوی سید عزیز حسین صاحب خلف مولانا سید مظہر حسین صاحب گنگوہیؒ سے معلوم ہوئیں (جو تقریباً تیس سال سے دارالعلوم کے مختلف شعبوں میں خدمت کرتے ہیں اور آج کل دارالتریتیت کے ناظم ہیں، آپ بھی زہد و تقویٰ عبادات و اتباع سنت میں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر ہیں) یہ بھی آپؒ ہی نے اندازہ سے بتایا کہ صاحب ترجمہ کی وفات ۱۴۲۵ھ قبل ہوئی ہے۔

علماء ہند کی شاندار ماضی ص ۲۹ ج ۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹ ذیقعده ۱۲۹۰ھ بمقابلہ ۹ جنوری ۱۸۷۳ء کو سب سے پہلے متدرجہ ذیل پائچ حضرات نے دارالعلوم دیوبند سے سند تحریک و دستار فضیلت حاصل کی، حضرت شیخ الہند، مولانا عبد الحق ساکن پور قاضی، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، مولانا فتح محمد تھانوی، مولانا عبد اللہ صاحب جلال آبادی۔ (رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعة)

۳۳۴۔ مولانا نذری حسین صاحب بن جواد علی سورج گڑھی ثم دہلویؒ م ۱۳۲۰ھ

علماء اہل حدیث میں سے مشہور محدث تھے، علوم کی تحصیل دہلی جا کر مولوی عبد الحق دہلوی، اخوند شیر محمد قندھاری، مولوی جلال الدین ہردوی، مولوی کرامت علی اسرائیلی، مولوی محمد بخش وغیرہ سے کی، اجازت شاہ محمد اعلق صاحب سے حاصل کی، مولانا حبیب الرحمن خان

۱۶۔ مقالات شروعی ص ۲۸۰ پر عبارت اس طرح ہے کہ حضرت علامہ محدث قاری عبد الرحمن صاحب سے بوقت ملاقات پانی پت مورخ ۹ ربیعہ ۱۳۱۱ھ مولانا شروعی نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے کتب خانہ کا حال پوچھا تو حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا کہ جو کتابیں بہت پسندیدہ ہیں، وہ شاہ اعلق صاحب مرحوم بوقت ہجرت اپنے ساتھ لے گئے تھے، جن کا وزن نو ۹ من تھا، باقی کتابیں ان کے ایماء سے میں نے اور نواب قطب الدین خان صاحب نے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صاحب شروانی نے حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب کا بیان نقل کیا ہے کہ جس روز حضرت شاہ محمد احقٰ صاحب ہجرت کر کے ججاز روانہ ہوئے تو، اس روز میاں نذرِ حسین صاحب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند کتابوں کی اول کی ایک ایک حدیث پڑھی اور کل کتابوں کی اجازت حاصل کی، حضرت شاہ صاحب نے ایک چھوٹے کاغذ پر یہی واقعہ لکھ کر دے دیا، اس سے پہلے مدرسہ میں پڑھنے کو بھی نہیں آئے۔

۱۸۵۷ء میں ایک انگریز خاتون کو پناہ دی، سماں ہے تین ماہ تک رکھا، جس کے بعد ایک ہزار تین سور و پے انعام اور خوشنودی سرکار کا شفیقیت ملا، جس زمانہ میں (۱۸۶۲ء - ۱۸۶۵ء) وہاں پر مقدمے چل رہے تھے، میاں صاحب کو بھی بحیثیت سرگروہ وہاں احتیاطاً ایک برس تک راولپنڈی کی جیل میں نظر بند رکھا گیا تھا، مگر بقول مؤلف "الحیاة بعد الہمۃ" وفادار گورنمنٹ ثابت ہوئے اور کوئی الزام ثابت نہ ہو سکا۔

جب میاں صاحب موصوف حج کو گئے تو کمشنر ہلی کا خط ساتھ لے گئے، گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے ۲۱ جون ۱۸۹۷ء کو شمس العلماء کا خطاب ملا، منقول از الحیاة بعد الہمۃ و مقالات شروانی (ترجمہ تذکرہ علماء ہند از جناب محمد ایوب قادری بی اے ص ۵۹۵)

۳۱۰ پر حضرت شاہ محمد احقٰ صاحب کے حالات میں لکھا کہ الحیاة بعد الہمۃ (سو انچ عمری میاں نذرِ حسین) کے مؤلف کا یہ بیان درست نہیں ہے کہ شاہ محمد احقٰ صاحب کے ہجرت کرنے کے بعد خاندان ولی اللہی کے صدر نشین میاں نذرِ حسین ہوئے، بلکہ حضرت شاہ محمد احقٰ کے جانشین ان کے تلمیذ خاص حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی تھے، جنہوں نے اپنے شیخ کے مسلک کا اتباع کیا اور ججاز کو ہجرت کر گئے اور میاں نذرِ حسین نے حضرت شاہ محمد احقٰ دہلوی کے مسلک کے خلاف انگریزوں سے خوشنودی کے شفیقیت، انعام اور شمس العلماء کا خطاب حاصل کیا۔ (ترجمہ تذکرہ علماء ہند ص ۳۱۰، ۵۹۵)

"ترجمہ علماء حدیث ہند" میں بھی حضرت میاں صاحب کا مفصل تذکرہ ہے مگر اس میں حضرت شاہ احقٰ صاحب کی جانشینی کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، بظاہر ایسی اہم چیز کا عدم ذکر بھی ذکر عدم کے مراد فہمی ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات اور ارجح ثلاٹ ص ۱۲۰ سے جو عبارت حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کے حالات میں ص ۲۱ پر نقل ہو چکی ہے، ان سب کی روشنی میں اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف ہجرت کے روز حضرت شاہ احقٰ صاحب سے سند حدیث حاصل کرنے کی سعی ہوئی ہے اور اس سے قبل یوں شاہ صاحب کی خدمت میں آنے جانے، تبادلہ خیالات وغیرہ کے موقع ضرور رہے ہوں گے، مگر تلمذ کا رشتہ قائم نہ ہوا تھا، پھر نہ معلوم کس بنیاد پر صاحب غاییہ المقصود مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے شاہ صاحب سے باقاعدہ صحاجت پڑھنے وغیرہ کا ذکر فرمادیا ہے۔

آپ کی تصانیف یہ ہیں: معیار الحجت (جس کے رو میں مولانا ارشاد حسین صاحب رام پوری نے انصار الحجت لکھی ہے) ثبوت الحق الحقيق رسالتہ فی تحمل النساء بالذهب المسائل الاربعہ (اردو میں ہے) رسالتہ فی ابطال المولد (عربی میں ہے) مجموعہ فتاویٰ، رفع الالتباس عن بعض الناس، اس میں حضرت مولانا مرحوم نے رسالتہ "بعض الناس فی دفع الوسواس" کا جواب دیا ہے جو بخاری شریف کی جلد ثانی کے شروع میں چھپا ہے، آپ نے رفع الالتباس کے شروع میں لکھا کہ مؤلف بعض الناس نے امام مجتہد مطلق بخاری کی تعریفات کے جواب اور امام ابو حنفیہؓ کی طرف سے مدافعت کے ضمن میں فحش کلامی، بے انصافی اور اعراض عن الحق سے کام لیا ہے جس کی وجہ سے مجھے یہ رسالتہ لکھنا پڑا، پھر

(بقيہ حاشیہ صفحہ سابقہ) نیلام کردی تھیں، اپنے تلمذ کے متعلق فرمایا کہ میں نے صحاجت شاہ احقٰ صاحب سے پڑھیں اور پھر سالہاں سال تک مدرسہ میں صبح سے عشاء تک حاضر رہا ہوں، اس حاضری میں بہت سی کتابیں سماع میں آئیں، کلام مجید کی پوری تفسیر میں حضرت شاہ صاحب سے وعظ میں سنی ہے۔

مولوی نذرِ حسینی صاحب دہلوی کے تلمذ کے بارے میں فرمایا کہ جس روز میاں صاحب (شاہ احقٰ) ہجرت کر کے روانہ ہوئے، اس روز یاں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چند کتابوں کی اوائل کی ایک ایک حدیث پڑھ کر کل کتابوں کی اجازت حاصل کی، میاں صاحب نے ایک چھوٹے کاغذ پر یہی واقعہ لکھ کر دے دیا، اس سے پہلے مدرسہ میں پڑھنے کو بھی نہیں آئے، کئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تھا، تو دوسرے تیرے مہینے آجائے تھے، میاں صاحب (شاہ احقٰ صاحب) کا مدرسہ پیرم خان کے تراہہ پر تھا، شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی زندگی میں ان کے واسطے یہ مدرسہ بنوادیا تھا لخ (یہ مضمون پہلے معارف ماہ مارچ ۱۹۳۱ء میں بھی شائع ہوا تھا)

آپ نے اپنے ہر جواب و جواب الجواب کو "القول المردود" کے عنوان سے شروع کیا ہے۔

رقم الحروف عرض کرتا ہے کہ دونوں رسائل شائع شدہ ہیں، ہر شخص پڑھ کر خود اندازہ کر لے گا کہ حق و انصاف کا حق کس نے زیادہ ادا کیا ہے اور ان مسائل کی تحقیق کے موقع میں ہم بھی کچھ لکھیں گے، یہاں گنجائش نہیں، البتہ اس مقدمہ کی مناسبت سے ہم یہاں رسالہ مذکورہ کے ص ۳۲، ۳۱ سے مولانا ناندیر حسین صاحب کی اس عبارت کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو آپ نے امام اعظمؐ کے بارے میں لکھی ہے، امید ہے کہ اس کو پڑھ کر جہاں اپنے حضرات مولانا مرحوم کے احسانات و نظریات کی قدر کریں گے، وہاں آج کل کے بہت سے اہل حدیث حضرات کو بھی اپنے طرز فکر و طریق عمل پر نظر ثانی و اصلاح کا موقع ملے گا۔ واللہ الموفق۔

آپ نے لکھا ہے کہ صاحب رسالہ بعض الناس نے "ستبیہ" کے عنوان سے مندوخوار زمی سے جو خطیب بغدادی کی تشنج (امام صاحب کے معاشر و مطاعن نقل کرنے کی وجہ سے) نقل کر کے پانچ جواب لکھے ہیں، ہمارے نزدیک اس کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ خطیب نے امام صاحب کے مطاعن و معاشر کا ذکر تنقیص کے ارادہ یا حسد سے نہیں کیا بلکہ یوں ہی عام موئیین کی عادت کے موافق وہ تمام پانچ جمع کر دیں جو امام صاحب کے بارے میں کہی گئی تھیں جس کا بڑا اقرینہ یہ ہے کہ خطیب نے امام صاحب کے حامد و مناقب بھی اس قدر جمع کر دیے ہیں جو کسی اور نہیں کئے اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیں تو اس افراط کی وجہ سے امام صاحب کا افراط فی القياس و العمل بالرأی ہے، جیسا کہ حافظ ابن عبد البر نے لکھا ہے، پھر آپ نے حافظ ابن عبد البر کی عبارت کا خلاصہ ص ۱۳۸ ج ۲ جامع بیان العلم وفضلہ سے نقل کیا ہے۔

پھر لکھا ہے کہ امام شافعی نے بھی قیاس و اصول سے بہت کام لیا ہے بلکہ جیسا احتجاف نے دعویٰ کیا ہے ممکن ہے مجموعی حیثیت سے ان کے قیاسات کی تعداد امام صاحب سے بڑھ کر بھی ہو، مگر اصل اعتراض ان قیاسات پر ہے جو مقابله اخبار ہوتے ہیں، اور ان میں امام صاحب کا پلہ ہی بھاری ہوتا ہے ورنہ ہم بھی امام صاحب کے فضائل سے منکر نہیں ہیں اور نہ ہم امام شافعی کو امام ابوحنیفہ پر ترجیح دیتے ہیں اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ خود امام شافعی نے اپنے اقرار سے سب لوگوں کو نقد میں امام صاحب کا عیال قرار دیا ہے، اور ایک خلق کثیر نے امام صاحب کے فضائل و مکالات اور محاسن و محامد کا اعتراف کر لیا ہے، حتیٰ کے مادھیں کی تعداد نہ مت کرنے والوں سے، تھیں کرنے والوں کی مقدار تنقیص کرنے والوں سے، ترکیہ کرنے والوں کا شمار متمم کرنے والوں سے، تعدیل کرنے والوں کا عدد و جرح کرنے والوں سے زیادہ ہے، پھر آپ نے فضائل کا شہرہ مشارق و مغارب میں ہو چکا ہے اور آپ کے فضل و مکال کے سورج تمام اطراف و جوانب ارض کو روشن کر چکے ہیں، حتیٰ کے ان کا بیان صحراء و بیابانوں کے مسافروں اور گھروں کی پرده نشین عورتوں کی زبان زد ہو چکا، تمام آفاق کے لوگوں نے ان کو نقل کیا اور اہل شام و عراق نے ان کا اقرار و اعتراف کیا، غرض وہ امام جلیل نبیل، عالم فقیہ نبی، سب سے بڑے فقیہ تھے کہ ان سے خلق کثیر نے تفقہ حاصل کیا، متورع، عابد، ذکی، تلقی، زاہد مدن الدنیا، راغب الآخرۃ تھے۔

اپنے ورع و زہد ہی کی وجہ سے عہدہ قضا کو روکیا، اگرچہ اس کو روکنے کی وجہ سے بہت ایذا میں برداشت کیں، خلاصہ یہ کہ ان کی طاعات، معاصی پر غالب تھیں، اس لئے جو شخص بھی حسد و عداوت کی وجہ سے آپ کی مدحت کرتا ہے، وہ خود آپ کی نباہت شان و علوقد رکی دلیل ہے اور اس سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ چمگاڈڑ کی آنکھوں کی چکا چوند کی وجہ سے سورج کی روشنی و نور کو کوئی زوال و نقصان نہیں پہنچتا، لیکن باوجود ان سب باتوں کے امام صاحب کے لئے عصمت ثابت نہیں ہو سکی، لہذا ان سے بھی خطا و لغزش ہو سکتی ہے۔

اور ان کے فضائل کثیرہ کے ذکر و اعتراف سے وہ الزامات رفع نہیں ہو سکتے جو امام بخاریؓ نے امام صاحب پر مخالفت کتاب و سنت کے لگائے ہیں، لیکن ان کی بعض لغزشوں کی وجہ سے ان کی شان میں گستاخی و سوء ادب کا معاملہ بھی جائز نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ مجتہد تھے، اور مجتہد سے خطاء و صواب، لغزش و ثبات دونوں ہی ہوتی ہیں، خود امام بخاریؓ کو دیکھئے کہ باوجود اس اختلاف کے انہوں نے امام صاحب کا ادب

مخطوط رکھا اور آپ کا اسم شریف بھی اسی لئے نہیں لکھا اور بعض الناس سے تو رکیا، تاکہ جاننے والے جان لیں اور نہ جان نہیں اور یہی طریقہ ان سب لوگوں کا ہونا چاہئے جو انصار السنّت ہونے کے مدعا ہیں کہ امام صاحب کے بارے میں کسی قسم کی بے ادبی نہ کریں اور امام بخاریؓ کی وجہ سے وہ امام صاحب کو برا بھلا کہنے کا جواز بھی نہ نکالیں، کیونکہ ان دونوں کی مثال ایسی ہے کہ دو شیرآپس میں لڑتے ہوں تو کیا لوگوں، بھیڑیوں کو ان کے درمیان پڑنے کا کوئی موقع ہے، یا جیسے دو قوی ہیکل پہلوان آپس میں نبرد آزمائہوں تو کیا عورتوں بچوں کے لئے ان کے درمیان مداخلت کرنے کی کوئی وجہ جواز ہو سکتی ہے، ظاہر ہے کہ وہ اگر ایسی غلطی کریں گے تو خود ہی ہلاک و تباہ ہوں گے۔

خدا کرے مولانا نذیر حسین صاحب کی مذکورہ بالاگر اس قدر نصائح پر طرفین کو عمل کرنے کی توفیق ہو۔ و ما ذلک علی اللہ بعزیز۔

۲۳۶-قطب الا رشاد امیر المؤمنین فی الحدیث مولانا رشید احمد الگنو، ہی حنفی م ۱۳۲۳ھ

آپ کی ولادت ۱۲۲۲ھ میں بمقام گنگوہ ہوئی، ابتدائی تعلیم گنگوہ رام پور ضلع سہارنپور میں ہوئی، ۱۲۴۶ھ میں دہلی تشریف لے گئے حضرت استاذ الاسلام مولانا مملوک علی صاحب وغیرہ سے تبحیل کی اور تفسیر و حدیث شیخ الشائخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددیؓ اور حضرت شاہ احمد سعید مجددی سے پڑھی، چار سال میں تمام کمالات علوم ظاہری سے کامل و مکمل ہو کر وطن واپس ہوئے اور درس و افادہ میں مصروف ہو گئے، اسی زمانہ میں علوم باطنی و سلوک کی طرف رجوع فرمایا، حضرت قطب الاقطاب حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ سے بیعت ہوئے، حضرت حاجی صاحبؒ نے صرف ایک ہی ہفتہ کے بعد آپ کو مجاز بیعت کر دیا، آپ برابر مجاهدات و ریاضات سے مدارج کمال و لادیت کی طرف تیزی سے بڑھتے گئے، حتیٰ کہ بہت جلد قطب الا رشاد کے منصب رفیع پر فائز ہوئے اور دور، دور تک آپ کے علم و عرفان کی شہرت ہوئی، آپ نے تین حج کئے، پہلا ۱۲۸۰ھ میں دوسرا ۱۲۹۳ھ میں اور تیسرا ۱۳۰۰ھ میں۔

آپ کا معمول تھا کہ بجز منطق و فلسفہ کے تمام درسی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے، لیکن ۱۳۰۰ھ سے ۱۳۱۲ھ تک صرف کتب حدیث کا درس دیا ہے، ماہ شوال سے شعبان تک صحاح ستہ پڑھاتے تھے، ماہ رمضان کو ریاضات و تلاوت قرآن مجید کے لئے خالی رکھتے تھے، ۱۳۱۲ھ کے بعد درس کا مشغله بالکل ترک فرمادیا تھا اور پھر آخر عمر تک صرف افادات، باطنیہ، تربیت نقوس اور تصفیہ قلوب کی طرف پوری توجہ فرمائی، ہزاروں خوش نصیب لوگوں نے آپ کے فیض تربیت سے جلاپائی، آپ کے اجلہ خلفاء کے کچھ نام تذکرہ الرشید میں شائع ہوئے ہیں۔

آپ کا درس حدیث بھی نہایت محققانہ، محمد ثانہ و فقیہانہ تھا، جس کا اندازہ آپ کے درس کی تقاریر مطبوعہ سے بخوبی ہوتا ہے، حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؓ فرمایا کرتے تھے کہ امام ربانی (حضرت گنگوہ ہی) نہ صرف مذہب حنفی کے ماہر تھے، بلکہ چاروں مذاہب کے فقیر تھے، میں نے ان کے سوا کسی کو نہیں دیکھا جو چاروں مذاہب کا ماہر ہو، یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت گنگوہ ہی کو فقدی نفس کا مرتبہ حاصل تھا۔

حضرت گنگوہ ہی کے مکاشفات، کرامات اور پیشگوئیوں کی صداقت کے واقعات بکثرت نقل ہوئے ہیں، کچھ تذکرہ الرشید وغیرہ میں شائع بھی ہو چکے ہیں، آپ کا ایک مکافہ یہ بھی ہے کہ جو لوگ ائمہ دین اور علماء کرام کی توہین یا ان کی شان میں طعن و تشنیع کرتے ہیں، مرنے کے بعد ان کے چہرے قبلہ کی طرف سے پھر جاتے ہیں جس کا جی چاہے دیکھ لے، آپ کے زمانہ میں ایک عالم کا انتقال ہوا، جو امام عظیمؓ کی شان میں بہت گستاخی کیا کرتے تھے، تو آپ نے نہایت وثوق کے ساتھ فرمایا کہ ان کا منہ قبلہ معظیمہ کی طرف سے پھر گیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ یقین نہ ہو تو جا کر دیکھو، میں ذمہ دار ہوں، اس مکافہ کا جزو اول تذکرہ حصہ ۲۸۲ میں شائع بھی ہو چکا ہے، اعادنا اللہ من موجبات غضبه و سخطہ۔

آپ کے درس بخاری و مسلم کے امامی کو آپ کے تلمیذ خاص حضرت شیخ و مرشدی علامہ محدث و مفسر مولانا حسین علی صاحب نقشبندی قدس سرہ نے قلمبند فرمایا تھا اور یہ دونوں مجموعے الگ الگ چھپ بھی گئے تھے، نیز درس ترمذی و بخاری کے امامی کو آپ کے تلمیذ و خادم خاص

حضرت علامہ محدث مولانا محمد سعید صاحب کاندھلویؒ نے بھی ضبط کیا تھا، جن کو حضرت مخدومنا العلام شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے نہایت اعلیٰ ترتیب سے مزین فرمائگر انقدر علمی حدیثی فوائد و حواشی کے ساتھ شائع فرمائیں علم خصوصاً مشاقان علوم حدیث پر احسان عظیم فرمایا ہے، تقریر ترمذی شریف اللوکب الدری کے نام سے دو خیم جلدیں میں مکمل شائع ہو گئی ہے، اور تقریر بخاری کی لامع الدراری کے نام سے ابھی صرف ایک خیم جلد شائع ہوئی ہے، دوسرے حصہ کی کتابت ہو رہی ہے، خدا کرے یہ سلسلہ جلد تحریکیل کو پہنچے۔

حضرت گنگوہیؒ کی یہ چاروں تقاریر مطبوعہ رقم المحروف کے پاس ہیں اور ان کی تحقیقات عالیہ ناظرین النوار الباری کی خدمت میں پیش ہوتی رہیں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ، ان کے علاوہ حضرتؒ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں:

امداد السلوک، ہدایۃ الشیعہ، زبدۃ المناسک، اللطائف الرشیدیہ، فتاویٰ المسیاد، الرای انجیخ فی اثبات التراویح، القطف الدانیہ فی کراہۃ الجماعتۃ الثانية، اویقون العرعی فی حکم الجماعة فی القری، الطغیان فی اوقاف القرآن، فتاویٰ رشیدیہ، سبیل الرشاد، ہدایۃ المعتدی، فی قراءۃ المعتقدی وغیرہ آپ کے درس علوم وحدیث بے فیض یا ب ہونے والوں کی تعداد سینکڑوں سے متباوز ہے، ان میں سے چند حضرات اکابر کے اسماء گرامی یہ ہیں، حضرت مولانا حسین علی صاحب نقشبندی، مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہیؒ، مولانا محمد سعید صاحب کاندھلویؒ، مولانا حافظ محمد صاحب ہبہتمم دارالعلوم، مولانا حکیم جیل الدین صاحب گنگوہیؒ، مولانا احمد شاہ صاحب حسن پوری، مولانا امام اللہ صاحب کشمیریؒ، مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ، مولانا ماجد علی صاحب جو پوری، مولانا محمد حسن صاحب مراد آبادی، مولانا سعد اللہ صاحب گنگوہی قاضی سری نگر کشمیر، مولانا محمد الحلق صاحب نہ پوری، مولانا حکیم مسعود احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی دیوبندی ہبہتمم دارالعلوم، مولانا عبد الرزاق صاحب قاضی القضاۃ کابل (افغانستان) وغیرہ، تذکرۃ الرشید و جلد خیم میں حضرت مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھیؒ نے آپ کے حالات نہایت شرح وسط سے تحریر فرمائے حجہم اللہ رحمۃ واسعة و جلتنا معهم۔

۷۳۳- مولانا ابوالطیب سمس الحق بن الشیخ امیر علی عظیم آبادیؒ م ۱۳۲۹ھ

علماء، اہل حدیث میں سے مشہور صاحب تصانیف محدث تھے، آپ کی ولادت بمقام عظیم آباد ۲۷ ذی قعده ۱۲۷۳ھ میں ہوئی، آپ نے علوم کی تحصیل مولوی لطف العلی بہاری، مولوی فضل اللہ صاحب لکھنؤی، مولانا قاضی بشیر الدین صاحب قتوہی وغیرہ سے کی اور حدیث و دیگر علوم کی تحصیل مولانا سید نذری حسین صاحب، دہلوی، قاضی شیخ حسین عرب بھنی بھوپالی، علامہ احمد فیقیہ عبدالرحمن بن عبد اللہ السراج الحنفی، علامہ فیقیہ نعمان آفندی زادہ حنفی بغدادی وغیرہ سے کی، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

غایۃ المقصود شرح ابی داؤد (جس کی صرف ایک جلد ضخامت ۱۹۸ صفحات چھپی ہے) علام اہل العصر بحاکم رکعت الفجر، القول الحق، بیہ الامعی، الاعلیق المعنى علی الدرارقطنی، التحقیقات، العلی باثبات فریضۃ الجماعة فی القری (تذکرہ علمائے حال) حسب تحقیق جناب مولوی ابو القاسم صاحب سیف بنواری، عون المعبود شرح ابی داؤد بھنی (جو چار جلدیں میں چھپ چکی ہے) آپ ہی کی تصنیف ہے، اگرچہ اس میں آپ کے بھائی مولانا اشرف الحق کا نام چھپ گیا ہے۔ (الامر المبرم، حجہم اللہ رحمۃ واسعة۔

۷۳۴- حضرت مولانا احمد حسن بن اکبر حسین امر وہوی حنفیؒ م ۱۳۳۰ھ

ابتدائی تعلیم اپنے طلن میں حاصل فرمائی دیوبند پہنچے اور حضرت نانو تویؒ سے علوم کی تحصیل حاصل فرمائی، حضرت مولانا احمد علی سہار پوریؒ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی، مولانا عبد القیوم صاحب بھوپالی وغیرہ سے بھی پڑھا ہے، مجاز کی حاضری میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی سے بھی حدیث کی سند حاصل کی، حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے بیعت تھے۔

تمام عمر مشغله تدریس، تبلیغ و ارشاد میں بسر کی، خورج، سنجھل اور دہلی میں درس دیا، ایک مدت تک مدرسہ شاہی مراد آباد میں صدر مدرس رہے ۱۲۰۴ھ سے اپنے وطن واپس ہو کر مقیم رہے اور مدرسہ عربیہ واقع جامع مسجد میں درس دیتے رہے، آپ کے مظاہر علمیہ کا ایک مجموعہ "آفادات احمدیہ" کے نام سے طبع ہوا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (تمذکرة علمائے ہندص ۷۶۷)

۲۳۹-العلامة الحمد الشیخ محمد یحییٰ بن العلامہ محمد اسماعیل کاندھلوی حنفیٰ م ۱۳۳۳ھ

نہایت حقق مدقق عالم محدث، حضرت گنگوہیٰ کے خادم خاص اور ان کے ارشد تلامذہ میں سے تھے (آپ کے خلف صدق حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہار پور بھی محدث دوران، شیخ زماں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے علوم و افادات ظاہری و باطنی سے امت مرحومہ کو زیادہ سے زیادہ منافع پہنچائے، (آئین) آپ نے یے سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید اور کتب درسیہ فارسی سے فراغت حاصل کر لی تھی، حفظ قرآن مجید کے بعد عربی شروع کرنے سے قبل آپ کے والد ماجد نے آپ کو حکم دیا تھا کہ روزانہ ایک بار قرآن مجید ختم کیا کریں، چنانچہ ۶ ماہ تک آپ کا یہ معمول رہا کہ بعد نماز صحیح شروع کر کے نماز ظہر سے قبل ایک ختم فرمائیتے تھے۔

کاندھلہ اور دہلی کے اکابر استاذہ سے علوم و فنون عربیہ کی تحصیل کی، مگر حدیث کی تحصیل کو موخر کیا کہ حضرت گنگوہیٰ سے حاصل کریں، مگر حضرت بعض اعذار کی وجہ سے درس کا مشغله ترک فرمائے تھے اور تمام اوقات، تالیفات، افتاء اور افادات باطنیہ میں صرف فرماتے تھے، جب حضرت کی خدمت میں تشنگان علم حدیث کی بار بار درخواستیں گزریں اور خصوصیت سے صاحب ترجمہ (مولانا محمد یحییٰ صاحب) کا بیحد اشتیاق ملاحظہ فرمایا تو شوال ۱۳۳۱ھ سے شروع فرمایا کہ تمام صحاح ستہ کا درس نہایت تحقیق کے ساتھ دو سال میں مکمل فرمایا، آپ نے حضرت کے امامی درس کو قلمبند کیا اور پھر آخر تک برابر حضرت کی خدمت مبارکہ میں رہ کر استفادات فرماتے رہے۔

حضرت گنگوہیٰ کی وفات ۱۳۲۳ھ کے بعد آپ نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (تمیید و خلیفہ خاص حضرت گنگوہیٰ) کی خدمت میں ایک مدت گزاری، ان کے بھی قیوض ظاہری و باطنی سے حظ و فر حاصل کرے خرقد خلافت و عمامة فضیلت حاصل فرمایا جوان کوشش الشانح حضرت حاجی صاحب سے پہنچا تھا، آپ حضرت مولانا موصوفؒ کی ہجرت کے بعد ۱۳۲۸ھ سے آخر عمر تک مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہار پور میں صحاح ستہ کا درس دیتے رہے۔

آپ شب کا بیشتر حصہ تلاوت قرآن مجید میں گزارتے اور تلاوت کے وقت بہت روئے تھے، آپ نے اپنے دست مبارک سے کئی بار تمام کتب درسیہ کو لکھا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (مقدمہ اوجز الممالک ص ۳۷ و مقدمہ لامع الدراری ص ۱۵۲)

۲۴۰-مولانا وحید الزماں صاحب فاروقی کانپوریٰ م ۱۳۳۸ھ

علماء اہل حدیث میں سے مشہور مؤلف و مترجم کتب حدیث ہیں، حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب لکھنؤی، مولانا نذیر حسین صاحب، مولانا الطف اللہ صاحب علی گڑھی، مفتی عنایت احمد صاحب کا کورڈی وغیرہ کے شاگرد ہیں، حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے بیعت ہوئے تھے، حیدر آباد کن میں اعلیٰ عہدے دار رہے، وقار نواز جنگ کا خطاب تھا، آپ کی تالیفات و تراجم یہ ہیں:

توبیہ القرآن، وحید اللغات، تسہیل القاری (ترجمہ صحیح بخاری) المعلم (ترجمہ صحیح مسلم) الہدی الحمود (ترجمہ سنن ابی داؤد) ارض الریب (ترجمہ سنن نسائی) کشف الغطاء عن الموطأ، (ترجمہ موطاء امام مالک) رفع العجیب (ترجمہ ابن ماجہ) وغیرہ (ترجمہ مذکورہ علماء ہندص ۷۵۹)

۲۴۱-حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن بن مولانا ذوالفقار علی دیوبندی حنفیٰ م ۱۳۳۹ھ

آپ کی ولادت بانس بریلی میں بزمائیہ قیام والد ماجد بسلسلہ مازامت ۱۲۶۸ھ میں ہوئی، آپ نے دیوبند میں ۱۲۸۶ھ میں حضرت

مولانا نانوتوی قدس سرہ سے صحابہ اور دوسری کتابیں پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوئے، ۱۲۹۰ھ میں دستار بندی ہوئی اور دارالعلوم دیوبند ہی میں مدرس ہو گئے، ۱۳۰۸ھ میں صدر مدرس ہوئے، ۱۳۳۳ھ میں سفر جاز کے وقت اپنی جگہ حضرت العلامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کو جانشین کیا جو ۱۳۲۱ھ سے آپ کی موجودگی میں کتب حدیث و فقہ وغیرہ پڑھا رہے تھے، آپ کے اس سفر مبارک میں آزادی ہند کا جذبہ بھی کا فرماتھا، اسی لئے برٹش سامراج نے اس منصوبہ کو ناکام بنانے کے لئے آپ کو جاز مقدس سے گرفتار کر کے مالکا میں نظر بند کر دیا جس سے آپ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں رہا ہو کر ہندوستان واپس تشریف لائے۔

چونکہ صحت بہت خراب ہو چکی تھی، یہاں بھی چند ماہ کے قیام میں علیل ہی رہے، علاج کے سلسلے میں دہلی تشریف لے گئے اور وہیں ڈاکٹر انصاری صاحب مرحوم کی کوئی پرائیویتی پر ۱۳۲۹ھ اول نومبر ۱۹۲۰ء پر یہاں سفر آخرت فرمایا، جنازہ دیوبند لا یا گیا اور اپنے استاذ محترم نانوتوی قدس سرہ کے قریب دفن ہوئے۔

آپ کے ہزار ہاتھا تلمذہ میں سے زیادہ مشہور چند شخصیات کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت امام العصر مولانا الحمد ش محمد انور شاہ کشمیری، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب، حضرت العلامہ مولانا شیبیر احمد عثمانی، حضرت مفتی عظیم مولانا عزیز الرحمن صاحب، حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا (محمد میاں) منصور انصاری، مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم، مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی حال صدر مدرس دارالعلوم دیوبند دام ظلہم، مولانا محمد اعزاز علی صاحب امر و ہوئی، مولانا محمد صادق سندي، مولانا فخر الدین صاحب حال شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، دام ظلہم، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا احمد علی صاحب لا ہوری، مولانا سعید احمد محدث چانگام، مولانا مشیت اللہ صاحب بجنوری ممبر دارالعلوم، مولانا عزیز گل صاحب، مولانا محمد اخلاق صاحب بروڈائی خلیفہ حضرت تھانوی وغیرہ۔

غرض آپ نے ۳۲ سال دارالعلوم میں بیٹھ کر اپنے بے نظیر علمی، اخلاقی اور عملی کردار کے ہزاروں صحیح نمونے ہندوستان و بیرونی ممالک کے لئے مہیا کر دیئے اور خاص دارالعلوم میں اپنے اوصاف خاصہ کا بہترین نمونہ حضرت شاہ صاحب کو چھوڑ کر ملک و ملت کی دوسری بیرونی اہم خدمات کی تحریک و سرانجامی کے لئے ۱۳۲۳ھ میں ممالک اسلامیہ کے سفر پر روانہ ہو گئے، آپ کی ملکی سیاسی خدمات کی تفصیل کے لئے دوسری بڑی کتابیں دیکھی جائیں، مثلاً، اسیر مالٹا، حیات شیخ الہند وغیرہ، راقم الحروف بھی علماء ہند کی ملکی، ملی و سیاسی خدمات کا تذکرہ آخر میں اختصار کے ساتھ مستقل عنوان کے تحت بشرط گنجائش کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت علامہ شیبیر احمد عثمانی سے بھی قیام ڈا بھیل کے زمانہ میں حضرت شیخ الہند کی زندگی کے بہت سے اہم واقعات نے تھے جو ”طفولات علامہ عثمانی“ کے عنوان سے کسی وقت شائع ہوں گے، ان شاء اللہ، حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ حضرت نانوتوی کی مجلس مبارک میں جب کبھی حضرت مولانا اسماعیل شہید کا ذکر شروع ہو جاتا تو حضرت کی دلی خواہش یہ ہوتی تھی کہ میں اس ذکر خیر کو اپناؤں اور جوں ہی آپ کو موقع ملتا پھر اپنی بے نظیر قوت بیان و حافظہ سے وہ واقعات ذکر فرماتے کے ساری مجلس ان ہی کے ذکر و تذکرہ کے انوار و برکات سے بھر جاتی، اور حضرت کسی طرح اس ذکر جیل کو ختم کرنا نہ چاہتے تھے، بقول شاعر

حدیث و حدیث عنه یعجبنی هذا اذا غاب او هذا اذا حضرا

کلاما حسن عندی اسر به لکن احلاهما ما وافق النظرا

پھر حضرت عثمانی نے فرمایا کہ بعدینہ بھی حال حضرت شیخ الہند کا بھی تھا، کہ جب حضرت نانوتوی کا ذکر خیر آپ کی مجلس میں کسی نجع سے چھڑ جاتا، تو اسی طرح سے آپ ان کے ذکر خیر کو اپنا لیتے اور عجیب عجیب واقعات سناتے تھے۔

یہاں تک تو حضرت عثمانی کا بیان تھا اور راقم الحروف کا احساس و مشاہدہ یہ ہے کہ حضرت عثمانی کی مجلس میں جب کبھی شیخ الہند، کا ذکر

آجاتا اور اکثر ایسا ہوتا تھا تو پھر حضرت عثمانی کا بھی سبھی رنگ دیکھا کہ اپنی بے نظیر قوت بیان و حافظہ سے میسیوں واقعات سنا دیتے اور پوری مجلس ان کے ذکر مبارک سے حد درجہ مخطوط ہوتی تھی، کیونکہ آنکھوں دیکھے موثق حالات کی سرگذشت اور پھر مولانا کی زبان و بیان کی چاشنی ہم لوگوں کے لئے ایک بڑی نعمت غیر مترقبہ تھی۔

آپ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں: مشہور عالم بے نظیر ترجمہ و فوائد قرآن مجید، حاشیہ ابی داؤد شریف، شرح الابواب والترجمہ بخاری، حاشیہ مختصر العائی، ایضاً حجۃ الادله، جہد المقل وغیرہ، رحمۃ اللہ درجمۃ واسعۃ (ترجمہ مذکورہ علماء ہند وغیرہ ص ۳۶۶)

۳۲۲- الشیخ الحمد مولانا خلیل احمد بن الشاہ مجید علی انبھٹوی حنفی م ۱۳۲۶ھ

۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئے، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اول صدر مدرس دارالعلوم دیوبند آپ کے حقیقی ماموں تھے، آپ نے کتب درسیہ مدرسہ مظاہر العلوم سہار پور میں پوری کیس اور علم حدیث کی تحصیل حضرت مولانا محمد مظہر صاحب صدر مظاہر العلوم سے کی، حدیث کی سند و اجازت حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مجددی اور شیخ احمد دھلان مفتی شافعیہ سے بھی حاصل فرمائی۔

۱۲۹۷ھ میں حضرت گنگوہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا، تمام عمر افادہ علوم ظاہری و باطنی، درس و افقاء و تصنیف میں بس رکی، سات مرتبہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، آخری حاضری ۱۳۲۲ھ میں ہوئی، تلمیذ طیبہ میں اقامت فرمائی تھی اور وہیں وفات ہو کر قریب مقابر اہل بیت (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جتنے ابیقیع میں دفن ہوئے، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

بذل الجھو و شرح ابی داؤد (۵ مجلدات میں مطبوع ہے) مجموعہ فتاویٰ (۲ جلد) الہمند علی المفند، تکشیط الاذان، اتمام الاعم علی تبویب الحکم، مطرقة الکرامۃ علی مرأۃ الامامہ، ہدایات الرشید، السوال عن جمیع علماء الشیعہ وغیرہ "بذل الجھو وغیرہ" میں نہات محققانہ محدثانہ تحقیقات تحریر فرمائی ہیں، جن کے باعث کتاب مذکور بہت مقبول ہوئی اور اب نادر الوجود ہے۔ رحمۃ اللہ درجمۃ واسعۃ۔ (مقدمہ او جز الممالک ص ۳۷)

۳۲۳- حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب خلف ججۃ الاسلام نانوتوی حنفی م ۱۳۲۷ھ

آپ کی ولادت ۱۲۷۹ھ میں ہوئی، آپ کی ابتدائی تعلیم گلاؤٹھی میں ہوئی، پھر مدرسہ شاہی مراد آباد میں حضرت مولانا محمد حسن صاحب امرد ہوئی (تلمیذ خاص حضرت نانوتوی) سے تحصیل کی، اس کے بعد تکمیل کے لئے حضرت نانوتوی نے دیوبند بلا لیا، جہاں آپ نے شیخ الہند سے بقیہ تعلیم پوری فرمائی اور دورہ حدیث حضرت گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہو کر پڑھا، پہلے آپ مدرسہ عربیہ تھانہ بھومن میں عرصہ تک پڑھاتے رہے وہاں سے ۱۳۳۰ھ میں دیوبند بلاۓ گئے اور مدرسہ ششم مقرر کئے گئے، عموماً تمام کتب فنون کا درس دیتے تھے، مگر خصوصیت سے مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، مختصر معانی اور میرزا ہدروالہ کے درس سے زیادہ شہرت پائی تھی۔

۱۳۱۳ھ سے حضرت گنگوہی نے عہدہ اہتمام دارالعلوم بھی آپ کے سپرد فرمادیا تھا، جس کو اپ نے نہایت تزک و احتشام سے انجام دیا اور بڑی شاندار ترقیات آپ کے دور میں ہوئی جن کے لئے آپ نے ملک کے بڑے بڑے سفر بھی کئے اور نہایت کوششیں کیں، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی کے آپ کے مشیر خاص رفیق کار اور نائب مہتمم تھے، آپ کی وجاهت و سیادت اور ان کی بے نظر تدبیر و سیاست نے مل کر دارالعلوم کو بہت جلد ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیا، آپ ہی کے دور میں دارالعلوم کا یادگار جلسہ دستار بندی ۱۳۲۸ھ میں ہوا جس میں ایک لاکھ سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی اور ایک ہزار سے زائد فضلاء دارالعلوم کی دستار بندی ہوئی تھی۔

آپ نہایت تحقیق سے درس حدیث دیتے تھے، اور حضرت نانوتوی کی تمام تصانیف پر چونکہ پوری نظر تھی، ان کے مضامین عالیہ بھی پوری تفصیل ووضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے، آپ کے اور حضرت نانوتوی کے خاص تلامذہ کے علاوہ ان کی تصانیف عالیہ کو سب سے زیادہ

سے سمجھنے والے اور حکمت قاسمیہ پر پوری طرح حاوی حضرت مولانا شیر احمد عثمانی تھے، جن کو مولانا عبد اللہ صاحب حضرت نانو توی کی قوت بیانیہ کا مثل بتاتے تھے اور ہم لوگوں نے بھی حضرت مولانا عثمانی کی خدمت میں رہ کر یہی اندازہ کیا، دوسرے درجہ میں مولانا عبد اللہ سندھی وغیرہ تھے۔ غرض حضرت حافظ صاحب جامع کمالات علمی و عملی تھے، اور سخاوت، مہمان نوازی و فراغدی بھی آپ کے اوصاف خاصہ تھے، حضرت علامہ شمسیری اور مولانا سندھی سے نہایت محبت و خلوص تھا، حضرت شاہ صاحبؒ نے ابتدائی دس سال میں دارالعلوم سے تخریج نہیں لی تو آپ نے ان کے تمام مصارف اور خورد و نوش کا تکلف بڑی رغبت و شوق سے کیا، مولانا سندھی بھی متوج آپ ہی کے مہمان رہے اور حضرت شاہ صاحبؒ کے تو عقد نکاح وغیرہ کی تقریبات بھی آپ نے ہی اپنے اہتمام و مصارف سے نہایت عزت و شان سے انجام دیں، حضرت شاہ صاحبؒ بھی آپ کے علم و فضل، صاحبزادگی اور مکارم اخلاق مخلصانہ روابط کے سبب آپ کی نہایت تعظیم فرماتے تھے۔

آپ چار سال ریاست حیدر آباد کن کی عدالت عالیہ کے مفتی بھی رہے، ایک ہزار روپیہ ماہوار تخریج کے علاوہ بہت سی رعایات و اعزازات بھی آپ کو حاصل تھے، دیوبند و اپس ہونے پر بھی نظام نے نصف تخریج پانچ سور و پہ تا حیات بطور پیش جاری کر دیئے تھے۔ نظام دکن آپ کے علم و فضل اور زہد و اتقاء وغیرہ سے بہت متاثر تھے، ایک دفعہ ملاقات میں یہ بھی وعدہ کیا کہ جب دہلی آئیں گے تو دارالعلوم دیوبند کو بھی دیکھیں گے، ۱۳۲۷ھ میں جب ان کے دہلی آنے کی خبر ہوئی تو آپ نے حیدر آباد کا سفر فرمایا کہ نظام کو وعدہ یاددا کر دیوبند کے لئے وقت طے کرائیں گے مگر وہاں پہنچ کر علیل ہو گئے اور وفات پائی، نظام نے اپنے مصارف سے مخصوص تیار کردہ قبرستان موسومہ "خطہ صالحین" میں ۲ جمادی الاولی ۱۳۲۷ھ کو دفن کرایا، رحمۃ اللہ در حمد واسعہ۔ (عظیم مدینی نمبر وغیرہ)

۳۲۲-حضرت العلامہ مولانا مفتی عزیز الرحمن بن مولانا فضل الرحمن دیوبندی حنفی ۱۳۲۷ھ
مشہور علامہ زماں، محدث، مفسر اور مفتی اعظم تھے، آپ نے ۱۲۹۸ھ میں تمام علوم و فنون سے فراغت حاصل کر کے ایک عرصہ تک میرٹھ میں درس علوم دیا، ۱۳۰۹ھ میں درالعلوم دیوبند کی نیابت اہتمام کے لئے بلائے گئے، ۱۳۱۰ھ سے عہدہ افتاء سنجا لاؤ اور ۱۳۲۶ھ تک درس تفسیر و حدیث و فقہ کے ساتھ افتاء کی عظیم الشان خدمت انجام دیتے رہے، تقریباً انہارہ ہزار فتاویٰ، آپ نے اس عرصہ میں تحریر فرمائے تھے جن کی ترتیب کا کام فاضل محترم مولانا ناظیر الدین صاحب مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کئی سال سے انجام دے رہے ہیں اور ابواب فقیہ پر مرتب ہو کر درالعلوم کی طرف سے ان کی اشاعت کا اہتمام ہو رہا ہے۔

حضرت مفتی صاحبؒ کتب بہبود فتاویٰ شامی، عالمگیری وغیرہ کے گویا حافظ تھے، تمام جزئیات فقهہ ہر وقت متحضر ہتی تھیں، اسی لئے سفر و حضر میں بلا مراعحت کتب بھی نہایت محققانہ جوابات تحریر فرماتے تھے، علم حدیث میں بھی یہ طولی حاصل تھا، طحاوی شریف، موطاء امام محمد، موطا امام مالک وغیرہ پڑھاتے تھے، ۱۳۲۷ھ میں جب حضرت شاہ صاحبؒ عالیٰ کے سبب ڈا بھیل سے دیوبند تشریف لے آئے تے تو حضرت مفتی صاحبؒ نے ڈا بھیل تشریف لے جا کر بخاری شریف پڑھائی تھی۔

دارالعلوم میں تفسیر جلالیس بھی ایک عرصہ تک آپ نے پڑھائی ہے، رقم الحروف نے بھی آپ ہی سے پڑھی ہے، مختصر مگر نہایت منضبط محققانہ تحقیق بیان فرماتے ہیں، بہت ہی با برکت درس تھا، احقر پر بہت شفقت فرماتے تھے، بسا اوقات اپنے جھرہ مبارکہ کی کنجی بھی مرحمت فرمادیتے تھے، جس میں بیٹھ کر مطالعہ کتب کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔

آپ حضرت شاہ عبدالغنی مجددیؒ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا شاہ رفع الدین صاحب دیوبندی ہمہ قسم ثانی دارالعلوم کے ارشد خلفاء میں سے اور سلسلہ نقشبندیہ کے نہایت ممتاز شیخ وقت تھے، آپ کے مشہور خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاری محمد اخْلَق صاحب تھے، جن کے خلیفہ

ارشد خدموم حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدینی دام ظاہم ہیں۔

آپ کے بڑے صاحبزادے، مشہور نامور فاضل جلیل مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی دیوبندی دام فیضہم مدینہ ندوہ المصنفین دہلی میں، جن کی علمی خدمات، مکارم و مأثر سے آج کل سب واقف ہیں، چھوٹے صاحبزادے مولانا قاری جلیل الرحمن صاحب عثمانی دام ظاہم مدرس درجہ تجوید دار العلوم ہیں، رحمہ اللہ درجۃ واسعۃ۔

۳۲۵- الشیخ الحمد ش الحافظ الحجۃ مولانا محمد انور شاہ بن مولانا محمد معظم شاہ کشمیری م ۱۳۵۲ھ

ولادت، سلسلہ نسب و تعلیم:

نہایت عظیم القدر محدث، محقق و مدقق، جامع معقول و منقول تھے، آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ مسعود نزوری کشمیری سے ہے جن کے بزرگوں کا اصل وطن بغداد تھا، وہاں سے ملتان آئے، لاہور منتقل ہوئے، پھر کشمیر میں سکونت اختیار کی، آپ نے خود اپنا سلسلہ نسب اپنی تصانیف نیل الفرقہ دین و کشف السر کے آخر میں اس طرح تحریر فرمایا ہے، محمد انور شاہ بن مولانا محمد معظم شاہ بن شاہ عبدالکبیر ابن شاہ عبدالائق بن شاہ محمد اکبر بن شاہ حیدر بن شاہ محمد عارف بن شاہ علی بن شیخ عبداللہ بن شیخ مسعود نزوری اور شیخ مسعود نزوری کا سلسلہ نسب یہ ہے: ابن شاہ جنید بن اکمل الدین ابن میمون شاہ بن ہومان شاہ بن شاہ ہرمز، اس طرح حضرت کا سلسلہ نسب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے خاندان سے ملحق ہو جاتا ہے۔

اس تحقیق کاماً خذ حضرت[ؐ] کے والد ماجد حضرت مولانا محمد معظم شاہ کا منظوم شجرہ نسب ہے جس کی نقل نیز دوسری تائید تحریرات حضرات[ؐ] کے خاندانی اعزہ کی رقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں، حضرت[ؐ] کے بھائی صاحبان اور اولاد کا ذکر آخر میں آئے گا۔

آپ کی ولادت ۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ کو بمقام وروان (علاقہ لواب) ہوئی، آپ کے والد ماجد بہت بڑے عالم رباني، زائد و عابد اور کشمیر کے نہایت مشہور خاندانی پیر و مرشد تھے، آپ نے قرآن مجید اور بہت سی فارسی و عربی کی درسی کتابیں والد صاحب سے پڑھیں، پھر کشمیر و ہزارہ کے دوسرے علماء کبار سے تحصیل کے بعد ۱۳۰۸ھ میں تکمیل کے لئے دیوبند تشریف لائے۔

دیوبند کا قیام:

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت شاہ صاحب جب دیوبند تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد قاضی میں فروکش ہوئے جس میں حضرت سید صاحب بریلوی قدس سرہ نے قیام فرمایا تھا (یہ دیوبند کی بہت قدیم مسجد ہے اور اس میں نبی کریم ﷺ کا جامعہ مبارک بھی مدتوں تک رہا ہے) حضرت شاہ صاحب کا ابتداء میں اہل دیوبند یا مدرسے والوں میں سے کسی سے تعارف نہ تھا، کئی وقت تک کچھ نہ کھایا تھا اپنا حال کسی سے بتالا یا تو متولی مسجد مذکور مبراحم حسن صاحب تھے، انہوں نے اس نو عمر صاحبزادے کے چہرہ انور پرفاقہ کے آثار محسوس کئے، تو پوچھا کہاں سے اور کس غرض سے آنا ہوا، آپ نے فرمایا کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے پڑھنے کے لئے کشمیر سے آیا ہوں، انہوں نے کھانا کھلایا اور حضرت مولانا قدس سرہ کی خدمت میں لے گئے، حضرت[ؐ] نے آپ پر بہت شفقت فرمائی اور اپنے پاس پھرایا، آپ نے حضرت شیخ الہند[ؐ] سے بخاری، ترمذی، ابو داؤد اور بہایہ اخیرین پڑھیں، دارالعلوم سے کامل فراغت کے بعد حضرت گنگوہی[ؐ] کی خدمت میں پہنچے اور سند حدیث کے علاوہ فیوض باطنی سے بھی پوری طرح مستفید اور بجاز بیعت ہوئے، دارالعلوم سے سنہ فراغت ۱۳۱۲ھ ہے۔

دہلی وغیرہ کا قیام:

پھر کچھ عرصہ بجنور میں مولانا مشیت اللہ صاحب مرحوم کے پاس قیام فرمایا، وہاں سے دہلی جا کر مدرسہ امینیہ قائم کیا، اس میں ۲، ۵

سال درس علوم دیا، ۲۰۵۷ میں اپنے وطن کشمیر تشریف لے گئے اور مدرسہ فیضِ عام کی تاسیس کی، وہاں بھی درس دیتے رہے، ۲۳ میں اعیان کشمیر کے ساتھ حج بیت اللہ وزیارت مقدسہ کے لئے حریم شریفین حاضر ہوئے اور دونوں جگہ کافی دن قیام فرمایا کرو حانی برکات و فیض کے ساتھ وہاں کے علمی کتب خانوں سے کامل استفادہ کیا، وطن واپس ہو کر چند سال افادہ ظاہر و باطن فرماتے رہے۔

دیوبند تشریف آوری:

۱۳۲۷ء میں بہ عزم بھرت حریم شریفین وطن سے روانہ ہو کر دیوبند تشریف لائے کہ بھرت شیخ الہند اور دیگر اکابر سے مل لیں، مگر حضرت نے آپ کو دارالعلوم کی درسی خدمات انجام دینے کے لئے روک لیا، آپ نے حضرت الاستاذ کے حکم کی تعمیل فرمائی، پہلے چند سال تک بغیر مشاہرہ کے کتب حدیث کا درس دیتے رہے اور بھرت کا ارادہ اپنے دل میں بدستور محفوظ و مستور رکھا، پھر جب اکابر اصرار سے تامل کی زندگی اختیار فرمائی تو تنخواہ لینے لگے تھے۔

صدر رشیتی علیحدگی و تعلق جامعہ ڈا بھیل (سورت):

۱۳۳۴ء میں جب حضرت شیخ الہند نے سفر جاز کا عزم فرمایا تو اپنی جائشی کے فخر و امتیاز سے آپ کو مشرف فرمایا، چنانچہ آپ نے یک سوئی کے ساتھ ۱۳ سال صدارت بھی فرمائی اور ہزاروں تشنگان علوم کو سیراب کیا، ۱۳۴۶ء میں آپ نے نظام دارالعلوم میں چند اہم اصلاحات چاہیں جن کو اس وقت کے ارباب اقتدار نے منظور نہ کیا تو آپ مع اپنے ہم خیال اصلاح پسند حضرات کے درالعلوم کی خدمات سے بطور احتجاج کنارہ کش ہو گئے، ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت مفتی اعظم شیخ طریقت مولانا عزیز الرحمن صاحب[ؒ]، جامع معقول و منقول حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی[ؒ]، حضرت علامہ سراج احمد صاحب، رشیدی[ؒ]، مولانا سید محمد اور لیں صاحب سکھروڑوی[ؒ]، حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب دام ظلہم، حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب دام ظلہم، حضرت مولانا مفتی عقیق الرحمن صاحب عثمانی دام ظلہم، مولانا محمد عجمی صاحب تھانوی دام ظلہم، ان سب حضرات نے جامعہ اسلامیہ ڈا بھیل (سورت) کی علمی سندوں کو زینت بخشی۔

کمالات انوری کا تعارف:

حضرت شاہ صاحب کے علوم و کمالات خاصہ سے متعارف کرنا مجھا یے کم علم کے لئے نہایت دشوار ہے اور نہ اس مختصر تذکرہ میں آپ کی تحقیقات عالیہ کے نمونے ہی دیئے جاسکتے ہیں، انوار الباری پوری شرح میں ان شاء اللہ آپ کے علوم و معارف کی تجلیات رونما ہوں گی، رقم الحروف نے حضرت[ؒ] کے ملفوظات گرامی کی اشاعت کا سلسلہ رسائل "نقش" میں شروع کیا تھا جس کی ۱۳۴۷ء شائع ہوئیں (پھر افسوس ہے کہ رسالہ بند ہو گیا) اس کے ابتداء میں حضرت[ؒ] کے کچھ علمی خصائص بھی لکھے تھے، ارادہ ہے کہ اب حضرت[ؒ] کے تمام ملفوظات گرام کو مستقل کتابی شکل میں شائع کر دوں جس کی کئی جلدیں ہو جائیں گی۔

شباء اماشل واکابر:

حضرت[ؒ] کی پوری علمی و عملی زندگی کا تعارف سب سے بہتر و مختصر انداز میں خلداشیاں حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری[ؒ] نے کرایا تھا، جب وہ حضرت[ؒ] کی وفات کے بعد ڈا بھیل تشریف لے گئے تھے، تو جامعہ کے طلبہ نے تقریر کی درخواست کی اور یہ بھی چاہا کہ حضرت شاہ صاحب[ؒ] کے حالات پر تبصرہ کریں تو علامہ بخاری[ؒ] نے فرمایا تھا کہ میرے جیسا کم علم ان کے حالات کیا بیان کر سکتا ہے، البتہ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ صحابہؓ کا قافلہ جا رہا تھا، یہ پیچھے رہ گئے تھے۔

رقم الحروف نے اپنے ۱۶ سالہ قیام مجلس علمی ڈا بھیل کے عرصہ میں یہ اندازہ کیا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم و کمالات سے سب سے زیادہ استفادہ حضرت علامہ عثمانیؒ نے کیا تھا وہ حضرت سے تمام مشکلات میں رجوع فرماتے تھے اور پھر کتابوں کا مطالعہ رات دن فرماتے تھے، قرآن مجید کے فوائد اور فتح الالمبیم میں حضرت شاہ صاحبؒ کے افادات بکثرت لئے ہیں۔

درحقیقت حضرت شاہ صاحب کی تحقیقات عالیہ کو منجاننا بغیر معمولی وسعت مطالعہ و مراجعت کتب کے ممکن نہ تھا اسی لئے آپ کے تلامذہ میں سے بھی جس نے اس شرط اول کو جتنا پوچھا کیا اسی قدر استفادہ و افادہ بھی کیا اور جو اس میں قادر ہے وہ پیچھے رہ گئے۔

حضرت تھانویؒ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست تھے، ایک دفعہ تشریف لائے تو حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ عہتمم دارالعلوم دیوبند نے عرض کیا کہ آپ مدرسہ کے سرپرست ہیں، ذرا اپنے مدرسہ کے شیخ الحدیث کا درس بھی نہیں، حضرت تھانویؒ درس میں جا کر بیٹھنے اور پھر مجلس میں آ کر فرمایا کہ شاہ صاحبؒ کے تو ایک ایک جملہ پر ایک ایک رسالہ تصنیف ہو سکتا ہے۔

حضرت مولانا محمد انوری صاحب لائل پوری دام ظله نے تحریر فرمایا کہ ”حضرت تھانویؒ جب بھی دیوبند تشریف لاتے تو حضرت شاہ صاحبؒ کے درس میں اہتمام سے بیٹھتے تھے اور بد ریغ خطوط بھی آپ سے استفادہ فرماتے رہے، بعض بعض جوابات خاصے طویل ہوتے تھے جن کا ذکر حضرت شاہ صاحب بھی فرمایا کرتے تھے اور حضرت مدینیؒ بھی قرآن و حدیث سے متعلق دریافت فرماتے رہتے تھے۔

شاملہ میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا جس میں حضرت تھانویؒ، حضرت شاہ صاحبؒ وغیرہ اکابر دیوبند تشریف لے گئے، اتفاق سے حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر بہت ادق خلص علمی طرز کی ہو گئی جس کو بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگ بھی پوری طرح نسبجھ سکے، انہوں نے شکوہ کیا کہ علماء ایسی تقریر کرتے ہیں، حضرت تھانویؒ کو معلوم ہوا تو آپ نے اپنے وعظ میں فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کی تقریر اردو زبان میں تھی جو تمہاری مادری زبان ہے لیکن چونکہ اس میں علمی ادق تحقیقات تھیں تم لوگ نسبجھ سکے تو درحقیقت یہ تمہارے اس پندار کا علاج ہے کہ تم کہتے اور سمجھتے ہو کہ ہم بھی علماء کی طرح یا ان سے زیادہ قرآن و حدیث کو سمجھتے ہیں، اب تم لوگوں کو اسی سے اندازہ کر لینا چاہئے کہ علوم نبوت کو سمجھنے کے لئے کس قدر علم و فہم، وسعت مطالعہ اور دقت نظر کی ضرورت ہے۔

حضرت تھانویؒ نے یہ بھی فرمایا کہ ”جب شاہ صاحب میرے پاس آکر بیٹھتے ہیں تو میرا قلب ان کی علمی عظمت کا دباؤ محسوس کرتا ہے“ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ”حضرت شاہ صاحبؒ تھانیت اسلام کی زندہ جلت ہیں، ان کا اسلام میں وجود دین اسلام کے حق ہونے پر دلیل ہے۔“

ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ سے میں نے اس قدر استفادہ کیا ہے کہ میرے قلب میں ان کا احترام اسی طرح ہے جیسا کہ اپنے اساتذہ کا، گوئیں نے ان کی باقاعدہ شاگردی نہیں کی۔

افادات انوری از کمالات انوری

مخدم و محترم حضرت مولانا محمد انوری صاحب لائل پوری (تمیذ خاص حضرت شاہ صاحب و خلیفہ خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقدار صاحب رائے پوری دام فیوضہم نے کچھ واقعات اپنے زمانہ قیام دارالعلوم وغیرہ کے لکھے ہیں جو قابل ذکر ہیں:

(۱) جس سال احرقو رہ حدیث کے لئے دیوبند حاضر ہوا تو حضرت شیخ الہندگی خدمت میں بھی حاضری کا شرف حاصل ہوتا تھا، بعد عصر حضرتؒ کے دولت کده پرسہ دری کے سامنے حضرتؒ کی چار پائی بچھ جاتی تھی، چاروں طرف کریاں اور چار پائیاں ہوتیں، علماء، صلحاء و طلباء دارالعلوم بقصد زیارت جمع ہوتے، حضرت شاہ صاحب بھی دبے پاؤں آکر دور بیٹھ جاتے، حضرتؒ کی نظر جب پڑتی تو ان کو اپنے پاس بلاؤ کر قریب کی کری پر بٹھاتے حضرت جب مسائل بیان فرمائے لگتے تو سبحان اللہ! علوم و معارف کا بجز خار موجیں مارنے لگتا، بھی کسی مسئلہ پر فرماتے کہ اس کے متعلق

شاہ صاحب سے پوچھنا چاہئے! کیوں شاہ صاحب! یہ مسئلہ یوں ہی ہے؟ عرض کرتے، ہاں حضرت فلاں محقق نے یوں ہی لکھا ہے۔

(۲) ماٹا سے تشریف لائے تو نصاریٰ سے ترک موالات کا مسئلہ زیر غور تھا قرار پایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ سے یہ مسئلہ تحریر کرایا جائے، چنانچہ آپ فتویٰ لکھ کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت ادب سے بیٹھ کر سنایا، احقر نے دیکھا کہ صرف دس سطور تھیں، لیکن ایسی جامع مانع کے شیخ الہندؒ کو نہایت محفوظ ہوئے۔

(۳) جس روز احقر دیوبند حاضر ہوا تو حضرت شیخ الہندؒ کی دعوت مع خدام و زائرین کے حضرت شاہ صاحبؒ کے ہاں تھی، بعد نماز مغرب تین سو سے زیادہ مہمان حضرت کی معیت میں نورہ کی چھت پر تشریف فرمائے، عجیب انوار و برکات کا نزول ہو رہا تھا، حضرت شاہ صاحبؒ وجد کے عالم میں تھے، کھانے سے فراغت کے بعد حضرت دیریک تشریف فرمائے۔

(۴) ایک دفعہ احقر حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں حاضر تھا، دن کے دس بجے تھے، بارش ہو رہی تھی، فرمانے لگے، بھائی مولوی محمد حسن صاحب! شاہ صاحب کے ہاں چلنا ہے، آج انہوں نے ہمیں مہمانوں سمیت مدعو کیا ہے، حکیم صاحب فرمانے لگے حضرت! بارش تو ہو رہی ہے، کھانا بھیں منگوالیا جائے گا، فرمایا، نہیں بھائی، میرے ایک مخلص نے دعوت کی ہے، وہیں جاؤں گا، چنانچہ بارش میں چل پڑے، راستے میں شاہ صاحب ملے اور عرض کیا کہ کھانا در دو لست پر پہنچا دیا جائے گا، فرمایا کچھ تکلیف نہیں، آپ کے گھر کھانا کھائیں گے۔

(۵) حضرت مولانا و سیدنا شاہ عبدالقدیر رائے پوری دام ظہم فرماتے تھے کہ کچھ دنوں میں نے بھی حضرت شاہ صاحبؒ سے پڑھا ہے، واقعی حضرت شاہ صاحب آیت من آیات اللہ تھے، فرمایا میں تو غیر مقلد ہو گیا تھا، حضرت شاہ صاحب کی برکت سے خلقی مذہب پر استقامت نصیب ہوئی، فرمایا کہ ایک مشہور اہل حدیث عالم سے حضرت شاہ صاحبؒ کا مناظرہ ہوا غالباً گلاوٹھی ہی کا واقعہ ہے، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور دوسرے بزرگان دین جمع تھے، حضرت شاہ صاحبؒ نے ان اہل حدیث عالم سے فرمایا کہ آپ کو محدث ہونے کا دعویٰ ہے، شیخ بخاری کی وہ طویل حدیث جس میں ہر قل اور ابوسفیان کا مکالمہ مذکور ہے جتنے طرق سے امام بخاری نے نقل کی ہے نادیجتے اور بے چارے نہ سا سکے اور کہنے لگے کہ آپ ہی نادیں تو شاہ صاحب نے ساری حدیث نادی، بلکہ دور تک پہنچ گئے، حتیٰ کے نصف پارہ تک نہ دیا وہ صاحب کہنے لگے کہ بس کافی ہے (حضرت رائے پوری دام ظہم نے شاہ صاحبؒ سے ترمذی تشریف پڑھی ہے)۔

(۶) یہ بھی حضرت رائے پوری دام ظہم نے فرمایا کہ مدرسہ امینیہ وہلی (واقع شہری مسجد چاندنی چوک) میں جب حضرت شاہ صاحبؒ پڑھاتے تھے اور کبھی بازار جانا ہوتا تو سر پر رومال ڈال کر آنکھوں کے سامنے پرداہ کر کے نکلتے، مباداً کسی عورت پر نظر نہ پڑ جائے۔

(۷) حضرت شیخ المشائخ مولانا احمد خان صاحب (ساکن کندیاں ضلع میانوالی) حضرت شاہ صاحبؒ کے علم و فضل کے تہایت مدارج تھے اور جب حضرت شاہ صاحب، شیخ معظم حضرت مولانا حسین علی صاحب نقشبندی قدس سرہ کی دعوت پر میانوالی تشریف لے گئے تو آپ ان کو کندیاں لے گئے، کتب خانہ دکھلایا، حضرت شاہ صاحبؒ نے کئی گھنٹے مختلف کتابوں کا مطالعہ فرمایا اور نوادرالاصول حکیم ترمذی دو ماہ کے لئے مستعار دیوبند لائے، حضرت نے فرمایا کہ میانوالی کے جلسہ میں حضرت شاہ صاحبؒ نے نہایت بصیرت افروز تقریر فرمائی، مجمع کشیر تھا، ہزار ہالخلوق جمع تھی، سینکڑوں علماء زیارت واستفادہ کے لئے حاضر ہوئے تھے، کندیاں میں بھی بکثرت علماء نے آپ سے علمی استفادہ کئے، لیکن میں حضرت کی میزبانی میں مصروفیت کی وجہ سے استفادہ سے محروم رہا جس کا افسوس ہے، حضرت شاہ صاحب کی وفات پر حضرت نے

اے آپ نہایت جلیل القدر عارف بالله، علامہ محدث و مفسر تھے، سلسلہ ارشاد و تلقین، بہت وسیع تھا، مجددی سلسلہ میں بیعت فرماتے تھے، آپ کے عظیم الشان کتب خانہ کی بھی بڑی شہرت ہے، آپ کے فیوض بالطہی سے ہزاراں ہزار لوگوں نے استفادہ کیا، آپ کے خلیفہ ارشد و جانشین حضرت اشیخ مولانا عبداللہ شاہ صاحب لدھیانوی قدس سرہ (تلیہ حضرت علامہ شمسیری) تھے جن سے بیعت کا شرف راتم الحروف کو بھی حاصل ہوا ہے، آپ کے سرچشمہ فیض سے بھی ایک عالم سیراب ہوا۔ حسین اللہ تعالیٰ۔

فرمایا تھا کہ حضرت شاہ صاحب کا ملین میں سے تھے، آپ کے وصال سے علماء متین ہو گئے، طلبہ توحیدیت پڑھانے والے اساتذہ مل سکتے ہیں، لیکن علماء کی پیاس کوں بجھائے گا۔

(۸) حضرت الشیخ المعظم علامہ محدث و مفسر مولانا حسین علی صاحب نقشبندی (ساکن وال بچھراں ضلع میانوالی) جو حضرت گنگوہی کے تلمیذ حدیث اور حضرت خواجہ محمد عثمان موسیٰ زینی شریف کے اجلہ خلفاء میں سے تھے، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب بڑے محدث ہیں اور اپنے تلامذہ کو کتب حدیث ختم کرنے کے بعد ہدایت فرماتے تھے کہ اگر فتن حدیث میں بصیرت حاصل کرنے کی آرزو ہے تو حضرت شاہ صاحب کے پاس جاؤ (حضرت کا تذکرہ آگے مستقلًا آئے گا، انشاء اللہ)

(۹) ۱۳۳۰ھ میں علامہ رشید رضا مصری مدیر "المنار" و صاحب تفسیر مشہور تقریب صدارت اجلاس، دارالعلوم ندوہ لکھنؤ ہندوستان آئے تو دارالعلوم دیوبند کی دعوت پر یہاں بھی تشریف لائے ان کے لئے خیر مقدم کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا، اس وقت حضرت شیخ الہند بھی موجود تھے، اتفاقاً علامہ نے جلسے سے قبل کسی استاذ دارالعلوم سے دریافت کیا کہ یہاں درس حدیث کا طرز کیا ہے؟ تو بتایا کہ پہلے قارئی حدیث پڑھتا ہے اور استاد اس حدیث سے متعلق تمام مباحث علمیہ اور حقائق و نکات بیان کرتا ہے، پھر اگر حدیث احکام سے متعلق ہے تو استاد آئندہ متبوعین کے مذاہب و دلائل بھی بیان کرتا ہے، اور اگر امام عظیم کا مذہب بظاہر اس حدیث کے مخالف ہوتا ہے اور استاد توفیق تطبیق یا ترجیح راجح کے اصول پر تقریر کرتا ہے اور حنفی مسلک کو موید و مدلل کرتا ہے، یہ بات علامہ کو بہت عجیب معلوم ہوئی، کہنے لگے کہ کیا حدیث میں ایسا ہی ہوتا ہے؟ کہاں! اس پر علامہ نے کہا "کیا حدیث حقی ہے؟"

یہ بات تو اسی طرح یہاں ختم ہو گئی اور جلسہ کی شرکت کے لئے حضرت شاہ صاحب تشریف لارہے تھے کہ راستہ ہی میں علامہ کی اس گفتگو کا حال نقل ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا ارادہ علامہ کی ترجیب اور دارالعلوم کی تاریخ و میگر عام امور پر تقریر فرمانے کا تھا، مگر اس گفتگو کا حال سن کر ارادہ بدل گیا اور اتنے ہی قلیل وقفہ میں جلسہ میں پہنچ اور کچھ دیر ہیٹھے، دارالعلوم کے اسی مذکورہ بالاطرز درس حدیث پر مضمون ذہن میں مرتب فرمالیا اور پھر وہ مشہور و معروف خالص محققانہ محدثانہ تقریر نہایت فضیح و بلیغ عربی میں فرمائی کہ اس کوں کر علامہ اور تمام شرکاء اجلاس علماء و طلبہ حیران رہ گئے۔

اس تقریر میں آپ نے فقہاء محدثین کے اصول استنباط، تحقیق مناط، تنجیح مناط کی وضاحت و تشریح احادیث و احکام سے فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ سے لے کر اپنے اساتذہ دارالعلوم تک کے مناقب اور طرز و طریق خدمت علم و دین پر روشنی ڈالی، علامہ آپ کی فصاحت تقریر اور سلاست بیان وقوت دلائل سے نہایت متاثر تھے اور درمیان تقریر سوالات کرتے رہے، ایک وفعہ سوال کیا کہ اے حضرت الاستاذ! آپ حدیث قلتین کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ ایک بار کہا حضرت الاستاذ! آپ مسئلہ قرآنہ خلف الامام میں کیا فرماتے ہیں؟ اسی طرح بہت سے مسائل کو بے تکلف سوال میں لائے اور حضرت شاہ صاحب بھی نہایت انبساط و شرح صدر کے ساتھ کافی و شافی جوابات دیتے رہے۔

حضرت شاہ صاحب کی تقریر مذکور کے بعد علامہ موصوف نے تقریر فرمائی اور اس میں حضرت شاہ صاحبؒ کے غیر معمولی علم و فضل، تبحر و وسعت مطالعہ اور بے نظیر استحضار و حافظہ کی داد دی، نیز اعتراف کیا کہ جو طریقہ آپ کے یہاں درس حدیث کا ہے، یہی سب سے اعلیٰ و افضل و اتفع طریقہ ہے، اور فرمایا کہ اگر میں ہندوستان آ کر اس جامعہ علمیہ کو نہ دیکھتا اور اس کے اساتذہ علماء اعلام سے نہ ملتا تو یہاں سے غمگین واپس جاتا، پھر مصراجا کریے سب حالات اپنے رسالہ "المنار" میں شائع کئے اور اس میں یہ بھی اضافہ کیا کہ میں نے ازہر الہند دیوبند میں وہ تہذیت و تینیہ علمیہ جدیدہ دیکھی ہے جس سے نفع عظیم کی توقع ہے۔ مدرسہ دیوبند کیجئے کہ جس قدر میرے دل کو سرت بے پایاں حاصل ہوئی وہ کسی اور چیز سے نہیں ہوئی۔

مجھ سے بہت سے لوگوں نے دارالعلوم دیوبند کے فضائل و مآثر بیان کئے تھے اور کچھ لوگوں نے علماء دیوبند پر جمود و تعصیب کا بھی نقد کیا تھا مگر میں نے ان کو اس ثناء و نقد سے بہت بلند پایا اور میں نے حضرت شاہ صاحب جیسا جلیل القدر کوئی عالم نہیں دیکھا۔ واللہ الحمد۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی پوری تقریر اور علامہ مصری کی تقریر و بیانات دارالعلوم میں موجود ہیں، فاضل محترم حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری دام فیضہم نے کافی حصہ ”فی العنبر من ہدی الشیخ الانور“ میں نقل فرمادیا ہے، افسوس ہے کہ یہاں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ (۱۰) علامہ محمد علی حنفی مصری جو صحیحین کے حافظ مشہور تھے، مصر سے سورت و راندیر آئے، وہاں سے دہلی مولوی عبدالوہاب اہل حدیث کے پاس پہنچے اوقات نماز کے متعلق ان سے مناظرہ ہو گیا، مولوی صاحب نے ان کو اپنے یہاں سے نکلوادیا، راندیر میں حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب (حال صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) نے ان کو مشورہ دیا تھا کہ دیوبند کا دارالعلوم بھی ضرور دیکھیں، دہلی میں بھی کچھ لوگوں نے دیوبند کا مشورہ دیا مگر بے چارے مایوس دپریشان تھے کہنے لگے کہ جب اہل حدیث نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا حالانکہ ان کا مذہب حنبلہ سے قریب ہے تو دیوبند تو حنفیہ کا مرکز ہے، وہاں خدا جانے کیا سلوک ہو گا، مگر لوگوں نے اطمینان دلایا اور قبل ظہر آپ دیوبند پہنچے، ظہر کی نماز دارالعلوم کی مسجد میں پڑھی، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم مہمانوں کا بہت تفقد کیا کرتے اور نمازوں میں بھی دیکھا کرتے تھے کہ کوئی نیا آدمی یا ہر کا مدرسہ کا مہمان ہو تو اس حسب حال قیام و طعام وغیرہ کا انتظام فرمائیں، چنانچہ آپ نے علامہ علی کو نووارد دیکھ کر ان کا بھی خیر مقدم کیا مہمان خانہ میں ٹھہرایا، خاطر مدارت کی اور عرب طلبہ کو جواں وقت دارالعلوم میں پڑھتے تھے، بواکر علامہ سے ملوایا، تاکہ زیادہ مانوس و منسط ہوں، علامہ پران چیزوں کا بڑا اثر ہوا، بہت خوش ہوئے اور فرمایا کے علمائے دیوبند تو بڑے مہمان نواز اور کریم انفس ہیں، یہ لوگ صحابہ گرام کے قدم بقدم چلنے والے اور مقیع سنت معلوم ہوتے ہیں، مولوی محمد سعید یمنی (متعلم دارالعلوم) نے کہا کہ یہ لوگ علم و فنون میں بھی فائق القرآن، علامہ نے کہا کہ یہ بات میں ماننے کو تیار نہیں، کیونکہ ”هم اعجم“ یہ بیچارے تو بجھی ہیں۔

عصر کی نماز کے بعد چند عرب طلبہ علامہ موصوف کو مزارات اکابر کی طرف لے گئے، ایک صاحب نے علامہ کو اقسام کا وہ نمبر دیا جس میں حضرت شاہ صاحب کا عربی قصیدہ (مرثیہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری قدس سرہ) شائع ہوا تھا، علامہ نے چالیس اپیات کا فصح و بلغ مرثیہ مذکور پڑھ کر فوراً کہا کہ اُنی تبت من اعتقادی میں اُنے اپنے خیال سے رجوع کر لیا، اس قصیدہ سے زمانہ جاہلیت کی فصاحت و بلاغت مہک رہی ہے، نہایت بلغ کلام ہے اور میں اس عالم کی زیارت کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ اس کے بعد حضرت شاہ صاحب سے سرسری ملاقات ہوئی۔

اگلے دن صبح کے وقت حضرت علامہ شیبی احمد عثمانی کا درس صحیح مسلم شا اور اثناء درس میں کچھ اعتراضات کئے، حضرت مولانا نے پورا درس عربی میں دیا اور علامہ کے جوابات بھی عربی میں دیتے رہے، علامہ متاثر ہوئے اور مولوی محمد سعید یمنی سے فرمایا کہ یہ شخص بہت بڑا عالم دین ہے، اگرچہ بعض مسائل میں میری تسلی نہ ہو سکی، اس کے بعد بخاری شریف کے درس میں پہنچے، حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی پورا درس آپ کی رعایت سے عربی میں دیا، علامہ وہاں بھی اثناء درس میں سوالات کرتے اور شاہ صاحب جوابات دیتے رہے، درس کے بعد علامہ نے کہا کہ میں نے عرب ممالک کا سفر کیا اور علماء زمانہ سے ملا، خود مصر میں کئی سال حدیث کا درس دیا ہے، ہر جگہ کے علماء سے حدیثی مباحثے کئے، مگر میں نے اب تک اس شان کا کوئی محدث عالم نہیں دیکھا، میں نے ان کو ہر طرح بند کرنے کی سعی کی، لیکن ان کے استحضار علوم، تیقظ، حفظ و اتقان، ذکاوت و وسعت نظر سے حیران رہ گیا (مولانا حکیم اعظم علی بجوری مرحوم نے یہ اضافہ بھی کیا کہ ”میں نے شاہ صاحب کے علاوہ اس درجہ کا کوئی عالم نہیں دیکھا جو امام بخاری، حافظ ابن حجر، علامہ ابن تیمیہ، ابن حزم، شوکانی وغیرہ کے نظریات پر تنقیدی نظریاً کمہ کر سکتا ہوں اور ان حضرات کی جلالت قدر کا پورا حاظر کر بحث و تحقیق کا حق ادا کر سکے۔“)

علامہ نے دارالعلوم میں تین ہفتے قیام کیا، حضرت شاہ صاحب سے برابر استفادہ کرتے رہے اور سندهدیث بھی حاصل کی، یہاں تک کہا کہ اگر میں حلف اٹھالوں کے شاہ صاحب امام ابوحنیفہ سے زیادہ علم رکھتے ہیں تو مجھے امید ہے کہ حاشش نہ ہوں گا، حضرت شاہ صاحبؒ کو اس جملہ کی خبر ہوئی تو ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ ”میں امام صاحب کے مدارک اجتہاد تک قطعاً سائی نہیں ہے۔“

علامہ نے واپسی میں بھی راندری میں حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کی اور دیوبند کے تمام واقعات و حالات سنائے اور ان سے یہ بات کہی کہ مجھے حیرت کے حضرت شاہ صاحب اتنے بڑے عالم اور امام وقت ہو کر بھی امام ابوحنفیہ کے مقلد ہیں، مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس سے ہی آپ امام صاحبؒ کے علوم کا اندازہ کریں۔

مصر پہنچ کر علامہ نے وہاں کے رسائل میں اپنا سفر نامہ شائع کیا اور علماء دیوبند کے کمالات علمی و عملی پر بھی ایک طویل مقالہ لکھا، حضرت مولانا محمد انوری کے نورانی افادات میں سے ان عشرہ کاملہ پر اکتفاء کرتا ہوں، اگرچہ دل نہیں چاہتا کہ اس ذکر جمیل کو منقر کروں۔

حضرتؒ کے باطنی کمالات

حضرت شاہ صاحب کی شان عجیب تھی اور آپ اپنے باطنی کمالات کو حتی الامکان چھپانے کی بڑی سعی فرماتے تھے، مولانا محمد انوری دام ظہم نے ہی مقدمہ بہاولپور کے مشہور تاریخی سفر میں اپنی معیت کے تقریب سے بہت کچھ لکھ دیا ہے اور چند سطریں مزید نقل کرنے پر دل مجبور کر رہا ہے۔ ”ان ایام میں اس قدر حضرتؒ کے چہرہ مبارکہ پر انوار کی بارش ہوتی رہتی تھی کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا تھا، احقر نے بارہا دیکھا کہ اندھیرے کرہے کرہے فرمائے ہیں لیکن روشنی ایسی جیسے بجلی کے قمقے روشن ہوں، حالانکہ اس وقت بجلی گل ہوتی تھی۔“

بہاولپور کی جامع مسجد میں جمع کی نماز حضرت اقدس ہی پڑھایا کرتے تھے، بعد نماز کچھ بیان بھی فرماتے تھے، ہزاراں ہزار کا مجمع رہتا تھا، پہلے جمعہ میں فرمایا: حضرات! میں نے ڈا بھیل جانے کے لئے سامان سفر کر لیا تھا کہ یہاں یک مولانا غلام محمد صاحب شیخ الجامعہ کا خط دیوبند موصول ہوا کہ شہادت دینے کے لئے بہاولپور آئیے، چنانچہ اس عاجز نے ڈا بھیل کا سفر ملتی کیا اور بہاولپور کا سفر کیا، یہ خیال ہوا کہ ہمارا نامہ اعمال تو سیاہ ہے ہی، شاید یہی بات میری نجات کا باعث بن جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا جانبدار ہو کر بہاولپور آیا تھا، بس اتنا فرمائے پر تمام مسجد میں چیخ و پکار پڑ گئی، لوگ دھاڑیں مار مار کر پھوٹ پھوٹ کر رورے تھے، خود حضرت پر ایک عجیب کیفیت و جد طاری تھی۔

یہ اس کیفیت و جد ہی کا اثر تھا کہ آپ اپنا حال چھپانے سکے اور لوگوں پر آپ کے معمولی جملوں کا اس قدر اثر ہوا، ورنہ اگر آپ اپنے باطنی کمالات کے اختفاء میں کامیاب نہ ہوتے تو یقیناً لاکھوں مریدین کا ہجوم آپ کو ہر وقت گھیرے رہتا۔

حضرت شاہ صاحبؒ جب کشمیر تشریف لے جاتے تھے تو اکثر لوگ چونکہ آپ کے خاندانی سلسلہ مشیخت سے واقف تھے، تو جس طرف چلے جاتے تھے، ہزاروں لوگ فرط عقیدت سے فرش را ہوتے اور آپ کی قدم بوئی کو اپنا شرف سمجھتے تھے، مگر حضرتؒ ان کو نہایت سختی سے ایسی تعظیم کے ارتکاب سے روکتے تھے، ایک دفعہ خود فرمایا کہ کشمیر میں مجھے جہاں یہ محسوس ہوتا کہ لوگ مجھے عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو میں کوشش کر کے ایسی جگہوں پر اپنی وقعتِ عزت کو خاص طور سے خاک میں ملاتا تھا، تاکہ لوگوں کا خیال اور سے ہٹ جائے اور لوگ مجھے صرف ایک طالب علم سمجھنے پر اکتفاء کریں۔

حضرت رائے پوری دام ظہم کا ایک ملغوظ گرامی اور بھی حضرت علامہ انوری کے واسطے سے نقل کر رہا ہوں، فرمایا کہ جن ایام میں حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی خدمت میں مدرسہ امینیہ دہلی میں پڑھتا تھا، حضرت شاہ صاحبؒ ڈیڑھ پیسے کی روٹی منگا کر کھایا کرتے تھے، سارا دن علوم و فنون کا درس دیتے، دو پھر کو شدت گرا (جون جولائی کے مہینہ) میں کتب بینی فرماتے جب کہ ہر شخص دو پھر کی نیند کے مزے لیتا تھا اور موسم سرما میں دیکھا کے بعد نماز عشاء سے صبح صادق تک مطالعہ فرمائے ہیں اور اوپر کی رزاں کہیں سے کہیں پڑی ہوئی ہے۔ مغرب سے عشاء تک ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔

اہ مولانا قاری محمد یا میں صاحب سہار پوری مدرسہ دارالعلوم دیوبند ڈا بھیل نے بتایا کہ بخار کے ایک بڑے عارف بالله دیوبند تشریف لائے اور حضرت شاہ صاحب سے ملاقات کے بعد فرمایا کہ شاہ صاحب کی نسبت نہایت ہی قوی اور ان کی عظمت ناقابل مثال ہے، محترم مولانا بنوری دام ظہم نے اکمشاف کیا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے مشائخ چشت کے طرز پر چھ ماہ تک کشمیر میں ریاضت و مجاہدہ فرمایا تھا اور یہ تمام مدت خلوت میں گزاری تھی، حضرت کی یہ زندگی بہت مخفی تھی، اس لئے اس سلسلہ کے حالات بھی کم مل سکے اور ہم نے بھی اخغا کا ضابطہ اس کے لئے مستغل عنان نہ دے کر پورا کیا ہے۔ (مرتب)

بقيه شاء اماں: حضرت علامہ عثمانی فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح ہماری آنکھوں نے شاہ صاحب کا مثل نہیں دیکھا، اسی طرح شاہ صاحب کی آنکھوں نے بھی اپنا مثل نہیں دیکھا، اگر مجھ سے پوچھتے کہ تو نے شیخ تقی الدین بن دیق العید اور حافظ ابن حجر عسقلانی کو دیکھا ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں! میں نے دیکھا ہے، کیونکہ حضرت شاہ صاحب کو دیکھا تو گویا ان کو دیکھا۔

حضرت علامہ سید سلمان ندوی نے حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات پر معارف میں لکھا تھا کہ "آپ کی مثال اس سمندر کی سی تھی جس کی اوپر کی سطح ساکن لیکن اندر کی سطح موتیوں کے گرانقدر قیمتی خزانوں سے معمور ہوتی ہے، وہ وسعت نظر، قوت حافظہ اور کثرت مطالعہ میں اس عہد میں بے نظیری تھے، علوم حدیث کے حافظ و نکتہ شناس، علوم ادب میں بلند پایہ، محققہات میں ماہر، شعر و خن سے بہرہ مندا اور زہد و تقویٰ میں کامل تھے، مرتبے دم تک علم و معرفت کے اس شہید نے قال اللہ و قال الرسول کا نعرہ بلند رکھا"۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہ نے حضرت شاہ صاحب کے جلسہ تعزیت میں تقریر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ "میں نے ہندوستان، ججاز، عراق، شام وغیرہ کے علماء اور فضلاء سے ملاقات کی اور سائل علمیہ میں ان سے گفتگو کی لیکن تبحر علمی، وسعت معلومات، جامعیت اور علوم عقلیہ و نقلیہ کے احاطہ میں شاہ صاحب کا کوئی نظیر نہیں پایا"۔

حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ حضرت شاہ صاحب کی وفات بلاشبہ وقت حاضر کے کامل ترین عالم ربانی کی وفات ہے، جن کا نظیر مستقبل میں متوقع نہیں، طبقہ علماء میں حضرت شاہ صاحب کا تبحر، کمال فضل، ورع و تقویٰ، جامعیت و استغفار مسلم تھا، موافق و مخالف ان کے سامنے تسلیم و انقیاد سے گردان جھکاتا تھا۔

حضرت علامہ محدث مولانا سید اصغر حسین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے جب مسئلہ فقہ میں کوئی دشواری پیش آتی ہے تو کتب خانہ دارالعلوم کی طرف رجوع کرتا ہوں، اگر کوئی چیز مل گئی تو فبھا اور نہ پھر حضرت شاہ صاحب سے رجوع کرتا ہوں، شاہ صاحب جو جواب دیتے اسے آخری اور تحقیقی پاتا اور اگر حضرت شاہ صاحب نے کبھی یہ فرمایا کہ میں نے کتابوں میں یہ مسئلہ نہیں دیکھا تو مجھے یقین ہو جاتا کہ اب یہ مسئلہ نہیں ملے گا اور تحقیق کے بعد ایسا ہی ثابت ہوتا تھا، مولانا شاء اللہ صاحب امر ترمی، حضرت شاہ صاحبؒ کے بڑے مدائح تھے اور شاہ صاحب کی خدمت میں دیوبند آکر مستفید بھی ہوتے تھے، مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو مجسم علم دیکھنا ہو تو شاہ صاحب کو دیکھ لے، مولانا اسماعیل صاحب گوجرانوالہ کا قول ہے کہ شاہ صاحب تو حافظ حدیث ہیں۔

علامہ محقق، محدث و مفسر شیخ کوثریؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ کی بعض تالیفات کا مطالعہ کر کے فرمایا کہ احادیث سے دیقق مسائل کے اتنباط میں شیخ ابن ہمام صاحب فتح القدیر کے بعد ایسا محدث و عالم امت میں نہیں گزر اور یہ کوئی کم زمانہ نہیں ہے"۔

سلطنت ٹرکی کے سابق شیخ الاسلام مصطفیٰ صبری نے "مرقاۃ الطارم" دیکھ کر فرمایا کہ "میں نہیں سمجھتا کہ فلسفہ و کلام کے دقائق کا اس انداز سے سمجھنے والا اب بھی کوئی دنیا میں موجود ہیں جتنا کچھ آج تک اس موضع پر لکھا جا چکا ہے اس رسالہ کو اس سب پر ترجیح دیتا ہوں اور اسفار اربعہ شیرازی کی ان چار مجلدات کبیرہ پر بھی"۔ (فتح العنبر)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہار پوری اپنی مشہور و مقبول تصنیف "بذل الجہود" کی مشکلات میں آپ سے رجوع فرماتے تھے، علامہ محدث نیوی نے اپنی پوری تصنیف آثار السنن حضرت شاہ صاحبؒ کے ملاحظے سے گزاری اور آپ کے علمی مشوروں اور اصلاحات سے مستفید ہوتے رہے۔

ایک دفعہ صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب علی گڑھ سے دیوبند آئے اور حضرت شاہ صاحبؒ کے درس صحیح مسلم میں بیٹھے تو کہا کہ آج تو آکسپرڈ اور کمپریج کے پچھر ہال کا منظر سامنے آگیا تھا، یورپ کی ان یونیورسٹیوں میں پروفیسرؤں کو جیسے پڑھاتے ہوئے میں نے دیکھا ہے، آج ہندوستان میں میری آنکھوں نے اسی تماشے کو دیکھا۔

علامہ اقبال مرحوم نے اصول اسلام کی ارواح کو سمجھنے میں حضرت شاہ صاحبؒ سے بہت زیادہ استفادہ کیا تھا، اس لئے حضرت سے بہت زیادہ تعلق رکھتے تھے اور جب شاہ صاحبؒ نے دارالعلوم سے علیحدگی اختیار فرمائی تو حضرت کو لاہور بلانے کی بھی انتہائی سعی کی تھی، لاہور کے تعزیتی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ اسلام کی ادھر کی پانچ سو سالہ تاریخ شاہ صاحبؒ کا نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، وغیرہ وغیرہ آراء اکابر و معاصرین جن کا ذکر اس مختصر میں نہیں ہو سکتا۔

بے نظیر قوت حافظہ و سرعت مطالعہ وغیرہ

حضرت شاہ صاحبؒ کا جس طرح علم و فضل، تبحر، و سمعت مطالعہ، زہد و تقویٰ بے نظیر اور نمونہ سلف تھا اس طرح قوت حافظہ بھی بے مثل تھی اور وہ گویا ان منکرین حدیث کا جواب تھی جو محدثین کے حافظہ پر اعتماد نہ کر کے ذخیرہ حدیث کو مشتبہ نظرؤں سے دیکھتے ہیں، حضرت شیخ الاسلام مولانا محدثی نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ ”جب میں کسی کتاب کا سرسری نظر سے مطالعہ کرتا ہوں اور اس کے مباحث کو محفوظ رکھنے کا ارادہ بھی نہیں ہوتا، تب بھی پندرہ سال تک اس کے مضمایں مجھے محفوظ رہ جاتے ہیں۔“

سرعت مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ مند احمد (مطبوعہ مصر) کے روزانہ دو صفحات کا مطالعہ فرمایا اور وہ بھی اس شان سے کہ اس عظیم الشان ذخیرہ میں سے احناف کی تائید میں جس قدر احادیث ہو سکتی تھیں وہ بھی منتخب اور محفوظ کر لیں اور پھر جب بھی درس مند کی احادیث کا حوالہ دینا ہوتا تو ہمیشہ بغیر مراجعت کے دیتے تھے اور رواۃ و طبقات پر بھی بے تکلف بحث فرماتے تھے، صرف آخر عمر میں ایک بار پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے متعلق احادیث کو جمع کرنے کے لئے مند کا مطالعہ فرمایا تھا۔

شیخ ابن ہمام کی فتح القدير مع تکملہ (۸ جلد) کا مطالعہ میں روز میں کیا تھا اس طرح کہ کتاب الحج تک اس کی تلخیص بھی فرمائی اور ابن ہمام نے صاحب پدایہ پر جو اعتراضات کئے ہیں اپنے خلاصہ میں ان کے مکمل جوابات بھی تحریر فرمائے اور پھر مدت العمر فتح القدير سے مذاہب و مباحث نقل کرنے میں مراجعت کی ضرورت پیش نہیں آئی، ایک دفعہ خود بھی درس میں بطور تحدیث نعمت فرمایا کہ ۲۶ سال قبل فتح القدير دیکھی تھی، الحمد للہ اب تک مراجعت کی ضرورت نہیں ہوئی، جو مضمون اس کا بیان کروں گا، اگر مراجع کرو گے تو تفاوت بہت کم پاؤ گے۔

سنن بیہقی اور حضرت شاہ صاحب

سنن بیہقی قلمی کا مطالعہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے یہاں کیا تھا، تیس سال کے بعد ڈا بھیل میں ایک روز فرمایا کے حافظ ابن حجر نے ایک جگہ کچھ دلائل حنفیہ کے خلاف بیہقی سے جمع کئے ہیں، میں نے جو سنن بیہقی کا گنگوہ میں دیکھا تھا، اس میں وہ چیزیں نہ تھیں، پھر جب سنن بیہقی حیدر آباد سے چھپ کر آئی تو اس میں وہ چیزیں موجود تھیں، لیکن اب میں اس نظریہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت گنگوہی والا قلمی سنن زیادہ صحیح تھا اور اس کے شواہد دلائل میں اپنی یادداشت میں جمع کر رہا ہوں۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی دریافت مذکور جس قدر اہم ہے محتاج بیان نہیں، جس وقت سے حضرت کا یہ محفوظ گرامی اپنی یادداشت میں دیکھا رقم الحروف بر ابر اس فکر میں صرگردان ہے کہ کسی طرح وقت ملے فتح الباری سے وہ مقام متین کروں، دوسرا مرحلہ حضرت گنگوہی والے قلمی نسخہ کا ہے، گنگوہ خط لکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہی کی سب کتابیں کتب خانہ دارالعلوم کو منتقل ہو گئی تھیں، یہاں کتب خانہ تلاش کیا تو اس

سن بیہقی کا کوئی وجود نہیں کچھ سمجھے میں نہیں آتا کہ اس عظیم الشان دریافت کو کس طرح کارامہ بتایا جائے، کاش! حضرت مولانا محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری اور دوسرے خصوصی تلامذہ حضرت اُس مہم کو سر کریں، نہایت افسوس ہے کہ حضرت کی زندگی میں اس کا خیال نہ ہوا کہ اس مقام کو متین کرالیتا اور یادداشت سے وہ قرآن بھی نقل ہو سکتے، حضرت کی یادداشتوں کے تین بکس تھے جو سب ضائع ہوئے اور اب "الاتحاف" (حوالی آثار السنن) مطبوعہ رسائل و امامی اور اپنی یادداشتوں کے سوا کوئی چیز سامنے نہیں ہے۔

حذف والحاقد کی نشاندہی

حذف والحاقد کے سلسلہ کی نشاندہی نہایت ہی اہم ترین و مشکل ترین خدمت ہے جو علامہ کوثری مرحوم اور حضرت شاہ صاحبؒ جیسے ہی بخور العلوم کا منصب تھا اب اگر اس سلسلہ کے باقیہ گوشوں کی تکمیل کا فرض ہم لوگ انجام دے لیں تو وہ بھی عظیم الشان علمی حدیثی خدمت ہے۔ حضرت کی قوت حافظ کے سلسلہ میں آپ کے تلمیذ خاص مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی یہ تحقیق بھی قابل ذکر ہے کہ مجموعی طور سے حضرت شاہ صاحبؒ کو میں کم چالیس ہزار عربی کے اشعار ایسے یاد تھے کہ جس وقت چاہتے ان میں سے ناکہتے تھے، فارسی اشعار بھی بکثرت یاد تھے، بلکہ اردو کے بھی اونچے شعراء کا کلام یاد تھا، ایک دفعہ راقم الحروف کی موجودگی میں غالب کے بہت سے اشعار نہیں۔

فقہ حنفی اور حضرت شاہ صاحبؒ

درس میں جب مسائل خلافیہ پر کلام فرماتے تو جا بجا شیخ اسنہام کی تحقیقات مع نقض و ابرام نقل فرمانے کی عادت تھی، فتح القدير نہایت دقیق و غامض کتاب ہے جو فقه و اصول کے دقائق و غواصوں اور صولحدیث کی مشکلات پر مشتمل ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ نے جو جہاں کے ایک اعتراض کا جواب ابن ہمام ہی کی تحقیق سے دیا ہے۔ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ بھی عادت مبارکہ تھی کہ جن مسائل میں حافظ ابن حجر کے اعتراضات کا جواب حافظ عینی سے پورا نہ ہو سکا تھا ان کی تکمیل درس میں بھی کافی و شافی جوابات دے کر فرماتے تھے۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی (حال استاذ حدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ) کا بیان ہے کہ جس سال ہم نے حضرت شاہ صاحبؒ سے دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث پڑھا تھا (یہ سال حضرت کی دارالعلومی زندگی کا آخری سال تھا) ایک روز بعد عصر طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”ہم نے اپنی زندگی کے پورے تیس سال اس مقصد کے لئے صرف کئے کہ ”فقہ حنفی“ کے موافق حدیث ہونے کے بارے میں اطمینان حاصل کر لیا جائے، الحمد للہ اپنی اس تیس سالہ محنت اور تحقیق کے بعد میں اس بارے میں مطمئن ہوں کہ ”فقہ حنفی“ حدیث کے مخالف نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس مسئلہ میں مخالفین احتفاج سے درجہ کی حدیث سے استناد کرتے ہیں، کم از کم اسی درجہ کی حدیث اس مسئلہ کے متعلق حنفی مسک کی تائید میں ضرور موجود ہے اور جس مسئلہ میں حنفی کے پاس حدیث نہیں ہے اور اس لئے وہ اجتہاد پر اس کی بنیاد رکھتے ہیں، وہاں دوسروں کے پاس بھی حدیث نہیں ہے۔“

زبان اردو و انگریزی کی اہمیت

اسی تقریر میں یہ بھی فرمایا تھا کہ ”میں نے اپنے عربی و فارسی ذوق کو حفظ کے لئے ہمیشہ اردو لکھنے پڑھنے سے احتراز کیا، یہاں تک کہ عام طور سے اپنی خط و کتابت کی زبان بھی میں نے عربی و فارسی ہی رکھی، لیکن اب بھی اس پر بھی افسوس ہے، ہندوستان میں اب دین کی

خدمت اور دین سے دفاع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس مہارت پیدا کی جائے اور باہر کی دنیا میں دین کا کام کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انگریزی زبان کو ذریعہ بنایا جائے، میں اس بارے میں آپ صاحبان کو خاص طور سے وصیت کرتا ہوں۔

فقہ میں آپ کا ایک خاص اصول

مولانا موصوف ہی ناقل ہیں کہ ایک موقع پر فرمایا: ”اکثر مسائل میں فقہ حنفی میں کئی کئی اقوال ہیں اور مرجحیں واصحاب فتاویٰ مختلف وجوہ و اسباب کی بناء پر ان میں سے کسی ایک قول کو اختیار کرتے اور ترجیح دیتے ہیں، میں اس قول کو زیادہ وزنی اور قابل ترجیح سمجھتا ہوں جو از روئے دلائل زیادہ قوی ہو یا جس کے اختیار کرنے میں دوسرے ائمہ مجتہدین کا اتفاق زیادہ حاصل ہو جاتا ہو۔“

پھر فرمایا کہ ”میرا پسندیدہ اصول تو یہی ہے، لیکن دوسرے اہل فتویٰ جو اپنے اصول پر فتویٰ لکھتے ہیں ان کی بھی تصدیق اس لحاظ سے کرو دیتا ہوں کہ از روئے فقہ حنفی وہ جواب بھی صحیح ہے۔“

حضرت مولانا نعمانی نے حضرت شاہ صاحب کی خاص تحقیق اختلاف مطالع کے بارے میں بھی نقل کی ہے جو حضرت سے ہم نے سنی ہے کہ عام مصنفین فقہاء سے تعبیر میں کوتا ہی ہوئی ہے اور اصل مسئلہ حنفیہ کا یہ ہے کہ ایک اقیم کے اندر اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں، کیونکہ مشرق و مغرب کے درمیان اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنا، بدایہ غلط ہے، مولانا نے اپنی یاد سے بدایہ الجہد اور بداع الصنائع کا حوالہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دام ظہرہم (تمیذ خاص حضرت شاہ صاحب و مہتمم دارالعلوم) کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب نے تحدیث ثابت کے طور پر فرمایا ”بھائی اس زمانہ کے علمی فتنوں کے مقابلہ میں جس قدر ہو سکا ہم نے سامان جمع کر دیا ہے، بالخصوص فقہ حنفی کے مأخذ و مناشی کے سلسلہ میں آپ نے حدیثی ذخیرہ بہت کافی وافی جمع فرمادیا، پھر بھی قیام ڈا بھیل کے زمانہ میں اور خصوصیت سے آخری سال کے درس بخاری میں فقہی و حدیثی تحقیقات کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا اور ترجیح مذہب حنفی و تطہیق روایات میں عمر بھر کے علم کا نچوڑ پیش فرمایا جس کو اماماء کرنے والوں نے املا کیا (خدا کے فضل سے راقم الحروف مرتب انوارالباری کو بھی یہ سعادت نصیب ہوئی کہ حضرت کے آخری دوسرا اول کے درس بخاری میں شرکت کی اور تقریر قلم بند کرنے موقعہ ملائکہ مجلس علمی کی تقریب سے ہر وقت حضرت سے قریب تر ہنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔)

تائید مختارات امام اعظم

تائید مذہب حنفی کے غیر معمولی اہتمام کی توجیہ کرتے ہوئے گاہ گاہ یہ بھی فرماتے تھے کہ عمر بھر امام ابوحنیفہؓ کی نمک حرائی کی ہے اب مرتے وقت جی نہیں چاہتا کہ اس پر قائم رہوں، چنانچہ کھل کر پھر ترجیح مذہب کے سلسلہ میں اچھوتے اور نادر روزگار علوم و معارف اور نکات و لٹائیں ارشاد فرمائے جس سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ من جانب اللہ آپ پر مذہب حنفی کی بنیاد میں منکشف ہو گئی تھیں اور ان میں شرح صدر کی کیفیت ہو چکی تھی جس کے اظہار پر آپ گویا ممور یا مجبور تھے۔

حضرت مہتمم صاحب کی رائے ہے کہ حسب ضرورت پہلے آپ روایات فقیہ میں بھی تطہیق و توفیق کے خیال سے صاحبین کا قول اختیار فرمائیتے تھے تاکہ خروج عن الخلاف کی صورت بن جائے، مگر آخر میں طبیعت کا رجحان صرف اقوال امام اعظم کی ترجیح و اختیار کی جانب ہو چکا تھا اور یہ بلاشبہ اس کی دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہؓ کی خصوصیات کے بارے میں حق تعالیٰ نے آپ کو شرح صدر عطا فرمادیا تھا اور وہ بالآخر اسی ٹھیکیہ لکیری پر جم کر چلنے لگے تھے جس پر آپ کے شیوخ سرگرم رفتارہ چکے تھے، میں نے حضرت شیخ الہندؒ کا مقولہ سنائے کہ جس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؓ غفرد ہوتے ہیں اور ائمہ ثلاثہ میں کوئی ان کی موافقت نہیں کرتا، اس میں ضرور بالضرور پوری قوت سے امام صاحب کا اتباع کرتا ہوں، اور سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ میں ضرور کوئی ایسا واقعہ ہے جس تک امام صاحب ہی کی نظر پہنچ سکی ہے اور پھر حق تعالیٰ اس دقيقہ کو منکشف بھی فرمادیتا

ہے یہ مقولہ امام ابوحنیفہ کے اس مسلک کے ذیل میں فرمایا تھا کہ قضاۓ قاضی ظاہر اور باطن نافذ ہو جاتی ہے، فرمایا کہ اس مسئلہ میں بالضرور امام صاحبؒ ہی کی پیروی کروں گا، کیونکہ اس میں وہ منفرد ہیں، اور یہ تفرد ہی اس کی ولیل ہے کہ اس میں کوئی ایسی دقيق بنیاد ان پر منکشف ہوئی ہے جہاں تک دوسروں کی نگاہیں پہنچ سکی ہیں، اسی قسم کا مضمون حضرت نانو توی قدس سرہ سے بھی منقول ہے۔

شاید حضرت شاہ صاحب قدس سرہ پر آخری عمر میں یہی نکتہ منکشf ہوا جوان کے شیوخ پر منکشf ہوا تھا اور اس کے خلاف توسع کو وہ امام ابوحنیفہ سے نمکحرامی سے تعبیر فرمائے۔

حضرت مہتمم صاحب دامت فیوضہم کی مذکورہ بالا تحقیق اینق آپ کی اعلیٰ جودت فکر اور حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم سے غیر معمولی تناسب کی بین دلیل ہے، کاش! اسی ضبط کردہ تقریر درس ترمذی و بخاری ضائع نہ ہوتی اور مشتا قان علوم انوری اس سے مستفید ہوتے۔

حضرت شاہ صاحب اور علم اسرار و حقائق

بع قول حضرت مولانا نعمنی آپ بلاشبہ اس دور کے شیخ اکبر تھے، شیخ اکبر کے علوم سے آپ کو خاص مناسبت بھی تھی اور ان کے بہت سے نہایت اعلیٰ اور قیمتی زیادہ تر ”فتواتِ مکیہ“ کے حوالہ سے درس میں بیان فرمایا کرتے تھے، قیام دارالعلوم کے زمانہ میں مولانا عبد اللہ صاحب، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتابیں زیادہ دیکھا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب نے پوچھا کہ آپ شیخ اکبر کی کتابیں بھی دیکھتے ہیں یا نہیں؟ کہا کہ نہیں! تو آپ نے فرمایا تھا کہ ان کو بھی دیکھئے! یہ چھوٹے چھوٹے دریا ہیں اور وہ سمندر ہیں، یہ واقعہ آپ نے ڈا بھیل میں سنایا تھا۔

حضرت شاہ صاحب کے درس حدیث کی خصوصیات

حضرت الاستاذ الحضرت مولانا العلام محمد ادریس صاحب کاندھلوی دام ظلہم سابق استاذ دارالعلوم حال شیخ الحدیث جامع اشرفیہ لاہور نے تحریر فرمایا کہ حضرتؒ کے درس کی شان عجیب تھی جس کو اب دکھلانا تو ممکن نہیں، البتہ بتلانا کچھ ممکن ہے۔

(۱) درس حدیث میں سب سے اول اور زیادہ توجہ اس طرف فرماتے تھے کہ حدیث نبوی کی مراد باعتبار قواعد عربیت و بلاغت واضح ہو جائے، حدیث کی مراد کو علمی اصطلاحات کے تابع بنانے کو بھی پسند نہ فرماتے تھے، کیونکہ اصطلاحات بعد میں پیدا ہوئیں اور حدیث نبوی زماناً اور جگہ مقدم ہے، حدیث کو اصطلاح کے تابع کرنا خلاف ادب ہے، چنانچہ اس ناجائز نے "تعليق الصحيح" میں بھی اسی ہدایت کو ملحوظ رکھا اور حافظ تور بشیٰ و علامہ طیبی کی شروح سے بھی تمام لطائف و نکات اخذ کر کے اپنی شرح میں درج کئے ہیں۔

(۲) خاص خاص موضع میں حدیث نبوی کا مأخذ قرآن کریم سے بیان فرماتے اور اسی مناسبت سے بہت سی مشکلات قرآنی کی حل فرمادیتے تھے۔

(۳) حسب ضرورت اسماء الرجال پر کلام فرماتے، خصوصاً جن روایات کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہوتا، تو اس جرح و تعدیل کے اختلاف کو نقل کر کے اپنی طرف سے ایک قول فیصل بتلاتے ہیں کہ یہ راوی کس درجہ میں قابل قبول ہے، اس کی روایت حسن کے درجہ میں ہے یا صحیح کے یا قابل رد ہے، یا قابل انعامض یا لائق مساحت؟ اور انعامض و مساحت میں جو فرق ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں، زیادہ تر فیصلہ کا طریقہ یہ بھی رکھتے کہ جب کسی راوی کی جرح و تعدیل میں اختلاف ہوتا تو یہ بتلاتے ہیں کہ یہ راوی ترمذی کی فلاں سند میں واقع ہے اور امام ترمذی نے اس روایت کی تحسین پاچھے فرمائی ہے۔

(۲) فقہ الحدیث پر جب کلام فرماتے تو اولاً آئمہ اور بعد نقل فرماتے اور پھر ان کے وہ دلائل بیان فرماتے جو ان مذاہب کے فقہا کے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہوتے پھر ان کا شافی جواب اور امام اعظم کے مسلک کی ترجیح بیان فرماتے تھے۔

حفیت کے لئے استدلال و ترجیح میں کتاب و سنت کے تبادلہ اور سیاق و سبق کو پورا ملاحظہ رکھتے اور اس بات کا خاص لحاظ رکھتے کہ

شریعت کا نشانہ و مقصد اس بارے میں کیا ہے، اور یہ حکم خاص شریعت کے احکام کلیہ کے تو خلاف نہیں، شریعت کے مقاصد کلیہ کو مقدم رکھتے اور احکام جزئیہ میں اگر بے تکلف توجیہ ممکن ہوتی تو کرتے ورنہ قواعد کلیہ کو ترجیح دیتے جو طریقہ فقہا کرام کا ہے۔

(۵) نقل مذاہب میں قدماء کی نقول پیش فرماتے اور ان کو متاخرین کی نقول پر مقدم رکھتے، آئمہ اجتہاد کے اصل اقوال پہلے نقل فرماتے پھر مشائخ کے اقوال ذکر فرماتے تھے۔

(۶) مسائل خلافیہ میں تفصیل کے بعد یہ بھی بتلاتے کہ اس مسئلہ میں میری رائے یہ ہے، گواہ ایک قسم کا فیصلہ ہوتا جو طلبہ کے لئے موجب طمائیت ہوتا۔

(۷) درس بخاری میں تراجم کے حل کی طرف خاص توجہ فرماتے، اولاً بخاری کی غرض و مراد واضح فرماتے بہت سے موقع میں حل تراجم میں شارحین کے خلاف مراوغ فرماتے تھے، ثانیاً یہ بھی بتلاتے کہ اس اس ترجمۃ الباب میں امام بخاری نے آئمہ اربعہ میں سے کس امام کا مدد ہب اختیار فرمایا اور پوری بخاری آپ سے پڑھنے کے بعد واضح ہوتا کہ سواء مسائل مشہورہ کے اکثر جگہ امام بخاری نے امام ابوحنیفہ اور امام مالک کی موافقت کی ہے۔

(۸) حافظ ابن حجر عسقلانی چونکہ امام شافعی کے مقلد ہیں، اس لئے امام شافعی کی تائید میں جا بجا امام طحاوی کے اقوال اور استدلال نقل کر کے اس امر کی پوری سعی کرتے ہیں کہ امام طحاوی کا جواب ضرور ہو جائے، بغیر امام طحاوی کا جواب دیئے گزر نے کو حافظ عسقلانی یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے حق شافعیت ادا نہیں کیا، درس میں حضرت شاہ صاحب کی کوشش یہ تھی کہ مسائل فقیہ میں بغیر حافظ کا جواب دیئے نہ گزریں۔

(۹) اسرار شریعت میں شیخ محبی الدین بن عربی اور شیخ عبدالوہاب شعرانی کا کلام زیادہ فرماتے تھے۔

(۱۰) درس کی تقریر موجز و مختصر مگر نہایت جامع ہوتی تھی (جس سے ذی علم مستفید ہو سکتے تھے) ہر کس ونا کس کی سمجھی میں نہیں آسکتی تھی۔

محمد شین سلف کی یاد

خلاصہ یہ کہ آپ کے درس میں بیٹھ کر محمد شین سلف کی یادتاہ ہوتی تھی، جب سو ن حدیث پر کلام فرماتے تو یہ معلوم ہوتا کہ امام طحاوی یا بخاری و مسلم بول رہے ہیں، فقه الحدیث میں بولتے تو امام محمد بن الحسن الشیعی میں معلوم ہوتے، حدیث کی بلاغت پر گویا ہوتے تو تفتیازانی و جرجانی کا خیال گزرتا، اسرار شریعت بیان فرماتے تو ابن عربی و شعرانی کا گمان ہوتا تھا، انتی ما افادہ الا سادا جلیل الحمد ثانیبل الکاندھلوی دامت فیضوہم۔

حضرت شاہ صاحب بخاری و فتح الباری کے گویا حافظ تھے

حضرت شاہ صاحب[ؒ] نے تیرہ مرتبہ پوری بخاری شریف کا مطالعہ فرمایا تھا اس طرح کہ ایک ایک لفظ پر غور فرمایا تھا، پوری بخاری کے گویا حافظ تھے اور ایک حدیث کے جتنے ملکڑے مختلف موضع میں امام بخاری لائے ہیں، آپ کو حفظ تھے چنانچہ درس میں یہ معمول تھا کہ پہلے قطعہ پر پوری حدیث کی تقریر فرمادیتے تھے اور یہ بھی بتلاتے تھے کہ آگے فلاں فلاں موقع میں امام بخاری اس اس غرض سے اس کے باقی قطعات لائے ہیں پھر دوسرے قطعات پر گزرتے تو تنبیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس حدیث کے پورے مباحث بیان کرایا ہوں۔

اسی طرح فتح الباری کے بھی گویا آپ حافظ تھے، حافظ نے بھی حدیث کے مختلف ملکڑوں پر جگہ جگہ کلام کیا ہے، حضرت شاہ صاحب[ؒ] کی نظر ان سب پر بیک وقت ہوتی تھی، لہذا سب پر تبصرہ کرتے تھے، اور غیر مظاہن میں بھی کسی سبب یا مصلحت سے حافظ نے احادیث ذکر کی ہیں تو ان پر بھی حضرت تنبیہ فرمادیا کرتے تھے، حضرت حماد بن ابی سلیمان (استاذ امام اعظم) کو رجال بخاری میں نہیں سمجھا جاتا، تہذیب التہذیب میں خ کا نشان نہیں ہے، صرف نہ ہے جو الادب المفرد للبخاری کا نشان ہے، تقریب میں نہ کے علاوہ خت بھی ہے یعنی تعلیقات بخاری کا

شان، خ اس میں بھی نہیں ہے لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے تیل الفرقدین کے ص ۸۰ پر ان کو فتح الباری ہی کے باب الشہد کے حوالے سے بعض نسخ صحیح بخاری کے لحاظ سے بھی رجال بخاری میں سے قرار دیا ہے۔

ایک نہایت محترم فاضل محدث نے مقدمہ انوارالباری حصہ اول دیکھ کر مجھے لکھا کہ تم نے حماد بن ابی سلیمان کو رجال بخاری میں لکھ دیا جو غلط ہے اس کی صحیح ہونی چاہئے تو اول توبیہ ان کا مغالطہ تھا، کیونکہ میں نے صرف اتنا لکھا تھا کہ امام بخاری و مسلم ان سے روایت کرتے ہیں، چنانچہ نسخ کا نشان اس امر کی صحت کے لئے کافی ہے، صحیح بخاری میں روایت کرنے کا ذکر میری عمارت میں نہیں تھا، دوسرے حضرت شاہ صاحب کی مذکورہ بالا دریافت کی روشنی میں تو وہ رجال بخاری ہی کے زمرہ میں آ جاتے ہیں، واللہ اعلم و علمہ اتم و حکم۔

دورہ حدیث دیوبند

حضرت مولانا گیلانی نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کا طرز درس صحاح ستہ، طریقہ سرد کہلاتا تھا جس کے تقریباً ہم معنی دورہ حدیث کا لفظ رائج ہوا، وہ طریقہ یہ تھا کہ طالب علم حدیثوں کو پڑھتا جاتا اور استادستا جاتا تھا، درمیان میں خاص اہم بات کا ذکر ضروری معلوم ہوا تو کر دیا گیا، شاہ صاحب کے زمانہ کے حساب سے دارالعلوم والے دورے یا طریقہ سرد میں اتنی ترمیم ہوئی کہ اہل حدیث کا نیا فرقہ ہندوستان میں جواہر کھڑا ہوا تھا اور حنفی مذہب کے متعلق یہ شہرت دینے لگا کہ کلیہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کے خلاف امام ابوحنیفہ نے اپنے ذاتی قیاسات سے اسلامی شریعت کا ایک مستقل نظام قائم کر دیا تھا، اسی مغالطہ کے ازالہ کے لئے اکابر دیوبند میں سب سے پہلے حضرت مولانا گنگوہیؒ نے حدیث کے درس میں اس التزام کا اضافہ کیا کہ حنفی مذہب کے جن مسائل کے متعلق فرقہ اہل حدیث نے مشہور کر رکھا ہے کہ صریح حدیثوں کے وہ مخالف ہیں ان کے الزام کا سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا جائے۔

دارالعلوم دیوبند میں طریقہ سرد کے ساتھ اس التزام کو باقی رکھا اور بحمد اللہ اب تک اس کا سلسلہ جاری ہے، اگرچہ وہ محاذ جواہل حدیث طبقہ نے قائم کیا تھا وہ ثوٹ پھوٹ کر ختم ہو چکا ہے، لیکن مبادا کہ یہ فتنہ سراہٹی دارالعلوم میں اب تک تروتازہ حالت میں درس حدیث کا یہ التزام زندہ وہ پاسندہ ہے، اور جہاں تک میرا خیال ہے اس کو اسی طرح جاری رکھنا چاہئے کہ اس سے جامہ تقلید کی سمیت کا ازالہ بھی ہوتا رہتا ہے اور حنفی مسلک بھی علمی بصیرت کے ساتھ قائم رہتا ہے، پھر بقول حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دام ظلہم حضرت شاہ صاحبؒ کے درس حدیث میں کچھ ایسی امتیازی خصوصیات نمایاں ہوئیں جو عام طور سے دروس میں نہ تھیں اور حضرت شاہ صاحبؒ کا انداز درس درحقیقت دنیا نے درس و تدریس میں ایک انقلاب کا باعث ثابت ہوا، اولًا آپ کے درس حدیث میں رنگ تحدیث غالب تھا، فقد حنفی کی تائید و ترجیح بلاشبہ ان کی زندگی تھی لیکن رنگ محدثانہ تھا، فہی مسائل پر بہت کافی اور سیر حاصل بحث فرماتے، لیکن انداز بیان سے یہ کبھی مفہوم نہیں ہوتا تھا کہ آپ حدیث کو فقہی مسائل کے تابع کر رہے ہیں اور کہیج تان کر حدیث کو فقہ حنفی کی تائید میں لانا چاہتے ہیں بلکہ یہ امر صاف واضح ہوتا تھا کہ آپ فقہ کو بحکم حدیث قبول کر رہے ہیں، بالفاظ دیگر (آپ کی تقریر سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ) گویا حدیث کا سارا ذخیرہ فقہ حنفی کو اپنے اندر سے نکال کر پیش کر رہا ہے اور اسے پیدا کرنے کے لئے نمودار ہوا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ الفاظ حدیث میں تاویل کو بھی پسند نہ فرماتے تھے، آپ کا ارشاد تھا کہ میں تاویل نہیں کرتا بلکہ توجیہ یا تطبیق کرتا ہوں، یعنی روایت کے تمام الفاظ جو مختلف انداز میں ذخیرہ حدیث میں وارد ہوئے ہیں، ان سب کو سامنے رکھ کر ایک معنی معین کرتا ہوں اور جس جملہ کا جو حقیقی محل ہے اس کو اسی پر منطبق کرتا ہوں۔

بے نظیر تحریر اور خاموشی طبع

بقول حضرت مولانا بنوری دام فیضہم، حضرت شاہ صاحبؒ کے بے نظیر تحریر اور کمال علمی کے ساتھ یا امر حیرت انگیز تھا کہ جب تک کوئی

شخص خود مسئلہ دریافت نہ کرے، اپنی طرف سے کبھی سبقت نہ فرماتے، البتہ جواب کے وقت وہ خاموش سمندر موجیں مارنے لگتا تھا۔

تقریباً یہی حال ہم لوگوں نے بزماتہ قیام مصر ۳۸ھ علامہ کوثریؒ کا بھی دیکھا ہے، علامہ شنقیطیؒ استاذ حدیث جامع ازہر کے یہاں بہت دفعہ ہم لوگ جمع ہوئے، دوسرے ممتاز علماء مصر بھی ہوتے اور علامہ کوثریؒ بھی، علمی بحثیں چھڑ جاتیں، علامہ کوثری خاموش بیٹھے سناتے، پھر جب آپ کو بولنا پڑا تو سب خاموش و مبخود ہو کر علامہ کوثری کے ارشادات سنتے تھے اور نہایت قیمتی علمی نوادر بیان فرماتے ہوئے علامہ پوری مجلس پر چھا جاتے تھے، ہمارے حضرت شاہ صاحب میں یہ بات مزید تھی کہ حضرت نانو تویؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کی طرح اپنے کو چھپانے کی انتہاء سے زیادہ کوشش فرمائیں کہ چند تصنیف بھی شدید ضرورتوں سے مجبور ہو کر کیں، ورنہ ان تینوں حضرات کی کئی کمی سوکتا میں ہوتیں۔

حضرت شاہ صاحب کا طرز تالیف

غالباً حضرت نے اپنی دلی رغبت و خواہش سے بجز عقیدۃ الاسلام، کفار المحمدین و ضرب الخاتم کے کبھی تصنیف کا ارادہ نہیں فرمایا، ان کتابوں میں فتنۃ قادریانیت والخاد سے متاثر ہو کر کچھ رجحان تالیف کا ضرور ہوا تھا، مسائل خلافیہ میں جو کچھ لکھا وہ بھی ہندوستان کے بے الصاف غیر مقلدوں کی چیرہ دستیوں سے نکل آ کر لکھا۔

دارالعلوم دیوبند میں حضرت شاہ صاحب کو ۲۷ھ میں روک کر قیام پر آمادہ کرنے کی بھی ایک بڑی غرض بقول حضرت مہتمم صاحب دام ظلہم کے یہ تھی کہ آپ سے ترمذی و بخاری کی شروع لکھوائی جائیں مگر حضرت کا مزاج ایسی نمایاں خدمات کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتا تھا نہ ہوا، عادت مبارکہ کی تھی کہ حاصل مطالعہ سے یادداشتیں لکھا کرتے تھے اور پورے اسلامی لشیچر کا مطالعہ فرمائیں کر ان کے گرائ قدر نوادر اپنی یادداشتیں میں قلم بند کر گئے تین بکس یادداشتیوں سے بھر گئے تھے جو اگر آج موجود ہوتیں تو ان ہی سے آپ کے لاکن تلامذہ سینکڑوں کتابیں مرتب کردیتے، مگر قدرت کو صرف یہی منظور تھا کہ حضرت شاہ صاحب اپنا ذوق مطالعہ پورا فرمائیں، یادداشتیوں کے گذے لگا کر بکس بھر جائیں اور ہم محروم ان قسمت کے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے، الاما شاء اللہ۔

بظاہر حضرت شاہ صاحبؒ کے مقتضم وجود سے ناشکری کا جو برتأو ۳۶ھ میں حالات کی تامساعت سے پیش آیا، اس کی سزا پوری امت کو ملی، حضرت امام اعظمؐ کے وقت سے اب تک کے جو علمی حدیثی خزینے پوشیدہ چلے آرہے تھے اور حضرت شاہ صاحب نے ۳۰، ۳۰ سال کی شب و روز کی سعی سے جوان سب کو اپنی یادداشتیوں کے ذریعے منظر عام پر لانے کا سامان کیا تھا وہ ہماری ہی کسی کی وجہ سے بروئے کارتہ آسکا، حضرت امام اعظمؐ کے حالات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ آپ کے پاس ذخیرہ حدیث کے بہت سے صندوق تھے اور ایک گھر بھی حدیث کی کتابوں سے بھرا ہوا تھا مگر صرف بقدر ضرورت احکام کی احادیث نکالتے اور روایت فرماتے تھے، ان بیش بہا خزانوں کو ہر دور کے علماء احتفاف نے باہر لانے کی سعی کی اور حضرت شاہ صاحب میں اگر انہائی خمول پسندی کا جذبہ نہ ہوتا تو اس مہم کی کامیابی تقریباً یقینی تھی مگر لا راو القضاۓ اللہ۔

یہاں مجھے کہنا تو صرف یہ تھا کہ حضرت کا تالیفی طرز بھی نہایت ایجاد و اختصار کا تھا جس سے پورا فائدہ صرف اونچے درجہ کے ذوق مطالعہ رکھنے والے اہل علم حاصل کر سکتے تھے، بطور مثال کشف الستر عن الصلوۃ الوتر کو بیجھے، حضرت علامہ عثمانیؒ (جن کا مطالعہ کتب حدیث ڈاہیل جا کر بہت زیادہ بڑھ گیا تھا) فرماتے تھے کہ حضرت شاہ صاحب کی کتاب کشف الستر کی تدریس وقت ہوئی کہ اس مسئلہ پر جتنا ذخیرہ حدیث مل سکا، سب ہی کا مطالعہ کر چکا، پھر رسالہ مذکورہ کو اول سے آخر تک بار بار پڑھا، یہ بھی یاد پڑتا ہے کہ اپار کی تعداد بتلائی تھی، تب اندازہ ہوا کہ حضرت نے کن کن حدیثی مشکلات کو حل فرمادیا ہے۔

حضرت شاہ صاحب اور تفردات اکابر

حضرت مہتمم صاحب دام ظلہم نے اپنے مضمون حیات انور میں تحریر فرمایا کہ بعض مواقع پر حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ کے تفردات کا

ذکر آتا تو پہلے ان کے علم و فضل اور تفہم و تحریر کو سراہتے، ان کی عظمت و شان بیان فرماتے، پھر ان کے کلام پر بحث و نظر سے مستفید فرماتے جس میں عجیب متفاہد کیفیات جمع ہوتی تھیں، ایک طرف ادب و عظمت، دوسری طرف ردو قدر، لیکن بے ادبی یہ بے جا جہارت کے ادنی شائیب سے بھی بچتے تھے اور راجح و صواب کے کتمان سے بھی دور ہتے تھے، ایک بار غالباً استوا علی العرش کے مسئلہ پر کلام فرماتے تھے، حافظ ابن تیمیہ اور ان کے مسلک و دلائل کا تذکرہ آیا، پھر فرمایا کہ حافظ ابن تیمیہ جہاں علوم میں سے ہیں، ان کی وقعت شان اور جلالت قد رکا یہ عالم ہے کہ اگر میں ان کی عظمت کو سراہا کر دیکھنے لگوں تو توپی چیخچے گر جائے گی اور پھر بھی نہ دیکھ سکوں گا، لیکن با ایں ہمہ مسئلہ استوا العرش میں اگر وہ یہاں آنے کا ارادہ کریں گے تو درس گاہ میں نہیں گھنے دوں گا، اس قسم کی مثالیں انوار الباری میں بہت سی آئیں گی، ان شاء اللہ۔

ملکی سیاست میں حضرت شاہ صاحب کا مقام

ملکی سیاست میں حضرت شاہ صاحبؒ اپنے استاد محترم شیخ الہندؒ کے مسلک کے پیرو اور برطانوی حکومت کے سخت ترین مخالف تھے، جمیعہ علماء ہند کی مجلس عالیہ کے رکن اعلیٰ رہے اور ہمیشہ اپنے گرانقدر مشوروں سے جمیعہ کی رہنمائی فرمائی ۲۶ھ میں جمیعہ علماء ہند کے آٹھویں سالانہ اجلاس پشاور کے صدر کی حیثیت سے نہایت بصیرت افروز خطبہ دیا تھا جس میں بہت اہم مذہبی و سیاسی مسائل کے محققانہ فیصلے فرمائے تھے، آپ مسلمانان ہند میں صحیح اسلامی زندگی اور دینی، علمی و سیاسی احساس و شعور پیدا کرنا علماء کا اولین فریضہ سمجھتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ

صرف دارالعلوم دیوبند کے بیس سالہ قیام میں حسب اندازہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمیعہ علماء ہند تقریباً دو ہزار طلبہ نے بلا واسطہ آپ سے استفادہ کیا ہے، ان میں سے بہت کم لوگوں کے حالات وہ بھی ناقص ہمارے علم میں ہیں جن کا ذکر کیا جاتا ہے، ان کے علاوہ سینکڑوں اہم شخصیات رہ گئی ہوں گی۔

یہاں ذکری ترتیب میں تقدم و تاخر تجربی لمحوں نہیں ہے، نہ اس کی رعایت مجھے ایسے کم علم سے ممکن تھی، دوسرے یہ بھی ہوا کہ پچھناموں کے بعد جیسے جیسے نام اور حالات ملتے گئے، کاتب کو کتابت کے لئے دیے دیئے گئے، اسی طرح بیان حالات کے ناقص پر عفور و درگذر کی درخواست ہے حضرت شاہ صاحبؒ کے تلامذہ اگر اپنے حالات خصوصاً حدیثی خدمات و تالیفات سے مطلع فرمائیں گے تو ان کا تذکرہ آئندہ ملحق کر دیا جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۱) حضرت مولانا شاہ عبدالقدوس صاحب، رائے پوری دامت فیوضہم، حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن صاحب رائے پوری قدس سرہ کے اجلاء خلفاء میں سے ہیں، ترمذی شریف وغیرہ آپ نے حضرت شاہ صاحب سے مدرسہ امینیہ دہلی میں پڑھی ہے، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے حضرت شاہ صاحبؒ کے حدیثی تحریر سے استفادہ کے سلسلہ میں یہ بس ہے کہ خود فرمایا، اگر حضرت شاہ صاحبؒ کی رہنمائی نہ ہوتی تو میں غیر مقلد ہو جاتا، آپ کی ذات مجمع الکمالات و منبع البرکات ہے اور آپ کے ظاہری و باطنی کمالات سے ہندوپاک کے ہزار علماء و عوام نے استفادہ کیا ہے اور کہر ہے ہیں
ہنوز آں ابر رحمت در نشان ست خم و خم خانہ با مہر نشان ست والحمد للہ علی ذلک۔

(۲) مولانا فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، آپ نے ۲۷ و ۲۶ھ (۲ سال) میں دورہ حدیث کی کتابیں مع دیگر کتب پڑھی تھیں، ان میں سے ترمذی و بخاری شریف حضرت شیخ الہند سے اور ابو داؤ شریف، موطا امام مالک، ہدایہ اخیرین وغیرہ حضرت شاہ صاحب سے پڑھیں اور آپ تا وقت وفات استفادہ فرماتے رہے، مراد آباد سے تشریف لا کر کئی کئی روز دیوبند قیام فرماتے، آپ سے

درس وغیر درس کے اوقات میں فیض انھاتے اور ذریعہ مکاتیب بھی علمی سوالات پھیج کر جوابات منگوائے تھے۔

غرض علوم انوری کا بہت بڑا حصہ آپ کے سینہ میں منتقل ہوا، چنانچہ درس بخاری کے وقت حضرت شیخ الہند کے ارشادات مبارکہ کے ساتھ حضرت شیخ صاحبؒ کی تحقیقات عالیہ بھی خاص اهتمام سے بیان فرماتے ہیں، آپ کی تصانیف یہ ہیں:

القول الصیح فيما يتعلق ببعض ابواب الصیح، القول الصیح فيما يتعلق بما قصد تراجم الصیح، اسماء صحابة (مرودی عنهم) شهداء بدر واحد، (یہ دونوں رسائل منظوم ہیں) حاشیہ نسائی شریف (ناکمل) حافظ عبدالعزیز مراد آبادی اہل حدیث کی افتراض دار یوں کے جواب میں بھی مدل رسالہ لکھا تھا اور رواہ بدعوت میں بھی قلم انھایا، آپ کی عمر اس وقت ۲۷ سال ہے۔

(۳) مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری سابق مدرس مظاہر العلوم سہارپور و مدرسہ عالیہ اکوڑہ خٹک حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ ارشد اور حضرت تھانویؒ کے خلیفہ مجاز، علامہ محقق، فاضل اجل اور کامل شیخ طریقت ہیں۔

(۴) مولانا اعزاز علی صاحبؒ استاذ حدیث فقہ و ادب دارالعلوم دیوبند، آپ کے مناقب و کمالات درس و تربیت کے اعلیٰ معیار اور فضائل و مدارج سے علمی دنیا خوب واقف ہے، حضرت شیخ الہند کے خاص تلامذہ میں سے تھے، حضرت شاہ صاحبؒ کے زمانہ قیام و درس دارالعلوم میں سب ہی اساتذہ آپ سے علمی استفادات اور مشکلات میں رجوع کرتے تھے، مگر مولانا موصوف کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف سے دن رات کے تمام اوقات میں بلا استثناء حاضر ہو کر استفادہ کی اجازت حاصل تھی اور حضرت شاہ صاحب قدس سرہ پورے الشرح قلب سے آپ کو افادہ فرماتے تھے۔

تکونی طور پر شاید اس ترجیح و امتیاز سے یہ منفعت عظیمہ مقدر تھی کہ جب حضرت شاہ صاحبؒ نے ۱۳۲۶ھ میں دارالعلوم سے قطع تعلق فرمالیا اور اکثر خصوصی تلامذہ و متعلقین (اساتذہ دارالعلوم) بھی دیوبند سے چلے گئے اور کچھ عرصہ بعد حضرت الاستاذ العلام مولانا محمد ادريس صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے بھی اپنی مادر علمی سے جدا ہی گوارا فرمائی تو دارالعلوم میں علوم انوری کا سب سے بڑا نمونہ اور مثل حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ ہی کی ذات تھی جس کا فیض دارالعلوم میں آپ کے وقت وفات ۱۳۷۳ھ تک برابر جاری رہا آپ کی تصانیف نافعہ میں سے حاشیہ شرح نقایہ حاشیہ دیوان متنبی وغیرہ مشہور ہیں، والعلم عند اللہ۔

(۵) مولانا محمد ادريس صاحب کاندھلوی سابق استاذ تفسیر، حدیث و فقه دارالعلوم دیوبند، حال شیخ الحدیث جامعاً شریفہ لاہور، آپ نے بھی کمال ذوق طلب سے حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم و کمالات کو بطور جذب مقنایی حاصل کر کے اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں کو منور فرمایا ہے نہیات جلیل القدر محدث، مفسر، فقیہ، ادیب و متکلم، صاحب تصانیف شہیرہ، واسع الاطلاع، کثیر المطالع، تدقیقی، صاحب المکارم و المحامد ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ سے بیعت سلوک کا شرف و امتیاز بھی آپ کو حاصل ہے، آپ کی تصانیف میں تعلیق الصیح شرح مشکلة المصباح (۲ جلد ضمیم مطبوعہ دمشق) نہایت مقبول محدثانہ تصنیف ہے۔

آپ کی چند غیر مطبوعہ تالیفات قيمہ یہ ہیں: مقدمة البخاري، مقدمة الحدیث، تحفة القاری، جمل مشكلات البخاري، جلاء العینین في رفع اليدين، الدین القيم في الرد على ابن القیم، تقلید واجتہاد، نشر الدرر في تحقیق مسندة القضاۓ والقدر، اولوية الخفاء بالتأمین، رکعات التراویح۔

(۶) مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سابق مفتی و استاذ دارالعلوم دیوبند حال شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی و مفتی اعظم پاکستان، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ خاص، آپ کے فیوض و کمالات سے سالہا سال استفادہ فرمایا، واسع الاطلاع، کثیر المطالع، کثیر التصانیف، محقق مدقق و فاضل تبحر ہیں، مذکورہ بالاتفاق حضرات سے رقم الحروف کو زمانہ تھی دارالعلوم میں شرف تلمذ حاصل ہوا ہے۔

(۷) مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی (فاضل دیوبند) آپ نے تقریباً بیس سال تک دارالعلوم مسو، مظہر العلوم بنارس، مفتاح العلوم

مواورد دارالعلوم، ندوۃ العماء، لکھنؤ میں دورہ حدیث پڑھایا ہے، بڑے محدث، عالم فن رجال حدیث، محقق مصنف ہیں، آپ کی بہت سی تصانیف شائع شدہ ہیں، مثلاً نصرت الحدیث (رومنگرین حدیث میں) تحقیق اہل حدیث، الاعلام المرفوع، الازہار المربوع (یہ دونوں یک جائی تین طلاق دینے کی بحث میں ہیں) ارشاد اشقلین وغیرہ (رد شیعہ و اہل بدعت میں) شیخ احمد محمد شاکر مصری کی تعلیقات کے ساتھ جدید الترتیب منداحمد مصر سے چھپی ہے، تعلیقات مذکورہ پر آپ نے مواخذات کئے ہیں جن کو شیخ موصوف نے آپ کے شکریہ و احسان کے ساتھ پندرہویں جلد کے آخر میں طبع کر دیا ہے، آپ کی تعلیقات کے ساتھ مند حمیدی، مجلس علمی کراچی کی طرف سے حیدر آباد کنون میں زیر طبع ہے، ان کے علاوہ آپ کی غیر مطبوعہ تصنیف الحادی لرجال الطحاوی نہایت اہم ہے جس کی طباعت و اشاعت بہت اہم علمی و دینی خدمت ہے۔ واللہ الموفق۔

(۸) مولانا مفتی محمود احمد صاحب نانوتی، مفتی مدھیہ بھارت، مہوکیٹ، حدیث و فقہ اور دوسرے علوم کے جید عالم کثیر المطالع، واسع المعلومات محقق فاضل ہیں۔

(۹) مولانا مشیت اللہ صاحب بجھوری مرحوم، دورہ حدیث حضرت شیخ الہند سے پڑھا، مگر ابتداء تھیصل سے ہی حضرت شاہ صاحب سے ربط خاص اور تعلق تلمذ و استفادہ رہا، بہت واسع الاطلاع، جیبد عالم، قیم سنت تھے، آپ ہی کی وجہ سے حضرت شاہ صاحب کی بجھور زیادہ آمد و رفت اور قیام ہوا، سب سے پہلے جب آپ مولانا موصوف کے ساتھ بجھور گئے تو ن عمر بزرہ آغاز تھے، حضرت مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب (تمیز خاص حضرت نانوتی) سے ان کے ایک مصاحب خاص نے ذکر کیا کہ مولوی مشیت اللہ اس دفعہ اپنے ساتھ ایک لڑکا بھی لائے ہیں، شب کو حکیم صاحب کے ساتھ کھانے پر سب کا اجتماع ہوا اور حکیم صاحب نے شاہ صاحب سے علمی گفتگو شروع کی جو مسلسل کئی گھنٹے جاری رہی، حکیم صاحب جو خود نہایت تبحر عالم تھے حیران رہ گئے اور صحیح کوان صاحب سے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ ایک لڑکا آیا ہے وہ تو بڑوں کے کان کرتا ہے اور بڑا جید عالم ہے۔

مولانا مشیت اللہ صاحب نے ایک دفعہ رقم الحروف سے فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب سے میں نے معقول و فلسفہ کی چند کتابیں بھی پڑھی ہیں ان کا طریقہ یہ تھا کہ کتابی عبارتوں کے درپے نہ ہوتے تھے، بلکہ فن کی مہماں نہایت سهل طریقہ سے سمجھادیتے تھے، جس کے بعد اس فن کی ہر مشکل سے مشکل کتاب آسان ہو جاتی تھی۔

(۱۰) مولانا قاری محمد طیب صاحب مدیر اعلیٰ دارالعلوم دیوبند، حضرت شاہ صاحب کے علوم و کمالات سے غیر معمولی استفادہ فرمایا ہے، نہایت بیدار مفرغ، محقق مدقق، جامع معقول و منقول کثیرالتصانیف ہیں، آپ کی تقریر و تحریر میں حضرت نانوتی اور علامہ عثمانی کا گہر انگ نمایا ہے، باوجود گونا مغلوبیتوں کے مخلوکہ شریف، ججۃ البالغہ وغیرہ کا درس دارالعلوم میں تحقیقی شان سے دیتے ہیں۔

(۱۱) مولانا سلطان محمود صاحب، سابق صدر مدرس و شیخ الحدیث مدرس عالیہ فتح پوری دہلی، حضرت شاہ صاحب کے مخصوص تلامذہ میں سے بڑے محقق، محدث، مفسر اور جامع معقول و منقول ہیں۔

(۱۲) مولانا محمد بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدینی، سابق استاذ دارالعلوم دیوبند و استاذ حدیث جامع ڈا بھیل حضرت شاہ صاحب کے اجلہ تلامذہ میں سے نہایت ذکی، فاضل، محدث، خوش بیان مناظر و مبلغ اسلام، شیخ طریقت (سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ) نہایت کریم النفس، صاحب اخلاق فاضلہ ہیں، فیض الباری شرح بخاری شریف (امالی درس حضرت شاہ صاحب پر چار جلد خیم) کی جمع و ترتیب اور اس کی محققة نہایت آپ کی علمی زندگی کا اعلیٰ شاہکار ہے، یہ کتاب عربی زبان میں مصر سے شائع ہوئی ہے، اس کے بعد ترجمان السنۃ تالیف فرمائی جس میں احادیث مبارکہ کی نہایت محققة شرح اردو زبان میں کی، اس کی تین خیم جلد و ندوۃ مصنفوں دہلی سے شائع ہو چکی ہیں، باقی حصے زیر تالیف ہیں، ان کے علاوہ آپ کی دوسری بھی متعدد علمی تحقیقی تصانیف ہیں۔

(۱۳) مولانا عبد اللہ شاہ صاحب لدھیانوی نقشبندی مجددی، خلیفہ حضرت مولانا احمد خان صاحب کندیاں (میانوالی) حضرت شاہ

صاحب کے تلمیذ خاص اور مشہور و معروف شیخ طریقت تھے، تقریباً دو سال قبل آپ کی وفات ہوئی اور آپ خانقاہ سراجیہ مجدد یہ کندیاں کے مند نشین، آپ کے خلیفہ و جانشین حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت فیضہم ہیں، ان دونوں بزرگوں سے بیعت کا شرف راقم الحروف کو بھی حاصل ہے۔ والحمد للہ علی ذالک۔

(۱۴) مولانا محمد انوری صاحب مہتمم مدرسہ تعلیم الاسلام لاکل پوری، حضرت شیخ البہنڈ کے صحبت یافتہ حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ ارشد، حضرت مولانا شاہ عبدالقدار صاحب دامت برکاتہم کے فیوض و کمالات روحانی سے مستفید و ممتاز اور نہایت محقق تاجر عالم ہیں، آپ کی بعض تصانیف قیمة یہ ہیں، السنن والآثار (مجموعہ احادیث) و آثار مؤیدہ احتاف ۳ جلد (جھنیم) اربعین من احادیث النبی الامین، سیرۃ النبی ﷺ ۳۰۰ صفحات، سیرۃ انور شاہ ۳۰۰ صفحات آپ نے متعدد مدارس تعلیم و تربیت بنات کے لئے قائم کئے جن سے سینکڑوں لڑکیاں دینی تعلیم سے مکمل ہو کر فارغ ہوئیں جو نہایت اہم اور خاص دینی و علمی کارنامہ ہے، بارک اللہ فی اعمال الخالدہ و فتح الاممۃ بعلوم النافعہ۔

(۱۵) مولانا ابو الحسن عبد اللہ صاحب لدھیانوی، آپ نے بھی حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم و کمالات سے سالہا سال استفادہ کیا ہے، جلیل القدر عالم ہیں، عرصہ سے گوجرانوالہ کے ایک مدرسہ عربیہ میں درس و افادہ کا محبوب مشغله ہے۔

(۱۶) مولانا محمد چراغ صاحب گوجرانوالہ، حضرت شاہ صاحب کے ممتاز تلمیذ اور امامی درس ترمذی شریف کے سب سے پہلے مؤلف و مرتب ہیں، آپ کی "العرف الشذی" سے علماء و اساتذہ و طلبہ کو عظیم الشان فتح پہنچا، پوری کتاب علمی نوادر و جواہر پاروں کا بیش بہا خزینہ ہے، جو مطبعی اغلاط وغیرہ کے گرد وغیرہ سے مستور ہے، حق تعالیٰ مولانا موصوف کو اس احسان عیم کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

(۱۷) مولانا عبد الواحد صاحب خطیب جامع مسجد گوجرانوالہ، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ خاص مولانا عبد العزیز صاحب مؤلف نبراس الساری و تعلیقات نصب الرایہ کے عزیز قریب، محقق عالم ہیں۔

(۱۸) مولانا سید میرک شاہ صاحب کشمیری سابق استاذ دارالعلوم دیوبند و تبلیغ کالج کرنال و پروفیسر و اور نئیل کالج لاہور حال شیخ الحدیث جامعہ مدینہ لاہور، جلیل القدر محدث، مفسر، محقق تاجر اور عربی زبان کے بلند پایہ ادیب ہیں۔

(۱۹) مولانا قاضی نشس الدین صاحب سابق استاذ دارالعلوم دیوبند، حال صدر مدرس مدرسہ عربیہ جامع مسجد گوجرانوالہ، حضرت شاہ صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے نہایت عالی تدریج محقق، فاضل و محدث، جامع معقول و منقول صاحب تصانیف ہیں، آپ کی چند تصانیف یہ ہیں: الہام الباری فی حل مشکلات البخاری (عربی) کشف الاود و علی سنن ابی داؤد (عربی) تیسیر القرآن بتبصیر الرحمن (مکمل ۲ جلد بہ زبان اردو) وغیرہ۔

(۲۰) مفتی محمد حسن صاحب امرتری (خلیفہ حضرت تھانوی) مہتمم جامعاً شریفہ لاہور، مشہور و معروف عالم مقتد او بزرگ تھے۔

(۲۱) مولانا محمد وصی اللہ صاحب اعظمی (خلیفہ حضرت تھانوی) مشہور و معروف شیخ طریقت و شریعت ہیں۔

(۲۲) مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی، ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند، سابق استاذ دارالعلوم دیوبند جامعہ ڈیجیل و مدرسہ عربیہ امروہ وغیرہ، ایک عرصہ تک درس و تصنیف میں مشغول رہے، اوپرچر درجہ کی کتابیں نہایت تحقیق سے پڑھائیں، حضرت شاہ صاحب سے خصوصی استفادات بھی کئے ہیں جن کو کتابی شکل میں تایف دینے کا ارادہ ہے۔ واللہ الموفق۔

آپ کی ملکی ملی سیاسی شاندار خدمات آب زر سے لکھے جانے کی مستحق ہیں مکارم اخلاق، خدمت خلق اور جرأت حق گوئی ہیں نمونہ سلف ہیں مشہور و مقبول تصانیف یہ ہیں: فضیل القرآن (۲ جلد) (جھنیم) سیرۃ رسول کریم ﷺ، اسلام کا اقتصادی نظام، حفظ الرحمن المذہب العممان وغیرہ۔

(۲۳) مولانا مفتی محمد عتیق الرحمن صاحب، عثمانی ناظم اعلیٰ ندوۃ امصنفین و ملی سابق استاذ دارالعلوم دیوبند و جامعہ ڈیجیل، مدت تک درس و افقاء کی خدمات اعلیٰ پیانہ پر انجام دیں، پھر کلکتہ میں تفسیر قرآن مجید کا درس دیتے رہے، اس کے بعد مذکورہ بالا تصنیفی ادارہ قائم کیا، جس

سے نہایت گرانقدر علمی تحقیقی تایفیات شائع ہوئیں، آپ کی علمی بصیرت، وسعت معلومات، جماعتی کاموں میں جمعیۃ علماء ہند وغیرہ کی رہنمائی واعانت، مکارم اخلاق مرح وتعارف سے مستغتی ہیں۔

(۲۴) مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی، نظام جمیع علماء ہند سابق استاذ مدرسہ شاہی مراد آباد، حضرت شاہ صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے بڑے محقق عالم صاحب کمالات ظاہری و باطنی ہیں، علماء ہند کی شاندار ماضی (۵ جلد) علماء حق، دینی تعلیم کے رسائل وغیرہ، نہایت مفید علمی، مذهبی، تاریخی تصنیف کیں۔

(۲۵) مولانا حکیم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب بی ایس سی، ایم بی بی ایس ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ (مرحوم) آپ مولانا سید عبدالعلی صاحب بریلوی صاحب نزہۃ الخواطر کے صاحبزادے اور مولانا سید ابو الحسن علی میاں صاحب کے بھائی ہیں ۱۳۲۹ھ میں دورہ حدیث دیوبند میں پڑھا، حضرت شیخ الہند اور حضرت شاہ صاحب کے تلمیز رشید ہیں، خود ایک مکتوب مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۵۹ء میں معتمد انور یہ لا بھریری دیوبند کو تحریری فرمایا کہ ”حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب“ سے ابو داؤد پوری اور مسلم کا بڑا حصہ پڑھا تھا، ابو داؤد کے درس میں حضرت جو تقریر فرماتے تھے ان میں سے اہم تقریروں کو میں قلمبند کرتا تھا اور حضرت کی خدمت میں پیش کرتا تھا، حضرت عموماً اس کی تصویب فرماتے تھے، اور اٹھا رخشنودی فرماتے تھے، اور کہیں کہیں اصلاح فرمادیا کرتے تھے۔

مسلم شریف کے درس کی بعض تقریروں کو بھی قلمبند کیا، حضرت کی تقریروں میں بعض ایسے مضمایں ہوتے تھے، جو حضرت سے پیشتر کسی نے وہ مضمایں بیان نہیں کئے اور افسوس ہے کہ بخاری کی شرح جو حضرت کے نام سے طبع ہوئی ہے اس میں بھی وہ مضمایں نہیں ہیں، حضرت کی تقریروں اور شیخ الہندگی بخاری و ترمذی کی تقریروں کا مجموعہ میرے پاس تھا، خواجہ عبدالعلی صاحب جو میرے ہم درس تھے، انہوں نے اس کی نقل بھی لی تھی اور خلیل بن محمد الیمانی نے بھی اس کی نقل کی تھی اس کے بعد کوئی صاحب یہ مجموعہ لے گئے اور وہ غائب ہو گیا، عبدالعلی

نظر ناظرین ان اہم نقاط پر پہنچ گئی ہوگی جن کے باعث رقم الحروف نے مکتوب مذکور کو نقل کیا ہے، غالباً ۱۳۲۳ھ میں مولانا موصوف کے والد محترم مولانا سید عبدالعلی صاحب نے علماء و مشائخ وقت کی زیارت اور علم حدیث کے خصوصی ریسرچ کے لئے دورہ فرمایا تھا جس کے مفصل حالات آپ نے ”دہلی اور اس کے اطراف“ میں بطور روزنامہ قلمبند فرمائے تھے، یہ نہایت قیمتی دستاویز حضرت مخدوم و محترم مولانا ابو الحسن علی صاحب ناظم ندوہ کے پاس محفوظ تھی کہ حضرت سید ملت فخر امت مولانا سید سلیمان ندوی کے مطالعہ میں آئی اور آپ نے اس کو نہایت پسند فرمائے اور اس کے مطالعہ میں شائع کر دیا اور اب مولانا علی میاں صاحب دام فیضہم نے اس کو مستقل طور سے شائع کر دیا ہے، پوری کتاب نہایت دلچسپ اور قیمتی معلومات سے پر ہے، چند ہی روز پیشتر محترم مولانا محمد مرتضی ناظم کتب خان ندوۃ العلماء لکھنؤ کے توسط سے مجھے ملی تو ایک رات کا اکثر حصہ اس کے مطالعہ میں صرف کرنا پڑا اور بغیر ختم کئے رکھنے کو جی نہ چاہا۔

یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ مولانا موصوف دیوبندی ایسے وقت پہنچے تھے کے سالانہ امتحان کا زمانہ تھا، درس حدیث کا نمونہ نہ دیکھ سکے تھے، یوں حضرت شیخ الہند وغیرہ اکابر سے ملاقا تھیں ہوئیں، حضرت گنگوہی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے، سب جگہ کے تاثرات لکھے ہیں، دہلی جا کر کافی دن رہے اور خصوصیت سے مولانا نذری حسین صاحب کے درس حدیث میں شریک ہوئے، خاص تاثر یہ ہے کہ میاں صاحب موصوف کے درس حدیث میں کوئی تحقیقی شان نہ تھی اس کے مقابلہ میں ۱۵، ۱۳ سال کے بعد مولانا مرحوم کے صاحبزادے دیوبند کے درس حدیث کی شان بتلاتے ہیں جو اس خط کے چند ہی جملوں سے نمایاں ہے، دیوبند اور دوسری جگہوں کے درس حدیث کے امتیازات پر مستقل طور سے کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔

بات لمبی ہو رہی ہے دوسری اہم بات وہ نقص ہے جو حضرت شاہ صاحب کی مطبوعہ درسی تقاریر میں ہے کہ پیشتر نوادر علمیہ قلمبند ہونے

سے رہ گئے ہیں جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اکثر تقریریں ضبط کرنے والوں نے درس ہی کے وقت حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشادات کو عربی زبان میں قلمبند کیا حالانکہ حضرت اردو میں تقریر فرماتے تھے اور فکر تعریف نے بہت سے افکار عالیہ کو نظر انداز کر دیا نیز اس ذاتی انتشار کے باعث حوالوں میں بھی گزر بڑھ گئی ورنہ حضرتؒ کے یہاں کسی شخص یا کسی کتاب کی طرف نسبت کا غلط ہونا تقریر یا ناممکن تھا۔

راقم الحروف نے حضرتؒ کے آخری دوسال کے درس بخاری شریف کے دراسات اردو ہی میں قلمبند کئے تھے اور حضرتؒ کی خاص تحقیقات کو ضبط تحریر میں لانے کی کوشش بھی زیادہ کی تھی یہ اتفاقی طور سے توفیق الہی تھی ورنہ اس وقت "انوار الباری" جیسے کام کے لئے نہ کوئی ارادہ تھا نہ اس کی ضرورت محسوس تھی۔

(۲۶) مولانا طفیل احمد صاحب قادری مجددی، بانی درالتصنیف کراچی و سرپرست انگریزی اخبار "یقین" کراچی ان دونوں ذرائع سے پاک و دیگر ممالک یورپ و امریکہ وغیرہ کے لئے اعلیٰ پیمانہ پر علمی دینی خدمات انجام دے رہے ہیں، بہت بڑے صاحب حال و قال بزرگ ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ سے انتہائی تعلق و عقیدت رہی ہے اور دو ران تعليم میں خصوصی استفادات کئے ہیں۔

(۲۷) مولانا مفتی اسماعیل محمود سالم اللہ صاحب ڈا بھیل، مفتی و مہتمم جامعہ ڈا بھیل جید عالم تھے، سالہاں سال جامعہ ڈا بھیل میں افتاء کی خدمات انجام دیں، حضرت مولانا احمد بزرگ سملکی مرحوم کے بعد جامعہ ڈا بھیل کا اہتمام بھی سنبھالا اور خوش اسلوبی سے چلایا، آپ کی وفات کے بعد جامعہ کا اہتمام کمزور ہاتھوں میں رہا، اب خدا کا شکر ہے چند سال سے محترم مولانا محمد سعید صاحب فاضل دیوبند خلف مولانا احمد بزرگ ورکن شوری دارالعلوم دیوبند نے زمام اہتمام سنبھال کر جامعہ کو پھر سے ترقی کے راستے پر رواں کیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحبؒ و مولانا عثمانی وغیرہ اکابر کی اس علمی یادگار کو ہمیشہ روپہ ترقی رکھے، آمین۔

(۲۸) مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری شیخ الحدیث و ناظم اعلیٰ جامعہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی، سابق شیخ الحدیث جامعہ ڈا بھیل ورکن اعلیٰ مجلس علمی ڈا بھیل و کراچی، حضرت شاہ صاحب کے تلمیذ ارشد و صحبت یافہ، آپ کے علوم و معارف کے بہترین وارث علم و عمل، کروار، مکارم اخلاق و فضائل متنوع میں فائق القرآن، اعلیٰ درجہ کے ادیب و مصنف، وسعت معلومات و کثرت مطالعہ میں نہایت ممتاز، اخلاص و دیانت کے پیکر مجسم ہیں۔

راقم الحروف کو سفر حریم و مصر و ترکی وغیرہ میں آپ کی طویل رفاقت کا شرف حاصل رہا ہے، فتح العبر من ہدی الشیخ الانور، مبسوط مقدمہ مشکلات القرآن، بغية الاریب فی مسائل المقلدة المحاریب وغیرہ گرانقدر تالیفات شائع ہو چکی ہیں، ایک مدت سے ترمذی شریف کی شرح لکھ رہے ہیں، جو حضرت شاہ صاحب و دیگر اکابر محدثین کی حدیثی تحقیقات عالیہ کا بے نظیر مجموعہ ہو گا اور مسلک حنفی کی حمایت میں حرف آخر ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(۲۹) مولانا عبد الحق صاحب، نافع، سابق استاذ دارالعلوم دیوبند و جامعہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی، نہایت بلند پایہ محقق مدقق جامع معقول و منقول ہیں کثرت مطالعہ، وسعت معلومات، اصابت رائے وغیرہ میں ممتاز ہیں۔

(۳۰) مولانا سیف اللہ شاہ صاحب کشمیری، حضرت شاہ صاحبؒ کے برادر حقیقی اور تلمیذ خاص ہیں، حضرتؒ کے زمانہ قیام دیوبند میں بڑی محنت و شوق سے تحصیل کی، عرصہ تک درس و تعلیم کا شغل بھی رہا، مطالعہ کتب کے بہت دلدادہ ہیں۔

(۳۱) مولانا انس الحق صاحب افغانی سابق استاذ دارالعلوم دیوبند وزیر معارف ریاست قلات، بڑے محقق و پیغمبر عالم جامع معقول و منقول ہیں۔

(۳۲) مولانا محمد منظور صاحب نعمانی شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ، حضرت شاہ صاحبؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں نہایت ذکی ذہین، محقق عالم ربانی ہیں، آپ کی علمی، دینی تبلیغی خدمات محتاج تعارف نہیں، تصنیف میں سے "معارف الحدیث" اہم ترین علمی حدیثی خدمت ہے۔

(۳۳) مولانا حبیب الرحمن صاحب مکی خطیب جامع مسجد چانگماں، آپ کے دادا صاحب مکہ معظومہ کو ہجرت کر گئے تھے وہیں آپ کے والد ماجد اور آپ کی ولادت ہوئی، دیوبند آکر حضرت شاہ صاحبؒ سے حدیث پڑھی، پھر لاہور رہے، حضرت شاہ صاحبؒ اور ڈاکٹر اقبال

مرحوم کے درمیان افادی تعلق قائم ہونے کا ابتدائی سبب آپ ہی بنے تھے، بہت باکمال عالم بزرگ ہیں۔

(۳۳) مولانا جلیل احمد صاحب، استاذ دارالعلوم دیوبند، آپ نے حضرت شاہ صاحبؒ سے دورہ حدیث پڑھا اور حضرت شیخ الہند و حضرت شیخ الاسلام مولانا مامدیؒ کے تعلق خاص، نیز اپنے ذاتی فضل و کمال علمی تحریر کے باعث بہت ممتاز ہیں۔

(۳۴) مولانا سید اختر حسین صاحب استاذ دارالعلوم، آپ حضرت شیخ دارالعلوم مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ کے بڑے صاحزادے حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ خاص اور دارالعلوم کے بڑے اساتذہ میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

(۳۵) مولانا اسلام الحق صاحب عظیمی استاذ دارالعلوم، سابق استاذ حدیث جامعہ ڈا بھیل و مدرسہ عربیہ آئند، فاضل محقق جامع معقول و منقول ہیں۔

(۳۶) مولانا ظہور احمد صاحب دیوبندی استاذ دارالعلوم، درجہ علیا کے استاذ، حدیث فاضل، جامع شخصیت رکھتے ہیں۔

(۳۷) مولانا قاری اصغر علی صاحب سہنسپوری، استاذ دارالعلوم، حضرت شیخ الاسلام کے معتمد خاص، درجہ ابتدائی و متوسط کی تعلیم کے بڑے ماہرو حاذق صاحب مکارم و اخلاق فاضلہ ہیں۔

(۳۸) مولانا محمد یسین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور (اعظم گڑھ) جامع معقول و منقول محقق و تحریر عالم ہیں۔

(۳۹) مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی، مشہور و معروف مذہبی سیاسی رہنما، عالم جلیل القدر ہیں۔

(۴۰) مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی، مشہور و معروف مجلس احرار اسلام کے قائد اعظم، جہاد آزادی ہند کے بہادر جرنیل، تھوس علمی و مذہبی خدمات کے شیدائی، حضرت شاہ صاحب کے انتہائی پر خلوص تعلق رکھتے اور آپ کے علم و فضل پر سوچان سے قربان تھے

(۴۱) مولانا ابوالوفاء صاحب، شاہجہان پوری، مشہور و معروف خطیب و مناظر، محقق و تحریر عالم ہیں۔

(۴۲) مولانا محمد قاسم صاحب شاہجہان پوری، مشہور مذہبی و سیاسی رہنما، حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں بطور خادم خاص رہنے کا بھی آپ کو شرف حاصل ہے۔

(۴۳) مولانا عبد الشکور صاحب دیوبندی، مہاجر مدینی، استاذ مدرسہ العلوم الشرعیہ مدینہ منورہ زادہ اللہ شرف۔

(۴۴) مولانا فیوض الرحمن صاحب دیوبندی پروفیسر اور نشیل کالج لاہور۔

(۴۵) مولانا سید محمد اوریں صاحب سکھروڑوی، حضرت شاہ صاحبؒ کے جان ثار خادم، تمام علوم و فنون میں دوست گاہ کامل رکھتے تھے، ساری عمر درس و تعلیم میں بس رکی، دارالعلوم دیوبند، جامعہ ڈا بھیل اور مدرسہ حسین بخش دہلی میں پڑھایا۔

(۴۶) مولانا محمد صدیق صاحب نجیب آبادی مولف "انوار محمود" (۲ جلد ختم) اس میں حضرت شیخ الہند اور حضرت شاہ صاحب کے گرانقدر درسی افادات کو بڑی محنت و کاؤش سے حوالوں کی مراجعت کر کے جمع کیا، نہایت قابل قدر تالیف ہے، آپ نے عرصہ تک مدرسہ صدیقیہ دہلی میں بطور شیخ الحدیث درس دیا ہے۔

(۴۷) مولانا محمد مناظر احسن صاحب گیلانی، سابق صدر دینیات عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد کن، آپ کی علمی شہرت، تصنیفی مہارت اور تھوس حیرت انگیز فضل و کمال و جامعیت سے آج کون ناواقف ہے، حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم و کمالات سے بطور خاص مستفید تھے۔

(۴۸) مولانا محمد بیکی صاحب تھانوی سابق استاذ دارالعلوم دیوبند و جامعہ ڈا بھیل، آج کل کراچی کے کسی کالج میں پروفیسر ہیں، بڑے فاضل محقق جامع معقول و منقول ہیں، درسی تقریر و تفسیر میں امتیازی شہرت کے مالک، حضرت علامہ عثمانی کے خادم خاص اور ان کے علوم و کمالات سے بھی مستفید تصنیف میں حضرت کے معاون و مددگار ہے ہیں۔

- (۵۰) مولانا محمد اسماعیل صاحب سنجھی (خلیفہ مجاز شیخ الاسلام مولانا مدینی قدس سرہ) حضرت شاہ صاحبؒ کے اخض تلامذہ میں سے ہیں، نہایت خوش بیان مقرر اور جید عالم ہیں، متعدد مدارس میں درس حدیث و قرآن بھی دیا ہے۔
- (۵۱) مولانا عبد القدر صاحب حضرت شاہ صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں سے محقق و تبحر عالم، جامع معقول و منقول ہیں ایک عرصہ تک جامعہ ڈاہیل میں درس دیا، آج کل مدرسہ عربیہ فقیر والی (ریاست بہاولپور) کے شیخ الحدیث ہیں۔
- (۵۲) مولانا عبدالعزیز صاحب کامل پوری آپ نے بھی جامعہ ڈاہیل میں سالہاں مدارس علوم دیا، جید عالم تھے۔
- (۵۳) مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی ایم اے فاضل دیوبند سابق استاذ جامعہ ڈاہیل و پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ، حال صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، حضرت شاہ صاحبؒ سے دیوبند ڈاہیل کے زمانہ میں خصوصی استفادات بھی کئے ہیں، واسع الاطلاع کثیر المطالع، محقق، مصنف ہیں، بہت سی مفید علمی تحقیقی کتابیں لکھیں ہیں جن میں سے ”سیرۃ صدقیق اکبر“ نہایت اہم ہے۔
- (۵۴) مولانا حمید الدین صاحب فیض آبادی سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ و استاد حال شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ کلکتہ، حضرت شاہ صاحبؒ سے ڈاہیل جا کر حدیث پڑھی، محقق و تبحر عالم ہیں، کثرت مطالعہ، وسعت معلومات و دقت نظر میں ممتاز ہیں۔
- (۵۵) مولانا عبداللہ خان صاحب کرتپوری شاہ صاحبؒ کے زمانہ دیوبند کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، حدیث رجال کے بڑے عالم، کثیر المطالع، دقيق النظر ہیں، متعدد تحقیقی کتابوں کے مصنف ہیں، آج کل رسالہ بریان دہلی میں آپ کا ایک نہایت اہم تحقیقی مضمون ”تماز وقت خطبہ“ پر شائع ہو رہا ہے، جو کتابی صورت میں بھی شائع ہو گا، ان شاء اللہ، دری و تصوفی مشغله نہ ہونے پر بھی اس قدر اتحصار و شان تحقیق، علوم انوری کی نمایاں برکات و کرامات سے ہے۔
- (۵۶) مولانا غلام اللہ خان صاحب راولپنڈی، حضرت شاہ صاحبؒ کے زمانہ ڈاہیل کے تلمیذ خاص، حضرت مولانا حسین علی صاحب کے مترشد و خلیفہ ارشد ہیں (گویا رقم الحروف کے پیر بھائی) راولپنڈی میں بڑے پیارہ پر درس قرآن و حدیث دیتے ہیں، تو حید و سنت کے بہت بڑے علمبردار ہیں، ہر سال رمضان میں درس قرآن مجید کی شرکت کے لئے تین چار سو طلبہ جمع ہوتے ہیں۔
- (۵۷) مولانا ڈاکٹر مصطفیٰ حسن صاحب علوی پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی و ممبر مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند، محقق عالم اور بلند پایہ ادیب و مصنف ہیں۔
- (۵۸) مولانا سید احمد صاحب سیتاپوری سابق صدر مدرس عربیہ معینیہ انجیر، حال صدر مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ اشاعت العلوم بریلی، محقق مدقق، جامع معقول و منقول ہیں۔
- (۵۹) مولانا محمد یوسف صاحب کشمیری، میر واعظ، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ خاص اور خصوصی مستفید، سفر کشمیر کے وقت بیشتر اوقات حضرتؒ کے ساتھ گزارتے تھے، ”تویر المصانع“، ”تصنیف فرمائی۔“
- (۶۰) مولانا غلام غوث صاحب سرحدی، حضرت شاہ صاحبؒ کے زمانہ دیوبند کے تلامذہ میں سے امتیازی مستفید تھے۔
- (۶۱) مولانا حامد الانصاری غازی سابق مدیر مہاجر دیوبند، مدینہ بنجور و جمہوریت بھیگی، حال ناظم جمیعہ علماء صوبہ بھیگی واسع الاطلاع، کثیر المطالع، محقق، مورخ اور قومی و سماحتی زندگی کے مردمجاذب و غازی۔
- (۶۲) مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب سملکی، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیذ رشید، آپ کے علوم و معارف کے عاشق صادق اور ان کی نشورو اشاعت کے انتہائی گرویدہ و مشتاق مجلس علمی ڈاہیل ثم کراچی کے باñی و سرپرست، جس کی نشریات عالیہ آپ کے بلند پایہ علمی ذوق کی شاہد ہیں۔ درالعلوم دیوبند و جامعہ ڈاہیل کی ترقی و بہبود کے لئے ہمیشہ متوجہ رہے اور مالی سرپرستی کی، افریقہ میں اسلامی انسٹیٹیوٹ و ائر فال قائم کر کے عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم و تربیت کا اعلیٰ پیارہ پر انتظام فرمایا، آپ کے ماڑ و مفاخر کا تفصیلی تذکرہ اس لئے نہیں کرتا کہ ”انابالوشاۃ

اذا ذکر تک اشہب، تاتی اللندی و مدایع عنکھ کے مطابق آپ اس کو ناپسند کریں گے۔

(۲۳) مولانا اسماعیل یوسف صاحب گارڈی ڈائیٹلی، افریقہ کے بہت بڑے تاجر، حضرت شاہ صاحبؒ کے تلمیز رشید و عقیدت مند، علمی دینی خدمات سے ہمیشہ وچھپی رکھتے ہیں، دارالعلوم دیوبند، جامعہ ڈائیٹل وغیرہ دینی اداروں کی مالی سرپستی میں پیش پیش رہتے ہیں، بلند علمی مذاق ہے، قرآن مجید کے کچھ حصہ کی انگریزی زبان میں تفسیر بھی لکھ کر شائع کی ہے، اپنے دو صاحزوں کو عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند بھیجا ہے۔

ذکورہ بالا دو توں حضرات کے علاوہ افریقہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کے دوسرے چند تلامذہ یہ ہیں۔

(۲۴) مولانا مفتی ابرہیم صاحب سنجالو جی (۲۵) مولانا محمد ایکھلوایا ڈائیٹلی (۲۶) مولانا ڈی ای بیرا صاحب (۲۷) مولانا محمد اسماعیل نانا سمبلکی (ناظم جمیعت علماء ٹرانسول) (۲۸) مولانا محمد اسماعیل صاحب کا چھوٹی مرحوم (۲۹) مولانا موسیٰ بھام جی صاحب (۳۰) مولانا محمد صالح منیر ای (۳۱) مولانا نعمانی ان سب حضرات نے افریقہ میں اہم دینی علمی خدمات انجام دی ہیں، ان کے بعد چند خصوصی تلامذہ ہندوپاک کے اسماء گرامی قلت گنجائش کے باعث بغیرہ ذکر حالت درج کئے جاتے ہیں۔

(۳۲) مولانا محمد نقی صاحب دیوبندی (۳۳) مولانا محمود الرحمن صاحب جالونی (۳۴) مولانا یعقوب الرحمن صاحب عثمانی دیوبندی (۳۵) مولانا محمد مسلم صاحب دیوبندی (۳۶) مولانا حکیم عبد القادر صاحب (۳۷) مولانا مفتی عبد الرحمن صاحب سروخی قاضی حکمہ امور مذہبی بہاولپور (۳۸) مولانا اسرار الحق صاحب گنگوہی استاد جامعہ عبایہ بہاولپور (۳۹) مولانا سید جیل الدین صاحب میرٹھی استاذ جامعہ عبایہ بہاولپور (۴۰) مولانا حکیم اعظم علی صاحب بجنوری (۴۱) مولانا احمد اشرف صاحب مہتمم مدرسہ اشریفہ راندیر (سورت) (۴۲) مولانا محمد آفاق صاحب سیکروی (۴۳) مولانا محبوب الہی صاحب منگلوری استاذ دارالعلوم شہزاد اللہ یار (۴۴) مولانا محمد اوریں صاحب میرٹھی استاذ جامعہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی (۴۵) مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی پروفیسر دینیات جامعہ ملیہ دہلی (۴۶) مولانا محمد دیہی صاحب عثمانی پانی پتی (۴۷) مولانا فتح الدین صاحب بہاری (۴۸) مولانا محمود الحسن صاحب گیاوی (۴۹) مولانا عبد الرحمن صاحب ہزاروی (۵۰) مولانا شائق احمد صاحب عثمانی اوپر عصر جدید کراچی (۵۱) مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی (۵۲) مولانا محمد یعقوب صاحب چانگام (۵۳) مولانا فیض الرحمن صاحب چانگام (۵۴) مولانا عبدالواہب چانگام (۵۵) مولانا محمد یسین صاحب برما (۵۶) مولانا ریاست علی صاحب آسام (۵۷) مولانا تاج الاسلام صاحب کرلا (۵۸) مولانا اظہر علی صاحب سلہٹ (۵۹) مولانا ریاست علی صاحب لکھر راجھن ہائز سکندری سکول جیل پور (۶۰) مولانا احسان اللہ خان صاحب تاجور (۶۱) مولانا عبد الرحمن صاحب شکری عازی پوری (۶۲) مولانا حکیم محمد اسماعیل صاحب دہلوی رکن شوری دارالعلوم دیوبند و صدر طبی بورڈ نور گنج دہلی (۶۳) مولانا حکیم عبد الجلیل صاحب دہلوی پروفیسر جامعہ طبیہ قروی دہلی (۶۴) مولانا محمد ایوب صاحب اعظمی شیخ الحدیث مدرسہ مفتاح العلوم متو (اعظم گڑھ) (۶۵) مولانا محمود احمد صاحب مدرس اول مدرسہ احمد دیہ رایا سرائے (در جنگل) (۶۶) مولانا ثنا شاہ احمد صاحب انوری، مدهوبن (در جنگل) (۶۷) مولانا شاہ محمد عثمان غنی صاحب چھواری شریف (۶۸) مولانا محمود اللہ صاحب صدر مدرسہ عربیہ بڑھ کڑا، ڈھاکہ (خلیفہ حضرت تھانوی) (۶۹) مولانا سید آل حسن صاحب رضوی دیوبندی مدرسہ عربیہ میرٹھ (۷۰) مولانا محمد یوسف صاحب جونپوری (۷۱) مولانا خواجہ عبدالحکیم صاحب استاذ تفسیر و دینیات جامعہ ملیہ دہلی (۷۲) مولانا سید محمد عبدالعزیز صاحب ہاشمی چھمی خطی بلدیہ لاہور چھاؤنی (۷۳) مولانا محمد مظفر حسین صاحب عربک ٹھچر چکوال (جہلم) (۷۴) مفتی محمد خلیل صاحب استاذ مدرسہ عربیہ گوجرانوالہ (۷۵) حافظ محمد صادق صاحب خطیب جامع مسجد پولیان لاہور

(۱۱۶) حکیم ڈاکٹر محمد اختر علی صاحب اختر رضوی مہاجر مدنی (۱۷) مولانا محمد امین صاحب خطیب جامع مسجد و مہتمم مدرسہ عربیہ دارالعلوم امینیہ جزاںوالہ (۱۱۸) مولانا عبدالغنی صاحب شیخ الحدیث مدرسہ تعلیم القرآن کوہاٹ (۱۱۹) مولانا عبد القیوم صاحب آردی، سید پور ضلع رنگپور (مشرقی پاکستان) (۱۲۰) مولانا فقیر محمد صاحب ہزاروی پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج ذریہ اسماعیل خان (۱۲۱) مولانا سید احمد صاحب بھوپالی (۱۲۲) مولانا شبیر علی صاحب تھانوی (۱۲۳) مولانا محبوب الہی صاحب دیوبندی (۱۲۴) مولانا محمد اشfaq صاحب رائے پوری (۱۲۵) مولانا غلام مرشد صاحب شاہ پوری (۱۲۶) مولانا حکیم محفوظ علی صاحب گنگوہی ثم دیوبندی (۱۲۷) مولانا حمید الدین صاحب نظام مدرسہ تجوید القرآن سنہجہل (۱۲۸) مولانا محمد حسین صاحب کلکتوی (۱۲۹) مولانا انوار الحق صاحب اعظم گڑھی (۱۳۰) مولانا علی محمد صاحب سورتی (۱۳۱) مولانا انور الدین صاحب بہاری (۱۳۲) مولانا عبدالحالمق صاحب پشاوری (۱۳۳) مولانا عبدالقیوم صاحب، خطیب جامع مسجد نیوناواں کراچی (۱۳۴) مولانا حشمت علی صاحب گلاوٹھی (۱۳۵) مولانا محمد یحییٰ صاحب لدھیانوی (۱۳۶) مولانا جبیب اللہ صاحب بہاول پوری (۱۳۷) مولانا الطف اللہ صاحب پشاوری (۱۳۸) مولانا محمد جبیل صاحب بدھانوی (۱۳۹) مولانا عبدالمحیٰ حقانی مدینہ نصرت، حقانی چوک رام باعث کراچی (۱۳۰) مولانا محمد رفیع صاحب دیوبندی مدرسہ عبدالرب دہلی (۱۳۱) مولانا احمد علی صاحب گجراتی، ایم اے مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول گجرانوالہ (۱۳۲) مولانا قاری حکیم محمد یامین صاحب ہمارنپوری، سابق مدرس دارالعلوم وڈا بھیل (۱۳۳) مولانا عبدالکبیر صاحب کشمیری پرنسپل جامعہ مدنیہ العلوم سرینگر (۱۳۴) مولانا حمید احمد صاحب نہبھوری، حیدرآبادی (۱۳۵) مولانا سید احمد صاحب مالک کتب خانہ اعزازیہ دیوبند (۱۳۶) مولانا عبدالصمد صاحب بنگلور (۱۳۷) مولانا محمد معصوم صاحب میانوالی (۱۳۸) مولانا حشمت علی صاحب سوارنپوری (۱۳۹) مولانا عبدالقیوم صاحب خطیب جامع مسجد ہری پور، ہزارہ (۱۴۰) مولانا غلام نبی صاحب جلال آباد (کشمیر) (۱۴۱) مولانا مقصود علی خان صاحب سنبھلی استاذ حدیث مدرسہ امدادیہ مراد آباد (۱۴۲) مولانا حمید حسن صاحب دیوبندی مفتی ریاست مالیر کوٹلہ (۱۴۳) مولانا انوار الحسن صاحب شیرکوٹی (۱۴۴) مولانا مظفر الدین صاحب مراد آبادی (۱۴۵) مولانا سعید احمد صاحب گنگوہی استاذ دارالعلوم دیوبند (۱۴۶) مولانا جبیب اللہ صاحب سلطان پوری استاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ (۱۴۷) مولانا خیاء الدین صاحب سیو ہاروی (۱۴۸) مولانا خان محمد صاحب ذریہ غازی خان (۱۴۹) مولانا عبدالشکور صاحب اعظمی (۱۴۰) مولانا کفیل احمد صاحب جبیب والوی استاذ مدرس عالیہ کلکتہ (۱۴۱) مولانا عبدالجلیل صاحب ہزاروی (۱۴۲) مولانا احمد نور صاحب سابق استاذ دارالعلوم دیوبند مدرسہ شاہی مراد آباد وغیرہ (۱۴۳) رقم الحروف احرف سید احمد رضا بجنوری عفاظ اللہ عنہ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی اولاد دو اعزہ:

حضرت مولانا محمد معظم شاہؒ کے سات صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں سب سے بڑے مولانا محمد سلیمان شاہ صاحب تھے، وہ بڑے ذکری، فہیم عالم و شاعر تھے، ان کا انتقال بعمر ۳۳ سال حضرت شاہ صاحبؒ کے قیام مدرسہ امینیہ کے زمانہ میں ہو گیا تھا جس کی وجہ سے آپ ۱۳۲۰ھ میں دہلی سے کشمیر واپس ہو گئے تھے، دوسرے بھائیوں کے اسماء گرامی یہ ہیں:

مولانا عبداللہ شاہ صاحب، مولانا سلیمان شاہ صاحب، محمد نظام الدین شاہ صاحب، مولانا سیف اللہ شاہ صاحب (فضل دیوبند) محمد شاہ صاحب۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات سے کچھ عرصہ بعد حضرت والد ماجدؒ کی وفات ایک سو کچھ سال کی عمر میں ہوئی، پھر چند سال بعد مولانا سلیمان شاہ صاحب کا وصال ہوا، اب الحمد للہ باقی بھائی اور دو بہن بھی زندہ ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں یادگار چھوڑیں، ان سب میں بڑی صاحبزادی عابدہ خاتون تھیں، ان کا

اور بختی صاحبزادے محمد اکبر شاہ کا بھر جوانی انتقال ہوا، مرحومہ عابدہ خاتون کا عقد مولوی محمد شفیق صاحب سلمہ بجنوری سے ہوا تھا۔

بڑے صاحبزادے حافظ محمد از ہر شاہ قصر سلمہ، عرصہ سے مدیر رسالہ "دارالعلوم" ہیں جو کامیاب مدیر و مضمون نگار ہیں، ان کے تین صاحبزادے، محمد اطہر، محمد راحت، محمد شیم اور دو صاحبزادے یاں ہیں سلمہم اللہ تعالیٰ۔

چھوٹے صاحبزادے مولانا محمد انظر شاہ صاحب سلمہ، دارالعلوم میں طبیقہ وسطیٰ کے لائق استاذ اور فاضل محقق و مصنف ہیں، ان کے ایک صاحبزادے احمد اور دو صاحبزادے یاں ہیں، سلمہم اللہ تعالیٰ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی چھوٹی صاحبزادے، راشدہ خاتون کے پانچ بچے محمد ارشد، محمد اسعد، محمد امجد، محمد ابجد اور دو بچیاں ہیں سلمہم اللہ تعالیٰ۔

فقیر حقیر راقم الحروف کو حضرتؒ کے خویش ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی عمر ۵۹ سال ۳ ماہ اور پانچ دن ہوئی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعة و رضی اللہ عنہ و ارضاء۔

۳۲۶- الشیخ الحمد ش ابوالعلی محمد عبد الرحمن بن عبد الرحیم المبارک پوری م ۱۳۵۳ھ

علماء اہل حدیث میں سے عالی مرتبت عالم محدث تھے آپ کی کتاب تحفۃ الاخوذی شرح ترمذی شریف چار جلدیں میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے، نیز "تحقیق الكلام فی وجوب القراءة خلف الامام" دو حصوں میں شائع ہو چکی ہے، یہ دونوں کتابیں راقم الحروف کے مطالعہ میں ہیں اور "انوار الباری" کے علمی ابحاث میں آپ کی تحقیقی کاوشوں کا ذکر آتا رہے گا، ان شاء اللہ۔

مولانا کی علمی حدیثی خدمات نہایت قابل قدر ہیں، جس طرح شیخ محدث علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ کی حدیثی خدمات شرح ابی داؤد اور تعلیقات دارقطنی وغیرہ عظیم المرتبت ہیں، مگر مسائل خلافیہ میں جو بیجا تعصب، تنگ نظری و ناصافی سے ان دونوں حضرات نے کام لیا ہے وہ ان کے شایان شان نہ تھا، مثلاً مقدمہ تحفۃ الاخوذی فصل ساعی میں "شیوع علم الحدیث فی ارض البند" کے تحت لکھا کہ "حضرت شاہ الحلق صاحبؒ نے ہجرت فرمائی تو اپنا جائشیں فرزد مار، قطب ادا، شیخ العرب والجم مولانا نذری حسین صاحبؒ کو بنایا"۔

حالانکہ ہم نے پہلے بتایا ہے کہ جانشین ہنانے کی بات کسی طرح نہیں بن سکتی، یوں مولانا کی خدمات درس حدیث وغیرہ سے کون انکار کر سکتا ہے، پھر ان کے بعد نشر علم حدیث کے سلسلہ میں صرف شیخ حسین خرزجی یمانی کا ذکر کے فصل شیوع حدیث کو ختم کر دیا اور دوسری طرف علماء دہلی، دیوبند، سہارنپوری، رامپور، لکھنؤ، پنجاب و سندھ وغیرہ وغیرہ نے جو اس سلسلہ کی خدمات انجام دیں ان سب کا ذکر حذف کر دیا گیا۔

بارہویں فصل میں ان آئمہ حدیث کا ذکر کیا جن کا ذکر امام ترمذیؒ نے جرج و تعدل کے سلسلہ میں کیا ہے، لیکن امام عظیم کا ذکر کہ اڑا دیا، حالانکہ امام ترمذی نے عمل میں امام صاحبؒ کا قول جرج و تعدل میں نقل کیا ہے جس کا اعتراف خود مولانا مبارک پوری نے بھی ص ۲۰۸ و ۲۰۹ میں کیا ہے، جس ۲۳۶ میں امام وکیج (تمیید امام عظیم) کے مناقب لکھے، مگر جہاں یہ ذکر آیا کہ وہ امام صاحبؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، تو اس کی ایک دوراز کا رتاء میں کی گئی اور اشعار ولی بات بھی دہرا دی گئی جس کی تحقیق ہم پہلے کر چکے ہیں۔

تحفۃ الاخوذی میں مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام پر بہت زور صرف کیا، اسی طرح دوسرے خلافی مسائل میں اور فاتحہ پر مستقل کتاب بھی لکھ ڈالی اور حفیہ کو خاص طور سے ہدف بنا کر ان کی ہر دلیل کے کئی کئی جوابات گنائے ہیں، چونکہ نماز کا مسئلہ نہایت اہم دینی مسائل میں سے ہے، اس لئے عوام کو حفیہ کے خلاف بھڑکانے میں اس مسئلہ سے متعصب غیر مقلدین نے ہمیشہ کام لیا ہے، حالانکہ حفیہ کا مسلک اس مسئلہ میں بھی قوی ہے، اول تو خود امام نبیقی وغیرہ سب ہی نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف زمانہ اصحاب سے اب تک رہا ہے، بہت

سے صحابہ کرام قرأت فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں اور بہت سے ترک القراءۃ کو ترجیح دیتے تھے۔

پھر صرف حنفی کو مطعون کرنے کا کیا مقصد ہے؟ دوسرے یہ کہ جہری نمازوں میں بڑے ائمہ مجتہدین و محدثین مثلًا امام مالک، امام احمد، امام زہری، امام عبد اللہ بن مبارک، الحنفی بن راہب وغیرہ امام اعظم کے ساتھ ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت فاتحہ نہ کی جائے، پیشوائے اہل حدیث صاحب عون المعبود نے بھی ص ۲۰۷ ج ۱ میں اس کو تسلیم کیا ہے، اس کے بعد امام صاحب اور امام سقیان ثوری، سری نمازوں میں بھی ترک کو ترجیح دیتے ہیں جس کی بہترین وجہ حضرت ناوتولیؓ نے توثیق الکلام میں حضرت شیخ الہندؓ نے ایضاً حادیہ میں اور حضرت شاہ صاحبؒ نے فصل الخطاب میں تحریر فرمادی ہیں جن کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد ایک منصف مزاج انسان حنفی مسلم کو دل و جان سے غریز رکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

یہاں علامہ مبارک پوری کے تذکرہ کی مناسبت سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ نے ۲۵ ج ۱ تحفۃ الاحدوڑی میں خود لکھا ہے کہ ”علامہ عینی سے غلطی ہوئی کہ عبد اللہ بن مبارک کو وجوب قرأت خلف الامام کے قائلین میں شمار کیا، حالانکہ وہ وجوب مذکور کے قائل نہ تھے اور اسی طرح امام مالک و امام احمد بھی تمام نمازوں میں وجوب قرأت فاتحہ خلف الامام کے قائل نہ تھے۔“

لیکن علامہ نے تحقیق الکلام ص ۱۰ ج ۱ کے حاشیہ میں امام احمد کو قائلین وجوب میں لکھ دیا ہے اور وہاں حافظ عینی کا قول مذکور اس کی تائید میں نقل کر دیا ہے جس کی غلطی کاظمہار خود بھی تحفۃ الاحدوڑی میں کیا ہے، امام بخاریؓ نے اپنے رسالہ ”جزء القراءۃ خلف الامام“ میں بھی اس مسئلہ پر جم کر بحث کی ہے جو قابل دید ہے، رقم المعرف کو متعدد بار اس کو بغور و تامل مطالعہ کی سعادت حاصل ہوئی ہے، فصاعدًا پر جو کچھ امام بخاریؓ نے کلام کیا ہے اس کا کافی و شافی جواب حضرت شاہ صاحبؒ نے ”فصل الخطاب“ میں دیا ہے جس کا اہل انداز میں خلاصہ انوار الباری میں پیش ہوگا، ان شاء اللہ، دوسری ایک اہم تنسبیہ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ نے ”فصل الخطاب“ میں دیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا مذہب مختار بھی (جن کی روایات اور قول و عمل کی اس مسئلہ میں بڑی (اہمیت ہے) جہری نمازوں میں ترک القراءۃ ہی تھا اور اس کو امام عینی نے سنن میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ دونوں سے نقل کیا ہے، وہ دونوں جہری نمازوں کے علاوہ دوسری نمازوں میں قرأت کا حکم فرماتے تھے اور اسی طرح امام عینی کی کتاب القراءۃ میں بھی ہے مگر امام بخاری کے رسالہ جزء القراءۃ (ص ۲۹۶ سطر ۱۶) میں حضرت ابو ہریرہؓ کا قول غلط نقل ہو گیا ہے کہ اس سے جہری نمازوں میں قرأت ثابت ہوتی ہے اور اسی سے شیخ شمس الحق عظیم آبادی نے سنن دارقطنی کے حاشیہ تعلیق المغنی ص ۲۸۱ سطر ۲۹ میں بھی یہی غلط قول نقل کر دیا ہے۔

بات لمبی ہو گئی بتلا نا صرف یہ تھا کہ ان حضرات نے تعصب سے کام لیا ہے، حتیٰ کہ حدیث کی قوت وضعف کے لئے رجال پر بحث کرتے ہوئے بھی یہ کمزوری نمایاں ہو جاتی ہے، مثلاً روایت اذا جاء احد کم الاما يخطب فليصل در کعتین قبل ان يجلس کے شذوذ کو رفع کرنے کے لئے روح بن القاسم کی متابعت سے مدد لی گئی اور حافظ ابن حجرؓ نے لکھا کہ دارقطنی میں روح بن القاسم کی روایت موجود ہے، حالانکہ اس کی سند میں ایک راوی عبد اللہ بن بزرگ ہیں جو ضعیف ہیں۔

نیز روایت مذکورہ یحییٰ بن غیلان سے بھی ہے جو مجہول الحال ہیں، مگر علامہ شمس الحق عظیم آبادی نے یہاں ان دونوں کے حال سے سکوت فرمایا پھر کتاب الزکوۃ میں جب کسی دوسری روایت کے سلسلہ میں یہ دونوں راوی آئے تو وہاں دونوں کی تضعیف فرمادی۔

مخفی ابن قدامہ ص ۲۰۲ ج ۱ میں ہے کہ امام احمد نے فرمایا ”هم نے اہل اسلام میں سے کسی کو نہیں سا جو یہ کہتا ہوں کہ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں جو مقتدی قرأت نہ کرے گا اس کی نمازنہ ہوگی“ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ نبی کریم ﷺ ہیں، آپ کے اصحاب اور تابعین ہیں، یہ امام مالک (اہل حجاز میں) ثوری (اہل عراق میں) اوزاعی (اہل شام میں) لیث (اہل مصر میں) ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت نہیں کی، اس کی نماز باطل ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں فرمایا کہ آیت اذا قرء القرآن فاستمعوا له و انصتوا میں یہ حکم عام ہے پھر اگر اس کو صرف خارج

صلوٰۃ پر محمول کریں گے تو قطعاً باطل ہے کہ اسکا کوئی بھی قائل نہیں کہ نماز میں تو سنو نہیں، نماز سے خارج پڑھا جائے تو سنا کرو، حالانکہ نماز میں متابعت امام کے تحت اس کی قرأت سننا اور خاموش رہنا تکمیل اقتداء کیلئے اولیٰ و افضل بھی ہے، پھر جب کہ کتاب و سنت اور اجماع سے یہی ثابت ہے کہ استماع افضل ہے قرأت سے (تو مقتدى کے حق میں) امام کے پیچھے خود قرأت کرنے کا درجہ ادنیٰ ہے اور استماع کا درجہ افضل و اعلیٰ ہے پس اعلیٰ کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کا امر کرنا کیسے جائز ہوگا۔ (فتح الہم ص ۲۱ ج ۲)

علامہ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں یہ بھی تصریح کی ہے کہ من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ ایسی مرسل حدیث ہے جس کی تائید ظاہر قرآن و سنت سے ہو رہی ہے اور اس کے قائل جماہیر اہل علم صحابہ و تابعین میں سے ہیں اور خود اس کا ارسال کرنے والے اکابر تابعین میں سے ہیں اور ایسی مرسل باتفاق ائمہ اربعہ غیرہم جھت ہے۔

یہ بھی علامہ ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے کہ مشہور نہ ہب امام احمد کا سری نماز میں بھی احتجاب قرأت خف الامام ہے، وجوب نہیں ہے (فصل الخطاب) اکثر مالکیہ و حنابلہ کا نہ ہب سریہ میں صرف احتجاب قراؤہ ہے وجوہ نہیں ہے (فصل ص ۹۸)

ص ۷۹ علامہ ابن وہب کا نہ ہب بھی سریہ میں عدم و جوب ہی ہے (فصل الخطاب ص ۹۷)

علامہ ابن تیمیہ نے فتاویٰ میں سکتات میں قرأت کو بھی کافی قوت کے ساتھ ضعیف قرار دیا ہے، (فصل الخطاب ص ۸۶ پر بھی علامہ نے لکھا کہ استماع قرأت امام اور اس کو خاموش ہو کر سننے کا حکم قرآن و حدیث صحیح سے ثابت ہے اور فاتحہ سے زائد قرأت نہ کرنے کے بارے میں اجماع امت بھی ہے اور یہی قول دربارہ قرأت فاتحہ وغیرہ صحابہ و تابعین وغیرہم میں سے جماہیر سلف کا بھی ہے، پھر یہی ایک قول امام شافعی کا بھی ہے، جس کو ان کے خداق اصحاب امام رازی ابو محمد بن عبد السلام وغیرہ نے اختیار کیا ہے، کیونکہ قرأت مع جہر امام منکر، مخالف کتاب و سنت اور عامہ صحابہ کے طریقہ کے بھی خلاف ہے آہ (فصل الخطاب ص ۹۳)

محمد بن ابی شیبہ نے بھی نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے جوئی بات منظر عام پر آئی وہ قرأت خلف الامام تھی، ورنہ پہلے دور کے عام طور سے قرأت نہ کرتے تھے (ص ۷۸ فصل) اور علامہ ابن تیمیہ وغیرہ کو یہ سب حضرات بھی ائمہ محدثین مانتے ہیں اور ان سب کا نہ ہب اس بارے میں وہی ہے جو امام عظیم کا ہے لہذا جو کچھ ایرادات و اعتراضات ہوں گے ان سب کا ہدف صرف حفظ نہیں بلکہ یہ سب حضرات بھی ہوں گے ضرورت ہے کہ اس قسم کے روایہ میں تبدیلی ہو کر حدیثی خدمات کو ذاتی و اجتماعی نظریات سے بہت بلند ہو کر انجام دیا ہے، واللہ الموفق۔

علامہ مبارک پوری نے تحقیق الكلام کی دو جلدیوں میں حفظی کی ایک ایک دلیل کا ذکر کر کے اس کو گرانے کی سئی لا حاصل کی ہے، اس کا تحلیلی جائزہ کسی دوسری فرصت میں مناسب ہے مگر ایک جگہ امام عظیم کی توثیق و تضعیف کو موضوع بحث بنا کر آپ نے اپنے رنگ تعصب و تنگ نظری کو بہت ہی نمایاں کر دیا ہے، اس سلسلہ میں آپ نے صاحب دراسات علامہ محدث شیخ معین سندی سے نقل کیا کہ امام صاحب کے بارے میں قابل ذکر اور مفصل جرح امام بخاری کی ہے اور وہ ارجاء کی ہے، پھر علامہ موصوف نے جو حق دفاع تھہت ارجاء کے بارے میں ادا کیا ہے اس کا بھی ذکر کیا ہے اور یہ بجھ کر کہ ارجاء کے بارے میں جرح کا جواب پورا ہو چکا ہے، علامہ مبارک پوری نے یہ نئی ایج پیدا کی کہ درحقیقت یہ سمجھنا ہی غلط ہے کہ امام بخاری کی جرح مفصل کا تعلق ارجاء سے ہے، کیونکہ مر جھ سے تو خود امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایات لی ہیں، البتہ امام موصوف کا نشانہ امام صاحب کا سو حفظ ہے اور اسی کی وجہ سے سکتو اعن رأی و حدیث کا جملہ کہا ہے۔

علامہ مبارک پوری نے امام صاحب پر جرح کو قوی کرنے کیلئے امام بخاری پر رکھ کر یہ پہلوز و ردار سمجھا ہے جو چند در چند وجوہ سے کمزور ہے، اول تو امام صاحب کی قوت حفظ و اتقان کے شاہدین عدل معتقد میں میں بکثرت موجود ہیں اور اس دور میں کسی نے بھی امام صاحب کی طرف سوء حفظ کو منصوب نہیں کیا، دوسرے یہ کہ امام صاحب کی مسانید میں سینکڑوں کبار حفاظ حدیث نے آپ سے روایت کی ہے جس طرح

ہر دور کے لاکھوں، کروڑوں علماء، صلحاؤ و عوام امت محمد یہ نے آپ کی رائے کا اتباع کیا، کیا کسی اسی الحفظ محدث سے اس طرح روایت حدیث کی کوئی مثال بتلائی جاسکتی ہے، تیسرے یہ کہ حافظ ابن حجر نے نزہۃ النظر میں تصریح کی ہے کہ سوء حفظ کی وجہ سے جرح کسی پر اس وقت کی جاسکتی ہے کہ اس کی نصف سے زیادہ روایات میں سوء حفظ کے شواہد موجود ہوں، پھر جب کہ امام صاحب کی کسی ایک روایت پر بھی ایسا نقد آج تک نہیں ہوا، تو آپ کی ہزاروں روایات میں سے نصف یا نصف سے زیادہ کے بارے میں اس قسم کا دعویٰ کون کر سکتا ہے، شاید علامہ مبارک پوری کے تلامذہ میں سے کوئی صاحب اس کی کوپورا کریں۔

۳۲۷- الشیخ الحمد ث ابوسعید محمد عبد العزیز بن مولانا محمد نور حنفی متوفی ۱۳۵۹ھ

گوجرانوالہ (پنجاب) کے مشہور علامہ محدث تھے، حدیث میں حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے تلمذ تھے، حضرت مرشد مولانا حسین علی صاحب نقشبندی سے تلمذ حدیث و بیعت سلوک دونوں کا شرف حاصل تھا، آپ نے ”نبراس الساری علی الطرف البخاری“ کی تالیفات کی جس کی ابتداء اپنے حدیثی شغف کے تحت کی تھی، مگر تکمیل حضرت پیر مرشد موصوف اور حضرت شاہ صاحب علامہ کشمیری کے ارشاد پر کی کیونکہ اس اہم حدیثی خدمت کی طرف ان دونوں حضرات کو بڑی توجہ تھی۔

آپ نے اس قیمتی تالیف میں صحیح بخاری شریف کا مکمل انڈکس بنایا ہے جس کے ایک حدیث کے متعدد مکملوں کو جو مناظن وغیر مناظن میں درج ہوئے ہیں باب و صفحہ سے فوراً دریافت کیا جاسکتا ہے، اور ساتھ ہی فتح الباری و عمدۃ القاری کے حوالے بھی درج کئے ہیں، اس کی کتابت بھی آپ نے خود ہی کی تھی، تاکہ کتاب پیشہ و رکابتوں کی اغلاط سے محفوظ رہے، افسوس ہے کہ کتاب مذکور اب نادر و نایاب ہے، تقریباً ایک سال کی تلاش کے بعد رقم الحروف کو اس کا ایک نسخہ دستیاب ہو سکا۔

نصب الرای للریلیعی (مطبوعہ مصر) شائع کردہ مجلس علمی ڈا بھیل کی بھی صحیح و تکمیلی ابتداء میں آپ نے ہی کیا تھا جس کے لئے رقم الحروف نے گوجرانوالہ حاضر ہو کر گفتگو کی تھی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۳۲۸- الشیخ الحمد ث العارف حکیم الامامة مولانا اشرف التھانوی حنفی قدس سرہ ۱۳۶۲ھ

مشہور و معروف عالم ربانی، علامہ محدث، مفسر، فقیہ و شیخ طریقت تھے، ولادت ماہ ربیع الآخر ۱۲۸۰ھ میں ہوئی، حفظ قرآن و تکمیل فارسی کے بعد ابتدائی عربی تعلیم حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی سے حاصل کی جو جامع علوم ظاہری و کمالات باطنی تھے، ان کی صحبت مبارک کا ادنیٰ اثر یہ تھا کہ آپ بچپن سے ہی تجدی پڑھنے لگے تھے، تکمیل کے لئے آپ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند پہنچ اور پانچ سال وہاں رہ کر ۱۳۰۰ھ میں بعمر بیس سال تمام علوم سے فراغت حاصل کی، آپ نے زیادہ کتابیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور حضرت مولانا شیخ الہند سے پڑھی ہیں لیکن حضرت نانوتوی کے درس جلالیں میں بھی بھی بھی شرکت کرتے تھے۔

۱۳۰۱ھ کے آخر میں اہل کانپور کی درخواست پر مدرسہ فیض عام کانپور کے صدر مدرس ہوئے، کچھ عرصہ بعد آپ نے مدرسہ جامع العلوم قائم کیا اور اس کی صدارت فرمائی، اس طرح تقریباً ۱۲ سال درس و تدریس میں مشغول رہے، ۱۳۱۵ھ میں ترک ملازمت کر کے تھانہ بھون کی خانقاہ امدادیہ کو آباد کیا ۱۲۹۹ھ میں بحالت قیام دیوبند ذریعہ خط شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ سے بیعت ہوئے تھے، دو بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور دوسری بار حج کے بعد ۲۶ ماہ حضرت حاجی صاحب کی صحبت میں رہ کر کمالات باطنی سے دامن بھرا، حضرت گنگوہی آپ سے فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے حاجی صاحب کا کچھ پہل پایا تھا، تم نے پکا پہل پایا اور کامیاب ہوئے۔

غرض نے آپ نے ۲۷ سال تک مند تلقین و ارشاد پر متمکن رہ کر ایک عالم کو اپنے فیوض ظاہری و باطنی سے سیراب کیا، آپ کے بے

شمار مواعظ حسنہ لاعداً ملفوظاً طبیبہ اور کثیر تعداد تصانیف قیمہ کی روشنی سے شرق و غرب روشن ہو گئے، لاکھوں قلوب آپ کے فیض باطن سے جگھا اٹھے، عوام و خواص، علماء و اولیاء سب ہی نے آپ سے فیض پایا، مفصل حالات و مناقب کے لئے آپ کی مطبوعہ سوانح کی طرف رجوع کیا جائے، یہاں تذکرہ محدثین کی مناسبت سے آپ کی حدیثی تصانیف و خدمات کا ذکر ضروری ہے، جامع الآثار، تابع الآثار، حفظ الأربعین، المسک الذکری، اشواب الحلالی، اطفاء الفتن، مؤخرۃ الظنوں، الادرک والتوصل الی حقیقت الاشراك والتسلی وغیرہ۔ "اعلاء السنن" (احادیث حکام کا نہایت عظیم القدر جمیع) ۲۰ جلد میں آپ ہی کے ارشاد پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی دام ظہم نے مرتب فرمایا، جس میں سے ایک مقدمہ اور گیارہ جلد میں شائع ہو چکی ہیں۔

حضرت تھاتویٰ قدس سرہ کی زندگی کا ایک نہایت روشن پہلو آپ کے بلند پایہ اصلاحی و تجدید کارنا سے بھی ہیں، آپ مسلمانوں کے عقائد و عبادات کی صحیح کے ساتھ ان کے اخلاق، معاملات، معاشرت و عملی زندگی کی اصلاحات پر بھی پوری توجہ صرف ہمت فرماتے تھے جو صرف آپ ہی کا حصہ تھا، اس سلسلہ میں ایک نہایت جامع کتاب "حیات اُسلمین" کے نام سے تالیف فرمائی جس میں قرآن مجید احادیث نبویہ کی روشنی میں مسلمانوں کی دینی و دنیاوی فلاج و ترقی کا مکمل پروگرام مرتب فرمایا اور اس کتاب کو آپ اپنی دوسری کتابوں سے زیادہ ذریعہ نجات ہونے کی امید کرتے تھے، رحمہ اللہ درحمۃ واسعة و محنۃ علومہ المحمدۃ النافعۃ۔

۲۲۹- الشیخ الحمد ث العارف مولانا حسین علی نقشبندی حنفی قدس سرہ (م ۱۳۶۲ھ)

آپ حضرت مولانا گنگوہیٰ کے تلمیذ حدیث، حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتویٰ کے تلمیذ تفسیر، حضرت خواجہ محمد عثمان صاحبؒ کے خلیفہ مجاز، پنجاب کے مشہور و معروف مفتاد و شیخ طریقت تھے، تقریباً پچاس سال تک اپنی خانقاہ وال پھر اس میں درس قرآن و حدیث اور آفادۂ باطنی کے مبارک مساغل میں منہمک رہے، دن و رات اکثر اوقات تعلیم و تربیت سے معمور رہتے تھے۔

رقم الحروف کو بھی حضرت الاستاد شاہ صاحب قدس سرہ کے ارشاد پر آپ کی خدمت میں حاضری، بیعت اور ۲۲، ۲۳ روز قیام کر کے قرآن مجید کا مکمل ترجمہ پڑھنے اور دوسرے استفادات کا شرف حاصل ہوا ہے، طلبہ و مسٹر شدین پر حد درجہ شفیق تھے، رقم الحروف نے آپ کے تفسیری فوائد قلمبند کئے تھے اور ملفوظات گرامی بھی۔

یاد پڑتا ہے کہ ایک روز فرمایا کہ خواب میں دیکھا کہ حشر کا میدان ہے، نفی نفسی کا عالم ہے، سخت اضطراب و پریشانی کا وقت، کہ سامنے سے حضرت ابو بکر صدیق تھمودار ہوئے، میری زبان سے نکلا "ارحم امتی بامتی ابو بکر" کہ ان کی شان رحم و کرم سے استفادہ کروں، اتنے میں حضرت عمر تشریف لائے اور مجھے ساتھ لے کر تمام ہونا ک منازل سے بخیر و خوبی گزار دیا۔ اس کی کوئی تشریح یا تعبیر حضرت نے اس وقت نہیں فرمائی مگر اپنے ذہن نے جو مطلب اس وقت تک اخذ کیا اور اب تقریباً ۳۲ سال کے بعد بھی اس کی حلاوت بدستور باقی ہے، یہ کہ تم جیسوں کیلئے عمر بھی ابو بکر ہی کی شان رکھتا ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و حکم۔

ایک روز بعد عشاء، طلبہ حدیث مطالعہ کر رہے تھے، رفع سبابہ کے مسئلہ میں ایک طالب علم سے میری بحث ہو گئی اور "العرف الشذی" سے میں نے استدلال کیا، اسی اثناء میں حضرت بھی تشریف لے آئے اور ہماری بحث میں بے تکلف شریک ہو گئے، میں بدستور رفع کے دلائل پیش کرتا رہا اور حضرت اسی طالب علم کی امداد کرتے رہے اور اصلاح کی تاگواری کا اظہار نہیں فرمایا، حضرت کی اس سادگی و شفقت کا جب بھی خیال آ جاتا ہے تو بڑی ندامت بھی ہوتی ہے کہ ایسی جرأت کیوں کی تھی، جب تک رہا حضرت شخصی شفقت فرماتے رہے، کھانے کا بھی خاص اہتمام فرمایا تھا، رخصت کے وقت بستی سے کچھ دور تشریف لائے اور اجازت بیعت بھی مرحمت فرمائی، مکاتبت سے بھی ہمیشہ مشرف فرماتے رہے۔

آپ نے حضرت گنگوہی کی تقریر درس مسلم شریف ارتو تقریر درس بخاری شریف مرتب فرمائی تھیں جو شائع شدہ ہیں، تلمیخ ص الطحاوی بھی آپ کی نہایت مفید تالیف ہے، وہ بھی چھپ چکی ہے، الحمد للہ یہ تالیفات رقم الحروف کے پاس موجود ہیں اور ان کے افادات قارئین ”انوار الباری“ کی خدمت میں پیش ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، رحمہ اللہ رحمۃ واسعة و محننا بعلو مہ و فیوضہ۔

۳۵۰-العلامة المحدث السيد اصغر حسین دیوبندی حنفی م ۱۳۶۲ھ

حضرت میاں صاحب کے نام سے شہرت پائی، بڑے، محدث، فقیہ عابد وزہد تھے، ۱۳۱۸ھ میں علوم سے فراغت پائی تھی پھر آخر عمر تک دارالعلوم میں ہی حدیث پڑھاتے رہے، آپ پرشان جلال کا غالبہ تھا، فن عملیات کے بھی ماہر کامل تھے، بہت سی مفید علمی تصانیف کیں، حدیث میں اپنے استاذ حضرت شیخ الہند کی تقریر درس ترمذی شریف کو بہترین اسلوب سے اردو میں مرتب کیا جو ”الورد الشذی علی جامع الترمذی“ کے نام سے شائع ہو گئی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۳۵۱-العلامة المحدث مولانا شبیر احمد العثمانی دیوبندی حنفی م ۱۳۶۹ھ

بڑے جلیل القدر محدث، مفسر، جامع معقول و منقول، سحر بیان متكلم، عالی قدر مصنف و انشا پرداز، میدان سیاست کے بطل جلیل، زاہد، عابد و تقویٰ شعار تھے، آپ نے ۱۳۲۵ھ میں علوم سے فراغت حاصل کی، پہلے مدرسہ عالیہ فتح پوری کے صدر نشین ہوئے، پھر سالہاں سال دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا، مسلم شریف کے درس کی نہایت شہرت تھی، ۱۳۳۶ھ کی تحریک اصلاح دارالعلوم میں حضرت شاہ صاحب حضرت مفتی صاحب و دیگر اکابر و اساتذہ کی پوری ہمنوائی کی، ڈا بھیل تشریف لے گئے اور جامعہ گجرات کی مند درس حدیث کو زیست بخشی، آپ ہمیشہ جمیعہ علماء ہند کے مسلک پر گام زن رہے، لیکن آخر زمانہ میں نظریہ تقسیم میں آپ مسلم لیگ کے حامی ہو گئے تھے، اس لئے پاکستان کی سکونت اختیار فرمائی تھی وہاں بھی گرانقدر علمی، مذہبی و سیاسی خدمات انجام دیں۔

بقول مولانا عبد اللہ صاحب سنہی آپ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی قوت بیانیہ کے مثل تھے، تقریر و تحریر دونوں لا جواب تھیں جس موضع پر قلم اٹھایا اس کا حق ادا کر گئے، بہت سی تصانیف کیں، ان میں سے تفسیری فوائد قرآن مجید اور فتح الہلبم شرح صحیح مسلم محققانہ شان کے اعتبار سے شاہکار ہیں۔

رقم الحروف کی قیام مجلس علمی ڈا بھیل کے زمانہ میں سالہاں قرب و حاضری کا شرف رہا ہے اور اس زمانہ میں آپ کے بہت سے مواعظ و مخطوطات عالیہ بھی قلمبند کئے تھے، خدا نے ہمت و توفیق دی تو ان کو کسی وقت شائع کرنے کی بھی سعادت حاصل کی جائے گی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعة و محننا بعلو مہ النافعہ۔

۳۵۲-العلامة الجاشی الشہیر الشیخ محمد زاہد الکوثری حنفی م ۱۳۷۴ھ

مشہور و معروف محقق مدقق، جامع العلوم والفنون تھے، ترکی خلافت کے زمانہ میں آپ وکیل امیة الاسلامیہ، معهد تخصص تفسیر و حدیث میں استاذ علوم قرآنیہ، قسم شرعی جامعہ عثمانیہ، اتنبول میں استاذ فقه و تاریخ فقہ اور دراثۃ القافتۃ الاسلامیہ اتنبول میں استاذ ادب و عربیت رہے تھے، مصطفیٰ کمال کے لادینی فتنے کے دور میں اتنبول چھوڑ کر مصر آئے اور آخر وقت تک وہیں رہے۔

زمانہ قیام مصر میں بڑے بڑے علمی معرکے سر کئے، صراحت و حق گولی میں نام کر گئے، مطالعہ کتب اور وسعت معلومات میں بے نظیر تھے، اتنبول کے چالیس بیالیس نوادر مخطوطات کے کتب خانوں کو پہلے ہی کھنگال چکے تھے، پھر دمشق و قاہرہ کے نوادر مخطوطات عالم کو بھی سینہ میں محفوظ کیا تھا،

حافظ و استحضار حیرت انگیز تھا، کثرت مطالعہ، استحضار و تحریر للہیت و خلوص، تقویٰ و دیات میں حضرت شاہ صاحب (علامہ کشمیری) کے گویا ثبت تھے۔ جس زمانہ میں راقم الحروف اور محترم فاضل جلیل مولانا محمد یوسف بنوری کا قیام نصب الرایہ اور فیض الباری وغیرہ طبع کرانے کے لئے مصر میں تھا تو علامہ موصوف سے اکثر و بیشتر اتصال رہا، استفادات بھی کئے، ایسی صورت میں اب کہاں؟ حضرت شاہ صاحبؒ کے علامہ کوثری کا مل جانا ہم لوگوں کے لئے نہایت عظیم القدر نعمت غیر متربقہ تھی۔

حضرت علامہ کے یہاں ہم لوگ حاضر ہوتے تھے اور حضرت بھی کمال شفقت و رافت سے ہماری قیام گاہ پر تشریف لاتے تھے، نصب الرایہ پر تقدیم لکھا اور اس کے رجال کی صحیح فرمائی یہ اور اس قسم کے جتنے علمی کام کے ہیں، کبھی کسی پر معاوضہ نہیں لیا، حبہ اللہ علمی خدمات کرتے تھے، بیسوں کتابوں پر نہایت گرانقدر تعلیقات لکھ کر شائع کرائیں جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کی تحقیق بطور "حرف آخر" کر گئے، اپنی کتابوں میں اکثر حوالے صرف مخطوطات نادرہ کے ذکر کرتے ہیں اور غالباً یہ سمجھ کر مطبوعات تو سب نے ہی دیکھ لی ہوں گی ان کے حوالوں کی کیا ضرورت؟

آپ کی تالیفات و تعلیقات میں سے چند اہم یہ ہیں: ابداء وجوه التعدی فی کامل ابن عدی، نقد کتاب الففعاء للعقیلی، العقب الحشیث لما یخفیه ابن تیمیہ من الحدیث، الجویث الوفی فی مفردات ابن تیمیہ، صفعات البرہان علی صفات العدوان، الاشتقاق علی احکام الطلق، بلوغ المانی فی سیرة الامام محمد الشیبانی، التحریر الوجیز فیما یتبغیہ المستحبز، تائب الخطیب علیہما ساقہ فی ترجمۃ الی حدیقة من الاکاذیب، احقاق الحق بابطال الباطل، فی مغیث الْخَلْقِ، تذہیب التاج الحجینی فی ترجمۃ البدر العینی، الاهتمام بترجمۃ ابن الہمام، الحاوی فی سیرة الامام لاطحاوی، النکت الطریفة فی التحدیث عن رودو ابن ابی شیبہ علی ابی حنیفہ، المحات النظری فی سیرة الامام، زفر، الترجیب بفقد التائب، تقدیم نصب الرایہ، تعلیق الغرة المدینیہ، تعلیق ودفع شبه التشییہ لابن الجوزی، تعلیقات علی ذیول طبقات الحفاظ الحسینی وابن فہد والیوطی، تعلیق الانصار والترجیح المذهب الحسنی بسط ابن الجوزی، التعليقات المهمة علی شروط الاجماع للمرقدی والحاوی، تعلیق الانقاء فی فضائل الثلاۃ الاجماعۃ الفقهاء۔

"مقالات الکوثری" کے نام سے آپ کے بلند پایہ علمی مضامین کا مجموعہ بھی چھپ گیا ہے جس کے شروع میں محترم فاضل مولانا محمد یوسف صاحب بنوری دام ظلہم کا مقدمہ بھی ہے، جس میں علامہ کوثری کے علوم و معارف کا بہترین طرز میں تعارف کرایا ہے اور دوسرے حضرات علماء مصر نے علامہ کی زندگی کے دوسرے حالات تفصیل سے نقل کئے ہیں۔

نہایت مستغنى مزاج تھے، شیخ جامع از ہر مصطفیٰ عبدالرازاق نے سعی کی تھی کہ جامع از ہر میں درس حدیث کی قدیم روایات کو زندہ کریں اور شیخ کوثری کو اس خدمت کے لئے آمادہ کرنا چاہا مگر آپ نے منظور نہ فرمایا۔ رحمہ اللہ درجۃ واسعة و معنیا بعلو مہ۔

۲۵۳-العلامة الحمدث الفقيه المفتی کفایت اللہ شاہ بھہان پوری حنفی م ۱۳۷۲ھ

حضرت شیخ الہند کے تلامذہ میں سے نہایت بلند پایہ صاحب فضل و کمال محقق محدث اور جامع معقول و منقول تھے، ۱۳۷۲ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی اور مدرسہ امینیہ دہلی میں آخر عمر تک افتأ، درس حدیث کی خدمات انجام دیتے تھے، جمیع علماء ہند کی تاریخ کا نہایت اہم اور زرین دور آپ کے غیر معمولی سیاسی تفوق و تدبیر سے وابستہ ہے، بلا کے ذہین و ذکری، دروس معاملہ فہم تھے، ہندوستان کی تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں کے مقابلے میں جمیعیہ علماء ہند کے عز و دقار کو اونچے سے اونچار کھنے میں کامیاب ہوئے، حدیث کے ساتھ فقہ پر بڑی گہری نظر تھی اس لئے اپنے وقت کے مفتی اعظم کہلانے، بہت سی مفید تصنیف کیں، زبد و اققاء اور استغناۃ الاغنیاء میں بھی بے مثال تھے، رحمہ اللہ درجۃ واسعة۔

۲۵۴-العلامة الحمدث الشیخ العارف شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی حنفی م ۱۳۷۲ھ

حضرت شیخ الہند کے اخض تلامذہ اور اخض خدام میں سے تھے، ۱۳۱۵ھ میں دارالعلوم سے سند فراغ حاصل کی، حضرت گنگوہی سے

بیعت و خلافت کا شرف ملا، نہایت عالی قدر محقق مدقق، جامع شریعت و طریقت اور میدان سیاست کے صحیح معنی میں مردِ مجاهد تھے، ایک مدت تک مدینہ طیبہ (زادہ اللہ شرفا) میں قیام فرمایا، مسجدِ نبوی میں درسِ حدیث دیا، پھر حضرت شیخِ الہند کے ساتھ اسیرِ مالثار ہے، ہندوستان واپس ہو کر بہابر سلہٹ رہ کر درسِ حدیث و ارشادِ خلاق میں مشغول رہے۔

۱۳۳۶ھ میں جب حضرت شاہ صاحبؒ نے دارالعلوم سے قطع تعلق فرمایا، تو آپ کو صدارتِ تدریس کے لئے بلا یا گیا اور آخر عمر تک تقریباً تیس سال مسلسل دارالعلوم کے شیخِ الحدیث رہ کر ہزار اس ہزار طلبہ کو اپنے علوم و کمالات سے فیض یا ب فرمایا، جمعیت علماء ہند کے بھی آخری عمر تک صدر و سرپرست رہے اور نہایت گرانقدر رزیں خدمات کیں، بہت ہی متواضع، منکسر مزاج، وسیع الاخلاق، صاحب المفاسد والکارم تھے۔ فیض ظاہر کی طرح آپ کا فیض باطنی بھی ہمہ گیر تھا، ہندوپاک کے لاکھوں نفوس آپ کے فیض تلقین و ارشاد سے بہرہ ور ہوئے، آپ کے خلفاء مجازین کے اسماء گرامی آپ کی سوانح حیات لکھنے والوں نے جمع کر دیئے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ تلامذہ حدیث کا نمایاں تذکرہ کسی گلہ نہیں کیا گیا، چند نمایاں شخصیات کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند، آپ جامع معقول و منقول، محقق عالم، بلند پایہ مقرر و خطیب اور خلیفہ مجاز، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدال قادر شاہ صاحب رائے پوری دام ظاہم ہیں، حضرت علامہ کشمیریؒ سے بھی آپ نے بکثرت استفادہ فرمایا ہے۔
 (۲) مولانا محمد حسین صاحب بہاری استاذ معقول و فلسفہ دارالعلوم دیوبند، عقائد، کلام و حدیث کا بھی درس دیتے ہیں، محقق فاضل اور کامیاب درس ہیں۔

(۳) مولانا عبد الاحد صاحب دیوبندی خلف مولانا عبد الرحمٰن صاحبؒ اساتذہ حدیث دارالعلوم دیوبند، محقق عالم و فاضل ہیں۔
 (۴) مولانا میرزا مرحوم الحق صاحب دیوبندی، استاذ فقہ و ادب دارالعلوم دیوبند، بہت سے علوم میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں دارالعلوم کے ممتاز اساتذہ میں ہیں۔

(۵) مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔
 (۶) مولانا محمد نصیر صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔
 (۷) مولانا محمد سالم صاحب (صاحبزادہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دام ظاہم مہتمم دارالعلوم) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔
 (۸) مولانا محمد انظر شاہ صاحب (صاحبزادہ حضرت العلامہ کشمیری قدس سرہ؛ استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔
 (۹) مولانا محمد اسعد میاں صاحب (صاحبزادہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہ) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔
 (۱۰) مولانا محمد عثمان صاحب (نوادر حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہ) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق۔
 (۱۱) مولانا حامد میاں صاحب (خلف حضرت مولانا اعزاز علی صاحب) استاذ دارالعلوم دیوبند، فاضل محقق ہیں۔
 (۱۲) مولانا قاضی سجاد حسین صاحب کرپوری صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی، صاحب تصانیف، محقق فاضل ہیں۔
 (۱۳) مولانا عبد الرحمٰن صاحب سروخی اساتذہ مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی۔

(۱۴) مولانا مسیح اللہ خان صاحب شیخِ الحدیث و مہتمم مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر (خلیفہ مجاز حضرت تھانوی قدس سرہ)۔
 (۱۵) مولانا عبد القیوم صاحب عظیمی مدرس مدرسہ عربیہ بیت العلوم سراۓ میر (اعظم گڈھ)
 (۱۶) مولانا عبد الحق صاحب شیخِ الحدیث دارالعلوم تھانیہ کوڑہ خٹک ضلع پشاور (خلیفہ مجاز حضرت شیخ الاسلام)
 (۱۷) مولانا محمد فراز خان صاحب صدر ہزاروی (خلیفہ حضرت مولانا حسین علی صاحب نقشبندی) مصنف "حسن الکلام فی القراءۃ خلف الامام"۔

- (۱۸) مولانا لائق علی صاحب سنبلی شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ آنند (گجرات)
- (۱۹) مولانا عبدالسلام صاحب (خلف حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنؤی دام ظہم) استاذ مدرسہ دارالبلاغین لکھنؤ۔
- (۲۰) مولانا نامشاد علی صاحب شیخ الحدیث مدرسہ کھانہ گھاث، ضلع سلمت۔
- (۲۱) مولانا عبدالجلیل صاحب شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ، بدرپور، آسام۔
- (۲۲) مولانا شفیق الحق صاحب مدرسہ جامع العلوم گاج باڑی، آسام۔
- (۲۳) مولانا عبد الحق صاحب شیخ الحدیث مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ۔
- (۲۴) مولانا نور الدین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ گوہرپور، آسام۔
- (۲۵) مولانا محمد طاہر صاحب شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ، کلکتہ۔
- (۲۶) مولانا احمد علی صاحب شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ، باسکنڈی، آسام۔
- (۲۷) مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب نہپوری مفتی مدینی دارالافتاء و صدر مدرسہ عربیہ جامع مسجد بجور۔
- (۲۸) مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔
- (۲۹) مولانا محمد شریف صاحب دیوبندی شیخ الحدیث جامعہ ڈابھیل۔
- (۳۰) مولانا سید حامد میاں صاحب صدر مدرسہ وہیتم جامعہ مدینہ لاہور۔
- (۳۱) مولانا منت اللہ صاحب امیر شریعت بہار و رکن شوری دارالعلوم دیوبند۔
- (۳۲) مولانا عبدالرشید محمود صاحب بنیرہ حضرت گنگوہی۔

افسوس ہے کہ حضرت[ؐ] کے ممتاز تلامذہ کے جو درس حدیث یا تصنیف وغیرہ میں مشغول ہیں، بہت کم نام اور حالات معلوم ہو سکے، اس کی تلافی انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں کی جائے گی۔

۳۵۵- العلامہ الحمد بن علی الشہیر بظہیر احسن ائمہ عظیم آبادی حنفی

مشہور و معروف جلیل القدر محدث تھے، محمد ثانہ رنگ میں بلند پایہ کتابیں مختلف فیہ مسائل میں تالیف کیں، جو طبقہ علماء میں نہایت مقبول ہوئیں، ایک جامع کتاب آثار السنن کے نام سے لکھی جس میں مسلک احناف کی قوی احادیث جمع کیں، آپ نے خود اپنی بعض مؤلفات میں تحریر فرمایا کہ ”بلغ المرام یا مشکواۃ شریف جواب ابداء میں پڑھائی جاتی ہیں، ان کے مؤلف شافعی المذاہب تھے اور ان کی کتابوں میں زیادہ وہی احادیث ہیں جو مذہب امام شافعی کی موئید اور مذہب حنفی کے خلاف ہیں اس کی وجہ سے اکثر طلبہ مذہب حنفی سے بد عقیدہ ہو جاتے ہیں، پھر جب صحاجت پڑھتے ہیں تو ان کے خیالات اور بھی بدل جاتے ہیں، علماء حنفی نے کوئی کتاب قابل درس ایسی تالیف نہیں کی جس میں مختلف کتب احادیث کی احادیث ہوں جن سے مذہب حنفی کی تائید ہوتی ہو، پھر بیچارے طلبہ ابتداء میں پڑھیں تو کیا؟ اور ان کے عقائد درست رہیں تو کیونکر؟ آخر بیچارے غیر مقلد نہ ہو؟ فقیر نے ان ہی خیالات سے حدیث شریف میں تالیف ”آثار السنن“ کی بناؤالی ہے۔

آپ نے کتاب صلوٰۃ تک دو جلدیں تالیف فرمائی تھیں جو کئی بار شائع بھی ہو چکی ہیں، دوران تالیف میں حسب مشورہ حضرت شیخ الہند، مسودات حضرت الاستاذ العلامہ کشیری کے پاس بھیجتے اور حضرت شاہ صاحب بعد اصلاح و اضافہ واپس فرماتے تھے اس طرح یہ جلیل القدر تالیف دو آتشہ ہو کر تیار ہو رہی تھی مگر افسوس ہے کہ اس کی تکمیل مقرر نہ تھی، کتاب مذکور کے مطبوعہ نسخہ پر بھی

حضرت شاہ صاحبؒ نے بہت بڑی تعداد میں تعلیقات لکھیں، جن کی وجہ سے یہ مجموعہ نہایت پیش قیمت حدیثی ذخیرہ بن گیا ہے۔ حدیث تبوی و علوم انوری کے عاشق صادق محترم مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب افريق دام ظہم نے حضرت شاہ صاحبؒ کے نسخ مذکورہ کو لندن بھیج کر اس کے فوتوٹھیٹ نئے تیار کر اکر علماء و مدارس کو بھیج دیئے ہیں، اگر کتاب آثار السنن ان تعلیقات انوری کے ساتھ مرتب و مزین ہو کر شائع ہو جائے تو امید ہے کہ آخر کتاب الصلوٰۃ کے مسائل کی محدثانہ تحقیق حرف آخر ہو کر منظر عام پر آجائے گی کام بڑا ہم ہے، کاش! حضرت کے خصوصی تلامذہ اور اصحاب خیر توجہ کریں۔

رقم الحروف بھی اس کے علمی حدیثی نوادر کو انوار الباری میں پیش کرنے کا حوصلہ کر رہا ہے۔ واللہ الموفق المعنین۔

علامہ مبارک پوری نے آثار السنن کے مقابلہ میں ابکار المعن لکھی اور اپنے تحفۃ الاخوذی وغیرہ کے طرز خاص سے بہت سی بے جان چیزیں پیش کیں یہاں موقع نہیں ورنہ اس کے کچھ نمونے درج کئے جاتے، والسلام علی من اتبع الہدای۔

۲۵۶-العلامة الحمد ث الفقيه مولانا محمد اشFAQ الرحمٰن کا ندیلوی حفظ

مدرسہ اشرفیہ دہلی کے صدر مدرس، حدیث و فتنہ کے فاضل محقق تھے، مدتؤں درس حدیث دیتے رہے اور ایک حدیثی تالیف "الطيب الشذی فی شرح الترمذی" نہایت محققانہ طرز پر لکھی جس کی جلد اول مطبعہ خیریہ (مصریہ) میرٹھ سے عربی ناٹپ میں چھپ کر شائع ہوئی، اس پر حضرت تھانویؒ، حضرت شاہ صاحبؒ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بہت اونچے الفاظ میں تقاریب لکھیں، افسوس کہ اب یہ قیمتی کتاب نادر و نایاب ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۲۵۷-الشيخ الحمد ث العلامة ماجد علی جنوپوری حفظ

حضرت گنگوہی قدس سرہ کے تلامذہ حدیث میں سے ممتاز تھے، آپ نے مدتؤں دہلی کے دارالعلوم دیوبند نے دہلی کے قیام حدیث میں بڑا پایا تھا، صرف آخر عمر میں حافظ پر کچھ اثر ہو گیا تھا، حضرت محترم علامہ سید فخر الدین صاحب شیخ الحمد ث دارالعلوم دیوبند نے دہلی کے قیام میں آپ سے عرصہ تک پڑھا ہے اور وہ آپ کے علم و فضل و تحریر کے بہت مذاح ہیں آپ کے زیادہ حالات کا اس وقت علم نہ ہو سکا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۲۵۸-العلامة الحمد ث مولانا محمد اسحق البردوانی حفظ

مشہور و معروف محدث گزرے ہیں، مدتؤں کانپور میں قیام فرمایا کر درس حدیث دیا ہے، پھر کلکتہ وغیرہ میں افادہ علوم حدیث فرمایا، ہزاروں احادیث کے حافظ اور جامع معقول و منقول تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۲۵۹-العلامة الحمد ث المتكلم الشہیر مولانا السيد مرتضیٰ حسن چاند پوری حفظ

حضرت شیخ الہند کے تلامذہ میں سے ممتاز شہرت کے مالک، مشہور و معروف مناظر و مبلغ اسلام، جامع معقول و منقول تھے، مدتؤں دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا، ناظم تعلیمات رہے، مطالعہ و جمع کتب کے بڑے دلدادہ تھے، ایک نہایت عظیم الشان کتب خانہ جس میں علوم و فنون اسلامیہ کی بہترین نوادر کا ذخیرہ جمع فرمایا تھا، یادگار چھوڑ گئے، بہت سی مفید علمی اتصانیف کیں، جو شائع ہو چکی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۲۶۰-الشيخ العلامة الحمد ث مولانا عبد الرحمن امردہی حفظ

حضرت مولانا احمد حسن امردہی قدس سرہ کے تلامذہ میں سے مشہور محدث و مفسر تھے، آپ نے مدرسہ عربیہ امردہ، جامعہ ذا بھیل اور

دارالعلوم دیوبند میں درس حدیث دیا، اپنی بہت سی عادات و خصائص میں غمونہ سلف تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۳۶۱- العلامۃ الحمد ثالادیب مولانا السيد سراج احمد رشیدی حنفی

حضرت گنگوہی کے فیض یافتہ بلند پایہ محدث، مفسر و ادیب تھے، مدت توں دارالعلوم دیوبند میں ادب و حدیث کی کتابیں پڑھاتے رہے، ۲۶ھ میں حضرت شاہ صاحب وغیرہ کے ساتھ دارالعلوم کی خدمت ترک کر کے جامعہ ڈا بھیل تشریف لے گئے، چند سال وہاں بھی درس حدیث دیا اور وہیں وفات پائی، نہایت قبیح سنت عابد، زاہد، ذاکر و شاغل، کریم النفس اور مہمان نواز تھے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۳۶۲- العلامۃ الحمد امفتی سعید احمد صاحب لکھنؤی حنفی

بلند پایہ محدث و فقیہ، جامع معقول و منقول تھے، مدت توں کانپور میں درس علوم دیا اور آخر میں مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر کے شیخ الحدیث رہے، حدیث و فقہ کے بحر عالم تھے، ایک رسالہ مناسک حج میں اور القول الجازم فی بیان الحارم نیز جامع التصریفات وغیرہ تحقیقی تصانیف کیں، فقہ میں مجموعہ فتاویٰ چھوڑا، جو نہایت گراں قد رعلیٰ ذخیرہ اور لائق طبع و اشاعت ہے، مکتبہ نشر القرآن دیوبند سے آپ کی تمام تصانیف شائع ہوتی رہیں گی۔ انشاء اللہ۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا فتح محمد صاحب تائب لکھنؤی بڑے جلیل القدر عالم تھے، جن کے فضل و کمال کے حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ بھی مداح تھے، ان کی خلاصۃ الفاسیر، چار جلدیں میں اور اردو کی بہت اعلیٰ تالیف ہے، یقیناً عرصہ ہوا شائع ہوئی تھی مگر اب صرف جلد ملتی ہے جو مکتبہ "نشر القرآن دیوبند" سے مل سکتی ہے اور باقی جلدیں کی اشاعت بھی امید ہے اسی ادارہ سے ہوگی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۳۶۳- الحمد ثالجیل علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی حنفی دام ظلہم العالی

مشہور و معروف محدث، جامع معقول و منقول، استاذ الاسلام، صدر نشین دارالعلوم دیوبند ہیں، آپ کی ولادت ۱۳۰۳ھ میں ہوئی مسکن قاضی پورہ (بلیا) ہے ابتدائی کتب فارسی و عربی حضرت مولانا حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی دہلوی سے اور اوپر کی کتابیں مولانا فاروق احمد صاحب جریا کوئی مولانا عبدالغفار صاحب و مولانا ہدایت دامال صاحب تکمیل مولانا فضل حق خیر آبادی سے پڑھیں۔

۲۵ھ میں دیوبند تشریف لائے، حضرت شیخ الہندؒ کی تجویز و مشورہ سے پہلے سال ہدایہ، جلائیں، متنیٰ وغیرہ پڑھیں، اور دوسرے سال شامل ترمذی بخاری و بیضاوی (حضرت شیخ الہندؒ سے) طحاوی، ابو داؤد، نسائی و موطا میں (حضرت علامہ مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ سے) مسلم و ابن ماجہ (حکیم محمد حسن صاحبؒ سے پڑھیں، حضرت شاہ صاحبؒ کے ابتدائی دس سالہ قیام دارالعلوم کے زمانہ میں آپ نے دارالعلوم میں معقولات اور آخری دس سال میں مشکلۃ وغیرہ پڑھائیں، اب تقریباً ۹۵ سال سے درس حدیث ہی دیتے ہیں۔

۱۳۵۸ھ میں جامعہ ڈا بھیل تشریف لے گئے اور ۲ ماہ درس حدیث دیا، پھر مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی میں دو سال رہے، دو سال چانگام قیام فرمایا، اس کے بعد پھر دارالعلوم ہی میں افادات کا سلسلہ جاری ہے۔

آپ نے متعدد تصانیف کیں، جن میں سے شرح ترمذی شریف نہایت اہم ہے جس کی جلد اول یا استثناء چند ابواب مکمل ہے اور دوسری زیر تالیف ہے، خدا کرے جلد مکمل و شائع ہو کر طالبین علوم حدیث کے لئے مشغول راہ ہو متعنا اللہ بول حیاة النافعہ۔

لہ آپ کا مسکن مؤصل عظم گذھے، حضرت گنگوہی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، آپ نے قرآن خلف الامام رفع یہ میں اور تقلید وغیرہ پر مفید علمی تحقیقی رسائل لکھے جو شائع ہو چکے ہیں۔

۳۶۳- الحمدلیل العلامۃ المفتی السید محمد مہدی حسن الشاہجہان پوری حنفی رحمہ اللہ

نہایت بلند پایہ نامور محدث فقیہ، جامع العلوم ہیں، آپ نے علوم کی تکمیل حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سے کی، تقریباً چالیس سال تک افقاء و تصنیف کتب حدیث کا مشغله بزمانہ قیام راندیر و سوات رہا، اب عرصہ سے منشین دار الافتاء، دارالعلوم دیوبند ہیں، بھی کبھی کوئی کتاب دورہ حدیث کی بھی پڑھاتے ہیں، احادیث و رجال پر بڑی وسیع نظر ہے۔

قوت حافظ، وسعت مطالعہ، کثرت معلومات و وقت نظر میں امتیازی نشان ہے، غیر مقلدین کی دراز دستیوں کے جواب میں لا جواب تحقیقی کتابیں لکھیں جو شائع ہو چکی ہیں، کتاب الآثار امام محمد گی شرح چار جلدؤں میں تالیف کی، جو حدیثی تحقیقات کا بیش قیمت ذخیرہ ہے، افسوس کہ یہ کتاب اب تک شائع نہ ہو سکی۔

دوسری اہم حدیثی تالیفات کتاب الحج امام محمد کی شرح ہے، یہ بھی علماء حدیث کے گران بہانعت ہو گی، حضرت العلامہ مولانا ابوالوفاء صاحب نعمانی مدیر احیاء المعارف العثمانیہ حیدر آباد کن کے خصوصی اصرار و خواہش پر اس کی تالیف ہو رہی ہے اور خدا کا شکر ہے کہ تین ربع سے اوپر ہو چکی ہے، اسی ادارہ کی طرف سے شائع بھی ہو گی۔ انشاء اللہ طحاوی شریف پر بھی محمد ثانہ تحقیق سے تعلیقات لکھی ہیں، آپ نے حضرت شاہ صاحب سے بھی بزمانہ قیام ذا بھیل بکثرت استفادہ فرمایا ہے۔ حعنۃ اللہ بطول حیاة النافعہ۔

۳۶۴- شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا بن شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ الکاندھلوی حنفی رحمہ اللہ

مشہور و معروف محدث، مصنف، جامع العلوم، شیخ طریقت و شیخ مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارپور ہیں، رمضان ۱۳۱۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، حفظ قرآن مجید کے بعد اکثر کتابیں حتیٰ کہ دورہ حدیث بھی والد ماجد سے پڑھیں، کچھ کتابیں اپنے محترم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے پڑھی تھیں، ایام طفویلت حضرت گنگوہی قدس سرہ کے ظل عاطفت میں گزارے۔

حضرت والد صاحب کی وفات کے بعد بخاری و ترمذی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجردنی سے پڑھیں، حضرت مولانا نے ”بذل الحجود“ کی تالیف میں آپ کو شریک کیا، نیز آپ نے ”اوجز المالک شرح موطأ امام مالک“ (۲ جلد تحقیق) پوری تحقیق سے لکھی حضرت گنگوہی کی تقریر درس ترمذی شریف کو ”الکوک الداری“ کے نام سے دو جلدؤں میں مع تعلیقات مرتب کیا ہے اسی طرح تقریر درس بخاری شریف کو مع تعلیقات ”لامع الدراری“ کے نام سے مرتب فرمایا ہے، جس کی جلد اول شائع ہو چکی ہے، دوسری زیر طبع ہے، ان کے علاوہ تبلیغ، نماز، روزہ، حج زکوٰۃ وغیرہ کے فضائل پر نہایت مفید کتابیں تالیف کیں، آپ کی تمام تصانیف شروح و تعلیقات گران قدر علمی جواہر پاروں سے مزین ہیں، بڑے عابد، زاہد، نقی و نقی، صاحب المکارم ہیں، درست خدمات اپنے والد ماجد کی طرح حبۃ اللہ (بغیر تنحوہ) انجام دیتے ہیں (حعنۃ اللہ بطول حیاة النافعہ)۔

۳۶۵- الشیخ الجلیل الحمدلیل العلامہ ظفر احمد تھانوی حنفی رحمہ اللہ

مشہور و معروف علامہ محدث ہیں، آپ کی ولادت اپنے جدی مکان واقع محلہ دیوان دیوبند ۱۳۱۰ھ کو ہوئی تعلیم دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، تھانہ بھون پہنچے اور حضرت تھانویؒ کے نصاب ”ضمان الکمل“ کے مطابق کتابیں پڑھیں، حضرت تھانویؒ سے بھی التخلیصات عشر کے چند سبق پڑھے، باقی اپنے بھائی مولانا سعید احمد صاحب مرحوم سے پڑھا۔

پھر آپ مع بھائی موصوف کے کانپور تشریف لے گئے ہاں رہ کر حضرت مولانا محمد رشید صاحب کانپوری (تمیز حضرت تھانوی) سے ہدایہ آخرین، جلالیں و مشکلاۃ شریف پڑھی اور حضرت مولانا محمد اخلاق صاحب بردوائی (تمیز حضرت تھانوی) سے صحاح ست و بیضاوی شریف پڑھی اس طرح ۲۶ھ میں دینیات سے فارغ ہو کر اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے۔

۲۸ھ میں آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور میں منطق وغیرہ فنون کی تکمیل کی اور اس زمانہ میں حضرت مولانا خلیل احمد کے درس بخاری میں بھی شرکت فرماتے رہے، ۲۸ھ کے عظیم الشان جلسہ دستار بندی دار العلوم دیوبند میں شریک ہوئے، اسی سال حرمین شریفین کی حاضری سے بھی مشرف ہوئے، ۲۹ھ میں واپس ہوئے تو مدرسہ مظاہر العلوم کی درسی خدمات پرداز ہوئیں، سات سال سے زیادہ وہاں رہے، ۳۹ھ سے ۲۸ھ تک تھانہ بھون قیام فرمائے اعلان السنن کی تالیف، افتاء و درس حدیث و فقہ میں مشغول رہے، اسی دوران دوسال سے کچھ زیادہ رنگوں بھی قیام فرمایا اور حضرت علامہ کشمیری رنگوں تشریف لے گئے تو ان سے بھی حدیث کی اجازت حاصل کی۔

۴۵۹ھ سے ۴۷ھ تک ڈھاکہ قیام رہا، ۶ سال ڈھاکہ یونیورسٹی میں حدیث و فقہ کا درس دیا اور مدرسہ اشرف العلوم میں بھی موظیں، بخاری و بیضاوی شریف کا درس دیا جس میں پروفیسر ان یونیورسٹی بھی شرکت کرتے تھے، ۸ سال مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں مدرس اول رہے، حدیث و فقہ کا درس دیا، اسی زمانہ میں جامع قرآنیہ میں بھی بخاری شریف وغیرہ پڑھا میں آخر ۴۷ھ سے اس وقت تک دارالعلوم شیخ واللہ یار سندھ میں مقیم ہیں، بخاری، مسلم، ترمذی، بیضاوی، موطا میں، طحاوی، شرح التجہ و وجہ اللہ البالغہ کا درس دیتے ہیں۔

آپ کی تصانیف عالیہ یہ ہیں: (۱) اعلاء السنن (۲۰ جلد) اس کے علاوہ مقدمہ گیارہ جلد میں شائع ہو چکی ہیں، احادیث احکام کا نہایت گراں قدر مجموعہ ہے، اس کی تالیف حضرت تھانوی کے ارشاد خاص سے ہوئی اور دوران تالیف میں آپ دلائل حنفیہ معلوم کرنے کے لئے حضرت علامہ کشمیری کی خدمت میں دیوبند جاتے رہے، حضرت شاہ صاحب اپنی بیاض خاص آپ کو عطا فرمادیتے تھے جس سے آپ دلائل حنفیہ کے حوالے مع تعین صفحات وغیرہ کر لیتے تھے، اس طرح آثار السنن علامہ نیموی کی طرح یہ تالیف عظیم بھی حضرت شاہ صاحب کے خصوصی افادات کا گنجینہ ہے، کاش! اس کی بقیہ جلد میں بھی جلد شائع ہو سکیں (۲) "علماء ہند کی خدمت حدیث" یا ہم مقالہ رسالہ معارف عظیم گذھ کی چند فتوح میں شائع ہوا تھا (۳) "خطیب بغدادی اور منکرین حدیث" منکرین حدیث نے خطیب کی تاریخ سے امام ابوحنیفہ کی احادیث مرویہ کو رد کرنے سے اپنی تائید حاصل کی تھی جس کا آپ نے نہایت تحقیقی جواب لکھا، یہ پورا مقالہ رسالہ "الصدق" ملتان میں مسلسل شائع ہوا (۴) مسئلہ ربوفی دارالحرب یہ بھی "معارف" کی کئی اقسام میں شائع ہوا (۵) "فاتح الكلام فی القراءة خلف الامام" (زیرطبع) (۶) شق الغین عن حق رفع الیدین (۷) القول المتبین فی الجھر الاحفاء بامین، یہ دونوں مقالے پیام حق کراچی میں شائع ہوئے ہیں (۸) احکام القرآن، قرآن مجید سے مسائل حنفیہ کا استنباط (غیر مطبوعہ) (۹) رحمۃ القدوس ترجمہ بہجۃ النفوں (طبع شدہ) (۱۰) القول المنصور فی ابن منصور (شائع شدہ) وغیرہ۔

یہ تمام حالات آپ کے مکتوبات گرامی مورخہ ۲ شعبان ۱۸۸ھ سے لئے گئے ہیں، آپ کی اسانید حدیث وغیرہ بھی گیارہ صفحات کے ایک رسالہ میں شائع ہوئی ہیں مختصر اللہ بطور حیاة النافعہ۔

۴۶- العلامۃ الحمدیث مولانا محمد یوسف کاندھلوی حنفی رحمہ اللہ

مشہور عالم مبلغ اسلام، شیخ طریقت و شریعت حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلف ارشد، تبلیغی جماعت بمقی ناظم الدین دہلی کے امیر عالی مقام، آپ کی ولادت جمادی الاولی ۱۳۳۵ھ میں ہوئی، حفظ قرآن مجید کے بعد فارسی و عربی کی ابتدائی کتب حضرت والد ماجد اور اپنے ماں مولانا احتشام الحسن وغیرہ سے پڑھیں، ۱۵۰ میں مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے گئے، مختلف علوم و فنون کی کتابیں

پڑھیں پھر ۵۲ھ میں کتب حدیث بھی اپنے والد بزرگواری سے پوری کیں، ۵۵ھ میں والد صاحب کے ساتھ حجاز کا سفر فرمایا، ۷۵ھ میں واپس ہو کر درس و تصنیف میں مشغول ہوئے، رجب ۲۳ھ میں والد ماجدگی وفات ہوئی، ان کے بعد سے برابر تبلیغی خدمات میں شب و روز انہاک ہے، آپ کی تصانیف میں سے نہایت گراں قدر حدیثی تصنیف "امانی الاحبار شرح معانی الآثار امام طحاوی" ہے جس کی ایک جلد شائع ہو چکی ہے اور دوسری زیر طبع ہے۔

اس میں علامہ عینی کی نادر شرح شرح معانی الآثار اور دوسری شروح حدیث و کتب رجال سے مدد لے کر عالیٰ قدر تحقیقی مباحث جمع کر دیئے گئے ہیں، خدا کرے اس کی تحریک و اشاعت جلد ہو۔ و ماذکر علی اللہ بعزیز، متعنا اللہ بطور حیۃ النافعہ۔

۳۶۸-العلامة الحمد ث مولانا ابوالوفا افغانی حنفی رحمہ اللہ

ادارہ احیاء المعارف الشعمنیہ حیدر آباد کے باñی و سرپت، بلند پایہ محقق محدث، جامع معقول و منقول ہیں، آپ نے اپنے ادارہ سے اپنی قیمتی تعلیقات و تصحیح کے ساتھ حسب ذیل نادر شائع فرما کر علمی حدیثی دنیا پر احسان عظیم فرمایا ہے:

العالم و المعلم للامام اعظم، کتاب الآثار للامام ابی یوسف، اختلاف ابی حنیفہ و ابی یحییٰ للامام ابی یوسف، الرد على سیر الاوزاعی للامام ابی یوسف، الجامع الکبیر للامام محمد، شرح النفقات للامام الخصاف وغیرہ۔

اس وقت آپ کتاب الآثار امام محمد پر نہایت محدثانہ محققانہ تعلیقات لکھ رہے ہیں، تقریباً نصف کام ہو چکا ہے یہ کتاب مجلس علمی ذا بھیل و کراچی کی طرف سے حیدر آباد کن میں عمدہ نائب سے اعلیٰ کاغذ پر چھپ رہی ہے، تقریباً ۲۰ صفحات کے مطبوعہ فرمے راقم الحروف کے پاس آئے ہیں یہ بھی حدیث کی ایک عظیم خدمت ہے جو مجلس علمی کے حصہ میں آرہی ہے، اللہ تعالیٰ شرف قبول سے نوازے، امید ہے کہ یہ کتاب دو جلد میں پوری ہوگی، مولانا موصوف نادر کی تلاش و اشاعت کا بڑا اہم کام انجام دے رہے ہیں مدرسہ نظامیہ حیدر آباد میں درس خدمات بھی دیتے ہیں بارک اللہ فی اعمالہ المبارکہ و متعنا جمیعاً بطول حیات النافعہ۔

۳۶۹-العلامة الحمد ث الادیب الفاضل مولانا عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ

مشہر و مصنف، محقق محدث، جامع معقول و منقول ہیں، آپ نے نہایت مفید علمی تصانیف فرمائی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

لغات القرآن، امام ابن ماجہ اور علم حدیث، تامس الیہ الحاجۃ (مقدمة ابن ماجہ)، تعقبات علی الدراسات، تعلیقات علی ذبیبات الدراسات، تعلیق القویم علی مقدمة کتاب تعلیم، مقدمة سوطاً للامام محمد (مترجم)، مقدمة مسند امام اعظم (مترجم)، مقدمة کتاب الآثار امام محمد (مترجم)۔

آپ کی تمام کتابیں گہری ریسرچ کا نتیجہ اور اعلیٰ تحقیق کی حامل ہیں، مقدمات و تعلیقات میں آپ کے تحقیقی افکار، علامہ کوثریؒ کے طرز سے ملتے جلتے ہیں، اسی لئے آپ کی صراحة پسندی اور بے باک تنقید کچھ طبائع پر شاق ہو گئی ہے، لیکن اہل بصیرت اور انصاف پسند حضرات آپ کی تلحیخ نوائی و جرأت حق گوئی کی مدح و ستائش کرتے ہیں، متعنا اللہ بطول حیات النافعہ۔

۳۷۰-العلامة الحمد ث مولانا عبد اللہ مبارک پوری رحمہ اللہ

علماء اہل حدیث میں سے اس وقت آپ کی علمی شخصیت بہت ممتاز ہے، آپ ایک عرصہ سے مشکلۃ شریف کی شرح لکھ رہے ہیں، جس کے دو حصے شائع ہو چکے ہیں، افسوس ہے کہ راقم الحروف اب تک ان کونہ دیکھ سکا، اس لئے کوئی رائے بھی قائم نہیں کی جا سکتی، بظاہر جو حالات مولانا موصوف کی خاموشی طبع و سلامت روی کے سے ہیں ان سے توقعات بھی اچھی ہی ہیں، علامہ موصوف کے دوسرے حالات اور علمی و عملی

کمالات کا بھی کوئی علم نہ ہو سکا، معنی اللہ بطول حیات النافعہ۔

۱۷- العلامۃ الحمد ث ابو الحسنات مولانا سید عبداللہ شاہ حیدر آبادی حنفی رحمہ اللہ

جلیل القدر محدث، محقق و مصنف ہیں، آپ نے مشکوٰۃ شریف کے اسلوب پر حنفیہ کے لئے احادیث نبوی علی صاحبہا الف الف سلام و تجیہ کا نہایت جامع و مستند ذخیرہ "زجاجۃ المصالح" کے نام سے تالیف فرمایا ہے یہ کتاب پانچ سخنیم جلدیوں میں مکمل ہو کر عمدہ سفید کاغذ پر اعلیٰ طباعت سے شائع ہو گئی ہے اس کتاب میں باب و عنوان سب مشکوٰۃ ہی کے رکھے گئے ہیں، ان کے تحت احادیث احناف کو جمع کر دیا ہے، نیز عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعی کی رعایت صاحب مشکوٰۃ نے کی تھی، اس کتاب میں ان مقامات پر شاہ صاحب موصوف نے فقہ حنفی کی رعایت فرمائی ہے، اکثر احادیث کے آخر میں تنقید ردا بھی کی گئی ہے، پھر فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جوابات بھی دیئے ہیں۔

اس عظیم الشان حدیثی تالیف کے مطالعہ کے بعد متعرضین، منکرین و معاندین کو بھی اس امر کے اعتراف سے چارہ کار نہ ہو گا کہ امام عظیم کے اقوال علاوہ احادیث کے کسی نہ کسی صحابی یا تابعی کے اقوال سے ماخوذ ہیں، اس لئے امام صاحب پر اعتراض کرنا صحابی یا تابعی پر اعتراض کرنے کے برابر ہے۔

حضرت مؤلف کی عمر اس وقت تقریباً نوے سال ہے اور خدا کے فضل و توفیق سے آپ کی ہمت و عزم جواں کا یہ حال ہے کہ آج کل کتاب مذکور کے اردو ترجمہ میں شب و روز مصروف رہتے ہیں، خدا کرے ترجمہ کی بھی تکمیل و اشاعت جلد ہو سکے۔ معنی اللہ بطول حیات النافعہ۔

حالات راقم الحروف سید احمد رضا عفی اللہ عنہ بجنوری

احقر کی پیدائش جنوری ۱۹۰۷ء میں بمقام بجنوری میں ہوئی، وادھیاں سیتاپوری اور نانہیاں جہاں آباد ضلع بجنور ہے، ان دونوں خاندانوں کا مفصل تذکرہ اور سلسلہ نسب کتاب "شجرات طیبات" مصنفہ ظہور الحسن صاحب سیتاپوری میں ص ۶۲۶ و ص ۹۳ پر مذکور ہے یہ کتاب انساب سادات ہند میں غالباً سب سے بڑی تصنیف ہے جو ۹۶۰ صفحات میں امیرالمطائف سیتاپور سے چھپ کر ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی تھی، احرقر کے والد پیر جی شبیر علی صاحب مرحوم کو انساب کی تحقیق و جستجو کا نہایت شغف تھا، اس لئے ان سے مؤلف کتاب مذکور کی عرصہ تک تحقیق حالات سادات ضلع بجنور کے سلسلہ میں مکاتبت بھی رہی ہے، احرقر کی ابتدائی فارسی وغیرہ کی تعلیم بجنور ہوئی، اسال کی عمر میں عربی کے لئے سیواہارہ کے مدرسہ فیض عام میں داخل ہوا۔

حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب دام ظلہم بھی اس وقت وہاں فو قانی تعلیم حاصل کر رہے تھے، مولانا بشیر احمد صاحب بھٹہ مرحوم بھی اس وقت وہیں مقیم تھے، ان دونوں حضرات سے تعلق نیازمندی اسی زمانہ سے حاصل ہوا، وہاں میرا قیام اپنے تائے میر فیاض علی مرحوم کے تعلقات کی وجہ سے جناب چودھری مختار احمد صاحب رئیس سیواہارہ کے در دولت پر رہا جو بڑے علم دوست، نہایت علیٰ قدر، مرجع عموم و خواص بزرگ تھے، غالباً ۱۸ء تک وہاں رہا، ۱۹ء تا ۲۲ء مدرسہ عربیہ قادریہ حسن پور جا کر تعلیم جاری رکھی، وہاں مولانا ولی احمد صاحب کیمپوری (تملیہ حضرت شیخ الہند) کی تعلیم و تربیت سے مستفید ہوا، مطالعہ کتب کاذب و شوق بھی جو کچھ حاصل ہوا وہ انہی کا فیض ہے۔

۲۳ء تا ۲۶ء دارالعلوم دیوبند میں رہا اس چار سالہ قیام میں زیادہ تعلق حضرت شاہ صاحب، حضرت مفتی صاحب اور حضرت مولانا اعزاز علی صاحب سے رہا، ۲۵، ۲۶، ۲۷ جس میں دورہ حدیث تھا، اصلاحی تحریک کی تائید میں طلب نے دوبار تعلیمی مقاطعہ کیا، حضرت شاہ صاحب چند ماہ ترمذی پڑھا کچے تھے، پھر مستغفی ہو گئے اور دوسرے اکابر اسلام تذہن بھی ترک تعلق کیا تو طلب نے مکمل اسٹرائک کی جس میں احرقر بھی شریک تھا، حضرت شاہ صاحب کے ترک تعلق یہ حضرت شیخ الاسلام مولانا محدثی نے ماقی ترمذی شریف و بخاری شریف پڑھائی، دوسری اسٹرائک ہوئی تو

احقر نے عدم شرکت اور تعلیم پوری کرنے کو ترجیح دی، جس کے لئے حضرت شاہ صاحبؒ سے بھی اجازت حاصل ہو گئی۔

اس طرح وہ دورہ کا سال پورا کر کے احرقر تبلیغ کا لج کرنا ل چلا گیا، وہاں تین سال اور چند ماہ رہ کر تبلیغی ضرورت کے لئے انگریزی پڑھی، ادب عربی کے تخصص کا نصاب پورا کیا اور کتب مذاہب و ملک کا مطالعہ، مشق تقریر، تحریر و مناظر کا سلسلہ رہا۔

وہاں سے فارغ ہو کر ۱۹۴۶ء میں ڈا بھیل پہنچا اور مجلس علمی سے تعلق ہوا جو ۱۹۴۵ء تک باقی رہا، اس کے بعد درفتہ رفتہ ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ مجلس کو مستقل طور سے کراچی منتقل کرنا پڑا، حضرت مخدوم محترم مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب بائیوسپرست مجلس نے احرقر کو وہاں بھی بلانا چاہا اور اپنے خصوصی تعلق کی بناء پر مع متعلقین کراچی میں رہنے کی ہوتیں بھی دینا چاہیں، مگر احرقر کے لئے بعض وجہ سے ترک وطن کو ترجیح نہ ہو سکی۔

کر شمہ غیبی، حق تعالیٰ کی شان کریمی اور فضل و انعام کو دیکھنے کے لئے نظیر حدیثی درس کی تلقینی سے جو دل شکستگی ہوئی تھی اور حضرت ہی کی اجازت پر تعلیمی سال بادل نخواستہ پورا کر لیا تھا، اس کی تلافی چند سال بعد ڈا بھیل کے قیام میں ہوئی کہ آپ کے آخری دو سال کے درس بخاری شریف میں شرکت واستفادہ کی نعمت غیر متقبل گئی اور چونکہ حضرت کے افادات خصوصی کی قدر و منزلت بھی دل میں اچھی طرح جا گزیں ہو چکی تھی، اس لئے زیادہ توجہ بھی آپ کے ان ہی افادات پر مرکوز رہی جن کی پوری قدر راب انوار الباری کی ترتیب کے وقت ہو رہی ہے، والحمد للہ.

۱۹۴۷ء میں فیض الباری و نصب الایہ وغیرہ طبع کرانے کی غرض سے رفیق محترم مولانا المکلام علامہ بنوری کے ساتھ حریم و مصر و ٹرک کا سفر ہوا ۱۰۰۹۱ماہ قیام مصر میں علامہ کوثریؒ سے تعلق واستفادات بھی بڑی نعمت تھے، جس طرح ٹرکی کے کتب خانوں کی بے نظیر مخطوطات عالم اور مصر کے معابد اسلامیہ کی زیارت قابل فراموش نہیں۔

اس خالص علمی سفر کے اول و آخر جوانپنے محبوب ترین روحاںی مرکز مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کی حاضری و حج و زیارات کی نعمت و سعادت اور دونوں بار طویل قیاموں میں علماء حریم سے تعلق واستفادات، معابد و مکاتب حریم کی زیارات، یہ نعمتیں ہیں جن سے اوپر کسی نعمت کا تصور اس دنیوی زندگی میں نہیں ہو سکتا۔

شکر نعمتہائے تو چند انکے نعمتہائے تو عذر تقصیرات ماقنند انکے تقصیرات ما

دارالعلوم سے فراغت کے بعد بیعت سلوک کی طرف رجحان ہوا، حضرت شاہ صاحبؒ قدس سرہ سے استشارة کیا کہ کس سے بیعت ہوں تو حضرتؒ نے حضرت شیخ وقت مولانا حسین علی صاحب میانوالی قدس سرہ کا مشورہ دیا، احرقر ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوا اور تاہیات استفادات کرتا رہا، چند سال قبل حضرت شیخ و مرشد مولانا عبد اللہ شاہ صاحب خلیفہ حضرت مولانا احمد خان صاحبؒ کندیاں ضلع میانوالی سے پہلے ذریعہ مکاتبت اور پھر سر ہند شریف میں وقت زیارت مشافہہ شرف بیعت حاصل کیا، آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح آپ کے جانشین حضرت شیخ و مرشد مولانا خان محمد صاحب دام برکاتہم سے پہلے ذریعہ مکاتبت پھر گذشتہ سال وقت تشریف آوری دیوبند مشافہہ بیعت سے مشرف ہوا، واللہ الموفق لما سچہ ویرضی، زمانہ تعلق مجلس علمی ڈا بھیل میں ۱۹۴۵ء سال تک کتب دریے بھی جامعہ ڈا بھیل میں پڑھائیں، یاد رہے کہ البلاعۃ الواضحہ، قدوری، کنز وہدایہ میبدی، و شرح عقائد، دیوان متنبی و سبعد معلقة وغیرہ پڑھائیں، حضرت مولانا احمد بزرگ صاحبؒ جس زمانہ میں افریقہ گئے تھے تو اہتمام جامعہ بھی احرقر و مولانا مفتی اسم اللہ صاحبؒ کو پرداز کر گئے تھے، دیوبند سے فارغ ہو کر احرقر نے ”مولوی فاضل“، پنجاب یونیورسٹی کے امتحان میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب حاصل کی تھی اور چار سال تک مولوی فاضل کے پرچہ جواب مضمون عربی کا متحن بھی رہا۔

۱۹۴۷ء تک احرقر کا قیام بجنور رہا جس میں مطب کا مشغلہ اور کچھ لکھنے پڑھنے کا کام بھی اہتمام تیم خانہ اسلامیہ بجنور کے ساتھ رہا، ۱۹۴۸ء تک دہلی قیام رہا، جس میں دفتر رونامہ الجمیعۃ اور الجمیعۃ پریس سے انتظامی تعلق رہا۔

یہاں بطور تحدیث نعمت یا امر بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۷۴ء میں احقر کا عقد نکاح حضرت شاہ صاحبؒ کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوا (نکاح حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی نے پڑھایا تھا) ان سے حضرت شاہ صاحبؒ کی زندگی کے بہت سے واقعات خصوصاً گھریلو زندگی کے بہت سے حالات کا علم بھی مجھے ہوا، خدا کرے، حضرت شاہ صاحبؒ کے اس تعلق سے مجھے نفع آخرت بھی حاصل ہو، آمین۔

اب دو سال سے دارالعلوم دیوبند کے شعبہ نشر و اشاعت سے تعلق ہے جس میں ججۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ کی تصانیف کی تsemیل، عنوان بندی و صحیح اغلاط مطبعی وغیرہ کا کام پرورد ہے، یہاں کے قیام میں ماہوار پروگرام کے رواج اور قسط دار کتابیں شائع کرنے کی سہولت دیکھ کر خیال ہوا کہ انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری کا کام کیا جائے جس کے لئے مقدمہ اور تذکرہ محدثین کی ضرورت محسوس ہوئی خدا کا شکر ہے کہ پہلی جلد کے بعد مقدمہ کی دوسری جلد بھی شائع ہو رہی ہے، اس کے بعد شرح بخاری کا پہلا پارہ آجائے گا، ان شاء اللہ، اسی طرح اس حدیثی خدمت کی ۳۰ منزلیں پوری کی جائیں گی، واللہ الموفق الہمیسر۔

آراء و ارشادات گرامی

تذکرہ محدثین حصہ اول میں علاوه دیگر مباحث و تفصیلی تذکرہ امام اعظم، ذیزدہ سو محدثین کے اجمال و تفصیلی تذکرے آچکے تھے، پیش نظر حصہ دوم میں ۱۷۴ محدثین کے مستقل تذکرے اور ضمنی تذکرے مثلاً حضرت علامہ کشمیر قدس سرہ یا حضرت شیخ الاسلام مولانا نامہ فی تور اللہ مرقدہ کے تلامذہ محدثین وغیرہ بھی تقریباً ایک سو ہوں گے، اس طرح سات سے زیادہ جمیعی تذکرے سامنے آگئے۔

خیر الامم (امت محمدیہ) میں سب سے زیادہ برگزیدہ طبقہ فقهاء و محدثین کا ہے، کیونکہ نرے مفسرین یا محدثین کا پایہ بھی اس سے پیچے ہے اسی لئے اس طبقہ کی دینی و علمی خدمات کا بھی سب سے اوپر مقام ہے، اس جامع وصف روایت درایت برگزیدہ طبقہ کی ایک مستقل و مکمل تاریخ مدون ہونے کی نہایت ضرورت ہے، تاکہ دین قیم کے ان جلیل القدر خدام کے بابرکات انفاس علمی خدمات سے تعارف حاصل ہو، امندرجہ بالا ضرورت، شرح بخاری شریف کی مناسبت، ۳ حضرت شاہ صاحبؒ کے طرق درس کے باعث جگہ جگہ محدثین کے حالات پرروشنی ڈالا کرتے تھے، اور اس خیال سے بھی کہ محدثین احتفاظ کو مطبوعہ کتب رجال و طبقات میں صحیح جگہ نہیں ملی تھی، تذکرہ محدثین کی دو جلدیں پیش ہیں۔

اس نقش اول میں بہت سے تذکرے مواد میسر نہ ہونے کی وجہ سے ناقص بھی رہے، بعض کتابوں پر ضرورت سے زیادہ اعتقاد بھی نامناسب ہوا، اپنے مخلص بزرگوں نے بعض خامیوں کی طرف بھی توجہ دلائی، بہت سی مطبعی اغلاط بھی باعث نہادت ہوئیں، انشاء اللہ، ان سب امور کی تلافی کی جائے گی اور جتنے مفید علمی مشورے آئے ہیں، یا آئندہ آئیں گے سب پر عمل کیا جائے گا۔

مجھے اس امر سے نہایت سرست ہے کہ اہل علم نے میری اس خدمت پر توجہ کی، کتاب ملاحظہ فرمائ پر مفصل رائے، مفید اصلاحات و مشوروں سے نواز اور میں ان سے مستفید ہوا، یہاں اپنے اکابر و احباب کے میسوں مکاتیب گرامی میں سے حسب گنجائش چنانیک پیش ہو رہی ہیں۔

مکتوب گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہار نپوری رحمہ اللہ

مکرم محترم زادت معاکیم، بعد سلام مسنون گرامی نامہ کئی دن ہوئے موجب منت ہوا تھا، بڑی نہادت ہے کہ عریضہ کے لکھنے میں امراض و اعراض کی وجہ سے تاخیر ہو گئی، کتاب تو فرط شوق میں اسی وقت رات ہی کومنا شروع کر دی تھی اور فہرست پوری اور چند مباحث تورات کے ۱۲ بجے تک اسی دن سے تھے، اس کے بعد بھی چند مرتبہ کچھ حصہ دن میں خود دیکھا اور کچھ رات کو کسی سے سنا اللہ تعالیٰ آپ کو جزا خیر عطا فرمائے کہ آپ نے بہت ہی محنت اور تفصیل سے مضا میں کو جمع فرمایا، بالخصوص امام صاحبؒ کے متعلق تفاصیل بہت ہی اہم اور مفید ہیں، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے اس سعی جیل کو قبول فرمائے اور دارین میں اس کی بہترین جزا خیر عطا فرمائے اور لوگوں اس سے زیادہ سے زیادہ

تسبیح کی توفیق عطا فرمائے، بلکہ تصنیع اور تواضع کے عرض ہے کہ اس ناکارہ کا ذکر کراس اہم اور مبارک کتاب میں کتاب کے لئے عیب ہے، آپ نے دوسرے حصہ کو بھی اس ذکر سے عیب دار بنانے کا خیال ظاہر فرمایا، بندہ کی درخواست ہے کہ اس سے اپنی مبارک کتاب کی وقعت نہ گرانیں، اس میں کوئی تصنیع نہیں ہے، بندہ کو تقاریظ لکھنا نہیں آتیں، کیا یہ عریضہ اس کا بدل نہ ہو سکے گا؟، فقط ذکر یا..... ۲۵ جمادی الاولی ۱۳۸۷ھ

مکتوب گرامی سیدی و سندي الشیخ مولانا خان محمد صاحب نقشبندی مجددی رحمہ اللہ

بعد الحمد والصلوة وارسال التسلیمات والتحيات فقیر خان محمد عفی عنہ بگرامی خدمت حضرت مولانا احمد رضا صاحب عرض گزار ہے کہ آپ کا ولانا نامہ مع رجسٹری انوار الباری موصول ہو کر باعث سرفرازی ہوا اس ہدیہ یہ ہے اور یاد فرمائی کا بہت بہت شکر یہ جزاک اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء، حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ نے ایک سال اپنے مخلصین کو دورہ حدیث پڑھایا تھا جس میں حضرت کے صاحبزادے مولوی محمد سعید مرحوم، حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب قدس سرہ اور دیگر علماء متولیین کی جماعت شامل تھے، حضرت نے سارے علوم کی تکمیل تین سال کانپورہ میں رہ کر کی، مولانا عبد اللہ صاحب پنجاب کے مشہور مدرس کانپور میں تھے، اکثر کتابیں ان سے پڑھیں۔

انوار الباری کا طرز بہت مفید ہے اور فقیر کو پسند آیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تکمیل کے اسباب پیدا فرمائے اور آپ کے اخلاق میں ترقی اور کام میں برکت عطا فرمائے، آمین

مکتوب گرامی حضرت استاذی المعظم مولانا محمد اوریں صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث رحمہ اللہ جامعہ اشرفیہ لاہور
بعد تحریک مسنونہ و ہدیہ دعوات عائیانہ آنکہ ہدیہ محبت و رضا موصول ہوا، جس کو اگر اسع الہدایہ کہا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ صحیح ہوگا اور ایسے ہدیہ صحیح کے ساتھ حسن غریب لا نعرف الا من ہذا الوجہ (ای من وجہ السید الرضا) کا بھی اضافہ کر دیا جائے تو صحبت اور غرابت کے اجتماع میں کوئی اشکال نہ ہو گا یہ ہدیہ موجب صدم سرت ہوا، اللہ تعالیٰ اتمام و اکمال کی توفیق بخشے اور اپنے قرب و رضا کا ذریعہ بنائے، آمین ثم آمین۔
بقیہ اجزاء کا انتظار ہے، آں محترم اولین فرصت میں ان کے اجزاء اس ناچیز کے نام ارسال کرتے رہیں، ان اجزاء کی جو قیمت ہوگی وہ میں انشاء اللہ تعالیٰ محبت محترم مولانا مولوی محمد یوسف صاحب بنوری سلمہم کے پاس جمع کرتا رہوں گا، زیادہ بجز اشتیاق لقا و ہدیہ دعا کیا عرض کروں۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی شیخ الحدیث و را العلوم شذوا اللہ یار سنده رحمہ اللہ
انوار الباری کا مقدمہ حصہ اول موجب سرت وابہتاج ہوا بوجہ علالت میں جلد نہ دیکھ سکا، اب بھی پورا نہیں ہوا، مگر اکثر مقامات سے بیکھا ماشاء اللہ خوب ہے میرے حالات کہیں نہیں چھپنے میں نے لکھے، آپ کی خاطر کچھ لکھ کر ارسال کر دوں گا۔

تقریظ حضرت مولانا ابوالماہر حبیب الرحمن صاحب اعظمی رکن مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند رحمہ اللہ
مقدمہ انوار الباری حصہ اول کو مختلف مقامات سے میں نے بغور پڑھا، مختلف کتابوں میں جو قسمی معلومات منتشر تھے، ان کو مؤلف کتاب جناب مولانا احمد رضا بجنوری نے جس محنت و جانشانی سے کنجماہ اور مرتب کیا ہے اس کی دادنہ دینا ستم ہے، معمولی فرد گذاشتؤں سے کسی مؤلف کی کتاب کا خالی ہونا تقریباً ناممکنات سے ہے اس لئے ان سے قطع نظر کر کے کہا جا سکتا ہے کہ یہ مقدمہ بہت قیمتی اور بیش بہا معلومات پر مشتمل ہے، میں مؤلف سلمہ اللہ کو ان کی اس تایف پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

تقریظ حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب ناظم اعلیٰ جمیعۃ العلماء ہند رحمہ اللہ
مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری نے جو جماعتی حیثیت سے میرے رفیق کا رجھی ہیں، بخاری شریف جیسی عظیم دیوث کی کتاب پر

اردو میں یہ کوشش کی ہے، کہ رئیس الحمد شین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے افادات کو بخاری کی شرح کے طور پر پیش کریں، حضرت شاہ صاحب قدس سرہ مسلمہ طور پر اپنے وقت کے علم حدیث میں مجدد سمجھے گئے ہیں اور حدیث تحقیق و تحقیق میں ان کا پایہ سلف صالحین کی ممتاز اور نمایاں ہستیوں میں سمجھا جاتا ہے، بخخت ضرورت تھی کہ اردو زبان میں اس متمم بالشان کتاب کے افادات ارباب ذوق و اہل علم کے سامنے آجائیں تاکہ اس کی افادیت زیادہ سے زیادہ عام ہو سکے، اور یہ معلوم ہو سکے کہ حدیث تحقیق و تدقیق کے ساتھ ساتھ مسلک حنفی کو حدیث سے کس قدر قربت و یگانگت حاصل ہے۔

مولانا موصوف شکریہ کے مسحیق ہیں کہ انہوں نے اس سلسلہ کی پہلی کڑی ارباب فکر کے سامنے پیش کر دی ہے جس کا نام مقدمہ انوار الباری شرح بخاری ہے، کتاب کے اس حصہ اول کو دیکھنے سے اہل علم بخوبی اندازہ کر سکیں گے کہ مولانا موصوف نے کس جانکاری اور علمی کاؤشوں کے ساتھ ان علمی افادات کو پیش کیا ہے، حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی سعی کو اہل علم و فکر کی نظر میں "سعی مشکور" فرمائے۔

تقریظ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی ناظم جمعیۃ علماء ہند دامت برکاتہم

حامداؤ مصلیاً و مسلماً، مولانا الحترم سید احمد رضا صاحب نے حضرت الاستاذ العلام محدث جلیل مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری و قدس سرہ العزیز کے نادر اور بیش بہا افادات کو جسم و احتیاط اور شرح و بسط کے ساتھ جمع کرنے کا ارادہ فرمایا ہے، اس کی پہلی قطعیتی مقدمہ انوار الباری کا حصہ اول ہمارے سامنے ہے، جس تفصیل سے یہ پہلا حصہ مرتب کیا گیا ہے اس سے اس "بحڑ خار" کا اندازہ ہوتا ہے جو بخاری شریف کی اردو زبان میں مکمل شرح کی شکل میں ہمارے سامنے آئے گا، ان شاء اللہ۔

اس نے اس حصہ کو پڑھنا شروع کیا چونکہ اردو زبان میں ایک نئی اور جامع تصنیف تھی، اس سے اتنی دلچسپی ہوئی کہ دوسرے مشاغل کی الجھنیں فراموش ہوئی اور کتاب کا بہت بڑا حصہ حرفاً پڑھ لیا، حقیقت یہ ہے کہ یہ حصہ اردو داں طبقہ کیلئے نادر تھا ہے اور امید ہے کہ اسی طرح دوسرے حصے بھی اردو داں اہل علم کے لئے گراں قدر ہدایا ہوں گے جو زبان اردو کے دامن میں علم حدیث کے قیمتی جواہر پاروں کا اضافہ کر دیں گے، اردو زبان کی عجیب و غریب خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے بولنے اور سمجھنے والوں کی غالب اکثریت امام اعظم حضرت ابو حنفیہ نعمان ابن ثابت سے رابطہ تقلید رکھتی ہے۔

اردو زبان میں اختلافی مسائل مثلاً قرأت فاتحہ خلف الامام یا آمین بالبھر وغیرہ کے متعلق بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر خود امام صاحب اور آپ کے رفقاء کارکے متعلق کتابیں تو کیا معمولی رسالے بھی شاذ و نادر ہی ہیں۔

ایک حنفی المسلک جو باقاعدہ عالم نہ ہو وہ اختلافی مسائل پر غیر حنفی سے گفتگو کر سکتا ہے، لیکن امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے متعلق اہل الرائے اور نا آشنا حدیث ہونے کا جو پروپیگنڈہ کیا گیا اور کیا جاتا ہے اس کا محققانہ جواب اس کے پاس نہیں ہوتا، بلاشبہ ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو اس پروپیگنڈے کے تاریک پر دوں کو چاک کرے اور جس میں امام صاحب کی ان خصوصیات کا تذکرہ ہو جن کی بناء پر دنیاء علم نے آپ کو امام اعظم تسلیم کیا، مقدمہ انوار الباری کا یہ پہلا حصہ جو تقریباً تین صفحات پر مشتمل ہے، ایک جام حیات ہے جو اس ضرورت کو پورا کرتا ہے اور اس تھنکی کو سیرابی سے بدلتا ہے۔

مخالفانہ پروپیگنڈے کی تقویت حضرت صاحب بخاری کے انداز تحریر سے بھی پہنچی کہ کہیں آپ کے مہم الفاظ کو امام اعظم کے مسلک پر جرج اور کہیں آپ کے عقائد کے متعلق تنقید اور تنقیص سمجھا گیا۔

انوار الباری کے مصنف مدظلہ العالی نے اس کی طرف توجہ کی ہے اور محققانہ انداز میں بے شمار شواہد و نظائر کے ساتھ ان اعتراضات کا

جواب دیا ہے جو امام صاحبؒ کے علم، مسلک یا عقیدے پر کئے جاتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس جواب دہی میں کہیں کہیں دامن احترام کی گرفت بھی ڈھینلی پڑ گئی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ارشادِ ربانی لا یحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم اگرچہ مصنف کی اس شوخی تحریر کے لئے جواز پیدا کرو دیتا ہے مگر تا ہم اصح کتب بعد کتاب اللہ کے مصنف کی تعظیم و تکریم ہمارے ان فرائض میں سے ہے جو تو ازن و تقابل کے وقت بھی کسی تخفیف کو قبول نہیں کرتے۔

بہر حال کتاب ہر ایک طالب علم کے لئے وہ معلم ہو یا معلم، قابل قدر ذخیرہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو مقبولیت عطا فرمائے اور مصنف کو اپنے تصنیفی منصوبہ کی تکمیل کی توفیق بخشے و ماذک علی اللہ بعزیز، محمد میاں عفی عنہ۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا ابوالوفاصاحب افغانی رحمہ اللہ مدیر احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد کن
جزاک اللہ خیرا، آپ نے بہت بڑا کام شروع کیا ہے، مذکرے بڑے قیمتی ہیں، امام صاحب کے خدمات کے متعلق تو آپ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا مگر مجھے ابھی مولانا نشیلی کی تحقیق کے متعلق شہادات ہیں، تحقیق کی فرصت نہیں، کاش! اس اعتراض و جواب کو آپ درج بھی کر دیتے تو آئندہ اس کا سد باب ہو جاتا۔

مقدمہ انوار الباری کا مطالعہ تھوڑا تھوڑا جاری ہے، وقت نہیں ملتا، کبھی اخیرات میں، کبھی سونے سے قبل و کیجھ لیتا ہوں، بڑی محنت کی ہے آپ نے اور بہت سی چیزیں اور خیانتیں متعصبین کی واضح کردی ہیں، افسوس کے صحیح اچھی نہیں ہوتی، طباعت کی غلطیاں رہ گئی ہیں، آج شب میں امام شافعی کا تذکرہ پڑھا، واقعی! آپ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے دل سے دعا میں نکلیں۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد چراغ صاحب ”العرف الشذی“ رحمہ اللہ

انوار الباری کے مقدمہ کا پہلا حصہ بطور تھنڈی دن ہوئے موصول ہو چکا ہے بے حد شکریہ، اس باقی سے فرصت کم ہوتی ہے اور حافظہ کافی حد تک خراب ہو چکا ہے، اور دماغ یہاں کی وجہ سے ذاتی انتشار کا شکار ہے، اس لئے آہستہ آہستہ دیکھنا شروع کیا ابھی کچھ دیکھ چکا تھا کہ ایک علم دوست صاحب عاریثہ دیکھنے کے لئے لے گئے۔

اپنی یہاں کی وجہ سے کتاب پر کچھ تبصرہ کرنے کی صلاحیت سے تو عاری ہوں، البتہ اس پر مبارکباد کہ آپ نے حضرت شاہ صاحبؒ کے علوم کو شائع کر کے عام کرنے کا ارادہ فرمایا ہے، جس سال ہم نے دورہ ختم کیا تھا اس وقت بھی بعض شرکاء حدیث نے یہ طے کیا تھا کہ حضرتؐ کے علوم کی اشاعت ہوئی چاہئے اور کچھ احباب نے اس کے لئے چندہ دینے کا بھی وعدہ کیا تھا، مگر بعد میں اس خیال کو عملی جامد نہ نصیب ہوا۔

میرے پاس حضرت شاہ صاحبؒ کے درس بخاری کے نوٹ ہیں (جیسے تقریر ترمذی کے نوٹ بصورت العرف الشذی تھے، ان میں مسائل مختلف فیہا کی طرف توجہ کم ہے، کیونکہ مسائل کے بارے میں حضرت ترمذی کے درس میں مفصل بحث فرمادیا کرتے تھے۔

بخاری کے نوٹ مجھ سے دو تین سال عاریثہ لے کر مولانا محمد اوریس صاحب نے اپنے لاہور ابتدائی ایام میں رکھے تھے بعد میں واپس کر دیئے اب اگر مناسب خیال فرمادیں تو میں وہ قلمی کتاب عاریثہ آپ کو سمجھ دوں کہ آپ اس سے کچھ لینا چاہیں تو لے لیں؟ مگر یہ بھی فرمادیں کہ کیا پاکستان سے آپ کو ہندوستان میں قلمی کتاب پہنچ سکے گی؟

مکتوب گرامی حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب رحمہ اللہ استاذ حدیث و تفسیر دارالعلوم دیوبند
صدیق المکتوم مولانا السید احمد رضا صاحب زیدت مجدد، السلام علیکم و رحمۃ اللہ، انوار الباری علی صحیح البخاری کے مقدمہ کی پہلی قسط

مطالعہ کی اور بہت سے صفحات بالاستیعاب دیکھئے، آپ نے بہت سی کتابوں کا عطر اس میں پیش کیا ہے، اردو میں حضرات محدثین بالخصوص حضرات حنفیہ اخضص الحضوس حضرت امام اعظمؐ پر آپ نے اسی چیزیں پیش کر دی ہیں جن کی طلبہ اور علماء کیلئے بالخصوص اخناف رحمہم اللہ کے لئے ہر وقت ضرورت تھی، جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

میرے نزدیک طلبائے حدیث اور علماء کے لئے ازبس اس کا مطالعہ ضروری اور مفید ہے، البتہ حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؓ کے بارہ میں جواب دہی میں ذرا بھج تھیز ہو گیا ہے، امید ہے کہ آئندہ کتاب میں اس کا لحاظ فرمایا جائے گا۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا عبداللہ خان صاحب تلمذ رشید حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ
مقدمہ انوار الباری موصول ہوا، بہت بہت شکریہ، بالبدا یہ یہ زبان پر آتا ہے کہ وہ کون سی خوبی ہے جو اس کتاب میں نہیں، کتاب کیا ہے، ماشاء اللہ ایک نایاب انسائیکلو پیڈیا ہے، کسی طور مقدمہ فتح الباری سے کم درجہ کی چیز نہیں ہے، آپ نے بہت سے مفید مشورے اور اصلاحات بھی لکھی ہیں جن سے استفادہ کیا گیا، جزاہم اللہ خیرا۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی
انوار الباری کا مقدمہ موصول ہوا جس کو میں وقت نکال کر بہت غور سے پڑھ رہا ہوں، ماشاء اللہ بہت ہی مفید کام شروع کیا ہے، امام اعظمؐ کی جانب سے مدافعت کا تحقیق ادا کر دیا ہے۔

**مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد بن موسیٰ میاں صاحب رحمہ اللہ
سمبلکی افریقی سرپرست مجلس عملی ڈا بھیل و کراچی**

الحمد للہ مقدمہ انوار الباری کے پہلے حصہ کی ساعت سے علمی فوائد حاصل ہوئے، جزاکم اللہ خیرا، یہاں برادر حضرت مولانا مفتی ابراہیم سنجالوی صاحب و برادر مولانا محمد ایکھلوایہ صاحب سلمہ نے بھی آپ کی اس تصنیف کو پسند فرمایا اور قدر کی، دونوں حضرات نے کہا کہ اس قسم کی کتاب کی ضرورت تھی جو الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ مہیا کر دی، دونوں حضرات اور یہ عاجز ظلوم چوں شکرگزار ہیں اور دعا گو کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس تصنیفی کوشش سے مسلمانوں کو اور خصوصاً علماء مکرام کو نفع بخشے اور کتاب زیادہ سے زیادہ مقبول ہو اور آپ کے لئے صدقۃ جاریہ بنے، آپ نے تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ محنت کر کے اور دیدہ ریزی سے علماء اخناف کے لئے یہ سرمایہ علمی جمع و مرتب کر دیا، فللہ الحمد و لکم الشکر۔

مکتوب گرامی حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی دامت برکاتہم

گرامی قد محترم، زادکم اللہ فضلہ اور علماء، اسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، انوار الباری کی پہلی جلد موصول ہو گئی، ماشاء اللہ اپنے رفیق محترم کا علمی رفیع کارنامہ یا کامنگھوں کے سامنے آیا، بہت خوشی ہوئی، خیال تھا کہ پورا مطالعہ کر کے تاثرات لکھوں گا، لیکن موافع و عوائق کے خوف سے کہ کہیں تاخیر نہ ہو جائے اس لئے تیس صفحے دیکھ کر ہی بطور رسید خط لکھ کر پیش کرتا ہوں، اللہ کرے حسن قلم اور زیادہ، خدا کرے اس کی تکمیل ہو جائے اور امت کو نفع پہنچے، امام العصر حضرت شیخ کے علوم و نفائس سے دنیا اس کے ذریعہ روشناس ہو جائے۔

بہر حال اجمانی ہدیہ تبریک قبول فرمائیے، میں طویل ساڑھے ۲۳ ماہ کے سفر کے بعد پہنچا ہوں، اس لئے مشاغل کا اور بھی انہاک ہے، درس ہی کیا کم تھا کہ اس پر مستر ادا مور روز افزول ہیں، امید ہے کہ مزاج مبارک بخیر ہوگا اور حضرت مفتی صاحب، مدحت حیات الطيبة بھی بخیریت ہوں گے، ممنون ہوگا، اگر میر اسلام اخلاص و تعظیم پہنچا دیں، ولکم الشکر، دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

مکتوب گرامی مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی دامت برکاتہم

جزاکم اللہ، آپ نے بڑا کام کیا اردو دانوں کے لئے نعمت غیر متربہ ہاتھ آگئی اس قدر تفصیل ہے اس موضوع پر اب تک کس نے قلم اٹھایا ہے، آپ نے مجھے سے بھی اپنی تالیف مذیف کے بارے میں رائے دریافت کی ہے، میں اہل علم کا خادم ہوں، اپنا تو یہ حال ہے۔

یقین جاذب وقت طلب از جستجو بازم نہ داشت دانہ می چیدم ازاں، روزے کے خرمن داشتم

آپ کی کتاب کا بھی استفادہ کی نظر سے مطالعہ کیا، پہلا سند جس روز موصول ہوا معا پڑھنا شروع کر دیا اور دوسرے روز ختم کر کے ہی دم لیا، خیال تھا کہ فوراً عریضہ پیش خدمت کیا جائے مگر موفق نہ ہوا، کتاب تعلیم کا تکمیل اور اس کی پروف ریڈنگ پھر خلافت معاویہ اور یزید کی بخشی دری ایک کام ہوتا، ذرا فرصت نہیں ملتی بس پھر جو اپنی مصروفیتوں میں گم ہوا تو اب دوبارہ والا نامہ کے وصول ہونے پر ہوش آیا، خدا خدا کر کے کل سے خطوط کے جواب کیلئے وقت نکالا ہے، یہ وقت عباسی کی خدمت گزاری کا تھا، کل سے اسے موقوف کر کے جواب خطوط میں مصروف ہوں۔

آپ نے تو بہت کچھ لکھ دا لا، یہ حصہ تو مقدمہ بخاری کی بجائے مناقب ابی حنفیہ کہلانے کا مستحق ہے، بلاشبہ شرکاء مد وین فقد کا تذکرہ اس کا خصوصی وصف ہے، آپ نے سب سے پہلے اس کو واضح کر دیا ہے، دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تابدیر جناب کو زندہ و سلامت باکرامت رکھے اور عمر بھرا پنی مرضیات میں انہاک نصیب فرمائے، مجھے بھی دعا، خیر سے سرفراز فرمائیں۔

مکتوب گرامی شیخ الشفیر مولانا ذاکر حسن صاحب پھلتی بنگلور، دامت برکاتہم

آپ کا ہدیہ سینیہ نومبر کے آخر میں موصول ہو کر باعث صدمت ہوا، احقر نے مقدمہ شرح بخاری شریف حصہ اول بغور مطالعہ کیا اور بہت مسرور ہوا، شرح کے ابتداء میں رجال بخاری کے تراجم بہت ضروری چیز تھی، بہت بہتر ہوا کہ آپ نے اس کو جزء الکتاب بنایا اور اس سے بھی زیادہ احقر کی احتفاظ کی طرف سے دفاع کا معاملہ تھا، جس کا آپ نے خوب خوب حق ادا کیا ہے، اس سلسلہ میں تمام مواد کو یکجا کر دینا بڑا مشکل، وقت طلب اور امر صعب تھا جس کو بتوفیق الہی آپ کی بالغ نظری نے انجام دے دیا، ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

باوجود اختصار غالباً کوئی اہم بات متذکر نہیں ہوئی، گویا دریا کو کوزہ میں سماں کی سعی کی گئی جس میں آپ بحمد اللہ تعالیٰ بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں، بنده اس عظیم دفاعی شاہکار پر جناب کی خدمت میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتا ہے، فجزاکم اللہ عنادعن سامراً الاحتفاف فی الدارین خیر۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کی اس خدمت عظیم کو قبولیت عامہ سے مشرف فرمائے، اب حصہ دوم کا بے چینی کے ساتھ انتظار ہے۔

مکتوب گرامی مکرم و محترم مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی رحمہ اللہ

صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

محبت محترم و مکرم اسلام علیکم، انوار الباری جلد اپر برہان میں توجہ تبصرہ ہوگا، ہوگا ہی، سردست اس اہم علمی کارنامہ پر جو حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی سے شرف انتساب رکھتا ہے، دلی مبارکباد قبول فرمائیے، جزاکم اللہ احسن الجزا۔

آپ نے بہت اہم کام اپنے ذمہ لیا ہے، اللہ تعالیٰ معین و مددگار ہوا اور آپ اسے استقلال و ثبات کے ساتھ تکمیل کو پہنچا سکیں آمین حوالوں میں اگر

آپ کتاب کے ایڈیشن، جلد اور صفحہ کا بھی التزام رکھیں تو اہل علم کے لئے بہت مفید ہو اور مرادیعت کیل ہو جائے، امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

مکتوب گرامی مخدوم و معظم حضرت مولانا مفتی محمود احمد صاحب نانو توی دامت برکاتہم

آپ کی اس انٹرک کوشش کے شمرہ میں (۱) ایک ہی مصنف میں وہ بکھری ہوئی چیزیں سامنے آگئی ہیں جو آج تک میری دانست میں جمع نہ تھیں، واللہ اعلم مختلف کتب میں کہیں بحوالہ اور کہیں بغیر حوالہ دوران مطالعہ نظر کچھ چیزیں گزرتی تھیں، پھر عندالضرورۃ ان کا فراہم ہونا بغیر شدید جو جهد کی ورق گردانی کے دشوار تھا (۲) خود بہت سے خفی علماء کی ان غلط فہمیوں کا بھی اس سے ازالہ لابدی ہے جن کی معلومات کے تحت حضرت امام اعظمؒ کا مقام بمقابلہ مشاہیر حدیث وہ نہ تھا جو اس کے مطالعہ کے بعد متعین ہو سکے گا۔ (۳) اکثر احناف عقیدۃ ہی حضرت امام اعظمؒ کی رفت و عظمت پر جمع ہوئے تھے، اس مصنف سے ایک ججۃ قاہرہ آپ نے قائم فرمادی جزاک اللہ جزان الاوفي (۴) عام درس گا ہوں میں فدو حدیث کے مدرسین کے لئے اور خصوصاً مباحثین کے لئے ایک اجمال مودا آپ نے فراہم فرمادیا ہے، فیارک اللہ فی عمرکم و علمکم و فیما ایینا اہدیتم۔

مکتوب گرامی مکرم و معظم مولانا عبدالماجد دریابادی (مدیر صدق) دامت برکاتہم

مخدوم المکتزم علیکم السلام ورحمة اللہ صدق میں کتابوں پر تبصرے کا سلسلہ تو مجبوراً بند کر دینا پڑا، کتابوں کے انبار لگنے شروع ہو گئے تھے اور ہر مصنف یا ناشر کی طرف سے ٹیکم اور شدید تلقاضے، سب پر لکھنے کا نہ وقت لکھنا ممکنے، نہ پرچہ میں گنجائش، اب صرف رسید کتب ہے، ذیل میں دو چار سطریں بطور اجمالی تعارف کے عرض کر دی جاتی ہیں، گواہ نے والی کتابوں کی تعداد میں اب بھی کوئی نمایاں فرق نہیں! پھر کتاب میں ہر فن کی اور رطب ویا بس ہر قسم اور ہر سطح کی! بہر حال آپ کے عظیمہ شریفہ کا تعارف تو ان شاء اللہ پوری طرح کر دیا جائے گا، بڑا ٹیکم ہاسوال پرچہ میں گنجائش کا رہتا ہے، میں یوں کتابوں کا ڈھیر ہر وقت لگا ہوا ہے، کے مقدم کیا جائے، کے موخر مہینوں گنجائش کے انتظار میں لگ جاتے ہیں۔

اور مشورے تو کیا دوں گا، الثا استفادہ ہی اس سے کر رہا ہوں، اور اپنی معلومات میں قدم قدم پر اضافہ، اردو کی اب چند ہی کتابیں ایسی ہوتی ہیں، جنہیں شروع سے آخر تک پڑھتا ہوں اور یقین فرمائیے کہ انہیں مدد و دے چند میں ایک یہ بھی ہیں۔

دوسرے نسخہ کا قطعاً کوئی سوال نہیں، شکرگز ارایک ہی نسخہ پانے پر تہذیل سے ہوں، والسلام دعا گو دعا خواہ عبدالماجد۔

مکتوب گرامی مکرم و معظم مولانا عبدالرشید محمود صاحب بنیرہ حضرت اقدس مولانا گنگوہی رحمہ اللہ

حنفیت کی ترجیح عرفی رسول اللہ ﷺ ان فی المذهب الحنفی طریقة ائیقہ ہی اوافق الطرق بالسنۃ المعروفة التي جمعت و نفتحت فی زمان البخاری اصحابہ، ارشاد ولی الہی کی تشقیع و توضیح کی یہ ایک کامیاب سعی ہے، انشاء اللہ مشکور ہوگی، سنت معروفة سے طریقة ائیقہ حنفی کی توفیق و تطبیق اور بنا بریں ترجیح و تفصیل، پھر تتفییض کرنے والوں کی تردید و تفعیف اور خلاف ادب نہ ہو تو تخفیف کا اشرح بھی اس آپ کی عرق ریزی سے انشاء اللہ معلوم و مشہود ہو گا، اللہ تبجز کم باحسنالجزاء کم بالیق بشان۔

مکتوب گرامی مکرم و معظم مولانا قاضی محمد زادہ حسینی، ایبٹ آباد، دامت برکاتہم

محترمی و مکرمی زید مجدد کم، السلام علیکم ورحمة اللہ، حسب ارشاد گرامی انوار الباری کے متعلق اپنے دلی تاثرات عرض ہیں (یہ سید کار رائے دینے کے قابل نہیں) سید الانبیاء ﷺ نے وحی ربانی کی جو شریعہ فرمائی، اسے نہایت ہی تحقیق اور تدقیق کے بعد امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری نے جمع فرم کرامت مسلم کی کامیاب رہنمائی فرمائی، اتنی جامعہ اور محققانہ کتاب کو تمہانے اور اس کے رموز و اسرار کی وضاحت کے لئے خداوند قدوس نے ہر دور میں ان بزرگ ہستیوں کو پیدا فرمایا، جنہوں نے اپنی روحانیت اور علمیت خداداد کے ذریعے اس کتاب کو آسان ترین الفاظ میں پیش کرنے کی سعادت

حاصل کی، حالات کے بد لئے کے ساتھ ساتھ نبی کامل خاتم الرسل ﷺ کی تعلیمات کا رخ بھی نور کامل کا نشان لئے ہوئے بدلتا رہتا ہے، اس چودھویں صدی میں ظلم و عصیان کے تاریک ترین ماحول میں اس پدایت کاملہ کی ضوافگنی کے لئے جن افراد کو جنت اللہ کے طور پر پیدا فرمایا ان میں سے ایک ممتاز اور وحید مقام کے مالک استاذ محترم محدث عصر حضرت انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز ہیں، آپ نے اس "اصلح الکتب بعد کتاب اللہ" کی عقدہ کشائی اور تعلیمی منافع کی عمومیت کے لئے جوشاندار خدمت کی ہے، اس کی نظر آنے والے دور میں ناممکن ہے۔

الحمد للہ دینی علوم سے آرائت علماء کرام تو کسی حد تک اس ذخیرہ خیر و برکت سے فائدہ اٹھایتے تھے، مگر ہمارے اردو خواں بھائی اس نعمت سے قطعاً محروم تھے، فتنہ انکار حدیث کے زمانہ میں تو نہایت ہی شدید ضرورت اس امر کی تھی کہ حدیث پر کوئی جامع اور مدلل کتاب شائع کی جائے مقام مسرت ہے کہ بخاری زماں حضرت شاہ صاحبؒ کے گنجائے گراں مایہ کو اردو زبان میں شائع کیا جا رہا ہے، اور زیادہ مسرت اس بات سے ہوئی کہ اس عظیم علمی اور دینی کام کا اہتمام اس خوش قسمت ذی علم بزرگ کے ہاتھ میں ہے جس نے سالہاں سال قال کے ساتھ ساتھ انور شاہ کے حال کو نہ صرف مشاہدہ کیا، بلکہ اتباع اور اطاعت کی روشنی میں مقام تقرب سے مشرف ہے، میں نے مقدمہ انوار الباری کو نہ صرف مطالعہ کیا بلکہ اپنے اس لئر پچھر میں داخل کر لیا جس سے میں اپنی علمی زندگی میں وقاوٰ قفارہ بہمنی حاصل کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مرتب علام کو اس کی تحریک کی توفیق سے نوازے اور اس ادارہ کے معاونین کی اعانت فرماؤے، اللہ الموفق والمعین۔ سیہ کار قاضی زاہد حسینی

مکتوب گرامی مکرم و محترم مولا ناعزیز احمد صاحب سابق استاذ جامعہ ڈا بھیل عمر فیض ہم

جب سے تحفہ انوار الباری ملائیں اس کے انوار میں محو ہو گیا، نام کیا اچھا پایا ہے، سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم واقعی تحفہ نور افزائے، بزرگ بھائی حقیقت یہ ہے کہ مقدمہ نہایت عمدہ اور ماشاء اللہ پر از معلومات ہے، وقت واحد میں ناظر کو "ناشر"، شرح صدر بخشنا ہے، اللہ کرے زور بیاں اور زیادہ، نکتہ ری قابل داد ہے، حفیت کے دفاع کے لئے یہ واحد سلاح ہے، اردو و انگلی اور ہم جیسے مہمل ٹوٹی پھوٹی عربی جانے والوں کے نور افزاتو ہے، ہی ایمان پر ورنجھی ہے، "اتبع سبیل من اناب الی" کا نیاد حمار اور بالکل نئی رو ہے جس کے فہم سے میں محروم تھا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزا خیر سے اتنا نوازیں کے لئے کر بس بس کچھی اور وہ دے دے کر راضی دونوں راضی سبحان اللہ والحمد لله، ڈا بھیل کی ایک بات "مستقل تصنیف" یاد آئی وہ جیسی تھی تھی، اس مقدمہ انوار الباری نے تو عقیدت بڑھادی ہے، اللہ تعالیٰ اول سے دوم اور تا آخر ہر ایک کو بڑھا بڑھا کر ہی مکمل کرادیں، وہاں لکھلی اللہ بعزیز، دعا یہی ہے اور رہے گی انشاء اللہ العزیز اپنی منفعت کے پیش نظر پائیے تحریکیں کو اپنی آنکھوں دیکھ لیں، واقعی بڑی دیرینہ آرز و خدمت حدیث کی پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔

مکتوب گرامی مکرم و محترم مولا ناکاشف الہاشمی، دیوبند، دامت برکاتہم

کئی روز ہوئے انوار الباری کا جزء اول ملا تھا، اب تک مطالعہ کیا، اب رسید اور شکریہ پیش کرتا ہوں، میں بقیہ کہتا ہوں کہ اس مقدمہ میں طالب علمانہ استفادہ کیا ہے، مجھے اپنے سامنے سے پردے اٹھتے ہوئے محسوس ہوئے ہیں، اللہ پاک آپ کو ملت کیلئے تادری سلامت رکھیں اور زیادہ سے زیادہ خدمت لیں، ہم کو یہ توفیق ملے کہ آپ کی قدر کریں۔

مکتوب گرامی مکرم و محترم مولا ناسید جمیل الدین صاحب رحمہ اللہ استاذ جامعہ عباسیہ بہاولپور

مبارک صدمبارک، اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کو قبول فرمائے اور مجتہد حدیث پاک اضعافاً مضاعف ہو، حضرت تھانوی قدس سرہ کا وصال ہو گیا، خدا کرے دیوبند جماعت میں ان کا تصنیفی و تالیغی کام آپ سنن جائیں، کاش کہ فہرست کتب جو آپ نے درج فرمائی ہے، یعنی جن سے آپ تصنیف میں مدد لے رہے ہیں، اس میں مکتوبات شریف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی و دیگر تصنیف حضرت مجدد صاحب قدس سرہ بھی ہوتیں، مذہب حنفیہ کی تائید حضرت والا نے جس طرح فرمائی ہے وہ رنگ بھی اختیار فرمائیے، ضرور۔

مکتوب گرامی مکرم و محترم مولانا حکیم محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند

گرامینا مہ مجتب شامہ بہت سی مسروتیں لے کر پہنچا، باری تعالیٰ آپ کو دین متن کی محکم اور پچی خدمت کے لئے عمر نوح عطا فرمائے، آئین، آپ کی کتاب کا کچھ حصہ اوقات متعددہ میں سناء، دل سے دعا نگلی خدا کرے باب قبول تک پہنچ جائے، اسلوب بیان پا کیزہ اور شستہ، برائین مدل اور محکم، اپنی ہمہ گیری کے اعتبار سے بہت ہی جامع ہے، ابھی بہت سا حصہ باقی ہے، اس کو پڑھ کر سنانا اسی شخص کا کام ہے، رجال کے نام جس کی زبان پر رواں ہوں اور عربی سے واقف ہو، پھر یہ ہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر سے بہتر جزا خیر عطا فرمائے، مولانا عبد الداوم صاحب نے بے حد پسند فرمایا۔

ایک مصروف یاد آگیا، قیاس کن زگستان من بہار مرا، پرسوں ایک خواب دیکھا ہے جس کے بعض اجزاء مجملًا عرض کر رہا ہوں، حضرت مولانا انور شاہ صاحب ^{رکشیر} دارالعلوم میں دوبارہ تشریف لے آئے، سامان مختصر ہے اور اسی کمرے میں رکھ دیا جس میں حضرت عقیم تھے، اس کے بعد بخاری پڑھانے کے لئے تشریف لائے، درس کے دیگر طلباء میں، میں عبدالجلیل اور انظر شاہ بھی شامل ہیں، حضرت شاہ صاحب رو بقبلہ ہو کر بخاری پر کچھ تقریر فرمائے ہیں اور ان کے سامنے انوار الباری کھلی ہوئی ہے، دریافت فرمایا کہ یہ کس نے لکھی ہے، اشارہ تعلیقات کی جانب تھا، میں نے عرض کیا مولوی احمد رضا نے اس کے بعد سر جھکا کر کچھ دیر اس کو غور سے پڑھتے رہے، مفصل خواب پھر کسی وقت فرصت میں لکھوں گایا حاضری کے موقع پر زبانی عرض کروں گا۔

میں آپ کو کتاب کی قبولیت اور خصوصاً طبقہ علماء میں پسندیدگی پر صیمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کی نیت میں مزید خلوص عطا فرمائیں، والسلام۔

۱۔ موصوف نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو بوقت آمد دیوبند بھو جودی عزیم محترم مولانا شد میاں صاحب سلمہ حسب ذیل تفصیل بیان کی۔

حضرت گواہی طرز و بھیت پر دیکھا جس پر پہلے زمانہ قیام دارالعلوم میں دیکھا تھا، داڑھی سیاہ، کچھ بال سفید، صحت اچھی، خوش پوششک، پھر دیکھا کہ جامع مسجد دہلی جیسی مسجد ہے جس میں حوض نہیں ہے باقی والاں، وسعت وغیرہ ایسی ہی ہے اور حضرت شاہ صاحب حوض کی جگہ اور جنوبی دروازے کے درمیان رو بقبلہ بیٹھنے ہوئے درس بخاری شریف دے رہے ہیں، میں سامنے ہوں، مجھ سے باقی میں طرف انظر شاہ، ملا جی (مولانا حکیم عبدالجلیل صاحب) بھی ہیں اور ازہر شاہ کچھ الگ کو بیٹھے ہیں، حضرت شاہ صاحب امام بخاری کے حالات پر تقریر فرمائے ہیں اور سامنے تپائی پر انوار الباری کھلی رکھی ہے جس کے درمیان میں متن اور چاروں طرف حاشیہ ہے، فرمایا یہ کیا ہے؟ کہا گیا کہ یہ مولانا احمد رضا نے لکھی ہے، فرمایا کہ جب میں نے ان سے کہا تھا تو ترمذی و بخاری ملا کر لکھنے کو کہا تھا اور بہت دیر کر دی، اس کو تو بہت پہلے لکھنا چاہئے تھا، پھر کمبل چہرہ پر ڈال کر میں چہرہ نہ دیکھ سکا، اسی طرح اس کو متوجہ ہو کر مطالعہ فرمانے لگے، حافظ عثمانی صاحب بھی وہاں آگئے اور میں نے بلا کر حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں ان کا تعارف کرایا۔

اس کے بعد ۲۵ دسمبر ۱۹۴۱ء ارجب دشنبہ کی شب مدرسہ مقام العلوم جلال آباد میں راقم الحروف نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ تشریف رکھتے ہیں، احقر نے مسودہ انوار الباری دکھایا، ایک بہت مختصر مگر جمل قلم سے لکھا ہوا عنوان دیکھ کر بطور تحسین و استجواب فرمایا کہ کیا یہ بھی تم نے لکھ لیا ہے؟ احقر نے عرض کیا کہ حضرت! ہر چھوٹی بڑی چیز کو لکھا ہے اور مولانا بدر عالم صاحب نے بھی تقریر لکھی ہے، میں دونوں کو مل کر مکمل کر رہا ہوں۔

اس سلسلہ میں مزید گزارش ہے کہ یوں تو حضرت شاہ صاحب کی زیارت سے خواب میں بارہا مشرف ہوا مگر کچھ عرصہ سے کسی علمی مجلس میں شرکت کی صورت نظر آتی تھی، جس طرح کہ ڈا جیل کے قیام میں صورت ہوتی تھی، نیز ایک بار دیکھا کہ سرور دو عالم علیہ السلام کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوں اور ایک طرف بیٹھا ہوا غالباً حدیث ہی کے سلسلہ میں کچھ لکھ رہا ہوں، کسی تقریب سے لذ و تفہیم ہوئے مجھے بھی حصہ ملا، یہ بہت مدت کی بات ہے مگر ایسی یاد ہے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)۔

چند تبصرے

صدق جدید لکھنو: صحیح بخاری کے ترجمے مختصر شرح و حاشیہ کے ساتھ اردو میں بھی اب تک کئی ایک شائع ہو چکے ہیں، لیکن حقیقتی مکتب فکر کے لحاظ سے بخاری کی ترجمانی اردو میں اب تک گویا ہوئی ہی نہیں ہے، خفیوں میں علامہ انور شاہ کشمیری علم، فضل، خصوصاً علم حدیث میں اپنی نظریں آپ ہی تھے، بڑی سرت کی بات ہے کہ ان کے افادات متعلقہ بخاری کو ان کے ایک شاگرد رشید مولانا احمد رضا بجوری نے اب اردو میں لے آئے کا تہیہ کر لیا ہے اور ان کے مقدمہ مشرح بخاری کی یہ پہلی جلد شائع ہو گئی ہے، شرح بڑے اہتمام سے لکھی جا رہی ہے، اور پوری کتاب اس طرح کے ۳۲ حصوں میں گواپا ساڑھے ۶ ہزار صفحہ کی ضخامت کے ساتھ مکمل ہو گی اور دیکھنے کے قابل ہو گی۔

صرف مقدمہ و حصوں میں بڑی لقطعی اور گنجان کتابت کے تقریباً ۵۰۰ صفحات میں آئے گا، پیش نظر حصہ میں علم حدیث کا عام تعارف، تمام محدثین کے کارنامے اور امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کے کارنامے، یہ سب بڑی تفصیل و تحقیق سے آگئے ہیں، مرتب صاحب علم و صاحب فکر ہونے کے ساتھ اہل قلم بھی ہیں، اس لئے کتاب باوجود فتنی ہونے کے خلاف یا غیر شافتہ نہیں۔

ایک حاشیہ میں مرتب کے قلم سے ایک بڑے کام کی بات نظر پڑی، ”یہ دونوں (محدثین) بھی امام اعظم کی برائیوں میں پیش پیش تھے، ہر انسان خطاؤ نیان سے مرکب ہے، بڑے بڑے جلیل القدر انسانوں سے غلطی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ سب کی لغزشوں سے درگزر کرے اور ان کو اپنی سے بایاں نعمتوں اور راحتوں سے نوازے ص ۱۰“۔

رسالہ دار العلوم دیوبند: حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری علیہ الرحمۃ کے تلمیذ خاص مولانا سید احمد رضا صاحب گذشتہ ایک سال سے صحیح بخاری کی اردو شرح ”انوارالباری“ کے نام سے مرتب کرنے میں مصروف ہیں، یہ کام مختلف موانع اور مشکلات سے دوچار رہا اب اس کا حصہ اول شائع ہوا ہے جو ۲۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، مولانا نے بڑی عرق ریزی اروخت و جانکاری کے ساتھ اس حصہ میں حدیث کی ترتیب و تدوین کی تاریخی حیثیت، فن حدیث کی عظمت سے گزر کرام اعظم ابوحنیفہ کے حالات کو جامیعت اور تفصیل سے درج فرمایا ہے اور استنباط مسائل میں امام صاحب کا جو طریق فکر ہے اس پر پوری روشنی ڈالی ہے، امام اعظم کے متعلق یہ ایک مستقل تذکرہ ہے جس میں بہت سی ایسی باتیں سامنے آگئی ہیں جو اردو میں اب تک نہیں آسکی ہیں، متعصب اہل علم حضرت نے صدیوں سے امام موصوف کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا کر رکھی ہیں، مولانا نے بڑے مستحکم دلائل کے ساتھ ان کا ازالہ فرمایا ہے، اس سلسلہ میں امام بخاری علیہ الرحمۃ کے وہ افکار و خیالات بھی زیر بحث آئے ہیں جو انہوں نے امام اعظم کے متعلق ظاہر فرمائے تھے، امام اعظم کے بعد امام مالک، امام شافعی، امام احمد حنبل اور ان کے بعد ان چالیس محدثین و فقهاء کے حالات آگئے ہیں جنہوں نے تدوین فقہ حنفی کے سلسلے میں امام اعظم ابوحنیفہ سے تعاون فرمایا تھا، اس پورے حصہ میں اس طرح ۱۵ محدثین کے حالات جمع کر دیئے ہیں اور اگلے حصہ میں تقریباً پانچ سو حضرات کے حالات پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

”اسماء رجال“، فن حدیث کا ایک مستقل موضوع ہے جس میں رواۃ کے ذاتی حالات، ان کے حفظ اور یادوادشت، ان کی مرویات کے صدق و کذب اور عقلی و نعلیٰ حیثیت سے ان کی روایتوں کی چھان بین کی جاتی ہے، گویا یہ فن حدیث کے لئے ایک بہت بڑے ستون کی حیثیت رکھتا ہے، یہ ستون اگر درمیان سے نکال دیا جائے تو پھر ساری عمارت ہی خطرے میں آسکتی ہے۔

مولانا موصوف نے حدیث کی بہت بڑی خدمات انجام دیں کہ اس حصہ میں ۱۵ محدثین کے حالات جمع فرمادیئے ہیں، عربی میں تو اس موضوع پر بہت سی کتابیں ہیں مگر اردو میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی چیز ہے۔

(باقی حاشیہ صفحہ سابقہ) کہ جیسے آج دیکھا ہو، اسکے بعد ایک بار ایسا دیکھا کہ کفار مکہ کہتے ہیں کہ صحابہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد وغیرہ میں شرکت صرف اپنے ذاتی علاائق و اسباب کی وجہ سے کرتے ہیں، خدا کے داطنیں، میں نے کہا غالباً ہے، اس پر ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں ایک طرف صحابہ تشریف رکھتے ہیں، دوسری طرف کفار اور سرکار دو عالم ﷺ پر پردہ تشریف رکھتے ہیں میں صحابہ سے سوال کرتا ہوں اور وہ جواب دیتے ہیں کہ ہمارا جہاد وغیرہ سب صرف خدا کے لئے ہے، کفار لا جواب اور حضور اکرم ﷺ مسروہ رہ جاتے ہیں“ یہ سب خواب کی باتیں ہیں، کوئی تینی بات ان پر نہیں کہی یا کہی جا سکتی تاہم دل ان سے خوش ہوتا ہے، حوصلہ بڑھتا ہے، دین و علم کی کوئی ادنیٰ خدمت بھی کسی کے لئے میسر ہو تو محض خدا نے تعالیٰ کا فضل و انعام ہے، عہ شہاباں چے عجب گر بنازندگدارا۔

ہمیں امید ہے کہ انوار الباری دو ماہی پروگرام کے تحت ایسی ہی جامعیت، و سعیت مطابعہ ن حدیث کے بیش بہانکات اور اپنی ظاہری اور معنوی دل کشی کے ساتھ منصہ شہود پر آئے گی اور اس طرح حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری کے افادات عوام و خواص تک پہنچ سکیں گے۔ (سید محمد ازہر شاہ قصر) رسالہ تذکرہ دیوبند: زیرنظر حصہ مقدمہ کی پہلی جلد ہے جس میں تیسری صدی تک کے محدثین کا تذکرہ آگیا ہے، اس مقدمہ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ جو کچھ مرتب نے لکھا ہے مخت سے لکھا ہے اور اب تک علماء احتراف کے ساتھ جو علمی نا انسانی ہوتی آ رہی تھی، اس کی جگہ جگہ نشاندہ بھی کی ہے، مثلاً امام بخاریؓ جن کا نام لے کر بعض غیر مقلد علماء امام اعظم کے من آتے رہے ہیں، مرتب موصوف نے اس کی قلعی کھولنے کی سعی کی ہے، کوئی شبہ نہیں کہ کام صرف اشارہ ہی سے لیا گیا ہے، اور تفصیل سے حتی المقدور اعتناب اختیار کیا گیا ہے، مگر جس حد تک لکھ دیا گیا ہے، وہ بھی آگاہی کے لئے موجودہ دور میں کافی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ بہت سے علماء صرف امام بخاری یا اس طرح کے دوسرے علماء کا نام سن کر معرب ہو جاتے ہیں اور حقیقت حال کی جستجو دلائش سے دستکش ہو جاتے ہیں، حالانکہ انہیں سوچنا چاہئے، کہ امام اعظمؓ کی حیثیت امام بخاریؓ سے بذریجہ کر ہے اور ہر اعتبار سے پھر امام بخاریؓ خود امام اعظمؓ کے شاگردوں کے فیض یافتہ ہیں، اس لئے امام بخاری یا ان کے استاذ امام جمیلؓ، امام اعظمؓ کے خلاف جو جذبات رکھتے ہیں، ان کی چھان میں ضروری ہے، اللہ تعالیٰ مرتب کو جزاۓ خیر عطا کرے کہ انہوں نے اس جلد میں امام اعظمؓ اور دوسرے علماء احتراف کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے اور امام اعظمؓ اور صاحبین (امام ابو یوسفؓ اور امام محمدؓ) پر کئے گئے غلط اعتراضات کی مدل تردید کی ہے اور مسکت جواب بھی دیا ہے اور ابن خلکان امام تھیں اور دوسرے شواع علماء سے اس سلسلہ میں جو غلطی ہوئی ہے اس کی نشاندہی کی ہے اور اس کی حقیقت آشکارا کرنے کی سعی کی ہے۔

مقدمہ کی دوسری جلد میں بقیہ محدثین کا تذکرہ آئے گا اندازہ ہے کہ اس صدی تک کے محدثین علماء کا تذکرہ دوسری جلد میں آجائے گا، اس سے فارغ ہو کر بخاری شریف کی اردو شرح شروع ہو گی جس میں متفقہ میں کی کتابوں کے ساتھ ساتھ علمائے دیوبند کے افادات بھی اجاگر کر کے پیش کئے جائیں گے، اندازہ ہے کہ اس شرح میں حضرت علامہ کشمیریؓ کی فیض الباری کا خلاصہ مع اضافہ کے آجائے گا نیز مؤلف نے اس کا اہتمام بھی کیا ہے کہ فتن حدیث پر اپنے اکابر کی ساری تحقیقات کا عطر کشید کر کے اس میں جمع کر دیں اور اس طرح امید ہے کہ جمۃ الاسلام حضرت نانوتویؓ سے لے کر شیخ الاسلام حضرت مدھیؓ تک کی تحقیق و تدقیق کا خلاصہ اس شرح میں لے لیا جائے گا۔

مؤلف موصوف بحمد اللہ کام کا تجزیہ برکت ہے ہیں، پچھلے دنوں مجلس علمی ڈا بھیل کی نظمت آپؓ ہی کے سپرد تھی اور نسب الرایہ، فیض الباری، مشکلات القرآن اور اس طرح کے دوسرے علمی نوادرات آپؓ کے حسن انتظام کی بدلت موجودہ دور کے ذوق کے مطابق مطلع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں یہ پوری شرح اندازہ ہے کہ اکیس تیس حصوں میں آجائے گی جو دو ماہی پروگرامؓ کے تحت بالاقساط شائع ہوتی رہے گی اس سلسلہ کی اور مستفیدین دنوں کو سہولت حاصل رہے گی، دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کام کو حسن و خوبی کے ساتھ اتمام تک پہنچائے۔

رسالہ تکمیل دیوبند: انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری پر عربی میں بہت کام ہوا ہے، لیکن اردو میں اس کام کی ابھی ابتداء ہی ہے، ترجمے کافر یہ تو کئی ناشرین ادا کر چکے، بعض اہل علم نے ترجمے کے ساتھ فوائد و جواہی کا بھی اضافہ کیا ہے، مگر اس میں کافی تکمیل ہے، علاوہ ازیں خفی نقطہ نگاہ اور مسلک کی بھرپور ترجیحی کا کام تو اردو میں بالکل ہی نہ ہونے کے برابر ہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ایک ذی علم بزرگ جناب مولانا سید احمد رضا صاحب نے اس مشکل اور اہم کام کا آغاز فرمایا ہے، آپ علامہ انور شاہ کشمیری صاحبؓ کے شاگرد ہیں اور علامہ موصوف متاخرین میں جس پائے کے محدث گزرے ہیں، وہ اوپنے اہل علم سے مخفی نہیں، حق یہ ہے کہ حدیث کے وسیع و دقیق فن کی مہارت کا جو سلسلہ الذہب قرون اولیٰ سے چلا تھا، موصوف اس کی آخری کڑی تھے اور آپؓ کے بعد پوری دنیاۓ اسلام میں اس شان کے محدث اور حافظ حدیث کم از کم ہماری معلومات کی حد تک عنقا کے درجے میں ہیں، حدیث کو سمجھنے والے اس پر عمدگی سے کلام کرنے والے اور اس کے مطالب و مفہوم کو لنشیں پیرائے میں بیان کرنے والے تو بفضلہ تعالیٰ اب بھی ہیں، اور فتنہ نزاکتوں پر عبور رکھنے والے مفقود نہیں، لیکن جلیل القدر حفاظ حدیث کی یہ مخصوص شان کے صدھا احادیث لفظ بلفظ حافظے میں محفوظ ہوں اور بروقت ان کا استحضار بھی ہو، علامہ انور شاہ صاحبؓ کے بعد کہیں نظر نہیں آتی، یہی وجہ ہے کہ ان کے تلمیذ جناب احمد رضا صاحب سے اچھی توقعات وابستہ کی

جاسکتی ہیں، انہوں نے بخاری کی شرح سے پہلے ایک مبسوط مقدمہ ترتیب دیا ہے جو دو حصوں پر مشتمل ہوگا اس کا حصہ اول ہمارے سامنے ہے۔ یہ حصلہ اول تجھی ساز کے ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں فاضل مؤلف نے نقد و تحقیق کا جو سرمایہ جمع کیا ہے اس کا صحیح اندازہ اس مختصر تبریر میں نہیں کرایا جاسکتا، حافظ ابن حجر کی فتح الباری جیسی بیش بہابہ ویسا ہی اس کا مقدمہ بھی ہے، لیکن اس کی نوعیت وہ نہیں ہے جو پیش نظر مقدمہ کی ہے۔

پیش نظر مقدمہ اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں فقہ خفی اور امام ابوحنیفہ پر اڑائی ہوئی اس گرد و صاف کیا گیا ہے جس کی جیسی جماعت کا سلسہ ابو حنیفہ کے بعد، معصومین سے لے کر آج تک کے بعض اہل حدیث تک پہنچتا ہے، بخاری کی شرح میں اس نوع کے مقدمہ کا جواز اس لئے بھی ہے کہ بخاری ہی کے آغاز میں امام بخاری کا محدثانہ خلوص امام ابوحنیفہ کے حق میں کائنوں کی بوچھاڑ بن گیا ہے اور اس لئے بھی ہے کہ بعض محدثین نے خصوصاً خطیب بغدادی جیسے بے تہہ محدثین نے جو غیر ذمداری امام عظیم کے حق میں برتبی اس کے خدوخال نمایاں کرتا امام عظیم کے مرتبہ شناسوں پر ہر آئینہ واجب ہے۔ فاضل مؤلف نے فقہ خفی کے آغاز، ارتقا اور کلیدی اصول و اندار پر روشی ذاتی ہوئے ان کمزور اور بے مغز اعتراضات کے تحقیقی جوابات دیئے ہیں جن کا ہدف امام عظیم اور فقہ خفی کو بنایا جاتا رہا ہے، امام عظیم کیا تھے، علم حدیث میں ان کا کیا پایہ تھا، بالغ نظر اکابر و افاضل ان کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے، ان کی فقہ کیونکر مرتب ہوئی، اس طرح کے گوشوں پر انہوں نے شرح و بسط کے ساتھ مواد پیش کیا ہے وہ چالیس فقہا جنہوں نے امام عظیم کی سربراہی میں عظیم الشان فقہ خفی کی تدوین کی تھی، ان کا بھی ممکنہ تعارف مؤلف نے کرایا ہے، ان میں جن عالی قدر حضرات کے تفصیلی حالات و اوصاف تاریخ سے مہیا کرنے ممکن تھے، ان کے حق میں مؤلف نے بھی تابل سے کام نہیں لیا، مثلاً امام زفر پر پارچ اور امام ابو یوسف پر تقریباً اٹھارہ صفحات وقف کئے ہیں۔

امام عظیم کے علاوہ ائمہ شلاشیں کا بھی حسب ضرورت تذکرہ شامل مقدمہ ہے اور ۲۵۰ھ سے قبل کے جملہ ذکر محدثین کے حالات بھی دیئے گئے ہیں، بعد کے محدثین کا تذکرہ حصہ ثانی میں آئے گا۔

اردو میں مولانا ناشبلی کی "سیرۃ الشعماں" امام عظیم پر حرف آخر سمجھی گئی ہے، لیکن اس میں بھی کچھ نہ کچھ فرد گذاشتیں ضرور ہیں جن میں سے بعض پر مولانا محمد رضا صاحب نے مختصر لیکن فکرانگیز کلام کیا ہے۔

حاصل یہ کہ مقدمہ کا یہ جزو اول بڑے معز کہ کی چیز ہے، ایسی چیز اس لئے بھی ضروری تھی کہ امام عظیم کی تحقیر و تفیض میں ثابت قرطاس کیا ہوا، مقتدیں کا بے تہہ مواد آج بھی بعض حلقوں میں "آل کار" کی حیثیت سے استعمال کیا جا رہا ہے، اور یہ بات خاصی شهرت پا گئی ہے، کہ ابوحنیفہ علم حدیث کماہنہ بہرہ نہیں رکھتے تھے، بے چارے عوام کیا جائیں کہ یہ سفید جھوٹ کس طرح چلا، کس نے اسے ہوادی اور کون اس کی پشت پناہی کر رہا ہے، عربی میں اس افتراء خالص کا پول کھولنے والا بہت سا مادہ موجود ہے، لیکن اردو میں اس کی خت ضرورت تھی اور اس پیانے پر ضرورت تھی کہ کم استطاعت لوگ بھی اس سے مستفید ہو سکیں، قحط و ارشادت کا جو پروگرام انوار الباری کے ناشر نے بنایا ہے اس میں غریبوں کے لئے بھی استفادے کا پورا موقع مہیا ہے، چنانچہ پیش نظر جزو کی قیمت ساڑھے تین روپے ہے اور مستغل مبڑوں کے لئے صرف ڈھانی روپے (جو کم سے کم ہو سکتی ہے)۔ من جیسا جمیع انوار الباری کے اس مقدمہ کو ہم بلاشبہ ایک بیش بہا پیشکش خیال کرتے ہیں اور تفسیر و حدیث وغیرہ کے جتنے ماہوار سلسلے دیوبند سے چل رہے ہیں، ان میں یہ پہلا سلسہ ہے جسے بلند پایہ قرار دیا جاسکتا ہے، اس کی حیثیت صرف علمی و تحقیقی ہی نہیں بلکہ بھی یہ کیونکہ امام عظیم اور فقہ خفی کے بارے میں جو شو شے یاران حاشیہ آئے دن چھوڑتے رہتے ہیں ان کے مضر اثرات کو زائل کرنا احناف کا ایک مقدس فریضہ، لیکن احناف وہ ہونے چاہئیں جو واقعہ خفی ہوں، زمانے کی ستم ظریفی سے احتاف کی ایک ایسی قسم بھی آج کل بڑی عام ہو گئی ہے جس سے ابوحنیفہ اور ان کے بچے پیروں کی رو حیں پناہ مانگتی ہوں گی یہ وہ لوگ ہیں جو سر سے پیر تک قبوری شریعت کے مارء را گد میں غرق ہیں مگر کہتے ہیں اپنے آپ کو اصل سنی و حنفی، ان کی حفیت شرک و بدعت کو دوڑ کر قبول کرتی ہے اور ہر اس شخص کو "وہابی"، "قرار دیتی" ہے جو شرک و بدعت سے دور بھاگے، شکر ہے کہ انوار الباری کے جامع و مؤلف "وہابی" ہی ہیں اسی لئے کہ ان کے یہاں علم و تحقیق کا بازار گرم نظر آتا ہے، ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کو اس سلسلہ نادرہ کی تحریک کے لئے بھی عمر عطا فرمائے اور ان کے قلم سے حق ہی حق نکلے، جملہ ناظرین سے ہم انوار الباری کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔

ہفتہ وار نقیب سچلواری شریف: انوار الباری شرح اردو بخاری از مولانا احمد رضا صاحب مجددی نقشبندی، موجودہ دور نشو و اشاعت کے لحاظ سے ممتاز دور ہے، رات دن کتابیں لکھی جاتی ہیں، اور شائع ہوتی ہیں مگر ایسی کتابوں کی پھر بھی کمی محسوس کی جاتی ہے جنہیں محنت کے ساتھ علمی انداز میں مرتب کرنے والے مرتب کرتے ہوں اور وہ نتیجہ خیز بھی ہوں لیکن ایسے لوگوں سے ملک خالی بھی نہیں، انہیں چند حضرات میں ہمارے مولانا احمد رضا صاحب بھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو محنت کا ایک خاص سلیقہ عطا کیا ہے، پچھلے دونوں آپ کی تگرانی میں مجلس علمی ڈا بھیل نے جو متعدد علمی تصانیف شائع کی ہیں اس سے آسانی کے ساتھ آپ کے علمی ذوق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

فیض الباری کے نام سے فخر المحدثین حضرت مولانا انور شاہ کی تقریر بخاری عربی میں شائع ہو چکی ہے، بخاری شریف کی اور بھی دوسری شخصیم شریصیں موجود ہیں جن سے صرف عربی داں طبقہ مستفید ہوتا رہا ہے، حالات کے پیش نظرشدت کے ساتھ اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی مستند شرح اردو میں لکھی جائے جس سے بے تکلف اردو داں طبقہ مستفید ہو سکے اور انہیں اس کے مطالعہ کا مشورہ دیا جاسکے، حضرت مولانا ہم سب بلکہ پوری ملت کی طرف سے شکریہ کے حق ہیں کہ آپ ایسے اہم کام کے لئے آمادہ ہوئے اور خدا کے بھروسہ پر کام کی ابتداء بھی کر دی، زیر نظر جزو مقدمہ کی پہلی جلد ہے جس میں دو صدی کے محدثین کے حالات پوری دیکھ ریزی سے جمع کئے گئے ہیں، جو کچھ لکھا گیا ہے، مدلل و مستند ہے اور ہر طرح قابل داد و ساتاش ہے، طبقہ احتاف کے لئے خصوصیت کے ساتھ یہ ایک قیمتی ذخیرہ ہے جس میں اور سارے محدثین کے حالات بھی ملتے ہیں۔ بلکہ امام عظیم[ؒ] اور صاحبین (امام ابو یوسف[ؒ] امام محمد) اور امام زفر کے حالات خاصے مفصل اور لائق مطالعہ ہیں، اس جلد کی یہ بھی خوبی ہے کہ اس میں امام عظیم کی مجلس مدون فقہ کے ان چالیس ارکان کے حالات بھی آگئے ہیں جن کی مدد سے آپ نے فقہ حنفی مدون کیا تھا، جس انداز پر کام شروع کیا گیا ہے اس کے پیش نظر یہ ماننا پڑتا ہے کہ حنفی نقطہ نظر سے اردو زبان میں حدیث کی خدمت کا یہ شاندار آغاز ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرمائے۔

ضخامت اور طباعت و کتابت کے اعتبار سے قیمت بہت کم رکھی گئی ہے، شاید یہ اس وجہ سے کہ ہر علم دوست اسے خرید سکے اور عام طور پر مسلمان حدیث نبوی سے مستفید ہو سکیں۔

روزنامہ الجمیعیہ سنڈے ایڈیشن: استاذ العلاماء فخر المحدثین حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ اپنے علم و فضل کے اعتبار سے کسی تعارف کے محتاج نہیں، زیر تبصرہ کتاب آپؒ کے افادات کا شاہہ کار ہے جسے آپ کے شاگرد شید مولانا احمد رضا صاحب نے برسوں کا استفادہ کے بعد مرتب کیا ہے۔ کتاب کا موضوع حدیث کی مشہور کتاب بخاری شریف کی شرح اور اس کے مطالب کی توضیح ہے، گویا شرح سے پہلے ایک مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے جس میں حدیث اور متعلقات حدیث پر ایک خاص رنگ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس حصہ میں حنفی مذہب کے بارے میں تمام ضروری باتیں آگئی ہیں اور امام عظیم کی سوانح حیات ان کے اساتذہ و تلامذہ اور مددوین فقہ کی تاریخ کا بیشتر حصہ مرتب کر دیا گیا ہے، نیز بتایا گیا ہے کہ فقہ حنفی کی خصوصیات کیا ہیں اور امام صاحب کی جلالت قادر اور علمی مرتبہ کے بارے میں علماء سلف نے کن خیالات کا اظہار کیا ہے، امام صاحب کے ساتھ ہی دوسرے آئندہ کرام کے حالات بھی جمع کر دیئے گئے ہیں، کتاب مجموعی حیثیت سے اس قابل ہے کہ وہ علماء کے زیر مطالعہ ہے۔

رسالہ علیم القرآن راول پنڈٹی: مولانا سید احمد رضا صاحب، حضرت علامہ سید انور شاہ صاحبؒ کے خصوصی شاگردوں میں سے ہیں، آپ ایک جید اور صاحب بصیرت عالم ہیں اور کئی ایک کتابوں کے مصنف بھی، زیر نظر کتاب آپؒ ہی کی دماغی کاوش کا نتیجہ ہے، حضرت مؤلف علام اردو میں صحیح بخاری کی شرح لکھ رہے ہیں، موصوف کا ارادہ ہے کہ شرح میں اکابر علماء حنفی اور خصوصاً حضرات علماء دیوبند کے علمی اور فقہی اسرار و معارف کو اردو کا جامہ پہنا کر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے، اللہ تعالیٰ انہیں اس مقصد عظیم میں کامیاب فرمائے۔

زیر نظر کتاب مجوزہ شرح کے مقدمہ کا صرف پہلا حصہ ہے جو محدثین کرام کے تذکروں پر مشتمل ہے، اس میں آئندہ اربعہ کے علاوہ کوئی ذریعہ سو محدثین کا تذکرہ ہے، امام الائمه فیقیہ الامم حضرت امام عظیم ابوحنیفہؒ کا تذکرہ نہایت بسط و تفصیل سے کیا ہے، متعصیین کی طرف سے

حضرت امام موصوف پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں، ان کے نہایت محققانہ جوابات دیئے ہیں، جرح و تعدیل اور نقد رجال کے مسلم آئندہ سے امام صاحب کی توثیق و تعدیل نقش کی ہے اور تقریباً ستر کبار علمائے محدثین اور فقہائے متقدمین سے آپ کی مدح و ثنائیں کی ہے، مثلاً امام مالک، امام شافعی، امام احمد، شعبہ عبد اللہ بن مبارک، و قیع یکجی قطان، میحی بن معین، سفیان ثوری، سفیان بن عینہ، یزید بن ہارون، بکی بن ابراہیم، عبدالرحمن بن مہدی، جعفر صادق، ابو داؤد صاحب السنن، ابن جریح، امام عظیم، (استاد امام صاحب) سعید بن ابی عربہ، فضل ابن دکین، عسکر بن یوسف وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اور بیش سے زائد آئندہ فتن سے امام صاحب کی تابعیت نقش کی ہے۔

علاوه ازیں امام صاحب کے شیوخ حدیث اور شاگردوں کا تذکرہ بھی قدراً تفصیل سے کیا ہے، علم حدیث سے شفیر رکھنے والوں کے لئے یہ کتاب ایک بہترین تخفہ ہے، کتاب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل مؤلف نے بڑی جتو اور عرق ریزی سے مواد جمع کیا ہے، اور خصوصاً احناف کے لئے ایک عمدہ دستاویز تیار کی ہے، کتاب میں خنفی علماء اور محدثین کی حدیثی اور فقہی خدمات کو موقع بیوقوع خوب واضح کیا گیا ہے، اس حصہ میں امام دارمی متوفی ۲۵۳ھ تک کے محدثین کا تذکرہ ہے، دوسرے حصے میں غالباً اس وقت سے لے کر اب تک کے چیزیں محدثین کا تذکرہ ہوگا، یہ کتاب علمی و تاریخی معلومات کا ایک بے بہادرزینہ ہے جس کا ہر حنفی وغیر حنفی کے پاس ہونا ضروری ہے۔

سہ روزہ مددیہ بجھور: علماء متاخرین میں حضرت علامہ حافظ حدیث، جو اللہ علی الارض، آئیہ من آیات اللہ سید انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ سابق صدر مدرس و شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے علمی اور اسلامی دنیا واقف ہی نہیں ہے بلکہ اب بھی ہزاروں افراد ان کے دیکھنے والے موجود ہیں، موصوف نے اپنے معاصرین اور اساتذہ سے اپنی قابلیت کو تسلیم کرالیا ہے، چنانچہ مولانا آزاد، مولانا شبلی، مولانا عبید اللہ سندھی وغیرہم بھی حضرت شاہ صاحبؒ کے علمی کمالات کے معرف ہیں، مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نے تو فتح الملبم شرح صحیح مسلم میں یہاں تک بیان فرمادیا ہے کہ اگر شاہ صاحبؒ متفقہ میں پیدا ہوتے تو ان کی عجیب شان ہوتی اور وہ صاحب ملک ہوتے۔

زیر تبصرہ کتاب ان کے شاگرد خاص نے تالیف کی ہے کہ جنہوں نے بہبہا بر سر حضرت شاہ صاحبؒ کی صحبت میں رہ کر ان کے علوم کو اپنایا ہے، چنانچہ موصوف (مولانا احمد رضا صاحب) نے حضرت شاہ صاحب کی تصنیف اور تالیف میں مواد و مأخذ فراہم کرنے کی خدمت ایک مدت تک انجام دی ہے، لہذا "انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری" کے علمی شاہکار ہونے میں شہنشہ کیا جا سکتا۔

مولانا موصوف نے انوار الباری کا پہلا اور دوسرا حصہ بطور مقدمہ کے ترتیب دیا ہے، پہلے حصہ میں مذہب حنفیہ سے متعلق تمام ضروری باقیں مثلاً امام ابو حنیفہؒ کی مکمل سوانح حیات، ان کے اساتذہ، ان کے تلامذہ، ان کا اور ان کے تلامذہ کا حدیث میں مرتبہ، مددین فقہ کی مکمل تاریخ، مددین فقہ کے چالیس شرکاء کے حالات، فقہ حنفی کی خصوصیات، امام صاحب کے بارے میں آئندہ کی اراؤ کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ جمع کر دیا ہے کہ بلا اختیار زبان پر سبحان اللہ جاری ہو جاتا ہے، علاوه اس کے امام مالکؐ، امام شافعیؐ، امام احمد، وغیرہم حضرات کے حالات بھی نہایت تفصیل سے جمع کر دیئے ہیں اور ۲۴۰ صفحات کی یہ کتاب دریا بکوڑہ کا صحیح مصدقہ بن گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کسی حدیث کی کتاب سے متعلق اردو زبان میں اتنا جامع اور مکمل مقدمہ نہیں لکھا گیا ہے، جی تو بہت کچھ لکھنے کو چاہتا ہے، لیکن اس کتاب میں جو کچھ ہے اور جتنی محنت کی گئی ہے، اس کے مقابلہ میں میرے پاس الفاظ کا دامن تنگ ہے، یقیناً اہل علم حضرات اس کتاب کو اپنے ہاتھوں میں دیکھ کر اپنے کو غنی محسوس کریں گے۔

شکر نعمت: حق تعالیٰ جل مجدہ کا ہزار شکر کے مقدمہ انوار الباری کے دونوں حصے لکھنے سے فراغت ہوئی، جن میں دوسرے اہم مباحث کے ساتھ دوسری صدی سے اب تک کبار محدثین کے حالات خصوصاً حدیثی خدمات کا تذکرہ ہوا، اس کے بعد شرح اردو بخاری شریف کا پہلا پارہ شروع کر دیا گیا ہے اور خدا نے برتر کے بے پایا فضل و انعام سے امید ہے کہ وہ اس سلسلہ کی باقی منازل بھی آسان فرمائیں گے، وہا تو فیقی الایمنہ و کرمہ، علیہ توکلت والیہ ائیں۔